رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

مئی ۱۹۳۷ء

آیت اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

مدیر مسئول

نذیر احمد املوی

رحمانی

نائب مدیر

عبید اللہ مبارکپوری

رحمانی

۴ ریس سال بھر مفت

چار آنہ

4 ANNAS

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی اشاعت

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم کو بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کیئے جاسکتے ہیں

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی
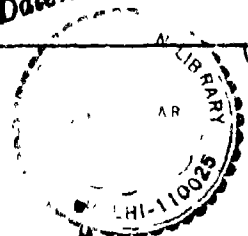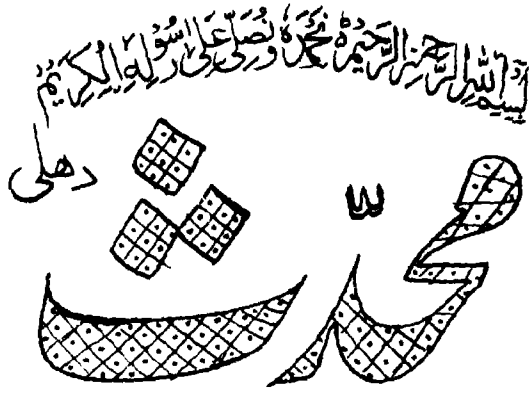
جلد ۵ | ماہ مئی ۱۹۳۷ء مطابق صفر المظفر ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱

مناسبات

محدث کا پانچواں سال

مئی ۱۹۳۳ء مطابق محرم الحرام ۱۳۵۲ھ سے یہ رسالہ زیر ادارت رفیق محترم مولانا عبد الحلیم رحمانی پیغمبر پوری دربھنگوی مرحوم جاری ہوا۔ اور تقریباً ڈھائی سال تک انھیں کے زیر سایہ اپنی پوری شان کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا رہا۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ ابھی ہم اس غنچۂ نوشگفتہ کی پوری بہاریں بھی نہ دیکھنے پائے تھے کہ قدرت نے اسے ہم سے چھین لیا۔ اناللہ الخ

مرحوم کی علالت جوں جوں طول پکڑتی گئی، ادارۂ محدث کی ذمہ داریاں میری طرف سرکتی گئیں۔ تا آنکہ ان کی رحلت اور دائمی مفارقت کے بعد اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق رجب ۱۳۵۴ھ سے مستقلاً یہ بارگراں میرے کمزور کندھوں پر لاد دیا گیا۔ ہر چند کہ میں اپنی علمی بے مائگی اور پہلے طرز تعلیم کی شبانہ روز، جانگداز محنتوں اور دماغی کاوشوں کے باعث، اس فریضہ کی انجام دہی میں اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو اچھی طرح محسوس کرتے ہوئے اس کے قبول کرنے سے اعراض و اجتناب کرتا رہا۔ لیکن گرد و پیش کے حالات سے مجبور ہو کر بالآخر مجھے یہ پھندا اپنے گلے میں ڈالنا ہی پڑا۔

اس چار سال کی مدت میں محدث نے ملک و ملت کی کیا کیا خدمتیں انجام دیں۔ اس کا صحیح جواب تو ناظرین ہی دے سکتے ہیں۔ لیکن ذاتی طور پر مجھے اس حقیقت کے اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ محدث ابھی اس بلند مقام

تک نہیں پہنچا۔ جہاں ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے وجوہ بھی نامعلوم نہیں۔ لیکن فی الحال میں صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اگر ہم ادارتی فرائض کی انجام دہی میں کسی قدر غفلت و کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہیں تو یہ قطعاً غیر اختیاری اور اضطراری ہے۔ ناظرین ہمیں معاف رکھیں۔ اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے اور اپنے دین کی خدمتیں اپنی مرضیات کے مطابق ہم سے لے۔ آمین۔

ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ جہاں ہم اپنی غیر ارادی لاپرواہیوں کی وجہ سے آپ کی چہار رسالہ خدمات کے شکریے اور آغاز سال نو کی مبارکباد کے مستحق نہیں ہیں، وہاں جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مالک رسالہ محدث و مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی اپنے اس بے لوث ایثار مالی کی بنا پر جو وہ اس مفید رسالے کے اجراء کی صورت میں صرف محصولڈاک لیکر خالصاً لوجہ اللہ آپ پر کر رہے ہیں آپ کی پر خلوص دعاؤں۔ اور سچی مبارکبادیوں کے مستحق ہیں۔ پس آپ اپنی مخصوص دعاؤں میں انھیں ہرگز نہ بھولیں بلکہ ہمیشہ ان کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود۔ کامیابی و کامرانی کے لئے بدرگاہ ارحم الراحمین متمنی و مستدعی رہیں۔

امتحان سہ ماہی

حسب دستور سابق اس سال بھی دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا سہ ماہی امتحان ہوا۔ یعنی ۲۰-۲۱-۲۲ محرم ۱۳۵۶ھ مطابق ۳-۴-۵ اپریل ۱۹۳۷ء بروز شنبہ یکشنبہ دوشنبہ کو طلبہ امتحانات میں مشغول رہے۔ ۲۴ محرم مطابق ۷ اپریل کو نتیجہ سنایا گیا۔ اور ۸ اپریل کو مدرسہ میں تعطیل رہی۔ تمام طلبہ و مدرسین صبح کو روشن آرا باغ میں تفریح کے لئے گئے۔ اور دن بھر وہیں کھانے پینے۔ کھیل کود وغیرہ مختلف تفریحات سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ مہتمم صاحب بھی بنفس نفیس شریک رہے۔ اور طلبہ کی دلچسپیوں میں حصہ لیکر ان کی عزت افزائی فرماتے رہے۔ وہیں آپ نے سہ ماہی امتحان میں اپنی اپنی جماعتوں میں اول آنے والے طلبہ کو انعامات سے بھی نوازا یعنی سب کو دو دو روپے نقد مرحمت فرمائے۔

شہریار دکن

حیدرآباد دکن و برار کے موجودہ بادشاہ نظام الملک اعلیحضرت میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ کو اپنے ملک پر حکومت کرتے ہوئے پچیس سال ہو چکے ہیں جس کی خوشی میں نہ صرف حیدرآباد میں بلکہ تمام ہندوستان میں گذشتہ ماہ فروری ۱۹۳۷ء میں زبردست جشن منایا گیا ہے۔ دنیا میں آج جوبلیوں کا عام رواج ہو رہا ہے۔ لیکن ان جوبلیوں کے موقعوں پر بادشاہ کی خدمت میں رعایا کی طرف سے نذرانے پیش کئے جاتے ہیں۔ بادشاہ اپنی رعایا پر کسی خاص بخشش و عطا کا فیضان نہیں کرتا۔ لیکن حضور نظام نے اس کے برخلاف اپنی کرم گسترانہ روایات کو باقی رکھتے ہوئے اپنے اس عام جشن مسرت کے موقع پر بھی اپنی رعایا کے ذمے سے چالیس لاکھ مالیانہ کی معافی کا اعلان فرمایا۔ اور نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند میں بھی آپ کے چشمہ فیض سے

لوگ یکساں طور پر سیراب ہو رہے ہیں۔

الغرض حضور نظام کی انہیں عام انسانی و اسلامی، دینی و علمی خدمات کی بنا پر، دار الحدیث رحمانیہ دہلی نے بھی، آپ کے جشن سیمین کے موقع پر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ جس کی مختصر کارگذاری ہم مارچ ۱۹۳۷ء کے محدث میں شائع کر چکے ہیں۔

آج ہم آپ کو یہ خوشخبری سنانا چاہتے ہیں کہ مدرسہ میں گذشتہ جلسہ کے موقع پر جو مبارکبادی کا رزولیوشن پاس ہوا تھا۔ اس کو مہتمم صاحب نے بذریعہ تار شہریار دکن کے چیف سکرٹری کی خدمت میں بھیجدیا تھا۔ جس کے جواب میں حضور نظام کے چیف سکرٹری کا ایک خاص مکتوب انگریزی میں مہتمم صاحب کے نام موصول ہوا ہے۔ ہم اس کو اسی اشاعت کے صفحہ ۲۵ پر مع ترجمہ شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بیدار مغز، فیاض دل، علم دوست اور فرض شناس بادشاہ کے اقبال و جاہ، عظمت و سلطنت میں روز افزوں ترقی و استحکام بخشے، جس کے دور حکومت میں ریاست حیدرآباد نے گراں قدر ترقی کی، جس کے عہد حکمرانی میں علم و کمال کی خدمت ہوئی۔ جس کے زمانے میں عام انسانوں کو راحت و چین اطمینان و سکون کی زندگی گذارنے کے مواقع حاصل ہوئے۔ ع این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

"آخری چہار شنبہ"

مسلمان اپنی جہالت اور مذہبی روایات سے ناواقفیت کی بنا پر، جن بہت سی بیہودہ اور فضول رسموں میں مبتلا ہو کر، اور اپنی حماقت سے ان کو شرعی اور دینی چیز سمجھکر اپنی دولت اور عاقبت دونوں برباد کرتے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک لغو اور بالکل بے اصل رسم "آخری چہار شنبہ" کی بھی ہے۔ جو ماہِ صفر کے آخری بدھ کے دن منائی جاتی ہے۔ یوں تو تقریباً سب ہی جگہ کچھ نہ کچھ اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، اور خوشیاں کی جاتی ہیں۔ لیکن دہلی میں تو میں نے اس کا خاص اہتمام و انتظام دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے کارخانوں میں کام بند ہو جاتا ہے۔ مٹھائیوں کی دوکانیں سجائی جاتی ہیں مسلمان حسب استطاعت اچھے اچھے لباسوں میں بازاروں میں نکلتے ہیں۔ کثرت سے مٹھائیاں خرید کر کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ اور ایک اچھی خاصی چہل پہل ہو جاتی ہے بعض جگہوں میں لوگ سیر و شکار کے لئے گاؤں سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور مختلف جانوروں کا شکار کر کے پکاتے کھاتے ہیں۔ اور بعض مقامات میں عید کی طرح دھوم دھام سے سویاں پکاتے ہیں، اور دوستوں عزیزوں رشتہ داروں کو خوب خوب کھلاتے ہیں۔ الغرض اسی قسم کی اور خدا جانے کیا کیا رسمیں کرتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ اس کو سنت سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اس دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری سے صحت حاصل ہوئی تھی تو آپ نے خوشی منائی تھی۔ سیر و شکار کو نکلے تھے۔ اس لئے ہم بھی آپ کی اتباع اور محبت میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور غلط بات ہے اور محض شیطانی وسوسہ ہے جس نے مسلمانوں کو ایک بدعت میں مبتلا کر دیا ہے۔ کسی صحیح تاریخ یا حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ بعض روایتوں کے مطابق تو آپ کا

وہ آخری مرض جس میں مبتلا ہو کر آپ نے امت کو الوداع کہا، ماہ صفر ہی کی آخری تاریخوں سے شروع ہوا تھا کیا یہ مسلمانوں کی انتہائی بے شرمی، بلکہ خلل ایمانی نہیں ہے کہ انھوں نے اپنی جہالت سے ان انتہائی قلق و اضطراب رنج و مصیبت کے دنوں کو مسرت و شادمانی کے مشغلوں اور سرور و انبساط کی محفلوں میں تبدیل کر دیا؟ مسلمانوں ہوش میں آؤ! اور "آخری بدھ" کی اس بیہودہ رسم سے توبہ کرو۔ یہ سنت نہیں بلکہ بدترین بدعت ہے یہ عبادت نہیں بلکہ سخت ترین گناہ ہے۔ یہ اظہار محبت نہیں بلکہ اعلانِ شقاوت و عداوت ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

میلاد نبوی ڈاک خانے کی مقررہ تاریخ کی پابندی کی وجہ سے ہم کو محدث بجائے عربی مہینوں کی موافقت کے انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے عربی مہینوں کی مناسبت سے بعض اصلاحی اور وقتی مضامین شائع کرنے میں ہم کو بڑی دقت پیش آتی ہے۔ چنانچہ ذی الحجہ کا مضمون ذیقعدہ میں اور محرم کا ذی الحجہ میں شائع کرنا پڑا۔ اسی طرح ماہ ربیع الاول کے متعلق مضامین ہم ابھی صفر ہی میں شائع کر رہے ہیں ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو "جشن میلاد النبی" اپنے مخصوص اور مروجہ انداز میں منایا جائے گا۔ جس میں بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سیرت آپ کی مقدس زندگی کے سچے واقعات اور نظام زندگی کے تمام شعبوں پر عمل پیرا ہونے کے بے نظیر نمونے، اور ہدایات کے انمول موتی دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں غلط اور بے سر و پا افسانے بے بنیاد اسرائیلی روایات۔ فضول اور لایعنی قصے لوگوں کو سنائے جائیں گے۔ جس میں نہ دنیوی صلاح ہے اور نہ اُخروی فلاح۔ کاش مسلمان سال بھر میں صرف ایک دن کی، اس رسمی دھوم دھام کو چھوڑ کر اپنی زندگی کے ہر لمحے اور اپنی حیات کے ہر سانس میں اسوۂ نبوی کو پیش نظر رکھیں اور نہ صرف عبادات ہی میں آپ کی پیروی کریں بلکہ معاملات، اقتصادیات معاشیات اور سیاسیات میں بھی آپ ہی کو اپنا رہبر و رہنما بنائیں کہ اس سے بہتر نہ کوئی رہبر و رہنما آج تک پیدا ہوا، اور نہ آئندہ پیدا ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

مسلمان اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

(از مولوی ابو شحمہ خاں صاحب متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

آں راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ است ✦ بردار تواں گفت بہ منبر نہ تواں گفت

انقلاب زمانہ کی نیرنگیاں قوموں کے افعال و اطوار پر کافی اثر انداز ہوتی ہیں دنیا گو نہیں بدلی مگر دنیا کی ہر شے کا غلاف ضرور بدلا نظر آتا ہے ماہ ربیع الاول میں مسلمان جشن و مسرت کا بہت بڑا راز مضمر سمجھتے ہیں

کیونکہ اس آنے والے مہینہ ہی میں خداوند قدوس کی رحمت عامہ کا ظہور ہوا۔ اس نے اپنے برگزیدہ رسول کو بھیجکر دنیا کے سر سے کفر وضلالت کی گھنگھور گھٹاؤں کو چھانٹ دیا۔ داعی حق کی پیدائش ہوتے ہی دنیا کی ساری غمگینیاں دائمی راحتوں سے بدل گئیں۔ اس مہینہ کا نام سنتے ہی مسلمان کے دل میں سرور وانبساط کی لہر دوڑ جاتی ہے اور اپنے نبی برحق کی یاد میں شیفتگی اور بیخودی کے عالم میں نغمہ سرائی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔ خدا ہی وہ ذات ہے جس نے دنیا کی سعادت کے قیام اور ضلالت وگمراہی کے مٹانے کیلئے اپنے نبیؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کا دین تمام ادیان باطلہ پر غالب آجائے اگرچہ یہ مشرکوں کے دلوں پر بہت ہی شاق گذرے"۔ اس ماہ کی حقیقی خوشی تو اسی لئے ہوسکتی ہے کہ اس مہینہ میں کفر وضلالت پر فصل خزاں طاری ہوگئی اور حق کا موسم ربیع شروع ہوا۔ لیکن افسوس اے غافل مسلمانو! آج باغ اسلام میں کفر والحاد کی مسموم ہوائیں چل رہی ہیں جن کے اثرات سے حق وصداقت کی کلیاں مرجھا چکی ہیں پھر کیا ہوگیا ہے کہ موسم بہار کی یاد میں سرشار اور اس کی خوشیاں منانے میں شاداں ہو لیکن خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے اگر یہ مہینہ مسلمانوں کو جشن ومسرت کا پیغام دیتا ہے اور اس میں سب لوگ شاداں وفرحاں نظر آتے ہیں کیونکہ اس مہینہ میں آنے والے نے مسلمانوں کو سب کچھ دیا تو ایک حساس دل رکھنے والے کیلئے اس سے بڑا غم بھی کیا ہوسکتا ہے کہ اس مہینہ میں آنے والے نے جن چیزوں کی امانت مسلمانوں کے سپرد کی تھی ان کو انھوں نے برباد کردیا در اصل یہ مہینہ ایک طرف تو ان کی پرانی شان وعظمت انھیں یاد دلاکر دوسری طرف ان کی غلامانہ ذہنیتوں پر ماتم کناں گذر جاتا ہے۔ آہ موجودہ مسلمان اور ان کے گھروں سے خوشی کا پیام؟ ع

ماخانہ رسیدگان ظلمیم　✦　پیغام خوش از دیار مانیست

ہر شخص اجتماع مسلمین سے اپنے گھروں کے آباد کرنے میں سرگرداں وحیراں لیکن اجڑے ہوئے دلوں کی آبادی کی فکر کس کو؟ مسلمانوں کے گھروں میں آج کافوری شمعیں جلائی جائیں گی مگر وہ چراغ جس کو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل وادی ام القریٰ کے پیغامبر نے دلوں کی کوٹھڑیوں کے روشن کرنے کیلئے جلایا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے گل کردیا آج محفلیں گلدستوں سے سجائی جاتی ہیں مگر ایمان کا پھول مرجھایا ہوا ہے کاش یہ سب نہ ہوتا لیکن مسلمانوں کا قلب نور ایمان سے معمور ہوتا عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشام روح یکسر خالی نہ ہوتی ان کے دلوں کی اجڑی ہوئی بستی آباد ہوتی ان کے اعمال میں اسوۂ نبوی کے ترانے نظر آتے زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جو آپ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے حل نہ کیا جاسکتا ہو آپ نے اقتصاد فی العمل (میانہ روی) کا مطلب عملی صورت سے سمجھایا مگر افسوس مسلمان اس سے کوسوں دور رہیں یہی وجہ ہے کہ مالی مشکلات اور دیگر مصائب وشدائد کے آماجگاہ بنے رہتے ہیں آج مسلمان عمدہ عمدہ کھانوں فاخرہ لباسوں مزین محلوں کا شب و روز خواب دیکھ رہے ہیں حالانکہ کم سے کم خرچ میں جو زندگی گذاری جاسکتی ہے ہمارے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس پر اپنی زندگی کے ایام گذارے۔

خانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت

آخری ایام میں آپ کے پاس نو بیویاں تھیں ہر بیوی کے لئے الگ الگ کمرہ خاص ہوتا تھا نہ تو صحن تھا نہ دالان اور نہ دوسری ضروریات کے لئے کوئی اور کمرہ الگ ان کوٹھریوں کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیوار مٹی کی تھی چھت کھجور کی پتیوں سے چھائی ہوئی تھی حجرہ کی بلندی اتنی ہوتی کہ آدمی کھڑا ہو کر بخوبی چھت کو چھو سکتا تھا۔ آج مسلمانوں کی شان وشوکت کی یہ حالت ہے کہ چاہے ان پر کسی ساہوکار کا کتنا ہی باقی ہو مگر اپنی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور اپنے مسرفانہ اخراجات میں کمی نہ کریں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویاں بڑے بڑے معزز گھرانوں سے تھیں نازونعمت کی پروردہ تھیں جن کی طبیعت کا میلان لطیف غذا اور عمدہ لباسوں کی طرف تھا لیکن جو کچھ ان کے لباس کی کیفیت تھی وہ خود ان کی ایک چہیتی بیوی کی زبان سے سن لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں ماکانت لاحد امنا الا ثوب واحد (بخاری) ہم تمام بیویوں کے پاس ایک جوڑا کپڑے سے زیادہ نہ تھا۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان کھانا پینا پہننا اوڑھنا چھوڑ دیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جن کو اللہ نے دیا ہو وہ اسراف سے بچکر کفایت شعاری اختیار کریں۔ اور جو غریب ہوں وہ قرضے لیکر فیشن نہ بنائیں بلکہ سادگی کے ساتھ زندگی گذاریں اور چادر میں جتنی وسعت ہو وہیں تک پاؤں پھیلائیں۔

تواضع نبوی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواہ غیر کا کام انجام دینے میں عار نہ تھا اپنے گھر کا سارا کام اپنے ہی ہاتھوں سے کر لیا کرتے حتیٰ کہ غلام بیٹھا ہوا ہے پھر بھی آپ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہے ہیں جھاڑو اپنے گھر میں بنفس نفیس دے لیا کرتے تھے سودا بازار سے برابر لایا کرتے تھے غریبوں مسکینوں اور اپنے خادموں کیساتھ بیٹھکر کھانا کھایا کرتے ان سے بات چیت کرنے میں بالکل عار نہ تھا۔ محتاج سے محتاج شخص اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے مفلسوں کے یہاں جاکر ان کی حالت دریافت فرماتے جب کسی مجمع میں آپ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے۔ بیٹھنے میں کوئی شاہانہ وامیرانہ امتیازی شان نہ بناتے۔ تواضع کی انتہا یہ ہے کہ آپ اپنے لئے کبھی حد سے بڑھے ہوئے تعظیمی الفاظ پسند نہ فرماتے ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو بایں الفاظ مخاطب کیا اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے بیٹے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو تقویٰ اختیار کرو کہیں شیطان تم کو گمراہ نہ کردے۔ آپ کو راستے میں جب بچے کھیلتے ہوئے دکھائی دیتے اور اس طرف سے آپ کا گذرنا ہوتا تو آپ پہلے ان پر السلام علیکم فرماتے۔ ایک مرتبہ نجاشی شاہ حبش کے یہاں سے چند مہمان آئے آپ ان کی خدمت برابر کرتے رہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ آپ حکم فرمائیے ہم لوگ ان کی خدمت کریں فرمایا نہیں ان لوگوں نے ہمارے دوستوں کی خدمت کی ہے ہم خود ان کی خدمت کریں گے۔

حسن معاملہ

ایک مرتبہ ایک شخص سے چند صاع کھجوریں بطور قرض کے لیں چند دنوں کے بعد حاضر خدمت ہوا اور تقاضا کیا آپ نے ایک صحابی کو فرمایا کھجوریں ادا کرو وہ شخص کھجور جب دینے لگا تو قرضخواہ نے

لینے سے انکار کردیا کہا ہماری کھجور اس سے عمدہ تھی اس شخص نے کہا تم رسول اللہ کی دی ہوئی کھجور واپس کرتے ہو اس نے کہا رسول اللہ سے عدل کی امید نہیں ہوگی تو کس سے ہوگی یہ جملہ سنتے ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور فرمایا بالکل سچ کہا، قبل نبوت جن لوگوں سے آپ کے تعلقات تاجرانہ تھے وہ لوگ ہمیشہ آپ کے مداح اور آپ کی دیانت کے معترف تھے چنانچہ قریش مکہ ہی کی طرف سے آپ کو امین کا لقب ملا تھا بعض دفعہ کسی شخص کی کوئی چیز خریدتے تو قیمت اور وہ چیز دونوں اسے دیدیتے۔ حضرت عمرؓ کا اونٹ جب آپ نے خریدا تو قیمت بھی ادا کی اور اونٹ کو بھی حوالہ کردیا۔ اسی طرح حضرت جابر کے ساتھ بھی ہوا۔

عورتوں پر آپ کا احسان

ہر مذہب میں صنف ضعیف (عورتیں) ذلیل شمار ہوتی رہیں اور اگران بانیان مذہب کے اقوال پر غور کیا جائے تو معلوم ہوجائیگا کہ اس صنف نازک کے ساتھ اپنے متبعین کو کس قسم کی معاشرت کا سبق دیا۔ گوتم بدھ کو لے لیجیے کہ انھوں نے عورتوں کو ایک حقیر چیز سمجھا اور کہا عورتیں مردوں کے حق میں زہر قاتل سے کم نہیں اسلام پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کی فریاد رسی کی۔ اس کے بانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص ہیں جنھوں نے صنف نازک کو آبگینہ کے ساتھ تشبیہ دی اور فرمایا کہ ان کے ساتھ تندخوئی سے نہ پیش آؤ یہ بہت جلد دل شکستہ ہوجاتی ہیں اگر کوئی آپ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرے تو معلوم ہوجائے گا کہ آپ کا طرز معاشرت مستورات کے ساتھ کیا ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قرابت کی بہت سی بی بیاں آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں اور اپنے اپنے خیالات کا بے محابا اظہار کررہی تھیں اتنے میں حضرت عمرؓ آپہنچے ان کو دیکھتے ہی حجروں میں چھپ گئیں آپ ہنس پڑے حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خنداں رکھے ہنسی کی وجہ کیا ہے آپ نے فرمایا اے اپنی جان کی دشمنوں مجھ سے تو خوف کرتی ہو اور اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتی انھوں نے جواب دیا تم اللہ کے رسولؐ کی نسبت بہت سخت مزاج ہو ایک مرتبہ آپ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں منہ ڈھاکے ہوئے آرام فرماتے تھے چند چھوٹی چھوٹی بچیاں کچھ جنگی اشعار گارہی تھیں ادہر سے حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا، انھوں نے ڈانٹا آپ نے فرمایا کچھ مت کہو یہ بچیاں عید کی خوشی منارہی ہیں چونکہ عورتیں زیادہ ضعیف القلب ہوتی ہیں اس لئے آپ انکی خاطرداری کا بہت لحاظ فرماتے تھے آپ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ جب آتیں تو آپ فرط محبت سے اپنی چادر بچھادیتے اور اس پر بیٹھنے کی درخواست کرتے۔

خادموں اور بچوں پر شفقت

آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ جب سفر سے تشریف لاتے اور سواری پر بیٹھے ہوتے تو راستے میں جو بچے ملتے ان کو اپنے ساتھ بٹھلیتے اور پہلے آپ السلام علیکم فرماتے جب کوئی شخص نیا میوہ تحفہ دیتا تو کم سن بچوں کو تلاش کرکے کھلاتے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں بچپن میں باغوں میں چلا جاتا اور ڈھیلوں سے مار مار کر کھجوریں گراتا پھر کھاتا۔ ایک شخص ایک مرتبہ پکڑ کر آپ کی خدمت میں لایا آپ نے فرمایا کھجوریں کیوں توڑتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ کھانے کے لئے فرمایا توڑو مت زمین پر جو کھجور گری ہوئی ملیں اس کو کھاسکتے ہو، اس کے بعد میرے سر پر ہاتھ پھیرا، اور

دعا فرمائی، آپ کبھی نماز میں ہوتے اور دفعۃً کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز ہلکی کر دیتے تاکہ اس کی ماں فتنہ میں نہ پڑجائے آپ کی شفقت مسلمان ہی بچوں پر صرف نہ تھی بلکہ مشرکوں کے بچوں کو بھی پیار کرتے تھے غلاموں کے متعلق آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ ان کے معاملہ میں انصاف کرو حتیٰ کہ مرض الموت میں سب سے آخری وصیت یہی فرمائی کہ "غلاموں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو" پس مسلمانوں اس اسوۂ نبوی پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا اور دین دونوں کو سنوارو کہ اسی میں بڑی فلاح اور دائمی نجات ہے

آنحضورؐ کی رسالۃ عامہ

(مولوی سعد یمانی صاحب متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرات! بعثت محمدیہ کو جن امور کی وجہ سے دیگر ہستیوں سے امتیاز حاصل ہے منجملہ ان امور کے ایک امر یہ ہے کہ یہ بعثت عامہ ہے دوسری بعثتوں کی طرح خاص قوم اور محدود زمانہ میں منحصر نہیں۔ آپ کی بعثت سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے کسی نے اپنی بعثت کے عموم کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہر ایک نے اپنے قول و فعل سے اسی بات کا ثبوت دیا کہ وہ خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ میں مثال کے طور پر دو ایک واقعہ بیان کر کے اصل مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

کتاب استثنار (موسیٰ کی پانچویں اور آخری کتاب) میں ہے موسیٰ نے ہمکو ایک شریعت فرمائی جو کہ یعقوب کی جماعت کی میراث ہے۔ باب ۳۳ درس ۴ اس فقرہ نے شریعت تورات کا خاص اسرائیلیوں کیلئے ہونا ظاہر کر دیا۔ انجیل متی کا مطالعہ کیجئے جس میں ایک کنعانی عورت کا قصہ مذکور ہے کہ حضرت مسیح کے پاس اسلئے آتی ہے تاکہ حضور اپنی معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو چنگا کر دیں چونکہ وہ غیر اسرائیلی تھی اس لئے جواب ملتا ہے کہ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا وہ سجدے میں گرتی ہوئی کہتی ہے اے خداوند میری مدد کیجئے آپ فرماتے ہیں مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لیکر کتوں کیطرف پھینک دیں۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو اپنے دست کرم سے ایک غیر اسرائیلی بڑھیا کی مدد کرنے سے بھی انکار کر دیا لیکن ان کی جھوٹی اتباع کے دم بھرنے والوں نے اس کی مسخ شدہ صورت کو لیکر دنیا کی نجات کا ٹھیکہ لے لیا۔ مسیح نے تو جب اپنے بارہ شاگردوں کو تبلیغ کی غرض سے بھیجا تو کہدیا کہ خبردار! غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا لیکن موجودہ مسیحیوں نے اس کی بے روح قالب کو کندھے پر ڈالکر ساری دنیا کا سفر کرنا شروع کر دیا رحمۃ للعالمین کے ظہور سے پہلے جب اوس اور خزرج کیساتھ ان کی لڑائی تھی۔ جب کبھی لڑائی میں انھیں شکست دکھائی دیتی تھی تو "نبی مبشر بہ" خاتم الانبیاء (روحی فداہ) کے وسیلے سے دعا مانگتے تھے اور دشمن پر فتح و غلبہ چاہتے تھے

اور یہ پاک کلمہ زبان پر لاتے ہی فوراً ان کو فتح ہوجاتی تھی۔ لیکن جب وہ رحمت بنکر دنیا میں سایہ افگن ہوا تو یہ یہودی لوگ کافر ہوگئے جس کا بیان اللہ رب العزۃ نے اس آیہ میں کیا ہے ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔ یعنی جب ان کے پاس اللہ کی کتاب آئی جو ان کی اس کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے سامنے ہے۔ اور باوجود اس بات کے کہ وہ پہلے کافروں کے مقابلے میں اس کے ذریعہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے۔ اب جان بوجھکر بھی کفر کرتے ہیں پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

ایک دفعہ بشر بن براء۔ داؤد بن سلمۃ۔ معاذ بن جبل نے ان لوگوں سے کہا کہ اے قوم یہود تم تو پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دشمن پر فتح چاہا کرتے تھے اب پھر کیا وجہ ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔ تم ہم سے ہمارے مشرک ہونے کی حالت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف اور جو حلیہ مبارک بیان کرتے تھے۔ ذرا انصاف سے دیکھو بعینہ وہی حلیہ اور حالت موجود ہے یہ سنکر سلام بن مشکم یہودی نے کھسیانے ہوکر جواب دیا کہ یہ وہ نہیں ہے جن کا ہم ذکر کرتے تھے۔

یعنی زبان حال سے تو اقرار کرلیا کہ ہاں وہی نبی مبشر یہ ہے مگر حسد کی وجہ سے انکار کردیا ان کے زعم باطل کیمطابق نبوت تو ان کے آباء واجداد کی میراث تھی نہیں ورنہ جیسے آج کل اسلام کے لباس میں کفر چھپاکر بعض بدبختوں نے کاذبین کے دفتر میں اپنا نام درج کرادیا اسی طرح وہ بھی اپنے میں سے کسی کو اس منصب پر کھڑا کردیتے۔ اسی لئے انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ اس بشارت ہی کی تحریف کردی جائے۔ ہاں بعض حضرات نے ایسا بھی کہا کہ یہ بشارت تو ٹھیک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی مبشر بہ بھی ہیں مگر آپ کی بعثت عرب کیلئے مخصوص ہے اور اس کے قائل ہونیکی وجہ ان کی وہ دائمی مہلک بیماری ہے جسے قرآن نے یومنون ببعض الکتاب ویکفرون ببعض سے تعبیر کیا ہے۔ اسی مہلک مرض کی وجہ سے رسالت عامہ کی آیات کی طرف نظر ہی نہ ڈال سکے۔ اور دوسری آیات کا غلط مطلب سمجھنے لگے۔ جسکو لیکر دوسرے باطل پرستوں نے بھی آسمان پر دھول پھینکنے کی ناکام کوشش کی۔ منجملہ ان آیتوں کے جسکو وہ لوگ استدلال میں پیش کرتے ہیں ایک آیت یہ ہے وکذلک اوحینا الیک قرآنا عربیا لتنذر ام القریٰ ومن حولھا یعنی اسی طرح ہم نے تمہاری طرف قرآن عربی وحی کیا تاکہ تم مکہ اور اس کے اردگرد کے لوگوں کو ڈراؤ۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت صاف بتارہی ہے کہ قرآن کا نزول آپ کے اوپر صرف اسلئے ہوا تاکہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں کو ڈرائیں یعنی زیادہ سے زیادہ اہل عرب کو ڈرانے کیلئے قرآن نازل ہوا۔ ساری دنیا کا نبی آپ کو نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ان لوگوں کا یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ من حولھا سے صرف مکہ کے آس پاس کی عربی بستیاں ہی مراد نہیں بلکہ مکہ معظمہ دنیا کی تمام بستیوں کے اعتبار سے اُم اور مرکز ہے اور من حولھا سے مراد دنیا کی اور تمام بستی والے ہیں۔ اس لئے کہ مکہ کے بہت سے ناموں میں سے یہاں ام القریٰ (بستیوں کی جڑ) کے لفظ کو ذکر کرنا صاف

تما رہا ہے کہ یہاں مکہ اپنی اس شان مرکزیت کے ساتھ مراد جو اسے دنیا کی تمام آبادیوں کے اعتبار سے حاصل ہے ورنہ اس کے مشہور ناموں کو چھوڑ کر اس غیر معروف لقب کو بیان کرنا قرآن کے اسلوب بیان اور انتہائی بلاغت کے بالکل خلاف ہوگا۔ پس اس آیت سے صرف مکہ اور اس کے آس پاس کی عربی ہی بستیاں مراد لینا قطعاً غلط ہے۔

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے جب بھی انکا مدعیٰ ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس آیت سے تو اتنا ہی ثابت ہوا کہ آپ عرب کے لئے منذر ہیں باقی دوسری جگہ کیلئے آپ کا نبی ہونا یہ دوسری آیت سے ثابت ہے۔ اللہ رب العزۃ نے فرمایا وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ یعنی ہم نے تم کو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب تم نے عرب کیلئے آپ کی بعثت کو مان لیا تو تمام دنیا کیلئے بھی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ کذب کے ساتھ تو نبی کو متہم نہیں کر سکتے۔ آپ کو اپنے دعوی میں صادق ماننا ضروری ہے اور نہ ماننا کفر ہے اور آپ سے تواتر کے ساتھ بعثت عامہ کا دعویٰ ثابت ہو چکا ہے تو آپ کے لئے بعثت عامہ ثابت ہوئی اور یہی مقصود ہے فللہ الحمد۔

دوسری آیت جسکو وہ لوگ بعثت کو خاص عرب کیلئے ہونے پر استدلال میں پیش کرتے ہیں یہ ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم یعنی تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے آئے۔ کہتے ہیں کہ یہ خطاب خاص اہل عرب کیلئے ہے کیونکہ آپ عربی ہی تھے۔ لیکن یہ استدلال بھی انکا صحیح نہیں اسلئے کہ جواباً کہا جا سکتا ہے کہ یہ خطاب اہل عرب ہی کیلئے کیوں خاص کیا جا رہا ہے یہ کیوں جائز نہیں کہ تمام دنیا کو خطاب ہوا اور اس کلام سے مقصود اس غلط اعتقاد کا ازالہ ہو جو زمانہ دراز سے ان کے ذہن نشین ہو چکا تھا کہ "بشر نبی نہیں ہو سکتا" اور اس سے غرض اطاعت کی ترغیب ہے کیونکہ نبی اگر کوئی فرشتہ ہوتا تو اس سے استفادہ کرنے میں جی گھبرانا کیا معنی بلکہ ممکن ہی نہ ہوتا اسلئے رب العزت نے فرمایا کہ انسانوا یہ تو تم ہی میں سے ہے یعنی بشر ہے۔ (۳) تیسری آیت یہ ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ یعنی اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میں نے ہر نبی کو ان کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا یعنی جس قوم کی طرف نبی مبعوث ہوتا تھا اسی قوم کی زبان میں اس کے اوپر وحی نازل ہوئی تھی۔ اب میدان صاف ہے کہ قرآن چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا اس لئے عرب ہی کے لئے خاص ہوگا۔

لیکن کسی انصاف پسند مطالب قرآن سے واقف پر یہ حقیقت مخفی نہ ہوگی کہ "قومہ" سے اہل دعوت مراد لینا بالکل غلط ہے بلکہ اس سے مراد اہل وعیال اور اہل بلد ہیں ہر نبی پر اس کے اہل بلد ہی کی زبان میں وحی نازل ہوتی تھی تاکہ وہ اس کو سمجھیں اور پھر دوسروں تک پہنچا سکیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ خاتم النبین کے قبل جو انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے وہ خاص اپنی قوم واہل وعیال ہی کی طرف مبعوث ہوئے لیکن آپ کی نبوت اس باب میں دوسروں سے ممتاز ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اعطیت خمسا لم یعطھن احد قبلی۔ کان کل نبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی کل احمر واسود۔ حاصل یہ ہے کہ میں چند امور میں دوسرے انبیاء سے ممتاز ہوں ایک یہ ہے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن میں عرب وعجم سب کی طرف مبعوث ہوں۔ مروی ہے کہ احمر سے مراد جن اور اسود سے مراد انسان ہے تو اس صورت میں آپ کی رسالت جن وانس دونوں کو شامل ہوگی اور صحیح حدیث سے بلکہ آیات قرآنیہ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جن کی ایک جماعت نے آپ سے قرآن سنا اور حدیث سے ان سے بیعت لینا بھی ثابت ہے۔ بلکہ اس رحمت کا عموم تمام مخلوق کیلئے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اللہ رب العزۃ نے فرمایا وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین یعنی ہم نے تجھے تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور عالم کا اطلاق اللہ کے سوا جمیع اشیاء پر ہوتا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ صف انبیاء میں

(از حافظ عبدالخالق صاحب خلیق جے پوری متعلم دارالحدیث رحمانیہ دہلی)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ماقبل جتنے انبیاء دنیا میں مبعوث ہوئے۔ ان تمام میں جتنی خوبیاں اور جو جو خصوصیات پائی جاتی تھیں وہ تمام کی تمام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات واحد میں پائی جاتی ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بعض زائد چیزیں بھی آپ میں موجود ہیں جو کسی نبی میں نہیں پائی جاتیں ان تمام سے قطع نظر کرتے ہوئے میں اس وقت صرف چند انبیاء کو آپ کے سامنے پیش کرونگا جس سے حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا۔ لیکن اس کا مقصود نعوذ باللہ کسی نبی کی شان کی تنقیص یا اس پر اعتراض نہیں ہے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح وتعیین ہے تلك الرسل فضلنا بعضہم علی بعض یعنی ہم (اللہ) نے انبیاء میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو لیجئے۔ آدم علیہ السلام کی بہت سی فضیلتیں ہیں اور وہ تمام کی تمام فضیلتیں تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بطرق اتم واکمل موجود تھیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا یعنی آدم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے تمام اسماء کی تعلیم دی) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کا استاد ہے اور آدم علیہ السلام شاگرد ہیں۔ اسی طرح آنحضورؐ کے متعلق فرمایا وعلمك مالم تکن تعلم یعنی وہ وہ باتیں سکھائیں جو تم نہیں جانتے تھے۔

بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو یہ بھی فرمایا گیا ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (سورہ بقرہ رکوع ۱۸) (یعنی یہ رسول وہ ہے جو تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ایسے آئین وقوانین بتاتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی) اس جگہ رب العزت نے نبی کریم صلعم کو تمام جہان کا استاد

قرار دیا ہے۔ پس آنحضور کی دوسری فضیلت ثابت ہوئی۔ آدم علیہ السلام کے متعلق خدا فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ۔ یعنی ہم نے آدم سے اقرار لیا تھا مگر وہ ہمارے اقرار کو بھول گیا — سردار دو عالم کے بارے میں فرمایا گیا سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ (یعنی ہم تجھکو تعلیم دیتے رہیں گے مگر کبھی تجھے نسیان نہ ہوگا اور لفظ سنقرئک اس سے پہلی آیت وعلم آدم الاسماء کے پورے مفہوم کو شامل ہی آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے ولا تقربا هٰذه الشجرة فتكونا من الظالمين فازلهما الشيطان عنهما فاخرجهما مما كان فيه وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو۔ یعنی تم دونوں (آدم وحوا) اس درخت کے قریب نہ جانا اگر جاؤگے تو ظالموں میں سے ہو جاؤگے مگر شیطان نے بہکایا اور جس جگہ تھے وہاں سے نکلوا دیا اور ہم نے کہا یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہارا بعض بعض کا دشمن ہے۔

یہاں ایک شجرہ کا ذکر بطور آزمائش کے ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر اس کے خلاف کروگے تو ظالموں میں سے ہو جاؤگے اور تم کو یہاں سے نکالدیا جاوے گا اور آپس میں دشمنی وعداوت پیدا ہو جائے گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال میں بھی ایک شجرہ کا ذکر کلام ربانی میں یوں آیا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا۔ یعنی ان سب مومنوں سے جبکہ وہ درخت کے نیچے نبی صلعم سے بیعت کر رہے تھے اللہ راضی ہوا اور ان کے دلوں کی حالت کو معلوم کر لیا پھر ان پر سکینہ (اطمینان وقلبی سکون) نازل فرمایا نیز فتح قریب دی اور ان غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جو آئندہ ان کو حاصل ہونیوالی ہیں غور کرنے کا مقام ہے کہ آدم علیہ السلام سے ایک شجرہ کو امتحان گاہ بناکر امتحان لیا تو وہ اس امتحان میں کامیاب نہ ہوئے مگر ہمارے آنحضور کو جب آزمایا جاتا ہے تو آپ بہت اچھی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ اسی لئے مومنوں پر سکینہ کا نازل ہونا فتوحات اور غنیمتوں کا حاصل کرانا یہ بطور انعام کے دیا جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا۔ یعنی ہم نے ملائکہ سے کہا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو انھوں نے سجدہ کیا۔ یہ ایک خاص واقعہ ہے جو ایک مرتبہ فرشتوں کی طرف سے آدم علیہ السلام کی تعظیم کے متعلق پیش آیا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں نبی صلعم کی شان سے اللہ نے یوں خبر دی إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ۔ یعنی اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں فرشتوں کا اور اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا علی الدوام بیان کیا جا رہا ہے یعنی ہمیشہ اور برابر ایسا کرتے ہیں۔ اور جب خود خدائے لایزال آنحضور پر درود وسلام بھیجتا ہے تو پھر اس سے آنحضور کی فضیلت وعظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے؟

ادریس علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ ایک صفت قرآن میں بیان فرماتا ہے إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا یعنی ادریس بہت سچا نبی تھا تو آنحضورؐ کیلئے ارشاد ہوا الذی جاء بالصدق یعنی یہ نبی وہ ہے جو خود سچا اور دنیا میں سچائی کو لیکر آیا ہے اگر حضرت ادریس علیہ السلام کیلئے فرمایا گیا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا یعنی ہم نے حضرت ادریس کو درجہ عالی پہ بلند کیا تو آنحضورؐ کی بابت ارشاد ہوتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی ہم نے تیرے ذکر

کو بلندی عطا کی ہاں اس سے بھی زیادہ کیا آپ کے ذکر کی رفعت ہو سکتی ہے کہ مشرق سے لیکر مغرب اور شمال سے لیکر جنوب تک ہر روز دن میں پانچ مرتبہ اس صدا کو بلند کیا جاتا ہے اشھد ان محمد رسول اللہ اور جہاں اللہ رب العزت کا نام آتا ہے وہاں آنحضورؐ کا اسم گرامی بھی ضرور آتا ہے اور آپ سے ماقبل جتنے انبیاء دنیا میں آئے سب نے آپ کا ذکر کیا۔

اگر حضرت اسحٰقؑ کے متعلق حضرت ابراہیم کو بشارت دی جاتی ہے وبشرنٰہ باسحاق یعنی اے ابراہیم ہم تجھکو اسحاق کی بشارت دیتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت آپ کی پیدائش سے پیشتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا تھا وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ یَّاْتِی مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ یعنی میں ایک ایسے رسولؐ کی تمہلوگوں کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا نام احمد ہوگا حضرت الیاس علیہ السلام کے وعظ کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے اذ قال لقومہ الا تتقون ۝ اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین۔ یعنی تم بعل بت کی پرستش کرتے ہو اور احسن الخالقین سے روگردانی کرتے ہو کسی بت کا نام لیکر کفار کی تردید کرنے سے ان کے دلوں میں نہایت دشمنی و عداوت پیدا ہوتی ہے اور ایسا کرنا نہایت جرأت و بہادری کا کام ہے آنحضورؐ نے بھی کفار کے متعدد بتوں کے نام لیکر کافروں کی تردید فرمائی افرأیتم اللّٰت والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ الکم الذکر وله الانثیٰ تلک اذاً قسمۃٌ ضیزیٰ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدیٰ۔ حضرت الیاس نے تو صرف ایک بت کا نام لیکر تردید کی تھی اور سردار دوعالم نے متعدد بتوں کے نام لیکر تردید کرنیکے علاوہ ان کے باپ دادوں کی اور ان کے ایک باطل اعتقاد کی بھی ساتھ ساتھ سخت تردید فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اس کا ذکر کلام اللہ میں یوں فرمایا ہے یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم یعنی اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا آنحضورؐ کو بھی خبر دی جاتی ہے کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللہ یعنی کفار جب جنگ کے لئے آگ بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے حضرت ابراہیم کیلئے تو ظاہری آگ کو خدا نے بجھایا تھا مگر اپنے حبیب کے واسطے دلوں کی آگ کو بجھا دیا جو کہ اس آگ سے نہایت اہم ہے۔

حضرت ابراہیم نے کعبہ بنایا واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل مگر جس وقت اس کعبہ کو آنحضورؐ نے قبلہ کے لئے منتخب کیا تو فوراً حضورؐ کے دل کے موافق حکم نازل ہوا۔ فلنولینک قبلۃ ترضٰھا اے نبی تیرے رخ کو جس طرف تو راضی ہے ہم پھیر دینگے حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑا مگر کس طرح توڑا پوشیدگی سے اور خوف زدہ ہوکر ہمارے رسول صلعم نے بھی جس وقت کعبہ فتح کیا ۳۶۰ بتوں کو نکالکر باہر پھنکوا دیئے۔ اور نہایت زندہ دلی اور فاتحانہ انداز میں یہ فرماتے ہوئے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ یعنی اب حق کا غلبہ ہوا۔ باطل مٹ گیا اور باطل تو ٹنے ہی کی چیز ہے۔

حضرت ابراہیم نے حج کا اعلان کیا واذن فی الناس بالحج یعنی اے ابراہیم حج کا اعلان کردے۔ آنحضورؐ نے

حج کا اعلان مع شرائط استطاعت نافذ کیا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی اللہ کی طرف سے ان لوگوں پر حج فرض ہے جو لوگ کہ وہاں جانے کی طاقت رکھتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلق کی قرآن مجید میں تعریف کی گئی ہے۔ ان ابراھیم لاواہ حلیم یعنی ابراہیم حلیم و بردبار تھا نبی اکرم صلعم کے خلق کی تعریف خدا نے یوں فرمائی انک لعلی خلق عظیم یعنی اے نبی تو بہت بڑے خلق والا ہے دوسری جگہ ارشاد باری ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ یعنی اے نبی یہ خدا کی رحمت ہے کہ خدا نے تجھکو نہایت رحمدل بنایا اگر تو رحمدل نہ ہوتا تو تیرے پاس سے لوگ بھاگ جاتے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا اعتراض یہ تھا ما نریک الا بشرا مثلنا۔ یعنی اے ہود ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا انسان دیکھتے ہیں آنحضورؐ پر بھی کفار کا سب سے بڑا اعتراض یہی تھا ابعث اللہ بشرا رسولا یعنی کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر دنیا میں بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام کو لوگ کہا کرتے تھے کہ وما نریک اتبعک الا الذین ھم اراذلنا بادی الرأی۔ یعنی ہم تیرے پیچھے ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو نہایت رذیل ہیں۔

نبی صلعم کی امتیوں کو بھی متکبران مکہ یہی کہا کرتے تھے انؤمن کما آمن السفہاء یعنی کیا ہم بھی وہ مان لیں جو بے سمجھ لوگ مان گئے ہیں لوط علیہ السلام کی قوم کی حالت کا انکشاف اس طرح اللہ نے کیا کانت تعمل الخبائث یعنی وہ لوگ خبیث کام کرتے تھے آنحضورؐ کی تعریف میں اللہ فرماتا ہے ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم یعنی ہمارا نبی خبیث اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان کی گردنوں سے بوجھ وطوق اتارتا ہے۔ لوط علیہ السلام کی مدد اور ان کے دشمنوں کی ہلاکت کے واسطے خدا نے فرشتے نازل فرمائے یا لوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک یعنی ہم خدا کے فرستادے ہیں دشمن تیرے قریب نہ آئینگے آنحضورؐ کی مدد اور آپ کے دشمنوں کے ہلاک کرنیکے واسطے خدا نے جو فرشتے نازل فرمائے تھے اس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملئکۃ مسومین۔ یعنی اللہ تمہاری مدد پانچ ہزار ایسے فرشتوں کے ساتھ فرمائے گا جن کی مدد میں اور فرشتہ بھی ہونگے

حضرت نوح علیہ السلام کی شان میں ارشاد باری ہوا انا ارسلنا نوحا الیٰ قومہ یعنی نوحؑ کو محض ان کی قوم کی طرف ہم نے نبی بنا کر مبعوث کیا آنحضورؐ کی بابت خدا نے فرمایا قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ یعنی اے نبی لوگوں سے فرما دیجئے کہ میں خدا کی طرف سے تمام جہاں کیلئے رسول بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں نوح علیہ السلام کو جب ان کی قوم ستاتی ہے اور بہت تکلیفیں پہنچاتی ہے اور پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا ہے تو اپنی قوم کے حق میں بددعا کر بیٹھتے ہیں فرماتے ہیں رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا۔ یعنی خدایا تو زمین پر ایک کافر کو بھی نہ چھوڑ سب کو ہلاک کر دے اگر تو نے ایک کافر کو بھی چھوڑا تو جو بچہ بھی پیدا ہوگا کافر ہی ہوگا۔ لیکن قربان جائیے اس رحمۃ للعالمین کی رحمت و شفقت پر کہ آپ جس وقت طائف میں تشریف لیجا کر لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں تو آپ کو نہایت بری طرح

مارا پیٹا جاتا ہے یہانتک کہ آپ بیہوش ہو کر گر پڑتے ہیں جسم مبارک سے خون کے فوارے جاری ہوتے ہیں۔ انتہائی تکلیف آپ کو دیجاتی ہے فرشتہ بھی حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو ان طائف والوں کو پہاڑوں کے درمیان پیسکر سرمہ بنا دیا جاوے مگر آنحضور فرماتے ہیں کہ میں اس قوم کو ہلاک نہیں کرانا چاہتا بلکہ دعا کرتے ہیں اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر وہ مجھے نہیں پہچانتی۔ اور فرماتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ اگر یہ لوگ میری بات پر ایمان نہیں لاتے ہیں تو ایک دن ایسا آئے گا کہ ان کے بعد والی قومیں مسلمان ہونگی خیال فرمائیے حضرت نوحؑ نے بددعا کرنے کے ساتھ ساتھ اس قدر ناامیدی ظاہر کی کہ اگر ایک بچہ بھی زمین میں پیدا ہوگا تو وہ بھی کافر ہی ہوگا اور آنحضورؐ نے بددعا بھی نہیں کی بلکہ دعا کی اور ساتھ ساتھ اس قدر اپنے یقین اور امید کو ظاہر کرتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں ان کے بعد والی نسلیں مسلمان ہونگی ان تمام آیات کے ملانے اور مقابلہ کرنے سے آنحضورؐ کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت ہوتی ہے ؎

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سید سالار مسعود غازیؒ

(از جناب آفتاب احمد صاحب العلوی اعظمی)

ہندوستان میں تو میلوں اور عرسوں کا ایک عام رواج ہے۔ اور اس کے متعلق اتنی عقیدت ہے کہ خواہ فرائض اور واجبات کی پابندی نہ ہو، شریعت کے کھلے ہوئے احکام کی خلاف ورزی دیدہ دلیری کے ساتھ کریں گے لیکن اپنے پیروں اور ولیوں کے عرسوں میں فرق نہ آنے دینگے۔ اسی پر نجات کا مدار سمجھتے ہیں۔ اور اس کے خلاف کہنے والے کو بے دین، لامذہب، گستاخ، بے ادب وغیرہ تحقیری القاب سے یاد کرتے ہیں۔ خیر اس وقت مجھے اس کی شرعی حیثیت سے بحث نہیں کرنا ہے۔ بلکہ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسی سلسلے کی ایک کڑی وہ اجتماع اور عرس بھی ہے جو یوپی کے اضلاع میں سے بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کی یادگار میں جیٹھ اور رجب کے مہینوں میں منعقد کیا جاتا ہے۔

بہت سے لوگ سالار غازی کے تاریخی حالات اور واقعات معلوم کر کے ان سے واقف ہونا چاہتے ہیں اس لئے آج کی صحبت میں میں آپ کو انہی کے کچھ ضروری حالات بتانا چاہتا ہوں۔

ولادت و نام و نسب آپ ۲۱ رجب ۴۰۵ھ بروز یکشنبہ (اتوار) کو بوقت صبح صادق اجمیر میں پیدا ہوئے آپ کا نام سالار مسعود، اور لقب غازی ہے، عرف عام میں غازی میاں، اور بالے میاں بھی کہے جاتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام سالار ساہو، اور لقب پہلوان لشکر بتایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کا

سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد سلطان محمود غزنوی کی فوج میں ایک اعلیٰ جرنیل کی حیثیت سے مقام غزنی میں رہا کرتے تھے۔ سلطان محمودؒ نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے ہیں ان حملوں کے ذریعہ لاکھوں ہندوؤں کو تہ تیغ کیا۔ مقابلہ پر آنے والے ہزاروں راجاؤں اور مہاراجوں کو شکستیں دیں۔ کروڑہا روپیوں کے زر و جواہر ہندوستان کے خزانوں اور قلعوں سے نکال کر اپنے وطن غزنی کو لے گیا۔ اور اس وقت کے راجپوتوں اور چھتریوں کو ناک چنے چبوا دیئے۔ ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کا رعب بٹھا دیا۔

سالار ساہو کا ہندوستان آنا سلطان محمود جب چوتھے حملے کے بعد غزنی واپس گیا تو پھر ہندوستان سے چند لوگ اس کے پاس فریاد لیکر پہنچے کہ ہندوؤں نے ہماری زندگی تلخ کر رکھی ہے اور مظفر خاں والی اجمیر مع اہل و عیال قلعہ میں پناہ گزیں ہے۔ رائے بھیروں اور رائے سوم کرن چالیس ہزار دل کو اپنے ساتھ ملا کر آمادۂ جنگ ہے آپ ہماری مدد کیجئے۔ سلطان فوراً مدد کیلئے تیار ہو گیا۔ اور ایک زبردست لشکر سالار ساہو کی ماتحتی میں اجمیر کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ لشکر اجمیر پہنچ گیا تو مظفر خاں کی جان میں جان آئی۔ اور ہندوؤں پر خوف طاری ہو گیا۔ وہ سمجھ گئے کہ سلطان محمود کی فوج آ گئی اب ہماری خیر نہیں۔ بہرحال دوسرے روز دونوں فوجوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی آخر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور غنیم نے بھاگ کر قنوج کے راجہ کے پاس پناہ لی۔ اس فتح کی خبر سالار ساہو نے سلطان محمود کے پاس بھیجدی۔ اس کے صلے میں سلطان نے آپ کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔ اور بہت کچھ انعام و اکرام کے ساتھ ان کی بیوی کو بھی جو ابھی تک غزنی ہی میں تھیں۔ انھیں کے پاس اجمیر بھیجدیا۔ آپ دونوں میاں بیوی یہیں رہے یہانتک کہ ۴۰۵ھ میں سالار مسعود کی پیدائش ہوئی۔ اس درمیان میں سالار ساہو کو ہندوؤں سے اور بھی بہت سے مقابلے کرنے پڑے اور خوب خوب جنگیں ہوئی ہیں لیکن چونکہ ان کا بیان کرنا اسوقت مقصود نہیں ہے۔ اور مضمون بھی بہت لمبا ہو جائے گا اسلئے اس کو یہیں چھوڑ کر خاص مسعود غازی کے حالات کی طرف لوٹتا ہوں۔

سالار غازی کی تعلیم و تربیت جب آپ چار برس کے ہوئے تو والد نے حضرت سید ابراہیمؒ کی خدمت میں بسم اللہ کرائی۔ اور اس خوشی میں غریبوں محتاجوں میں بہت کچھ صدقہ خیرات کیا۔ نو برس کی عمر میں آپ نے بہت سے علوم حاصل کر لئے اور دس ہی برس کے سن سے عبادت و ریاضت کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ لوگوں کو وعظ و نصیحت بھی فرمایا کرتے تھے۔ فن سپہ گری تو خاندانی ورثہ تھا۔ نیزہ بازی و تیر اندازی کی خوب مشق پیدا کر لی تھی۔ کبھی کبھی سیر و شکار کو بھی چلے جایا کرتے تھے۔ خوش لباس و خوش وضع تھے۔ عطر و خوشبو کا شوق تھا۔

لڑائیاں اور شہادت آپ کے والد لڑائی ہی کے سلسلہ میں ہندوستان آئے تھے چنانچہ آپ کو بھی جہاد و شہادت کا ذوق تھا اپنے بچپن ہی کے زمانے میں بعض جنگوں میں شریک ہوئے اور شجاعت و بہادری کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ آپ کی بہادری و نیک نفسی کو دیکھکر سلطان محمود غزنوی آپ سے

بہت محبت کرتا تھا یہاں تک کہ اس کے لڑکوں کو بھی آپ پر رشک ہوتا تھا۔ جن جنگوں میں سالار مسعود شریک ہوئے تھے ان میں سے سب سے بڑی اور مشہور جنگ وہ ہے جو سومنات کو فتح کرنے کیلئے سلطان محمود نے کی تھی یہ حملہ سومنات پر اہل اسلام کا ایک مشہور جہاد ہے۔ اب تو ہندوستان کے لوگ سومنات کا مقام بھی نہیں جانتے۔ لیکن وہ اُس وقت بڑے تیرتھوں میں گنا جاتا تھا۔ گرہن کے دن لاکھوں آدمی دور دور سے یہاں آتے تھے۔ اور ہندوؤں کا یہ اعتقاد تھا کہ روحیں بدن سے جدا ہو کر سومنات کی خدمت میں آتی ہیں۔ اور سمندر کا جوار بھاٹا نہیں ہوتا بلکہ سمندر اس کی پرستش میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ مقام اس مندر کا وہاں ہے جہاں اب جزیرہ نما گجرات میں بھابری وار ہے وہ مہادیو کا مندر تھا۔ جس مکان میں سومنات تھا وہاں باہر کی روشنی نہ آتی تھی بلکہ جواہرات اور الماس جو در و دیوار میں جڑے ہوئے تھے۔ اور جڑاؤ قندیلوں میں لگے ہوئے تھے ان کی جوت اور جگمگاہٹ سے دن رات وہاں برابر تھے۔ چھپن ستون مرصع جواہرات کے لگے ہوئے تھے۔ دو سومن سونے کی زنجیر لٹکتی تھی۔ اس میں گھنٹے اور گھڑیالیں لٹکتی تھیں جس وقت پوجا کا وقت ہوتا تھا وہ بجتے تھے۔ اس کے اخراجات کے واسطے دو ہزار گاؤں معاف تھے۔ دو ہزار پنڈے وہاں محافظت کے واسطے متعین تھے دروازے کے سامنے سومنات (بت) کھڑا تھا۔ گنگا اگرچہ وہاں سے چھ سو کوس پر ہے مگر روزانہ تازہ گنگا جل ڈاک پر آتا تھا اور اس سے سومنات کو اشنان ہوتا تھا۔ پانچسو عورتیں اور تین سو گوییّے تھے کہ پوجا کے وقت بھجن گاتے اور ناچتے تھے۔ وہ دولت اس مندر میں جمع تھی کہ کسی راجہ کے خزانے میں نہ ہوگی۔ غرض اس مہم کو سر کرنے کیلئے سلطان محمود نے فوج تیار کی۔ اور تیس ہزار اونٹوں پر پانی اور غلہ لادا گیا۔ اور محمود ملتان و اجمیر ہوتا ہوا، سینکڑوں میل کے لق و دق میدانوں اور جنگلوں جھاڑیوں کو طے کرتا ہوا بالآخر وہاں پہنچا۔ اور سخت خونریز جنگ ہوئی۔ راجپوتوں نے اپنے اس مندر کو بچانے کیلئے جان توڑ کوشش کی۔ لیکن بنصرت الٰہی فتح کا سہرا مسلمانوں نے ہی کے سر رہا۔ پانچ ہزار ہندوؤں کو قتل کر ڈالا۔ فتح کے بعد محمود اندر داخل ہوا اور بت کو توڑنے کا حکم دیا تو پجاری دوڑ کر پاؤں پر گر پڑے اور کہا اگر حضور اس مورت کو نہ توڑیں تو اس کے عوض میں جسقدر روپیہ فرمائیں ہم لوگ اس کو نذر دیں۔ یہ بات سنکر سلطان نے کچھ تامل کیا۔ پھر فرمایا میرے نزدیک بت فروش نام پانے سے بت شکن نام پانا بہتر ہے۔ یہ کہکر اس پچگڑی مورت پر ایسا گرز مارا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

حسب اتفاق اس کے پیٹ میں اس قدر ہیرے، موتی، جواہرات بیش بہا نکلے کہ اُس نذرانہ کی اس کے آگے کچھ اصل نہ تھی۔ یہ دیکھکر سلطان باغ باغ ہوگیا۔ دو ٹکڑے اس کے مدینہ منورہ بھیجے اور دو غزنی کو بھجوائے۔ جن میں سے ایک غزنی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں میں لگوا دیا اور ایک دیوان عام کے دروازہ پر ڈالدیا۔ کہتے ہیں کہ اس مہم میں کم از کم دس کروڑ روپیہ کا مال اس کو ہاتھ آیا ہوگا ایسی غنیمت عمر بھر ہاتھ نہیں لگی تھی۔ بہرحال اس عظیم الشان جنگ میں سالار غازی بھی شریک تھے۔ اور بڑی بہادری و جانبازی سے لڑے تھے اس مہم سے فارغ ہو کر سلطان محمود تو غزنین کی طرف واپس ہوگیا۔ مگر سالار غازی سلطان سے اجازت

لیکر ایک بھاری فوج اور لشکر کے ساتھ کفرستان ہند ہی میں مقیم رہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہے۔
چنانچہ آپ ملتان۔ اجودھن دہلی۔ میرٹھ۔ قنوج وغیرہ مقامات پر ہندوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے۔ اور ان کو
شکستیں دیتے ہوئے براہ ملیح آباد مقام سترکھ میں داخل ہوئے۔ یہاں ہندوؤں کی سازش سے ایک حجام نے
زہر آلود ناخنگیر سے آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ اس کے زہر نے آپ پر اثر تو ضرور کیا لیکن بفضلہ تعالیٰ پھر صحتیاب ہوگئے
اسی دوران میں آپ کی والدہ کا مقام کاہیلر (جو خراسان کے قریب ہے) ۴۲۰ھ میں انتقال ہوگیا۔ اور ان کی
لاش غزنی میں بھیجا کر دفن کی گئی۔ آپ کی والدہ کے انتقال کے بعد آپ کے والد سالار ساہو بھی آپ ہی کے پاس
مقام سترکھ میں چلے آئے۔ اور پھر ۲۵ شوال ۴۲۳ھ کو یہیں ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ اِدھر سالار غازی کٹرہ مانک
پور کے ہندوؤں کو زیروزبر کرتے ہوئے بہرائچ پہنچ چکے تھے۔ اور والد کے انتقال کی خبر آپ کو وہیں ملی۔ والدہ اور
والد دونوں کے صدمۂ مفارقت سے آپ کا دل مغموم ہوگیا۔ اور دنیا سے ایک حد تک بیزار ہوگئے۔ اِدھر
ہندوؤں نے آپ کی بڑھتی ہوئی رَو دیکھکر زبردست مقابلہ کی تیاری کی۔ اور اکیس تاجداروں نے ملکر لاکھوں
کی فوج جمع کی۔ اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں سالار غازی کو لکھا کہ اپنی فوج پر رحم کرو اور ہمارا ملک چھوڑ کر
واپس چلے جاؤ۔ ورنہ ہماری تلواریں تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گی۔ پہلے تو سالار غازی نے صلح و مصالحت
سے ہی کام نکالنا چاہا مگر ہندو راجاؤں کے دماغ میں اپنی متحدہ قوت کا غرور سمایا ہوا تھا۔ انھوں نے لڑائی ہی کی
ٹھانی آخر دریائے کنھلا پر مورچے لگ گئے اور خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ سالار غازی نے فوج کی خود کمان کی
اور اس تدبیر سے مقابلہ کیا کہ ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ہزاروں مارے گئے اور سینکڑوں گرفتار ہوئے
ان میں پانچ بڑے بڑے نامی راجہ بھی قید کئے گئے۔ لیکن بہت سے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اب انھوں نے
گاؤں درگاؤں پھر پھرا کر دوبارہ جتھہ بندی کی اور مقابلہ کیلئے تیار ہوئے۔

اب کی دفعہ مقابلہ سخت تھا۔ ہندوؤں کا بے پناہ اجتماع تھا اور سالار غازی کے پاس فوج تھوڑی
تھی کیونکہ پہلی جنگ میں مسلمان بھی بہت شہید ہوئے تھے۔ لیکن میدان چھوڑ کر چلے جانا تو اس مرد میدان کا
کام نہ تھا۔ دو سو سواروں کو بہرائچ سے دو کوس آگے غنیم کے مقابلے کیلئے بھیجدیا۔ خود ابھی محلسرا ہی میں مقیم تھے
کہ دشمنوں نے ان سواروں پر دھاوا بول دیا۔ آپ نے بھی خبر ملتے ہی فوراً نقارے پر چوب لگائی۔ بقیہ فوج کو
ساتھ لیا اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے ہندوؤں کی فوج میں گھس گئے اور نہایت سخت خونریز جنگ ہوئی۔
ہندوؤں کی فوج کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ لکھتے ہیں کہ حدود نیپال سے پہاڑوں کے نیچے گھاگرا تک فوج کا پڑاؤ
تھا آخر دو روز کی قیامت خیز جنگ میں سالار غازی کی فوج بھی یکے بعد دیگرے شہید ہوتی گئی۔ یہانتک کہ شہر دیو
اور پہر دیو دو نامی ہندو تیر اندازوں نے خندقوں کی آڑ سے اس طرح تاک کر ایک تیر مارا کہ وہ سالار غازی کی
شہ رگ میں آکر پیوست ہوگیا۔ اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرکے زمرۂ شہدا میں داخل ہوگئی۔ یہ
حادثہ ۱۴ رجب ۴۲۴ھ بروز یکشنبہ بوقت عصر مقام بہرائچ میں پیش آیا۔

آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی عمر کل اٹھارہ سال گیارہ مہینہ چوبیس روز کی ہوئی۔ آپ کی لاش بہرائچ ہی میں مدفون ہے۔ آپ کے ساتھ بعض دوسرے مجاہدین کی قبریں بھی وہیں ہیں۔

ماہ جیٹھ کے میلے کی اصلیت

آپ کی شہادت کے بعد عقیدتمندوں میں آپ کی کرامات کا چرچا ہونے لگا اور نہایت افسوس ہے کہ جس کفر و شرک کے مٹانے کیلئے سالار غازی نے ہندوؤں سے جہاد کیا تھا پھر اسی کفر و شرک کی طرف شیطان خود مسلمانوں کو مائل کرنے لگا۔

چنانچہ اس سلسلے میں ایک داستان یہ بیان کی جاتی ہے کہ رودولی میں ایک صاحب سید جمال الدین نامی تھے، ان کی ایک نہایت خوبصورت نوجوان لڑکی زہرہ نامی نابینا تھی۔ سید جمال الدین کو اس کا بڑا صدمہ اور ملال تھا۔ لوگوں نے ان سے سالار غازی کی کرامات کا ذکر کیا اور کہا کہ وہاں اندھے بہرے لنگڑے لولے جا کر شفا پاتے ہیں سید جمال الدین نے زہرہ سے اس کا ذکر کیا۔ وہ سالار غازی کی کرامات و حالات سنکر بے دیکھے ان پر عاشق ہوگئی اور عہد کیا کہ اگر میں آنکھیں پاؤں گی تو مزار شریف پر جاروب کشی کر کے مر جاؤں گی۔ ہر وقت ان کی یاد میں مسعود مسعود پکارتی تھی۔ ایک روز روتے روتے سوگئی کان میں سالار غازی کی آواز آئی۔ زہرہ نے گھبرا کر کہا۔ خدایا اگر میں سچی عاشق ہوں تو مسعود کے صدقے میری آنکھوں میں روشنی آجائے۔ ورنہ میں ابھی مر جاؤں۔ اور ایک نظر مسعود کو مجھے دکھا کر زیارت کرادے۔ اس کی یہ دعا قبول ہوئی۔ آنکھوں میں روشنی آگئی۔ سالار غازی کو بھی دیکھ لیا۔ دیکھکر ایسی بیقرار ہوئی کہ فوراً آنکھ کھل گئی۔ والدین نے بینائی دیکھکر سالار غازی کی کرامت کا یقین کیا۔ زہرہ کا غازی کی جدائی میں برا حال تھا۔ ایک روز پھر خواب میں سالار غازی کو دیکھا۔ انھوں نے اس کو بہرائچ آنے کی بشارت دی چنانچہ اس کے والدین نے اسکو بہرائچ بھیج دیا۔ زہرہ نے وہاں پہنچکر سالار غازی کا روضہ تعمیر کرایا۔ اور دوسرے شہیدوں کا بھی مقبرہ بنوا دیا۔ اور پھر خود اپنا بھی مقبرہ وہیں بنوایا۔ تمام عمر عبادت و ریاضت میں گذار کر وہیں انتقال کیا اور اپنے ہی بنوائے ہوئے مقبرے میں دفن کی گئی۔ کہتے ہیں کہ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ مدت کے بعد زہرہ کا بھی اسی عمر اور انھیں تاریخوں میں انتقال ہوا جن میں سالار غازی کی شہادت ہوئی تھی یعنی ۱۴ رجب آغاز ماہ جیٹھ میں اور رجب کے دن اٹھارہ سال کی عمر میں ان کی بھی وفات ہوئی۔

زہرہ کی وفات کے بعد اس کی قبر پر فاتحہ خوانی .... کیلئے اس کے والدین ماہ جیٹھ کے شروع میں رودولی سے بہرائچ کو جاتے تھے اور سالار غازی و زہرہ کے نام کی برات سجا کر لیجاتے اور محفل عروسی رچاتے تھے۔ چنانچہ اب تک وہی طریقہ جاری ہے۔ اور اب صرف رودولی ہی سے نہیں بلکہ دوسرے دوسرے مقامات سے بھی برات آتی ہے اور بہرائچ میں میلہ لگتا ہے۔ یہ میلہ جیٹھ کے شروع میں ہوتا ہے۔ اور پھر دوسرا میلہ رجب میں عرس کے نام سے ہوتا ہے۔

آخری گذارش

اب میں آپ سے صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سالار غازی کی جنگی کارگذاریاں اور ان کا راہ حق میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جانا۔ یہ تو بے شک تسلیم کرنے اور یقین کرنے کی چیز ہے۔ باقی اس کے علاوہ اور جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ میرے نزدیک توہم پرستوں اور عقیدتمندوں کی خیال آرائیاں ہیں۔ ہرگز قابل اطمینان نہیں۔ کسی معتبر کتاب میں یہ باتیں نہیں ملتیں۔ زہرہ کی داستان بھی ایسی ہی ہے کاش مسلمان ان لغویات کو چھوڑ کر جن سے سالار غازی جیسے مجاہد کی روح نفرت و بیزاری کا اظہار کر رہی ہے۔

وہ جوش جہاد اور جذبۂ فداکاری اپنے اندر پیدا کرتے۔ جس میں سالار غازی نے نہ صرف اپنا وطن۔ اور اپنے والدین ہی کو بلکہ اپنی ترستی ہوئی جوانی اور اپنی رگوں میں دوڑنے والے گرم خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر دیا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ❊ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اسلام اور موجودہ مسلمان

(از مولوی عبدالحمید صاحب متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

معزز ناظرین اصل مضمون بیان کرنے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں اس امر کی معذرت پیش کردینی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر اثنائے مضمون میں کسی جگہ میرے پائے بیان کو لغزش ہو جائے تو آپ لوگ مجھے معاف فرمائیں کیونکہ میں ایک نوآموز مضمون نگار رہوں تاہم جو کچھ اس مضمون کے متعلق جمع کر سکا ہوں وہ پیش خدمت ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے مسلمانوں کی حالت جسقدر تشویشناک ہو رہی ہے اسی قدر یاس آفریں بھی ہے غربت و فلاکت کا رونا اقتصادی و معاشرتی کمزوریوں کا نوحہ فرقہ بندیوں و جماعت آرائیوں کا شکوہ ہمارے قومی نشان بن گئے ہیں ہم اپنی ہلاکت آفرینی کے مناظر دیکھتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے ہم اپنی تباہی و بربادی کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر رگ حمیت نہیں پھڑکتی ہاں کبھی کبھی جب خواب خود فراموشی سے چونکتے ہیں تو ایک ڈوبنے والے انسان کی طرح اِدہر اُدہر اپنے ہاتھ پاؤں مار کر اپنی ہستی کا ثبوت دے لیتے ہیں مگر یہ نقل و حرکت بھی ایک مدت قلیل کیلئے ہوتی ہے کہ جس کا اثر چشم زدن میں زائل ہو جاتا ہے وہ لوگ جو قوموں کے عروج و زوال ترقی و تنزل کیحالات سے بخوبی واقف ہیں۔ جنھوں نے تواریخ عالم کا نہ صرف سیاسی و تمدنی نظر سے مطالعہ کیا ہے بلکہ اس کے ایک ایک لفظ کو حقیقت بیں نظروں سے دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ دنیا کی بیشمار قومیں اپنے اپنے وقت میں مدارج ترقی طے کرکے معراج کمال پر پہنچیں ان کے اقبال کا ستارہ بلند سے بلند جگہ پر چمکا ان کے عز و وقار کے پھریرے ساتویں آسمان پر لہرائے۔

مگر آخر انھیں زوال ہوا وہ اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکیں ان میں طرح طرح کی کمزوریاں پیدا ہوگئیں اور وہ قعر مذلت میں اس طرح گریں کہ ان کا نام صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ ہزارہا انسان دنیا میں ایسے بھی گذرے ہیں کہ جن کی ابتدائی زندگی غربت و افلاس میں گذری مگر آخر میں چلکر وہ بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہوئے اور چاردانگ عالم میں اپنی شہرت و اولوالعزمی اور اپنی بے مثال شجاعت و دلیری اور حسن تدبر کے ڈنکے بجاتے ہوئے شاہی تخت پر بڑے تجمل و اقبال سے جلوہ فگن ہوئے لیکن چند ہی روز بعد گردش فلک نے ایسی پٹخنی دی کہ چاروں شانے چت زمین پر آرہے۔ یوں تو اس ذات قدیر کے دست قدرت میں ہے جسے چاہے عزت دیکر بڑھا دے جسے چاہے گدائے بے نوا بنا کر ذلیل و رسوا کردے مگر ؎

خدانے آجتک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ✦ نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

کیونکہ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے متخیلہ ایمانی اور اپنی خصوصیات وامتیازات کا احترام کرتی ہے اور اس کی حفاظت میں ہر وقت سرگرم رہتی ہے اپنی مذہبی ملی آئین کا خیال رکھتی ہے اپنے اوضاع واطوار اوراوصاف وعادات پر سختی سے قائم رہتی ہے۔ اپنی زندگی کے ہر شعبہ کی اصلاح وترقی پر نظر رکھتی ہے اور ہر کمزوری وخامی کے دور کرنے کیلئے پوری قوت اور غیر متزلزل عزم واستقلال سے آمادہ رہتی ہے اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور وہ سب پر غالب آتی ہے اور زمانہ کو اس کے وجود ہی کا نہیں بلکہ اس کی طاقت و قوت اور عزت وعظمت کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے لیکن جونہی وہ اس سے بے پرواہ ہوئی قوم میں زوال آنا شروع ہوگیا علوم وفنون اس کا ساتھ چھوڑ گئے جہالت عام ہوگئی اخلاق وعادات بگڑ گئے ان میں طرح طرح کے عیوب پیدا ہوگئے حکومت ہاتھ سے نکل گئی اور وہ غلامی کے عذاب میں ایسی مبتلا ہوئی کہ دولت کی جگہ افلاس اور عزت وعظمت کے بجائے اس پر ذلت وخواری مسلط ہوگئی غرض اس کی کوئی کل سیدھی نہ رہی یہانتک کہ جسمانی وعقلی اعتبار سے بھی ان میں انحطاط پیدا ہوگیا اور وہ اپنی ہی نظروں میں حقیر ہوگئی دوسری قوموں کی ہیبت اس کے دل میں بیٹھ گئی اور وہ مرعوب ہوکر غلامانہ زندگی بسر کرنے اور دوسری قوموں کی عبرت کیلئے زندہ رہنے پر مجبور ہوگئی۔ آج جس چیز کی وجہ سے مسلمانوں کی ہوا اکھڑ گئی ہے جس نے ہماری طاقت کو ملیامیٹ کردیا ہے جس کی بدولت ہم دوسروں کے لئے عبرت وبصیرت کا سامان بن گئے ہیں جس کی بنا پر دوسری قوموں میں ہماری عزت نہیں رہی جس کی وجہ سے اغیار کو ہم پر شماتت کا موقعہ ملا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا شیرازۂ اجتماع بالکل منتشر ہو چکا ہے۔ ہم میں کوئی ایک متحدہ غرض ومشترکہ جامعیت واحداساس کاروبنیاد عمل نہیں رہی کہ جس کی حفاظت اور جسکا اعلاء پوری قوم کی غرض وغایت اور بنیاداساس ہو ہم اسلامی وضع وآئین کو چھوڑ کر خدا کے کلموں سے منہ موڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں اور فلاح وبہبود کے اس مکمل سامان کو جو ہمارے پاس موجود تھا گلدستہ طاق نسیاں بناکر علم ودولت اعتبار وعزت سب کچھ کھوکر نفس پرستی کے نشہ میں چور ہوکر اس غلامی کی زندگی میں پہنچ گئے ہیں کہ ہمسایہ قومیں جب چاہتی ہیں کچل کر رکھ دیتی ہیں۔ اور ہم انکا بال بھی بیکا نہیں کرسکتے ہم اسلاف کے کارنامے پر اتراتے ہیں مگر ویسا عمل نہیں کرتے۔

ہم پدرم سلطان بود کی رٹ لگاتے ہیں مگر ویسا بننے کی کوشش نہیں کرتے ہم قوموں کے مدوجزر کے اس ضابطہ کو بھول چکے ہیں کہ جو قومیں عزت کے بعد ذلت میں گرفتار ہوتی ہیں اور بلندی کے بعد پستی میں گرتی ہیں۔ ان کی حالتیں خواہ کتنی ہی پست کیوں نہ ہوجائیں جب وہ اپنی پرانی روش پر عمل پیرا ہوتی ہیں تو پھر ابھرتی ہیں اور ترقیاں کرتی ہیں ان کا گیا ہوا اقتدار واپس آجاتا ہے اقبال ان کے سروں پر سایہ کرتا ہے اور انھیں تازہ حیات بخشتا ہے غرض ہماری حالت یہ ہوچکی ہے کہ ہم بقول مولانا روم بلا ہاتھ پاؤں ہلائے لیلیٰ کے نام کا ورد کرکے دل ناصبور کو تسلی دے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج اکثر مسلمانوں کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بالطبع

کاہل وسست ہیں ان کی تن آسانی اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے مگر حقیقت میں نہ مسلمان بالطبع کاہل وسست ہیں نہ اسلام کی تعلیم نے انھیں ایسا بنا دیا ہے۔ بلکہ یہ تمام سکون وجمود جو ہماری رگ وپے میں سرایت کر گیا ہے صرف اس لئے ہے کہ ہم کسی خاص نظام کے ماتحت کام نہیں کرتے۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور اپنی اجتماعی قوتوں کا احساس کرنے کے بجائے دوسروں کا منہ دیکھ رہے ہیں اور انجام ومآل اور نفع ونقصان سے بے پروا ہو کر اس تشنۂ خون ودشمن جان حریف کے غلام ومعتقد بن گئے ہیں جو ہماری ہر تباہی کو کم سمجھتا اور زیادہ سے زیادہ بربادی کا متمنی رہتا ہے۔ ہم زمانہ کی روش کے برخلاف اپنے حوائج وضروریات کے متعلق کوئی لائحہ عمل یا صحیح نصب العین قائم نہیں کرتے۔ اور گردوپیش کے خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے کسی اندیشناک امر سے احتراز نہیں کرتے۔ اور ہر ڈگڈگی بجانیوالے کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ ہر "رہنما" کے پیچھے لگ جاتے ہیں پھر وہ جو تباہ کن راستہ بتائے اسی پر چلنے لگتے ہیں اور جب منزل مقصود نظر نہیں آتی تو ٹھہر جاتے ہیں اور دوسرا راستہ اختیار کر لیتے ہیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہم روز بروز صراط مستقیم سے بھٹکتے بھٹکتے کوسوں دور چلے جارہے ہیں۔ برخلاف اس کے حریف قومیں ترقی کے میدان میں گامزن ہونے کیلئے سعی وعمل پر اتر آئی ہیں اور وہ اسپر اسقدر تُلی ہوئی ہیں کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتیں اگر کوئی شخص انکی چلتی ہوئی گاڑی میں روڑا اٹکانے کا خیال بھی کرتا ہے تو وہ اس کے گلے پر چھری پھیرنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ مسلمان دیکھتے ہیں سنتے ہیں سمجھتے ہیں مگر طرح طرح کے عذر پیش کر کے خاموش ہو جاتے ہیں اور اپنے کو متوکل علی اللہ کہتے ہیں حالانکہ وہ توکل کے صحیح مفہوم اور اصلی معنوں سے بھی واقف نہیں توکل کے صحیح معنی تو یہ ہیں کہ انسان اپنی کوششوں کے نتائج اور واقعات عالم کے فیصلے کو خدا کے سپرد کر دے اسباب وعلل کے پردے اٹھ جائیں اور براہ راست ہر چیز خدا کے قبضۂ قدرت میں نظر آئے مگر توکل جن معنوں میں لیا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا اور علائق دنیا سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی جائے تنازع للبقا میں حصہ لینے سے اجتناب کیا جائے اور جھونپڑوں میں بیٹھکر محلوں کے خواب دیکھے جائیں اور اسی کو اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے کافی سمجھا جائے بہرحال ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہماری حالت خواہ اختیاری ہو یا اضطراری خواہ اس کے باعث ہم ہوئے یا زمانہ کے واقعات جب تک ہم اسے بدل نہ لیں گے کسی طرح الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ غلام جب تک کہ غلام ہے بیشک حقیر وذلیل ہے خواہ وہ خود غلام بن گیا ہو۔ یا زبردستی اسے غلام بنا لیا گیا ہو۔ پس ہمیں چاہیئے کہ موجودہ سہل انکاری کو چھوڑ کر محبت وہمدردی۔ نیکی ونیک نیتی کی زندہ تصویر بنکر قومی ترقی وبہبودی کیلئے سر توڑ کوشش کریں دوسری قوموں کی حالت اور ان کی ترقیوں کے اسباب پر غور کریں۔ نہ اس لئے کہ ان کی پیروی ہمارے لئے خضر راہ کا کام دیگی، نہیں ہمیں تو اس کی ضرورت ہی نہیں اور نہ دنیا کی کوئی قوم ہمارے لئے شمع ہدایت بن سکتی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے پاس جو نور ہدایت موجود ہے اس کے سامنے دنیا کی تمام ترقیوں کے آفتاب وماہتاب ماند ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ ہم ان کی حالت سے عبرت کا سبق لیکر اپنی فکر کریں اور ان مثالوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو دنیا کے سامنے ایسا نمونہ بنا کر پیش کریں جیسا کہ تاریخ ہمارے سامنے ہمارے گذشتہ بزرگوں کو نہایت ہی عزت واحترام سے پیش کر رہی ہے۔

سلطان العلوم شہریار دکن و برار حضور نظام خلد اللہ ملکہ کا مکتوب گرامی

بنام جناب مہتمم صاحب دار الحدیث رحمانیہ دہلی

H.E.H. THE NIZAM'S PESHI OFFICE
KING KOTHI,
HYDERABAD - DECCAN
MARCH, 1937.

DEAR SIR,

I AM COMMANDED BY THE NIZAM TO ACKNOWLEGE WITH THANKS YOUR TELEGRAM DATED 17TH FEB. 1937 AND TO REQUEST YOU TO CONVEY TO THE PROFESSORS AND STUDENTS OF YOUR MADARSA HIS EXALTED HIGHNESS'S APPRECIATION OF THEIR CONGRATULATION ON THE OCCASION OF HIS SILVER JUBILEE.

YOURS TRULY
Sd/-
CHIEF SECRETARY TO
H.E.H. THE NIZAM.

To,
ATAUR RAHMAN ESQ,
MANAGER, MADARSA, DARUL HADIS RAHMANIA DELHI.

از دفتر پیشی حضور پر نور نظام اوف حیدرآباد
کنگ کوٹھی۔ حیدرآباد دکن مارچ ۱۹۳۷ء

جنابعالی

مجھکو حضور نظام نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے تار مورخہ ۱۷ فروری کا شکریہ ادا کروں۔ اور آپ سے درخواست کروں کہ آپ اپنے مدرسہ کے طلبا اور حضرات مدرسین تک یہ پہنچا دیں کہ ان کی اس مبارکبادی پر جو انہوں نے ان کی سلور جوبلی کے موقع پر دی ہے حضور نظام نے خوشی و پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

دستخط
چیف سیکریٹری حضور نظام

فضائلِ عدل

(از مولوی عبدالشکور صاحب گیاوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

شمس اسلام کے طلوع ہونے سے قبل دنیا جن جن خرابیوں میں مبتلا اور ملوث تھی ذی علم حضرات پر مخفی نہیں اس وقت جہاں اور بہت سی خرابیاں تھیں ایک ان میں سے بڑی خرابی یہ بھی تھی کہ اس وقت عدل وانصاف بالکل مفقود اور معدوم ہو چکا تھا۔ اقطاعِ عالم کے ہر ہر گوشہ میں ظلم وتعدی کا غلبہ تھا قوی ضعیف پر ظلم کرنے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ قوی ضعیفوں سے عبادت کا فائدہ اٹھایا کرتے تھے اور ضعیف قوی کی پرستش کیا کرتے تھے قوی افراد جوش انتقام میں ضعیفوں کے ہزاروں نفوس کو خاک وخون میں ملا دیا کرتے تھے۔ مگر اسلام نے جہاں آتے ہی تمام خرابیوں اور برائیوں کی بیخکنی کی وہاں ساتھ ہی ساتھ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ کے ذریعہ ببانگِ دہل اعلان کرکے عدل وانصاف کرنیکا حکم دیا اور ظلم وتعدی کو ہمیشہ ہمیش کیلئے دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا اسلام نے إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ کو پیش کرکے لوگوں سے کہا کہ تمہارا خالق کون ومکان تم پر عدل کو فرض قرار دیتا ہے اور فرمایا کہ جب کبھی تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا چاہو تو عدل والنصاف سے کام لو۔

اسی طرح متعدد مواضع میں اسلام نے عدل کا سبق دیا اور ظلم تعدی کو دور کرکے عدل وانصاف سے دنیا کو معمور کر دیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ یعنی عدل وانصاف سے کام کو انجام دو کیونکہ انصاف تقویٰ کی طرف لیجاتا ہے اور تقویٰ اس شے کی طرف لیجاتا ہے جس سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے جو دخول جنت کا باعث ہے۔ خداوند کریم ظلم کو برا بتلاتے ہوئے روز محشر کے ذکر کے ساتھ فرماتا ہے وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا دوسری جگہ فرماتا ہے لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ایک اور جگہ فرماتا ہے والله لا يهدى القوم الظالمين۔ دوسری جگہ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسقدر ظلم کی مذمت کرتے ہوئے عدل کا حکم دیا ہے نیز عدل کرنیکا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا ہے ارشاد ہے أُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ یعنی مجھکو تمہارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرنیکا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے بڑھکر عدل کی اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید اور فرقان حمید میں عادل کو محبوب قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا فاصلحوا بینهما واقسطوا ان الله يحب المقسطين یعنی عدل وانصاف سے کام کرو اللہ تعالیٰ عادل کو دوست رکھتا ہے۔

احادیث فضائل عدل کے متعلق۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میدان محشر میں لوگ جمع کئے جائیں گے تو شدت گرمی سے لوگ حیران پریشان رہیں گے اور اپنے اپنے گناہوں کے موافق پسینے میں ڈوبے رہیں گے اس روز اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے علاوہ کہیں بھی سایہ میسر نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ سات شخصوں کو اپنے عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دیگا۔ انہیں سے

ایک عادل بھی ہے سادل کو اللہ تعالیٰ بلاکر فرمائیگا کہ چونکہ تم نے دنیا میں رضائے الٰہی کیلئے حق کیساتھ فیصلہ کیا اور اپنے عزیز اقربا کا کچھ خیال نہ کیا اسوجہ سے آج کیدن تم کو عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دیتا ہوں۔ (۲) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان المقسطین عنداﷲ علی منابر من نور عن یمین الرحمن یعنی بیشک انصاف کرنیوالوں کو اللہ نور کے ممبروں پر جگہ دیگا اپنے دائیں جانب۔ (۳) عمر بن خطابؓ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے ان افضل عباد اللہ عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ امام عادل۔ یعنی بہتر بندہ باعتبار مرتبہ کے اللہ کے نزدیک امام عادل ہے۔ (۴) ابی سعید سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے ان احب الناس الی اللہ یوم القیمۃ واقربھم منہ مجلسا امام عادل کہ قیامت کے روز محبوب تر اور قریب تر انسان خدا کے نزدیک امام عادل ہے (۵) ابن عمر سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے ان السلطان العادل ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فاذا عدل کان لہ الاجر وعلی الرعیۃ الشکر۔ کہ بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے کہ اس کا ہر مظلوم بندہ اس کے جوار عافیت میں آتا ہے پس جب وہ انصاف کرتا ہے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور رعیت پر شکر واجب ہوتا ہے۔

اب ذرا دنیاوی حیثیت سے عدل ملاحظہ ہو۔ دنیا میں وہی شخص عزت کیساتھ رہتا ہے جو عدل وانصاف سے کام لے اور وہ حکومت مدت دراز تک قائم رہ سکتی ہے جسمیں عدل وانصاف سے کام لیا جائے عادل کو کبھی کسی قسم کا خوف اور خطرہ لاحق نہیں ہوتا بلکہ اس کی زندگی عیش وآرام سے بسر ہوتی ہے۔ دوسری حکومتیں اسکی ہیبت سے کانپتی رہتی ہیں مثال کے طور پر حضرت عمر فاروقؓ کو لے لیجئے یوں تو تمام خلفاء راشدین رضوان اللہ اجمعین اپنی اپنی خلافت کے زمانہ میں عدل وانصاف کے اندر مشہور تھے مگر حضرت عمر فاروق کی عدل گستری دنیا میں ضرب المثل ہے ایک دفعہ ایک شخص دوسری حکومت سے حضرت عمر فاروق سے ملنے کیلئے اور مسلمانوں کی عظمت وشوکت دیکھنے کیلئے مدینہ میں آیا آپ کو ایک چٹان پر سوتے ہوئے دیکھکر آپ کے نزدیک گیا اور کہتا ہے کہ اے عمر تو نے انصاف کیا اسوجہ سے آرام اور بیفکری کیساتھ سو رہا ہے لیکن ہمارا بادشاہ ظالم ہے ہر وقت اس کی جان خطرہ میں رہتی ہے کون ایسا شخص ہے جو نوشیرواں بادشاہ کے عدل سے واقف نہ ہوگا اس کی عدل پروری کے افسانوں سے تاریخ کی کتابیں لبریز ہیں اس کو مرے ہوئے زمانہ گذر گیا مگر ابتک نام وکام اس کا دنیا میں زندہ ہے۔ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کس خوبی کیساتھ اپنے شعر میں نقشہ کھینچا ہے ؎

زندہ ست نام فرخ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

الغرض عدل وانصاف ہر انسان کیلئے اسی قدر ضروری ہے جسقدر اس کیلئے کھانا پینا ضروری ہے۔ عدل انسان کے لئے ایک بہترین زیور ہے عادل کو مرنے کے بعد بھی دنیا فراموش نہیں کرتی ہے بلکہ اس کی شہرت پہلے ہی جیسی برقرار رہتی ہے اور لوگ بھلائی کے ساتھ یاد کیا کرتے ہیں آیات واحادیث اور واقعات کے پڑھنے کے بعد اب عدل کے فضائل روز روشن کی طرح واضح ہو گئے ہونگے اس لئے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دست بدعا ہوں کہ تمام مسلمانوں کو عدل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

روح اخبار

—— ایران اور افغانستان میں تیل کے چشموں کے متعلق ماہرین فن مدت سے کوشش کر رہے تھے سالہا سال کی کوششوں کے بعد اب تیل کے چشموں کا اچھی طرح پتہ لگ گیا ہے۔ یہ تیل کے چشمے شمالی مشرقی ایران اور مغربی افغانستان میں واقع ہیں۔

—— معلوم ہوا ہے کہ حکومت ترکی نے انگورہ میں دو ریڈیو سٹیشن قائم کرنے کیلئے دو لاکھ دس ہزار پونڈ کا ٹھیکہ ایک کمپنی کو دیدیا ہے۔

—— الاہرام قاہرہ میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ سلطان ابن سعود نے اپنی رعایا کو تنبیہ کی ہے کہ جو شخص فلسطین جانے کا قصد کرے گا اُسے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔ لیکن حکومت نجد حجاز نے ایک سرکاری اعلان کے ذریعہ اس خبر کی پر زور تردید کر دی ہے یہ افسوسناک خبر محض سلطان کو بدنام کرنے کیلئے گھڑی گئی تھی۔

—— ہندوستان میں موٹر کے حادثات کے سلسلہ میں اموات کی تعداد فی موٹر ۳۹ فی دس ہزار ہے۔

—— ہندوستان کے بعد موٹر کے حادثات کے لحاظ سے دنیا میں دوسرے نمبر کا ملک اٹلی ہے جہاں فی دس ہزار ۴ر ۵۹ افراد ہلاک ہوتے ہیں۔

—— افغانستان میں جنگی تیاریوں کا وسیع سلسلہ جاری ہے جا بجا قلعے زیر تعمیر ہیں۔ پچاس ہوائی جہاز خرید لئے گئے ہیں۔ آہن پوش موٹر اور ٹینکوں کی خریداری بھی ہونے والی ہے۔

—— ایسوشی ایٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ ضلع کانپور کے کسانوں کی بدحالی کو مدنظر رکھتے ہوئے نوے ہزار روپے لگان کی معافی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ (زمیندار)

—— ۱۲ اپریل اولوں کی وجہ سے ضلع ملتان (پنجاب) میں جو تباہی نازل ہوئی ہے اس کے متعلق گورنر پنجاب نے قحط زدوں کے امدادی فنڈ کے لئے ایک لاکھ روپیہ منظور کیا ہے۔ اس طرح ملتان ڈسٹرکٹ بورڈ نے ۵ ہزار اور ریڈ کراس سوسائٹی نے ۲ ہزار روپیہ منظور کیا ہے۔

—— فروری ۱۹۳۷ء میں جرمنی میں بیروزگاروں کی تعداد ۱۶ لاکھ ۱۱ ہزار تھی۔ گذشتہ سال فروری میں اس تعداد سے دس لاکھ زیادہ افراد بیکار تھے مگر اب حکومت کی توجہ سے جرمنی میں بیکاری دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے (کاش اپنی حکومت بھی قومی ہوتی)۔

—— یکم اپریل ۱۹۳۷ء سے ہندوستان میں نیا آئین نافذ ہوا ہے۔ اور اب اسی کے مطابق حکومت ہوگی۔ چونکہ یہ جدید آئین ہندوستان کے مفاد کے خلاف ہے اس لئے اس کے خلاف اظہار ناراضگی کے طور پر اپریل کی پہلی تاریخ کو تمام ہندوستان میں زبردست ہڑتال ہوئی۔

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کئے جاسکتے ہیں

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی
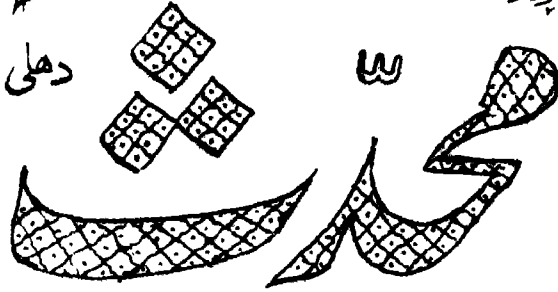
جلد ۵ | ماہ جون ۱۹۳۷ء مطابق ربیع الاول ۱۳۵۶ھ | نمبر ۲

مناسبات

خدا کا ہزار ہزار احسان و شکر ہے کہ اس کی تائید و توفیق سے "محدث" نے اپنی زندگی کی چار بہاریں دیکھیں، اور اب پانچویں میں قدم رکھتے ہوئے اس کا دوسرا نمبر شائع ہو رہا ہے۔ اس کے پہلے نمبر میں ہم نے قصداً اپنا اخلاقی فرض ادا کرتے ہوئے، سب سے پہلے اپنی کمزوریوں و کوتاہیوں کا نہ صرف آپ کے سامنے اعتراف بلکہ کھلے لفظوں میں اس کا اعلان واظہار کیا ہے۔ لیکن یقیناً خدا کی ناشکری ہوگی، اگر ہم آپ کو اللہ کے اس مخصوص فضل وانعام پر متنبہ نہ کریں جو اس نے "محدث" کو ہاں ہاں! صرف "محدث" کو عطا فرمایا ہے۔ ہم ناسپاس ٹھہرینگے اگر "محدث" کے اس ممتاز اعزاز کو آپ کے سامنے نہ پیش کریں۔ جس نے میرے خیال میں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے اخبارات و رسائل میں اس کو ایک خاص امتیازی شان بخشی ہے جس پر کارپردازانِ "محدث" جتنا بھی فخر کریں، بجا۔ اور جتنا بھی ناز کریں، کم ہے۔

دوستو! یہ خودنمائی و خودستائی نہیں، بلکہ درحقیقت وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور لیکن اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو) کے ماتحت اس کی شان "مُحَدِّثِیَّۃ" کا اظہار اور اپنے رب کی ایک بہت بڑی نعمت کا ذکر مقصود ہے ؎

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی ✽ اپنا بیانِ حُسنِ طبیعت نہیں مجھے

یوں تو ملک میں سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں اخبارات و رسائل ملکی و قومی، مذہبی و دینی، اسلامی و تمدنی سبھی قسم کے جاری ہیں۔ لیکن محدث کو جس خاص اور موجب نازش وصف نے ان سب پر بالاتر کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ آج جبکہ مسلمان عموماً اپنی مذہبی اور معاشرتی دونوں زندگیوں میں، اپنے افلاس اور اپنی مذہبی ناواقفیت کی بنا پر، ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو کر بے دینی اور تباہی کیطرف

دن بدن بڑھتے چلے جارہے ہیں یہ بلا کسی معاوضہ ومطالبہ کے لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ (میں تم سے اپنی اس دینی تبلیغ کے بدلے میں کوئی مال نہیں مانگتا مجھے اس کا معاوضہ اللہ ہی دیگا۔) کا اعلان کرتا ہوا ماہ بماہ ان کے گھروں میں پہنچتا ہے اور انھیں بغیر فرقہ بندیوں کی مجادلانہ ومناقشانہ بحثوں اور روایت ودرایت سے بعید اوہام پرستیوں کے الجھاؤ میں پھنسانے کے دین فطرت کی صحیح تعلیمات۔ اسلامی عقائد واسلامی روایات کے سچے اصول، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ زندگی کے قابل عمل نمونے۔ سلف صالحین کے ولولہ انگیز کارنامے۔ ائمہ دین اور عمائدین ملت کی اخلاقی واصلاحی ہدایات کا ایک مکمل مجموعہ ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ انھیں اُن کا درخشاں دور ماضی یاددلاکر ان کی موجودہ ذلت وپستی، غفلت وبے حسی پر ملامت کرتا ہے اور اس طرح ان کے جذباتِ خودداری، واحساساتِ غیرتمندی کو ٹھیس لگاکر انھیں بیدار کرتا ہے۔ اور باوجود اپنی کم عمری کے ایک حاذق طبیب۔ اور ماہر مگر ہمدرد معالج کی طرح اسلام کی روشنی میں ان کے روحانی امراض کی تشخیص کرتا ہے۔ اور پھر ان کے لئے وہ مجرب نسخہ تجویز کرتا ہے جس کے مفید، باعث رحمت، موجب شفا ہونے میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔ فرمان باری ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۤءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور ہم (اللہ) وہ قرآن اتارتے ہیں جو ایمان لانے والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔"

ناظرین گواہ ہیں کہ مالک محدث نے تجارتی اغراض سے بے نیاز ہوکر جس بے لوث دینی خدمت کے پیش نظر یہ مذہبی رسالہ جاری کیا تھا، بحمد اللہ وہ ابتک اُسی اصول پر قائم ہیں، کسی قسم کے چندے کی فہرست توخدا نخواستہ آپ کے سامنے کیا پیش کی جاتی۔ ان کی احتیاط کا تو یہ عالم ہے کہ آج تک محدث میں کوئی تجارتی اشتہار بھی شائع نہیں کیا گیا۔ نہ کبھی دوائیں خریدنے کی آپ کو رغبت دی گئی، اور نہ کتابوں ہی کے اشتہارات سے اس کے صفحے پُر کئے گئے۔ بلکہ ہمیشہ یہی کوشش کی گئی، کہ محدث کا ہر صفحہ بجائے خود ایک کتاب ہو، اور آپ اس سے اپنی دینی ودنیاوی فلاح وبہبود کی راہیں معلوم کریں۔

مسلمان آج یا توغریب ومحتاج ہوکر فاقہ مستی کی زندگی گذار رہے ہیں، یاجو دولتمند وصاحب ثروت ہیں وہ عموماً اپنی عیاشیوں میں بدمست ہوکر نہ صرف اپنی دولت کا۔ بلکہ اپنے دین وایمان، ملک وقوم کا ستیاناس کر رہے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف دوسری قومیں اپنی دولت سے۔ اپنی آنے والی نسل کو، اپنی جماعت اور اپنے مذہب کو سنوار رہی ہیں۔ دنیا میں انھیں پھیلا کر لوگوں کو اپنا ہمخیال بنانے میں مصروف ہیں۔ ہندو قوم کا ایک سیٹھ برلا ہر مہینے میں پندرہ بیس ہزار روپیہ قومی کاموں پر خرچ کرتا ہے۔ خورجہ کے ایک ساہوکار نے ۵ لاکھ روپیہ سنسکرت کالج کے لئے دیا ہے۔ ناگپور کا ایک سیٹھ مرتے وقت ۳۱ لاکھ روپیہ ناگپور یونیورسٹی کو دے گیا ہے۔ عیسائی مشنوں کا تو حال ہی نہ پوچھئے، ان کا تبلیغی جال تو اسقدر خطرناک ہے کہ جس سے بچنا ناممکن ہورہا ہے۔ ان کے کالج، سکول، پریس، اخبار، زنانہ ومردانہ شفاخانے تمام ملک میں چھائے ہوئے ہیں۔ مسیحی مشنوں کا سالانہ خرچ سنہ ۱۹۱۱ء میں ۵۲ کروڑ روپیہ تھا۔ اور اب ۶۰ کروڑ سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ اناللہ الخ

اے اپنی دولت کی سرمستیوں میں رنگ رلیاں منانے والے مسلمانو! اللہ کے حقوق اور اس کے بندوں کی خدمت سے غفلت برتنے والے مالدارو! خدا کے لئے ذرا اپنے عیش و عشرت کے جھرمٹ سے باہر آکر دیکھو تو سہی کہ دنیا کیا کر رہی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں؟ کہ تم جس گھر میں بیٹھکر خوشیاں منا رہے ہو، جس درخت کے سایہ میں تم آرام حاصل کر رہے ہو، اسی کی بربادی کی تیاریاں، اور اسی کو اکھیڑنے کی تدبیریں کیجا رہی ہوں، اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہوا تو پھر لعنت ہے تمہاری زندگی پر لعنت ہے ایسی دولت پر، کہ جس کے ہوتے ہوئے اللہ کے دین کی بربادی دیکھی جائے، اور پھر اس کی مدافعت و حفاظت کا جذبہ نہ پیدا ہو پس اپنے مصارف کا جائزہ لو، اور اپنی دولت کا بیشتر حصہ دین الٰہی کی اشاعت اور بندگانِ خدا کی پرورش میں صرف کرو۔ اور مخالفین اسلام کی تمام خفیہ سازشوں، اور درپردہ کوششوں کو اپنی دولت کے دہانے کھولکر پامال کردو تاکہ قیامت کے دن خدا کے سامنے، ندامت و خجالت کے بجائے، سرخروئی و سربلندی حاصل کر سکو۔

یقیناً مستحق مبارکباد ہیں وہ ہستیاں جو الحاد و بے دینی کے اس نازک دور میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنا ہی اپنی زندگی کا شیوہ سمجھتی ہیں۔ اپنی زندگی اور اپنی دولت دونوں ہی اس کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ اور مختلف طریقوں سے فریضۂ تبلیغ کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کی طرف سے محترم جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مالک رسالہ محدث و مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے جن کی توجہ خاص نے محدث جیسے مفید دینی رسالے کو ایسے وقت میں جاری کیا جبکہ دنیا کو اس کی ضرورت تھی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دن بدن اسے ترقیاں عطا فرمائے اور اس چشمۂ فیض کو ہمیشہ قائم رکھکر دنیا کو سیراب کرتا رہے۔ آمین الٰہ الحق آمین۔

میری دلی خواہش ہے کہ میں رسالے کا معیار اور بھی زیادہ بلند کروں اور اس کے مضامین میں تنوع پیدا کر کے اسے ناظرین کے لئے دلچسپ بناؤں۔ ترتیب مضامین میں تناسب کا لحاظ کرتے ہوئے معلومات بہم پہنچانے کی کوشش کی جائے مفید اور بلند پایہ مضامین شائع کئے جائیں "محدث" ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصیت کے ساتھ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے بہترین علمی مقالات لکھے جائیں۔ اس کی عام افادی حیثیت کو اچھی طرح دنیا پر واضح کیا جائے۔ عورتوں اور بچوں کی اصلاح و ترتیب کی طرف بھی توجہ کی جائے۔ غرض ہر قسم کی اصلاحی اسکیمیں ذہن میں آتی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ان کو عملی صورت میں لانے کے لئے، کافی وقت اور محنت درکار ہے۔ اور موجودہ صورتِ حالات میں جبکہ کام کرنے کا سارا وقت درس و تدریس میں صرف ہو جاتا ہے اور صرف خارجی اوقات میں مجھے رسالے کے کام کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملتا ہے، ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا تنہا میرے لئے قطعاً ناممکن ہے۔ ہاں اگر "میرے دوست" کی معاونت حقیقی معنوں میں مجھے حاصل ہو جائے تو ممکن ہے میں اپنا بوجھ کسی قدر ہلکا کر سکوں۔ خیر جہانتک میرے دل میں ہمت، دماغ میں قوت، قلم میں زور ہوگا، اپنی لیاقت و استعداد کے مطابق اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوشش کرونگا۔ اللہ تعالیٰ میری مدد کرے اور میری غلطیوں کو معاف فرمائے۔ آمین

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(اے نبی! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا)

آج میں آپ کو نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی بلندی اور آپ کے "ذکر" کی رفعت کو ثابت کرنا چاہتا ہوں حقائق اور واقعات کی روشنی میں اس کا ثبوت دیکھئے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ کروڑوں نہیں تو لاکھوں خدا کے بندے یقیناً ایسے ملیں گے جو اپنی نجات اور اپنی عقبیٰ کو شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی ذات سے وابستہ سمجھ رہے ہیں۔ اور آج ہی نہیں سینکڑوں برس سے سمجھتے چلے آرہے ہیں عقیدہ کی صحت و غلطی سے یہاں بحث نہیں مقصود نفس واقعہ کا اظہار ہے۔ انکی زبانوں پر نام ہے تو غوث اعظم کا اور دلوں میں اعتقاد ہے تو محبوب سبحانی کا لیکن ذرا سوچکر بتلایئے کہ شیخ اور ان کے پیش رو اور پس رو حسن بصری اور جنید بغدادی۔ خواجہ اجمیری اور سید احمد سرہندی۔ نظام الدین اولیا دہلوی۔ اور علاء الدین صابر کلیری نازاں کس شے پر ہیں؟ اپنی سروری اور سرداری پر یا رب کے امی کی غلامی اور مکہ کے یتیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چاکری پر؟ اللہ اللہ جو خود لاکھوں کے سردار اور کروڑوں کے پیشوا۔ انھیں اگر فخر ہے تو صرف اس کا کہ کسی کے آستان پاک کے جاروب کش ہیں اور بس۔

دنیا میں اب تک بڑے بڑے جوگی اور رشی۔ راہب اور اہل ریاضت گذرے ہیں۔ یہ امتیاز اور یہ اعزاز کسی اور کے حصہ میں آیا ہے؟ کسی کے خادموں میں بھی ایسے ایسے آفتاب اور ماہتاب اور وہ بھی اس کثرت سے ہوئے ہیں؟ امام بخاری کے مرتبہ و عظمت سے کون ناواقف ہے۔ ان کی کاوش اور تحقیق کی نظیر کسی ملک کسی قوم میں ملتی ہے؟ پھر انھوں نے اور ان کے رہبروں نے امام مسلم رح نے امام احمد رح نے امام ابوداؤد رح نے امام ترمذی رح نے امام نسائی رح نے اپنی ساری ساری عمریں کس شغل کی نذر کردیں؟ محض ایک نبی امی ہی کے اقوال و اعمال کے جمع کرنے میں! عسقلانی و عینی قسطلانی و طیبی۔ سخاوی و شوکانی قاضی و نووی۔ اور ایسے ایسے سینکڑوں نے اپنی زندگیوں کو کس چیز کے لئے وقف کر رکھا ہے؟ اسی امی کے اقوال کی شرح و تفسیر اور اس کی جانب منسوب الفاظ کی تنقیح و تنقید کے لئے۔ ابن جوزی، ابن تیمیہ رح اور ابن قیم رح ان کی ساری زندگیوں کی تحقیق و تدقیق کا خلاصہ کیا ہے؟ اس پردۂ عالم پر ایک سے بڑھ کر ایک عالم و فاضل حکیم و فلسفی ادیب و مہندس پیدا ہوچکے ہیں دنیا نے ابتک ان میں سے کسی کے ساتھ اس کا نصف اعتنا کیا ہے؟ کسی فلاطون کسی سقراط۔ کسی ارسطو کسی نیوٹن۔ کسی کنبٹ کسی ڈاروِن کے اقوال و ملفوظات اس کاوش کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں؟ ابن اسحاق، ابن ہشام۔ سہیلی۔ اور زرقانی۔ ابن سعد، اور قاضی عیاض ان کے ناموں کی شہرت تو یقیناً آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہوگی۔ ان کا مشغلہ زندگی کیا رہا؟ اسی امی معلم کائنات کی سیرت کا ایک ایک گوشہ محفوظ رکھنا اس کی کتابِ زندگی کی ایک ایک سطر حفظ کرنا —

دنیا میں بڑے بڑے گردن کش بادشاہ اور تاجدار ہوچکے ہیں۔ کسی کی سیرت تحقیق اور تفصیل کے ساتھ صفحات تاریخ میں کہیں بھی ملے گی؟ کسی فرعون کسی قیصر، کسی زار کسی دارا کسی سلطان کسی مہاراجہ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا۔ ہنسنا، رونا، لیٹنا۔ بولنا۔ اس جامعیت اس استقصا اس تاریخیت اور اس اہتمام کے ساتھ کاغذ کے نقوش پر آچکا

منتقل ہو سکا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمدؒ اور ان کے احباب و رفقاء و تلامذہ جیسے سفیان ثوریؒ اوزاعیؒ ابو یوسفؒ وغیرہم سے کون ناواقف ہے۔ لوگوں نے انھیں امام وقت تسلیم کیا۔ یہ آخر گروہ در گروہ اور انبوہ در انبوہ کرتے کیا رہے ہیں؟ اسی ان پڑھ کے لائے ہوئے قانون کی شرح و تفسیر اور اسی حرف ناشناس کی بنائی ہوئی شریعت کے فروع کا حل اور جزئیات احکام کا استنباط۔ یونان۔ ہندوستان مصر وغیرہ کو چھوڑئیے۔ روم کو لیجئے کہ اس کا "رومن لا" آج خدا معلوم کتنے دماغوں کو مرعوب کئے ہوئے ہے لیکن جو بسط و وسعت اسلامی فقہ کو حاصل ہے "رومن لا" غریب کو اس کا عشر عشیر بھی تو نصیب نہیں۔

مولانا روم خواجہ حافظ۔ سعدی شیرازی، اور نظامی گنجوی۔ خسرو اور جامی۔ سنائی اور عطار صدیوں سے کس کے نام پر سر دھن رہے ہیں۔ کس کے پیام کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ کس بڑے کا سہارا پکڑ کر خود بڑے بن چکے ہیں۔ وہی بادیہ عرب کا بوریہ نشین جو شاید شعر موزوں پڑھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اور جس کے لئے شاعری موجب فخر نہیں۔ باعث ننگ تھی۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔ نہ ہم نے نبی کو شعر سکھایا اور نہ یہ اس کی شایانِ شان ہے، دنیا کے بڑے بڑے شاعروں نے آجتک کسی بادشاہ کی شان میں ایسے سوز و گداز کے ساتھ قصائد لکھے ہیں؟

عمر فاروقؓ اور علی مرتضیٰؓ کے نام سے کیسے کیسے سورماؤں کے کلیجے دہل گئے ہیں۔ خالد سیف اللہ کی شمشیر اور عمرو بن عاص کی تدبیر نے پتھروں کو پانی کر کے بہا دیا۔ لیکن یہ سب خود کس شمع کے پروانے تھے؟ کس کے آستانہ پر جبیں سائی سے رفعتیں اور بلندیاں حاصل کرتے رہے؟

کیا دنیا میں امیوں اور ان پڑھوں کو بھی مرتبے حاصل ہوا کرتے ہیں؟ امیوں کو چھوڑئیے جو زیادہ سے زیادہ پڑھے لکھے گذرے ہیں ان میں سے کسی کو بھی ایسے شارح ایسے خادم نصیب ہوتے ہیں؟

مصر کے جامع ازہر اور آزاد اسلامی ممالک کے مدرسوں کو چھوڑئیے غلام اور بے نوا ہندوستان میں جہاں عربی کے سکہ کا چلن کسی بازار میں بھی نہیں، آخر ندوہ اور دار العلوم دیوبند۔ عالیہ کلکتہ اور دار الحدیث رحمانیہ دہلی جیسے عظیم الشان مدارس کس کا نام لئے ہوئے چل رہے ہیں؟ جامعہ ملیہ کس کی امت کی خدمت کی خاطر زندہ ہے؟ علیگڈھ آزادیوں کے دعوے کے باوجود کس کے دین و آئین کی پابندی پر نازاں ہے؟ ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے قریوں اور موضعوں، عرب کے ریگستان اور چٹیل میدان۔ افریقہ کے صحرا اور بیابان سے لیکر لندن اور پیرس برلن اور امریکہ کے تمدن زاروں تک ہر روز اور ہر روز میں بھی پانچ پانچ بار کسی کے نام کی پکار اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ بلند ہوتی رہتی ہے؟ اپنی ذاتی عقیدتمندی کو الگ رکھئے محض ایک خالی الذہن اور ناظر فدار تماشائی کی حیثیت سے محض واقعات پر نظر کر کے فرمایئے کہ یہ مرتبہ یہ اکرام دنیا کی تاریخ معلوم سے لیکر آجتک کبھی ہادی کسی رہبر، کسی مخلوق کو حاصل ہوا ہے۔ جس بے کسی اور بے بسی سے عین اسوقت جبکہ اسے زور اور قوت والے سرداران قریش اپنے خیال میں کچلکر بیس کر دبا چکے تھے اور اس کا نام و نشان تک مٹا چکے تھے یہ وعدہ ہوا تھا کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اگر آج اس کا بلند نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟ نام اس کا سرافراز اور سربلند نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟ بلندی ذکر کی یہ وہ تفسیر ہے جو واقعی عمل و نہاد پر ساڑھے تیرہ سو برس سے ثبت چلی آتی ہے جسے چشم روزگار اسے صدیوں سے پڑھتی چلی آرہی ہے۔ اور خدا

معلوم کب تک اسی طرح پڑھتی رہیگی۔

حشر کے دن عند اللہ اس بندہ کا اللہ کی خاص عنایات و نوازشات سے جو مرتبہ ہوگا وہ تو ہوہی گا اس سے قطع نظر کرکے ذرا صرف اس مرتبہ کا تصور کیجئے جو محض اس بلندی ذکر کے لحاظ سے اس روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ فوج کی فوج انبوہ در انبوہ ادہر سے ملوک و سلاطین چلے آرہے ہیں۔ اُدہر سے بڑے بڑے نامور جنرل اور سپہ سالار، ایک طرف سے محدثین کرام جوق درجوق چلے آرہے ہیں اور دوسری طرف سے مفسرین عظام۔ اہل فقہ۔ اہل اصول۔ اہل کلام۔ اہل تصوف اہل لغت۔ اہل سیر۔ اہل رجال۔ اہل نحو۔ اہل صرف۔ اہل معانی۔ اہل بیان۔ اہل فلسفہ۔ اہل منطق۔ اہل اخلاق جس فن کو بھی لیجئے اس کے ائمہ و ماہرین ادب سے آنکھیں نیچی کئے ہاتھ باندھے ہوئے خادمانہ انداز سے گرد و پیش حلقہ کئے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی انعام کی پوری وسعت کا تصور کس کے بس کی بات ہے؟　　　　(ماخوذ)

ہجرت نبوی کی عظمت اور اسکے اہم نتائج

(مترجمہ مولوی محمد امین صاحب مبارکپوری حال وارد مدرسہ رحمانیہ دہلی)

آنحضورؐ کی عمر کے چالیسویں برس میں جو جملہ انبیا کی بعثت و ظہور کا وقت ہے، خلاق عالم نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تاج نبوت سے مشرف فرماکر تمام روئے زمین کے لئے بشیر و نذیر بناکر بھیجا، تاکہ آپ راہ ہدایت کیلئے ایک منور چراغ، عالم کے لئے رحمت۔ اور مکارم اخلاق کی ایک جیتی جاگتی تصویر بنکر دنیا کو اپنے رنگ میں رنگدیں۔ چنانچہ آپ پر جو کلام اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ تمام لوگوں کی ہدایت و رہبری کیلئے بہترین اور بے نظیر کلام ہے اس میں کوئی ایچ پیچ نہیں۔ وہ اپنے ماننے والوں کو جہالت و شقاوت، فساد و ظلم کی تاریکیوں سے نکالکر یقین و علم، عدل و اصلاح کی روشنی میں لاکھڑا کرنیوالا ہے۔ چنانچہ آپ منصب نبوت سے سرفراز ہونیکے بعد کامل تیرہ برس مکہ میں رہ کر شرک و اصنام پرستی کو مٹاتے اور توحید الٰہی کو جاتے رہے۔ افکار انسان کو اوہام و خرافات کی قیدوں سے نجات دلاکر حریت کا علم بردار بنانے۔ رئیسوں کے ظلم و استبداد اور پادری و رہبان کی ناجائز حکمرانی سے آزاد کرکے دین اور علم کا ماہر بنانے میں کوشاں رہے۔ الغرض جہل و نادانی کی مصیبتوں اور تاریکیوں کے عین شباب کے وقت حضور دین اسلام کی نشر و اشاعت میں مصروف و مشغول تھے۔

ابتداً فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم تین برس تک توحید پرستی کی درپردہ تبلیغ کرتے رہے، اور اپنی قوم کی استعداد کا اندازہ کرتے ہوئے صاف قلوب سے آباؤ اجداد کی موروثہ تقلید اور عقائد باطلہ کی گرہ کشائی کر رہے تھے، اور آپکی دعوت سے جو قریش اثر ہو رہا تھا اس کا بھی اندازہ فرمارہے تھے، اور یہی ایک حکیم و دانا کی شان بھی ہے کہ وہ ہر معاملہ پر غور و خوض کرتے ہوئے ضرر رساں چیز سے احتراز و احتیاط برتے اور خطرہ کے قبل ہی پوشیدہ طریقہ سے مقابلہ کیلئے اپنے پائے ثبات کو مستحکم او مستقل کرے۔ اور مصلحت وقت بھی اس بات کی متقاضی تھی کہ مختلف اجتماعی قوتوں کا ہمہ وقت موازنہ کیا جائے اور

پاس اتنا پادر ہو کہ بوقت ضرورت حملہ بھی بآسانی کیا جاسکے اور مخالف کے اچانک حملہ سے محفوظ بھی رہ سکیں۔ اسلئے کہ جس چیز سے عام لوگ مالوف و مانوس ہوگئے ہوں۔ اس کی مخالفت ایک دشوار امر ہے، یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار اصحاب کی ایذا دہی میں قریش نے مختلف اقسام کی ستم خیزیاں روا رکھی تھیں جن کو سنکر سر درمند متنفس لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے ؛ اور آپ کے ساتھ ایسا سلوک کرتے تھے کہ جس سے انسانیت پناہ مانگتی ہے اور ان ہولناک مصیبتوں کا تصور ہی کرتے دل بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن مستحق مبارکباد ہیں وہ مومنین جنھوں نے ان کا مقابلہ نہایت جوانمردی، ثبات قدمی اور صبر وسکون سے کیا اور جس وقت فاطر السموات نے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ یعنی (جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو آپ کر گذریئے) کا حکم نازل فرمایا تو محبوبِ خدا بلاخوف و ہراس کھلم کھلا تبلیغ کرنے لگے۔ اور اس کی ابتدا ہوتے ہی قریش اور زیادہ برانگیختہ ہوگئے اور حضور صلعم اور آپ کے اصحاب کی ایذا دہی میں اور زیادہ سختی کرنے لگے لیکن آپ باوجود راحت و آرام کے عنقا ہونے کے پہلے سے بھی زیادہ فریضہ تبلیغ کی انجام دہی میں سرگرم نظر آنے لگے تو سرداران قریش نے اس چیز کی لالچ دلائی جس کو دیکھکر ہر کس و ناکس اس پر لٹو اور فریفتہ ہو جاتا ہے یعنی حضورؐ کی تبلیغی سرگرمی کو قریش کے ذی اثر اصحاب نے دیکھکر حضورؐ کے سامنے یہ بات پیش کی کہ اگر آپ سلطنت چاہیں یا جاہ و جلال تو ہمیں منظور ہے لیکن حضورؐ نے بالکل بے باک ہو کر ان کی اس خواہش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا سنو! جو شخص دعوت الی اللہ کے لئے خالق عالم کی طرف سے مامور ہوتا ہے وہ ایسی حرص و طمع میں پھنسکر اپنے اصلی مقصد سے باز نہیں رہتا۔ بلکہ وہ تو لوگوں کیلئے ہادی اور اپنے مولا کا پیغام ہر ہر فرد تک پہنچانے کیلئے بے چین اور پریشان رہتا ہے۔

جس وقت وہ لوگ عاجز ہوگئے تو آپ کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور حضورؐ کی ناجائز شکایتیں کیں اور اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ سے روکدیں، یا وہ پیغمبرؐ کو ان کے سپرد کردیں۔ لیکن ابوطالب نے ان کے اس مطالبہ کو کچھ اہمیت نہ دی پھر دوبارہ ابوطالب کے پاس ڈیپوٹیشن آیا اور دھمکا کر کہنے لگا کہ اب آپ کے بھتیجے کی تبلیغ ہرگز قابل برداشت نہیں، ہماری عقلوں کو وہ ناکارہ اور ہمارے اصنام کی عیب جوئی کرتے ہوئے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ آپ ان کو اس سے باز آجانے کا حکم فرمادیجئے۔ ورنہ ہم لوگ آپ دونوں کے ساتھ نہایت برا سلوک کرینگے۔ اس دھمکی اور اشتعال انگیز کلام کے سننے کے بعد ابوطالب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا اور کہا اے میرے بھتیجے! تم اپنے نفس پر اور مجھ پر ترس کھاؤ اور مجھ پر وہ بوجھ نہ لادو جس کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو جو جواب دیا ہے وہ سنہرے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ شجاعت اور ثبات قدمی کے قالب میں ڈھلا ہوا ہے۔ فرمایا وَاللّٰهِ يَا عَمِّ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِي وَالْقَمَرَ فِي شِمَالِي عَلٰى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أُهْلِكَ مَا تَرَكْتُهُ (یعنی خدا کی قسم اے چچا قریش میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب لاکر رکھدیں اور یہ کہیں کہ میں اپنے فرض کو چھوڑدوں تو غیر ممکن ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ دیگا یا میں ہلاک کردیا جاؤں گا)

حضورؐ کا یہ جواب ثبات قدمی کا عظیم الشان مظاہرہ ہے اور آپ کے عقیدہ کی حسین و جمیل تصویر ہے۔ قریب تھا کہ آب وہوا میں ایک ہیجان بپا ہو جائے یہانتک کہ ابوطالب آپ کے اس شجاعانہ جواب پر بول اٹھے کہ جو کچھ چاہیں آپ کریں میں

حتی الامکان قریش کو منع کرونگا کہ آپ اور آپ کے اصحاب پر کسی قسم کا ظلم وستم روا نہ رکھیں۔ لیکن جب قریش جور وستم میں حد سے تجاوز کر گئے تو پیغمبر نے اپنے اصحاب کو یہ حکم فرمایا کہ وہ لوگ ملک حبش کی طرف ہجرت کر جائیں اسلئے کہ شاہ نجاشی پیکر عدل وشرافت تھا۔ قریش نے مسلمانوں کا وہاں بھی پیچھا کیا۔ اور بادشاہ حبش کے دربار میں تحفے وغیرہ پیش کر کے مسلمانوں کو وہاں سے نکلوانے کی سازش کی، لیکن شاہ حبش نے قریشی ڈیپوٹیشن کو نامراد واپس کر دیا۔ اور پھر خود بھی مشرف باسلام ہوا اور موت بھی اسلام ہی پر ہوئی جس کی نماز جنازہ غائبانہ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

اس ہجرت اول کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مع آپ کے چچا ابوطالب اور ان کی اہل وعیال کے مکہ کی ایک گھاٹی میں محصور کر دیا، اور ان دونوں سے کامل تین سال تک شادی بیاہ، خرید وفروخت وغیرہ یکلخت بند کر دیا۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ درختوں کے پتے کھا کھا کر زندگی کے دن گذارنے لگے۔ تیسرے سال کے آخری ایام میں آپ کی غمگسار بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور آپ کے ہمدرد چچا ابوطالب ایک ہی ماہ کے اندر اندر انتقال کر گئے۔ اب وہاں تن تنہا رہنا آپ کو بار معلوم ہوا تو طائف کی جانب ہجرت فرما گئے۔ جب آپ طائف پہنچے تو آپ نے اہل طائف کو اسلام میں داخل ہونے کی اور آپ کے ساتھ تعاون کرنے کی دعوت دی۔ اس دعوت کو ان لوگوں نے نہایت بری طرح رد کر دیا۔ اور داخل اسلام ہونے سے بیزاری ظاہر کی، بلکہ غلاموں اور لڑکوں کو ورغلا کر آپ کے پیچھے لگا دیا جو آپ کو پتھر مارتے تھے۔ یہانتک کہ آپ کے دونوں قدم شریف خون آلود ہوگئے۔ اور جب تکان اور ماندگی سے بالکل عاجز ہوگئے تو ایک سایہ دار درخت میں پناہ لی۔ اور وہاں استراحت فرمایا پھر قاضی الحاجات کی درگاہ میں جو دعا کی ہے وطبعی آواز سے زیادہ رقیق، اور نغمات موسیقی سے زیادہ لطیف اور پاکیزہ ہے، نہایت ہی مؤثر اور رقت انگیز ہے، اور اس رنج وصدمہ کے وقت بھی خدا کی عظمت ومحبت سے بھرپور ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ۔ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ، وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ، اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ، اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ؟ اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا اُبَالِيْ، وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِيْ غَضَبَكَ، اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ، لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔

(یعنی الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترشرو کے یا دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں، تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور دنیا ودین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے۔ یا تیری ناراضمندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔"

طائف کے واقعہ ہائلہ کے بعد پروردگار نے نبی صلی اللہ علیہ پر وحی فرمائی کہ وہ عربی قبائل میں بغرض تبلیغ تشریف

لیجائیں۔ اور ان کی مجلسوں اور میلوں میں حاضر ہو ہو کر توحید کی دعوت دیں خصوصاً حج کے زمانہ میں اللہ کے کلمہ کا عام طور سے پرچار کریں تاکہ کچھ ایسے انصار و مددگار پیدا ہو جائیں جن کے ذریعے سے آپ صنم پرستی اور جہالت کے سنگین قلعوں کو با آسانی منہدم کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے اس موقعوں پر تبلیغ شروع کی تو مدینہ کے چھ آدمیوں نے پہلے ہی سال آپ کی دعوت کو لبیک کہا۔ اور دوسرے سال بارہ آدمیوں نے، اور ایسے ہی تیسرے سال ستر آدمی اور دو عورتوں نے خالص توحید اور اتباع دین محمدی کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

جب پیغمبر علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ مدینہ میں آپ کے کچھ ایسے انصار و مددگار ہیں جو آپ اور آپ کے اصحاب پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کر رہے ہیں تو بقیہ اصحاب کو بھی حکم دیدیا کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ جبوقت اہل مدینہ کے ساتھ اس بیعت اور عہد و پیمان کے نتائج کو قریشیوں نے محسوس کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت "دار الندوہ" میں ایک بڑی ہوٹ مجلس منعقد کی اور بحث و تمحیص کے بعد باتفاق رائے یہ قرار پایا کہ ہر ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان منتخب کئے جائیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک تلوار دیدیجائے پھر جبوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائیں تو یہ سب ملکر ان پر دفعۃً حملہ کر دیں تاکہ محمدؐ کا خون ہر ہر قبیلے پر عائد ہو جائے۔ ایسی صورت میں بنو عبد مناف تمام عربی قبائل سے بدلہ نہ لے سکیں گے۔ مجبوراً ان کو دیت پر راضی ہونا پڑے گا۔ اس ناپاک تجویز کی رپورٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی دی اور آپ کو حکم ہوا کہ اس رات میں جو اس ہولناک جرم کیلئے معین کی گئی ہے مکہ سے ہجرت کر جائیں۔ آپ نے اس واقعہ کی خبر سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کو نہ دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ارادہ کو سنکر رفاقت کی درخواست کی چنانچہ صدیق اکبر کی اس درخواست کو آپ نے منظور فرمایا۔ منظوری پاکر ابوبکرؓ کو اس قدر خوشی ہوئی کہ فرط مسرت سے رو پڑے۔ دو سواری اور کچھ زاد راہ لائے۔ اور ایک ماہر رہنما اجرت پر مقرر کیا کہ وہ تین دن کے بعد غار ثور پر ان لوگوں سے ملے۔ کوچ کی شب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خوابگاہ پر علی ابن ابیطالبؓ کو اپنی چادر اڑھا کر سلا دیا اور تقریباً نصف رات میں سورہ یٰسین کی یہ آیت پڑھتے ہوئے گھر سے نکل پڑے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ یعنی ہم (اللہ) نے ان کے سامنے اور ان کے پیچھے دیوار کھڑی کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا پس وہ نہیں دیکھتے ہیں۔" چنانچہ آپ بحفاظت و باطمینان نکل گئے کسی کو بھی آپ کے جانے کا علم نہ ہوا۔ پھر آپ اور ابوبکرؓ غار ثور میں جا کر چھپ گئے۔ جب صبح نمودار ہوئی کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے اور بجائے آپ کے آپ کی خوابگاہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھکر تمام کے تمام حیران و ششدر رہ گئے۔ سرداران و محافظین قریش نے ان کی تلاش میں لوگوں کو پھیلا دیا کہ جلد از جلد دونوں گرفتار کر لئے جائیں اور گرفتار کرنے والے کے لئے خواہ زندہ قید کر لائے یا قتل کر کے۔ سو اونٹ انعام مقرر کر دیئے چنانچہ تلاش کرنیوالے غار ثور کے منہ تک پہنچے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے قدموں کی چاپ سنکر خوفزدہ ہو گئے کہ مبادا اگر کسی نے بھی اس غار میں نظر کی تو فوراً دیکھ لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ یعنی اے ابوبکرؓ گھبراؤ نہیں ہمارے ساتھ پروردگار موجود ہے اور اسی واقعہ کی جانب قرآن نے بھی ان آیات میں اشارہ کیا ہے ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ

عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (یعنی جو دونوں غار میں تھے ان کے دوسرے (نبیؐ) نے اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہا گھبراؤ مت، اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکون اتارا اور ان کی ایسے لشکر سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا ۔"

جب تک غار میں رہے ان دونوں حضرات کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ رات میں آیا جایا کرتے تھے۔ تین روز کے بعد جب قریش مایوس ہو کر بیٹھ گئے تو وہی مقرر شدہ رہبر دو سواریوں کو لیکر غار پر پہنچا اور ان دونوں کو نکالکر لوگوں کی نظروں سے بچاتا ہوا قبا میں پہنچادیا آپ نے وہاں چند روز تک قیام فرمایا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی جس کو خود اللہ نے فرمایا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰی - اس کے بعد قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں چند دن ٹھیر کر عازم مدینہ ہوئے۔ آپ قبیلہ بنی سالم میں جمعہ کے روز پہنچے جمعہ ادا کرنے کے بعد مدینہ پہنچے وہاں آپ نے مع اپنے اصحاب کے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو آجکل مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے اتمام مسجد کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین سلسلۂ مواخاۃ قائم کیا تاکہ یہ مواخاۃ جہاد کے لئے شرک اور بت پرستی کے محو کرنے میں ایک پائیدار حربہ بنے۔ یہی مواخاۃ ہی کا نتیجہ تھا کہ قلیل مدت میں بہت سے شہروں کو فتح کر لیا گیا۔ جنکو رومی مدتوں کی جدوجہد کے باوجود بھی فتح نہ کر سکے تھے۔ اسی مواخاۃ ہی کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامی سطوت وقوت مشرق سے مغرب تک پھیل گئی۔ اور لوگ کثیر تعداد میں جوق در جوق آ آ کر جو عرصہ دراز سے کمینہ عادات، خرافات، اوہام کی شاہی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اسے توڑ کر اس اسلام میں جو مساوات، رفق، تسامح، حسن معاملہ، حریت وغیرہ، کمالات ومحاسن کا جامع اور علمبردار ہے داخل ہونے لگے۔ الغرض اسلام کی حریت اور اس کے ظہور و قوت کا باعث، حق کو باطل سے جدا کرنیوالی، جہالت کو مٹانے والی علم کو پھیلانے والی چیز ہجرت نبویہ ہی ثابت ہوئی۔

اب ہم آپ کے سامنے مختصر اور مجملاً ان عبرت انگیز ونصیحت آموز امور کو پیش کرتے ہیں جو واقعہ ہجرت سے مستنبط ہوتے ہیں

(۱) سچائی اور حق کے مبلغ اور معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ظلم وستم سہنے کا عادی ہو اسے ایک ایسے ماہر اور تجربہ کار کسان کی طرح ہونا چاہیے جو تبلیغ کیلئے بہتر اور اچھی زمین پسند کرے تاکہ ہدایت وصداقت کی تخم ریزی ضائع نہ ہونے پائے۔

(۲) ابتداءً ثابت قدمی، پھر تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر، غصے کے وقت تحمل وبرداشت۔ عمل میں اخلاص، سچی جدوجہد، یہی وہ چیزیں ہیں جو فتح وظفر کی ضامن اور فلاح ونجاح کی بنیاد ہیں۔

(۳) اولاً فکر سلیم اور تدبر بالغ ہو، اور پھر بلند ہمتی کے ساتھ عملی جدوجہد ہو۔

(۴) سفر کے لئے زاد راہ لینا اور اعلان حق کے لئے جہاد کرنا واجب ومشروع ہے اور یہ توکل علی اللہ کے منافی نہیں۔

(۵) دین وملت، وطن وقوم سے زیادہ عزیز ہے اور اگر اصلاح ورشد کی کوئی صورت نہ ہو سکے تو ایسے فتنہ کے وقت انھیں چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہیے۔

(۶) حق کی حمایت ونصرت اور اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا ہر شخص کا شیوہ ہونا چاہیے۔ اسلئے کہ جو شخص حق کو پہچان لیگا اسکے لیے ممکن نہیں کہ وہ اسے کمزور دیکھنا گوارا کرے۔ خواہ اس میں اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اس لئے کہ راہ حق میں فنا ہو جانا ہی بقا اور عین حیات ہے۔ باطل کو اسی وقت تک فروغ ہے جب تک اہل حق اس سے غافل ہیں۔ ورنہ

اہل حق کی تیز نگاہیں پڑتے ہی وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح آفتاب کی گرم شعاعوں کے سامنے برف پگھل کر بہ جاتی ہے
(۷) ہجرت ہی کے ذریعہ اسلام کو غلبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد حاصل ہوئی۔ عدل و رواداری ہی اسلام کی اشاعت کا باعث بنی۔ صحابہؓ اور سلف صالحینؒ اپنی ایمانی قوت، عملی سرگرمیوں کو جاری رکھتے ہوئے اللہ پر صحیح توکل، اپنے فرائض کی انجام دہی میں پوری پابندی، اور آپس کے تعاون و تناصر، ہمدردی و ہم آہنگی کی بنا پر قربانی اور فداکاری کے جذبات سے سرشار تھے، جس نے انھیں دنیا میں لازوال عزت اور بے پناہ سطوت عطا فرمائی۔ پس مسلمانوں آؤ ہم بھی واقعہ ہجرت کی ان مبارک نصیحتوں، اور اس نہ مٹنے والے نقش کی پاک تعلیموں کو اپنا دستور العمل بنا کر ہر قسم کی سربلندیوں اور اللہ کی رحمتوں کے مستحق قرار پائیں۔ (الفتح مصر)

ثمرۂ اتحاد و اتفاق

(از مولوی ابو شحمہ خاں صاحب بستوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

قانون الٰہی (قرآن مجید) نے نہ صرف امت اسلامیہ بلکہ تمام اقوام عالم کی موت و حیات ترقی و تنزل سعادت و شقاوت نہایت واضح طور سے دو لفظوں میں منحصر کر دیا ہے یعنی اجتماع و ائتلاف انشتات و انتشار — اجتماع کے معنی ہیں مختلف چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا۔ اور انشتات و انتشار عرب والے ایسی جگہ استعمال کرتے ہیں جہاں کسی چیز کا شیرازۂ نظام بکھر جائے یا کسی قوم کی جنگی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔ اگر قوموں کے عروج و زوال حکومت و محکومی عزت اور ذلت پر نظر ڈالی جائے تو سب انھیں دو قوتوں کے ماتحت گردش کرتی ہوئی دکھائی دیں گی دوسرے لفظوں میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ کی نیرنگیاں انھیں قوتوں کی مرہون منت ہیں مثلاً اجتماع کی حالت جب مادہ پر طاری ہو تو تخلیق اور تکوین کے مراتب آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور اگر انضمام کی جگہ انتشار اس پر آگیا تو تکوین کی جگہ فساد اور وجود کی جگہ عدم اور فنا کا اطلاق ہونے لگتا ہے اور اگر یہی انضمام اور اجتماع کی حالت قومی اور ملی زندگی کی قوتوں اور عملوں پر ظاہر ہو تو حیات قومی اور اجتماع کے خوشگوار ثمرات اس سے چنے جاتے ہیں اور اس کا ظہور قومی اقبال و ترقی نفوذ و تسلط کی شکل میں دنیا کے سامنے آتا ہے لیکن اگر کہیں اس حیات قومی اور اجتماعی کے سرسبز اور شاداب درخت پر تفریق اور تشتت کی باد سموم چلنے لگی تو سمجھ لو کہ اس قوم کا وہ تیز رفتار گھوڑا جو اقبال و ترقی کے مراحل طے کر رہا تھا نہایت تیز گامی سے ادبار اور تسفل کی منزلوں کی طرف جا رہا ہے اور دنیا دیکھتی ہے کہ اس قوم پر اقبال کی جگہ ادبار عروج کی جگہ تسفل اور ترقی کی جگہ تنزل عظمت کی جگہ ذلت حکومت کی جگہ محکومی کی لعنت اس پر چھا جاتی ہے اور حیات قومی پر موت کی بجلی گر پڑتی ہے جو اس کو جلا کر خاکستر کر ڈالتی ہے۔ اس کا حشر یہ ہوتا ہے کہ اس کے وجود نامسعود سے دنیا خالی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور اصل اتفاق و اتحاد کو بیان کیا ہے اور اس کو قرآنی اصطلاح میں

اِعْتِصَام بِحَبْلِ اللہِ سے تعبیر کیا ہے اللہ رب العزت نے اتفاق و ائتلاف کو اپنی نعمتوں میں انسانوں کے لئے سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا۔ اے مسلمانوں تم سب ایک مرکز پر جمع ہو جاؤ باہم۔۔ ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو سب کے ہاتھ ایک رسی سے وابستہ ہوں تم اللہ کی عظیم الشان نعمت کو نہ بھولو جس سے تم کو سرفراز کیا۔ تمہارا حال یہ تھا کہ تم لوگوں کا رشتہ بالکل ایک دوسرے سے ٹوٹا ہوا تھا اللہ نے اپنے رسول برحق کے ذریعہ تم سب کو ایک جگہ لاکر جمع کر دیا۔ پہلے ایک شخص دوسرے کا جانی دشمن تھا۔ لیکن اسلام نے سب کو بھائی بھائی بنا دیا، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اتفاق بین القلوب اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر تم زمانہ کا سارا خزانہ اس کے حاصل کرنے میں خرچ کر ڈالتے تب بھی اس نعمت کو حاصل نہیں کر سکتے تھے یہ اللہ ہی کا فضل ہے جس نے متفرق دلوں کو اکٹھا کر دیا۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ قانون الٰہی اس بات کا مبین ہے کہ تفرق اور تشتت کی زندگی کو بقا نہیں اسلئے امت محمدیہ کو سمجھا دیا گیا کہ اختلاف آپس میں نہ پیدا کرو کیونکہ اتفاق اللہ رب العزت کی نعمت ہے اور کفران نعمت کرنے والا اعداللہ فلاح یاب نہیں ہو سکتا۔ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ۔ جن قوموں نے اپنے ہادی کے بعد اختلاف کیا آخر ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا بجائے حاکم کے محکوم بنا دیئے گئے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ۔ آپس میں جھگڑو مت ورنہ سست ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔ ریح کا معنی مجاہد نے حرب بیان کیا ہے اس بنا پر یہ مطلب ہوگا کہ اختلاف کے باعث تمہاری جنگی قوت کمزور ہو جائے گی وہ اتفاق ہی کا تو ثمرہ تھا جسوقت عقبہ بن فہری جو شمالی افریقہ کا فاتح ہے جبوقت بحر ظلمات پر لشکر اسلامی کے ساتھ پہنچا تو کہا کہ اے خدا اگر یہ بحر ظلمات کی موجیں تیرے نام کے جلال اور عظمت کے پھیلانے میں مانع نہ ہوتیں تو میں کلمۃ اللہ کی اشاعت میں دنیا کی انتہائی حدود تک پہنچ جاتا۔

مذکورہ بالا قانون الٰہی کے ماتحت تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو مسلمانوں کی قومی زندگی اور عروج کا اصلی دور وہی تھا جب ان کی قومی اور انفرادی مادی اور معنوی۔ اعتقادی اور علمی زندگی پر اجتماع اور ائتلاف کی رحمت چھائی ہوئی تھی اور ان کے ادبار اور تنزلی کی اصلی بنیاد اسی دن پڑی جب مسلمانوں کی حیات اجتماعی پر اختلاف و تفریق کی بجلی گری اور انتشار کی نحوست انپر چھا گئی آج ایک ہزار پر ساڑھے تین سو سال زاید گذر چکے علماء امت مسلمانوں کے عروج و زوال اور اسلامی سلطنتوں کے سقوط پر خواہ مخواہ بحثیں کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی جویائے حقیقت تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرے تو تمام ادبار و زوال صرف اسی ایک چیز یعنی باہم نااتفاقی و چپقلش کا نتیجہ ملیں گے۔

کیا یہ واقعہ نہیں کہ اسلام کا مورخ آج خون جگر سے بے رحم تاتاریوں کے وحشیانہ سلوک کو جو انھوں نے قابل رحم مسلمانوں کے ساتھ برتا ہے جریدہ عالم پر ثبت کیا۔ لیکن تاریخ کے اس دردانگیز باب کے ماتم سے کوئی مورخ فارغ ہو سکا ظالم تاتاریوں کو انسان کون کہہ سکتا ہے یہ وحشی تاتاری درندوں سے بدتر تھے لیکن اگر آپ واقعات کے اسباب پر غائر نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ ان وحشی تاتاریوں کی ابتدائی تاخت اور آخری لوٹ دونوں کا اصلی سبب مسلمانوں کی فرقہ بندی، باہمی جنگ

وجدال اور ان کی جاہلی عصبیت ہوئی۔ اسلام کی بربادی کا دروازہ شیعوں اور خارجیوں کی باہمی تکفیر اور اختلاف مسائل سے کھلا اور اس کی تباہی کی تکمیل حنفیوں اور شافعیوں وغیرہ کی باہمی نزاع سے ہوئی۔ چنگیز خاں نے وسط ایشیا کے قرب وجوار کے علاقوں پر اپنا قبضہ جما لیا تھا لیکن اس کے آگے ایک جریب زمین بھی اپنے قبضہ میں نہ کر سکا اس کے انتقال کے بعد جب سلطنت اس کے پوتوں میں تقسیم ہوئی تو وسط ایشیا اور اس کے ملحقات ہلاکو خاں کے حصہ میں آئے اس کو بھی ایک قدم آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ اسلامی سلطنتوں کا دبدبہ اور رعب جو مسلسل چھ سو برس سے نہایت شوکت وجلال سے قائم تھا ابتک ان کے دلوں سے محو نہیں ہوا تھا اس اثنار میں گردش زمانہ نے جو پلٹا کھایا ہے تو اچانک فتح وتسخیر ہلاکو خاں کے قدموں کو چومنے لگی خراسان میں حنفیوں اور شافعیوں کی چپقلش کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر وقت فریقین میں جنگ وجدال کا تنور بھڑکتا رہتا تھا طوس کے حنفیوں نے شافعیوں کے بغض وعداوت میں پڑکر ہلاکو خاں کو حملہ کی دعوت دی اور کہا کہ ہم لوگ جنگ میں تمہارے دوش بدوش ہونگا ور انھیں حنفیوں نے اپنے مسائل غیر منصوصہ کی حمایت میں مبہوت ہوکر شہر کے دروازے کو کھول دیا بخدا پھر کیا تھا؟ جسوقت تاتاریوں کی مصقل تلواریں چمکی ہیں تو نہ کسی حنفی کو چھوڑا (جو ان کے معین ومددگار تھے) اور نہ کسی شافعی کو۔ دونوں کا خاتمہ کر دیا۔ گو خراسان کی فتح کے بعد جو چیز بغداد کے فتح ہونے میں سدراہ تھی اب زائل ہو چکی تھی لیکن پھر بھی ہلاکو خاں کو عباسی خلافت پر تاتاری پرچم لہرانے کا موقع نہ ملا۔ بالآخر اس کی بھی بربادی خود مسلمانوں ہی کی تفریق کی "مرہون منت" ہوئی۔ جسطرح سے آجکل لکھنؤ میں مسلمانوں کی دو جماعتیں شیعہ وسنی ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلنے پر تلی ہوئی ہیں اسی طرح بغداد بھی اُن دنوں میں شیعہ اور سنی کے باہمی پیکار کا رزمگاہ بنا ہوا تھا علقمی وزیر نے خواجہ نصیر الدین طوسی (معتمد ہلاکو خاں) کے ذریعہ ہلاکو خاں کو حملہ کے لئے بلا بھیجا علقمی کی بے ایمانی اور دین فروشی نے خلیفہ معتصم کو گدھے کی کھال میں سلوا کر بے رحم تاتاریوں کے بوٹ کی ٹھوکروں سے شہید کرا دیا اور وہ بغداد جسکو عروس البلاد کہا جاتا تھا۔ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ سلطنت دہلی مرہٹوں یا انگریزوں کے ہاتھ سے برباد ہوئی۔ لیکن نہیں سلطنت مغلیہ کی بربادی کا سبب نہ وارثان سیواجی ہیں۔ اور نہ لارڈ کا ئیو۔ بلکہ وہ شجاع الدولہ کا ہاتھ ہے جس نے اس بڑے کام کو انجام دیا اسی نے روہیلکھنڈ کی طاقتور اسلامی ریاست کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کر کے مرہٹوں اور انگریزوں کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ بیت المقدس پر عیسائی جھنڈا کس نے بلند کیا؟ پورے عراق اور شام اور پورے فلسطین پر عیسائی قوموں کو کس نے مسلط کیا؟ یہ مسلمانوں ہی کے سپوت شریف حسین، شریف فیصل، شریف عبداللہ تھے جو اپنے کندھوں پر صلیبی علم اٹھائے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ اسی طرح تدریجا اسلام کی بربادی اپنی آخری منزل تک پہنچ گئی یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جماعتی زندگیوں کے عذابوں میں سب سے بڑا عذاب یہ بتلایا کہ کسی جماعت متحدہ کا مختلف ہو جانا اور پھر ایک گروہ کا اپنی مخالف جماعت کو شدت کے ساتھ ذلت ونکبت کا مزہ چکھانا قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ یعنی اے نبی کہدو کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجدے یا تمہیں متفرق کر دے اور پھر تم آپس میں ایک دوسرے کو اپنی قوت کا مزا چکھانے لگو۔ غرناطہ، بلنیہ، اشبیلہ اور قرطبہ میں

مسلمانوں کا پایہ تخت ہونا مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا ثمرہ تھا اور ان ممالک اسلامیہ کی بربادی ان کے تفرق کا نتیجہ ہے سرزمین اندلس میں ، جہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک اپنی حکومت کو شان و شوکت کے ساتھ قائم رکھا تھا اس کے زوال کے بعد ایک جگہ بھی ایسی باقی نہ رہی جو ان کو اپنی پناہ میں لے پس ہمارے اختلاف کا بدلہ ہم کو دنیا ہی میں مل گیا۔

مسلمانو ذرا سوچو تو کہ آج ہم ہی کیوں تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں دنیا کی ذلتیں اور رسوائیاں ہمارے ہی لئے کیوں لازم کردی گئی ہیں۔ آہ! جس سرزمین میں ہم حاکم تھے وہیں کے ہم محکوم بنادیئے گئے۔ جس جگہ ہماری شان و شوکت کے آثار نمایاں تھے آج انھیں در و دیوار پر ہماری غلامی کی دستاویز آویزاں ہے۔ اللہ رب العزت ہماری اصلاح فرمائے اور ہماری عظمتوں کو پھر لوٹا دے۔ آمین۔

سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کی عدل پروری و رحمدلی کا ایک تاریخی واقعہ

(از مولوی عبیدالرحمٰن صاحب طالب مبارکپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ذیل میں ادارہ "الہلال مصر" کی شائع کردہ کتاب "خفایا المقصور" سے ایک تاریخی واقعہ ناظرین محدث کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے جس میں اسلامی فرمانروا سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس کی عدل پروری دشمنوں اور قیدیوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک و کرم نوازی کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے۔ (مترجم)

"روجیہ بیکون" نے اپنے خادم سباہی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا) کیا جو کچھ تم نے بیان کیا وہ صحیح اور درست ہے؟

"خادم" (نے جھکتے ہوئے جواب دیا) میرے آقا بالکل سچ اور صحیح کہہ رہا ہوں۔

"روجیہ" (نے کچھ دیر خاموش رہ کر اور سوچ کر دوبارہ پوچھا) کیا تمہارا اس دوشیزہ سے تعارف ہے؟

"خادم سباہی" (نے جواب دیتے ہوئے کہا) جی ہاں وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے چنانچہ وہ مجھ سے ان خوشگوار ایام کا بھی تذکرہ کررہی تھی جن میں اسکاٹ لینڈ میں میں آپکی اور اس کی خدمت پر مامور تھا

"روجیہ بیکون" (نے پوچھا) پھر اس نے تم سے کیا کہا؟ وہ آجکل کس حالت میں ہے؟

"خادم" (نے جواب دیتے ہوئے کہا) اس نے اپنا سارا واقعہ نیز اب تک قید خانہ میں اُسے جن جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے مجھ سے دردناک صورت میں بیان کیا۔

"روجیہ" (نے کہا) وہ میری بہن مریم ہے میرا اخلاقی فرض ہے کہ اس کے رہا کرانے میں ہر ممکن تدبیر عمل میں لاؤں اور اس راہ میں ہر طرح کی قربانیوں سے دریغ نہ کروں۔ مجھے یہ کبھی بھی گوارا نہیں کہ وہ قید و بند کی ذلت آمیز مصائب میں مبتلا رہے اور ہم چین و اطمینان کی زندگی سے لذت اندوز ہوں اسلئے میں اسے ضرور بالضرور قید سے رہا کراؤں گا۔ میری خواہش ہے

میں اس معاملہ میں اپنے فوجی افسر ریکار ڈوس سے بھی مشورہ کر لوں۔
روجیہ بیکون کو اپنی بہن کے قید ہونے کا دردناک واقعہ معلوم کرکے سخت پریشانی و گھبراہٹ پیدا ہوگئی جس سے وہ بدحواس ہو کر میدان کارزار میں زخمی بہادر کی طرح مضطربانہ انداز میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ کیونکہ روجیہ بیکون کو مریم سے غایت درجہ محبت و انسیت تھی وہ کسی وقت بھی اس کی جدائی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا اسلئے جب صلیبی جنگ کے لئے ریکار ڈوس (انگریزی فوج کا افسر) کی فوج بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئی تو اس کی بہن نے بھی ہمراہ چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ غایت محبت کی وجہ سے وہ اپنی بہن کی اس آرزو کو ٹھکرا نہ سکا اور ساتھ لیجانے پر تیار ہو گیا چنانچہ دونوں ساتھ ساتھ مشرقی ساحل کی طرف نکل گئے۔

تیسری صلیبی اور اسلامی جنگ ۵۸۵ھ مطابق ۱۱۸۹ء

طبریہ کی لڑائی میں جب صلیبی سپاہ کو سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس نے شکست فاش دیکر بیت المقدس کو اپنے قبضے میں کر لیا اور مصر و شام پر پھر اسلامی پرچم لہرانے لگا تو اسلامی سپاہ کی اس نمایاں فتح سے یورپین سلطنتوں میں جوش انتقام کی ایک آگ بھڑک اٹھی چنانچہ ایشیا پر انھوں نے دوبارہ حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔
تمام یورپین مغربی ممالک میں اس کی منادی کرادی گئی اور ہر طرح لوگوں کو اس نئی جنگ میں شرکت کیلئے ابھارا گیا پھر کیا تھا تمام یورپین اور مغربی ملکوں سے بوڑھے نوجوان جنگ میں شریک ہونے کے لئے آتے گئے اور آآکر جرمنی، فرانس، انگلینڈ کی فوجوں میں شریک ہوتے گئے۔
چنانچہ یہ جرار فوج تین افسروں (بربا روس افسر سپاہ جرمنی، وفلیب اوغست افسر سپاہ فرانسیسی، ریکار ڈوس افسر سپاہ انگریزی) کے ماتحت ہو کر ۱۱۸۹ء میں ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے چلا۔ جرمنی فوج کا افسر بربا روس تو راستے ہی میں لقمۂ اجل بن گیا رہ گئی فرانسیسی اور انگریزی سپاہ تو دونوں قلعہ عکا رکے سامنے آکر ملیں اور یہیں متحد ہو کر قلعہ پر حملہ آور ہوئیں اسلامی اور صلیبی لشکر میں دو سال تک زبردست جنگ ہوئی آخر سخت ہماہمی کے بعد انگریزی فوج قلعہ پر قابض ہو گئی اس لڑائی میں انگریزی فوج کا سپاہی روجیہ بیکون زخمی ہو گیا تھا جسے اس کے لشکر کے دیگر مجروحین کے ساتھ ہسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔ اس لڑائی سے جب اسلامی لشکر واپس ہوا تو اپنے ساتھ بہت سے قیدیوں کو بھی لیتا گیا انھیں قیدیوں میں روجیہ سپاہی کی بہن مریم بھی تھی جسے سلطان کے خاص قصر عالی میں دیگر لونڈیوں کے ساتھ رکھا گیا تھا اور بجائے مریم کے اسے ثریا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔
اگرچہ ثریا پر سلطان کی خاص شفقت تھی اور دیگر لونڈیوں سے اس کا رتبہ بلند تھا اور ہر طرح کا آرام تھا مگر باوجود اس آسائش و آرام کے اس کی زندگی یہاں تلخ ہو رہی تھی۔ اس کی مثال اس مجبور مقید چڑیے کی سی تھی جسے قفس سے باہر وسیع میدان و فضا میں اپنے ہم جنس کو آزاد پھرتے دیکھکر اپنی بے بسی پر افسوس و رنج ہو رہا ہو۔ ثریا کو یہاں کتنا ہی آرام تھا مگر اسے پھر بھی میدان کارزار کی بود و باش پسند تھی۔

رتا مجبور ثریا" اپنی تلخ زندگی کے ایام کو مصیبت سے کاٹ رہی تھی بظاہر اس کی رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی کسی موقعہ پر سلطان کے پاس روجیہ کا خادم ریکاردوس فوجی افسر کے قاصد کی حیثیت سے آیا ہوا تھا یہاں آکر اس نے مریم کو مقید دیکھا موقعہ سے اس سے ملا اور قید ہونے کے تمام حالات معلوم کئے۔

اب وہ اس کے رہا کرانے کی تدابیر پر غور کررہا تھا مگر قلعہ کی مضبوطی اور نگرانی کی شدت سے مایوس ہو کر یہ صورت اختیار کی کہ روجیہ ہیکون کو اس کی اطلاع کی۔

روجیہ ہیکون اس کی اطلاع پاتے ہی ریکاردوس کے پاس پہنچا اور اس کے رہا کرانے میں امداد و اعانت کی عاجزانہ درخواست کی ریکاردوس نے اسے ہر طرح تسلی دیکر مطمئن کیا کہ وہ ضرور اس کی اس مصیبت کے دور کرنے میں سعی کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ سلطان صلاح الدین کوئی معمولی شخص نہیں ہے بلکہ وہ ایک ذکی نیک طبیعت سخی بلند ہمت انصاف پرور اور شفیق انسان ہے۔ اور گذشتہ واقعات نے تو مجھ پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح کردیا ہے کہ مسلمانوں کے یہاں بھی بہت سے ایسے انسان ہیں جو بہادری شرافت و مروت اور اخلاق و عادات میں ہم سے کسی طرح پیچھے نہیں تمہیں اگر ان کی شرافت و مروت کی مثال دیکھنا ہو تو وہ واقعہ یاد کرو کہ جب ہمارے اور سیف الدین کے مابین مقام یافا میں شدید جنگ ہوئی اور اس میں میرا گھوڑا ہلاک ہوا تو یہی بہادر سلطان ہے جس نے اپنی شرافت اور مروت کی قدیم روایات کی بنا پر میرے پاس دو گھوڑے بھیجدیئے اور آئندہ جنگ جاری رکھنے کی ہمت دلائی۔ اسی طرح میں نے سلطان کے صاحبزادے کو اس کی جرأت و ہمت اور بہادری کو دیکھتے ہوئے عین جنگ میں اس کے گلے میں تلوار حمائل کی تھی۔

یہ واقعات ان کی شرافت و بہادری کا کافی ثبوت دیتے ہیں اور یہی لوگ اس قابل ہیں کہ ان سے جنگ کی جائے کہ یہی لوگ قوانین جنگ کے ماتحت جنگ کرتے ہیں۔ روجیہ! میں ابھی سلطان کے پاس مریم کو رہا کرانے کے متعلق لکھتا ہوں وہ ضرور تمہاری آرزو پوری کریگا۔

روجیہ نے ریکاردوس کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ میرے امیر! سلطان کی شرافت و مروت بلند اخلاقی سے مجھے بھی یہی امید ہے کہ وہ ضرور اپنی مخصوص نیک عادت و شفقت سے کام لیتے ہوئے میری بہن کو رہا کردیگا۔ اس کے بعد ریکاردوس نے ذیل کا مکتوب روجیہ کے ذریعہ سلطان کے پاس بھیجا۔

سلطان!

میرا یہ خط بواسل کے بہادر جنگ آزما سپاہی کے ذریعہ آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہے اس کی بہن مریم جسے اب ثریا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ کے یہاں مقید ہے۔ چونکہ ان دونوں بہن بھائی کی آپس کی جدائی گوارا نہیں اسلئے مجھے امید ہے کہ آپ اپنی شفقت خاص اور اپنے پیشوا حضرت عمرؓ کے قول (جو آزاد و خود مختار پیدا ہوئے ہیں انھیں کیوں مقید اور وطن سے دور رکھتے ہو) کی بنا پر اس قاصد کو اس کی بہن حوالہ کرینگے بصورت عدم واپسی اسکو بھی اس کے ساتھ مقید کرلیں کیونکہ انھیں آپس کی جدائی گوارا نہیں

روجیہ ہیکون فوراً خط لیکر روانہ ہوا اور بہت جلد سلطان کی خدمت میں پہنچ کر خط پیش کیا اس کا دل یاس و ناامیدی کا

کشمکش میں مضطرب تھا وہ جواب کے انتظار میں بے چین تھا۔

سلطان نے خط پڑھا اور روجیہ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ سلطان کی مسکراہٹ سے روجیہ کی یاس و امید کی کلی کھل گئی اب اسے یقین ہو گیا کہ وہ بہت جلد یہاں سے فائز المرام ہو کر واپس ہوگا۔ سلطان نے روجیہ کی آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور فوراً اس کی بہن کو اس کے حوالہ کر دیا۔ روجیہ نے آگے بڑھ کر سلطان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرط مسرت سے آنسو کے چند قطرے سلطان کی نذر کئے اس کے بعد سلطان نے روجیہ کو ذیل کا خط دیکر رخصت کیا۔

امیر!

مجھے آپ کے بھیجے ہوئے سپاہی قاصد سے ملکر بہت خوشی ہوئی آپ یہ یقین رکھیں کہ ہم اس کو بالکل روا نہیں رکھتے کہ میدان جنگ میں گرفتار شدہ جنگی سپاہیوں کے علاوہ کسی کو بلا وجہ محبوس رکھیں پس روجیہ کو اس کی بہن اس کے حوالہ کی جاتی ہے۔ اخیر میں میں بھی آپ کو یسوع مسیح کا قول (حقوق اللہ و حقوق العباد کا لحاظ رکھو) یاد دلاتے ہوئے آپ سے امید رکھتا ہوں کہ جو اراضی آپ نے غصب کر لی ہیں انھیں انکے حقدار اور مالکوں کو واپس کر دینگے۔ فقط

دولت وثروت

(حبیب اللہ جوڑوی متعلم جماعت ادنیٰ مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی)

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ ناظرین گرامی آپ کو معلوم ہے کہ آجکل دنیا میں مالدار بھی ہیں غریب بھی ہیں بخیل بھی ہیں اللہ تعالیٰ اس فرقہ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے جو کہ مالدار ہیں اور کنجوس ہیں چنانچہ مذکورہ بالا آیت اس فرقہ کے متعلق فیصلہ کر دیتی ہے (ترجمہ) وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ کے رستے میں پس خوشخبری دے ان کو دردناک عذاب کی (یعنی) اس دن اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی اور ان کی پیشانیوں اور کروٹوں اور پیٹھوں پر ان تختیوں کو گرم کر کے داغا جائیگا اور کہا جائے گا یہ وہی سونا چاندی ہے جس کو تم نے دنیا میں جمع کیا تھا پس عذاب چکھو بہ سبب اس چیز کے جو تم کرتے تھے (یعنی مال جمع کر کے خرچ نہیں کرتے تھے) انسان کو مال جمع کر کے اس کے اوپر سانپ کی طرح نہ بیٹھے رہنا چاہئے کیونکہ جب انسان بخیلی کر کے مال کو چھوڑ جاتا ہے تو وہی مال اس کے لئے قیامت کے دن وبال بنتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن آنحضور علیہ السلام کے گھر کہیں سے کچا گوشت آیا ازواج مطہرات میں سے کسی نے الماری میں رکھوا دیا تھوڑی دیر بعد ایک سوالی آیا کہ مجھے کچھ کھانے کو چاہئے اسوقت گھر میں اور کچھ نہیں تھا سوائے اس گوشت کے تو اس بی بی نے کہا کہ اب اسوقت کچھ موجود نہیں ہے چنانچہ جب آنحضور گھر تشریف لائے تو اس وقت آپ کو بھوک لگی ہوئی تھی آپ نے پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے تو ازواج مطہرات میں سے کسی نے کہا کہ وہ گوشت لا دو جو آپ کے لئے رکھا ہے چنانچہ لونڈی لینے گئی تو دیکھا کہ گوشت

کیا وہاں تو ایک پتھر پڑا ہے اس نے کہا کہ وہاں تو ایک پتھر رکھا ہے آنحضرتؐ نے کہا کہ کوئی سوالی آیا ہوگا تم نے اسے نہیں دیا اسلئے خدا کو ناگوار ہوا اور اس نے گوشت کو پتھر بنا دیا مسلمانوں جب نبی کے گھر میں چیز ہے اور سوالی کو نہیں ملی تو پتھر ہوگئی تو تمہارا رتبہ کوئی آنحضرت سے بلند تو نہیں ہے نعوذ باللہ آنحضرت علیہ السلام ایسے مال سے جو محض جمع کرنے کیلئے ہو اور اس سے اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق نہ ادا کئے جاتے ہوں اتنے بیزار تھے کہ بس زیادہ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ حدیثیں ہی اس کے لئے کافی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کی یہ دعا رہتی تھی یَا رَبِّ اَجُوْعُ یَوْمًا وَّاَشْبَعُ یَوْمًا فَاَمَّا الْیَوْمُ الَّذِیْ اَجُوْعُ فِیْهِ فَاتَضَرَّعُ اِلَیْكَ وَاَدْعُوْكَ وَاَمَّا الْیَوْمُ الَّذِیْ اَشْبَعُ فِیْهِ فَاَحْمَدُكَ وَاُثْنِیْ عَلَیْكَ (ترجمہ) یعنی اے خدا ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں جس دن بھوک میں رہوں اس دن تیرے سامنے گڑگڑایا کروں تجھ سے مانگا کروں اور جس دن کھاؤں تیری حمد و ثنا کروں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ نہیں روشن ہوتی تھی حضرتؐ کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے مدینہ میں آکر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی مسلمانو آنحضرتؐ کے خاندان کا یہ حال تھا کہ خود نہ کھانا اور اوروں کو کھلا دینا تو تمہیں بھی اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ؎

خود نہ کھاتے تھے اوروں کو کھلا دیتے تھے + کیسے صابر تھے محمدؐ کے گھرانے والے

مسلمانوں یاد رکھو اس وقت تک تم اصلاح نہیں پا سکتے جب تک اپنے آپ کو خود نہ سمجھاؤ۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

اگر خویشتن را ملامت کنی + ملامت نہ آید شنیدن زکس

یعنی اگر اپنے عیوب پر اپنے آپ کو خود ملامت کر کے اصلاح کر لوگے تو دوسروں کی ملامت سننے کا موقع نہیں آئے گا الغرض تم مال کے حریص بنکر اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ اور خدا کو نہ بھول جاؤ بلکہ اس سے اچھی طرح برتاؤ کرو میرا مطلب یہ نہیں کہ مالدار آدمی برے ہی ہوتے ہیں نہیں نہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ مال کو خوب محنت شوق اور توجہ سے حلال طریقے پر زیادہ سے زیادہ حاصل کرو اور پھر اس کو اچھے رستے میں خرچ کرو، اللہ کے دین کی خدمت کرو۔ محتاجوں اور مسکینوں کی مدد کرو۔ تعجب تو یہ ہے کہ جب تم کنجوسی سے پرہیز کرتے ہو تو فضول خرچی کو پہنچ جاتے ہو ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا یعنی درمیانہ کام بہتر ہے۔ ایک آدمی کا ذکر ہے کہ وہ بہت غریب تھا لیکن لالچی بہت تھا ایک دن باہر جنگل میں جا رہا تھا کہ اسے قسمت ملی اور کہا کہ لو جھولی پھیلاؤ لیکن یاد رکھنا کہ اگر ایک اشرفی بھی گر گئی تو سب اشرفیاں خاک ہوجائیں گی تو اس نے جھولی پھیلائی۔ جھولی تھی پھٹی پرانی وہ قسمت ڈالتی گئی اور یہ کہتا گیا اور ڈالو اور ڈالو آخر کار وہ جھولی پھٹ گئی اور تمام اشرفیاں خاک میں مل گئیں۔ یہی مثال آج کل کے مسلمانوں کی ہے کہ جو مال آتا ہے اس کو حفاظت اور قاعدے سے خرچ نہیں کرتے بلکہ فضول کاموں میں ضائع اور خاک کر دیتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اور ملے اور ملے سکندر اعظم جو تقریباً ساری دنیا کا بادشاہ تھا۔ جب مرنے لگا تو وہ یہ بھی وصیت کر گیا تھا کہ جب مجھے کفن پہناؤ تو میرے دونوں ہاتھ باہر نکال لینا تاکہ لوگوں کو عبرت ہو کہ اتنا بڑا بادشاہ اپنے ساتھ سوائے نیک عملوں کے کچھ نہیں لے جا رہا ع سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے۔

مسلمانوں ہوش میں آؤ قارون اور فرعون جیسی ناپاک ہستیاں ان کے پاس اُس وقت ہزار ہا خزانے تھے لیکن موت کو وہی نہ روک سکے اور سیدھے جہنم کو گئے۔ برادران ملت اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے قصے قرآن مجید میں اسی لئے ارشاد فرمائے ہیں تاکہ ہم تم اس سے عبرت حاصل کریں صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ پاس اتنا رکھنا جتنا کہ کھانے میں کام آئے یا ضروری حاجات کے لئے ایک جنگ کا واقعہ ہے کہ آنحضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص جتنی طاقت رکھتا ہے چندہ لائے چنانچہ سب صحابہؓ جاتے ہیں اور اپنی اپنی طاقت کے مطابق لے آتے ہیں حضرت عمرؓ جاتے ہیں اور گھر جا کے سب مال کے دو حصے کرتے ہیں ایک حصہ گھر کے خرچ کے لئے چھوڑتے ہیں کہ میں جنگ کو جاؤں گا تو بیویاں کیا کھائیں گی اور ایک حصہ آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عمر گھر میں کتنا چھوڑا اور لائے کتنا تو آپ نے فرمایا کہ آدھا لایا ہوں اور آدھا چھوڑ آیا ہوں پھر امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آنحضرتؐ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں گھر میں خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کے سوا کچھ نہیں چھوڑ کے آیا۔ یہ تھی فراخ دلی صحابہؓ کی آپنے قرآن مجید فرقان حمید میں پڑھا ہوگا فرعون کا حال اور قارون کا۔ قارون بے ایمان اب تک اپنے خزانے کو سر پر اٹھائے ہوئے ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ؎

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت　+　نوشیرواں نہ مُرد کہ نام نکو گزاشت

مسلمانو! اللہ تبارک و تعالیٰ فرقان حمید میں مال کو اچھے رستے میں خرچ کرنے والوں کے متعلق فرماتا ہے يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۔ یعنی متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں اور اس چیز (مال) سے جو ہم نے ان کو دی ہے خرچ کرتے ہیں تو میرا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اس کو اچھے رستے میں خرچ کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کرو اور بخیل یا مسرف بنکر اپنے اوپر عذاب لازم مت کرو۔ مال کا اور علم کا حسد بھی جائز ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ اگر مجھے بھی علم ہوتا تو میں بھی اللہ کے دین کی تبلیغ کرتا یا اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اللہ کے رستے میں خرچ کرتا۔ اب میں اپنی تحریر کو اس پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو اور آپ کو نیک کاموں کی توفیق دے اور ہم سے کام وہ کرائے جو اس کی نظر میں پسند ہوں۔ فقط۔

آنکھ کی حفاظت کے آسان طریقے

(از حکیم عبد الرحیم صاحب رحمانی جلال آباد ضلع مظفر نگر)

یوں تو ہمارے جسم کا ہر ایک عضو اپنے مخصوص فعل کی وجہ سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے مگر ان تمام اعضا میں آنکھ ایک ایسا ضروری اور شریف عضو ہے کہ اگر اس میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو زندگی بے لطف ہو جاتی ہے اور دنیا کی کوئی بہتر سے بہتر نعمت اس کا بدل نہیں ہو سکتی ہے جس طرح تمام اعضا کا غلط طریقہ استعمال نقصان دہ ہے اسی طرح اگر ہم آنکھ

کی طرف سے لاپرواہی برتیں اور اس کی حفاظت کا کوئی خیال نہ رکھیں تو کچھ دنوں میں یہ بھی کمزور اور خراب ہو جاتی ہیں۔ انسان کے لئے آنکھیں جاسوس و مخبر ہیں، خوبصورتی و بدصورتی میں تمیز ان کے ہی ذریعہ ہو سکتی ہے اس عالم آب و گل کے مناظر سے لطف اندوز ہونے کا وسیلہ یہی دو نورانی نقطے ہیں، غرضیکہ خالق دو عالم کا یہ ایک بیش بہا عطیہ ہے جو حقیر انسان کو مرحمت ہوا ہے اس لئے ان کی حفاظت نہ کرنا آنکھ پیدا کرنے والے کی نافرمانی میں داخل ہے اور اس نافرمانی کی سزا ضرور ملتی ہے اگر ہم آنکھ اور قوت بینائی کی حفاظت و تقویت کے طریقوں سے آگاہ ہوں اور ان مفید ہدایات پر عمل کریں تو یقیناً آنکھوں کے بہت سے امراض سے امن میں رہ سکتے ہیں اور ہماری نظر جلدی کمزور نہیں ہو سکتی ہے اسلئے آنکھوں کی حفاظت کے چند آسان طریقے اور مفید ہدایات درج کی جاتی ہیں۔

بچوں کی آنکھوں کے متعلق ہدایات

پیدائش کے بعد بچوں کی آنکھوں کو نیم گرم پانی سے دھوئیں اور پھر کچھ دنوں بعد صبح و شام بچوں کی آنکھوں کو سرد پانی سے دھونا چاہئے، بچوں کو نہ زیادہ تیز روشنی میں رکھنا چاہئے اور نہ بالکل اندھیرے میں کیونکہ اس طریقے سے بھی بچوں کی آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلاضرورت بچوں کی آنکھوں کو کسی دوا سے نہ دھوئیں بلکہ صرف سرد پانی سے دھونا ہی مفید ہے اور نہ ان کو گرد و غبار والی میلی جگہ میں رکھیں، چھوت دار بیماریوں، خصوصاً چیچک خسرہ، موتی جھارہ، اور ہیضہ وغیرہ کے اثرات سے آنکھوں کو بچانے کی تدابیر کام میں لائیں۔

طالب علموں کیلئے مفید طریقے نظر کو تقویت دینے اور اس کی حفاظت کیلئے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ پڑھتے وقت گردن زیادہ نہ جھکے، پڑھنے کی کتاب یا لکھنے کی چیز اور آنکھوں کے درمیان کم از کم ایک فٹ کا فاصلہ ضرور ہونا چاہئے، ناکافی روشنی میں نہ پڑھنا چاہئے عمر کے لحاظ سے گھنٹہ دو گھنٹہ پڑھکر چھوڑ دینا چاہئے۔ آنکھ دکھنے کی حالت میں پڑھنے لکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے گرد و غبار دھواں اور آگ وغیرہ میں کام نہ کریں۔

آنکھوں کی حفاظت کی مفید عام باتیں آنکھ کو دن میں دو ایک دفعہ سرد پانی سے دھونا اور صاف رکھنا نظر کو تقویت دیتا ہے روشنی کو بالکل آنکھوں کے سامنے نہ رکھنا چاہئے بلکہ روشنی کو قدرے بائیں جانب جھکا ہوا ہونا چاہئے، روشنی میں کام کرنے والے اشخاص کو کچھ دیر کے بعد اپنے کام کی نوعیت کو بدل دینا چاہئے۔ مثلاً ایک دو گھنٹہ پڑھ کر لکھنا اور اسی طرح ایک دو گھنٹہ لکھ کر پڑھنے میں مشغول ہو جانا چاہئے، اور اس قسم کا کوئی کام مسلسل جاری نہ رکھنا چاہئے صبح کو صاف اور تازہ ہوا میں سیر کرنا، سرسبز گھاس، پھول، خوشنما اور دلفریب مناظر کی طرف دیکھنا، نظر کی تقویت و حفاظت کے لئے مفید ہے، جو وقت پڑھتے پڑھتے آنکھیں تھک جائیں تو کسی خوشنما چیز کی طرف دیکھنا بھی مفید ہے۔ جسم کو صاف ستھرا رکھنا بھی آنکھ پر مفید اثر کرتا ہے گندے اور میلے ہاتھوں سے آنکھوں کو نہ ملنا چاہئے۔ ریگ، کنکر اور دھوئیں وغیرہ سے آنکھوں کو محفوظ رکھنا چاہئے، عینک کا استعمال کسی سند یافتہ ماہر کے مشورہ سے کرنا چاہئے۔ اور اگر آنکھ میں کوئی دوا ڈالنے کی ضرورت ہو تو بھی کسی قابل طبیب، وید یا ڈاکٹر سے دریافت کر کے ڈالیں۔ عمدہ صحت، صاف معدہ، طاقتور پٹھے اور غسل آنکھ کی صحت کے ضامن ہیں، جن کی آنکھ کمزور ہو ان کو کھانے کے بعد ہی نہ سونا چاہئے۔

نظر کو کمزور کرنے والی عادتیں چمکدار روشنی اور سورج گرہن کے وقت دیکھنا آنکھ کے پٹھوں کو کمزور کرتا ہے، آئینہ کو دھوپ میں رکھ کر اس میں دیر تک دیکھنا بھی نقصان دہ ہے، کشیدہ کاری کا کام اور باریک حروف پڑھنا، رونے کی زیادتی، دن کو زیادہ سونا، سیدھے لیٹ کر کتاب پڑھنا، وغیرہ عادات بھی بینائی کو ضرر پہنچاتی ہیں، دھواں، گرد وغبار، گرم اور زیادہ سرد ہوا بھی نظر کو نقصان دیتی ہے، شراب، چرس، افیون، تمباکو، سنکھیا اور بھلانواں وغیرہ زہریلے اور نشیلے اجزا کی عادات یا ان چیزوں کا دھواں آنکھوں کے لئے مضر ہے، بدہضمی قبض، ذیابیطس، جوڑوں میں درد وغیرہ بیماریاں بھی نظر کو کمزور کرتی ہیں، کثرت جماع شراب نوشی، کھانے پینے میں بے احتیاطی، کھانا کھاتے ہی فوراً سونا بھی نقصان پہنچاتا ہے نیند اور بیداری دونوں کی کثرت آنکھوں کے لئے مضر ہے۔

ناکافی روشنی اور چاند کی چاندنی میں لکھنے پڑھنے سے بھی نظر پر برا اثر پڑتا ہے، چلتی گاڑی یا تانگہ یا ریل وغیرہ میں اخبار یا کتاب پڑھنا بھی نظر کے لئے مضر ہے۔ سر جھکا کر چلنا بھی بینائی کو نقصان دیتا ہے۔

نظر کی تقویت و حفاظت کی مفید اشیاء شلجم کچا کھانا کمزوری نظر کو دور کرتا ہے، اسی طرح گاجر کا استعمال بھی نگاہ کو تقویت دیتا ہے۔

سونف اور مصری ملا کر رات کو سوتے وقت ایک تولہ کھانا نظر کو قوی اور تیز کرتا ہے درحقیقت سونف کا اس طریقہ پر مسلسل استعمال کچھ دنوں میں عینک کی عادت چھڑا دیتا ہے۔ سرمہ کو ہری سونف کے پانی میں کھرل کر کے لگانا نظر کی تقویت و حفاظت کرتا ہے، جب آنکھ میں درد ہو تو کچھ دیر کے لئے آنکھ کو بند کر دو۔ آنکھ میں جلن ہو تو صاف پانی سے دھونا مفید ہے اگر زیادہ رونے کا اتفاق ہو تو عرق گلاب میں کپڑا تر کر کے آنکھ پر رکھنا اور آنکھ کو عرق گلاب سے دھونا مفید ہے۔

آنکھ دکھنے کی مفید دوائیں افیون ۴ رتی پھٹکری سفید ۳ ماشہ دونوں کو باریک کر کے عرق گلاب ۵ تولہ میں حل کریں اور حفاظت سے شیشی میں رکھیں وقت ضرورت ۲ قطرہ صبح وشام آنکھ میں ڈالیں پہلے ہی روز، درد، چبھن وغیرہ کو آرام ہو جاتا ہے اور تین روز میں بالکل آرام ہو جاتا ہے۔ **دیگر** پروٹارگول (PROTARGOL) دس گرین ایک اونس گلاب میں حل کر کے شیشی میں رکھیں۔ وقت ضرورت دو تین قطرہ صبح وشام آنکھ میں ڈالیں، سوزش، کھٹک وغیرہ دور ہو جاتی ہے۔ آنکھ میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ **دیگر** آرجی رول (ARGYROL)۔ اگر ین ایک اونس عرق گلاب میں حل کر کے شیشی میں رکھیں، دو تین قطرہ آنکھوں میں ڈالیں۔ درد وغیرہ کو فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ (تیج دہلی)

دفتری اعلان

(۱) محدث کے لئے ٹکٹوں کے بجائے ہمیشہ منی آڈر بھیجا کریں۔ (۲) منی آڈر کی کوپن پر بھی اپنا نمبر خریداری یا پورا پتہ اردو ہو یا انگریزی صاف صاف ضرور لکھا کریں۔ (۳) بعض حضرات بجائے خریداری نمبر کے رجسٹرڈ ایل ۳۲۱۸ لکھ دیتے ہیں جو بالکل بیکار ہے (۴) جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔ منیجر

—— انگلستان میں ہر منٹ میں چائے کے ایک لاکھ ۸۰ ہزار پیالے پیے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں برطانیہ نے ۳۵ کروڑ پونڈ چائے خرچ کی۔

—— ہندوستان میں حکومت ابتدائی تعلیم کے لئے ہر لڑکے پر تقریباً تین روپیہ چھ آنے، نو پائی کی رقم سالانہ خرچ کرتی ہے۔ (دینیچ و یکلی)

—— علی گڈھ یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس یونین کے ایک جلسہ میں طلباء نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ غیر ملکی کپڑے کو ترک کرکے اب صرف کھدر استعمال کرینگے۔

—— لکھنؤ۔ ۲ رمئی معلوم ہوا ہے کہ حکومت یوپی نے اولوں کی وجہ سے تباہ شدہ علاقہ کے کسانوں کو گیارہ لاکھ روپیہ کا مالیانہ معاف کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سیتاپور، الہ آباد وغیرہ اضلاع میں چار لاکھ روپیہ کی معافی کا اعلان ہوچکا ہے۔

—— شملہ ۷ رمئی۔ اطلاع مظہر ہے کہ ہندوستانی ریلوں کی دس دن کی آمدنی ۲۰ راپریل تک ۲۷۵ لاکھ روپیہ ہے یہ آمدنی گذشتہ سال کے انھیں ایام سے دو لاکھ روپیہ زیادہ ہے۔

—— ۱۲ رمئی کو شاہ جارج ششم کی رسم تاجپوشی انگلستان میں بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی۔

—— حکومت افغانستان نے اپنے ملک کے تیل کے چشموں سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایک کمپنی کو ۷۵ سال کا ٹھیکہ دیا ہے۔ کمپنی کے منتخب کردہ پانچ علاقوں سے سالانہ ۶۰ لاکھ ٹن تیل برآمد ہوگا حکومت کم از کم ساڑھے چار لاکھ پونڈ سالانہ کمپنی سے وصول کیا کرے گی۔

—— ۳۶-۱۹۳۵ء میں حسب ذیل چیزیں ہندوستان میں آئیں۔ رنگ ۲۳۳۷۰۰۰ روپیہ کا۔ نقلی ریشم ۳۱۵۷۸۰۰۰ روپیہ کا۔ کاغذ اور پوسٹ کارڈ ۲۹۹۰۰۰۰ روپیہ کا۔ شراب ۲۴۷۶۵۰۰۰ روپیہ کی موٹر کی چیزیں ۴۰۴۸۵۰۰۰ روپیہ کی۔ اناج، دالیں، میدہ ۱۶۲۴۷۰۰۰ روپیہ کا۔ سنگار کی چیزیں ۶۶۰۳۰۰۰ روپے کی سگریٹ سگار وغیرہ ۶۱۵۶۰۰۰ روپے کا۔ نمک ۵۶۷۴۰۰۰ روپے کا۔ کھلونے ۴۷۵۱۰۰۰ روپے کے۔ صابن ۳۴۲۷۰۰۰ روپے کا دیا سلائی ۱۰۹۰۰۰ روپے کی۔ چھتریاں ۲۹۱۸۰۰۰ روپے کی جوتے ۲۸۷۸۰۰۰ روپیہ کے۔ گھڑیاں ۱۰۱۵۰۰۰ روپے کی۔

—— ہندوستان میں دوسرے ملکوں سے کل ملاکر تقریباً ۱۵ کروڑ روپے کی شکر آیا کرتی تھی مگر اب وہ قریب قریب آنا بند ہوگئی ہے کیونکہ ہر سال ہندوستان میں ایک کروڑ ۵۰ لاکھ ٹن شکر خرچ ہوتی ہے اور اتنی شکر ہمارے سودیشی کارخانے تیار کرسکتے ہیں۔

—— اس سال ہندوستان نے انگلینڈ کو ۴۹ ہزار ٹن لکڑی بھیجی ہے جبکہ ۱۹۱۲ء میں ۳۰ ہزار ۵۰۰ ٹن بھیجی گئی تھی۔

—— اس سال ہندوستان سے ۲۷ کروڑ کی سن (جوٹ) باہر گئی ہے جبکہ پچھلے سال ۲۲ کروڑ روپے کی گئی تھی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

جولائی ۱۹۳۷ء

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ

محدث دہلی

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ

مدیر مسئول

نذیر احمد املوی

رحمانی

۴ ریں سال سے مفت

چار آنہ

4 ANNAS

نائب مدیر

عبید اللہ مبارکپوری

رحمانی

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدیں گے

(۳) اس رسالہ میں دینی علمی، اصلاحی، اخلاقی تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک نیپر واپس کئے جاسکتے ہیں

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط وکتابت کا پتہ

مینجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۵ | ماہ جولائی ۱۹۳۷ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ | نمبر ۳

مناسبات

پچھلے دنوں ممالک اسلامیہ کے مشہور مقام، مصر کی یونیورسٹی "جامع ازہر" کے چند محترم علماء جو سیاحت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے اور جنھوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی و تمدنی، علمی و عملی، معاشی و اقتصادی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر، آزادی کی ولولہ انگیز ہواؤں اور پرکیف فضاؤں میں پرورش پانے والے دل و دماغ سے گہری نگاہیں ڈالیں۔ جو ہندوستان کے مشہور مقامات میں پھرتے، اور اس کی بڑی بڑی درسگاہوں کا معائنہ کرتے ہوئے ۳ر جنوری ۱۹۳۷ء کو دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں بھی تشریف لائے تھے۔ اب اپنے وطن "مصر" کو واپس پہنچ چکے ہیں۔ ہندوستان کی سیاحت نے ان مدبرین کے دل و دماغ پر کیا نقوش قائم کیے، اس کی مفصل کیفیت تو ان کی اس رپورٹ سے معلوم ہوگی، جو وہ باقاعدہ طور پر حکام جامع ازہر کے سامنے پیش کریں گے لیکن سردست جو ایک سرسری بیان رئیس وفد نے ایک عربی اخبار کے نمائندے سے ملاقات کے دوران میں دیا ہے وہ ہندوستان کے غیر تمند اور حساس مسلمانوں کے لئے بے حد عبرت انگیز اور سبق آموز ہے۔

آپ نے ہندوستانی مسلمانوں کے جوش و تپاک، اور ان کی غیر معمولی مہمان نوازی کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا:۔

ہندوستان کا دورہ کرنے کے بعد ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ وہاں اختلافات و نزاعات کی بھرمار ہے جس کا سلسلہ غالباً کبھی نہ ختم ہوگا۔ ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں اختلاف ہے

سنی اور غیر سنی میں اختلاف ہے۔ اہل حدیث اور اہل الرائے میں نزاع ہے۔ انگریزی مدارس کے طلبہ اور علماء میں جنگ ہے۔ غرض مذہبی اور قومی اختلافات کا ایک سلسلہ ہے جس کی نظیر کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکتی۔"

یہ ہیں وہ الفاظ جو شیخ ابراہیم الجبالی رئیس "بعثۃ ازہریہ" نے مسلمانان ہند کے شرمناک تفرق کا ذکر کرتے ہوئے دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔

لیکن اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے پہلوؤں میں دل، دلوں میں احساس وغیرتمندی کا کوئی شمہ باقی رہ گیا ہے یا غلامی کی مسموم ہواؤں نے ہمارے حواس بالکل ہی مختل، اور دماغ یکسر معطل کر دیئے ہیں؟ اگر ہم نہ صرف اپنی قومی وحدت و یگانگت، تہذیب و تمدن، اخلاق و معاشرت کی بربادی، افلاس و محتاجی جہالت و نادانی، الحاد و بے دینی ہی کی فراوانی پر، بلکہ قرآن کی بے حرمتی اسلام کی رسوائی، مذہب کی تباہی پر بھی اپنے دل کی گہرائیوں میں درد و کرب کی کوئی ٹیس، اضطراب و بے چینی کی کوئی چبھن محسوس کرتے ہیں تو پھر ہمیں کم از کم ایک ہی لمحہ کیلئے، شیخ ابراہیم کے مذکورہ بالا بیان پر غور کرنا چاہیئے۔ اور اپنی پیشانی سے اس شرمناک داغ کو جلد سے جلد مٹانے اور اس افسوسناک "جگ ہنسائی" سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے وہ طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے جس سے ہم بھی دنیا کی نگاہوں میں معزز و محترم بن سکیں۔ اور اپنے دین و مذہب ملک و قوم کو بھی سربلند و سرفراز بنا سکیں۔

اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ آخر وہ کونسا طرز عمل ہے جس کے اختیار کرنے کے بعد ہم حرمان و بدنصیبی کی اس بدترین زندگی کو ختم کرنے، اور لیلائے عز و وقار سے ہم کنار ہونے میں کامیاب ہو سکتے ہیں ہم لفظوں میں قارئین "محدث" کے سامنے اس حقیقت کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کسی کی تقلید میں نہیں، بلکہ اپنے ناقص علم و تجربے کی بنا پر میرا یہ ایمان، اور کامل ایمان ہے، یقین اور لازوال یقین ہے کہ مسلمانان ہند کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں بدبختیوں اور بدنصیبیوں کا سرچشمہ ان کی غلامی اور صرف غلامی ہے۔ اب ان کی فلاح و نجاح، شادمانی و کامرانی کی راہ، بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ جنگ آزادی کی دہکتی ہوئی آگ میں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں دہکتے ہوئے انگاروں میں، جرأت و ہمت کے ساتھ مردانہ وار کود پڑیں۔ اور اکثریت سے اقلیت کے حقوق کی حفاظت کا زبانی اور کاغذی وعدہ حاصل کرنے کے بجائے، اپنی پیہم کوششوں، بے نظیر قربانیوں، اور بے پناہ طاقتوں کے ذریعہ اکثریت کو اپنے حقوق کی حفاظت پر عملاً مجبور کردیں کہ دنیا ہمیشہ طاقت کے سامنے جھکتی ہے ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔

ہم ہم میں کسی قسم کا خوف و خطر کا احساس کئے بغیر [illegible]

نہایت حسرتناک تعجب تو یہ ہے کہ مسلمان جس سرزمین میں مدتوں تخت و تاج کے مالک رہ چکے ہیں، آج اسی جگہ کی غلامی پر نہ صرف مطمئن ہیں بلکہ "غیروں" کے اشارے پر اپنے ہی بھائیوں کا گلا اپنے ہی ہاتھوں سے کاٹکر، اپنی

دولت و ثروت کو اپنی عیاشیوں اور یورپ کی فیشن پرستیوں میں برباد کرکے اپنی .... غلامی کی زنجیروں کو اور بھی زیادہ مضبوط کرتے جارہے ہیں لیکن اس کے برخلاف برادران وطن آزادی کے میدان میں نہایت تیز گامی کے ساتھ آگے بڑھتے جارہے ہیں۔ ان کا ہر فرد اصلاح پذیر ہوکر اسی روش پر جارہا ہے جو ان کے لئے مفید ہے۔ ان کے اہل دماغ اور ارباب حل و عقد اپنی قومی ترقی و بہبودی کے لئے جو کچھ کررہے ہیں اس کا تو ذکر ہی کیا؟ جبکہ ان کی عورتیں بھی اپنی قومیت کی تعمیر میں مصروف ہیں۔ چنانچہ خبر آئی ہے کہ "کلکتہ یونیورسٹی کے سابق چانسلر کی بیوہ شریمتی نگیندر نندنی نے کلکتہ یونیورسٹی کو ۲۵ ہزار روپیہ کی ایک جائداد دے دی ہے تاکہ ان کے مرحوم شوہر کی یادگار میں ایک لیکچر شپ قائم کی جاسکے۔"

یہ ہیں زندہ قوموں کے کارنامے اور ان کی زندگی کے آثار۔ کیا مسلمان اس پر نگاہ عبرت ڈالکر اپنی اصلاح حال کی طرف متوجہ ہونگے؟ مسلمانو! ؎

اٹھو ورنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی　+　دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

مسلم سے خطاب

تغافل کیش اٹھ بہر خدا اٹھ　　بہت کچھ سوچکا مسلم ذرا اٹھ
صدائے ناسعی سنکر بھی کیسے　　پڑا ہے خواب غفلت میں فرا اٹھ
اصول دین کا پابند ہوجا　　فروعیات کے جھگڑے مٹا اٹھ
ہوا کمزور فرقہ بندیوں سے　　بنالے متحد ہوکر ہوا اٹھ
غلامی کی حرارت میں تپا ہے　　خدارا حریت کی لے ہوا اٹھ
مٹا کر تفرقے دین متیں کے　　مناظر دور نبوی کے دکھا اٹھ
وہی دل اور وہی پہلی امنگیں　　وہی ایمان پھر کیا ہوگیا اٹھ
زر و علم و ہنر کی کر نہ پروا　　تو اخلاق حمیدہ میں ڈھلا اٹھ
صداقت کا علم لیکر نکل جا　　مٹانے کذب کو اے باخدا اٹھ
جو تجھ پر ہنس رہی ہیں مردہ قومیں　　لگا کر ٹھوکریں ان کو جلا اٹھ
پھر اگلی صولت و سطوت دکھادے　　نکل میداں میں لے مرد خدا اٹھ
کریگا بال بیکا پھر نہ کوئی　　محافظ خود خدا ہوگا ترا اٹھ
کمر کس تسمۂ ہمت سے مسلم　　یہی ہے مدعا مشتاق کا اٹھ

(بی محمد عبداللہ چیدہ مشتاق بنگلورسٹی)

رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات و نفسیات

(از مولوی عبدالشکور صاحب بسکوہری متعلم جماعت ششم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ایک ایسی ہستی کی شخصیت سے دنیا کا کونسا فرد واقف نہیں جو سراجاً منیراً بنکر آیا تھا جس نے انسان کو ترقی کے انتہائی مراتب پر پہنچا دیا جس کا نام نامی واسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جس نے دنیا میں آنکھیں اسوقت کھولیں کہ اس سے قبل صفت یتیمی سے موصوف ہو چکا تھا۔ چھ برس کی عمر میں والدہ بھی عالم اعلیٰ کی طرف رحلت فرما گئیں ہائے اب کون تھا جو اس معصوم کو جگر سے لگاتا۔ محمدؐ کے ناز وانداز کو برداشت کرتا۔ قدرت کو یتیم پیدا کرنے سے مقصود یہ تھا کہ یتامیٰ کی محبت والفت آپ کے دل میں موجزن ہوئی وجہ تھی کہ ذرا ذرا سی بات پر آپ کا دل موم کی طرح پگھل جاتا تھا غیروں سے حسن سلوک کرنا آپ کا شیوہ تھا آپ نے کبھی اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا۔ جن اعداء دین نے ۲۳ برس تک ستایا تھا ان پر حاکم ہوکر اور قبضہ کلی ہونے کے باوجود انتقام نہیں لیا جس نبی کے جذبات کا یہ عالم ہو کہ دشمنوں کی طرف سے مختلف قسم کے مصائب وتکالیف پہنچائے جانے کے باوجود ان کے لئے دعائے مغفرت کر رہا ہو اس سے بڑھکر ہادی اعظم اور کون ہوسکتا ہے؟

طائف سے واپسی کے منظر کو یاد کرو کہ مخالف کی جانب سے پتھروں کی بارش ہو رہی ہے لیکن جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے زبان مبارک سے فرماتے ہیں اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ خدا میری قوم میری شخصیت کو نہیں سمجھتی انھیں ہدایت فرما مذہبی معاملات میں خلاف اصول کرنا قطعی حرام سمجھتے ایک شریف قبیلہ کی ایک عورت فاطمہ نامی چوری کرتی ہے اہل خاندان کی تمنا ہے کہ اس جرم میں اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے سفارش کیلئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو آگے کرتے ہیں لیکن ذات نبوی کا جذبہ للّٰہیت جوش مارنے لگتا ہے فرمایا کہ قبل از اسلام قوموں نے ایسا ہی کیا تھا کہ امراء سے حد شرعی ساقط کردیتے فقراء پر جاری کرتے جس سے عذاب خداوندی میں گرفتار ہوگئے۔ رب کعبہ کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ (اعاذہا اللہ منہا) بھی اس جرم کا ارتکاب کرتی تو مجھے اس پر بھی اسلامی حد جاری کرنے میں کوئی تردد نہ تھا بلکہ میں اس کا ہاتھ بھی قطع کردیتا۔ یہ ہے جذبۂ محمدیؐ جو دنیا میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ خیال کیجئے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب حضرت عثمانؓ آپ کے سفیر بنکر مکہ والوں کے پاس صلح کی گفتگو کے لئے گئے اور ادھر ان کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی تو آپ کے قلب میں جوش انتقام کا دریا موجیں مارنے لگا تمام جاں نثاروں سے بیعت استقامت لی اسلئے کہ قاصد اور سفیر کا خون آپ ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھنا چاہتے تھے مگر غزوۂ احد میں جن ظالموں نے دندان مبارک شہید کیا تھا وہی فتح مکہ میں گردن نیچی کئے ہوئے آپ کے سامنے کھڑے ہیں لیکن آنحضورؐ نے اپنی ایذا رسانی کا انتقام ہرگز نہ لیا بلکہ عام معافی کا اعلان فرمادیا۔

ایک مرتبہ کھڑے ہوکر فرمایا کہ جس کا بھی مجھ پر کچھ حق ہو لیلے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور کہا حضورؐ آپ نے

مجھے ننگے جسم پر ایک کوڑا مارا تھا۔ آپ نے فوراً کرتۂ مبارک اٹھا دیا اور فرمایا لو تم بھی مار لو۔ صحابی نے فوراً مہر نبوت کو چوم لیا اور کہا حضور میرا یہی مقصد تھا۔

نفسیات کے جاننے والوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ماں کی ممتا اولاد سے کسقدر ہوتی ہے عموماً اولاد ناقدردان ہوتی ہے اپنی طبعی خواہشات کے بالمقابل ماں کی کوئی عزت نہیں آؤ ہمارے آقائے نامدار کی حالت دیکھو۔ آپ نبوت کے عہدے سے سرفراز ہیں لیکن جب آپکی حقیقی نہیں بلکہ رضاعی ماں تشریف لاتی ہیں تو آپ مارے محبت وعظمت کے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر زمین پر بچھا دیتے ہیں اگر سچ پوچھو تو اسی کملی پوش نے ماں کی عزت کو برقرار رکھا اور کیوں نہ ہوتا جب تمام ظاہری ومعنوی صفات کو رب العزت نے ودیعت فرمایا تھا جو رحمۃ للعالمین تھا جو اخلاق کا مجسمہ تھا جس کی ہر ایک نقل وحرکت پر قربان ہونا ہی باعث عز وشرف ہے جس کے بارے میں یہ شعر نہایت ہی موزوں ہے ؎

دل اسپہ فدا ہے جو کہ مدنی ہے　+　شاہوں میں شہنشاہ فقیروں میں غنی ہے

پیاری ولاڈلی بیٹی زینب کا لڑکا سانس توڑ رہا ہے حضرت زینب آپ کو بلا فرماتی ہیں۔ جواب میں فرمایا جاؤ میرا سلام کہنا اور کہدینا خدا کی چیز تھی اس کے لینے میں ہم کو کیا مجال ہے صبر کرو مگر حضرت زینب اصرار فرماتی ہیں اور قسم دلاتی ہیں کہ آپ ضرور تشریف لائیں چنانچہ گئے بچہ کی حالت دیکھکر آنکھوں میں آنسو آگئے حضرت سعد بن عبادہ کہنے لگے اللہ کے رسول یہ کیا؟ فرمایا ھذہ رحمۃ جعلھا اللہ فی قلوب عبادہ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء سعد جانتے ہو یہ خدائی رحمت ہے جسکو اس نے اپنے مقربین کے دلوں میں رکھا ہے خدا بھی رحم کرنے والوں ہی پر رحم فرماتا ہے ؎

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر　+　خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ایک دفعہ عبداللہ بن مسعودؓ آپ کو قرآن مجید سنا رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھولاء شھیدا۔ اے نبی وہ کیسا گھبراہٹ کا دن ہوگا جب ہم ہر ایک گروہ سے ایک ایک شاہد کھڑا کریں گے اور آپ کو تمام پر شہادت دینی ہوگی۔ عبداللہ بن مسعود سے فرمایا ٹھہرو صحابی نے جو دیکھا تو حضورؐ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ جتنا آپ کو اپنے نفس پر قدرت تھی کسی امتی کو حاصل نہیں ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے جس سے قریش مقتولین بدر کے انتقام میں بیتاب ہیں عمیر بن وہب جو آپ کا سخت دشمن تھا صفوان بن امیہ کو بہت کچھ انعام واکرام کی طمع دلا کر بھیجا کہ آپ کی گردن نعوذ باللہ منہا جدا کردے چنانچہ زہر میں بجھی تلوار لیکر مدینہ پہنچا لوگوں نے معلوم کرلیا حضرت عمرؓ نے سختی کرنی چاہی آپ نے منع فرمایا اور اس سے پوشیدہ طریق سے اس کے بدترین ارادے کی خبر دی یہ حالت دیکھکر عمیر دنگ رہ گیا اور فوراً مسلمان ہوگیا اور واپس جاکر اسلام کی تبلیغ شروع کردی ؎

اسلام کے پرچم کو جھکانے وہ چلے ہیں　+　پر فیصلۂ مَلِک قضا اور ہی کچھ ہے

اسی طرح ایک اور شخص آیا تاکہ آپ کا کام تمام کردے صحابہ نے گرفتار کر لیا اور آپ کے دربار میں حاضر کیا حضور نے ارشاد فرمایا چھوڑ دو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

یہ ہیں وہ واقعات جو آنحضور کے جذبات و نفسیات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور ہمیں بتاتے ہیں کہ آپ اپنے ذاتی معاملات میں کتنے رحم دل اور خدا کے قانون جاری کرنے میں کتنے جری اور با ہمت تھے اگر آج ہم بھی اسی اصول پر عمل پیرا ہو کر دین الٰہی کے خادم بنیں تو یقیناً اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر لیں گے اور ہر قسم کی سربلندیاں ہمارا قدم چومیں گی۔

ایمان باللہ اور استقامۃ

(از مولوی عبد الودود صاحب بستوی متعلم جماعت چہارم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرت! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ یعنی وہ لوگ جو کہ شرک و کفر میں ڈوبے ہوئے تھے اور معبود حقیقی کی پرستش سے غافل تھے اس کے بعد ان پر دین حق پیش کیا گیا اور ان کے سامنے معبود حقیقی کی عبادت اور پرستش کی تعلیم پیش کی گئی تو انھوں نے اس کو تسلیم کیا اور یہ کہا کہ میرا خدا میرا رب میرا پروردگار اللہ ہے اور اسی پر آخر دم تک قائم رہے اگرچہ ان کے مالوں کو اس کے بدلہ میں تباہ ہی کیوں نہ کیا جائے ان کی اولاد کو چھین ہی کیوں نہ لیا گیا ہو اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئی ہوں لیکن ان تکالیف کے باوجود ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں ہوئی بلکہ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ خواہ کچھ ہی تکلیفیں مجھ کو پہنچاؤ میں تو اب اللہ کو رب مان چکا ہوں۔ اب اس سے پھر نہیں سکتا تو اس کے بعد ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تم کو بشارت ہو کہ تم اس تکلیف سے خوف مت کھاؤ اور مت ڈرو اور غمگین نہ ہو اور تم اس جنت کی خوشخبری سے جس کا تم سے اللہ کے طرف سے وعدہ ہے خوش ہو جاؤ۔

آج میں اس کے متعلق کچھ واقعات پیش کروں گا جس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کو رب ماننے والوں پر کسقدر مصائب نازل کئے گئے لیکن انھوں نے اللہ کو رب ماننے سے انکار نہیں کیا بلکہ اس پر قائم رہے۔ ایک شہر میں ایک بادشاہ رہتا تھا جو ایک جادوگر کی وجہ سے اپنے کو خدا کہلواتا تھا اور اس کی رعایا اس کو خدا کہتی تھی مگر جب جادوگر بڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ تو میرے پاس کوئی ذہین اور فطین لڑکا بھیج تاکہ میں اس کو اپنا جادو سکھلا دوں جس سے کہ تیری خدائی باقی رہے گی ورنہ اس کے بعد تیری خدائی فنا ہو جائے گی۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکا اس کے پاس بھیجا جو کہ روزانہ صبح کو اس کے پاس جاتا تھا اور شام کو واپس گھر آجاتا تھا اور جادوگر اسکو جادو سکھلاتا

تھا جب لڑکا صبح کو گھر سے جاتا یا شام کو واپس ہوتا تو راستہ میں ایک راہب کا مکان پڑتا تھا اس میں راہب خدائے واحد کی عبادت کرتا تھا جب لڑکے نے اس کی باتیں سنیں تو اس کے دل میں اثر ہوا اور وہ جاتے اور آتے وقت وہاں بیٹھتا اور اس کی باتیں سنتا لیکن اس کے بیٹھنے کی وجہ سے دیر ہوجاتی تھی تو جادوگر بھی غصہ ہوتا اور گھر والے بھی خفا ہوتے تھے چنانچہ اس نے راہب سے شکایت کی تو راہب نے کہا کہ اگر گھر جاؤ تو کہدینا جادوگر نے روک لیا تھا اور اگر جادوگر کے پاس جاؤ تو کہدینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ راستہ میں ایک شیر ملا جس کے خوف سے راستہ بند تھا اس لڑکے نے کہا کہ اب آزمانے کا وقت ہے کہ راہب کی تعلیم صحیح ہے یا اس جادوگر کی چنانچہ اس نے ایک کنکری اٹھاکر کہا کہ اے خدا اگر راہب کا مذہب ٹھیک ہے تو اس کنکری سے اس شیر کو ھلاک کردے چنانچہ اس نے کنکری ماری اور کنکری جاکر اس کی پیشانی میں لگی اور وہ ہلاک ہوگیا اور راستہ صاف ہوگیا اب اس کے دل میں راہب کے مذہب کا اور اعتقاد ہوگیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ ایسی دست شفا عنایت کی تھی کہ وہ اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو چنگا اور لنگڑوں کو سیدھا کردیتا تھا چنانچہ راہب نے کہا کہ عنقریب تم آزمائے جاؤگے لیکن میرا نام نہ پیش کرنا چنانچہ اس بات کی خبر وزیر کو پہنچی جو کہ اندھا تھا وہ بہت سے تحفہ تحائف لیکر لڑکے کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اندھوں کی آنکھ کو کوڑھیوں کے کوڑھ کو اچھا کردیتے ہو تم میری آنکھ اچھی کردو تم کو یہ تحفہ اور انعام دونگا لڑکے نے جواب دیا کہ میرے اندر کچھ طاقت نہیں جو کچھ کرتا ہوں وہ خدا کے حکم سے کرتا ہوں۔ وزیر نے پوچھا کیا میرے خدا یعنی بادشاہ کے حکم سے؟ لڑکے نے کہا نہیں جو میرا اور تمہارا اور تمہارے بادشاہ کا سب کا خدا ہے اگر تم اس پر ایمان لے آؤ تو میں اس کے حکم سے تمہاری آنکھ اچھی کردونگا چنانچہ وزیر مسلمان ہوجاتا ہے اس کے بعد لڑکا خدا سے دعا کرتا ہے اس کی آنکھ اچھی ہوجاتی ہے جب دوسرے دن وزیر دربار میں آیا تو اس سے بادشاہ نے پوچھا کہ تمہاری آنکھ کس نے اچھی کردی وزیر نے جواب میں کہا کہ میرے خدا نے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے؟ وزیر نے جواب دیا نہیں بلکہ جو میرا اور تمہارا اور سب کا خدا ہے اس پر بادشاہ بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ تم مجھکو کیوں نہیں خدا کہتے تم کو کس نے بہکا دیا وزیر نے لڑکے کا نام بتلایا لڑکا بلایا گیا اس سے سوال ہوا تم کو یہ دین کس نے سکھلایا اور کس نے تمہیں میری خدائی سے منکر بنا دیا لڑکے نے راہب کا نام پیش کردیا۔ راہب بلوایا گیا اس سے بادشاہ نے کہا کہ تم مجھکو خدا مان لو اس نے انکار کیا اس پر اسے مار ڈالا گیا اسی طرح وزیر کا بھی حال ہوا اور اس کو بھی قتل کرادیا اس کے بعد لڑکے سے کہا کہ تم مجھکو خدا کہو ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہوگا لڑکے نے کہا کہ اب میں حقیقی خدا کو پہچانکر اپنا رب مان چکا ہوں اب نہیں پھر سکتا اس پر بادشاہ نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اس کو پہاڑ پر لیجاؤ اور وہاں سے دھکیل دو چنانچہ اس کے نوکر اس کو پہاڑ پر لے گئے جب وہاں پر پہنچے تو لڑکے نے دعا کی کہ اے میرے رب تو مجھکو بچا اور ان کو ہلاک کردے اسپر خدا کے حکم سے پہاڑ ہلنے لگا اور وہ سب مرگئے اور لڑکا واپس صحیح سلامت بادشاہ کے دربار میں پہنچا بادشاہ نے پوچھا کہ تو نے میرے نوکروں کو کیا کیا لڑکے نے جواب دیا وہ مجھکو ہلاک کرنے کے لئے گئے تھے میرے خدا نے انھیں ہلاک کردیا تیری خدائی نے کچھ کام نہ دیا اس پر بادشاہ نے پھر حکم دیا کہ اس کو

لیجاؤ اور دریا میں ڈبو دو پھر لڑکے نے یہی دعا کی تو لیجانے والے ہی دریا میں ڈوب گئے اور لڑکا پھر صحیح سالم بادشاہ کے دربار میں واپس آیا اس پر بادشاہ بہت متفکر ہوا لڑکے نے اس سے کہا کہ اگر تجھے یہی منظور ہے کہ تو مجھکو ہلاک کرے تو میں جو ترکیب بتلاؤں اس سے اگر ہلاک کرے تو ہلاک کر سکتا ہے اس کے بعد لڑکے نے اس سے کہا کہ ایک دن کسی میدان میں لوگوں کو جمع کرو اور ایک اونچی جگہ مجھکو بٹھلا کر یہ کہکر تیر مارو کہ میں اس لڑکے کے رب کے نام سے مارتا ہوں تو مار سکتے ہو ورنہ نہیں بادشاہ نے اعلان کر دیا اور کہا کہ فلاں دن فلاں جگہ جمع ہو جاؤ سب لوگ اس دن وہاں جمع ہو گئے۔ بادشاہ نے یہ کہکر کہ میں اس لڑکے کے رب کے نام سے تیر مارتا ہوں ایک تیر مارا چنانچہ وہ لڑکا ہلاک ہو گیا اور اس وقت خدا کو اپنی قدرت دکھلانی مقصود تھی چنانچہ تمام مجمع والے مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد بادشاہ اور متفکر ہوا اور حکم دیا کہ خندق کھودی جائے چنانچہ خندق تیار کی گئی اور اس میں لکڑیاں ڈالی گئیں آگ لگائی گئی اور اس کے امراء اور رؤسا تے اس کے پاس بیٹھ بیٹھ کر تمام مسلمانوں کو آگ میں ڈالنا شروع کیا لیکن وہ تھے جنھوں نے اللہ کو رب مان لیا تھا اور اس آگ میں جلنے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے آسان سمجھا اور آگ میں جل گئے۔ جب تمام مسلمان آگ میں ڈالے جارہے تھے ایک عورت تھی جس کی گود میں ایک بچہ تھا وہ بچہ کی محبت میں کچھ خوفزدہ ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے بچہ کو گویائی دی اور بچہ نے کہا کہ اے ماں تو اس آگ سے مت ڈر اور اوپر نگاہ اٹھا دیکھ تیرے لئے اللہ نے کیا کیا انعام واکرام تیار کیا ہے چنانچہ وہ عورت اپنے بچے کو گود میں لیکر دھکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں کود گئی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کے واقعہ کو دیکھئے جب جادوگروں سے مقابلہ ہوا اور جادوگروں نے موسیٰ کے رب کو رب کہا اس پر فرعون بہت بگڑا ان سے کہا کہ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو میں سولی دیدونگا اور تمہارے ہاتھ پاؤں کو کاٹ ڈالونگا۔ لیکن انھوں نے کہا کہ تو جو کچھ کرے اب ہم اللہ کو رب مان چکے ہیں ہم پھرنے والے نہیں چنانچہ اس نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا اور وہ سب شہید ہو گئے لیکن اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔

اسی طرح سے حضرت امام احمد بن حنبل رح کو دیکھئے جب ان بادشاہ نے قرآن کو مخلوق ہونے کا فتویٰ مانگا اور سب مولویوں نے فتوی دے دیا تو امام احمد بن حنبل رح ہی کی شخصیت تھی جنھوں نے اس کی مخالفت کی اور پھر ہر قسم کی تکلیفوں کو برداشت کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ نے اس دنیا میں فرشتوں کو بھیجکر خوشخبری دی اور اپنی رحمتوں ونوازشوں سے ان کو سرفراز کرتا رہا۔ اللہ ہمیں بھی یہی استقامت اور حمایت حق کا جذبہ عطا فرمائے آمین

دفتری اعلان: (۱) محدث کے لئے ٹکٹوں کے بجائے ہمیشہ منی آڈر بھیجا کریں (۲) منی آڈر کی کوپن پر بھی اپنا نمبر خریداری یا پورا پتہ اردو ہو یا انگریزی صاف صاف ضرور لکھا کریں (۳) بعض حضرات بجائے خریداری نمبر کے رجسٹرڈ ایل ۳۲۰۴ لکھدیتے ہیں جو بالکل بیکار ہے یہ نہ لکھا جائے (۴) جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

(منیجر)

خرچ کرنیکی خوبی اور بخیلی کی برائی کا بیان

(از مولوی محمد یعقوب صاحب رنگونی حال وارد مدرسہ رحمانیہ دہلی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس اُحُد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تین رات گذرنے کے پہلے کسی کا باقی ادا کرنے سے جو بچ جائے اس میں سے میرے پاس کچھ نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ ہر صبح کو دو فرشتے اترا کرتے ہیں ایک کہتا ہے الٰہی خرچ کرنے والے کو اور دے اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کو تباہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے .. اسماء سے فرمایا خرچ کیا کر اور گنا نہ کرو ورنہ خدا بھی تجکو گن گن ہی کر دے گا اور روکا نہ کرو ورنہ خدا بھی تجھ سے روکے گا اور جہاں تک ہو سکے دئیے جا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدمی جو تیری حاجت سے بچ رہے اسے خرچ کر ڈالا کر یہ تیرے حق میں بہتر ہے اور رکھ چھوڑنا تیرے لئے برا ہے ہاں ضرورت کے لائق بچا رکھنے پر کچھ ملامت نہیں ہے اور پہلے اس کو دے جس کا نفقہ تیرے ذمہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل و سخی کی مثال ایسی ہے جیسے دو شخص لوہے کی دو زرہیں پہنے ہوں اور ان کے دونوں ہاتھ ان کے سینے اور گردن جکڑے ہوں تو سخی جب صدقہ کرتا ہے تب اس کی زرہ پھیل جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اور تنگ ہو جاتی ہے اور اس کی ہر ہر کڑی اپنی اپنی جگہوں پر اور بھی جکڑ جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ظلم نہ کرو ظلم سے قیامت میں طرح طرح کی اندھیریاں ہونگی فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خَبٌّ وَّلَا مَنَّانٌ وَّلَا بَخِیْلٌ یعنی مکار دھوکے باز اور دے کر احسان جتانے والا اور بخیل یہ تینوں قسم کے لوگ جنت میں نہیں جائیں گے۔ اور بخل نہ کرو تمہارے پہلوں کو بخل ہی نے ہلاک کر چھوڑا ہے بخل کے سبب سے خونریزی بھی کی اور حرام کو حلال بھی جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ دو کیونکہ ایک زمانہ ایسا بھی آیا چاہتا ہے کہ لوگ صدقے کیلئے پھریں گے اور کوئی لینے والا نہ ملے گا سب یہی کہیں گے اگر تم کل لاتے تو ہم لے لیتے آج تو ہمیں کچھ حاجت نہ رہی ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کس قسم کے صدقے کا بڑا ثواب ہے آپ نے فرمایا جبکہ تم بھلے چنگے ہوا و ر تم کو مال جمع کرنے کی حرص ہو اور محتاجی کا بھی ڈر ہو دولت کی خواہش بھی ہو اسی قسم کا صدقہ اللہ کو بہت پسند ہے اور صدقہ دینے میں اتنی دیر نہ کرو جب جان نکلنے لگے تو کہنے لگو کہ اتنا اس کو حالانکہ وہ حق دوسرے کا ہو چکا۔ ابوذر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے سایہ میں بیٹھے تھے اور میں آ پہونچا آپ مجھے دیکھکر فرمانے لگے کعبہ کے رب کی قسم وہ لوگ نہایت ٹوٹے میں ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، وہ لوگ کون ہیں آپ نے فرمایا مالدار لیکن وہ مالدار جو اِدہر اُدہر آگے پیچھے داہنے بائیں خرچ ہی کیا کرتے ہیں وہ البتہ ٹوٹے میں نہیں ہیں مگر ایسے بہت کم ہیں آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ (رواہ مسلم) یعنی پوشیدہ خیرات

کرنے والا پرہیزگار مالدار اللہ کا محبوب اور پیارا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص گھر سے صدقہ دینے کی نیت سے نکلا اور بغیر جانے چور کو دیدیا۔ صبح کو لوگ کہنے لگے کہ رات کسی نے چور کو صدقہ دیا اس شخص نے کہا الٰہی تیرا شکر ہے میرا صدقہ چور کو ملا؟ پھر صدقہ دینے کی نیت سے نکلا تو وہ زانیہ کے ہاتھ میں پڑا لوگ صبح کو کہنے لگے آج کی رات کسی نے زانیہ کو صدقہ دیا اس نے کہا الٰہی شکر پھر میرا صدقہ زانیہ کو ملا پھر صدقہ دینے کیلئے نکلا تو وہ مالدار کے ہاتھ جا پہنچا پھر صبح کو لوگ کہنے لگے رات کسی نے مالدار کو صدقہ دیا پھر اس نے کہا الٰہی تیرا شکر میرا صدقہ مالدار کو ملا تب اس کو بشارت ہوئی کہ تیرا (سب صدقہ قبول ہوا اسلئے کہ) جو صدقہ چور کو ملا تو ہوسکتا ہے کہ وہ چوری سے باز رہے اور جو زانیہ کے ہاتھ لگا تو کیا عجب ہے کہ وہ زنا سے بچے اور جو مالدار کو ہاتھ آیا تو اس کو عبرت ہوسکتی ہے کہ وہ خود بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے لگے ایک شخص کسی میدان میں جارہا تھا کہ بادل سے ایک آواز سنی (بادل) فلاں کا کھیت سیراب کر، بادل ادھر جھکا اور خوب برسا اور تمام کھیت لبالب کردیا وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ کدال لئے کھیت میں پانی ادھر ادھر کر رہا ہے نام پوچھا تو اس نے وہی نام بتایا جو بادل سے سنا تھا کھیت والے نے نام پوچھنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتاکر پوچھا کہ تم اپنی کھیتی میں کیا کیا کرتے ہو اس نے کہا میں اس پیداوار کا ایک تہائی صدقہ کردیا کرتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے عیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی کھیت کی آبادی میں لگا دیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی اسرائیل میں تین شخص تھے کوڑھی، گنجا، اندھا، تینوں کی آزمائش کے لئے خدا نے اپنے فرشتے کو بھیجا۔ فرشتے نے کوڑھی سے پوچھا تو کیا چاہتا ہے کوڑھی نے عرض کی رنگ اور چمڑا اچھا ہوجائے اور گندگی دور ہوجائے فرشتے نے اس کا بدن چھودیا اور اس کی ساری تمنائیں پوری ہوگئیں پھر پوچھا تجھکو کونسا مال چاہیئے اس نے کہا اونٹ یا گائے یہاں راوی کو شک ہے مگر گنجے اور کوڑھی میں سے ایک نے گائے اور دوسرے نے اونٹنی چاہی فرشتے نے اس کو ایسی گابھن اونٹنی یا گائے دی جو قریب ہی میں جننے والی تھی پھر گنجے کے پاس جاکر اس کی خواہش بھی پوچھی اس نے اپنے بال کے اچھا ہونے اور گنج دور ہونے کی آرزو کی اس کو بھی چھودیا وہ بھی بھلا چنگا ہوگیا پھر پوچھا تجھکو کون مال چاہیئے اس نے کہا گائے اس کو گائے گابھن دیکر برکت کی دعا بھی کی پھر اندھے کے پاس آکر اس کی خواہش بھی پوچھی اس نے کہا آنکھیں کھل جائیں تو میں بھی لوگوں کو دیکھتا بھالتا فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا بس آنکھیں کھل گئیں پھر پوچھا تجھے کون مال چاہیئے اس نے کہا بکری اسے گابھن بکری دی پھر ہر شخص کے اونٹ گائے بکری سے ایک ایک جنگل بھر گیا۔

چند دن کے بعد اسی فرشتے نے دوسری صورت وہیئت میں کوڑھی سے آکر کہا میں مسافر ہوں میرے سفر کا سامان جاتا رہا ہے اب سوائے خدا کے پھر تمہاری مہربانی کے اور کوئی آسرا نہیں ہے میں تم سے اسی اللہ کے نام پر راہ خرچ مانگتا ہوں جس نے تم کو اچھا بدن اور اچھا چمڑا اور اونٹنی دی کوڑھی نے کہا میرے ذمے خود بہتوں کے حق ہیں تب فرشتے نے کہا میں تجھے پہچانتا بھی ہوں کیا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور فقیر

تھا کہ خدا نے تجھے مالدار کر دیا؟ اس نے کہا یہ مال تو میرے اگلوں سے چلا آتا ہے فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے پہلے ہی جیسا کر دے پھر اسی صورت میں گنجے سے وہی تقریر کی اور گنجے نے بھی ویسا ہی جواب دیا فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے پہلے ہی جیسا کر دے۔ پھر اندھے سے بھی اسی طرح پر سوال کیا۔ اندھے نے کہا بیشک میں اندھا تھا خدا نے مجھے بینا کیا آج جتنا چاہو لے لو اور جتنا چاہو چھوڑ دو، قسم خدا کی میں اللہ کے واسطے میں کچھ نہ بولونگا فرشتے نے کہا تو اپنا مال رکھ میں نے سب کو جانچ لیا فقط تجھ سے تو خدا راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض ہو گیا۔

ملک عرب میں ایک شخص کا باغ تھا چونکہ وہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق برابر ادا کرتا رہتا تھا خدا نے اس کے مال میں ہر طرح کی برکت دے رکھی تھی اس کے انتقال کے بعد جب اس کی اولاد وارث ہوئی تو آپس میں کہنے لگے کہ ہمارا باپ تو بے وقوف تھا کہ اتنا سارا مال مفت خوروں کو بلا وجہ دے دیا کرتا تھا اگر ہم یہ مال بھی روک لیں تو ہم بہت جلد تونگر بن جائیں آپس میں یہ مشورہ کر کے جب باغ کے پھل اور کھیتی تیار ہو گئی تو ایک دن پچھلی رات کو ایک نے دوسرے کو جگایا اور چپکے چپکے دبے پاؤں سویرے منہ اندھیرے اپنے کھیتوں کی طرف کانا پھوسی کرتے ہوئے چلے تاکہ ایسا نہ ہو کہ غریبوں کے کان میں بھنک پڑ جائے کہ آج کھیتی کٹے گی تو عادت کے مطابق وہ سب بھی جمع ہو جائیں گے۔ ادھر تو اس ادھیڑ بن میں مشغول تھے ادھر ان کی بدنیتی کے باعث ان کے باغ پر قہر خداوندی نازل ہوا۔ تمام باغ جلکر خاکستر ہو گیا پانی کا نام ونشان نہ رہا بڑے بڑے اونچے اونچے درخت جڑوں سے اکھڑے ہوئے پڑے ہیں تمام چشمے اور نہریں خشک ہیں سارے باغ میں سوا راکھ کے جلتے بھلتے ڈھیروں کے کچھ نہیں دیکھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ زمین کسی زمانے میں بھی سرسبز نہ تھی جب ان بھائیوں کی نظر کھیت اور باغ کی اس اجڑی ہوئی حالت پر پڑتی ہے تو سہم جاتے ہیں خیال گزرتا ہے کہ کہیں راستہ بھول کر کسی بنجر زمین میں تو نہیں آگئے پھر بخوبی غور کرتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ ہماری بخیلی کے برباد کن نتائج ہی سے ایک یہ بھی ہے ہم نے خدا کا حق مارنا چاہا تھا آسمانی بلا نے ہمارے یہاں آنے سے پہلے ہی ہمارے لہلہاتے کھیت کو خاکستر کر دیا ہماری ناجائز امیدوں کا خون کر دیا ہماری بے جا خواہشوں کا گلا گھونٹ دیا اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ یعنی اسی طرح بخیلوں پر ہمارا عذاب دنیا میں نازل ہوتا ہے۔ اور آخرت کا بہت بڑا عذاب بھی باقی پڑا ہے مگر انھیں سمجھ نہیں حدیث کی کتابوں اور قرآن کریم میں بخل کی بڑی مذمت اور سخاوت کی فضیلت بہت کچھ بیان ہوئی یہانتک کہ آپ نے فرمایا ہے ایک دل میں ایمان اور بخل جمع نہیں ہو سکتا ہے فرماتے ہیں سخی اللہ سے قریب ہے سخی جنت سے قریب ہے سخی لوگوں سے قریب ہے سخی جہنم سے بہت دور ہے بخیل اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے جہنم سے قریب ہے سخی جاہل بھی خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک توفیق دے اور اپنی مرضی کے کام ہم سے لے اور بخیلی اور کنجوسی سے بچائے آمین یارب العالمین۔

اسلام اور تعلیم اخلاق

(از مولوی عبد العزیز صاحب بسکوہری متعلم جماعت چہارم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

یوں تو اسلام کے اندر بہت سی صفتیں پائی جاتی ہیں جو اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ممتاز و ممیز کرتی ہیں اور جن پر اسلام کو فخر اور بجا فخر حاصل ہے۔ لیکن آج میں ان تمام صفتوں میں ایک ایسی صفت کا بیان کرونگا جو کہ اسلام کی ایک مایۂ ناز صفت کہلانے کی مستحق ہے اور حقیقت میں وہی باعث اشاعت اسلام ہوئی اور وہ مہتم بالشان صفت اخلاق ہے۔ بعض نادان معاندین نے اسلام پر یہ تہمت تراشی ہے کہ اسلام نعوذ باللہ سوء خلق کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اپنے متبعین کو لوٹ مار قتل اور زنا کی رغبت دیتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے تعلیم اسلام پر منصفانہ نظر نہ ڈالی اگر اسلام کی تعلیمات کا بغور ملاحظہ کرتے تو کبھی اس قسم کی جرأت نہ کر سکتے۔ کیونکہ جنھوں نے اسلام کی تعلیمات کو بغور دیکھا ہے انھوں نے اقرار کر لیا کہ واقعی اسلام نے اخلاق کی جو تعلیم مسلمانوں کو دی ہے وہ کسی مذہب میں نہیں ہے۔ قرآن کے نازل ہونے کی سب سے اہم غرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اخلاق سکھلائے ان کو اکٹھا و مجتمع کرے ان میں بھائی چارگی پیدا کرے چنانچہ ارشاد ہے مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (مائدہ) اللہ کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ تم پر تنگی ڈالے اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں ہر قسم کے امراض روحانی سے پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کردے تاکہ تم شکر کیا کرو۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي۔ دین اور نعمت کو آج ہم نے مکمل کر دیا۔ ظاہر ہے کہ نعمت سے مراد وہ ہے کہ جس کے اتمام کیلئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مبعوث کیا تھا چنانچہ اسی کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ یعنی میں مکارم اخلاق ہی کے اتمام کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں پس ظاہر ہے کہ نعمت سے مراد مکارم اخلاق ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت کے اخلاق کیا تھے آپ جواب دیتی ہیں کہ قرآن سارا کا سارا آنحضرت کا خلق ہی تو ہے۔ بس اس سے معلوم ہوا کہ گویا اسلام صرف اخلاق کا نام ہے اور حقیقت اخلاق ہی کے اتمام کے لئے قرآن نازل ہوا۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اوصاف و اخلاق کس خوبی سے بیان فرماتا ہے سنئے! ارشاد ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا۔ یعنی اللہ کے پیارے بندے وہ ہیں کہ جن کے اخلاق کریمانہ کا یہ حال ہے کہ وہ زمین پر نہایت پرسکون تکبر و گھمنڈ سے خالی آہستہ آہستہ راستہ طے کرتے ہوئے چلتے ہیں اور اگر کسی جاہل سے سابقہ پڑ جاتا ہے تو ان کو سلام کہکر بغیر چھیڑ چھاڑ کے آگے بڑھ جاتے ہیں اور اسی سورۃ کے آخر میں اس طرح سے بھی بیان کیا ہے کہ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا۔ یعنی مومن کی شریفانہ و کریمانہ صفت یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے اور اگر کسی بیہودہ مجلس کے سامنے گزرتے ہیں جو کہ

مضر اخلاق ہو تو نہایت بزرگانہ طریقے پر وہاں سے گذر جاتے ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کفار پر بہت سخت ہیں اور دین کی حمایت میں اپنی جان کو بھی قربان کر دینے والے ہیں اور آپس میں نہایت محبت و اتفاق سے رہتے ہیں اور ہمیشہ اللہ کی خوشنودی و رضا چاہتے رہتے ہیں" پس اے مسلمانو! اگر تم صحیح معنوں میں مسلمان بننا چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا رتبہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے اپنے اندر اخلاق پیدا کرو بغیر حسن خلق کے خدا کے نزدیک مومن کہلانے کے مستحق نہ ہو گے کیونکہ خدا نے تو مومن کا معیار اخلاق ہی بتلایا ہے۔ اب آؤ ذرا سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو دیکھو جس سے معلوم ہو کہ حضور مجسمہ اخلاق تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

اے لوگو یاد رکھو تم جھوٹ نہ بولنا۔ چغلی نہ کھانا۔ بدعہدی نہ کرنا۔ جاسوسی نہ کرنا۔ کیونکہ یہ چیزیں خدا کے نزدیک نہایت مبغوض ہیں خدا اس سے منع فرماتا ہے۔ تم کو دنیا کے سامنے ہادی بنکر رہنا ہے تم لوگوں کیلئے نمونہ بنو گے۔ اس لئے تم اپنے اندر اخلاق پیدا کرو اور یہ چیزیں مضر اخلاق ہیں لا یدخل الجنۃ قتات چغلخور جنتی نہ ہوگا۔ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تدابروا ولا تباغضوا و کونوا عباد اللہ اخوانا۔ تم بدگمانی سے بچو۔ جاسوسی نہ کرو اور نہ اختلاف پیدا کرو اور نہ آپس میں بغض و حسد پیدا کرو۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں مضر اخلاق ہیں۔ اس سے تمام مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ عند اللہ مبغوض ہیں اس لئے تم آپس میں بھائی چارہ پیدا کرو خدا فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اتحاد قائم کرو اور اس میں اختلاف پیدا نہ کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے ہیں اتدرون ما اکثر ما یُدْخِلُ النَّاسَ الجنۃ تقوی اللہ وحسن الخلق کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی۔ یاد رکھو وہ اللہ کا تقویٰ اور حسن خلق ہے یہ اسلئے کہ چونکہ حسن خلق نام ہے اس قوت کا کہ جس کے ذریعے افعال حسنہ بسہولت صادر ہوں اور اس کی وجہ سے انسان افعال قبیحہ سے محفوظ رہے پس جبکہ یہ حال ہوگا تو وہ خدا کا محبوب ہوگا اور جنت میں داخل ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اے لوگو تواضع وانکساری اختیار کرو کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ ان تواضعوا حتّٰی لا یفخر اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ ولا یبغی احد علی احد۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ اے لوگو تم تواضع وانکساری اختیار کرو۔ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔ مسلمانو کیا تمنے اس حکم پر عمل کیا اور کیا تواضع وانکساری اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ چونکہ اس حکم کا خلاف کیا گیا تواضع وانکساری کو برا سمجھا جانے لگا اس لئے ہمارے قلوب متفرق ہوگئے اور ہم سب سے پست ہوگئے۔ پس اگر اپنی پہلی جیسی شان و شوکت دیکھنا چاہتے ہو تو اخلاق جیسی نعمت حسنہ کو اپنے اندر پیدا کرو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس طرح ہونا چاہئے جس طرح دیوار جو بہت سے اینٹوں کو ملا دینے سے بنجاتی ہے اور مضبوط ہو جاتی ہے اور فرمایا

والمومنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ الخ یعنی مسلمانوں کو آپس میں اس طرح ہونا چاہئے کہ اگر کسی مسلمان کو ذرا سی بھی تکلیف ہو تو دوسرے کو اس سے زیادہ اثر ہو۔ لیکن آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے تکلیف میں ہوں اور ہم آرام میں ہوں۔ اللہ اللہ آپ فرماتے ہیں اور کتنے بہترین اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں کہ لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس یعنی جو شخص کسی انسان پر رحم نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کریگا دوسری جگہ فرمایا ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ تمام نیکیوں میں سب سے اچھی نیکی حسن خلق ہے۔ آنحضرت دعا کرتے کہ اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِی فَاَحْسِنْ خُلُقِی یعنی اے اللہ جس طرح میری خلقت بہترین ہوئی ہے اسی طرح میرا خُلق بھی اچھا کردے۔ اور یہ صرف قول ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ نے اس پر عمل کر کے لوگوں کو دکھلادیا ذیل کے واقعات بطور مثال ذکر کئے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لئے جارہے تھے اتفاقاً آپ تنہا ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی اور آرام لینے کے لئے درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے آپ کو اونگھ آگئی اتنے میں ایک دشمن رسول آگیا اور تلوار اٹھا کر کہنے لگا کہ من یحمیك منی یا محمد اے محمد اب مجھ سے تم کو کون بچائے گا۔ آپ نے نہایت ہمت سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ یہ سنکر وہ گھبرا گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لیکر فرمایا اب تجھکو مجھ سے کون بچائے گا وہ لاجواب ہوگیا اور کہا کہ کوئی نہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ دشمن دین ہے حضور کا مخالف ہے اس نے حضور کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اسلئے اس کو قتل کردینا مناسب تھا لیکن آپ کے رحم وکرم کا یہ حال ہے کہ آپ اس کو معاف کردیتے ہیں چنانچہ آپ کے اس حسن خلق کو دیکھکر وہ مسلمان ہوگیا۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں ایکدن سیر کیلئے باہر گیا جب واپس ہونے لگا تو راستہ میں ایک چڑیا کے دو تین بچے ملے میں ان .... کو اٹھاکر چلنے لگا جب پیچھے مڑکر دیکھا تو حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ان کی ماں پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے لیکن جب میں آنحضرت کی خدمت میں پہنچا تو آپ مجھ پر بہت خفا ہوئے اور فوراً چھوڑ دینے کو کہا میں نے ان تمام کو ان کی ماں کے حوالہ کردیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ حیوانوں کے ساتھ بھی اخلاق سے پیش آتے تھے۔

آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ تم حیوانوں پر شفقت سے پیش آؤ کیونکہ شاید اس سے خدا تم کو بخشدے آپ نے اس کے متعلق ایک واقعہ پیش کیا کہ پہلے زمانہ میں ایک شخص بہت گنہگار تھا ایک مرتبہ وہ کہیں جارہا تھا راستہ میں اسے پیاس لگی اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا اور باہر آیا۔ اس نے باہر ایک پیاسے کتے کو دیکھا جو نم زمین کو چاٹ رہا تھا اسے رحم آیا اور وہ پھر کنویں میں اترا اور موزہ میں پانی لاکر پیاسے کتے کو پلادیا خدا کو یہ شفقت ورحم بہت پسند آیا اور اس گنہگار شخص کو بخشدیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں جاتے تو ہر ایک شخص کا کام مقرر کرتے اور اپنے لئے بھی کچھ نہ کچھ

مقرر کر لیتے۔ آپ جانوروں کا چارہ خود اپنے ہاتھ سے ڈالتے اونٹ کو خود باندھتے دودھ دوہتے غلام کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھا لیتے۔ خادم کے کاموں میں خود مدد کرتے بازار سے خود سودا جاکر خرید لیتے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو سلام کرتے۔ حضرت زید جو آنحضرت کے پاس رہتے تھے بیان کرتے ہیں کہ جب میں کوئی کام کرتا تو آنحضرت میرے کام میں مدد کرتے مجھے زیادہ کام کرنے سے منع فرماتے آپ جب کسی غزوے میں جاتے تو باری باری اونٹ پر چڑھتے اور جب آپکی باری پیدل چلنے کی ہوتی تو آپ پیدل چلتے اور یہ صحابہ کو شاق گذرتا مگر آپ انصاف و عدل ہی سے کام لیتے ایک مرتبہ ایک یہودن نے کھانے میں زہر ملاکر آنحضرت کو کھلا دیا جس کے باعث آپ کو بہت دنوں تک تکلیف ہوتی رہی۔ مگر آپ نے اپنی زبان سے اُف تک نہ کیا۔ آج ضرورت ہے کہ ہم بھی ان اخلاق و عادات کے پابند ہوکر دنیا کو اپنی طرف آنے کی دعوت دیں۔

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے اصلی خدوخال

(از جناب ایس ایم شوکت اللہ صاحب محسن پرتابگڈھی)

آجکل ہندوستان کے اسکولوں اور کالجوں میں اسلامی تاریخ کی جو کتابیں مروج ہیں ان کے لکھنے والے یا تو وہ کم علم سیاح ہیں جنھیں تاریخ سے کچھ تعلق نہیں ہے یا وہ متعصب ہندو مصنفین ہیں جو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں کہ جہانتک ہوسکے مسلمان امراء و سلاطین کو بدنام کیا جائے۔ اگرچہ ہر اسلامی فرمانروا ان کا کشتۂ ناز بن چکا ہے اور کوئی ایسا نہیں جو ان کے ترکش سے نکلے ہوئے تیروں سے محفوظ ہو لیکن اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ ان میں سب سے زیادہ مشق ستم بنائے گئے۔

انگریزوں نے اپنی مصنفہ کتابوں میں کوئی ایسا الزام نہیں چھوڑا جو اس عادل حکمراں پر نہ لگایا ہو ان کی کتابیں کذب خدع و دجل اتہام و افترا کے پشتارے ہیں۔

لالہ جی کا جی جب سود کے بہی کھاتوں کو دیکھتے دیکھتے گھبرا گیا تو وہ تاریخ لکھنے بیٹھ گئے لیکن وہ قلم جو کہ ایک کو ایک ہزار ایک ہزار کو لاکھ لاکھ کو دس لاکھ بنانے کا عادی ہو وہ کیونکر حق و صحیح چیز لکھیگا وہ ہمیشہ جھوٹ لکھتا رہا ہے اس لئے یہاں پر بھی جھوٹ لکھنے سے باز نہ رہا۔ پھر وہ بنیا بنیا ہی کیا جو کوئی کام بغیر اپنا فائدہ سوچے ہوئے کرلے یہ روپیہ قرضہ دیتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ انھیں لوگوں سے ہمدردی ہے بلکہ دوسرے کا خون چوس کر اپنی تجوری بھرنا چاہتے ہیں اور تاریخ لکھنے بیٹھے تو یہ سوچکر نہیں کہ ملک و قوم کی کچھ خدمت کریں بلکہ انھوں نے تو اوم لکھنے کے بعد ہی قسم کھا کر کہا ہے کہ اگر میں کوئی ایسا الزام چھوڑ دوں جو کہ مسلمان سلاطین پر نہ لگاؤں تو مجھ پر پوری کچوری حرام۔ سرجدو ناتھ سرکار بنگال کے مشہور لوگوں میں سے ہیں انھوں نے حضرت عالمگیر رحمہ اللہ کی سیرت بیس سال

کی محنت شاقہ کے بعد مرتب کرکے شائع کی ہے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ شاید یہ محققانہ اور اغلاط سے پاک کتاب ہو گی، مگر وہ اپنی بنیایئت کیونکر چھوڑ سکتے تھے چنانچہ انھوں نے بھی نہایت فحش الزامات لگائے اور اس کی نہایت ہی گھناؤنی تصویر پیش کی۔ ان لوگوں کی اسی ذہنیت اور حالت کا خاکہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے اپنے حسب ذیل شعر میں کھینچا ہے ؎

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا ٭ کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

آج کی اس مختصر نشست میں میں انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے چند اس قسم کے واقعات پیش کرونگا جن کی روشنی میں عالمگیرؒ کے اصلی خدوخال آسانی سے دیکھے جا سکیں۔ کرنل ڈی سی۔ فلٹ۔ انگلستان کے ایک بہت ہی مشہور و معروف مستشرق ہیں انھوں نے حضرت اورنگ زیب عالمگیر کا ایک منشور شائع کیا ہے جو کہ اعلیحضرت کی جانب سے بنارس کے ناظم ابوالحسن کے نام ہے۔ اس منشور کے پڑھنے سے یہ چیز بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ عالمگیر درحقیقت انسانیت کی صحیح تفسیر تھا اور اخلاف کے لئے ایک بہترین شاہراہ عمل چھوڑ گیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے لازمی طور پر یہی نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ وہ ہندوؤں کا صحیح معنوں میں خیر خواہ اور بھلائی چاہنے والا تھا۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ ہندو رعایا کامل امن و امان اور مکمل آسائش و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرے وھوھذا۔

شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق گو نئے مندر نہیں بنائے جا سکتے مگر پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جا سکتا ہمارے گوش گذار یہ خبر ہوئی ہے کہ بعض عمال از راہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور اس کے آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم بت خانوں کے پردہت ہیں تشدد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو ان کی پروہتی سے الگ کر دیں جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بچارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اس لئے تم کو (ابوالحسن) کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص تمہارے علاقہ کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو۔ تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس باب میں تاکید مزید جانو۔ ۱۵ر جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ

اکتوبر ۱۹۱۱ء میں اسی مشہور مستشرق کو بنارس جانے کا اتفاق ہوا جہاں پر کہ انھیں حضرت عالمگیر رحمہ اللہ کے محررہ بالا فرمان کی عکسی نقل ہاتھ آگئی یہ فرمان اعلیحضرت نے حاکم بنارس ابوالحسن کے نام لکھا تھا اس فرمان کی بیجان و بوسیدہ سطریں علی الاعلان ببانگ دہل اس چیز کا اعلان کر رہی ہیں کہ یہ سطریں کسی ظالم و جابر کی لکھی ہوئی نہیں ہیں بلکہ ان کا لکھنے والا کوئی منصف و رعایا پرور حکمراں ہے اس عام شہرت کی بنا پر جو کہ عامۂ ہنود میں مشہور ہے یہ ایک بالکل نئی اور ناظر کے دل میں شک و شبہ کا طوفان برپا کر دینے والی چیز تھی۔

ہندوؤں نے اورنگ زیبؒ کو ہمیشہ بدنام کیا ہے اور اس کے ظالم و جابر ثابت کرنے کیلئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتے رہے ہمیشہ اس پر ایک نہ ایک نیا اعتراض کیا جاتا رہا ہے کبھی کہا گیا کہ اورنگ زیب نے ان کے منادر

منہدم کردیے کبھی بتوں کا توڑنے والا مشہور کیا گیا۔ کسی نے کہا کہ سوامن زنار جلائے بغیر اس کا کھانا ہی ہضم نہیں ہوتا تھا اس نے ان پر جزیہ لگایا اور انھیں فنا کرنے کی کوشش کی بنارس بھی ہندوؤں کا بہت ہی مشہور مقام تھا اور اورنگ زیب اس کی عظمت کو کس طرح دیکھ سکتا تھا چنانچہ اس نے دوسرے بہت سے مقامات کی طرح وہاں پر بھی منادر کو منہدم کرکے اس کے کھنڈرات پر مساجد تعمیر کی۔ کرنل ڈی سی فلٹ نے بھی یہ افسانے سنے تھے پس اگر کوئی اس فرمان عکسی کی نقل کو فرضی سمجھے تو کوئی مقام تعجب نہیں کیونکہ اورنگ زیب کا نام آتے ہی ایک ظالم وجابر شخص کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے اور یہ سطریں بتلا رہی تھیں کہ ان سطروں کا لکھنے والا ظالم وجابر نہیں بلکہ منصف وعادل اور انتہائی درجہ کا رعایا پرور حکمران تھا۔ اور پھر کرنل ڈی سی فلٹ ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتے تھے جو کہ تاریخ لکھتے وقت خصوصاً اسلام اور مسلمان کی تاریخ لکھتے وقت تعصب کی عینک لگا لیتی ہی چنانچہ کرنل موصوف لغرض تحقیق دوبارہ بنارس گئے اور خانبہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر کی امداد و اعانت سے اصل فرمان کو بھی ملاحظہ کرلیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بصیرت افروز منشور کے شان نزول پر خانبہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر نے جو مورخانہ روشنی ڈالی ہے اسے بھی نقل کردیا جائے تاکہ شک وارتیاب کی دنیا سے نکل کر عالم حقیقت میں آجائیں۔

خان بہادر صاحب فرماتے ہیں کہ بنارس کے محلہ سنگا گوری میں گوپی اپادھیا نامی ایک برہمن رہتا تھا جسے گذرے ہوئے پندرہ سال ہوئے ہیں۔ اس کی یادگار صرف ایک نواسہ مسمی منگل سنگھ پانڈے ہے اور وہ بھی محلہ سنگا گوری ہی میں رہتا ہے۔ نانا کے انتقال پر دوسرے خاندانی کاغذات کے ساتھ شہنشاہ اورنگ زیب کا یہ فرمان بھی اسے ترکہ میں ملا۔ ماہ اپریل ۱۹۰۵ء کو منگل سنگھ پانڈے نے بنارس کے کلکٹر کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کیا اور میں کلکٹر صاحب کے حکم سے ابتدائی تحقیقات پر مامور تھا۔ منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے جو گھاٹ پر بیٹھا رہتا ہے اور پجاری کی خدمات انجام دیتا ہے جو جاتری اشنان کرنے کیلئے آتے ہیں۔ انھیں پوجا کراتا ہے۔ اور پوجا کی رسموں کیلئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ انھیں خرید کر دیتا ہے پچھلے دنوں گجرات کی بتانیاں اپنے ملک کی رسم کے مطابق گھاٹ پر دھرنا دیکر بیٹھ گئیں اور رونا وبین کرنا شروع کردیا اس سے دوسرے پجاریوں کی عبادت میں خلل پڑنے لگا۔ منگل پانڈے نے انھیں روکا کہ اگر تم یونہی روؤ چلاؤ گی تو کوئی دوسرا پجاری اس گھاٹ پر نہ آئیگا اور میرا نقصان ہوگا اس پر منگل میں اور ان بی بیوں میں تنازعہ ہوگیا اور اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس گھاٹ کے اس حصہ کی پروہتی کیلئے کوئی قانونی دستاویز بھی موجود ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پیش کرو۔ اس مطالبہ کے جواب میں اس نے اور اس کے نوکر بابونند نے متعدد کاغذات مجھے دکھلائے اور شہنشاہ اورنگ زیب کا فرمان بھی انھیں میں موجود تھا یہ فرمان اب بھی اس کے قبضہ میں موجود ہے۔"

ان حقیقت افروز تصریحات کے بعد کرنل فلٹ کے سارے شکوک وشبہات کافور ہوگئے اور فرمان کو اور اس کی پشت پر شہزادہ معظم کی مہر دیکھکر انھیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ فرمان اورنگ زیب ہی کا جاری کردہ ہے۔

تعصب کی پٹی کھول دو اور دیکھو کہ یہ تصویر اس اورنگ زیب کی ہے جس کے نام کے ساتھ تم ہندو کش لکھنا بھی ضروری سمجھتے ہو۔ آؤ اب ہم اس کا اصلی خط بھی لکھ رہے ہیں اسے دیکھو اور اگر قدرت کے فیاض ہاتھوں نے کچھ انصاف کا مادہ بھی رکھا ہے تو فیصلہ کرو کہ کیا وہ عالمگیر جو کہ اپنے عمال کی ادنیٰ سی دست درازی کو بھی برداشت نہیں کر سکتا وہ خود اتنے زبردست الزامات کا (جو کہ تم اس پر وارد کرتے ہو) کیونکر مورد ہو سکتا ہے۔

دعا وغیرہ کے بعد لکھتا ہے کہ واز روئے شرع شریف وملت حنیف مقرر چنیں است کہ دیرہائے دیرین بر انداختہ نشود و بتکدہ ہا تازہ بنا نباید و دریں ایام معدلت انتظام بعرض اقدس واشرف واعلی رسیدہ کہ بعض مردم از راہ عنف وتعدی بہنود سکنہ قصبہ بنارس و برخے امکنہ دیگر کہ بنواحی آں واقع ست وجماعت برہمناں سدنہ آں محال کہ سدانت بت خانہا قدیم آنجا بآنہا تعلق دارد مزاحم ومتعرض می شوند و می خواہند کہ اینہاں را از سدانت آنکہ از مدت مدید بانہا متعلق ست باز دارند و ایں معنی باعث پریشانی وتفرقہ حال ایں گروہ می گردد لہذا حکم والا صادر می شود کہ بعد از ورود ایں منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدے بوجہ بے حساب تعرض وتشویش باحوال برہمناں و دیگر ہنود متوطنہ آں محال نرسانند تا آنہا بدستور ایام پیش بجا و مقام خود بودہ وبجمعیت خاطر بدعا بقائے دولت خداداد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند۔ دریں باب تاکید دارند

بتاریخ ۱۵ ار شہر جمادی الثانیہ ۱۰۶۹ھ نوشتہ شدہ (باقی)

مسلمانوں کے علمی عملی اقتصادی افلاس کا ماتم

(از مولوی محمد اقبال صاحب گونڈوی متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

خدا نے آجتک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ✤ نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

دنیا تغیر و تبدل کا گہوارہ ہے یہاں کسی چیز کو قرار نہیں اس کے اوقات بہت تیزی سے گذرتے چلے جا رہے ہیں وہ جگہ جہاں کسی وقت سمندر کی لہریں اٹھا کرتی تھیں کچھ دنوں کے بعد وہاں شہر آباد ہو گئے ہزاروں گدا بادشاہ بن گئے سینکڑوں بادشاہ بھیک مانگنے لگے۔ غرضکہ ہر ایک چیز میں انقلاب پیدا ہوتا رہتا ہے لیکن مسلمانوں کی حالت میں جس طرح انقلاب آیا وہ بہت عجیب ہے یہ افسانہ بہت ہی عبرت خیز ہے جس طرح انھوں نے نہایت تیزی سے ہفت اقلیم کو تسخیر کیا تھا بعینہ اسی طرح آج نیچے جا رہے ہیں ان کا ستارہ اقبال ثریا سے بھی بلند تھا لیکن اب بیحد گری ہوئی حالت میں ہیں آج ان میں نہ علم موجود ہے نہ عمل ان کے عقلی و اقتصادی افلاس کا ماتم کیا جا رہا ہے آہ! وہ مسلمان جن کی ہیبت سے شیروں کے کلیجے دہل جاتے تھے ان کے لئے یہ مہیب صدائیں آتی ہیں کہ "مسلمان کو ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں" یہ وہی مسلمان ہیں سے

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے ✦ بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

(۱) لیکن آج انھیں دنیا ذلت آمیز اور حقارت بھری ہوئی نظروں سے دیکھتی ہے مسلمانوں ترقی کے لئے اپنی اولاد کو نیک بناؤ انھیں تہذیب سکھاؤ تمہاری اولاد غلامی کے ماحول میں رہ کر غلامانہ دماغ رکھتی ہے لیکن تم اس کے دفعیہ کی کوئی صورت نہیں نکالتے اس کی صورت یہی ہے کہ تم اپنی تعلیم درست کرو خواتین کو صحیح تعلیم دلاؤ آج ہماری مائیں اور بہنیں اکثر ناخواندہ ہوتی ہیں کہا جاتا ہے کہ اگر عورتوں کو تعلیم دلائی جائے تو اس سے فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے لیکن کیا اس پر غور نہیں کیا جاتا کہ یہ صورت صرف اور صرف اسی وقت پیدا ہوگی جب کہ تعلیم درست اور صحیح نہ ہو کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں پڑھی لکھی نہ ہوتی تھیں۔ ہاں ہاں ان کے تلامذہ سینکڑوں کی تعداد تک پہنچے رہتے تھے اسی طرح اس کے بعد بھی جب تک تعلیم درست اور صحیح رہی اس وقت تک کوئی فتنہ وفساد نہ پیدا ہوا آج عورتیں پڑھی نہیں ہوتیں اسلئے بچوں کی صحیح تربیت ناممکن ہے انسان جب پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کا مکتب ماں کی آغوش ہوا کرتا ہے اگر اس مکتب میں اس کی تربیت وتعلیم اچھی ہوئی تو آگے چلکر اس کے کمالات کا شہرہ ہوگا۔ اور اس سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں لیکن اگر اس کی تربیت پہلے ہی مکتب میں خراب ہوئی تو پھر اس سے کسی ایسے کام کی امید رکھنی جس سے خود اس کو یا قوم کو خاطر خواہ فائدہ پہنچے بیکار اور لغو ہے وہ کامیاب انسان نہیں بن سکتا بچپن کی دیکھی اور سنی ہوئی باتیں بہت یاد رہتی ہیں اس وقت لڑکا جس شخص کو بھی جیسا کام کرتے دیکھتا ہے اسی کی نقل کرنے لگتا ہے جس کا اثر اس کی آئندہ زندگی پر کافی سے زیادہ پڑتا ہے پہلے زمانہ میں عورتیں خود بہادر اور تعلیم یافتہ سلیقہ شعار ہوا کرتی تھیں اس لئے ان کے بچے بھی بہادر و پرجوش غیور اور باحمیت ہوا کرتے تھے ان میں جوش جہاد موجزن رہتا تھا وہ اپنے دین اور قوم کی خاطر سرفروشی کرنے پر تیار رہتے تھے لیکن آج کے مسلمان میں وہ غیرت وحمیت اگلا سا جوش پہلی سی بہادری کہاں ہے اس وقت کا مسلمان ذلیل ہے غلام ہے اور پھر یہ کہ اس غلامی پر قانع ہے کیونکہ وہ اپنی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتا غور فرمائیے کہ یہ فرق و امتیاز کیوں ہے یہ صرف تعلیم کے درست نہ ہونے اور عورتوں کے جاہل رہنے کی وجہ سے اگر آج مسلمان اپنی عورتوں کو حسب.... ضرورت شرعی تعلیم دیکر انھیں مہذب بنائیں تو ان کی آئندہ نسل ایک تہلکہ انگیز نسل ہوگی وہ آزاد خیال ہوگی اور غلامی کو طوق لعنت سمجھکر ہر ممکن ذریعہ سے اسے نکال پھینکنے کی کوشش کریگی وہ سچے معنوں میں خادم دین اور خادم قوم کہلائیگی ہمارے مردوں میں بھی تعلیم بہت کم ہے دیہاتوں میں جاکر دیکھئے بعض بعض گاؤں ایسے ملیں گے جہاں زیادہ تعلیم کا ذکر تو درکنار پورے موضع میں کوئی خط پڑھنے والا بھی نہیں ملتا۔ جہاں کچھ تعلیم دلائی بھی جاتی ہے تو نا کافی ہے جس سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ لہذا چاہئے کہ مسلمان سب سے پہلے تعلیم کی طرف توجہ کریں اپنے بچوں کو مہذب اور باکار بنانے کی کوشش کریں مسلمانوں تم وہی ہو جن سے دنیا نے تہذیب وتمدن کا سبق حاصل کیا تھا لیکن آج تم غیر متمدن کہلاتے ہو تم کیوں اپنی روایات کو بھلا چکے لوٹو اور پیچھے کی جانب بہت زور سے دوڑو اور اپنے بڑوں کے اطوار سیکھو۔

(۲) فقدان عمل کا بھی افسوسناک مرض مسلمانوں میں ہے یہ بہت سست اور بودے ہوگئے ہیں آج دنیا کا ذرہ ذرہ انھیں دعوت عمل دے رہا ہے لیکن ان کی بدقسمتی کہ یہ دعوت قبول نہیں کرتے آج تمام اقوام عالم رو بہ ترقی ہیں سب کی سب بلندی کی طرف بہت زور شور سے جا رہی ہیں۔ قوم ہنود جو ہم سے نہایت ہی پست اور ذلیل قوم تھی صدیوں تک ہماری غلام بنی ہم سے گوئے سبقت لیجانا چاہتی ہے اور لیجا رہی ہے لیکن مسلمان ابھی غفلت ہی میں ہیں انھیں نہیں معلوم کہ اس جمود کا کیا نتیجہ ہوگا مسلمانوں یہی غفلت تمہیں مٹا کر چھوڑے گی یہی جمود فنا کرکے چھوڑیگا ؎

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤگے اے ہندوستاں والو + تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

مسلمانو! اٹھو متفق اور متحد ہوکر اشتراک عمل کرو پھر دیکھو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے آخر تم وہی مسلمان ہو جس نے صحرا سے نکل کر روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا قیصر و کسریٰ کی گردنیں جھکا دی تھیں یہ کیسی بدقسمتی ہے کہ مسلمان آزادی کو ترس رہے ہیں حالانکہ یہی مسلمان دنیا کو آزادی کا سبق دینے آیا تھا آزادی بخش تھا مسلمانو ہوش کرو اپنی حقیقت پر غور کرو کہ تم کیا ہو تمہارے وجود کا کیا مقصد ہے پس اگر تم نے اپنی اصلیت دریافت کرلی تو پھر تمہیں کسی کل چین نہ آئیگا جب تک تمام اقوام عالم سے سبقت نہ لیجاؤ۔ ہاں ہاں! تم پھر وہی مسلمان ہو جاؤگے جس نے ایک نیا عالم پیدا کردیا تھا اور تمام دنیا ان کی حیرت انگیز ترقی ے انگشت بدنداں تھی اے وہ قوم جسے انتم الاعلون سے مخاطب کیا گیا تھا آج دنیا تیرے مٹا دینے پر تلی ہوئی ہے تجھے نیست و نابود کرنے کے درپے ہے لیکن تو ہے کہ میدان عمل میں نہیں اترتی اٹھ اور منظم ہو جا اپنے منتشر شیرازہ کو یکجا جمع کر اور پھر اپنی تجلی صداقت سے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کردے ؎

یہ خاموشی کہاں تک لذت فریاد پیدا کر + زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

(۳) اقتصادی افلاس بھی مسلمانوں میں موجود ہے آج دولت پیدا کرنے کے ذریعے مسلمانوں کے ہاتھوں میں بہت کم ہیں بڑے بڑے کارخانے اور ریلیں اس وقت غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہیں ثروت اور مالداری پیدا کرنے کے اور ذرائع بھی اس وقت غیر مسلم ہی کے ہاتھوں میں ہیں مثلاً صنعت و حرفت ایجادات و اختراعات کو لے لیجئے کہ آج مسلمان ان چیزوں میں کتنی گری ہوئی حالت میں ہیں ہاں وہ ذرائع اور اسباب جن سے دولت فنا ہوتی ہے افلاس بڑھتا ہے محتاجی زیادہ ہوتی ہے یہ سب مسلمانوں میں بدرجہ اتم موجود ہیں صرف اسراف کو لے لیجئے مسلمان اس مرض میں بیحد مبتلا ہیں یہ خدا کی ناراضی کا بھی باعث ہے اور افلاس کا بھی کیونکہ خداوند قدوس فرماتا ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ۔ اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ خدائی ناراضی تو ان آیتوں سے ظاہر ہے لیکن دنیاوی نقصانات ملاحظہ فرمایئے۔

مسلمان یوں تو عموماً لیکن بعض بعض تہواروں میں کروڑہا روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور یہ خرچ بھی بیجا ہوتا ہے جس سے ان کی مالی حالت پر بہت برا اثر پڑتا ہے تہذیب نو نے انسان کی ضروریات کو بیحد بڑھا دیا ہے وہ شخص جو تین روپیہ ماہانہ میں اچھی طرح سے گذر کرسکتا تھا اس وقت دس روپیہ میں شاید ہی اس کا مہینہ بسر ہو۔ قسم قسم کے فیشن معرض وجود میں آتے ہیں لیکن ان تمام فیشنوں اور اسراف کے دلدادہ سب سے زیادہ مسلمان ہی ہیں جو اپنی

کم بضاعتی کے باوجود اپنا روپیہ تہذیب نو کی روشنی میں پانی کی طرح بہاتے ہیں اور روز بروز فقر ارو محتاج بڑھتے جارہے ہیں جو قوم پر بار ثابت ہوتے ہیں اور قوم کا کندھا تھکاتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ جتنے مہاجن ہیں عموماً وہ غیر مسلم ہی ہوتے ہیں جو مسلمانوں کا خون اپنے روپیوں کے ذریعہ چوستے رہتے ہیں لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اسراف وغیرہ سے بچیں اور اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کریں مسلمان اگر اب بھی خدا سے سچا عہد باندھیں تو خداوند قدوس انھیں سرافراز بنادے کیونکہ خدا نے تو وعدہ فرمالیا ہے کہ جب تم مومن ہوگے تو تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا جائے گا۔ مسلمانو آپس کے اختلاف وتنازع تفرق وتشتت بغض ونفاق۔ کینہ وحسد کو بالائے طاق رکھکر میدان عمل میں آؤ تمہیں ہر چیز تمہاری پرانی روایتیں یاد دلاتی ہیں اور مجبور کرتی ہیں کہ تم بھی کوشش کرو اور جد وجہد اختیار کرو ع جرس فریادمی دارد کہ بربندید محملہا
دنیا کی حالت پکار کر کہہ رہی ہے ؎

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو + وہ چمک اٹھا افق گرم تقاضا تو بھی ہو

مسلمانوں تمہارے قافلے کے پیچھے رہزن لگے ہوئے تمہیں برباد کرنا چاہتے ہیں تمہاری کشتی حیات کو موج فنا میں ڈبو دینا چاہتے ہیں پس ہوش کرو اور اپنے بیڑے کے متعلق یہ خیال کرتے ہوئے کہ ع

ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

کوشش کرتے رہو مایوس اور ناامید ہونا بری چیز ہے انسان کو مایوس کبھی نہیں ہونا چاہئے پانی کی رگڑ سے سخت سے سخت پتھر بھی گھس جاتا ہے کوشش پیہم سے ہر مشکل آسان ہوسکتی ہے ناتوان چیونٹی بھی جب کسی کام کرنے کا ارادہ مضبوط کر لیتی ہے اور کوشش شروع کر دیتی ہے تو وہ بھی اپنی مراد تک پہنچ جاتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان پھر نہ ابھریں۔
مسلمانوں کے طرز وطریقے غیر مسلموں نے سیکھے اور وہ ترقی کرتے ہیں چنانچہ علامہ اقبال کا ارشاد ہے ؎

اڑالی طوطیوں نے، قمریوں نے، عندلیبوں نے + چمن والوں نے ملکر لوٹ لی طرز فغاں میری

میں آخر میں پھر عرض کروں گا کہ مسلمانوں راہ عمل پر گامزن ہوجاؤ غلامی سے نجات کے اسباب مہیا کرو اپنے حالات کا جائزہ لو تمام دنیا کا رنگ دیکھو اور لگاتار کوشش کرتے رہو کیونکہ ؎

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے + جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

اس مفید عام مضمون کو بعد آزمائش تمام اخبارات ورسائل بذریعہ محدث پورے مضمون کے ساتھ شائع کریں اور ایک کاپی میرے پاس بھیجدیں

—— روس کی ایک سرکاری رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ ماہ صرف ماسکو کے اندر خودکشی کی ۴۲۷ وارداتیں ہوئیں جن میں ۴۰ فیصدی ۱۶ - اور ۲۵ سال کی عمر کے نوجوان تھے۔

—— حکومت بہار نے ایک اعلان شائع کیا ہے کہ وزراء کے فیصلہ کیمطابق وہاں کی عدالتی زبان اردو ہوگی۔ اس سے قبل کیتھی تھی۔

—— پچھلے دنوں برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر بالڈون وزارت سے مستعفی ہوگئے اور آپ کی جگہ مسٹر چمبرلین کو مقرر کیا گیا۔

—— بحرین میں تیل کے متعدد چشمے برآمد ہوئے ہیں ان کے متعلق مزید تحقیقات کیلئے سات انجنیر مصروف کار ہیں۔

—— مصر کے آثار قدیمہ کی تلاش میں باہر سے آئی ہوئی مہم ابو غالب کے مقام پر اب سے چار ہزار سال قبل کے ایک شہر کے آثار تلاش کرلئے ہیں جن میں طرح طرح کے متعدد مکانات اور ان کے عجیب و غریب قدیمی سامان بھی ہیں ابھی اس سے المضاعف سامان کی برآمدگی کی توقع کی جارہی ہے۔

—— رائل کمیشن کی رپورٹ کی بنا پر حکومت برطانیہ فلسطین کو یہودیوں اور عربوں کے مابین دو حصوں میں تقسیم کرنیوالی ہے سنا ہے کہ سلطان ابن سعود اس تجویز کے سخت مخالف ہیں وہ نہیں چاہتے کہ فلسطین کو تقسیم کرکے عربی وحدت کے ٹکڑے کردیئے جائیں۔

—— دہلی الکٹرک سپلائی کمپنی کے ڈائرکٹروں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر ممکن ہوسکا تو دہلی کی ٹراموے بند کردی جائینگی کیونکہ وہاں کی سڑکوں کے تنگ ہونے سے بہت دقت ہوتی ہے۔

—— وزیر ہند اور وائسرائے کے درمیان مسئلہ وزارت پر اختلاف رائے ہونے کی وجہ سے وائسرائے استعفی داخل کرنے پر غور کررہے ہیں۔

—— مصر جو پچھلے دنوں آزادی حاصل کرچکا ہے اب باقاعدہ جمعیۃ اقوام کا ممبر بھی بن گیا ہے۔

—— جرمنی کے ایک ڈاکٹر نے فلسطین کی شمالی جانب دوسری صدی ہجری کی ایک مسجد دریافت کی ہے جس میں پچی کاری کے حیرت زا نقوش ہیں اور جو عہد اموی کی قدیمی یادگار معلوم ہوتی ہے۔

—— آئندہ سال دربار دہلی میں شرکت کے لئے ملک معظم کی جگہ ڈیوک آف گلوسسٹر تشریف لائیں گے۔

—— عربی اخبار کی ایک اطلاع ہے کہ حکومت برطانیہ نے مالٹا میں عنقریب ایک زبردست ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی اسکیم منظور کی ہے یہ اسٹیشن عربی ممالک کیلئے مخصوص ہوگا اور اس کے ذریعہ عربی زبان میں زبردست پروپیگنڈا کیا جائے گا۔

—— انگورہ کی پارلیمان میں درہ دانیال کے مزید استحکامات کیلئے ساٹھ لاکھ پونڈ کی رقم منظور کی گئی جو ترکی بحری فوج کی جدید ترین وضع کی کلدار توپوں سے مسلح کرنے اور نئے دستے بھرتی کرنے اور انہیں بحری فوجی تعلیم دینے پر خرچ کی جائیگی۔

(ادریس آزاد دہلوی)

خان شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر

ست ۱۹۳۷ء

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ

محدث
دھلی

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

۴ روپیہ سال بھر معت

چار آنہ
4
ANNAS

یر مسئول
یر احمد املوی
رحمانی

نائب مدیر
عبید اللہ مبارکپوری
رحمانی

دار الحدیث رحمانیہ دھلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے
(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائے گا جو ہر بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدیں گے۔
(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔
(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنپر واپس کئے جاسکتے ہیں
(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔
(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۵ | ماہ اگست ۱۹۳۷ء مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ | نمبر ۴

مناسبات

مذہبی تعلیمات، دینی درسگاہوں، اور ان میں تعلیم حاصل کرنے والوں کے خلاف، تہذیب مغرب کے دلدادگان، اور ملک کے "روشن خیال" طبقے کو ہم نے بارہا یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ مدرسے تعلیمگاہیں نہیں، محتاج خانے ہیں، ان سے پڑھکر نکلنے والے ملک وقوم کے لئے مفید ہونے کے بجائے، ان کے کندھوں کا بار ہوتے ہیں۔ مساجد کی امامت، محلے کی روٹیوں اور بھیک کے ٹکڑوں کے سوا ان کے لئے کوئی ذریعہ معاش نہیں، یہ اپاہجوں، بیکاروں اور بیروزگاروں کی ایک جماعت ہے، جو ہر سال جھنڈ کی جھنڈ ان مدارس سے نکلکر اطراف ملک میں پھیل جاتی ہے اور پھر لوگوں کے صدقات وخیرات پر اپنی گذراوقات کرتی ہے

یہ آواز صرف ہندوستان ہی میں محدود رہ کر "گھر کی بات گھر ہیں رہجاتی" تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ لیکن ہمارے ان "روشن دماغ" حضرات نے تو اب دوسروں کے کان بھی بھرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ پچھلے دنوں جامعہ ازہر مصر کا جو وفد ہندوستان کی سیاحت کے لیے آیا تھا، ان کے سامنے ہمارے ان ناعاقبت اندیش "خیر خواہوں" نے جو باتیں پیش کی تھیں، ان کی گونج اب ازہری وفد کی طویل رپورٹ کے ذریعہ ساری دنیا میں سنائی دے رہی ہے۔ اس رپورٹ میں جو مصر کے اخبار "البلاغ" میں ۱۲ قسطوں میں شائع کی گئی ہے، ہندوستان کے مسلمان کے متعلق ایک کلمہ بھی خیر کا نہیں کہا گیا؛ بلکہ ہر فقرہ میں ان پر سخت اعتراضات اور نازیبا حملے کئے گئے ہیں خصوصاً طلباء اور علماء کے متعلق تو صاف لکھا ہے کہ

(۱) ہندوستانی طلبار جامعہ ازہر میں محض اس غرض سے آتے ہیں کہ ان کو مفت کی روٹی ملیگی اور بلا معاوضہ رہنے کو مکان ملیگا۔ وہ کبھی تحصیل علم نہیں کرتے اور نہ وہ اس ارادہ سے آتے ہیں بلکہ ان کا صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ مزے اڑائیں اور جامعہ کی مہمان نوازی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں

(۲) ہندوستان کے مولوی حریص اور طامع ہیں جو صرف روپیہ کی فکر میں رہتے ہیں وہ سچے مسلمان نہیں ہیں"

گو اس رپورٹ کی اشاعت کے بعد ہندوستانی مسلمانوں میں ایک ہیجان بپا ہے، اور ان کی غیرت وخودداری کا خون غم وغصہ سے جوش مار رہا ہے، مصری اخبارات میں، ہندوستانی نامہ نگاروں کے ذریعہ ان ہرزہ سرائیوں کی پوری تردید کی جارہی ہے۔ لیکن میں تو ان نووارد اور ناواقف اجنبیوں پر غیظ وغضب کا اظہار کرنے کے بجائے، اپنے ان "واقف حال" دوستوں ہی سے کہونگا۔ کہ آخر دریائے نیل کی موجوں نے آپ تک کونسی ایسی نئی بات پہنچا دی، جسے سنکر آپ تلملا اٹھے؟ ان میں کونسا طعنہ ہے، جسے آپ نے خود بارہا نہ دھرایا ہو؟ اور پھر اُسے دوسروں تک نہ پہنچایا ہو؟ پس حق تو یہ ہے کہ ع

اے بادِ صبا! این ہمہ آوردۂ تست

مغربی تہذیب وتعلیم کے شیفتگان سے میں آج یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دوستو! ذرا ٹھنڈے دل سے سوچکر واقعات و ظاہرات کو سامنے رکھکر، انصاف سے بتاؤ کہ اگر خدانخواستہ عربی تعلیم بنفسہٖ فقر وفاقہ کی موجب، افلاس وگداگری کا سبب ہے، تو پھر جدید تعلیم یافتہ، بڑی بڑی ڈگریاں لئے ہوئے ملک کی خاک کیوں چھانتے پھرتے ہیں؟ بے روزگاری اور تنگی سے تنگ آکر خودکشیاں کیوں کرتے ہیں؟ ایم۔ ای۔ ایس (راولپنڈی) میں کچھ کلرک عارضی طور پر بھرتی کئے گئے جن کی تنخواہ پینتیس ۳۵ روپے ماہانہ ہے۔ ان میں بی۔ اے تو بے شمار ہیں۔ اور ایک ایم، اے۔ ایل۔ ایل۔ بی بھی ہے۔ ریلوے شاپ مغلپورہ میں پندرہ قلی بھرتی کئے جانے والے تھے۔ صرف ایک دن پیشتر اعلان کیا گیا، دوسرے دن صبح ۷ بجے سے پہلے ہی ہزاروں بے روزگار مزدور جمع ہوگئے اور آٹھ بجے تک امیدواروں کا ہجوم اسقدر زیادہ ہوا کہ سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ ان مزدوروں میں کافی تعداد انٹرنس پاس کرنے والوں کی بھی تھی۔ علی گڑھ سے خبر موصول ہوئی ہے کہ ڈاک محکمے میں تیس تیس روپے ماہانہ کی تین اسامیوں کے لئے مقابلے کا امتحان ہوا۔ اس امتحان میں کم وبیش چار سو امیدوار شامل ہوئے۔ جن میں بے شمار انٹرنس پاس کرنے والوں کے علاوہ بہت سے ایف، اے اور بی، اے بھی تھے"

ان حقائق کو سامنے رکھکر مجھے بتایا جائے کہ آخر جب انگریزی تعلیم ہی عزت ودولت کی حامل ہے، اور یہ ڈگریاں ثروت ومالداری کی ضامن ہیں ان کالجوں اور یونیورسٹیوں سے گداگر نہیں، بلکہ جوہری پیدا ہوتے ہیں، تو پھر انٹرنس پاس کرنے کے بعد بھی قلی گیری کے لئے ٹکریں مارنے اور ہزاروں روپے پانی پھیر کر، ایل، ایل، بی کا پروانہ لیکر بھی تیس پانچ تیس روپے

ماہانہ کی کلرکی کے لئے جان کھپانی، کہاں کی عزت، اور کہاں کی دولت ہے؟ کیا بڑی بڑی کمپنیوں اور فرموں میں لاکھوں کا غبن کرنے والوں، ڈکیتی اور چوری کی واردات میں شریک ہونے والوں، نئی نئی انجمنیں قائم کرکے قوم کی گاڑھی کمائی کا روپیہ برباد کرنے والوں میں ان مغرب زدہ نوجوانوں اور انگریزی تعلیم حاصل کرنیوالے گریجوئیوں کی ایک بڑی تعداد نہیں ہے

پس جس طرح اس ہولناک بے روزگاری، اوران شرمناک جرائم کی ذمہ داری محض انگریزی تعلیم پر نہیں عائد کی جاسکتی، ٹھیک اسی طرح ان تمام الزامات کا مورد ومنشار عربی ودینی تعلیم کو نہیں قرار دیا جا سکتا، جواس کے حاصل کرنے والوں پر لگائے جاتے ہیں۔ ہاں! اس میں شک نہیں کہ آج علمار میں بیشتر ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، جو مفلس وبے نوا ہیں امیروں کے دست نگر ہوکر احساس خودداری فنا کرچکے ہیں۔ ان کی زبانیں حق گوئی سے گنگ ہیں۔ لیکن یہ ان کی تعلیم کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ حقیقت حال کچھ اور ہے جو میں آئندہ بتاؤں گا۔ کیا اسی تعلیم کے دلدادوں اور ہونہار فرزندوں میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، ابن جبیر، حسن بصری، امام اوزاعی، ابن سلیمان، ابن ادریس وغیرہم رحمہم اللہ نہ تھے؟ جن کی حق پسندی اور راستگوئی نے بڑے سے بڑے ظالم اور سخت سے سخت جابر بادشاہوں کے ایوانوں میں بھی تزلزل پیدا کردیا تھا۔ یہ ہمیشہ ہی مفلس اور حریص نہ تھے بلکہ انہیں علمار میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبہ محدث بھی تھے، جن پر اشرفیاں نثار ہوتی ہیں، لیکن وہ انھیں ٹھکراکر منہ پھیر لیتے ہیں انھیں میں امام فخرالدین رازی جیسے دولتمند بھی تھے، جن کے در دولت پر سلطان شہاب الدین فاتح ہندوستان جیسا بادشاہ قرض کے لئے حاضر ہوا تھا۔ انھیں میں امام لیث بصری بھی تھے جن کی سالانہ آمدنی اسی ہزار اشرفیاں تھیں اور سال گذرنے سے قبل آمدنی نیک کاموں میں صرف کردیتے تھے۔ انھیں میں امام دعلج بغدادی بھی تھے جن کی سرکار سے مکہ مکرمہ، عراق اور سجستان کے علمائے حدیث کے وظائف مقرر تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو معزالدولہ نے تین لاکھ اشرفیاں ان کے ترکہ میں پائیں۔ انھیں میں حافظ ابن العربی بھی تھے جنھوں نے اشبیلیہ کی شہر پناہ اپنی جیب خاص سے تعمیر کرائی تھی۔ یہ ہمیشہ مفت کی روٹیوں سے علم حاصل نہ کرتے تھے، بلکہ انھیں میں علی ابن عاصم "مسند عراق" بھی تھے، جنھوں نے ایک لاکھ درہم اسی علم کی تحصیل میں صرف کئے۔ اسی طرح ہشام بن عبیداللہ نے سات لاکھ درہم، ابن متوکل بخاری نے اسی ہزار درہم، سنجر نے نوہزار اشرفیاں، ابن رستم نے تین لاکھ درہم طلب علم میں صرف کئے۔ لیکن آہ! آج نہ وہ علمار ہیں، اور نہ ان کی قدر کرنے والے شاہان وسلاطین ؎

خزاں رسید وگلستاں بآں جمال نماند　　سماع بلبل شوریدہ رفت وحال نماند
نشان لالۂ ایں باغ از کہ می پرسی؟　　بروکہ انچہ تو دیدی بجز خیال نماند

اب میں آپ کو اس اصل حقیقت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، جو ہمارے موجودہ افلاس و تنگدستی، ذلت ورسوائی بے روزگاری اور بے کاری کا اصلی سبب اور حقیقی منشاء ہے۔ یاد رکھیں کہ ہماری تعلیم، خواہ وہ انگریزی ہو یا عربی، دینی ہو یا دنیاوی اس کا اصلی سبب نہیں۔ ہم اپنی کم نگاہی اور ناواقفیت کی بناپر، ایک دوسرے کے خلاف الزامات عائد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے حقیقی ذمہ دار وہ ارباب سیاست اور اعضاء حکومت ہیں، جن کے ہاتھوں میں موجودہ نظام سلطنت کی باگ وڈور ہے۔ ان کا فرض تھا کہ ملک کا نظام اس طرح قائم کرتے، جس سے اطراف ملک میں اسباب معیشت کی فراوانی ہوتی، تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے حسب لیاقت ایسے کام مہیا کئے جاتے، جس سے وہ آسانی کے ساتھ اپنی روزی حاصل کرکے فارغ البال ہوکر ملک وقوم کی بہترین خدمات انجام دیتے۔ یہ کسقدر افسوسناک حقیقت ہے کہ ابھی ہندوستان میں تعلیم یافتگی کا اوسط صرف آٹھ فیصدی ہے، (جو دوسرے مہذب ممالک کے تناسب سے کچھ بھی نہیں) جس پر خاندان کا خاندان فاقے پر فاقے کر رہا ہے، ایک معمولی سی اسامی کے لئے ہجوم کا ہجوم ہلہ بول دیتا ہے۔ بدقسمت ہندوستان میں تعلیم کی یہ درگت دیکھکر عوام میں یہ خیال پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اب بچوں کو پڑھانے کے بجائے کوئی کام سکھانا بہتر ہے۔ اگر تعلیم یافتوں کی بیکاری اور پریشانی کا یہی عالم رہا، تو پھر وہ دن دور نہیں کہ تعلیم کا اوسط آٹھ فیصدی کے بجائے مشکل سے دو فیصدی ہی رہ جائے گا اور پھر ملک کا ملک، قوم کی قوم جہالت ووحشت کا ریوڑ بن کر، ظالم گلہ بانوں کے رحم وکرم پر زندگی گذارنے پر مجبور ہوگی۔

پس دوستو! اگر اس ذلیل زندگی کے دور کو جلد ختم کرنا چاہتے ہو، تو عربی اور انگریزی تعلیم کی اچھائی اور برائی کے جھگڑوں کو چھوڑ کر سب سے پہلے تعلیم کے حقیقی قدردان پیدا کرنے کے لئے ایک انقلاب انگیز جدوجہد میں مصروف ہو جاؤ۔ اور نظام حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دو، جو تمہارے ساتھ حقیقی ہمدردی اور سچی محبت رکھتے ہوں۔ جو تمہیں اور تمہارے معصوم بچوں کو چلچلاتی ہوئی دھوپ، اور کڑکڑاتے ہوئے جاڑوں میں تڑپتے اور کپکپاتے ہوئے چھوڑ کر شملہ کی خنکیوں کشمیر کے سبزہ زاروں یا نرم گدوں اور گرم شالوں میں بیٹھکر، خود غرضانہ یا خوشامدانہ قوانین نافذ کرنے کے بجائے خود تمہاری جھونپڑیوں تک نہیں، تمہیں سسکتا اور بلکتا ہوا دیکھکر کانپ جائیں اور پھر تمہارے مفاد کے لئے وہ صورتیں پیدا کریں کہ جن سے تمہاری ذلت وادبار کے یہ سیاہ بادل چھٹ جائیں اور تم آسمان کمال کے روشن ستارے بن کر دنیا میں چمکو ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد ✦ اگر خارے بود گلدستہ گردد

ششماہی امتحان

دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا ششماہی امتحان مورخہ ۳،۴ جولائی ۳۷ء مطابق ۲۳، ۲۴ ربیع الثانی یوم شنبہ، یکشنبہ کو بالکل اچانک لیا گیا۔ گذشتہ اسباق پر نظر ثانی کا طلبہ کو موقع نہیں دیا گیا، اور نہ کچھ دنوں پہلے ان کو مطلع کیا گیا، تاکہ ان کی لیاقت ومحنت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ جس فوری طور پر ان کو، ان کی عادت کے خلاف تحریری امتحان کے لئے بلایا گیا، خطرہ تھا کہ شاید کم کامیاب ہوں، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ نتیجہ بہت اچھا رہا۔ اوپر کی جماعتوں

میں تو بحمداللہ کوئی بھی فیل نہیں ہوا۔ ہاں نیچے کی جماعتوں میں بعض ایسے لڑکے فیل ہوئے ہیں جن کی یا تو استعداد کمزور ہے یا وہ اسباق کے تکرار و مطالعہ میں محنت و توجہ نہیں کرتے۔

۵ رجولائی کو عصر کے بعد مہتمم صاحب نے مسجد ہی میں نتیجہ سنادیا۔ فیل ہونیوالوں کے زخموں پر لعن وملام کی نمک پاشی کر کے ان کی حوصلہ شکنی نہیں کی، بلکہ پوری وسعت قلبی کے ساتھ نہایت مؤثر انداز میں ان کو تسلی دی، اور ان کی ہمت بندھاتے ہوئے شفقت و محبت کے ساتھ یہ نصیحت کی کہ آئندہ کے لئے کوشش کرو۔ اور اپنی کمزوری دفع کرتے ہوئے سالانہ امتحان کے لئے اپنے آپ کو اچھی طرح تیار کرلو۔ تم میں سے ہر شخص اعلیٰ نمبر حاصل کرنے کی امنگ رکھکر محنت کرے، ایک سے ایک بڑھجانے کی خواہش رکھے، میرے بچو! میں تمہاری فلاح و نجاح کے لئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی درگاہ میں دعائیں کرتا ہوں خدا کرے کہ تم ہمیشہ سرسبز و شاداب رہ کر، باغ عالم میں پھلو پھولو، اور دنیا کی ہر قسم کی کامرانیاں تمہارا قدم چومیں۔ تم اللہ کے دین کی سچی خدمتیں انجام دو۔ اللہ تم سے وہ کام لے جو تمہاری دنیوی سربلندی اور اُخروی نجات کا ذریعہ بنے آمین آلٰہ الحق آمین

اس کے بعد جماعت میں اول آنیوالوں کو دو دو روپے نقد انعام دیئے۔ اور دعائے خیر و برکت کے ساتھ یہ مجلس برخاست ہوئی۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ بارش کافی ہوجانے کے بعد، قطب کی سالانہ تفریح کرائی جائے گی۔ انشاء اللہ۔ حقیقت یہ ہے کہ دولت کی اس فراوانی کے باوجود مہتمم صاحب مدرسہ رحمانیہ کا یہ تواضع، اور غریب طالبان علم دین کے ساتھ یہ شفقت و محنت، کچھ اللہ ہی کی دین ہے، ورنہ دنیا کا مشاہدہ تو آج یہ بتا رہا ہے کہ نشۂ دولت میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا مشکل ہے ؎

بادہا خوردن و ہشیار نشستن سہل ست　+　چوں بدولت برسی مست نگردی مردی

نورِ اسلام کی درخشندہ کرنوں کا پھیلایا ہوا نور

(از جناب مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید نے سراج منیر فرمایا ہے یعنی روشن چراغ۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک چراغ سے کئی چراغ روشن ہوسکتے ہیں جب چراغ کی بتی کو اس روشن چراغ کی بتی سے ملا دیا جائے وہ بھی روشن ہو جاتا ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نورِ ہدایت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا جو بھی اس نور کے سامنے اپنا سینہ کھولتا اس کا دل بھی منور ہو جاتا اسی ایک خدائی چراغ سے آج دنیا پر ستر کروڑ چراغ روشن ہیں اور ان کی روشنی مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک پھیلی ہوئی ہے۔

آپ کو سراج منیر یعنی روشن چراغ فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چراغ سے جسقدر دوری ہوتی جائے گی انسان اتنا ہی اندھیرے میں پاتا جائے گا۔ پس جسقدر جسے حدیثِ نبوی سے دوری ہوگی اسی قدر اس کے دل میں ظلمت اور اندھیرا بڑھتا جائے گا۔ چراغ کی اصلی روشنی وہی ہوتی ہے جو اس کے اردگرد ہو جوں جوں آپ دور بڑھتے جائیں گے روشنی کم ہوتی جائے گی اسی بات کی طرف اشارہ اس حدیث میں ہے جس میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے اس کے بعد اس کے بعد والا اس سے کم اس کے بعد والا۔

نورِ اسلام کی درخشندہ کرنوں کا اول منظر تو وہ ہے جو صحابۂ کرام میں تھا ان کی جاں بازیوں کے نظارے ان کی شیر دلی کے نمونے ان کی بے جگری کی داستانیں ان کے نورِ ایمانی کے واقعات سے انکار کرنا اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے۔ مختصر لفظوں میں ہم اتنا کہہ دینا کافی جانتے ہیں کہ جس طرح تمام نبیوں میں افضل ترنبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے ٹھیک اسی طرح تمام نبیوں کے صحابہ میں سب سے بہتر ساتھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ اس ماہتاب نبوت کے اردگرد جھرمٹ مار کر بیٹھنے کے لائق یہی پاک نفس روشن ستارے تھے رضی اللہ عنہم۔

نورانیت کی یہی تاب اور صبغۃ اللہ کا یہی رنگ صحابہ کی وراثت میں تابعین کو بھی ملا۔ اور وافر ملا۔ یہ بھی جان مال عزت آبرو زن و فرزند کو لیکر اسلامی قربان گاہ میں حاضر ہوگئے اور سب چیزیں بہ شوق پیش کرنے لگے۔

سرِدست میں آپ کو ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہوسکے کہ اُس زمانے کے مسلمانوں میں کونسی قوت کام کر رہی تھی؟ کونسی سپرٹ ان میں تھی؟ کیا جذبہ تھا؟ ایمانی طاقت کسقدر تھی؟ غیرت و حمیتِ اسلامی کا پاور کتنا تھا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ ایران کی طرف (جہاں کے سرکش بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک چاک کر دیا تھا اور آپ کو دھمکی دی تھی) مسلمانوں کے لشکر محرم ۱۴ھ میں بڑھ رہے ہیں شاہ ایران یزدگرد کی طرف سے مشہورِ زمان سپہ سالار رستم پہلوان اپنے جلو میں ساٹھ ہزار ایرانی بہادروں کی جمعیت لئے پورے ساز و سامان سے مع ہاتھیوں کے لشکر کے قادسیہ پہنچا ہوا ہے ان کے مقابلہ میں مٹھی بھر مسلمان حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی امارت میں توکلاً علی اللہ آئے ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک شوقِ شہادت میں بیتاب نظر آرہا ہے ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتا ہے۔ قاریانِ کرام فضائل جہاد کی آیات و احادیث تلاوت کر رہے ہیں ان کے اثر سے ہر مسلمان متوالہ نظر آرہا ہے۔ دونوں فوجیں مل جاتی ہیں اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو جاتی ہیں۔ نیزے تیر اور تلواریں چپ چاپ اپنا کام کر رہی ہیں۔ سارا میدان گرم خون کا ایک بہتا ہوا دریا نظر آنے لگتا ہے جس میں بن سرے دھڑ اور بے دھڑ سر تیر رہے ہیں۔ لیکن دشمنان خدا کی طرف سے جب ہاتھیوں کا ریلا آتا ہے تو عرب کے اونٹ اور گھوڑے ڈر کر بدک کر بھاگتے ہیں جس سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہو جاتا ہے اور ہزاروں کوششیں کرنے پر بھی صفیں ترتیب وار ٹھہر نہیں سکتیں۔

عین اسی وقت ایک مسلمان جن کا نام ابو المحجن ہے جو مشہور بہادر ہیں اور شاعر بھی ہیں کسی جرم کی بنا پر مسلمانوں میں قید ہیں۔ پاؤں میں بھاری بیڑیاں پہنے ہوئے ہیں اور تنہائی کی قید میں پڑے ہوئے ہیں میدان جنگ ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اپنے مسلم بھائیوں کا جامِ شہادت پینا اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کفار کا چڑھ چڑھ کر آنا اور پوری طاقت سے حملے پر حملہ کرنا خود دیکھ رہے ہیں اور اپنی بے بسی اور بے کسی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں آخر کب تک؟ صبر نہیں ہو سکتا ڈاڑھیں مار مار کر بلک بلک کر رونے لگتے ہیں خود شاعر تھے اپنے دلی خیالات کا اظہار اپنی درد بھری آواز میں اس طرح کرتے ہیں ؂ كَفٰى حُزْنًا اَنْ تَطْرُدَ الْخَيْلُ بِالْقَنَا + وَاُتْرَكَ مَشْدُوْدًا عَلَيَّ وَثَاقِيَا۔

اس سے بڑھکر رنج و افسوس کا مقام کیا ہوگا؟ کہ لشکرِ اسلام جانبازیاں کرے اور میں قید و بند میں بے کس و بے بس پڑا رہوں؟ میرے پاؤں بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہل جل نہیں سکتے۔ سنگین دروازوں کے آہنی قفل مجھے میدان جہاد سے روکے ہوئے ہیں۔

ان کی درد بھری آہیں اور ان کی گریہ وزاری کا ماتم اور ان کی کمزور آواز سردار لشکر حضرت سعدؓ کی صاحبزادی صاحبہ حضرت حفصہ کے کان میں برابر پڑ رہی ہے صبر نہیں ہو سکتا ابو محجن کی بیتابانہ آہیں اور درد دل کی فریاد انھیں بے چین کر دیتی ہے آ کر دریافت فرماتی ہیں کہ اے مجاہدِ ملت کیا تکلیف ہے کہ اس طرح ڈاڑھیں مار مار کر روتے ہو اور اپنی جان کھوتے ہو؟ جواب دیتے ہیں کہ بہن تکلیف کی وجہ سے مرد رویا نہیں کرتے۔ مجھے تو رونا اس کا ہے کہ مسلمان راہِ خدا میں کام کر رہے ہیں اور میں عورتوں کی طرح ان سے الگ ہوں وہ جام شہادت پیتے ہیں اور میں خونِ دل پی رہا ہوں وہ جہاد میں مشغول ہیں اور میں قید خانے میں پڑا ہوں۔ . . . . آپ کی بڑی مہربانی ہوگی زبردست احسان ہوگا اگر میری بیڑیاں کھول دیں میں خدا کو بیچ میں رکھ کر حلفیہ وعدہ کرتا ہوں مسلمانی اقرار کرتا ہوں کہ جاکر راہِ خدا کا کام کرونگا اگر مار ڈالا گیا تو پھر قید کی ضرورت ہی نہ رہی اگر زندہ بچا تو لشکر اسلام واپس آئے اس سے پہلے خود ہی یہاں آجاؤں گا۔ اور اپنے ہاتھ سے یہی بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈال لونگا۔ خدا را میرے دردِ دل کی دوا کیجئے اللہ آپ کو اجر دے گا میری بیڑیاں کاٹ دیجئے اور قفل کھول دیجئے کبھی غداری نہ کروں گا۔ اے سالارِ فوج کی شاہزادی ایک مسلمان کو اس کرب و بے چینی سے اس درد و تکلیف سے نجات دیجئے قسم بخدا شام کو یہیں موجود ہو جاؤں گا پھر قید کر دیجئے گا شاہزادی صاحبہ کو رحم آجاتا ہے وہ بیڑیاں کھول دیتی ہیں قفل توڑ دیتی ہیں اور انھیں آزاد کر دیتی ہیں یہ مسلم بہادر سچی سپرٹ سے مجاہدانہ جذبے سے والہانہ انداز سے بہادرانہ طریق سے باہر آتے ہیں۔

امام المسلمین حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگلے دن دشمنانِ اسلام کے تیر کا کاری زخم لگ چکا ہے خون زیادہ

پہ چلنے کی وجہ سے آج سواری پر سوار ہونے کے قابل نہ تھے اسلئے آج لشکر کی کمان حضرت خالد بن عرفطہ کے ہاتھ میں تھی اور امام صاحب ایک اونچے ٹیلے پر لیٹے ہوئے مجاہدین اسلام کو حکم احکام دے رہے تھے اور گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ شیرِ اسلام حضرت ابو محجن اس قید و بند سے چھوٹتے ہی حضرت سعد کے ننگی پیٹھ والے گھوڑے پر جو آج خالی تھا کود کر سوار ہو جاتے ہیں اور ہاتھ میں ایک نیزہ لئے ہوئے بجلی کی طرح کفار پر جا پڑتے ہیں ان کے بہادرانہ حملے ان کی صفیں توڑ دیتے ہیں اور یہ نیزے کے ہاتھ نکالتے ہوئے دائیں بائیں آگے پیچھے لاشوں کے ڈھیر لگاتے ہوئے اندر گھسے چلے جاتے ہیں میمنہ سے میسرہ تک اور پھر میسرہ سے میمنہ تک کے چکر کاٹتے ہوئے قلب لشکر میں گھستے ہیں بڑے بڑے بہادران کے نیزے کی تاب نہیں لا سکتے جو سامنے آتا ہے پھر سے دکھائی نہیں دیتا۔ لشکر کفار چو طرف سے سمٹ کر انہیں گھیرنا چاہتے ہیں لیکن یہ نیزے سے ان کے جگر چھیدتے ہوئے کاوے کاٹ کر اس طرح میدان میں نکل کھڑے ہوتے ہیں کہ کفار دیکھنے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں ایک تہلکہ مچ جاتا ہے ان کے ایک ایک حملے پر مسلمانوں کی صدائے اللہ اکبر آسمان کی خبر لاتی ہے ایک ایک ستونِ کفر کے زمین پر گرتے ہی مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں یہ باحوصلہ مسلم یہ شجاع و بہادر مجاہد یہ اسلامی نور کی کرن یہ شیرِ اسلام برابر بہادری اور سپہگری اور جوشِ اسلامی میں آگے بڑھتا جاتا ہے اور لشکرِ اسلام ان کے قدم بقدم دشمنوں کو واصلِ جہنم کرتا بڑھتا جا رہا ہے۔

ہر ایک مسلمان بے خود ہے حیران ہے کہ الٰہی یہ کون ہیں یہ معاملہ کیا ہے یہ بے نظیر شجاعت یہ بے مثل بہادری کسی انسان میں کیسے آسکتی ہے؟ آخر ان کی متفقہ آواز نکلتی ہے کہ نہیں نہیں یہ انسان نہیں یہ فرشتہ ہے اور چوتھے آسمان کا فرشتہ ہے جسے خدا نے اس موقعہ پر ہم ضعیف موحدوں کی مدد کے لئے بھیجا ہے حملے کا انداز لڑائی کا رنگ جوش کا عالم یہ تھا کہ ہر شخص نے اس آواز پر سرِ تسلیم خم کر دیا کہ واقعی انسانی طاقت سے بالاتر کام ہو رہا ہے۔

حضرت سعدؓ موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے دل بڑھاتے ہیں کہ ہاں بہادرو! جنت کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں حوران بہشتی تمہارے استقبال کے لئے آئی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کی نگاہیں تم پر ہیں تمہاری مدد کے لئے آسمانی دروازے کھل گئے ہیں بڑھو اور خدا کی راہ میں اپنا مال اور اپنی جان لٹا دو۔ مسلمانو مجاہدو یہ مال یہ جان تمہارا نہیں تم اسے خدا کے ہاتھ بیچ چکے ہو اور اس کے اس حقیر چیز کے بدلے تم اس سے جنت خرید چکے ہو بڑھو مال و جان خدا کے حوالے کرو اور جنت الفردوس لے لو، مسلمانو اتنا سستا سودا اور پھر تمہیں اس میں بھی پس و پیش؟ مسلمانو! جنت الفردوس تمہاری تلواروں کے سایے تلے ہے تمہارا رزق تمہارے نیزوں پر ہے دیکھو خدائی جھنڈا دیکھو محمدی نشان گرنے نہ پائے۔ مسلمانو! مسلمانو! پیچھے نہ ہٹنا جب تک دشمنوں کی زبان سے کلمہ توحید و شہادت نہ سن لو، ہاں بہادرو! بڑھتے چلو، ایران کے آتشکدوں کو بجھا دو توحید کی گرج سب کو سنا دو چلو چلو شاہ ایران کے محل میں اذان دے کر باجماعت نماز ادا کرو۔ اب کیا تھا مسلمانوں کے

جوش کا یہ عالم تھا کہ کوہ ہمالیہ بھی سامنے ہوتا تو ریزہ ریزہ کر دیتے کفار کے چھکے چھوٹ گئے ہمت ٹوٹ گئی ہزیمت اٹھا کر دم بہ
لپسپا ہوئے دس ہزار مقتول و مجروح میدانِ جنگ میں چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کی۔

ادھر ان کی بھاگڑ شروع ہوئی ادھر شیرِ اسلام مجاہد ملت حضرت ابو محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی پشت کی طرف سے
چکر کاٹتے ہوئے خفیہ راستوں سے گذرتے ہوئے واپس جیلخانے پہنچ گئے اپنی محسنہ امیر لشکر کی صاحبزادی صاحبہ کو آواز دی
کہ اے میری محسنہ مکرمہ تشریف لائیے اور اسلام کے اس مجرم کو اسی طرح قید کر دیجئے جس طرح گھڑی پہلے تھا۔ الحمد للہ
نے جہاد میں شمولیت کر لی الحمد للہ میں اپنے وعدے کو پورا کر چکا۔ شاہزادی صاحبہ آتی ہیں اور پھر اسی طرح بیڑیاں پاؤں میں
ڈال کر قید خانے کی کوٹھری کو بھاری قفل لگا کر چلی جاتی ہیں۔ کچھ دیر بعد لشکرِ اسلام بھی واپس لوٹتا ہے اور ہر ایک کی زبان پر
چرچا ہے کہ آخر وہ کون تھے کہاں سے آئے کہاں گئے؟ شکستِ کفار کے بعد کسی نے ان کی شکل نہیں دیکھی امام صاحب فرماتے
ہیں کہ گھوڑے کے کاوے تو میرے گھوڑے بلقا جیسے تھے اور حملے کے پینترے ابو محجن جیسے تھے لیکن میرا گھوڑا تو اصطبل میں ہے
اور اب بھی ہے ابو محجن قید میں تھے اور اب بھی ہیں سب کی آواز نکلتی ہے کہ امام صاحب یہ تو کوئی فرشتہ تھا جو ہماری مدد
کے لئے آسمان سے خدا کا بھیجا ہوا آیا تھا۔

قریب تھا کہ اسی پر فیصلہ ہو جائے تو شاہزادی صاحبہ خیمے میں سے اپنے والد صاحب امیر لشکر سے عرض کرتی ہیں
کہ ابا جان اگر مجھے معاف فرمایا جائے تو میں حقیقتِ حال عرض کر دوں آپ معافی دیکر دریافت فرماتے ہیں تو وہ عرض کرتی
ہیں کہ لڑائی شروع ہوتے ہی ابو محجن نے گریہ وزاری آہ و بیقراری شروع کر دی مجھے رحم آ گیا یہ وعدہ لیکر کہ لڑائی ختم ہونے
کے وقت وہ واپس آن کر پھر قید ہو جائیں گے میں نے انھیں رہا کر دیا تھا یہ کارنامہ انہی کا تھا۔ آج کی فتح کا سہرا انہی کے سر ہے
یہ سنکر حضرت سعد نے انھیں دعائے خیر دی اور بے ساختہ زبان سے نکلا کہ ایسا شیر اسلام ہرگز اس لائق نہیں کہ پنجرے
میں بند رکھا جائے۔ اسی وقت اپنے ہاتھ سے بیڑیاں توڑیں اور بعزت و اکرام دربار میں اپنے برابر بٹھایا اور معذرت کی
اور کہا کہ آج کی جاں فروشی نے آپ کی خطائیں یقیناً معاف کر دیں آپ پر آج کوئی سرزنش نہیں آپ آزاد ہیں واللہ اگر یہ
دوبارہ بھی آپ سے کوئی قصور ہو جائے تو میں کچھ بھی نہ کہوں گا کوئی سزا نہ دونگا۔ حضرت ابو محجن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے
اور فرمایا امام صاحب میں خدا سے توبہ کرتا ہوں آجتک مجھے بھی دھوکہ لگتا رہا کہ قصور کروں کا سزا مل جائے گی پاک ہو جاؤں گا
لیکن جبکہ آج آپ میری سزا سے دست برداری کرتے ہیں تو خدا کی قسم میں بھی اپنے گناہ سے دست بردار ہوں پوری زندگی
میں پھر سے کوئی اسلامی گناہ نہ کروں گا۔ اے مسلمانو میری استقامت کی آپ بھی خدائے تعالیٰ سے دعا کیجئے۔

مسلمانو! آپ نے اسلامی سیرت کی مثال دیکھی؟ آپ نے جذبۂ اسلام ملاحظہ فرمایا؟ آپ نے سراج منیر کے
رکا پرتو دیکھا؟ آپ نے اسلامی سورج کی ایک کرن کی روشنی اپنی آنکھوں دیکھی؟ آہ! آج ان مسلمانوں کو کہاں ڈھونڈھیں
دا کی قسم ان کے اسلام کے حصے کرکے آج ہم ستر کروڑ مسلمانوں میں تقسیم ہوجائیں تو بھی ہمیں اسلام کی چاشنی کا ذائقہ
علوم ہوجائے۔ آج ہم میں یہ مجاہدانہ جوش کہاں رہا؟ آج ہم میں یہ ہمدردی کا جذبہ کہاں رہا؟ آج راہِ خدا کا یہ شوق ہم میں
ب ہے؟ ہم تو نمازوں سے جی چرانے لگے۔ حج وزکوٰۃ سے منہ پھیرگئے عبادتِ خدا میں شرک کرنے لگے۔ اطاعتِ رسولؐ میں
وسروں کی تابعداری کو جگہ دیدی۔ مسلمانو پکے مسلمان بن جاؤ محمدیو سچے تابع رسولؐ بن جاؤ۔ اللہ کی عبادت کرو دوسرے
عبادت چھوڑ دو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو، دوسروں کی اطاعت سے منہ پھیرلو۔ اپنے دل میں اسلامی جوش رکھو
ئانگت اور محبت پیدا کرو، ہر موحد متبع سنت کی خیرخواہی کرتے رہو۔ مل جل کر رہو اللہ ہمیں توحید وسنت نصیب فرمائے
لہ ہمیں اخلاص ومحبت دے اللہ ہمیں ایثار واخوت دے اللہ ہمیں اتفاق واتحاد نصیب فرمائے آمین والسلام علی عباد اللہ الصالحین

ہندوستان کا دورِ الحاد

(از مولوی ابو شحمہ خانصاحب بستوی متعلم جماعت ہشتم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ارباب نظر خوب جانتے ہیں کہ مسلمانان ہند افلاس ونکبت غلامی وجہالت کی آخری سرحدوں پر پہنچکر ابتلا ومحن کے
ن دوروں سے گذر رہے ہیں آج میں اپنی حسرت وافسوس کے قلم سے اس فتنۂ عظیم کے وقائع نگاری کا فرض انجام
دونگا۔ جس کی طرف قوم کو متوجہ کرنا اپنا اہم دینی فریضہ سمجھتا ہوں، ہندوستان میں ایک ایسے الحاد کا فتنہ برپا ہونے والا ہے
اگر میری صاف گوئی ناگوار خاطر نہ ہو) تو میں علی الاعلان کہے دیتا ہوں کہ یہ فتنہ خود مسلمانوں کے گھروں میں نشو ونما پا رہا ہے جسکا ثمرہ
عالم اسلامی کے لئے بلحاظ اپنے اثرات ونتائج کے ۱۸۵۷ء وجنگ عظیم کے فتنوں سے کہیں زیادہ شدید وخطرناک ہوگا۔ اس
خطرناک فتنہ کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلامی تہذیب وشعائر اسلامی الحاد کے سیلاب کے رو میں پڑکر خس وخاشاک کی طرح
بہتے ہوئے کفر وشرک کے عمیق اور اتھاہ سمندروں میں ڈوب جائیں گے۔ اب اس کے بعد نعوذ باللہ مسلمانوں کے مستقبل کا
نظر کتنا تاریک اور کریہہ ہوگا۔ اس کی ہولناکی کا اندازہ تو وہی لوگ کرسکتے ہیں جو زمانہ شناس اور انقلاب زمانہ کے نشیب وفراز کو دیکھ
چکے ہیں، سوال ان لوگوں سے نہیں جن کی انسانیت پر صفات بہیمی غالب آچکی ہیں۔ اور نہ ان بد دماغ امراء سے جن کی زندگی
کی بنیاد عیش کوشی اور تملق اعداء اسلام پر ہے اسلامی اخلاق اور اسلامی تہذیب وتمدن کی حفاظت کی ذمہ داری ان لوگوں
عائد ہوتی ہے جن کی انسانیت کا معیار بہت اعلیٰ اور ارفع ہے ان کی قدر وقیمت یہی لوگ سمجھتے ہیں کیونکہ ایسی ہستیاں

مقام حیوانی سے ورے ہوتی ہیں، لیکن بندۂ نفس کے نزدیک روٹی اور کپڑا آسائش بدن، لذت حیات ہی کا سوال اہم اور عظیم
بالشان ہوا کرتا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں اس کے نزدیک اسلامی کیرکٹر کی حفاظت سے زیادہ اہم اور ضروری ہوتی ہیں یہ وہ لوگ ہیں
جن کو مذہب و دین کی متاع گرانمایہ کو اپنی نفس پرستیوں پر قربان کرنے میں کسی قسم کا عار نہیں ہوتا۔ کیونکہ حیوانیت
کی آخری حدوں پر پہنچ کر مذہب اور دین کا احساس ہی ان سے جاتا رہتا ہے ان کا ہمیشہ سے یہی شیوہ رہا کہ معمولی کیک
کے ٹکڑوں کے بدلے ملت بیضا سے منحرف رہے یہی لوگ حقیقی معنی میں اولئك كالانعام بل هم اضل کے مصداق
ہیں بلکہ سوال ان لوگوں سے ہے جنہیں اسلام کا درد ہے اسلامی تہذیب کو ہندوستان میں زندہ رکھنا چاہتے ہیں اپنی حیات
و ممات کو طریقۂ اسلام پر قائم دیکھنا چاہتے ہیں کہ آخر ملحدانہ افکار و اقوال کے اس سیلاب کو روکنے کے لئے کسی آہنی
سد کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جواب اگر اثبات میں تو یہ وقت رواداری سے گذارنے کا نہیں، بلکہ فکر و عمل کا ہے۔ ابلہانہ
جمود کے لئے عاقلانہ حرارت کی سخت ضرورت ہے۔ مسلمانوں کا اگر دلی مقصود یہ ہے کہ ہندوستان میں ہماری دینی تہذیب
و تمدن قائم و دائم رہے ہماری آئندہ نسلیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ہدایت پر چلیں اور اسلامی کیرکٹر (تقویٰ) اعلیٰ
درجہ کا موجود ہو تو ان کو اس فتنہ کے انسداد میں نہایت گرمجوشی سے کام لینا چاہیئے۔ اگر کام کا وقت غفلت میں
کاٹا تو اس کا انجام یہی ہوگا کہ مسلمانوں کے آئندہ نونہال اور نوخیز پودے اسلامی نہروں سے سیرابی حاصل کرنے کے بجائے
کفر و شرک کے مارحمیم میں پڑ کر مرجھا جائیں گے انہیں خدا پرستی کی بو تک نہ ہوگی ان کو تعلیم قرآن کی ناواقفیت اور اسلام
سے بیگانگیت، انقلاب زمانہ کے رو میں بہنے کے لئے مجبور کردیگی اب ان کی نسلیں جو انھیں کے ملحدانہ گہواروں میں نشو
نما پاکر اٹھیں گی۔ ان کا حشر وہی ہوگا جس کا سین قرآن مجید نے نہایت المناکی کے ساتھ کھینچا ہے۔ انهم الفوا آباءهم
ضالين فهم على آثرهم يهرعون ○ ولقد ضل قبلهم اكثر الاولين لا ولقد ارسلنا فيهم منذرين
فانظر كيف كان عاقبة المنذرين○ ان بچوں نے اپنے آبا و اجداد کو اس گمراہی کے طریق پر پایا یہ بھی انھیں کے
آثار قدم پر آنکھیں بند کئے ہوئے چلے جارہے ہیں اس کے قبل بھی بہت سے گمراہ ہوچکے ہیں ان کا بھی حشر وہی ہوگا جو پہلی
گمراہ قوموں کا ہوچکا ہے۔ خود مسلمانوں کی جماعت میں ایک گروہ منافقوں کا ایسا چھپا ہوا ہے جو رات دن اپنے قلموں
تحریروں اور تقریروں سے اسلام کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا یہ اپنے نفاق اور قطعی بے ایمانی کی وجہ
سے مسلمانوں میں شامل ہوکر ان کے اندر الحاد و کفر کا زہر پھیلاتے رہتے ہیں بے حیائی کی ترویج میں کوشاں، اسلام کا
مذاق اڑانے میں ایسے زہریلے رسالے اور ٹریکٹ کے یہ ناشر جن کی اشاعت کو اخلاقی لوٹ سے کم نہیں کہا جاسکتا
ابھی ابھی اخبار و رسائل کے صفحوں پر "شاتم رسول" نامی کتاب کے مصنف کا نام آچکا ہے یہ کسی نام نہاد مسلمان کے ہاتھ
سے لکھی گئی ہے۔ اور لکھ کر کسی ہندو کو اشاعت کے لئے دے دیا ہے تہذیب اسلامی کے مٹانے میں کھلم کھلا سعی قائم
کرتے ہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ منافقین مہلک زہر کو قوم میں پھیلا رہے ہیں لیکن زبانوں پر قفل اور

قوں کو شل کر لیا ہے، ہمارا نہی عن المنکر کا فرض کہاں گیا ؎

واضیعۃ الناس والدین الحنیف وما + نلقاہ من حادثات الدھر اجواد
ھتک وقتل واحداث یشیب بھا + راس الولید وتعذیب واصفاد

ہائے یہ لوگوں کی غفلت کاری یہ مذہب مقدس کا ضائع ہونا یہ حوادثات زمانہ سے علماء اور فضلاء کا ابتلاء و مداہنت
گرفتار ہوجانا اسلام کی عصمت کی پردہ دری ہورہی ہے جذبات کا قتل عام ہے۔ واقعات و حوادثات ایسے سخت پیش
رہے ہیں کہ ان کے صدمے سے بچوں کے بال بھی سفید ہوجائیں، وقت آگیا کہ حالات پر غور کیا جائے کام کا وقت تھوڑا
، الحاد کا عمل شروع ہوچکا ہے کیا ہوگیا ہے کہ نہ تو ہم اس کے تدارک پر مستعد ہیں اور نہ بائیکاٹ کرکے ان کو اپنی
عت سے الگ کرسکتے ہیں؟ اس لئے کہ ہماری قوم میں اجتماعیت اور اشتراکیت کے بجائے انفرادیت اور رامرکزیت
ز ہر سرایت کرچکا ہے۔ قومی شیرازہ کو پہلے سے بکھر چکے ہیں اجتماعی عمل کی صلاحیت مفقود ہوچکی ایک مرتبہ ۱۲۲۳ء میں
م کا مدسپلن مفقود ہوا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس سے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہی ہوچلا۔ مسجدوں میں شراب پرتگالی
، دور چلتے تھے تماشاگاہوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی ایکٹ ہوتی تھی لیکن ۱۲۴۷ء سے ۱۲۷۰ء کے درمیان قوم نے
ی حالت درست کرلی، محمد بن عبداللہ نامی نے قوم کے اندر نئی اسپرٹ پھونکی پھر دوبارہ اندلس کی تثلیث پر توحید غالب
ئی ہم ۱۹۳۷ء کو ۱۲۲۳ء سے کہیں زیادہ خطرناک سمجھ رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے اپنی زندگی کا کوئی نصب العین مقرر نہ
ا تو وہی حشر ہوگا جو پہلی قوموں کا ہوچکا ہے۔ ان کی غفلت کا بدلہ دنیا ہی میں مل گیا۔ اللہ رب العزت کا رشتہ کسی خاص
م کے ساتھ نہیں وہ کیوں اپنی سنت تبدیل کرنے لگا ایک قوم جب تک اس کے دین مبین کی خدمت کرتی ہے
ں کو برسراقتدار رکھتا ہے جہاں اس نے اس کے حکم سے سر پھیرا اس کی جگہ دوسری قوم لاکر اپنی ملت کی خدمت
تا ہے ایسا کرنا اللہ رب العزت پر بالکل دشوار نہیں وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

آج مذہبی تغافل کا یہ عالم ہے کہ مشکل سے مشکل بات لوگوں کے دماغ میں آسکتی ہے لیکن قرآنی حکمتوں کے سمجھنے
سے انکا ذہن انکار کرتا ہے کیونکہ ان کی پرورش کچھ ایسے بدبودار یورپی ماحول میں ہوتی ہے جس کے جراثیم کا اثر ناگزیر ہے
ن کا دماغ انکا لباس طرز و اطوار سب کا سب فرنگی دماغوں اور لباسوں کا چربہ ہے۔ (باقی)

دفتری اعلان ۔ (۱) محدث کے لئے ٹکٹوں کے بجائے منی آڈر بھیجا کریں (۲) منی آڈر کی کوپن پر بھی اپنا نمبر خریداری
پورا پتہ اردو ہو یا انگریزی صاف صاف ضرور لکھا کریں (۳) بعض حضرات بجائے خریداری نمبر کے رجسٹرڈ ایل ۳۲۰۴
دیتے ہیں جو بالکل بیکار ہے یہ نہ لکھا جائے۔ (۴) جوابی امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں۔ ورنہ
اب کی امید نہ رکھیں۔ (منیجر)

تعلیمات اسلام

(از جناب صوفی عبد القدوس صاحب نولی۔ غازیپوری)

ارشادات قرآنیہ (۱) اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا۔ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے تمہارے سننے کے لئے کان دیکھنے کیلئے آنکھیں اور غور و فکر کے لئے دل بنا دیئے تاکہ تم احسان مانو (سورۂ نحل)

(۲) اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوائے کوئی اور بھی خدا ہوتا تو ضرور خرابی۔ فساد اور بدامنی دونوں جگہ پیدا ہو جاتی (سورۂ انبیاء)

(۳) جو لوگ اللہ کے سوائے دوسروں سے مانگتے ہیں۔ ان دوسروں کا حال یہ ہے کہ وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے حتیٰ کہ اس کے لئے سب کے سب جمع ہو کر کتنی ہی کوشش کریں اور اگر مکھی ان معبودوں سے کچھ چھین لے جائے تو وہ اسکو بھی چھڑا نہ سکیں پس طالب و مطلوب دونوں کمزور ہوئے (سورہ حج)۔

(۴) اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے اور اگر ایسا ہوتا تو ہر ایک معبود اپنے مخلوق کو الگ لیکے چلتا اور ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھائی کر کے غالب آتا اللہ ان باتوں سے پاک ہے جن سے یہ لوگ اس کو موصوف کرتے ہیں (سورۂ مومنون)

(۵) اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال کے لئے یہ فرض کرو کہ ایک طاق ہے جس میں ایک شمع ہے اور وہ شمع ایک فانوس کے اندر ہے فانوس صفائی میں روشن ستارے کے مانند ہے وہ شمع زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے روشن کی جاتی ہے اس کا رخ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف بلکہ ہر طرف ہے۔ روغن زیتون بھی اس قدر صاف و شفاف ہے کہ دیکھنے سے معلوم ہو کہ بے سلگائے ہی اب جلا اور اب جلا اسے سلگا دیں تو کیا کہنا نور ہی نور ہے اللہ اپنے اس نور کی طرف جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ (سورہ نور)

(۶) آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہے اسی سے سوال کرتا ہے اور اسی کا محتاج ہے وہ ہر روز کسی نہ کسی عظیم الشان امر کا ظہور کرتا ہے (سورہ رحمٰن)

(۷) اس اللہ کی ہستی کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ اسی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر تم آدمی بن کر ہر طرف منتشر ہو گئے۔ (سورۂ روم)

(۸) اس کی ہستی کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم کو ان کے پاس آرام و سکون ملے اور تمہارے درمیان محبت و ہمدردی پیدا کی (سورہ روم)

(۹) اس کی ہستی کے دلائل میں سے زمین اور آسمان کی پیدائش اور تمہاری زبانوں کا اور رنگوں کا اختلاف ہے (سورۂ روم)

(۱۰) اس کی ہستی کے دلائل میں سے رات اور دن میں تمہاری نیند اور معاش کی تلاش ہے۔ (سورہ روم)

کلمات نبویہ (**فتنہ پردازوں کے لئے وعید**) (۱) فتنہ سوتی ہوئی ایک چیز ہے خدا اس پر لعنت کرے جو اسے جگادے (حدیث)

(۲) فتنہ پردازوں کی عاقبت کبھی بخیر نہیں ہو سکتی اور جب وہ کوئی فتنہ اٹھاتے ہیں تو خدا انکو اور تاریکی کے غار میں پھینکدیتا ہے (حدیث)

اطاعت کے منازل۔ (۳) خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ یہ چیزیں تمہارے لئے دونوں جہان میں کام آئیں گی۔ (حدیث)

(۴) خدا اور اس کے رسول جس بات کا تمہیں حکم دیں اس پر بلا چون وچرا سر تسلیم خم کردو۔ (حدیث)

(۵) غیر اللہ کی اطاعت سے انسان کے اعمال حبط ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے۔

اسباب تندرستی (۶) روزہ کی کثرت کرو اس سے صحت و تندرستی بڑھتی ہے۔ (حدیث)

(۷) نیکی کی بات کہنا یا نیکی کی بات کرنا دونوں باتوں سے آدمی کے دل کی بیماریاں دفع ہوجاتی ہیں (حدیث)

(۸) اعمال سیئہ کے ارتکاب سے بچنا بہترین تندرستی ہے (حدیث)

دولت مندی کا حقیقی مزہ (۹) دولت مند ہوکر خدا کے آگے جھکنا اور ظالموں کے درمیان رہ کر مظالم سے پرہیز کرنا سب سے بڑھکر مالداری کی بات ہے (حدیث)۔

(۱۰) نیکو کار بادشاہ کی معمولی باتیں خدا کو بیحد پسند ہوتی ہیں اسلئے کہ اسمیں ٹھیک جانے کا کافی شائبہ موجود ہے (حدیث)

(۱۱) مسلمان بادشاہ خدا کا سایہ ہے مخلوقات پر (حدیث)

(۱۲) سب سے بڑے مالدار وہ لوگ ہیں جن کے عمل اچھے اور عقائد صحیح ہیں (حدیث)

خوشخبری (۱۳) خوشخبری ہو اس کو جو اپنے عیب کی وجہ سے دوسروں کی عیب جوئی نہیں کرتا۔

(۱۴) خوشخبری ہو اس کو جو ماں باپ کو پاکر ان کے حقوق میں کوتاہی نہیں کرتا۔

(۱۵) بشارت اس شخص کو جو رمضان کا زمانہ پاکر روزے رکھے (حدیث)

قوم پر اقتصادی تباہ کاریوں کا اثر

(از مولوی محمد ادریس صاحب آزاد املوی متعلم جماعت ششم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

(ذیل کا مضمون محض اقتصادی حیثیت سے لکھا گیا ہے۔ ——— آزاد)

دور حاضر کی اجتماعی یا انفرادی ترقی کا تمام تر تعلق صرف اقتصادیات سے ہے۔ کوئی جماعت اقتصادی بدحالیوں سے

پریشان ہو کر نہ اپنی تہذیب و تمدن کو برقرار رکھ سکتی ہے اور نہ اس کے ملکی، ملی، اخلاقی اور معاشرتی نظام درست رہ سکتے ہیں۔ آج اگر کوئی قوم چاہے کہ فرش خاک سے اٹھکر شاہراہِ ترقی پر گامزن ہو تو اس کے ترقی پسند عزائم پر اثر انداز ہونے والی سب سے پہلی چیز مالی بدحالی ہوگی۔ انقلاب انگیز شخصیتوں کی پہلی جنگ افلاس سے ہوتی ہے پھر کہیں جاکر وہ قوم کے اندر سود و زیاں کے احساس پیدا کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جنگجو قومیں اپنی ہوسِ ملک گیری میں روپیوں پیسوں کے بغیر کبھی کامیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ تاریخِ عالم کے خونیں ورق پر جہاں اطالیہ کی سفاکیوں کی عبرتناک داستان اور حبشہ کی کس مپرسیوں کی الم انگیز یادگار ہمیشہ چمکتی رہے گی وہاں مسولینی کی اس جنگ سے پیدا شدہ مالی مشکلات کا ایک باب بھی مدت دراز تک قائم رہیگا۔ فلسطین میں یہودیوں کے غلبہ و استیلاء کی تاریخ لکھتے وقت جہاں ان کی کامیابیوں کے اسباب و علل میں ان کی اقتصادی خوشگواریوں کا بیان ہوگا وہیں اس خوشگواری سے پیدا شدہ عواقب و نتائج کی غیر فانی یادگار بھی قائم کرنی ہوگی۔

غرض دورِ حاضر میں انسانی شعبوں کا کوئی زاویہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اقتصادی حالت کی اصلاح کے بغیر کام چل سکے۔ لیکن ہمارے ملک کا نظامِ معیشت ہی اسقدر پست ہے کہ عوام صدہا مرتبہ ٹھوکر کھانیکے باوجود اپنی خوشحالی کے زمانہ میں اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی نہایت بے پروائی سے خرچ کردیتے ہیں اور انھیں اس پر کچھ افسوس نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ خود خرچ کرنا نہ چاہیں تو ان کے اصول و رواج کی پابندی انھیں اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ لہی بے شمار دولت کسی تقریب یا خوشی کے موقع پر محض اپنی ظاہری پوزیشن برقرار رکھنے کیلئے نکال کر پھینک دیں۔ شادی کی چند لمحوں کی مسرت پر معلوم نہیں کتنے روپے آتش بازیوں کی نذر کردیئے جاتے ہیں۔ عید، بقرعید اور شب برات کی خوشیوں پر بہت سے ایسے لوگ جو حدِ اعتدال سے گذر کر اسراف تک پہنچ جاتے ہیں اپنی بے شمار دولتوں کو لٹا بیٹھتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ انھیں روپیوں کی بدولت قوم کے دلوں میں عملی بیداری کی غیر فانی روح پھونکی جاسکتی ہے اور انھیں سیم و زر کے انبار سے غلامانہ ذہنیت کی اصلاح، تہذیب و تمدن کا تحفظ، ترقی کے اسباب و ذرائع کی درستگی اور لٹریچر، زبان و مذہب کا پورا پورا سامان بہم پہنچایا جاسکتا ہے تو وہ اس جانب ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔ کیا یہ واقعہ ہماری انتہائی پستی اور بدترین غلامانہ ذہنیت کی عبرت انگیز مثال نہیں کہ ہم اپنے اندر کوئی ایسی طاقت محسوس کرنے کے باوجود جس کے ذریعہ دنیائے تاریخ میں خود کو ایک بہت بڑے انقلاب کا حامی اور ایک عظیم الشان دورِ اصلاح کا مؤسس ثابت کرسکیں۔ صفحۂ تاریخ پر اپنی حیات کا کوئی نقش چھوڑے بغیر مرجاتے ہیں۔

میں آج قوم کی حالت پر آنسو بہانے نہیں بیٹھا ہوں بلکہ اقتصادی بدحالیوں سے پیدا شدہ نتائج یعنی قوم کی ذہنیت میں اس کا انقلاب انگیز اثر، ترقی پسند جماعتوں میں اس کی ہلاکت خیزیاں، آئندہ نسلوں سے اس کا متاثر ہونا لٹریچر اور زبان پر اس کی زد، تعلیم و تعلم پر دباؤ اور ملت و مذہب کی بیچارگی کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ہمارا موجودہ غلط طریق کار آج ماہرین یورپ نے ملک کو اقتصادی تباہ کاریوں سے بچانے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے

وہ یہ ہے کہ عورتوں کو برتھ کنٹرول (ضبط تولید) پر مجبور کیا جائے تاکہ نسلوں کی زیادتی اور آمدنی کے ذرائع کی قلت سے ملک کے نظام میں فساد پیدا ہونے کا احتمال باقی نہ رہے یا اگر بچے پیدا کئے جائیں تو ایک مقررہ تعداد کے مطابق کہ شہروں کی آبادی پر افراد کی کمی کا بُرا اثر نہ پڑ سکے۔

لیکن سرزمین ہند جو زیادہ نسلیں پیدا کرنے کے اعتبار سے دوسرے تمام ممالک سے ممتاز ہے اس طرز عمل کو اختیار کرنے میں یورپ کے ممالک سے ہمیشہ پیچھے رہی اور رہے گی گویا ہندوستان کی اقتصادی تباہ کاریوں میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہاں کی فی کس روزانہ کی اوسط آمدنی صرف چار پیسے ہے۔ جس میں انسان کو اپنی حاجت روائیوں کے ساتھ ساتھ بیوی اور بچوں کی کفالت بھی کرنی پڑتی ہے جو اس کی آمدنی کے لحاظ سے اس کے لئے باعث صد مشقت ہے۔

اس کے علاوہ بعض دیگر اسباب جو ہماری اقتصادی ترقی کی راہ میں سنگ گراں بنکر حائل ہیں وہ ہماری بُری عادتیں اور حکومت کی عائد کردہ پابندیاں ہیں جن سے جانبر ہونا ہمارے لئے بالکل غیر ممکن ہے۔ عادات کے اعتبار سے جو چیزیں ہمارے لئے ضرر رساں ہیں وہ سینما، شراب نوشی اور فضول خرچی وغیرہ ہیں۔

ان کے مہلک جراثیم نے اچھے خاصے مالدار چند دنوں میں اقتصادی موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے جانبر ہونا ان کے لئے بالکل غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو جو سینما کے عاشق ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ کسی زمانہ میں مالی حیثیت سے با اثر لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے لیکن آج اپنی اس لت کے باعث نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ بمبئی جو ہندوستان میں فلم کمپنیوں اور کچھر سازوں کے اعتبار سے ممتاز ہے وہاں اس قسم کے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جب اپنی مالی پریشانیوں سے تنگ آجاتے ہیں اور ان کا جذبۂ فلم بینی کم ہوتا نظر نہیں آتا تو وہ شرافت سے گری ہوئی باتوں پر اتر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے دیگر شہروں کے اعتبار سے بمبئی اور کلکتہ میں جرائم پیشہ اشخاص کی بہت فراوانی ہے۔

شراب یا منشیات کے استعمال کرنیوالوں کی تعداد ہندوستان میں بہت زیادہ ہے پچھلے سال جب حکومت نے تمباکو اور نشہ آور چیزوں کی آمدنی کے اعداد و شمار شائع کئے تھے تو یہ چیز سخت تعجب کا باعث بنی ہوئی تھی کہ اس چیز پر صرف یوپی میں تقریباً نصف لاکھ روپیہ صرف کیا گیا۔ کسقدر افسوس ہے کہ ایک ایسی چیز جو اقتصادی اور جسمانی حیثیت سے ہمارے لئے نقصان رساں ہو اور جس کے استعمال سے بے شمار بیماریاں پیدا ہو جائیں عوام کو اس سے اس قدر دلچسپی ہو کہ اپنی بے شمار دولت اپنی جیبوں سے نکالکر غیروں کے حوالے کر دیں۔ اسی طرح فضول خرچی کے مضر اثرات بھی آئے دن ہم دیکھتے رہتے ہیں لیکن اس سے کچھ عبرت حاصل نہیں کرتے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اوپر جو کچھ ذکر کیا گیا وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا موجودہ طریق کار کس قدر غلط اور مہلک ہے آج ہم میں اقتصادی تباہ کاریوں پر ماتم کرنیوالے بہت سے لوگ ملیں گے لیکن ان حقائق کے پیش نظر اپنی اصلاح ان کے امکان سے

باہر ہے۔ کاش حکومت ہی اس طرف توجہ کرتی کہ ان مخرب اخلاق فلموں کو بند کر دیتی یا اگر بند نہ کرتی تو ایسی پکچروں کو اخلاقی حیثیت سے ناجائز قرار دیتی جس سے لوگوں کے اخلاق پر برُا اثر پڑتا ہے اور اس کی جگہ اصلاحی فلمیں جاری کرتی جس سے لوگوں میں وطن پرستی، کفایت شعاری، سلیقہ مندی اور اخلاقی اصلاح و ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو۔ کیونکہ انسانی ذہنیت میں انقلاب پیدا کرنا فلموں کے ذریعہ ایک آسان کام ہے۔

آج ہندوستان میں غربت و افلاس بہت سرعت سے پھیل رہا ہے اور تمام قومیں اس سے پریشان ہو رہی ہیں لیکن مسلمانوں پر اس کا اثر سب سے زیادہ ہے۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ مسلمان دوسری قوموں کے اعتبار سے فضول چیزوں کے بہت زیادہ شوقین واقع ہوئے ہیں اور کچھ اس وجہ سے کہ ان میں دور اندیشی اور اصلاح پسندی کا جذبہ بہت کم ہے۔ ہندوستان میں آمدنی کا بہترین ذریعہ تجارت ہے لیکن آج کل سارے تجارتی کاروبار ہندوؤں کے ہاتھ میں ہیں اور مسلمان اس سے بالکل غافل ہیں افلاس کی بیش از بیش ہلاکت خیزیوں سے مسلمانوں کے متاثر ہونے کی اصلی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے عیش و عشرت کے لئے تو سب کچھ خرچ کر دیتے ہیں لیکن اُسے حاصل کرنیکی فکر سے وہ بالکل بے نیاز ہیں۔ اگر شراب اور تمباکو کے استعمال کرنیوالوں کی رپورٹ شائع کی جائے تو میرے خیال میں اس میں پچھتر بلکہ اسّی فیصدی مسلمان نکلیں گے اور بیس فیصدی ہندوستان کی دوسری قومیں۔ اب بھی اگر ان کی اصلاح کی طرف فوری توجہ نہ کی گئی تو چند دنوں میں یہ اپنی رہی سہی دولت بھی برباد کر ڈالیں گے۔ اصلاح کی بہترین صورت یہی ہے کہ تمباکو کی کاشت اور شراب کی کشیدگی کو حکومت قانوناً جرم قرار دیدے تاکہ اس کے ذریعہ بہت سی مہلک چیزوں کا مقابلہ کر کے قوم کی حالت کی اصلاح کی جاسکے۔

آئندہ نسلوں پر افلاس کا اثر یہ حقیقت واضح ہے کہ ہندوستان کے عوام اپنی ترقی و عدم ترقی کے اسباب و علل کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ گرچہ تحریک آزادی اور کانگریس کے اثر و اقتدار نے عوام کی بہت کچھ اصلاح کی لیکن فی الحقیقت ابھی وہ اس سے زیادہ اصلاح کے مستحق ہیں۔

آج ہمیں ان کے جمود و تعطل پر رونا آتا ہے لیکن ہم کوئی ایسا طریق کار اختیار نہیں کرتے جس سے انکی اصلاح ہو سکے۔ عوام نے اپنی جہالت کی بناء پر جتنے روپے غیر مفید کاموں پر صرف کئے ہیں اگر انھیں اُنھیں کی اصلاح پر خرچ کیا جاتا تو آج قوم کی حالت ایسی ناگفتہ بہ نہ ہوتی۔ اگر انھیں زمانہ کے حالات سے روشناس کرانے کیلئے صحیح طور پر ان میں تعلیم کا انتظام کر دیا جاتا۔ جا بجا لائبریریاں اور دار المطالعے کھول دیئے جاتے کہ وہ اس میں مفید اور کارآمد چیزیں پڑھ پڑھ کر اپنی اصلاح کر سکیں تو ہمیں آج اس قدر دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

عوام کی عدم ترقی کی سب سے بڑی دو چیزیں ہیں۔ تعلیم کا فقدان اور حالات کی عدم مساعدت۔ تعلیم سے میری مراد وہ تعلیم نہیں جس سے انسان کی قوتِ عملی سلب ہو جائے اور وہ دوسروں کے سہارے زندگی گذارنے پر مجبور ہو بلکہ اس سے مراد وہ تعلیم ہے جو انسان کو ترقی کرنے میں مدد دے اور اس کی حالت کی اصلاح میں اس کی مساعدت کرے۔

عوام میں زیادہ لوگ ایسے ہیں جو بالکل غریب ہیں اور محض اپنی غربت کی وجہ سے اپنی اولاد کو تعلیم دلانے سے مجبور ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی اولاد تعلیم سے بے بہرہ رہ کر دنیا کے حالات پہچاننے کی بالکل قابلیت نہیں رکھتی کہ اس کے موافق کام کرکے ترقی کا کوئی صحیح راستہ نکال سکے۔ اس طرح وہ نسلاً بعد نسلٍ کسی قسم کی ترقی کرنے سے مجبور رہتے ہیں۔ اسی افلاس کے باعث بہت سی ایسی تحریکیں جو مفید ہونے کے ساتھ ساتھ آئندہ نسلوں کی ترقی و رفعت کی ضامن ہوتی ہیں مُردہ ہوجاتی ہیں اور اس سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

زبان اور لٹریچر پر اس کا اثر آج ہندی اردو کا ہنگامہ ہندوستان کے حالات پر بُری طرح اثر انداز ہے اور ہم کوئی سازگار فضا پیدا کرنے سے مجبور ہیں۔ محض دولت کی فراوانی اور اقتصادی حالت کی درستگی کی وجہ سے ہندو ہر طرف ہندی کا پرچار کر رہے ہیں لیکن ہم محض مالی مجبوریوں سے نہ تو اردو کی توسیع کیلئے وسیع پیمانہ پر کوئی کام کرسکتے ہیں اور نہ ہم میں مخالف تحریک کو دبانے کی صلاحیت ہے۔ اگر کچھ دنوں تک ہماری حالت یہی رہی تو بہت جلد وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے اور اردو دنیا سے فنا ہوجائے گی۔ افلاس اور اقتصادی تباہ کاریوں کے زبان اور لٹریچر پر اثر انداز ہونے کی یہ ایک مثال کافی ہے۔

مذہب پر اس کا اثر آج ہندوستان کی ایک جماعت کو ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہے جس میں حقیقی مساوات و رواداری موجود ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ اسلام کے ذریعہ ان کی تشنہ کامی دفع کی جاسکتی ہے لیکن ہم افلاس سے مجبور ہو کر نہ تو اپنے ہنگامہ خیز پروگرام کے ساتھ ان میں تبلیغ کرسکتے ہیں اور نہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں انھیں دین اسلام کے مطالعہ کی دعوت دے سکتے ہیں کیونکہ اس میں بھی تو متعدد مقامات پر متعدد ایسے دار المطالعوں کی ضرورت ہے جس میں اسلامی معلومات کا ذخیرہ کافی موجود ہو بخلاف دوسری قوموں کے کہ وہ اپنے مذہب کی توسیع میں ہر طرح سرگرم عمل ہیں اور ان میں طرح طرح کی کتابیں مفت تقسیم کرتی ہیں۔ غرضیکہ دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں انسان اپنی اقتصادی حالت درست کئے بغیر کامیاب ہوسکے۔ لیکن ہم ہیں کہ اس طرف مطلقاً توجہ نہیں کرتے۔ اگر کچھ دنوں تک ہماری غفلت کا یہی حال رہا تو یقیناً ہم دنیا کی تمام قوموں میں ذلیل شمار کئے جائیں گے اور ہماری آواز میں کوئی اثر نہ ہوگا۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس میدان میں آگے بڑھیں اور اپنی اقتصادی زندگی کا ثبوت دیں۔

شاہ اورنگ زیب کے اصلی خد و خال

(۲)

(جناب الیس۔ شوکت اللہ صاحب محسن پریوائی پرتابگڈھی)

ارادہ تھا کہ اس مضمون کو تشنہ نہ چھوڑتا اس سلسلہ میں بیسیوں ایسے واقعات نظر سے گذرے جو حقایق افروز ہیں اور جن سے

اورنگ زیب کے اصلی خدوخال بالکل نمایاں ہوجاتے ہیں مگر کچھ اس قسم کے نامساعد حالات پیش آگئے ہیں کہ قلم اب زیادہ لکھنے سے قاصر ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضمون ختم کرنے سے پہلے میں شہرہ آفاق بنگالی عالم آچاریہ سرپی سی رائے کے اس لیکچر کے کچھ اقتباسات نقل کردوں جو کہ انھوں نے ایک نیم سیاسی جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے دیا تھا۔

آچاریہ جی ایک طویل مدت سے گرانبہا تعلیمی خدمات انجام دیکر حال ہی میں اپنی ملازمت سے سبکدوش ہوئے ہیں حاتم صفت مخیر انسان ہیں ابھی گذشتہ سال ہی آپ نے بنگال میں سائنس کی ترویج وترقی کے لئے ۱۱ لاکھ روپیہ دیا ہے۔ تعلیمی دنیا کی طرح سیاسی دنیا میں بھی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہ نیم سیاسی جلسہ کی صدارت بھی بتلا رہی ہے۔ یہ ایک مسلم قاعدہ ہے کہ دنیا نظر انصاف سے دیکھنے والوں سے خالی نہیں رہتی لیکن موجودہ دور میں جبکہ سواد اعظم نے اورنگ زیب کے خلاف زہر اگلنا اپنا شیوہ قرار دے لیا ہے آپ کی ذات غنیمت ہے۔

فاضل مقرر نے اورنگ زیب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ آجکل ہمارے کالجوں اور مدرسوں میں ہندوستان کی جو تاریخیں پڑھائی جاتی ہیں وہ خاص الخاص سیاسی مقاصد کے پیش نظر لکھی گئی ہیں اور ان کی یہ مسخ شدہ صورت بے انتہا گمراہ کن ہے مثلاً نصاب تاریخ کے پیش کردہ اورنگ زیب کو جو نہایت متعصب وظالم بادشاہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اصل اورنگ زیب سے دور کی نسبت بھی نہیں اورنگ زیب کے ہندؤں سے نفرت کرنے کے افسانے بالکل بے سروپا ہیں۔ اور محض سیاسی مصالح کی بنا پر گھڑ لئے گئے ہیں۔ مقرر موصوف نے ان افسانوں کی حقیقت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ ایک نہایت شرمناک حقیقت ہے کہ ہندؤں اور مسلمانوں کو ان من گھڑت افسانوں کا یقین دلایا گیا ہے جو بالکل بے بنیاد ہیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں سرجدوناتھ اور ڈاکٹر مورنندار جیسے مشہور مورخ اس بات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکتے کہ اورنگ زیب نے بنگال کے ہندؤں سے جزیہ لیا ہو بلکہ اس کے برعکس اورنگ زیب کے عہد میں بنگالی ہندؤں کو بڑے بڑے منصب اور جاگیریں عطا ہوئیں۔ مرشد قلی خاں جو بنگال میں اورنگ زیب کا نائب حکومت مقرر ہوا ایک برہمن نومسلمان تھا اور اس کے ماتحت کاروبار حکومت مسلمان اور ہندو عہدہ داروں کے اشتراک عمل سے انجام پاتا تھا اورنگ زیب کے عہد میں ہندؤں کو نہ صرف بڑی بڑی جاگیریں ملیں بلکہ وہ گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف تک کے عہدوں پر سرفراز ہوئے۔ یہ بات آجکل کے گمراہ کردہ ہندوستانیوں کو عجیب معلوم ہوگی کہ افغانستان کے خالص اسلامی صوبے میں ہندوؤں کے دشمن جان اورنگ زیب کا نائب السلطنت ایک ہندو راجپوت تھا۔

اورنگ زیب اور سیواجی کی کشمکش کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کشمکش کو بھی انھیں مصالح کی بنا پر مذہبی رنگ دیدیا گیا جن کی بنا پر اورنگ زیب اور دوسرے ہندوستانی حکمرانوں کو ناحق بدنام کیا جاتا ہے۔ اورنگ زیب اور سیواجی کی آویزش مذہبی نہیں بلکہ خالص سیاسی تھی آجکل کی تاریخوں میں ہمیں گمراہ کرنے کیلئے سیواجی کو ہندو مذہب کا ایک دیوتا بنادیا گیا ہے۔ جو لوگ اورنگ زیب اور سیواجی کی چپقلش کو مذہبی جنگ قرار دیتے ہیں کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ میواڑ

تو بغاوت کی سزا دینے کیلئے اورنگ زیب نے اپنے ایک ہندو جرنیل یعنی مہاراجہ جے سنگھ کو مقرر کیا۔ اور مہاراجہ جے سنگھ نے کئی دفعہ اورنگ زیب سے دکن کے بعض مسلمان سرداروں کی شکایت کی تھی کہ وہ سیواجی کے خلاف مدد بہم نہیں پہنچاتے سیواجی کی بغاوت کو مذہبی رنگ دیدینا بے انتہا نادانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغل بادشاہوں نے اتحاد ہندو مسلم کو حد کمال تک پہنچا دیا تھا۔ اور انگریزی حکومت کو مغلوں سے سبق لینا چاہیے۔ تاریخ ہند کے اس زرین عہد میں مغلوں کا ہندو وائسرائے پر حکومت کرتا تھا اور ان کا مسلمان وائسرائے دکن کا حاکم تھا جہاں کی آبادی کا جزو اعظم ہندوؤں پر مشتمل تھا۔

فاضل مقرر نے آخر میں فرمایا سچے سوراج کی اس سے بہتر مثال نہیں مل سکتی۔

بچوں کے دودھ ڈالنے اور اسہال کے اسباب اور انکا صحیح علاج

(از مجیدہ بیگم صاحبہ مبارکپوری)

گرمی اور برسات کے زمانہ میں عموماً بچوں کو بدہضمی اور اسہال کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ دوا دینے کے باوجود صحت کلی نصیب نہیں ہوتی اور بہت سے کمسن بچے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سب سے پہلے بچوں کو دودھ پلانے کے وقت مقرر ہونے چاہئیں۔ جو عورتیں اپنے بچوں کو دودھ دینے کا وقت مقرر نہیں کرتیں وہ گوناگوں مصائب میں مبتلا رہتی ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہاں بچہ رویا دودھ پلا دیا گیا۔ ایسی بہنوں کو سمجھایا جائے کہ بچوں کو ہر وقت دودھ نہیں پلانا چاہیے۔ بلکہ ایک خاص وقت مقرر کر لینا چاہیے تو یہ صاف اور موٹی سی بات ان کی سمجھ سے بالاتر ہو جاتی ہے۔ مشاہدہ شاہد ہے کہ جہاں بچہ نے قے کی فوراً دودھ پلا دیا جاتا ہے اور نظر وغیرہ کا توہم کر کے تعویذ گنڈے باندھ دیئے گئے۔ یا جھاڑ پھونک شروع کر دی گئی۔ یا ذرا عقل سے کام لیا تو کسی حکیم یا ڈاکٹر کو دکھا کر دوا پلانی شروع کر دی۔

قے کرنے کا سبب ۔ بچہ بار بار دودھ اس لئے ڈالتا ہے کہ مقدار سے زیادہ معدہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں تصور فرمالیئے کہ جب آب خورہ یا گلاس میں پانی بھر دیا جائے اور گنجائش سے زائد ہو جائے تو خواہ مخواہ زمین پر گرے گا۔ بس یہی حال بچوں کا سمجھیے کہ بچہ اگر قے کرنا شروع کر دے تو جان لینا چاہیئے کہ دودھ اس کے معدہ میں مقدار سے زائد اور بار بار دیا جاتا ہے۔

علاج ۔ اس کا بہترین علاج جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکی ہوں یہی ہے کہ دودھ پلانے کا وقت مقرر کر لیا جائے، زیادہ سے زیادہ دن بھر میں چار پانچ مرتبہ اور علی ھذا القیاس رات کو بھی۔ اور جوں جوں بچہ توانا ہوتا جائے دودھ پلانیکی تعداد بھی گھٹانی

چاہئے۔ اگر بچے کو شروع ہی سے اس کا عادی بنا دیا جائے تو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ہماری بہنیں اپنی نادانی سے بار بار دودھ پلانے کی عادت ڈال دیتی ہیں تو پھر خود ہی پریشان بھی ہوتی ہیں اور بچے کی صحت بھی خراب ہوجاتی ہے بچوں کے قے کرنے کے اس عملی علاج کے علاوہ ایک طبی علاج بھی لکھتی ہوں۔ وہ یہ کہ جب بچے دودھ زیادہ ڈالنے لگیں تو چونے کو پانی میں بھگو دیا جائے اور پھر اس تہ نشین چونے کے اوپر کا صاف پانی چھوٹے سے چمچے میں لیکر دن میں دو تین دفعہ پلا دیا جائے انشاء اللہ بہت جلد آرام ہوجائے گا۔ چونا کسی خاص قسم کا مراد نہیں ہے بلکہ وہی جو روزمرہ پانوں میں کھایا جاتا ہے

بچوں کے اسہال کا دوسرا سبب ۔ اگر بچہ ماں کا دودھ پیتا ہو اور دست آتے ہوں تو جان لینا چاہئے کہ ماں کی غذا میں خرابی کی وجہ سے اس کے دودھ میں ضرور بالضرور نقص پیدا ہوگیا ہے۔ پس ایسے وقت میں اولاً تو یہ چاہئے کہ ماں کے لئے اچھی غذا کا انتظام کیا جائے یعنی اسے ایسی چیز کھلائی جائے جو آسانی سے جلد ہضم ہوجائے۔ اور خون صالح پیدا کرے اور جب تک یہ نہ ہو ماں کا دودھ چھڑا کر کسی اور عورت کا دودھ پلوائیں۔ اگر یہ دشوار ہو تو گائے پال لینی چاہئے۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو بکری ہی سہی۔ اور بچے کو بکری کا دودھ استعمال کرائیں۔ بعض عورتیں دودھ کے کم ہونے یا کسی عذر کی وجہ سے مجبور ہوکر مصنوعی دودھ (یعنی ڈبہ کا) شیر خوار بچوں کو پلاتی ہیں تو ان کو جان لینا چاہئے کہ ڈبہ کے دودھ میں نشاستہ بھی ملا ہوتا ہے۔ اور اس مصنوعی دودھ کے متعلق یونانی حکما اور ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ ڈبہ کا دودھ آنتوں اور معدہ کیلئے بہت ہی ضرر رساں ہے اس کا استعمال ہرگز نہ کرانا چاہئے۔

میری پرزور گذارش اور دلی تمنا ہے کہ اس پر ہماری بہنیں خود عمل کریں اور ناخواندہ بہنوں کو سنا کر اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں تاکہ ان کے نونہال خوش و خرم رہ کر ان کی روحانی مسرت کا باعث بنیں۔

رباعیات حافظ

(از جناب محمد یونس صاحب حافظ مبارک پوری)

(۱)

پھر دکھا ہند میں اسلام کے جوہر مسلم
کانپیں اغیار ترے رعب سے تھر تھر مسلم
غیر قوموں کی طرح بزدل و کمزور نہ بن
طوق و زنجیر غلامی میں تو پھنکر مسلم

(۲)

شرک و بدعت کی تو بنیاد ہلا دے مسلم
بلکہ جڑ کھود کے دنیا سے مٹا دے مسلم
سارے عالم کو پلا کے تو شراب اطہر
مست دیوانۂ توحید بنا دے مسلم

(۳)

رکھ مساکین دیتامیٰ سے محبت مسلم
اور محتاج و ایامیٰ سے بھی الفت مسلم
اپنی تو قوتِ حق داد پہ ہوکر مغرور
کر نہ کمزوروں سے (بیوگاں) زنہار عداوت مسلم

RGD.L.No. 3204. رسالہ محدث دہلی رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

روح اخبار

از آزاد ... الموی اعظمی

ـــــ ایک سائنس دان نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جسے اگر دل کے پاس لگا دیا جائے تو اس کی آواز بلیم البرٹ ہال میں بیٹھکر سنی جاسکتی ہے اور اگر مشین میں لاؤڈ اسپیکر لگا دیا جائے تو دل کی دھڑک کئی آدمی بآسانی سن سکتے ہیں۔

ـــــ لارڈ بیڈن پاول نے جو تحریک بوائے سکاوٹ کے بانی ہیں ہندوستان کے دورے سے واپس جانے کے بعد لندن میں ہندوستانیوں کے متعلق یہ غلط بیان دیا ہے کہ "ان میں کیرکیٹر کی کمی ہے" اس پر جب ہندوستانیوں کی طرف سے بطور احتجاج اس تحریک کو ختم کرکے اس کی بجائے نئی تحریک جاری کرنے پر زور دیا جانے لگا تو آپ نے معافی مانگ لی۔ موصوف ہندوستانیوں کے متعلق اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ زہر اگل چکے ہیں۔

ـــــ گذشتہ دنوں کانگریس نے واردھا میں عہدوں کے قبول کرنے کا فیصلہ کیا تو اسے پورے ہندوستان میں وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کانگریسی وزراء کی تنخواہیں پانچ سو سے زائد نہ ہوں گی اور مسلمان وزیر کے چننے میں مسلمانوں کے مفاد کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔

ـــــ حکومت مصر حکومت حجاز کو ۲۰ ہزار پونڈ امداد دیگی تاکہ اہالیان مکہ کے لئے بڑے پیمانے پر آب رسانی کا انتظام کیا جائے۔

ـــــ سلطان ابن سعود نے اپنی سلطنت میں یہ فرمان جاری کیا ہے کہ جو شخص داڑھی منڈوائے گا وہ ایک ہفتہ سزائے قید یا ساڑھے سات ریال جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔
اور جو حجام اس فعل کا مرتکب ہوگا اُس کی دکان مع اسباب کے ضبط کر لی جائیگی۔

العرب

ـــــ امریکہ کے مشہور اخبار کلیفا نڈ میں استاذ ریحانی اپنے ایک مقالہ کے اندر لکھتے ہیں کہ ابن سعود (خلد اللہ ملکہ) کی زیر حکومت جزیرۃ ۲۷ سال میں بالکل بدل گیا۔ اس سرزمین پر خلافت راشدہ کے بعد سے ابتک ابن سعود جیسی نظیر نہیں ملی۔

ـــــ امریکہ کے ایک سائنس دان ڈاکٹر نے ضرورت کے وقت زندہ انسانوں کیلئے مردہ انسانوں سے خون حاصل کرنے کا طریقہ معلوم کرلیا ہے۔ موصوف کے تجربہ کے مطابق روس مردہ انسانوں کے جسم سے خون حاصل کرکے ٹیوبوں میں محفوظ کر رہا ہے کہ بوقت ضرورت کام آسکے۔

ـــــ ادیس ابابا سے جبوتی تک جاری کردہ ریلوے لائن کے متعلق شہنشاہ حبشہ نے اٹلی کے خلاف دعوی دائر کیا ہے۔ انکا خیال ہے کہ اس لائن کے جاری کرنے کا حکم میں نے ہی دیا تھا اس لئے اس کا مالک بھی میں ہی ہونگا نہ کہ اٹلی۔

شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

ستمبر ۱۹۳۷ء

رجسٹرایل نمبر ۳۲۰۴

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی

زیر ملکیت
شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

سالانہ چندہ ... سالہ بمعہ فت

چار آنہ
4 ANNAS

مدیر مسئول
نذیر احمد املوی رحمانی

نائب مدیر
عبید اللہ مبارکپوری رحمانی

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے
(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۱۲ر بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدیں گے۔
(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔
(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کئے جاسکتے ہیں
(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔
(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۵ | ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء مطابق جمادی الاخریٰ ۱۳۵۶ھ | نمبر ۵

ماہ رجب کے احکام اور فضائل

(از جناب مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی)

حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس ماہِ مبارک میں خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں اور ظلم وزیادتی کے کاموں سے بہت بچنا چاہئے۔ حرمت والے مہینوں کی نسبت ارشادِ خداوندی ہے فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ ان مہینوں میں گناہ کے کاموں سے بچو۔ مگر خدا کی شان ہے کہ اس مہینے میں عام گناہوں کے علاوہ بعض مسلمان مخصوص گناہ بھی کرتے ہیں چونکہ یہ مہینہ سر پر ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ ان بدعتوں سے آپ کو آگاہ کر دوں جو اس ماہ کے ساتھ مخصوص ہیں +

---

(۱) اس میں رجبی منائی جاتی ہے جسکا کوئی ثبوت شریعتِ محمدیہ میں نہیں ہے تیئس برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی زندگی میں یہ ماہِ مبارک آتا رہا مگر رجبی کی بدعت سے حضورؐ کا زمانہ پاک صاف رہا۔ خلفاءِ اربعہ کا زمانہ صحابہ تابعین اور چاروں اماموں کا زمانہ گذر گیا مگر رجبی کی بدعت سے یہ حضرات بھی ناآشنا رہے لیکن ان خیر وبرکت کے زمانوں کے بعد جہاں اسلام میں بہت سی بدعتیں ایجاد کی گئیں ان میں سے ایک یہ رجبی بھی ہے جو پانچویں صدی کی بدعت سیئہ ہے حضورؐ فرماتے ہیں من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالے وہ خود اور اس کی وہ نئی نکالی ہوئی چیز مردود ہے +

(۲) لکھی اور ہزاری روزہ بھی اسی مہینہ میں رکھا جاتا ہے مریم روزہ اور بھی بہت سے روزے اس مہینہ میں ہندوستان کے مسلمانوں نے نکال رکھے ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت ہماری پاک شریعت میں نہیں۔ بلکہ ابن ابی شیبہ میں حدیث ہے کہ ان عمر کا ن یضرب اکف الناس فی رجب حتی یضعوھا فی الجفان و یقول کلوا فانما ھو شھر کان تعظمہ الجاھلیۃ یعنی خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن لوگوں کو اس مہینے کی ایسی تعظیم جاہلیت کا شیوہ ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اِنَّہٗ کَانَ یَکْرَہُ صَوْمَ رَجَبَ (ابن ابی شیبہ) یعنی آپ بھی رجب کے ان روزوں کو مکروہ سمجھتے تھے۔ بلکہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رجب کے روزوں کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اَیْنَ اَنْتُمْ عَنْ شَعْبَانَ یعنی کیا اس کے پیچھے شعبان نہیں آرہا؟ شعبان میں روزے رکھ لینا یہ روزوں کا مہینہ نہیں۔ پس رجب میں یہ تمام روزے مکروہ ہیں لکھی ہو تو۔ ادیہ ہزاری ہو تو۔ اور مریم روزہ ہو تو۔ اور اسی طرح اور روزے جن کے بڑے بڑے ثواب اور فضیلتیں سمجھی جاتی ہیں وہ ثواب کے نہیں بلکہ عذاب کے ہیں۔ بدعت ہیں جن سے خدا رسول خوش نہیں بلکہ یہ عبادت اور ایسے عابد مردود ہیں مسلمانوں کو اس بدعت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ رجب کے ان خاص دنوں میں یہ مخصوص روزے خاص خاص فضیلتوں والے خصوصیت سے رکھنا اللہ کے دین میں زیادتی کر کے گناہِ عظیم مول لینا ہے ✤

جن بعض احادیث کو ان روزوں کی سند میں لوگ پیش کرتے ہیں ان کی سند بالکل غیر معتبر ہے وہ حدیثیں سنداً ثابت نہیں اس لئے اس دھوکے میں نہ آنا چاہیے چنانچہ نیل الاوطار میں ہے والاحادیث التی تروی فیہ واھیۃ لا یفرح بھا عالم یعنی ان روزوں کے بارے میں جو حدیثیں بعض غیر معتبر کتابوں میں ہیں وہ سب کی سب واہی ہیں جن سے کوئی ذی علم خوش نہیں ہو سکتا حنفی مذہب کے مایۂ ناز عالم مولانا مولوی عبدالحیؒ صاحب لکھنوی اپنی کتاب الآثار المرفوعہ میں لکھتے ہیں وما اشتھر فی بلاد الھند وغیرہ ن صوم صباح تلك اللیلۃ یعدل الف صیام فلا اصل لہ۔ یعنی رجب کے ہزاری روزے کی کوئی اصلیت نہیں جسے ہندوستان والے رجب کی ستائیسویں کو رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے یہ بالکل بے دلیل بات ہے ن گھڑت چیز ہے محض بے اصل ہے۔ مولانا شیخ عبدالحق صاحب دہلوی اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں تحریر فرماتے ہیں اعلم انا لم نجد ی کتب الاحادیث الخ یعنی لوگوں نے رجب کی پندرہ تاریخ کی جو تعظیم و عزت اور اس دن کے روزے کی جو فضیلت اور اس دن ں مخصوص نمازوں کی جو بزرگی مشہور کر رکھی ہے اور اس دن کا نام یوم الاستفتاح اور اس روزے کا نام مریم روزہ جو رکھ چھوڑا ہے یسی حدیث سے ثابت نہیں۔ محض بدعتیوں کا وہم ہے ہم نے حدیث کی کسی معتبر کتاب میں اس کا نام نشان بھی نہیں پایا۔ مولانا بدالحی حنفی الآثار المرفوعہ میں لکھتے ہیں" ستائیسویں رجب کے روزے اور نماز کے بارے میں جو حدیثیں غنیۃ الطالبین وغیرہ میں مروی ہیں وہ سب موضوع اور من گھڑت ہیں اور رجب کی اول شب کی بیس رکعت نماز کے بارے میں بھی جو حدیث ایسی کتابوں میں ہے وہ بھی ضوع ہے امام ابن جوزیؒ وغیرہ نے ان سب کو موضوع اور رذیل اور بناوٹی کہا ہے ✤

(۳) صلوٰۃ الرغائب وغیرہ۔ قسم قسم کی دن رات کی نمازیں بھی اس ماہ میں مسنون اور خاص ثواب والی جان کر لوگ ادا کرتے ہیں، حالانکہ اس میں سے بھی حضورؐ سے صحابہؓ سے تابعین سے ائمہ دین سے کوئی چیز ثابت نہیں۔ یہ بھی دین خدا میں ایک ایجاد وایزاد ہے۔ چنانچہ امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ھٰذہ الصلوٰۃ بدعۃ عند جمھور العلماء یہ نمازیں چاروں مذہبوں میں بدعت ہیں۔ اور فرماتے ہیں انما ظھرت بعد الاربعمائۃ یہ بدعتیں پانچویں صدی میں نکلی ہیں۔ چار سو سال تک مسلمانوں کا دامن اس آلودگی سے پاک رہا فالحمد للہ۔ سب سے پہلے رجب کی ان بدعتوں کے جاری کرنیوالے شامی لوگ تھے (الاثار المرفوعہ) حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں یہ نہایت بدعت ہے مذموم چیز ہے بیحد قبیح ہے مذہب بری ہے خلاف شرع ہے منکر چیز ہے اس میں کئی ایک شرعی خرابیاں ہیں اسے ترک کرنا چاہئے اس سے منہ موڑلینا چاہئے پڑھنے والوں کو ہر طرح روکنا چاہئے۔ اور اس کے بارے میں جو حدیثیں قوت القلوب احیاء العلوم اور غنیۃ الطالبین وغیرہ جیسی کتابوں میں ہیں ان سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ یہ کتابیں حدیث کی کتابیں نہیں نہ انھیں علم حدیث کی سند کا کوئی علم ہے یہ سب روایتیں غیر صحیح ہیں لیکن افسوس ہے کہ مسلمان اس بدعت کی طرف بے طرح جھک پڑے ہیں چاہے فرض نمازیں نہ پڑھتے ہوں لیکن صلوٰۃ الرغائب قضا بھی نہ ہو۔ الغرض اس ماہ مبارک میں کوئی مخصوص نماز اور کوئی خاص روزے شرعاً ثابت نہیں۔ مسلمان کا کام یہی ہے کہ جو کچھ اون کے رسولؐ نے فرمایا ہو اس پر عمل کرتا چلا جائے اور جو قرآن حدیث میں نہ ہو اس سے باز آجائے حکم قرآن ہے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا۔ جو کچھ تمہیں میرا رسولؐ دے لے لیا کرو اور جو وہ نہ دے تم بھی اسے نہ لو اللہ عزوجل کا ارشاد ہے لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ خدا رسول سے آگے نہ بڑھو۔

---

(۴) **معراج** - ہمارا ایمان ہے کہ سرور رسولان شفیع انبیاں رسول خدا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معراج کرائی آپ اپنے جسم وروح سمیت ایک رات کے کچھ حصے میں مکہ شریف سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمان پر اور پھر ساتویں آسمان تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اسی رات میں صبح سے پہلے ہی پہلے واپس اپنی جگہ پہنچ گئے۔ یہ معراج جاگتے ہوئے جسم وروح سمیت خدا کی قدرت سے آپ کو کرائی گئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو لوگ اسے صرف روحانی مانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں جو اسے محال جانکر نہیں مانتے وہ بھی غلطی پر ہیں۔ صحیح وہی ہے جو قرآن نے فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الخ فرماتا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ وغیرہ۔

---

(۵) **رجب کی ستائیسویں** کو مسلمانوں نے آج کل گویا عید بنا رکھا ہے حالانکہ اولاً تو یہ ثابت ہی نہیں کہ اسی رات معراج ہوئی ہو۔ فتح الباری میں علما کے دس سے زیادہ اقوال لکھے ہیں مولانا عبدالحی حنفی بھی لکھتے ہیں ھو امر مختلف فیہ بین المحدثین والمورخین، یعنی معراج کی تاریخ میں محدثین اور مورخین کا بہت کچھ اختلاف ہے تاریخ تو ایک طرف مہینے میں بھی اختلا

بعض کہتے ہیں ربیع الاول میں معراج ہوئی بعض کہتے ہیں ربیع الآخر میں کوئی کہتا ہے ذی الحجہ میں کسی کے نزدیک ماہِ شوال میں کسی کی تحقیق ہے کہ ماہ معراج ماہ رمضان ہے۔ یہ تاریکی تو ماہِ معراج میں تھی پھر تاریخ معراج کی تاریکی اس سے بھی سوا ہے۔ حکمتِ خداوندی اور رازِ مخفی اس پوشیدگی میں غالباً ایک یہ بھی تھا کہ کہیں مسلمان اس دن کو عید نہ بنالیں۔ اور پھر اس میں کچھ بدعتیں نہ کھڑی کرلیں۔ اور گمراہ نہ ہوجائیں۔ مگر واہ رے! چودہویں صدی کے مسلمانو! تم نے باوجود معلوم نہ ہونے کے بھی کچھ نہ کچھ گھڑ ہی لیا اور اپنے نبیؐ کی سنت کی مطلق پرواہ نہ کی مسلمان بھائیو! معراج مکہ میں ہوئی اس کے بعد تیرہ سال تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے ہر سال یہ مہینہ اور اس کی ستائیسویں تاریخ آتی رہی لیکن نہ آپ نے اس دن کو عید کا دن بنایا نہ اس میں کوئی خاص بات کی نہ کرائی، نہ کوئی محفل ہوئی نہ مجلس رچائی۔ نہ اس رات کی کوئی خاص فضیلت بیان فرمائی۔ چاروں اماموں میں سے کسی امام سے بھی اس رات یا اس دن کے لئے کوئی بات رجبی کے بارے میں لکھی اور تبراری روزے کے بارے میں صلوٰۃ الرغائب کے بارے میں ستائیسویں رجب کے بارے میں ثابت ہو تو ہمیں بتلاؤ ورنہ آؤ سب مل کر ان بدعتوں کے پھندے کو دور کردیں اور مسلمانوں کو اس دن کے اسراف سے بچالیں اور انھیں بربادی دین سے نجات دلوادیں +

---

(٦) **چراغاں وغیرہ** - اس رات مسجدوں وغیرہ میں چراغاں کرنا حرام ہے اسراف ہے آتش پرستوں سے مشابہت ہے بدعت ہے خدا کی دشمنی ہے۔ حنفی مذہب کے ملا علی قاری صاحب شیخ عبدالحق صاحب مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ نے اسے منع لکھا ہے۔ الآثار المرفوعہ میں مولانا نے جو لکھا ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو عام جاہلوں نے اس رات کو اور شعبان کی پندرہویں رات کو گویا دو عیدیں بنا رکھی ہیں اور شعار اسلام سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صریح بدعت ہے اس میں روشنیاں کرنی خلافِ سنت ہیں +

(٧) **آخری نصیحت** - مسلمانو! غور سے سنو اور عقل سے سوچو۔ معراج خدائے تعالیٰ کی زبردست نعمت ہے لیکن اب نہ ہر سال معراج ہو نہ ہر سال کی اس رات کو کوئی فضیلت حاصل ہو وہ جو کچھ تھا گذر چکا اب نقل اتارنے سے کیا حاصل ہے اگر حضورؐ کی سچی محبت دل میں ہے تو آپ کی سنتوں کی تابعداری میں لگ جاؤ اور بدعتوں سے دامن جھاڑ کر الگ ہوجاؤ۔ یاد رکھو دونوں جہان کی بھلائی اتباع سنت میں ہے اور دونوں جہان کی سیاہ بدبختی سنت سے منہ موڑنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنے سچے نبیؐ کی سچی محبت دے آپ کی سنتوں پر زندہ رکھے آپ کے طریقے پر موت آئے اور قیامت کے دن آپ کی شفاعت نصیب ہو اور آپ کے قدموں تلے جگہ ملے آمین۔

دفتری اعلان :- (١) محدث کیلئے ٹکٹوں کے بجائے منی آڈر بھیجا کریں (٢) منی آڈر کی کوپن پر بھی اپنا نمبر خریداری یا پورا پتہ اردو ہو یا انگریزی صاف صاف ضرور لکھا کریں (٣) بعض حضرات بجائے خریداری نمبر کے رجسٹرڈ ایل ۳۲۰۴ لکھ دیا کرتے ہیں جو بالکل بیکار ہے یہ نہ لکھا جائے (٤) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔ (منیجر)

وہی سب سے اچھا مذہب ہے

(از جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب سعید بریلوی)

ہردیونگری ایک چھوٹا سا خوبصورت گاؤں مہدی آباد کے ضلع میں واقع تھا اس گاؤں کے مالک لالہ ہربنس رائے ایک بہت ہی متمول کائستھ تھے اس گاؤں کے علاوہ تین گاؤں اسی ضلع میں اور بھی ہربنس رائے کی زمینداری میں تھے اور چاروں گاؤں کی آمدنی کا اوسط کوئی سات آٹھ سو روپے ماہوار پڑجاتا تھا ہربنس رائے مالدار ہونے کے علاوہ خود بھی بہت اچھے تعلیم یافتہ تھے اور عام طور پر علم دوست اصحاب کی بڑی قدر کیا کرتے تھے دولت دنیا اور دولت علم کے علاوہ خدا نے انھیں مزاج بھی بہت اچھا دیا تھا اور جس چیز نے انھیں گاؤں گاؤں مشہور کردیا تھا وہ درحقیقت ان کی دولت یا ان کا علم نہ تھا بلکہ ان کی سخاوت فیاضی اور بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی تھی اپنی آمدنی کا ایک اچھا خاصہ معقول حصہ وہ ہر سال مختلف خیراتی کاموں پر صرف کرتے رہتے تھے اور ان کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ کوئی سائل ان کے دروازہ سے خالی نہیں پھرتا اتنی بہت سی خوبیوں کے ساتھ ان کی کسی عادت کو اگر برا کہا جا سکتا تھا تو وہ یہ تھی کہ وہ فطرۃً کسی قدر ضدی اور ایک اچھی خاصی حد تک خود پرست اور خود ستا تھے لیکن ان کے یہ عیب بھی دوسرے متمول لوگوں کی طرح اس قدر زیادہ نہ تھے کہ ہر شخص جلدی سے انھیں معلوم کرلے یا ان سے متنفر ہوجائے اپنے بے تکلف احباب سے وہ اکثر کہہ بھی دیا کرتے تھے کہ بھائی دنیا میں بھلائی زیادہ تر اسی لئے کی جاتی ہے کہ آدمی دوسروں کی نگاہ میں عزت حاصل کرے اور ہمیں تو اس بات پر بالکل یقین نہیں آتا کہ لوگ دوسروں کے ساتھ بلا کسی غرض کے بھلائی کرتے ہوں یا یہ کہ ان کے دل میں ایشور کا اتنا ڈر ہو کہ چوری چھپے ان بھی موقع مل جانے پر وہ کوئی پاپ نہ کرتے ہوں؟ ہربنس رائے کی مذہبی معلومات بہت وسیع تھی مگر عملاً وہ بہت زیادہ مذہبی آدمی نہ تھے بلکہ کبھی کبھی اپنے گھر میں یا بہت ہی ہمراز دوستوں کے سامنے وہ اعتراف بھی کرلیا کرتے تھے کہ اس پوجا پاٹ سے ہمارے دل کو کبھی تسلی نہیں ہوتی اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے کیا فائدہ ہے ان کا خیال تھا کہ لوگ یہ سب کام صرف دکھاوے کیلئے کیا کرتے ہیں اور جو لوگ باقاعدہ پوجا پاٹ کیا کرتے ہیں ان کے دل میں ایک قسم کا غرور پیدا ہوجاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو دوسرے آدمیوں سے کوئی الگ اور بڑی چیز خیال کرنے لگتے ہیں ایک دن ان کی بیوی نے بڑی عقیدتمندی کے ساتھ ایک برہمن کو کھانا کھلایا تو انھوں نے کہا کہ ان برہمن دیوتاؤں کو کھلانے سے کیا فائدہ ہے انکا دہرم تو یہ ہے کہ مجھ سے آٹھ آنے پیسے لینے کے لئے میرے آگے بھی اسی طرح ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوجاتے ہیں جس طرح شیوجی کی مورتی کے آگے جو شخص آدمی میں اور خدا میں کوئی فرق نہ کرے اور تھوڑے سے پیسوں کیلئے آدمی کو خدا سمجھنے لگے اسے کبھی دھرماتما نہیں کہا جا سکتا۔

ہردیونگری کی آبادی تقریباً پانچسو آدمیوں کی تھی اور ان میں سے بیشتر ہندو تھے مسلمانوں کے صرف چھ یا سات گھر تھے جن میں صنعت پیشہ لوگ شامل تھے یا ایک خاندان شیخ اکرام اللہ کا تھا جو کاشتکاری کیا کرتا تھا اور چند کھیتوں کا مالک بھی تھا اس خاندان میں عورت مرد اور بچے سب ملاکر تیرہ آدمی تھے شیخ جی کی عمر پچاس سال سے کچھ اوپر ہی تھی مگر پرانے وقتوں کے لوگ تھے خوراک اچھی کھاتے تھے دا بھ

کام کرتے تھے اور کھلی ہوا میں رہتے تھے اس لئے ان کے قویٰ بہت اچھے تھے اور ابھی اتنی طاقت تھی کہ جوان بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے تو وہ چھڑا نہ سکتا تھا شیخ جی کا رنگ تو دھوپ کے اثر سے سانولا سا ہوگیا تھا مگر ناک نقشہ بہت اچھا تھا خوب گھنی اور گردار ڈاڑھی تھی سر پہ پٹھے رکھتے تھے جن میں روزانہ باقاعدہ کنگھی کی جاتی تھی سال کے سال غلہ کے بدلے گاؤں کے جلاہے سے گاڑھے کے تھان خرید لئے جاتے تھے اور اسی کے کپڑے سارا گھر پہنا کرتا تھا شیخ جی کی آمدنی اتنی تھی کہ تمام گھر کی بہ فراغت گزر اوقات ہوتی رہتی تھی اور اتفاقی ضرورت کے وقت دس بیس پچاس روپے گھر میں نکل آتے تھے بہت پڑھے لکھے آدمی تو نہ تھے لیکن یہ بھی نہ تھا کہ بالکل جاہل ہی ہوں سارے گاؤں میں یہ بات مشہور تھی کہ دوسروں کا کام کرنے کیلئے شیخ جی ہمیشہ مستعد رہتے ہیں اور گاؤں کے کئی آدمیوں کو اس بات کا تجربہ ہو چکا تھا کہ شیخ جی دوسروں کی خاطر اپنی جان بھی خطرہ میں ڈال دیا کرتے ہیں۔ لالہ ہربنس رائے بھی شیخ جی کی بڑی عزت کرتے تھے اور شیخ جی کو بھی لالہ صاحب سے بہت ہی بلند تھے اور یہ وہ چیز تھی جس نے ہربنس رائے کی نگاہوں میں انھیں اس قدر عزیز بنا دیا تھا۔ شیخ جی کے دو کارنامے ہربنس رائے کے دل پر نقش تھے اور جب کسی نئے آدمی سے شیخ جی کا ذکر آجاتا تھا تو وہ ان دونوں واقعات کا تذکرہ ضرور کیا کرتے تھے ایک مرتبہ تو ایسا ہوا تھا کہ گاؤں پر مسلح ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے ڈاکہ ڈالا تھا اور چونکہ آتے ہی آتے انھوں نے بندوق سے کئی آدمیوں کو زخمی کر دیا اس لئے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ مقابلہ کے لئے نکلے ڈاکوؤں نے سب سے پہلے بنئے کے مکان کا جائزہ لیا اور وہاں سے گیارہ ہزار روپیہ نقد اور بہت سے زیورات لیکر ہربنس رائے کے مکان کی طرف جا رہے تھے کہ اتنے میں شیخ جی کو خبر لگی اور وہ فوراً اپنی لاٹھی اور اپنے بڑے بیٹے کو لیکر نکلے اور آس پاس کے اور آدمیوں کو غیرت دلا کر ساتھ چلنے پر آمادہ کیا سب ملکر کوئی بیس بائیس آدمی ہوں گے اور بنئے کے گھر سے نکلتے ہی ڈاکوؤں کو جا گھیرا شیخ جی سب سے آگے آگے تھے اور برابر آوازیں دے دیکر لوگوں کی ہمت بڑھا رہے تھے ڈاکو ابھی کچھ گھر کے اندر تھے اور کچھ باہر آگئے تھے اسلئے انھیں اچھی طرح اپنے ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہ تھا دو ایک بندوقیں انھوں نے چلائیں مگر ان سے کچھ زیادہ نقصان نہ ہوا اور لاٹھی چلانے میں وہ کسی طرح بھی گاؤں والوں کا مقابلہ نہ کر سکے اسی عرصہ میں ہربنس رائے اور ان کے نوکر بھی آگئے اور اب ڈاکو بالکل دب گئے اور سوائے دو تین کے باقی سب کے سب زخمی ہو کر گر گئے یا گرفتار کر لئے گئے ہربنس رائے کہا کرتے تھے کہ یوں تو شیخ جی انتہا سے زیادہ نیک آدمی ہیں اور کبھی کسی سے لڑنا بھڑنا نہیں جانتے بلکہ اگر کوئی شخص سخت و سست بھی کہہ لے تو ٹال جاتے ہیں مگر اس رات کو وہ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح جس طرف حملہ کرتے تھے ڈاکوؤں کی صف ٹوٹ جاتی تھی اس لڑائی میں شیخ جی کے سر اور بازو میں کئی زخم بھی آئے مگر انھوں نے کچھ پرواہ نہ کی اور اسی طرح لڑتے رہے بنئے نے شکرگزاری کے طور پر بہت چاہا کہ شیخ جی کو ایک معقول رقم نذر کر دے بلکہ ہربنس رائے کو بھی بیچ میں ڈالا مگر انھوں نے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا میرا فرض تھا نہ اس میں بنئے پر کچھ احسان ہے اور نہ اس کا کچھ معاوضہ میں لے سکتا ہوں میرے مذہب نے پڑوسی کے حقوق بے انتہا رکھے ہیں اور خدا کرے کہ میں انھیں ادا کر سکوں۔

شیخ جی کی انسانی ہمدردی یا حق ہمسائگی ادا کرنے کا دوسرا واقعہ جو ہر شخص کی نوک زبان تھا اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جون کے مہینہ میں ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ چلچلاتی ہوئی دھوپ پڑ رہی تھی اور ہوا بھی بہت تیز اور بیحد گرم تھی گاؤں کے ایک سرے پر تیلیوں کے

مکانوں میں آگ لگ گئی گاؤں کے مکانات عام طور پر پھونس کے ہوتے ہیں نہ کہ غریب تیلیوں کے گھر جن پر کانی پھونس بھی نہ تھا ذراسی دیر میں آگ کہیں سے کہیں پہنچی اور چھپر اور کھپریلیں جل جلکر گرنی شروع ہوگئیں اول تو آگ کے بجھانے کا وہاں کچھ موقع بھی نہ تھا اگر ہوتا بھی تو اس قدر شدید گرمی کی وجہ سے کسی کی ہمت نہ پڑ سکتی تھی کہ اس کے قریب جائے شمالی سمت میں ایک کھپریل کا مکان تھا جب اس میں آگ لگی تو عورتیں اور بچے نکل نکل کر بھاگے مگر گھبراہٹ اور پریشانی میں تین برس کی ایک لڑکی جو سو رہی تھی اندر ہی رہ گئی مکان جل رہا تھا اور گھر کے باشندے کھڑے ہوئے حسرت کے ساتھ اس کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ یکایک ماں کو اپنی اس بچی کا خیال آیا اور اب اسے معلوم ہوا کہ وہ اندر ہی رہ گئی ہے مامتا کی ماری ماں پچھاڑ کھا کر گر پڑی اور کچھ اس طرح بلک بلک کر روئی کہ ہر شخص کو اس کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوگئی اور کئی ایک رقیق القلب آدمی رونے بھی لگے لیکن اتنی ہمت کسے ہوسکتی تھی کہ جان بوجھکر اس دوزخ میں گھستا خاصکر جبکہ یہ امید بھی نہ تھی کہ لڑکی زندہ ہوگی شیخ جی بھی اس موقع پر پہنچ گئے تھے اور جیسے ہی انھوں نے سُنا کہ ایک بچی گھر کے اندر رہ گئی ہے انھیں چین نہ پڑا اور بغیر ذرا سا بھی تامل کئے ہوئے اس جلتی آگ میں گھس گئے خدا کی شان لڑکی اس وقت تک زندہ تھی اور باہر نکلنے کیلئے رو رہی تھی شیخ جی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور وہاں سے بھاگے۔ بھاگتے میں ان کے کرتے میں آگ لگ گئی مگر وہ رُکے نہیں اور بھاگے ہوئے چلے آئے لوگ ان کی جرأت پر حیران تھے اور جب ان کے کپڑے جلتے دیکھے تو دوڑ کر بجھانے کے لئے آئے لڑکی پر کھپریل کا ایک ٹھیکرا گرا تھا جس سے اس کے سر میں ہلکا سا زخم آگیا تھا اس کے علاوہ بالکل صحیح اور سالم تھی اور شیخ جی کو بھی اس کے علاوہ اور کوئی صدمہ نہ پہنچا تھا کہ ان کی پیٹھ تھوڑی سی جل گئی جس نے کئی دن تک انھیں تکلیف پہنچائی ماں اٹھکر شیخ جی کے قدموں پر گر پڑی مگر شیخ جی فوراً وہاں سے چلدیئے اور کسی کو اتنا بھی موقع نہ دیا کہ ان کی اس جانبازی کی داد دیتا۔

شیخ جی ہر بات میں مذہب کے بیحد پابند تھے اور جو کچھ کرتے تھے مذہب کی ہدایت کے مطابق کیا کرتے تھے اور یہ ایک ایسی چیز تھی جس پر لالہ ہربنس رائے سے اوران سے اکثر دوستانہ اور مخلصانہ بحث ہوا کرتی تھی اور اکثر یا تو لالہ صاحب کے اس فقرہ پر ختم ہوتی تھی کہ یار شیخ جی تم ہیرا آدمی تھے اگر تمہارے دماغ میں تھوڑی یہ مذہبی سنک نہ ہوتی یا شیخ جی کے اس حملہ پر کہ بھئی ہربنس رائے خدا جانے تمہارا دماغ کس قسم کا ہے کہ سیدھی سچی باتیں بھی اس میں نہیں سماتیں حالانکہ تم کام سارے کے سارے وہی کرتے ہو جو حد سے زیادہ مذہبی ہیں +

شروع برسات کا موسم تھا ابتدائی بارشیں بہت اچھی ہوئی تھیں اور زمین اچھی طرح نم ہوچکی تھی۔ مگر اب ادہر کئی روز سے بادل کا نشان تک آسمان پر نہ رہا تھا اور بہت تیز دھوپ پڑ رہی تھی اوپر سے آفتاب کی جھلسا دینے والی حرارت اور نیچے سے گیلی زمین کے گرم گرم ابخرات اس پر ہوا کا حبس سب نے ملکر انتہائی گھمس اور گرمی پیدا کردی تھی، یہ موسم اور اس قسم کی نم آلود گرمی ہیضہ کے جراثیم کے لئے بہت ہی جان بخش ہوا کرتی ہے اور ہندوستان میں یہ مرض وبا کے طور پر بالعموم انھیں دنوں میں پھیلا کرتا ہے ۱۹۱۳ء میں یہ موسم ہردونگری کے لئے بھی پیغام قضا بنکر آیا اور ہیضہ کی بیماری اپنے ساتھ لایا شروع شروع میں دو ایک آدمیوں کی موت تو بے خیالی میں گذر گئی مگر جب دن میں چار چار اور چھ چھ جنازے نکلنے شروع ہوئے تو لوگوں میں بدحواسی اور گھبراہٹ پیدا ہوئی اور انھوں نے گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگنا شروع کیا لالہ ہربنس رائے کو ان کے ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ مکان چھوڑ دیں اور جب انھوں نے یہ تجویز کہ گاؤں

چھوڑ دیا جائے شیخ جی کے سامنے پیش کی تو انھوں نے کہا کہ "میں گاؤں تو نہیں چھوڑونگا البتہ یہ ممکن ہے کہ مکان چھوڑ دوں اور عارضی طور پر یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر جھونپڑیاں ڈال لوں اور ان میں رہوں بہت کچھ بحث ومباحثہ کے بعد یہی رائے قرار پائی کہ دو جھونپڑیاں بنوالی جائیں اور چند روز کے لئے ہر بنس رائے اور شیخ جی ان میں جا کر رہیں ارادہ کرنے کی دیر تھی جھونپڑیاں بننی شروع ہوگئیں لیکن جس صبح کو یہ طے پایا تھا اسی شام شیخ جی کی بڑی بہو نے ہیضہ کیا اور صبح ہوتے ہوتے دم دیدیا۔ شیخ جی نے ہر بنس رائے سے کہا کہ "اب میرا یہاں سے جانا فضول ہے کیونکہ میرے گھر میں یہ مرض آچکا اس لئے آپ تنہا جھونپڑی میں چلے جائیے اور میرا انتظار نہ کیجئے"، ہر بنس رائے نے بہت کچھ سمجھایا مگر شیخ جی نہ مانے اور کہا کہ اب میرے وہاں جانے میں تمہارے لئے بھی خطرہ ہے کیونکہ اگر کسی اور کے اوپر اثر ہوچکا ہے تو وہ وہاں پہنچکر بیمار ہوگا اور پھر تمہارا گھر چھوڑنا بھی بیکار ہوجائے گا آخر بہزار دشواری ہر بنس رائے اس پر رضامند ہوئے اور اسی روز مکان چھوڑ دیا۔ شیخ جی کا خیال غلط نہ تھا ان کی چھوٹی لڑکی پر وبا کا اثر ہوچکا تھا اور دوپہر کے بعد اس نے بھی ہیضہ کیا اور شام کے آٹھ بجے تک ٹھنڈی ہوگئی شیخ جی کے دل پر ان دو نوجوان موتوں کا بہت ہی گہرا اثر ہوا ادھر جب بیٹی کو دفنا کر وہ لوٹے تو کمر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کوئی گھنٹہ بھر تک اسی طرح چپ بیٹھے رہے وہاں سے اٹھے تو سیدھے اپنی چارپائی پر جاکر لیٹ گئے اور غالباً تمام رات جاگتے رہے ہر بنس رائے کے لئے مکان چھوڑنا بھی کچھ بہت مفید ثابت نہ ہوا اور دوسرے روز شام کو ان کے یہاں بھی پہلے ایک نوکر نے ہیضہ کیا اور پھر رات میں ہر بنس رائے کی بیوی بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگئیں رات میں تو شیخ جی کو خبر نہ ہوئی مگر جب صبح کو انھیں معلوم ہوا تو بہت رنج ہوا اور وہ ہر بنس رائے کے نئے مکان پر پہنچے نوکر صبح ہوتے ہوتے مرچکا تھا اور ہر بنس رائے کی بیوی قریب المرگ حالت میں پڑی ہوئی تھیں ہر بنس رائے عجیب مصیبت میں تھے کیونکہ ان کا چھوٹا سا ایک بچہ تھا جو بار بار ماں کے پاس جانا چاہتا تھا اور اسے الگ رکھنے کیلئے ہر بنس رائے اس بات پر مجبور تھے کہ بیوی سے دور رہیں اور گھر بھر میں ان کے سوا اور کوئی بھی اتنا نہ تھا کہ ان کی بیوی کی خبرگیری کرتا۔ گاؤں قریبًا خالی ہوچکا تھا اور اب ان کا کوئی نوکر باقی نہ رہا تھا جسے کام کاج کیلئے بلالیتے اور نئے آدمی کا دستیاب ہونا بھی ناممکن تھا۔ ہر بنس رائے نے جب اپنی اس مجبوری کا شیخ جی پر اظہار کیا تو وہ بہت دیر تک سوچتے رہے کہ کیا کیا جائے اور یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے کہ "دیکھو میں ابھی کچھ نہ کچھ بندوبست کرتا ہوں"

شیخ جی کو گئے ہوئے ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ یکایک ہر بنس رائے کا جی متلایا اور انھوں نے قے کی۔ انھوں نے ایک حسرت بھری نگاہ سے بچہ کی طرف دیکھا اور دل میں کہنے لگے کہ اگر شیخ جی نہ گئے ہوتے تو میں اسے انھیں کے سپرد کردیتا معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت بھی آگیا جو ایشور کی مرضی اس بچے کا کیا بندوبست کروں اسی خیال میں تھے کہ پھر قے ہوئی اور پھر ایک لگاتار سلسلہ شروع ہوگیا +

شیخ جی ہر بنس کے گھر سے اٹھکر سیدھے اپنے گھر گئے اور بیوی سے بولے کیوں جی تمہیں رقیہ کا بڑا صدمہ ہے؟ بیٹی کا نام سنتے ہی شیخ جی کی بیوی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور انھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو کیا تمہیں رنج نہیں ہوا ہے؟ شیخ جی نے کہا ہاں رنج کی تو بات ہی تھی مگر اب رنج کرنے سے یہ زیادہ اچھا ہے کہ ہم تم کوئی ایسا کام کریں جس سے خدا بھی خوش ہو اور کام میں ہمارا تمہارا دل بھی بہل جائے۔

بیوی (کسی قدر تعجب سے) کیا کوئی نیا کام تم نے سوچا ہے میں نے صبح اسی لئے کلام مجید تو پڑھا تھا اور اس سے میرے دل کو بہت تسلی بھی ہوئی تھی۔ شیخ جی نے کہا بیشک کلام مجید سے زیادہ کوئی چیز دل کو تسکین نہیں پہنچاتی لیکن اب صبح سے شام تک تو اسے بیٹھکر پڑھنا مشکل ہے آجکل گاؤں میں وبا پھیلی ہوئی ہے اور بہت سے خدا کے بندے ایسی حالت میں پڑے ہیں کہ کوئی ان کے حلق میں دو بوندیں پانی کی ٹپکانے والا بھی نہیں ہے خاصکر عورتوں کی حالت تو بہت ہی رحم کے قابل ہے اگر تم اس میں کچھ حرج نہ سمجھو تو جب تک یہ بیماری ہے یا جب تک ہم تم تندرست ہیں اپنے گاؤں کے بیماروں کی خدمت کیا کریں۔ بیوی نے کہا خدا مجھے توفیق دے کہ میں اس کے بندوں کی خدمت کرسکوں جس کے گھر تم مجھے مناسب سمجھو پہنچا دو میں خوشی سے اس کا سب کام کروں گی اور اگر اس طرح خدا نے میری بھی سن لی اور مجھے بھی بلا لیا تو ان غموں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھٹکارا بھی ہو جائے گا۔ شیخ جی نے کہا تو پھر بسم اللہ کرو اور چلو ہر بنس رائے کا نوکر مر گیا اور اب ان کی بیوی کو ہیضہ ہوا ہے اور بہت خراب حالت ہے۔ ہر بنس رائے بیچارے بالکل اکیلے ہیں اب وہ بچے کو دیکھیں یا بیوی کی تیمارداری کریں غریب کی مشکل میں جان آگئی +۔ بیوی نے کہا چلو +

میاں بیوی دونوں گھر سے روانہ ہوگئے اور جب ہر بنس رائے کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ایک طرف بیوی دم توڑ رہی ہے اور دوسری طرف ہر بنس رائے پانی کے ایک ایک گھونٹ کیلئے ترس رہے ہیں اور ننھا سا بچہ کبھی جا کر ماں کو جھنجھوڑتا ہے اور کبھی باپ کو یہ حالت دیکھکر شیخ جی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور انھوں نے کہا کہ یہ وقت چھوت چھات کے خیال کرنے کا نہیں ہے . . . . تم بلا تکلف ان دونوں کی خدمت کرو اور میں بچہ کو کچھ کھلا پلا دوں اور بہلانے کی کوشش کروں، ہر بنس رائے نے شیخ جی کو دیکھا تو ان کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے اور انھوں نے اشارہ سے پانی مانگا شیخ جی نے پانی دیا تو پھر انھوں نے بہت ہی ناتوان اور کمزور آواز میں کہا کہ بھائی یہ بچہ تمہارے سپرد ہے شاید جی بچے افسوس کہ اب میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں مگر میری روح بھی تمہارے اس احسان کو یاد رکھے گی میں کیا بدنصیب ہوں کہ بہن میرے گھر آئی تو کوئی اس کی بات پوچھنے والا بھی نہیں ہے اور الٹا اسی کو ہمارا کام کرنا پڑ رہا ہے۔ شیخ جی نے کہا کہ ان باتوں کا یہ وقت نہیں ہے خدا تمہیں تندرست کردے پھر جو چاہنا سو کہنا۔

شیخ جی بچے کی پرورش میں اور ان کی بیوی مریضوں کی خدمت میں مصروف ہوگئے اور وہ تمام دن اور اس کے بعد ایک دن اور ان پر انتہائی تکلیف کا گذرا۔ دوسرے دن رات کو شیخ جی کی بیوی نے خوش ہو کر یہ خبر سنائی کہ ہر بنس رائے کی بیوی نے پیشاب کیا ہے اور اب اس کے بچنے کی امید ہوگئی ہے صبح تک خود ہر بنس رائے کی حالت بھی بہتری کی جانب مائل ہونے لگی اور تین چار روز میں دونوں اس قابل ہوگئے کہ ان کی زندگی کے متعلق کوئی اندیشہ نہ رہا اس عرصہ میں شیخ جی روزانہ دونوں وقت اپنے گھر جاتے تھے اور دیکھ آتے تھے کہ کوئی اور تو بیمار نہیں ہوگیا مگر خدا نے خیریت رکھی اور ان کے ہاں کوئی اور اس قسم کا حادثہ نہ ہوا۔

ہر بنس رائے کے دل میں تو شیخ جی کی عظمت پیشتر ہی سے موجود تھی مگر اس آٹھ روز کے عرصہ میں ان کی بیوی تارا کو بھی شیخ جی اور ان کی بیوی سے بیحد محبت ہوگئی اور جب وہ رخصت ہو کر اپنے گھر جانے لگے تو تارا نے ایک ایسے انداز سے جس سے خلوص اور سچائی ٹپک رہی تھی کہا بہن۔ ہم تینوں کو تم نے پھر سے زندہ کیا ہے اور میں کبھی تمہارا احسان نہ بھولوں گی +

شیخ جی کی بیوی۔ بہن کیسی باتیں کرتی ہو زندگی دینے والا خدا ہے آدمی کے آدمی کام ہی آیا کرتا ہے اگر میں نے دو دن ذرا سا تمہارا کام کر دیا تو اس میں احسان کی کونسی بات ہے اس کے بعد انھوں نے تارا کے بچے کو گود میں لیکر پیار کیا اور دونوں میاں بیوی رخصت ہوگئے ان کے جانے کے بعد ہرہنس رائے اور تارا میں بہت دیر تک شیخ جی کے متعلق باتیں ہوا کیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ شیخ جی کی ہمدردی نے ان کے دلوں پر بہت زیادہ اثر کیا +

خدا خدا کر کے ہیضہ کا زور کم ہوا اور آہستہ آہستہ وہ لوگ جو بھاگ گئے تھے پھر آآکر ہردیونگری میں آباد ہونے لگے جہاں چار روز پہلے سنسان اور ویرانہ نظر آرہا تھا وہاں پھر انسانی قدموں کی برکت سے ہر وقت چہل پہل رہنے لگی اور فراموش کار انسان ایک ہفتہ کے اندر سب کچھ بھول گیا کہ اس پر کیا مصیبت پڑی تھی۔ بنیوں نے اپنے سود در سود کے بہی کھاتے کھولے اور آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے لوگوں سے اپنے قرضہ کا تقاضا شروع کر دیا کھیتوں میں ہل چلنے لگے بازاروں میں دوکانیں کھل گئیں اور برکھا رت کے دلفریب مناظر اور جان بخش ہواؤں سے متاثر ہو کر لڑکیوں نے درختوں میں جھولے ڈالے اور چلا چلا کر گیت گانے شروع کر دیئے۔ ہرہنس رائے اپنے پرانے مکان میں آگئے تھے اور اب انھیں روزانہ شیخ جی سے ملاقات کئے بغیر چین نہ پڑتا تھا۔ آج بھی شیخ جی اور وہ دونوں بیٹھے ہوئے کچھ باتیں کر رہے تھے کہ ہرہنس رائے نے ہنس کر کہا کیوں شیخ جی اگر ہم مرجاتے تو تم تو یہی کہتے کہ ہرہنس دوزخ میں گیا؟ شیخ جی نے جواب دیا "نہیں میں تو ہرگز ایسا نہ کہتا مجھے معلوم ہے کہ تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور تمہارے اعمال بھی اچھے ہیں پھر میں اپنی طرف سے ایسا فیصلہ کرنیوالا کون ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی اس قسم کا فیصلہ کرسکتا ہے" ہرہنس نے کہا "مگر میں مذہب کو تو نہیں مانتا اور تمہارے خیال میں تو ایسا شخص پکا دوزخی ہونا چاہیئے" شیخ جی نے کہا۔ یہ تمہاری زبانی باتیں ہیں تم دل میں ضرور مذہب کو مانتے ہو اگر تم مذہب کو نہیں مانتے تو اچھے کام کیوں کرتے ہو اور برے کاموں سے کیوں بچتے ہو" ہرہنس نے کہا "میری عقل کہتی ہے کہ یہ کام اچھا ہے اور یہ برا اس لئے میں ایک کام کو اختیار کرلیتا ہوں" شیخ جی نے جواب میں کہا "تو مذہب اور کسے کہتے ہیں مذہب بھی تو ہمارے عقیدوں ہی کا نام ہے اپنی عقل کے فیصلہ کے مطابق جو راستہ ہم اپنی زندگی بھر کے لئے پسند کرلیں اور جن اصولوں کو اچھا سمجھکر عمر بھر کے لئے اختیار کرلیں وہی ہمارا مذہب ہے۔ مذہب تو ہماری تمام زندگی کی تفسیر کا نام ہے اگر ہم چوری کو اچھا سمجھیں تو یہ بھی ایک مذہب ہے اگر چوری کو گناہ خیال کریں تو یہ بھی ایک مذہب ہے اگر ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ ہم کوئی مذہب نہیں رکھتے تو یہ بھی بجائے خود ایک مذہب ہے۔ جس مغالطہ میں تم پڑے ہوئے ہو وہ اب میری سمجھ میں آگیا تم شاید ان ظاہری عبادتوں پوجا پاٹ کو اور زبان سے چند خاص خاص الفاظ ادا کرنے کو مذہب خیال کرتے ہو لیکن درحقیقت مذہب اس کا نام نہیں ہے مذہب تو ان اصولوں کا نام ہے جن کو زندگی بھر کیلئے تمہارا دل اختیار کرلے زبان سے یہ کہنا کہ میں مسلمان ہوں یا ہندو ہوں کچھ بھی معنی نہیں رکھتا میں زبان سے تو کہتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور خدا ہمارا سب سے بڑا حاکم ہے اور خدا ہمارے تمام حالات سے واقف ہے لیکن اس کے باوجود برے سے برے کام کیا کروں تو آپ کے خیال میں کیا میں مسلمان ہوں۔ دنیا کی مردم شماری میں میرا نام مسلمانوں کے خانہ میں لکھ جانے سے میں مسلمان نہیں بن سکتا اگر میں مسلمان ہوں اور خدا پر میرا سچا اعتقاد ہے تو پھر یہ ناممکن ہے کہ میں کوئی ایسا کام کروں جو اس کے حکم کے خلاف ہو دنیا کی حکومتوں کو جب ہم تسلیم کرلیتے ہیں تو پھر ان کے تمام قوانین کی پابندی کیا کرتے ہیں اور ان کے کسی

حکم سے سرتابی نہیں کیا کرتے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا کی حکومت کو تو ہم تسلیم کریں اور اس کے حکموں کا اور قانون کا مضحکہ اڑائیں اس کہنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ زبان سے یہ کہدینا کہ میں مذہب کا پابند ہوں یا یہ کہنا کہ میں مذہب کا پابند نہیں ہوں کوئی معنی نہیں رکھتا ہر شخص کا کچھ نہ کچھ مذہب یا مسلک ..... ضرور ہوتا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ کسی کا مذہب اچھا ہوتا ہے اور کسی کا برا۔

ہربنس نے کہا " اچھا اگر ایسا ہے تو پھر یہ کیسے معلوم ہو کہ دنیا میں جتنے مروجہ مذہب ہیں ان میں سے اچھا کونسا ہے اور برا کونسا شیخ جی نے جواب دیا " جو مذہب بھی خدا کی طرف سے آیا ہے وہ کبھی برا نہیں ہو سکتا " ہربنس نے کہا " تو تمہارے خیال میں عیسائی یہودی پارسی ہندو مذہب سب اچھے ہیں " شیخ جی نے جواب دیا " یقیناً سب اچھے ہیں اور اپنے اپنے وقت میں وہی سب سے بہتر مذہب تھے ہر مذہب جو بعد میں آتا گیا پہلے مذہب سے زیادہ مکمل تھا یہانتک کہ اسلام آیا جو آخری اور مکمل ترین مذہب ہے اسلام میں اور دوسرے مذہبوں میں دو فرق ہیں ایک تو یہ کہ وہ مکمل نہیں ہیں اور یہ مکمل ہے اور دوسرے یہ کہ دوسرے مذہبوں میں لوگوں نے بہت سی تحریف کردی ہے اور یہ ابھی تک انسانی تحریف سے محفوظ ہے۔

ہربنس رائے۔ تمہاری باتیں کچھ دل کو تو لگتی ہیں اور بھئی میں تو یہ جانتا ہوں کہ جو مذہب ایسے کام انسان کو سکھا دے جیسے تم کیا کرتے ہو وہی

سب سے اچھا مذہب ہے۔

ہندوستان کا دور الحاد

(از مولوی ابو شحمہ خاں صاحب بستوی متعلم جماعت ششم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

میں نے اپنی جماعت کے تشتت بال اور تفرق حال کا ذکر اجمالی طور سے کردیا۔ ان کے اخلاق کی کمزوریوں کا یہ عالم ہے کہ ابتک ان غداروں اور منافقوں کے متعلق کوئی عملی اقدام نہیں کیا جو الحاد کے نشر و اشاعت کے ایجنٹ اعلیٰ ہیں اپنی جماعت کی اس کمزوری کو دیکھکر ساتویں صدی کے اختتام اور آٹھویں صدی کے اوائل کے انقلابی زمانہ کی ہولناکی کا منظر سامنے آگیا۔ جس میں کہ سات سو صدیوں کی اسلامی تہذیب اور تمدن کے مٹانے میں اسلام کے دشمنوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا بالآخر مذہبی فرقہ بندیوں کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب ہوگئے قرآن اور حدیث کا ترک اور تقلید شخصی کا عروج اسی پرفتن اور پرآشوب زمانہ میں ہوا ہے یہ اسی زمانے کی کہانی ہے کہ " قرآن وحدیث " ایک مشکل فن ہے ہمارا دماغ ایسا نہیں کہ ہم بھی غور و فکر سے کوئی بات سمجھ لیں بلکہ ہمارے لئے آسان یہی ہے کہ ہم کسی امام کی تصنیف کردہ کتاب کو اپنا راہ عمل بنالیں۔ اس کے رطب و یابس سے بحث نہیں بعینہ یہی طریقہ اس زمانہ کے ملحدوں نے اختیار کیا لیکن اس خود ساختہ راہ سے کچھ آگے نکل گئے اور کہہ دیا کہ ہم اپنی عقل کو اپنا معبود سمجھتے ہیں اس آسمانی خدا پر ایمان لانا جسکو آسمانی کتاب (قرآن) نے بیان کیا ہے ایک فرسودہ عقیدہ ہے

ان کی نگاہ میں اخلاق اور روحانیت کی کوئی قیمت نہیں خدا پرستی سے نفرت، اسلامی تہذیب و تمدن سے متنفر، مذہبی تعلیم پر خندہ زن، مذہب و دین کو شر و فساد کے مترادف سمجھتے ہیں ہر اس بات کو جسے قدرت بیان کرے اس میں شک و انکار کی گنجائش اور اس پر اعتراض۔ لیکن اگر اسی چیز کو مادی دنیا اپنے قول یا فعل سے ثابت کرے تو اس کے سامنے سر تسلیم خم مثلاً قرآن مجید نے قیامت کی ہولناکیوں کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے ۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ترجمہ لوگو اپنے پروردگار (کے عذاب سے) ڈرو یقین کرو آنے والی گھڑی کا بھونچال (زلزلہ) بڑا ہی سخت واقعہ ہوگا جس دن وہ تمہارے سامنے آموجود ہوگی۔ اس دن (کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہیگا) دودھ پلانے والی مائیں اپنا دودھ پیتا بچہ بھول جائیں گی، حاملہ عورتیں (قبل از وقت) اپنا حمل گرا دیں گی۔ لوگوں کو تم اس حال میں دیکھو گے کہ بالکل متوالے ہوں گے ۔ دراصل وہ متوالے نہیں ہونگے، بلکہ اللہ کے عذاب کی ہولناکی ان کو مخبوط الحواس بنا دیگی“

ان بد دماغ ملحدوں کا یہ قول ہے کہ یہ سب جسکو قرآن نے بیان کیا قصص و کہانی سے زیادہ ہمارے سامنے اس کی وقعت نہیں وجود قیامت سے منکر اس کے اس ہولناک عذاب کے منکر، پاداش عمل کے مخالف، مائیں اپنی اولاد سے برگشتہ یا انسانوں کا مخبوط الحواس ہو جانا قابل یقین بات نہیں مانتے ۔ ابھی ۳۵ء کے بہار کے زلزلہ کا منظر دلوں سے محو نہیں ہوا ۳۶ء کے کوئٹہ کا طوفان انسانی ہلاکتوں کے لئے یا ماؤں کو اپنے پیارے بچوں سے جدا کرنے میں کم تھا؟ ان لوگوں سے پوچھو جو اس بلائے عظیم میں گرفتار ہو چکے ہیں اگر قرآن نے اسی کو اپنے لفظوں میں بیان کیا تو کونسی مستبعد بات ہوگئی یا کم از کم آپ گذشتہ جنگوں کے نقشوں کو سامنے لائیے تو قرآن کی پوری پوری تصدیق ہو جاتی ہے جنگ ماضی میں جسوقت جرمنی نے اپنی وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کیا، یشراوٗ اینٹورپ پر گولہ باری کی تو گولوں اور گیسوں کے خوف سے بہت سے آدمیوں کے دماغ مختل اور کتنے پاگل ہوگئے یہ تو گولوں کا اثر تھا اب اس حال کو سوچئے جب اجرام سماویہ آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے اس کی ہولناکی کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن یہ ”روشن خیال“ طبقہ بزعم خود اس شدت کی وقعت اور اہمیت ماننے کے لئے طیار نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ قرآن مجید نے بیان کیا ان کو مادی طاقتوں پر ایمان ہے لیکن حادثۂ قدرت پر یقین نہیں اصل یہ ہے کہ ان کی ذہنیت پوری طرح فرنگیت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے دہریت اور الحاد کی تبلیغ کے اجارہ دار ہیں آج بڑی بڑی انجمنیں جو ہندوستان میں قائم ہیں الحاد کے نشر و اشاعت کے لئے ان کے یہ قوی پرزے اور اہم عنصر سمجھے جاتے ہیں ایک گرجا گھر کی ان رقموں پر آپ اگر نظر ڈالیں جو عیسائیت کی تبلیغ میں صرف کی جاتی ہیں تو حیران و ششدر ہو جائیں گے اب اس صورت میں اگر آپ کسی خاص پرزے کی شکایت کریں تو بالکل لغو اور غیر مسموع ہوگا پرزوں کی شکایت کیا شکایت تو ہے پوری مشنری سے جبتک مشین نہ بدلی جاوے پرزوں کا عمل لازمی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا وہ گروہ کس قدر غلطی پر ہے جو اپنی لاش کو غیر کے عصا کے سہارے پر کھڑی

کرنا چاہتا ہے یا اپنی قومی تہذیب اور قومی حقوق کی حفاظت میں دوسروں کی گود کا محتاج ہے دراصل افلاس غلامی اور جہالت نے ہمارے افراد کو بندۂ نفس بنا دیا ان میں احساس ہی نہیں کہ کوئی قومی تنظیم آپس میں مضبوط کر کے مذہب و دین کی اشاعت میں مشترکہ جدوجہد کریں اور اگر کرنا بھی چاہتے ہیں تو خود ان میں سے لاکھوں خائن و غدار منافق اس کے قومی حقوق کی پامالی کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور اس قومی تحریک میں سدراہ بن جاتے ہیں افسوس تو یہ ہے کہ ہماری قوم اب تک کوئی اپنا نصب العین متعین نہ کر سکی کیا وہ قوم جو اس ذلیل پالیسی کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہے کہ ہم اپنے شعائر اسلامی کی حفاظت دوسروں کے سایہ تلے ہو کر کے کریں گے کبھی روئے زمین پر رہ سکتی ہے اور اگر رہے بھی تو غلامی کی لعنت کا طوق ہمیشہ اس کی گردن میں رہے گا۔

سب سے زیادہ پریشانی کی جو بات ہے وہ یہ کہ ہم نے اپنے وقتِ عزیز کو ضائع کر دیا اور اب بہت کم وقت باقی ہے اس فتنہ کے انسداد میں آنے والے خطرات اب تک ہم کو بیدار نہ کر سکے حالانکہ ان کا ظہور ہو چکا اور وہ پوری رو کے ساتھ ہندوستان کی گلیوں میں بہہ رہا ہے اور مسلمانوں کی نوخیز نسلیں ان میں غوطہ زنی کر رہی ہیں اب آپ ہی بتلائیے کہ اس سے باز رکھنے کی آپ نے کونسی تدبیر سوچ رکھی ہے اور کونسا حربہ آپ کے پاس ہے جس سے اپنے افراد کو غیروں کے اثر قبول کرنے سے باز رکھ سکیں اب کل کے دن مخلوط تعلیم بھی رائج ہونیوالی ہے جس میں روشن طبقہ کے مسلمان اپنی صاحبزادیوں کو بے دھڑ داخل کریں گے یورپین فیشنوں کے دلدادوں کا یہ حال ہے کہ اپنی زبان اپنی دینی تعلیم اپنی اسلامی سیرت و کیرکٹر کے خلاف عملی جہاد کر رہے ہیں اسلامی درسگاہوں کو یتیم خانوں سے تعبیر کر رہے ہیں قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت پڑھنے پر صحیح طور سے قادر نہیں لیکن بڑی بڑی کتب تعزیرات من و عن حفظ ہے ابھی حال کا واقعہ ہے کہ ایک جرمن پروفیسر نے اسکسفورڈ یونیورسٹی میں دوران میں ایک ہندوستانی سے کہا کہ آپ انگریزی بہت اچھی بول لیتے ہیں مجھے تو مدت گذر گئی یہاں رہتے ہوئے لیکن اب تک میں اچھی طرح سے بول چال کا قادر نہیں ہوں۔ ہندوستانی شخص نے جواب دیا ہمارے ہندوستان میں ہم سے اچھی طرح سے لوگ بولتے ہیں اور اس کے حاصل کرنیکے شائق ہیں اس جرمن شخص نے کہا کہ اب میں اپنی تعریف کے الفاظ واپس لیتا ہوں کیونکہ یہ غلام قوم ہی کا خاصہ ہے کہ اپنے آقا اور مالک کی زبان پر فخر کرتی ہے اور اپنی زبان سے اعتنائی برت کے مالک کی زبان کو حاصل کرکے مستحق مبارکباد بننا چاہتی ہے۔

یہ ہے ان نونہال پودوں کا خاصہ جو دینی تعلیم سے متنفر اور والدین کی دولت کو بوٹ سوٹ پر صرف کرتے ہیں اب ایسے وقت میں جب مدمقابل اپنی قوت مضبوط کر رہا ہو اور الحادی انجمنیں قائم کی جاتی ہوں تاکہ شعائر اسلامی کا نام و نشان تک ہندوستان میں نہ رہے تو خاموشی اور سکون و جمود اختیار کرنا موت و ہلاکت کو دعوت دینا ہے اگر مسلمان خود اپنی تہذیب تمدن کے لٹنے پر خوش ہیں تو بیٹھ کر اپنی موت کا انتظار کریں آخر انکی آنکھیں یہ تماشہ دیکھ لیں گی کہ ان کی تہذیب کیونکر لٹتی ہے اور کیسے مٹائی جاتی ہے لیکن اگر زندہ رکھنے کی خواہش ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے یہ سستی رہ

بانہ نہیں جس الحاد کا طوفان سارے ہندوستان میں پھیل رہا ہے اور ہمارے افراد جس طریقے سے اس الحاد کا استقبال کر رہے
اگر قوم نے اپنی کمزوریوں کی تلافی نہ کی اور زندگی کی طاقت اپنے اندر پیدا کرکے اصلاح و تجدید کا قدم نہ بڑھایا تو پھر دوسری
ت نہ ملے گی کہ اس کے اندر کچھ عملاً موثر اقدام کر سکیں ہندوستان میں الحاد کو جس درجہ مقبولیت ہو رہی ہے اس کا تذکرہ احاطہ
سے باہر ہے اس میں شک نہیں کہ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے رائج ہیں لیکن عامۃ الناس کا میلان اب تک مذہب
کی طرف رہا لیکن اس وقت کا الحاد دعوت عام اور پسندیدہ مذہب کی حیثیت اختیار کر رہا ہے اور روز بروز اس کی جماعتیں
منیں زیادہ قوت و رواج حاصل کر رہی ہیں موجودہ وقت کی یونیورسٹیاں اور کالجوں کا حال پوچھنا ہی کیا ہے اس الحادی
ت کی اشاعت و تبلیغ کا سب سے بڑا میدان اور مرکز بنے ہوئے ہیں انہیں میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے
ہے اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کے مرکز بن گئے تو ظاہر ہے کہ قوم کے دل و دماغ کا سانچا اب ترقی یا مذہب کا نہیں رہیگا
غلامی اور الحاد یا لامذہبیت کا سانچا کہا جائیگا ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت
ی جماعت ہے جو الحاد قبول کر چکی ہے مگر خوف یا کسی مصلحت سے اعلان نہیں کرتی اور ابتک اپنے کو اسلام کا سچا روادار اور
م ظاہر کرتی ہے اور قوم کو دھوکے میں ڈالکر نہایت خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اس کی تبلیغ و اشاعت کر رہی
، اور انھوں نے اپنا یہ اصول بنالیا ہے کہ عقل کے سوا کوئی معبود نہیں قرآن مجید میں جسقدر قصے مذکور ہیں سب بے بنیاد
محض افسانے ہیں جنت اور دوزخ کا کوئی وجود نہیں یہ محض مذہبی علما کا بناوٹی عقیدہ ہے مذہبی کتابوں پر ایمان لانا
ت بڑا جرم سمجھا جاتا ہے غرضیکہ جدید ترین علمی اور الحادی افکار کی اشاعت کرکے تحریک الحاد کی عظیم ترین خدمت
م دے رہے ہیں بعض رسائل ایسے شائع ہو رہے ہیں جو ہندوستان کے ملحدوں کے ترجمان افکار کہے جاسکتے ہیں۔ اس
آئے دن الحاد و بے دینی کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں خدا پر عقیدہ رکھنا ان کے نزدیک فیشن میں شمار کیا
ہے بہت سی خرافات کی تعلیم دیتی رہتی ہیں جس سے روز بروز ہندوستان کی عورتوں کے اخلاق و عواطف قابل رحم
ت چلے جاتے ہیں چنانچہ اخبار اور رسائل کے ذریعہ ان کی زندگی کے سیاہ اوراق برسر عام آچکے ہیں سیالکوٹ اور بہار
میں دو انجمنیں ایسی قائم ہوئی ہیں جنکو "برہنہ کلب" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس میں بہت سی عورتیں اور مرد مادر زاد
ربوس و کنار ہوتے رہتے ہیں وہ لوگ مذکورہ بالا تصریحات پر غور فرمائیں جنھیں یہ کہتے سنا گیا ہے کہ نیا تعلیم یافتہ طبقہ
دینی اور الحاد کی طرف بہت سرعت سے بڑھ رہا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے لیکن صرف کسی کو مسند افتا پر بیٹھکر ملعون
محد کہنے سے کام نہیں چل سکتا ان کے اندر اصلاح و تجدید کی انقلاب انگیز جد و جہد کی ضرورت ہے خود عملی دنیا میں
اور ان کو مذہب کی طرف مائل کرنیکی کوشش کرو قرآن و حدیث کی صحیح تعلیم انکے سامنے پیش کرو اور کذا عند فلان یا قال فلان
بے اصولی باتوں کو چھوڑ دو اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس الحاد و بے دینی کی اس رو کا سرچشمہ کہاں ہے پس پہلے اس چشمہ کے منھ
بند کرنے کی کوشش کرو۔

اچھوتوں کیلئے مختلف مذاہب میں تلاش مساوات

(از جناب بشیر احمد صاحب صدیقی حیدرآباد دکن)

میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اچھوتوں اور غیر مذاہب کے لوگوں کے شکوک رفع کرنے اور ان میں تبلیغ کی غرض سے تبلیغی مضامین لکھا کروں۔ اور زیادہ سے زیادہ تعداد کی نظروں سے گذرنے کیلئے مختلف اسلامی جرائد میں طبع کرانے کا تہیہ کرلیا ہے چنانچہ ذیل کا مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس سے پہلے بھی آپ ان ہی کالموں میں میرا مضمون "اچھوتوں کیلئے پیغام عمل" ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور جس کے پسندیدہ نظروں سے دیکھنے اور میری زبانی و تحریری حوصلہ افزائی فرمانے کا میں حد درجہ مشکور رہوں۔

دنیا کا ہر ایک انسان خواہ وہ کیسا ہی ہو چاہے گورا ہو یا کالا امیر ہو یا کہ غریب خدا ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ لیکن نیرنگی زمانہ نے پانسہ پلٹا اور چھوٹے بڑے اور گورے و کالے کا سوال پیدا ہوا۔ غریب اور مظلوم انسان نیچ ذات کے قرار دیئے گئے۔ اور مالدار آدمی ان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے اور ان کے خواب پورے بھی ہوئے۔ اب جبکہ زمانہ ایک نئے دور سے گزر رہا ہے غریب و مظلوم نیچ قوم نے بھی کروٹ لی۔ اور اسے اپنے حقوق کی پامالی کا احساس ہوا۔ اور اس مظلوم قوم نے ہندوؤں کی بے التفاتی دیکھکر اپنے ہندو دھرم سے الگ ہونے کے ارادہ کا اعلان بھی کردیا۔ بس اب کیا تھا دنیا کے ہر مذہب کے مبلغ ان بیکسوں کو اپنی پناہ میں لے لینے اور غلامی سے نجات دلانے کی غرض سے سینکڑوں جتن کرنے لگے اور ڈورے ڈالے کہ یہ غریب قوم بھی ان میں شامل ہو جائے گو کہ اچھوت مظلوم ہیں بیکس و بے سہارا ہیں لیکن ان کی عقلیں تو نہیں ماری گئی ہیں انھوں نے سوچ سمجھکر تبدیل مذہب کرنے کا فیصلہ کردیا۔ یہ مسئلہ ایک آدھ آدمی کے تبدیل مذہب کا نہیں ہے بلکہ ہندوستان کی ایک چوتھائی آبادی کے تبدیل مذہب کا ہے اور اچھوت لیڈر ابھی تک اس پر برابر غور کر رہے ہیں۔ اچھوتوں کے پیش نظر اس وقت صرف چار مذہب ہیں۔ عیسائیت، سکھزم، آریہ سماج اور اسلام۔

ان مذاہب کے پیروؤں کا دعویٰ ہے کہ ان مذاہب میں کامل مساوات ہے۔ اس لئے میں یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ ان چاروں مذاہب کی مساوات کا مختصر سا خاکہ اپنے اچھوت بھائیوں کے سامنے پیش کروں اور وہ خود فیصلہ کریں کہ کونسا مذہب مساوات کا حامل ہے۔ اور سب سے پہلے میں دنیا کی سب سے بڑی قوم کی مساوات کا حال لکھتا ہوں جس نے اپنی حکمت عملی سے دنیا کے ⅓ حصہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور جس کی وسیع مملکت میں آفتاب عالمتاب غروب ہونیکا نام نہیں لیتا۔

عیسائی مبلغ کروڑوں روپیہ دین مسیحی کی تبلیغ میں صرف کرتے ہیں اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب مساوات کا حامل ہے لیکن خود ان کی مذہبی کتاب "انجیل متی" باب ۷ آیت ۶ میں لکھا ہے کہ

"اپنی پاک چیزیں کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو"۔ یہاں پر سوائے بنی اسرائیل کے دیگر مذاہب کے لوگوں کو کتوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل تو یسوع مسیح علیہ السلام کی اولاد ہیں اور دوسرے لوگ شدر اور کتوں کے مانند ہیں۔ ایک دیسی عیسائی کو ایک یوروپین عیسائی کے گرجا میں جا کر نماز ادا کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور ان میں بھی گورے اور کالے کا فرق ہے۔ کیا اسی مساوات کی بنا پر عیسائی مذہب غریب اچھوتوں کو اپنے میں جذب کر سکے گا۔ کیا یہی مساوات اچھوتوں کو اپنی پناہ میں لے لینے کیلئے تیار ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سکھ ازم کے پیرو بڑے فخر سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ مساوات کسی مذہب میں اگر ہے تو وہ صرف سکھ ازم ہی ہے اگر میں سکھ ازم کی مساوات کی مثال میں لاہور کے گرد و نواح کا ایک واقعہ پیش کروں گا تو ناظرین پر سکھ ازم کی مساوات کا حال اچھی طرح کھل جائیگا۔

ایک اسٹیشن ماسٹر صاحب سکھ تھے۔ اتفاق سے مسافروں کو پانی پلانے کی غرض سے ایک آسامی خالی ہوئی۔ چنانچہ ایک اچھوت سکھ نے درخواست کی اور مذہبی حمیت کو پیش نظر رکھ کر اس بیچارہ کی درخواست کو شرف منظوری بخشا۔ خیر جب نام وذات وغیرہ قلمبند کرنے لگے تو درخواست گزار نے اپنے آپ کو ایک اچھوت سکھ بتایا۔ اسٹیشن ماسٹر صاحب نے مذہبی حمیت و میت کو تو بالائے طاق چھوڑا اور اس کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور جا کر افسر بالا سے شکایت کی کہ اس اچھوت سکھ کے ہاتھ سے پانی پی کر کوئی ہندو اور سکھ اپنی ذات قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور اس مظلوم اچھوت سکھ کو علیحدہ کر دیا گیا۔ سکھ ازم کی مساوات اور حمیتِ مذہبی کا حال مختصراً آپ کے سامنے پیش کیا جا چکا۔ اب مساوات کے گیت الاپنے والے اور کعبہ شریف پر (نعوذ باللہ) اوم کا جھنڈا اڑانے کے خواہشمند حضرات کی مساوات کا حال پیش کیا جاتا ہے۔

آریہ سماج کے بانی مبانی سوامی دیانند جی مہاراج اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں دنیا کے مختلف مذاہب کے خلاف تو بہت کچھ خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ اور مساوات کے متعلق بہت کچھ زہر اگلا ہے لیکن آریہ سماجی مساوات ملاحظہ فرمایئے: "آریوں کے گھر میں شودر کھانا پکانا وغیرہ کا کام کریں۔ لیکن جب کھانا پکا دیں تب منہ کو کپڑے سے باندھ لیں تاکہ ان کے منہ سے چھوٹا اور نکلا ہوا سانس کھانے میں نہ پڑنے پائے (ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش دسواں سمولاس) ایک اور جگہ سرسوتی دیانند جی مہاراج فرماتے ہیں "برہمن وغیرہ اعلیٰ جاتی کے ہاتھ کا کھانا چاہیئے اور چنڈال، نیچ بھنگی، چمار وغیرہ کے ہاتھ کا نہیں کھانا چاہیئے۔"

خوب مساوات ملی بیچارے نیچ ذات والوں کو کہ منہ کو کپڑا باندھ لیں دم گھٹ جائے تو سیدھے بیکنٹھ کو سدھاریں۔ اور پھر کبھی مساوات کا نام نہ لیں۔ اور یہ مساوات بھی خوب رہی کہ سب کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاؤ مگر نہ کھاؤ تو بیچارے اچھوتوں کے ہی ہاتھ کا۔ مہاراج جی نے مساوات کے پردے میں دنیا کو دھوکا دینا چاہا۔ لیکن کدھر ایک پنڈت جی اور کہاں ساری دنیا۔ آخر دنیا پر روز روشن کی طرح آریہ سماجی مساوات کا حال بھی منکشف سی ہو گیا۔

اب لگے ہاتھوں ذرا فرزندان توحید کی مساوات کا بھی کچھ حال سن لیجئے۔

اگر دنیا میں کسی مذہب کے کسی شخص کو جذب کرنے کی صلاحیت ہے تو وہ صرف اسلام ہی میں ہے۔ اسلام میں چھوٹے بڑے، گورے کالے اور مالدار و مفلس کا کوئی سوال نہیں ہے بلکہ سب فرزندان توحید بالکل برابر ہیں۔ یہاں نیچ اونچ کی تمیز ذات وپیشہ پر نہیں بلکہ تقویٰ اور ایمان پر ہے۔ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے۔ یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ (پ ۲۶ س حجرات ع ۲) لوگو ہم نے سب کو سلسلۂ انسانی کی ایک ہی کڑی، مرد وعورت سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے تم کو مختلف جماعتوں اور گروہوں میں اس لئے نہیں بنایا کہ تم ایک دوسرے سے اپنی رسمی اور فرضی تفریقات کی بنا پر جدا ہو جاؤ۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانکر رشتۂ اخوت و محبت قائم کرو۔ اور ایمان و عمل صالح کے ذریعہ عزت دار بننے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ اللہ کے نزدیک تو وہی عزت دار اور شریف ہے جو اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے مجتنب رہے۔ اس کے نزدیک ذات و قوم کا سوال نہیں۔ وہ ہر شخص کے ظاہر و باطن حالات کو اچھی طرح جانتا اور دیکھتا ہے"۔ اسی سورہ میں دوسری جگہ فرمایا إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ سب ایماندار آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج ان نومسلموں کو بھی جن کو اچھوت کہا جاتا ہے۔ مسجدوں میں جلسوں میں غرض کہ جہاں جائیں ہر جگہ مساوات کامل حاصل ہے۔ پس ہر شخص کو اگر مساوات کا انمول موتی حاصل ہو سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہی کے ذریعہ سے۔ نہ افغانی مسلمانوں کی مسجد الگ ہے نہ ہندوستانی مسلمانوں کی بلکہ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس مسجد میں چاہے اپنے مالک حقیقی کے آگے سر تسلیم خم کرے۔

اسلام کا دروازہ تمام اقوام عالم کے لئے کھلا ہوا ہے۔ چشمۂ فیض محمدی سب کے لئے جاری ہے۔ اچھوتوں کو مساوات کامل صرف اسلام میں ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ان کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر ان کو دُرِ مقصود (مساوات) کی تلاش ہے تو آغوش اسلام ان کے دامن کو بھر سکتا ہے۔ اچھوت لیڈروں کے قرائن سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ضرور مشرف بہ اسلام ہونگے۔ خداوند بزرگ و برتر انھیں توفیق عنایت فرمائے کہ وہ اچھے اور برے میں تمیز کر سکیں۔ آمین۔

علم اور تصوف

(از جناب محمد علی صاحب قریشی مدرسہ لطیفیہ علی گڈھ)

نیک نامی کی حدیں ختم جہاں ہوتی ہیں ✣ ابتدا کی ہے وہیں سے مری رسوائی نے

ہمارے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو علم کی تحصیل کی بے حد ترغیب دی ہے مختلف عنوانوں سے اس کی

خوبیاں اور فضیلتیں ذہن نشین کرائی ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ حقیقی رہ بر، اور سچا رہنما، کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنے والا، حق و باطل میں فرق کرنے والا، ہم کو اس مقصد تک پہنچانیوالا جس کے لئے ہماری پیدائش ہوئی صرف علم ہی ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ ایسی کوئی قوم نہیں جسکو علم کی ضرورت نہ پڑی ہو۔ ایسا کوئی مذہب نہیں جس میں تحصیل علم کی طرف رغبت نہ دلائی گئی ہو۔ حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم میں کچھ ایسی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو کسی دوسری چیز میں نہیں پائی جاتیں۔ علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ جتنے انبیاء کرام آئے سب ہی ایک دولت ترکہ میں چھوڑ گئے۔ یہی ایسی دولت ہے جو خرچ کرنے سے بڑھتی ہے۔ علم انسان کا نگہبان ہے۔ اسکو کسی دوسرے کی نگہبانی کی ضرورت نہیں بخلاف اور دولتوں کے۔ علم انسان کے ساتھ منزل قبر تک ساتھ دیتا ہے کوئی فرقہ ایسا نہیں جسے علم کی جانب احتیاج نہ پڑی ہو۔ پلصراط پر انسان کو یہ علم مدد دیگا۔

قرآن پاک میں سات انبیا علیہم السلام کی فضیلت صرف علم ہی کی وجہ سے مذکور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو علم لغت کے ساتھ (وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ) حضرت خضر علیہ السلام کی فضیلت علم فراست کی وجہ سے (وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا) حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر رؤیا کی وجہ سے (عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ) حضرت داود علیہ السلام کو علم صنعت کی وجہ سے (وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ) حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولی جاننے کی وجہ سے (عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ) حضرت عیسی علیہ السلام کو علم انجیل کے ساتھ (اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اسرار کی وجہ سے (وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ)۔

علما نے لکھا ہے کہ ان سات علموں نے ان انبیا کے ساتھ عجب ثمرہ دکھایا۔ حضرت آدم کو تعظیماً فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ حضرت خضر علیہ السلام کو ان کے علم نے موسیٰ علیہ السلام کا استاد بنایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ملک مصر کی بادشاہت دلوادی۔ بلقیس جیسی مالدار اور صاحب جاہ و حشم کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابع و محکوم بنادیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو علم نے ریاست و بادشاہت دلائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علم نے ان کی ماں سے تہمت دور کرائی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نے خلافت و شفاعت سے سرفراز فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

خدا شناسی بغیر علم کے قطعاً محال ہے۔ بے علم نتواں خدارا شناخت۔ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی شرط ہے جب ہی انسان مقصد آفرینش تک پہنچ سکتا ہے۔ علمائے بے عمل کو قرآن پاک نے کمثل الحمار یحمل اسفارا کا مصداق ٹھہرایا ہے اور سعدی علیہ الرحمۃ نے "نہ محقق بود نہ دانشمند * چارپائے برو کتابے چند" کہکر چھوڑ دیا ہے۔ علم کی دو قسمیں ہیں علم ابدان، علم ادیان۔

علم ابدان سے مراد علم طب ہے جس کا سیکھنا بھی لازمی ہے۔ پہلے علما صرف عالم علم ادیان نہیں ہوتے تھے بلکہ عالم علم ابدان بھی ہوتے تھے لیکن اسلئے کو جس علم کا سیکھنا فرض قرار دیا گیا ہے وہ علم ادیان ہے۔ ایک عالم کی فضیلت ایک جاہل عابد پر ایسی ہے جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ادنی پر۔ عالم کا کام صرف راہ روی ہی نہیں ہے بلکہ راہ نمائی بھی ہے اور یہی ایک امتیازی شان ہے جو تحصیل علم سے اس میں پیدا ہوتی ہے ؎ صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ * بشکست عہد صحبت اہل طریق را *

گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود + تا کردی اختیار از آں ایں فریق را + گفت او گلیم خویش بدری برد زموج + دیں جہد می کند کہ بگیر دغریق را

بزرگان دین جتنے گذرے ہیں بڑے بڑے عالم تھے پہلے تحصیل علم کرتے تھے پھر اس پر عمل کرتے تھے اور بڑے مجاہدے اور ریاضت کرنے کے بعد اس مرتبہ پر پہنچتے تھے۔ اور درحقیقت وہی لوگ صوفیائے کرام بھی تھے۔ صوفی یا تصوف کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کو علم سے کوئی بہت دور کی نسبت ہو بلکہ علم پر عمل کر کے کسی مرتبہ پر پہنچ جانے کا مرادف ہے۔ تصوف کی اصل کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ کوئی اس کو صفا (پاکیزگی) یا صوف (یکسوئی) سے ماخوذ بتلاتا ہے کیونکہ صفائی قلب و یکسوئی خاطر پر تصوف کی بنیاد ہے۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ صفہ (چبوترہ) سے مشتق ہے اصحاب صفہ ان چند صحابہ کو کہتے ہیں جو تارک دنیا ہو کر ایک صفہ پر بیٹھے ہوئے مشغول ذکر الٰہی رہتے تھے۔ اور ان کے بعد ان کے باقیات صالحات نے صوفی کا لقب پایا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صوف (اون) سے مشتق ہے۔ عموماً صوفیا کا لباس انبیاء کی تقلید میں اون کا ہوتا تھا۔ یہی توجیہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ یہ لفظ حسن بصریؒ کے عہد میں رائج تھا جن کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی تھی۔ کیونکہ انکے اور سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے۔ پروفیسر براؤن نے اسکے متعلق چار نظریے بیان کئے ہیں جن میں سے صحیح پہلا نظریہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکا ثبوت کافی ملتا ہے اور وہ نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح شریعت کے سرچشمہ فیض ہیں اسیطرح تصوف یعنی طریقت کے بھی معلم برحق ہیں۔ اس مسئلہ کی تشریح سے قبل یہاں جو ایک اعتراض ہوتا ہے اس کا جواب دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جب تصوف آنحضرت کی تعلیم کا ماخذ ہے تو عہد نبوی میں اسکا ضرور استعمال ہوا ہوتا۔ حالانکہ صوفی کا لفظ نہ عہد نبوی میں استعمال ہوا نہ عہد خلافت راشدہ میں پھر کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ یہ حضورؐ کی تعلیم ہے؟ اس اعتراض کا جواب یہی ہے کہ جو حضرات کہ حضور کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے ان کو ہم بلا کسی تفریق کے "صحابہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ صحابی ایک ایسا جامع فضائل لفظ ہے کہ اس میں جمیع مناقب و محاسن شامل ہیں کسی اور لفظ "قاری" "حافظ" "محدث" "مفسر" کے کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور جن لوگوں نے صحابہ کا زمانہ پایا وہ تابعین اور جن لوگوں نے تابعین کا زمانہ پایا ان کو تبع تابعین کہا جانے لگا۔ اس کے بعد پھر یہ ہوا کہ جو شخص جس فن میں صاحب کمال ہوا وہ اسی فن کی اضافت سے موسوم ہوتا گیا جو حدیث میں کامل ہوا وہ محدث جو تفسیر میں وہ مفسر جو فقہ میں وہ فقیہ کے نام سے نامزد ہوا۔

اسی طرح جو طبقہ ذکر الٰہی میں مشغول اور دنیوی علائق سے الگ رہتا تھا اس کے لئے اہل تصوف کی اصطلاح قائم ہوگئی۔ اور دوسری صدی ہجری کے اختتام سے قبل اس کا عام رواج ہوگیا۔ (باقی آئندہ)

شب معراج

اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز + سجدہ کرتی ہے سحر جسکو وہ ہے آج کی رات

رہ یک گام ہے ہمت کیلئے عرش بریں + کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

(اقبال)

میں نے مدرسہ رحمانیہ میں کیا دیکھا؟

۱۲، ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱، ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء کو اپنی شاندار روایات کے مطابق اس سال بھی موسم برسات کا سالانہ تفریحی جشن جس دھوم دھام سے منایا گیا۔ آپ کی لطف اندوزیوں کیلئے اس کا مختصر خاکہ ہم آپ کے سامنے بھی پیش کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اب ذیل کا مضمون موصول ہوجانے کے بعد اپنے الفاظ میں کچھ کہنے کے بجائے دوسروں کی زبانی مدرسہ کی کہانی (جس میں اس جشن کا بھی ذکر ہے) سنا دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، مدیر

میں تقریباً ایک ماہ تک دہلی میں مقیم رہا۔ مدرسہ رحمانیہ میں ٹھیرا، اور اسی ارادے سے ٹھیرا تھا کہ یہاں کے حالات خود دیکھوں اور معلوم کروں۔ بخدا اس مدرسے کو دیکھکر میرا دل باغ باغ ہوگیا۔ طلبا، کو ہر طرح کی راحتیں حاصل ہیں۔ ان کے رہنے کے لئے کشادہ کمرے ہیں۔ ان کے لئے کتابوں کا انتظام مدرسے کی طرف سے ہے۔ ان کے کھانے کا اتنا عمدہ انتظام ہے کہ معمولی گھروں میں بھی یہ کم ہوتا ہے۔ باورچی خانہ ہے جہاں ان کے لئے ہر وقت عمدہ غذا تیار کی جاتی ہے۔ سب کو ایک ساتھ بٹھاکر دونوں وقت کھلایا جاتا ہے۔ برف کا پانی موجود رہتا ہے۔ شام کو انھیں بنوٹ اور ورزش کے لئے ایک معروف و مشہور استاد مقرر ہیں۔ پڑھائی کیلئے بہترین ذی علم، خوش عقیدہ اساتذہ مقرر ہیں۔ جو پورے وقت انھیں دلسوزی اور محنت سے پڑھاتے ہیں۔ سہ ماہی امتحان ہوتا ہے۔ پھر شش ماہی، پھر سالانہ امتحان ہوتا ہے جو طلبہ یہاں سے فارغ ہوکر سند لیکر نکلتے ہیں ان میں پوری قابلیت ہوتی ہے۔ ٹھوس علم ہوتا ہے اس وقت ہر جگہ بفضل خدا یہ لوگ علمی خدمتیں انجام دے رہے ہیں مختصر لفظوں میں میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سے بہتر مدرسہ کوئی بھی میری نگاہ سے نہیں گذرا۔

میری موجودگی میں طلبار کو دستور قدیم کے مطابق "قطب" (دہلی کی مشہور سیرگاہ) کی سیر کے لئے دو دن کی چھٹی ہوئی میرا اندازہ ہے کہ تقریباً دو سو روپے اس میں صرف ہوگئے ہونگے۔ موٹروں پر گئے موٹروں پر آئے، وہاں آم خوری کے ساتھ پراٹھے اور قورمہ، بریانی اور تنجن انھیں کھلایا گیا۔ جس کیلئے دہلی سے خاص باورچی وہاں گئے ہوئے تھے۔

مدرسے میں ہر وقت قال اللہ وقال الرسول کی سہانی صدائیں گونجتی رہتی ہیں۔ طلبار کے اسباق کی ان کے اخلاق کی کافی نگرانی ہے۔ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک طالب علم کو مہتمم صاحب نے بار بار ڈاڑھی نہ مونڈنے کی تاکید کی، لیکن پھر بھی اس نے یہی حرکت کی اور باز نہ آیا تو اسے مدرسے سے خارج کردیا گیا۔ لیکن پھر وہ آیا، سخت نادم ہوا اور توبہ کی تو پھر معاف فرمادیا گیا اور داخل کرلیا گیا۔ پانچوں نمازوں میں باقاعدہ حاضری ہوتی ہے۔ نماز کی غیر حاضری پر، اسباق کی غیر حاضری پر، مدرسے کے اوقات میں مدرسے سے غیر حاضری پر، رات کو پانچ منٹ کی بھی غیر حاضری پر فوراً

بازپرس ہوتی ہے۔ الغرض روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی تربیت یہاں ہو رہی ہے +

مہتمم صاحب باوجود لکھ پتی ہونے کے ایک کھری چارپائی پر دس بجے صبح سے پانچ بجے شام تک بیٹھے رہتے ہیں۔ اور پورے مدرسے کی دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ کبر و غرور آپ کے پاس پھٹکا بھی نہیں۔ طلبا کی بہت عزت کرتے ہیں۔ ان کے دکھ درد کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ کبھی بھی کسی چیز سے ان کا دل میلا نہیں ہونے دیتے۔ آج جبکہ اس گروہ کا کوئی پرسان حال بھی نہیں، خدا نے ان کے دل میں طلبا کی محبت اپنی اولاد کے برابر ڈال دی ہے۔ ان کے لئے نائی مقرر ہے، ان کے لئے ڈاکٹر مقرر ہے۔ ان کے لئے درسگاہوں میں بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں ان کے لئے موسمی میوے موجود ہیں۔ ان کے لئے رہنے سہنے کی آسائشیں اور آرام موجود ہیں۔ غرض جس طرح ہم اپنے گھروں میں زندگی گذارتے ہیں، بخدا اس سے کہیں زیادہ بہتر ان کی زندگی بے فکری اور آرام سے یہاں گذر رہی ہے۔ میں تو یہ سین دیکھکر بہت ہی خوش ہوا ہوں۔

سچ تو یہ ہے کہ اگر ہماری جماعت ملکر بھی کوئی ایسا مدرسہ اتنے پیمانے پر اور اتنی آسانیوں والا بنانا چاہے بھی تو مشکل ہے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے کہ وہ اپنے ایک بندے سے اپنے دین کی اتنی بڑی ٹھوس خدمت انجام دلا رہا ہے۔ فالحمد للہ۔

میری دلی دعا ہے کہ پروردگار مہتمم صاحب کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے۔ انھیں جزائے خیر دے۔ اور ان پر ان کی اہل و عیال پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ اور اس کو ثرِ علم کو ہمیشہ جاری ساری رکھے۔ آمین آمین۔

عبداللہ عرف بدرالہدیٰ مبلغ اسلام ساکن موضع بندی کٹھری ضلع اعظم گڈھ

مسلم

از آزاد اعظمی

اُٹھ کے دکھلا دے زمانے کو جلالِ حیدری
قوتِ بازو سے کر دنیا پہ پھر اب سروری

قسمتِ عالم اشارے پر ترے رقصاں کرے
قوتِ ایماں تری دُنیا کو پھر حیراں کرے

اٹھ کے ناموسِ شریعت کی نگہبانی تو کر
جذبۂ ایماں سے ملت کی جہانبانی تو کر

ہوگئی حالت تری پہلے سے اب زار و نزار
جامۂ ذلت کو کر دے اٹھ کے اب تو تار تار

دل میں تیرے ولولہ ایمان کا ہو موجزن
تاکہ ہر آتش کدہ کو تو بنا ڈالے چمن

اٹھ! کہ ہر دل میں فروزاں شمعِ ایمانی کرے
زنگ آلودہ دلوں کی پھر سے درمانی کرے

تیری مظلومی کی آہوں میں اثر ہوگا ضرور
ہے مگر لازم کہ دل تیرا ہو پہلے رشکِ طور

ہمنوا بن جائے گا تیرا زمانہ تو اگر
اپنے بازو میں کرے پیدا عمرؓ کا سا اثر

روحِ اخبار

—— مسٹر کھوسلہ سشن جج کیمبلپور نے مولوی عبدالمنان کو جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے ایک ہندو کو قتل کر دیا تھا، سات سال قید با مشقت کی سزا دی ہے اور فیصلے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ کو گالی دینا مسلمان کیلئے اسقدر شدید اشتعال ہے کہ وہ اس پر صبر کر ہی نہیں سکتا۔ اور چونکہ عبدالمنان نے اس ہندو کو عین حالت اشتعال میں قتل کیا ہے۔ اسلئے اسے موت کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ (انقلاب)۔

—— ترکی، افغانستان، ایران و عراق ان چاروں اسلامی حکومتوں کے مابین ایک معاہدہ ہوا ہے جس کے ذریعہ ہر ایک نے دوسرے کے ساتھ رشتۂ محبت و مودت کو قائم رکھتے ہوئے غیروں کے مقابلہ میں امداد و اعانت کا وعدہ کیا ہے۔ (زمیندار)

—— حکومت پنجاب نے ایک سرکاری اعلان کے ذریعہ اپنے صوبہ کے فرقہ پرست اخبارات کو تنبیہ کی ہے وہ فرقہ وارانہ تفرقات کو مٹانے اور مختلف قوموں اور جماعتوں کے مابین دوستانہ تعلقات پیدا کرانے میں حکومت کی پوری امداد کریں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو صوبہ کے امن و ترقی کی خاطر حکومت کیلئے ان اختیارات کا فوراً استعمال ضروری ہوگا جو اس خرابی کے انسداد کیلئے جو اس وقت ہو رہی ہے از روئے قانون اسے حاصل ہے۔ (انقلاب)۔

—— پولیس نے دہلی سے دو میل فاصلے پر ایک گاؤں پر چھاپا مارا اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جعلی روپے بنا رہے تھے۔ پولیس کو سکہ سازی کا سامان اور جعلی سکے بھی ملے جن پر اس نے قبضہ کر لیا ہے۔ (انقلاب)۔

—— سینما دیکھنے کا شوق نوجوان عورتوں میں بہت زیادہ زور پکڑ رہا ہے۔ یہانتک کہ وہ ایسے حالات میں بھی سینما دیکھنے سے باز نہیں آتیں۔ جب انھیں لازماً گھر میں رہنا چاہیئے۔ ۵ اگست کا ذکر ہے کہ کرشنا ٹاکیز پٹیالہ میں فلم دکھائی جا رہی تھی کہ ایک اٹھارہ سال کی ہندو لڑکی کو دردِ زہ شروع ہوگیا اور وہ چیخ مار کر بیہوش ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہیں بچہ پیدا ہوگیا (انقلاب)

—— بادشاہ افغانستان نے چار لاکھ افغانی روپیہ علیحدہ کر کے حکم دیا ہے کہ اس میں سے مبلغ دو لاکھ روپیہ تعلیمی امور کی ترقی کیلئے وزارت معارف کو دیدیا جائے اور باقیماندہ دو لاکھ روپیہ وزارت حفظان صحت کو عطا کر دیا جائے تاکہ بیماریوں کا انسداد ہو سکے آپ کی والدہ اور ہمشیروں نے بھی اپنے ذاتی مصارف سے مبلغ ۵۰ ہزار افغانی روپیہ انھیں کاموں کے لئے دیئے ہیں۔

—— ایک اطلاع مظہر ہے کہ اقتصادیات سے متعلق ایک تحقیقاتی بورڈ پنجاب میں عنقریب اپنی تحقیقات کا کام شروع کردے گا۔ تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ دیہاتی آبادی میں کتنے فیصدی نوجوان ایم۔ ایس۔ ایل۔ سی اور اعلیٰ امتحان پاس کر چکے ہیں نیز یہ کہ دیہات یا شہروں میں ان میں سے کتنے فیصدی رہتے ہیں اور کسقدر ملازم ہیں اور کسقدر بیکار۔

معلوم ہوا ہے کہ جشن تاجپوشی کے سلسلے میں تقریباً ڈیڑھ ہزار تمغے یو۔ پی میں مختلف لوگوں کو دیئے گئے ہیں (وطن)

[illegible] پرنٹر و پبلشر نے جدید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث [illegible] دہلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے
(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدیں گے۔
(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہوں گے۔
(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنیپر واپس کئے جاسکتے ہیں۔
(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔
(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط و کتابت کا پتہ

نیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محدث
دھلی

جلد ۵ | ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق رجب المرجب ۱۳۵۶ھ | نمبر ۶

مائیں اور تعلیم اولاد

شاید اس سے زیادہ واضح حقیقت دنیا میں اور کوئی نہ ہوگی، کہ انسانی زندگی کا سب سے پہلا گہوارہ، اس کی بود
و باش کا سب سے پہلا گھر، راحت وچین کی سب سے پہلی منزل، اصلاح وتربیت کا سب سے پہلا مدرسہ، اس کی ماں کی گو
ہے۔ دنیا میں قدم رکھتے ہی انسان کو سب سے پہلا سابقہ اپنی ماں سے پڑتا ہے۔ وہی اس کی دائی اور رکھوالی ہے۔ وہ
اس کی استاد اور معلمہ ہے۔ وہی اپنی لیاقت اور حسن تربیت سے اس غنچۂ ناشگفتہ کو اس طرح بنا سکتی ہے کہ جو کبھی کھلکر
ہنستے ہوئے پھول کی طرح گلزار عالم کی رونق کو دوبالا کردے۔ اور وہی اپنی بدسلیقگی اور جہالت سے اس بن کھلی ہوئی کلی کو
اس لائق بنا سکتی ہے کہ کھلنے کے بعد اس کی نازک وخوبصورت پنکھڑیاں، بدکرداری وبدعملی کی مسموم ہواؤں سے پامال ہو
مرجھا جائیں، وہی اپنی زیرکی اور دانائی سے اس بدلی میں چھپے ہوئے سورج، راکھ میں دبے ہوئے شرارے، نافے میں رکھے
ہوئے مشک، سیپ میں بند کئے ہوئے موتی کی حفاظت وصیانت، نگرانی ونگہداشت، تعلیم وتربیت کا فرض اس طرح
انجام دے سکتی ہے کہ جس کی بنا پر یہ اپنی آئندہ زندگی میں رشد وہدایت کی ضیا پاشیوں، شر وفساد کی خرمن سوزیوں،
امن وصلاح کی عطر بیزیوں، خزینۂ علم وفن کی قدر افزائیوں سے ایک نیا عالم پیدا کردے۔ اور وہی اپنی نادانیوں اور غفلت
کیشیوں سے اس نونہال کو اس رستے پر لگا سکتی ہے، اور وہ ڈھنگ بتا سکتی ہے کہ پروان چڑھنے کے بعد اس کی فتنہ سامانیوں
اور فساد انگیزیوں سے کائنات کا ذرہ ذرہ چیخ اٹھے۔

لیکن یہ کسقدر افسوسناک امر ہے کہ یہ حقیقت جتنی ہی زیادہ واضح اور یہ معاملہ جتنا ہی زیادہ اہم تھا ہم اتنا ہی اس سے غافل اور سہل انگار رہیں۔ ہم نے عورتوں کو یا تو جہالت وحماقت کے اس غار میں دھکیل دیا ہے جس میں پہنچکر تہذیب وتمدن، اخلاق وشائستگی کا تصور بھی ان کے لئے ممکن نہیں۔ وہ جانتی ہی نہیں کہ تعلیم وتربیت کس بلا کا نام ہے؟ بچوں کو بااخلاق وباتہذیب بنانے کا فرض کس طرح انجام دیا جاسکتا ہے؟ ان کی فکر وہمت کی معراج تو بس یہ ہے کہ بچے کے عقیقے اور ختنے کی رسم نہایت دھوم دھام سے ادا کی جائے۔ اس کے بدن پر خوبصورت اور چمکیلے کپڑے ہوں۔ اس کے کھیلنے اور بہلنے کے لئے ہر قسم کے کھلونے ہوں۔ وہ جس چیز کے لئے بھی ضد کرے اس کا مہیا ہونا ضروری ہے۔ ابھی پندرہ بیس روز کے بعد شب برات آنے والی ہے، جس میں کتنی مائیں ہیں جو آتش بازی اور حلوے کا سامان خریدنے کیلئے بالوں سے لڑیں گی۔ انھیں اس کی پرواہ نہیں ہے کہ ہم اپنے میاں کی گاڑھی کمائی ان گناہوں میں خرچ کرکے کیوں اللہ کی نافرمان بن رہی ہیں۔ شوہر مفلس ومحتاج ہو غریب وبے سروسامان ہو لیکن وہ ہمیشہ یہی خواب دیکھتی ہیں کہ میرے "ننھے" کی شادی اس شان سے رچائی جائے کہ دنیا موحیرت ہوجائے۔ اس کے لئے سودی قرض لیکر گھر بار بھی بیچنا پڑے تو پرواہ نہیں۔ بیٹا کتنا ہی نالائق اور بدچلن ہو لیکن اس کی سرزنش وتنبیہ ان جاہل ماؤں کو گراں گذرتی ہے۔ پڑھنے لکھنے کی بدشوقی اور لاپرواہی پر اگر استاد نے کبھی دو چار بیت رسید کردیئے تو پھر "لاڈلے" کی پیٹھ کھول کھولکر باپ کو دکھلائیں گی، چلا چلاکر آسمان سر پر اٹھالیں گی۔ اور باپ سے صاف صاف کہدیں گی کہ مجھے اپنے بچے کو جاہل رکھنا منظور ہے لیکن ان "قصائیوں" کے ہاتھوں میں دینا گوارا نہیں۔ اب اندازہ کیجئے کہ بچے کی معصوم فطرت پر ماں کی اس جہالت آمیز محبت وہمدردی کا کیا اثر پڑے گا؟

~~~~~

یا ہم نے ان عورتوں کو یورپ کی موجودہ عریاں تہذیب کا اس طرح دلدادہ بنادیا ہے کہ وہ گھر کی زینت بننے کے بجائے، محفل کی آرائش ہوکر جلوہ نمائی کررہی ہیں۔ وہ مغرب کی فیشن پرستیوں میں مست ہوکر تہذیب وتمدن کے اس کوٹھے پر جا بیٹھیں، تنوّرا ور روشن خیالی کے اُس چورا ہے پر آکر کھڑی ہوگئیں کہ جہاں سے عفت وعصمت اپنی نگاہیں نیچی کرکے تہذیب وحیا اپنا دامن بچا کر ان سے دور ہٹ گئی۔ انھیں نہ اسلامی تعلیمات سے غرض، اور نہ قرآنی ہدایات کی خبر، وہ اسلام کی روشنی میں نہ اپنی اصلاح چاہتی ہیں، اور نہ اپنے بچوں کی قسمت سے اگر دولت ہاتھ آگئی ہے تو ان کا منتہائے کمال بس یہ ہے کہ اسے لندن اور پیرس کی عیش پرستیوں، سنیماؤں اور تھیٹروں کی بے حیائیوں کی نذر کردیا جائے۔ یا اپنے بچوں کو جرمن اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں کا طواف کرایا جائے کہ جہاں پہنچکر وہ نہ صرف اپنے مذہب اور اپنی معاشرت کو، بلکہ اپنی قومیت اور وطنیت کو بھی ہمیشہ کے لئے دفن کر آتے ہیں +

~~~~~

پس اس چودھویں صدی میں جبکہ ایک طرف جہالت کی انتہائی ظلمت وتیرگی، اور دوسری طرف حد سے بڑھی ہوئی

روشنی اور آزادی، بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت سے ماؤں کی غفلت کا باعث ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ زمانۂ سلف کی مقدس خواتین کی علم دوستی کی چند ایسی مثالیں آپ کے سامنے پیش کروں کہ جن سے آپ اندازہ لگا سکیں کہ ہماری اُن ماؤں اور بہنوں کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کتنا خیال تھا۔ وہ اپنے شوہروں کی دولت بچوں کے عقیقے اور ختنے شادی بیاہ کی فضول رسموں میں تباہ کر دینا کمال سمجھتی تھیں، یا انھیں علم و فضل کا چاند و سورج بنا کر دونوں جہان کی بہبودی و سرخروئی حاصل کرنے کا شوق رکھتی تھیں +

حضرت امام ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے ایک بہت بڑے فاضل، زبردست فقیہہ اور نامور محدث گذرے ہیں ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے والد (جن کا نام فروخ تھا) ایک دولتمند سپاہی تھے۔ خلافت بنی امیہ کے زمانے میں وہ لشکر میں ملازم تھے۔ جس زمانے میں امام ربیعہؒ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے، دمشق کے خلیفہ نے ایک فوج خراسان کی طرف روانہ کی۔ اور اس میں فروخ کو بھی جانا پڑا۔ فروخ اپنی بیوی کو تیس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی دیکر اور حمل کی حالت میں چھوڑ کر مہم پر روانہ ہو گئے اتفاق کی بات ہے کہ جنگوں کا سلسلہ ایسا شروع ہوا، اور فتوحات اسلامی کا سیلاب اس طرح بہتا رہا کہ فروخ کو ستائیس برس تک وطن آنے کی مہلت نہ ملی۔ ستائیس سال کے بعد اس شان سے واپس آئے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہیں، ہاتھ میں نیزہ ہے، کمر میں تلوار ہے۔ سیدھے اپنے گھر پر پہنچے، اور نیزے کی انی سے دروازہ کھٹ کھٹایا۔ ربیعہ نے آکر دروازہ کھولا، اگرچہ باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو نہیں پہچانا، لیکن گھر اپنا تھا اس لئے فروخ بے کھٹکے گھر میں داخل ہونے لگے تو ربیعہ نے للکار کر کہا کہ او دشمن خدا! پرائے گھر میں اس طرح کیوں گھسا پڑتا ہے؟ فروخ جو ایک سپاہی منش آدمی تھے، سنکر طیش میں آگئے اور ڈپٹ کر کہا یَا عَدُوَّ اللّٰہِ اَنْتَ دَخَلْتَ عَلٰی حَرَمِی اے اللہ کے دشمن تجھے میرے حرم سرا میں داخل ہونے کا کیا کام؟ جب باپ بیٹے کی لڑائی طول پکڑنے لگی تو محلے کے لوگ بھی جمع ہو گئے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی (جو ربیعہ کے شاگرد ہیں) اس جھگڑے کی خبر پہنچی۔ استاد کا معاملہ سمجھکر آئے اور فروخ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے یہی مشورہ دیا کہ بڑے میاں آپ کسی اور مکان میں ٹھہر جائیں ہم انتظام کر دیتے ہیں۔ فروخ نے تعجب سے کہا کہ جناب! میرا نام فروخ ہے۔ میں مدینہ منورہ ہی کا باشندہ ہوں اور یہ گھر میرا ہے۔ ربیعہؒ کی والدہ نے نام سنکر فروخ کو پہچان لیا۔ اور کہا کہ ہاں یہ تو میرے شوہر اور ربیعہؒ کے باپ ہیں۔ اب تو باپ بیٹے گلے ملکر خوب روئے، جوش محبت کی حرارت جب رونے سے کم ہوئی تو دونوں اندر داخل ہوئے۔ فروخ کو جب اطمینان و سکون ہو چکا تو اپنی تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں۔ اور بیوی سے ان کا مطالبہ کیا۔ سمجھدار بیوی نے کہا گھبرائیے نہیں، وہ نہایت حفاظت سے رکھی ہیں۔ اس عرصے میں حضرت ربیعہؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جہاں شاگردوں کا ہجوم ان کا منتظر تھا، درس دینے کیلئے تشریف لے گئے۔ اور مدینہ منورہ کے بڑے بڑے عالموں اور مشہور فاضلوں کے حلقے میں جنمیں حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام حسن بصریؒ جیسے بزرگ بھی تھے بیٹھکر درس میں مشغول ہو گئے۔ ادھر فروخ کی نیک بیوی نے شوہر سے کہا کہ مسجد

بیوی میں تشریف لیجاکر نماز پڑھ آئیے۔ فروخ مسجد میں آئے تو یہ منظر کہ ایک بزرگ بیچ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور شاگردوں کا ایک جم غفیر ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ان کے علمی فیوض سے مستفیض ہو رہا ہے شوق و حیرت سے دیر تک دیکھتے رہے امام ربیعہ کے سر پر اس وقت ایک لمبی سی ٹوپی تھی اور انھوں نے قصداً اپنا سر جھکالیا اس لئے باپ کو بیٹے کے پہچاننے میں ایک مرتبہ پھر دقت ہوئی آخر نہ رہا گیا اور آگے بڑھکر مجمع سے پوچھتے ہیں کہ "یہ کون بزرگ ہیں"؟ لوگوں نے کہا ھٰذا ربیعۃ ابن ابی عبد الرحمٰن یہ ابو عبدالرحمٰن (فروخ) کے صاحبزادے امام ربیعہ ہیں۔ فروخ کی اس وقت کی دلی کیفیت کا اندازہ بجز خدائے عالم الغیب کے کون کرسکتا ہے۔ وہ فرط مسرت سے بے خود ہوکر بے ساختہ بول اٹھتے ہیں لَقَدْ رَفَعَ اللّٰہُ ابنی اللہ نے میرے بیٹے کو بہت بڑا درجہ عطا کیا۔ جب اسی دلی مسرت و بہجت کے ساتھ گھر لوٹ کر آتے ہیں تو بیوی سے فرماتے ہیں لَقَدْ رَأَيْتُ وَلَدَكِ عَلٰى حَالَةٍ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا من اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ عَلَيْهَا۔ (باوجود ستائیس سال تک بڑے بڑے ملکوں میں پھرنے کے بھی) میں نے آجتک اس شان کا عالم و فقیہ نہیں پایا جیسا کہ تمہارے بیٹے (ربیعہ) کو دیکھا زیرک بیوی نے فوراً کہا کہ اچھا تو اب فرمایئے کہ وہ تیس ہزار اشرفیاں آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا بیٹے کی یہ اعلیٰ شان؟ عقلمند باپ نے کہا لَا وَاللّٰهِ بَلْ هٰذَا واللہ! (اشرفیاں تو اس کے مقابلے میں ٹھیکری کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں) مجھے تو یہی شان زیادہ پسند اور یہی عظمت زیادہ محبوب ہے۔ پھر تو بیوی نے حقیقت حال صاف صاف کہدیا کہ اَنْفَقْتُ الْمَالَ كُلَّهٗ عَلَيْهِ میں نے آپ کی کل اشرفیاں اور سارا مال اسی تعلیم پر خرچ کردیا۔ فروخ نے اپنی سعادتمند بیوی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پرجوش لہجے میں کہا وَاللّٰهِ مَا ضَيَّعْتِيْهِ خدا کی قسم تونے میرا مال ضائع نہیں کیا (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۸۳)

دوستو! حضرت امام ربیعہؒ کی والدۂ محترمہ کا یہ کارنامہ ایک طرف رکھو کہ باپ کی غیر موجودگی میں، محض اپنی نگرانی و نگہداشت میں رکھکر بیٹے کو کتنے بلند درجے پر پہنچادیا۔ اور دوسری طرف اس زمانے کی ماؤں کو سامنے رکھکر ذرا تصور تو کرو کہ اگر کسی نیک بخت بی بی کو تیس ہزار اشرفیاں اور ایک بچہ دیدیا جائے تو پھر یہ اسے کس طرح برباد کرینگی اور اس بلند اقبال صاحبزادے کے اخلاق کہاں سے کہاں پہنچیں گے؟ کاش مسلمان عورتیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق اپنے فرائض پہچانیں۔

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کیلئے ایک مدرس کی ضرورت

ایک ایسے با استعداد ذی لیاقت اور محنتی مدرس کی ضرورت ہے جو درس نظامیہ کی تمام کتابیں بآسانی پڑھانے پر اچھی طرح قدرت رکھتے ہوں۔ اور کہیں مدرس رہ بھی چکے ہوں۔ بہتر ہو کہ امیدوار حضرات اپنی درخواست بھیجنے سے پہلے ہمارے مدرسہ کا مجوزہ نصاب منگا کر ملاحظہ فرمالیں + تنخواہ وغیرہ کے متعلق بذریعہ خط و کتابت طے کریں۔

ناظم و مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی

حج کو جائیں یا نہ جائیں؟

(از جناب محمد بن ابراہیم صاحب گجراتی)

اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں میں چند زبانیں یہ کہتی بھی سنائی دیتی ہیں کہ اس وقت حج کو نہ جاؤ۔ گو فرمانِ خدا یہ ہے کہ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ یعنی ہر اس شخص پر خدا کی طرف سے حج فرض ہے جو وہاں تک جانے آنے کا سامان مہیا رکھتا ہو +

اس میں کچھ شک نہیں کہ خیالات کا اختلاف قدرتی امر ہے ایک چیز کو اگر ایک شخص بہت بھلی جانتا ہے تو اسی چیز کو دوسرا شخص بہت بری بھی جانتا ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اپنے خیالات کو پھیلانے کیلئے دیانت و امانت کو چھوڑ دینا صدق وصفائی سے دور ہو جانا نہ صرف مذہب بلکہ عقل و فطرت کے بھی سراسر خلاف ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی بدقسمتی کہئے کہ ان میں نت نئی جنگ اور ہمیشہ سر پھٹول ہوتی رہتی ہے۔ خدا جانے اس کی ذہنیت کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنی تمام تر طاقت و قوت اور زور و زر آپس کی نااتفاقیوں میں ہی خرچ کرنے کے عادی بن گئے ہیں یہاں تک کہ جب انھیں آپا دھاپی کرنے کا کوئی حیلہ آس پاس دکھائی نہیں دیتا۔ تو وہ بہت دور دراز سے بھی بصد تلاش لانے میں بھی بالکل تامل نہیں کرتے +

حنفیت اور وہابیت کے قصوں کو صدیاں گذر چکیں لیکن آج تک وہ ختم ہونے پر نہیں آتے۔ اِدہر اس کے شعلے کچھ کم ہوتے نظر آئے ادھر یار لوگوں نے اس آگ کو ہوا دی۔ اور تیل ڈال کر ان مدہم شعلوں کو آسمان پر پہنچا دیا۔ یوں تو ان ہندی مسلمانوں کے پاس آپس کی مقدس جنگ کے لئے بہت سے حیلے موجود ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ حنفیت و وہابیت کا اختلاف وہ مجرب حیلہ ہے کہ جہاں اسے پھونکا اور اس میں سے تو اٹھی۔ جہاں اس میں پھونک بھری کہ یہ فٹ بال کی طرح اچھلنے لگا +

ہندوستان کے مٹھی بھر مسلمانوں کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے تیز چلنے والی بھاری چکی کے دو پاٹوں میں پسپے اناج کے چند دانے۔ دشمن ان کی گھات میں اور یہ ایک دوسرے کی تاک میں۔ دشمن کے حملے بے پناہ اور بہت سخت۔ یہ بے فکرے اور بالکل بخت۔ خیال تو فرمائیے کہ ادہر اُدہر سے اغیار ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ آپس ہی میں گتھے ہوئے ہیں۔ دین دولت ناموس عزت جسم و جان راحت و ایمان سب کچھ آپس کے اختلافات کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے اور دشمن سامان سے لیس سر پر چڑھا چلا آ رہا ہے۔ یہاں کچھ نہ ملا تو کالے کوسوں کا ایک کھلونا یہ لے آئے اور اسی سے کھیلنے لگ گئے +

فرمائیے حج کو سلطنتِ حجاز سے کیا تعلق ؟ وہاں کہ سلطان کسی عقیدے کا ہو حاجی پر اس کا کیا اثر ؟ حج میں کعبہ شریف کا طواف کیا جاتا ہے نہ کہ وہاں کے سلطان کے گھر کا۔ حج میں حجرِ اسود کا بوسہ دیا جاتا ہے نہ کہ وہاں کے سلطان کی چوکھٹ کو۔ حج میں صفا مروہ کے پھیرے کئے جاتے ہیں نہ کہ ابن سعود کی دہلیز کے۔ حج میں زمزم کا پانی پیا جاتا ہے نہ کہ سلطانی کنوے کا۔ حج نام ہے عرفات کے قیام کا نہ کہ نجدیوں کے گھر کے سلام کا۔ حج میں مزدلفہ اور منیٰ سے کام ہے نہ کہ نجدیوں کی ڈیوڑھی اور دالان سے۔ غرض حج کا کوئی رکن کوئی فریضہ کوئی سنت کوئی نفل وہاں کے سلطان یا سلطنت سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن تاہم کہیں کہیں سے آج کل دبی دبی آواز اٹھ رہی ہے کہ مکہ مدینہ پر نجدیوں کا قبضہ ہے اس لئے حج نہ کرو۔ پھر اس چیز کو بحث بنا کر اس پر لے دے شروع ہوگئی ہے۔ مسلمانو! سلطانِ عرب بدلا لیکن کعبہ نہیں بدلا کہ نہیں بدلا منیٰ اور عرفات نہیں بدلا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ جو شخص حج کا ارادہ کرے اسے چاہئے کہ جلدی کرے ۔

پھر اگر آپ نظر میں دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ راستوں کا پُرامن ہونا راحت آسانی امن وامان کا ہونا ہی وہ چیزیں ہیں جو حاجیوں کو سلطانِ حجاز سے مطلوب ہوتی ہیں۔ فالحمد للہ کہ ان چیزوں کو جس جامعیت کے ساتھ سلطنتِ نجد نے پیش کی ہیں اس کا ہزارواں حصہ بھی اس سے پہلے صدیوں سے حاجیوں کو میسر نہ تھا۔ پانی کی فراوانی نرخ کی ارزانی۔ راستوں کا امن اور آسانی یہ وہ چیزیں ہیں جو بے نظیر ہیں۔ پھر اس نعمتِ خدا کی ناقدری کرنا اور لوگوں کو حج سے روکنا اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانا اور مسلمانوں کو دیدارِ حرم سے محروم رکھنا نہیں تو اور کیا ہے ؟

مسلمانو! سفرِ حج دنیا کی معلومات کا ذریعہ ہے۔ وہ عقل و ہوش اور تجربہ کو وسیع کر دیتا ہے۔ دور دراز کے مسلم بھائیوں سے ملاقات کراتا ہے۔ بیوپار تجارت کو بڑھاتا ہے۔ ہمدردی اور مساوات سکھاتا ہے باہمی مشوروں کا موقعہ ملتا ہے۔ سیاسی اور پولٹیکل امور کو سلجھاتا ہے۔ ترقیوں کے دروازے کھول دیتا ہے . . . . آپس کے تعلقات کو استوار کرتا اور بڑھاتا ہے۔ دینداری کی لپک پیدا کرتا ہے۔ رضائے رب کا یہ گنجینہ ہے خوشنودیٔ خدا کا یہ خزینہ ہے۔ اسلاف کی یاد اس سے تازہ رہتی ہے۔ راہِ خدا کی قربانی پر طبیعت اس سے آمادہ رہتی ہے۔ خانۂ خدا کا دیدار دونوں جہان کی عزت و وقار کا ذریعہ ہے پس حج کرو اور حج کرنے میں جلدی کرو

ان پر افسوس ہے جنھیں خدا نے دے رکھا ہے اور پھر وہ دیدارِ خانۂ خداوندی سے محروم ہیں۔ کیا خبر ان آج ہے کل نہ رہے ؟ یہ تندرستی اور یہ فراغت خدا جانے کب تک کی مہمان ہے ؟ کیا تم مسلمان ہو کر خدا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا نہیں چاہتے ؟ مومن ہو کر زیارت بیت اللہ کا شوق اپنے دلوں میں نہیں رکھتے ؟ مال خدا کا دیا ہوا ہے اگر چاہے دم زدن میں چھین لے۔ اس کی شان ہے کہ جسے چاہے عزت کے جھولے جھلائے اور جسے چاہے دردر سے دُردُر کرائے۔ جو آج لکھ پتی ہے ممکن ہے کل پیسے

پیسے کا محتاج نظر آئے۔ پھر خدا کے دیئے ہوئے مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کیوں ہے؟ ایک فرض کے ادا کرنے میں پس وپیش کی کیا وجہ ہے؟ سنو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص باوجود طاقت کے حج نہ کرے وہ یہودی ہوکر مریگا یا نصرانی ہوکر (ترمذی) امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو لوگ باوجود مالدار ہونے کے حج ادا نہیں کرتے میرا ارادہ ہورہا ہے کہ یہود ونصاریٰ کی طرح ان پر بھی جزیہ لگا دوں کیونکہ یہ لوگ مسلمان نہیں (رحمۃ المہداۃ)

کیا مزے کی سیر ہے کہ حنفی کہلوا کر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے خلاف آج فتوے بازی ہورہی ہے کہ حج کا التوا کرو۔ ابھی نہ جاؤ۔ حالانکہ حنفی مذہب کی اعلیٰ کتاب مبسوط میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگرد رشید قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے یجب علی الفور حتی یاثم بالتاخیر عند ابی یوسف رواہ بشر بن المعلی۔ وھکذا ذکرہ۔۔۔ ابن شجاع عن ابی حنیفۃ یعنی ادہر کسی کو حج کرنے کی وسعت حاصل ہوئی ادہر ادا کرنا واجب ہوگیا اگر تاخیر کی تو گنہگار ہوگا۔ یہ تو بالکل رکیک عذر ہے کہ مکہ پر ابن سعود کا قبضہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حج چھوڑ عمرہ بھی اس وقت بھی ترک نہیں کیا جبکہ مکہ شریف پر کفار کا قبضہ تھا بلکہ ۶ھ میں تو کفار نے آپ کو عمرے سے جبرا روک دیا اور حدیبیہ سے آپ کو بادل پردرد واپس ہونا پڑا۔ پھر اگلے سال ۷ھ میں آپ پھر آتے ہیں اور عمرہ ادا کرتے ہیں اس وقت بھی کعبہ پر مکہ پر صفا مروہ پر منیٰ اور عرفات پر بت پرست کفار کا قبضہ ہے مسلمانو اگر حج بیت اللہ اس وجہ سے آج لوگ چھڑوا رہے ہیں کہ وہاں نجدیوں کی سلطنت ہے تو کیا ممکن نہیں کہ وہ کل نمازیں بھی چھڑوا دیں کہ اس میں بھی توجہ بیت اللہ شریف کی طرف ہوتی ہے۔ مسلمانو! کوئی تعجب ان ملا مولویوں سے نہیں کہ آج حج بند کیا کل نمازیں موقوف کرادیں۔ کیا آپ کو نہیں معلوم؟ کہ لواری (سندھ) میں حج ہونے لگا وہاں مکہ اور کعبہ بنا لیا گیا +

اب چند وہ حدیثیں سنئے جن سے آپ کو حج وعمرہ کی فضیلت وبزرگی معلوم ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حاجی کے کل گناہ خداوند قدوس معاف فرما دیتا ہے اور جب وہ لوٹ کر آتا ہے تو ایسا پاک صاف ہوجاتا ہے جیسے اب پیدا ہوا (بخاری مسلم) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں اور کمزور اور ضعیف العمر لوگوں کو حج کا ثواب جہاد کے برابر ملتا ہے (نسائی) اللہ کے رسول رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حج کی وجہ سے عمر میں برکت اور مال میں زیادتی ہوتی ہے (بیہقی) آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حاجی کے اونٹ کے ایک ایک قدم اٹھانے اور رکھنے پر اللہ تعالیٰ ایک گناہ معاف فرماتا ہے ایک نیکی عطا کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے یہ ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی ہے (ابن حبان) حضورؐ فرماتے ہیں حاجی کے آخری طواف کے وقت حاجی کا ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ فرشتہ حاجی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ اب تک کے تو تیرے سب گناہ معاف ہوگئے یہاں سے صاف پاک ہوکر تو جارہا ہے دیکھ آئندہ ہوشیاری سے رہنا۔ اپنے پاک جسم کو پھر گندہ نہ کرنا۔ اپنے سفید نورانی چہرے کو پھر سیاہی مل نہ لینا۔ اسی طرح اور بھی بہت سے فضائل ہیں اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو شوق دین عطا فرمائے اور نیک توفیق بخشے آمین۔

حقیقی مساوات کا حامل اسلام ہی ہے

(مولوی ابو شحمہ خانصاحب بستوی متعلم جماعت ششم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ناظرین والاتمکین اسلام کے زرین اصولوں کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگا کر حقیقی مساوات کے انمول موتیوں کو نکالکر مذہب اسلام کے قدردانوں کے سامنے پیش کرنا میرے جیسے سست بازو کا کام نہیں بہرحال مجھے تو اس درشہوار کا متلاشی ہونا ہی ہے۔ معزز ناظرین میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ملت بیضا (اسلام) کی جامعیت کا نظارہ دکھلادوں سب سے پہلے عالم متمدنہ کے قوانین اور ان کے طرز حکومت پر نظر ڈالو ان کے ادیان کا مطالعہ کرو جو صدیوں سے دوسری قوموں کو مسخر کئے ہوئے ہیں اور ان کے دلوں اور دماغوں پر غلامیت کی مہر لگا دیا ہے یہ لوگ وضع قانون کے وقت خاص خاص قوموں اور خاص خاص ملکوں کی خصوصیات کو مدنظر رکھکر حقوق رعایا کی نگہداشت کے لئے قانون پاس کرتے ہیں اس کے بعد مختصراً اسلام کے چند اصولوں کو دیکھو فیصلہ بالکل آسان ہوجائے گا مذہب اسلام کی بہت سی خوبیاں ہیں جن کا استقصا کرنا ناممکن سی بات معلوم ہوتی ہے اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی اور وہ بنیاد خالص انسانیت اور محبت پر مبنی ہے اسلام ہی وہ وحید مذہب ہے جس نے کالے اور گورے کے فرق کو مٹایا اور تباین و تباعد کی بیخ کنی کی اور تحاسد و تباغض کے استیصال کے درپے ہوا اور اس نے تفاخر و مباہات کو ذلیل قرار دیا بنی آدم کے ہر فرد کو برابر اور مساوی طور پر اخوت اور انسانیت اور حقوق میں شریک ٹھہرایا۔

مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ ایک عالم بمقابلہ جاہل یا خائن بمقابلہ امین یا ایک ناشکرا بمقابلہ فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہوں یہ تو اتلاف مراتب و مدارج ہے اس کو کبھی اسلام جائز نہیں رکھتا خود اس پر قرآن شاہد ہے۔ لایستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔ عالم اور جاہل ایک درجے میں نہیں ہوسکتے فرمان نبوی انزلوا الناس علی منازلھم۔ لوگوں کے فرق مراتب کا لحاظ کیا کرو بلکہ مساوات کے یہ معنی ہیں کہ ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں کو قانوناً و شرعاً اور اخلاقاً مساوی طور سے حقوق یافتگی اور رائے دہندگی کا حق حاصل ہو مثلاً انگلستان میں آجتک کوئی کمانڈر انچیف ایشیائی قوموں سے نہیں لیا گیا اسلام اس چیز کو کبھی جائز نہیں رکھتا اسامہ بن زید دنیا والوں کی نظروں میں غلام در غلام سمجھے جاتے تھے مگر اسلام میں آکر ان کو وہ منصب عطا ہوا جو ایک آزاد اور معزز کا عہدہ شمار کیا جاتا ہے یعنی مہاجرین اور انصار کی فوجوں کے کمانڈر مقرر ہوتے ہیں یورپین مقنین وضع قانون کے وقت حقوق یافتگی میں کالے اور گورے چمڑوں کا بہت کچھ لحاظ رکھتے ہیں مگر اسلام کے مقنن نے امریکہ اور فرانس کے اعلان حقوق انسانی کے صدیوں قبل یہ آئین بنائے تھے لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر کلکم من آدم و آدم من تراب۔ یعنی کسی عرب والے کو کسی عجم والے پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر

نہ گورے کو کالے پر کچھ تفوق حاصل ہے بلکہ ہر شخص آدم کی نسل سے ہے آدمیت میں ایک کو دوسرے پر کوئی وجہ امتیاز نہیں یعنی یہ بات
اسلام ایک لندنی کو ایک ہندوستانی پر اس لئے فضیلت دے کہ اول الذکر شخص اس شخص کا پڑوسی ہے جس نے اس
قانون کو بنایا ہے پس مساوات قانونی یا اخلاقی کی اصلی تصویر اسلام ہی کے مرقع میں مل سکتی ہے۔ قانون کے وضع کے
وقت کنگ امپرز (شاہی حقوق) کی حفاظت کیلئے عدالت کے عام قانون کے علاوہ جدید قانون وضع کئے جاتے ہیں قانون اسلام
نگاہ میں حاکم او رمحکوم پادشاہ اور رعایا عام اور خاص یکساں ہیں کیا قبل الاسلام یہ بات ممکن تھی کہ ایک پادشاہ اپنی رعایا کے
ساتھ عدالت کے ایوانوں میں معمولی آدمی کی طرح حاضر ہو خلیفہ وقت حضرت عمر اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کا ایک معاملہ
جھگڑا ہو معاملہ عدالت تک پہنچایا گیا زید بن ثابت عدالت کے جج تھے جو وقت مدعی اور مدعا علیہ عدالت میں حاضر ہوئے۔ ا
بن ثابت نے سمجھا کہ خلیفہ وقت عدالت میں حاضر ہوا ہے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی حضرت عمر نے فرمایا زید بن ثابت
تمہاری پہلی بے انصافی ہے . . . . یہ کہکر مدعی کے مقابل بیٹھ گئے۔ بنی امیہ کے جاہ و جلال نے جو وقت بنی
کے لئے جگہ خالی کی ہے گو اس خلافت میں بھی خصوصیات اسلامی بہت کم باقی رہ گئیں تھیں تاہم جب مدینہ کے قلیوں۔
خلیفہ پر دعویٰ کیا تو خلیفہ کو دار القضا (جج) میں قلیوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر کے مقدمہ کی سماعت کرنی پڑی۔

آج ساری دنیا میں یورپ کی کوئی عدالت ایسی نہیں دکھائی دیتی جہاں بادشاہ اپنی معمولی رعایا کے ساتھ حاضر ہو
مقدمہ کی سماعت شروع کرائی ہو۔

ابھی کل کی بات ہے کہ انگلستان میں ایک مدعی کے جواب میں پارلیمنٹ نے یہ اعلان کیا کہ بادشاہ سلامت کسی م
کے جواب میں عدالت میں حاضر نہیں ہوسکتے لیکن اگر اسلامی پارلیمنٹ حضرت عمر کو طلب کرتی تو شاید کیا یقیناً مجال انکار نہ ہوتا یو
کی پارلیمنٹ نے صاف صاف کہدیا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ عدالت پادشاہ کے نام سمن نہیں جاری کر سکتی یہ ہے یورپ کی مساوات با
ادعاء مساوات کے پادشاہ کو حضور عدالت سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ کوئی یورپ کی کسی ایسی عدالت کا نشان بتا سکتا ہے جس نے ایک
سپاہی کے مجرم لڑکے کی طرح پادشاہ کی لڑکی کے لئے سزا تجویز کی ہو یا سزا دلانے کا قانون پاس کیا ہو آج ہم مدینہ کے مقدس
پادشاہ کا یہ اعلان پڑھ رہے ہیں لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا " اگر فاطمہ بنت محمد (فداہ ابی وامی
جرم کا ارتکاب کرے (عیاذاً باللہ) تو ویسی ہی سزا ہوگی جیسی عام لوگوں کو ہوا کرتی ہے اسلامی قانون میں قریب و بعید خویش
اقارب کا کوئی لحاظ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اقیموا حدود اللہ علی القریب والبعید ولا تاخذکم فی اللہ لومۃ لائم یعنی خدا کے مقرر کردہ قوا
کو قریب اور بعید رشتہ دار و غیر رشتہ دار سب پر یکساں قائم کرو خدا کے معاملات میں ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرو۔
جبلہ بن ایہم غسانی ایک عیسائی شاہزادے نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا ایک روز کعبہ کا طو
کر رہا تھا کہ ایک غریب شخص کا پیر اس کی چادر کے گوشہ پر پڑ گیا۔ شاہزادہ کو اپنی دولت وحشمت کا غرور تھا دولت کی زیادتی

گردن کو موٹی کردیتی ہے اس نے غصہ میں آکر اس بیکس کے ایک تھپڑ رسید کیا۔ اس غریب نے جو قانونِ اسلام کا مطالعہ کرچکا تھا برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بیتاب ہوکر حضرت عمرؓ کے پاس شکایت لے گیا آپ نے فرمایا کہ جیسا تو نے کیا ویسا مل گیا۔ اس نے کہا ہمارے ساتھ جب کوئی معمولی رعایا میں گستاخی کرتا ہے تو اس کی سزا قتل مقرر ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن جب اسلام کے نور نے کفر کے ظلمتکدے کا پردہ چاک کیا تو اس روشنی میں ذلیل اور شریف ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں برابر ہوگئے اتنا سنتے ہی اس نے مرتد ہوکر اپنے ملک کی راہ لی حضرت عمرؓ نے اس کے ارتداد کو گوارا کرلیا لیکن اسلام کے زریں قانون کا توڑنا گوارا نہ کیا +

مساوات قانونی کی ایک مثال وحید

قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی آپ نے اس کے لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا تجویز کی لوگوں نے سمجھا کہ آپ کے پاس سفارش لیجانا چاہیئے شاید اس عورت کا ہاتھ کاٹے جانے سے بچ جائے اسامہ بن زید کو جن سے آپ کو بہت محبت تھی چند آدمیوں نے کہا کہ آپ جاکر سفارش کیجئے آپ کی بات آنحضرتؐ ضرور مان لیں گے۔ اسامہ بن زید نے سفارش کی تو آپ طیش میں آگئے سب کو جمع کرکے ایک مبسوط خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! آگاہ ہوجاؤ پہلے لوگ جو ہلاک ہوئے تھے اس کی وجہ یہی تھی کہ جب کوئی شریف آدمی ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اس کو معاف کردیتے تھے اور اگر کوئی غریب ماخوذ ہوتا تو اس پر حدود قائم کرتے بخدا اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی میں ضرور کاٹ دیتا۔

حقوق اور مال کی مساوات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز معاشرت عام لوگوں کے ساتھ بالکل مساویانہ تھا حتیٰ کہ بسا اوقات جب آپ کسی دعوت وغیرہ میں شریک ہوئے ہیں تو کام بٹانے میں آپ نے پورا پورا حصہ لیا ہے آپ ہمیشہ لوگوں میں اس طریقہ سے مل جل کر تشریف فرما ہوتے جیسے اس مجلس میں ایک عام ممبر، ہمیشہ آپ یہ کہا کرتے تھے خدایا میں مسکین ہوں مجھکو تو مسکینوں میں زندہ رکھ اور انھیں کے زمرہ میں اٹھا۔ کھاتے وقت اس ہیئت کے ساتھ بیٹھتے جیسے ایک معمولی غلام اور فرماتے میں خدا کا غلام ہوں اور ایسے ہی کھانا کھایا کرتا ہوں جس طرح ایک غلام کھاتا ہے ؎

ادہر اللہ سے واصل ادہر مخلوق میں شامل ! + مقام اس برزخ کبری میں تھا حرف مشدد کا

آپ کے بعد جب آپ کے جانشینوں کا دور آیا ان کا بھی حال یہی رہا خلفا کو دینی عزت و احترام کے علاوہ حقوق مالی اور انتظامی میں عام لوگوں پر کوئی ترجیح نہ تھی ان کے لئے کوئی حق قانوناً پبلک سے زائد نہیں تھا۔ جس طرح آج قانون یورپ میں گورنر کے خاص حقوق ہیں ان پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا بلکہ خلیفہ طبقہ عوام کا ایک فرد ہوتا تھا اور زیادہ سے زیادہ ان کو پریسیڈنٹ آف دی پبلک کہا جاسکتا ہے حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں تم میں سے ایک کے برابر ہوں میرا انشا یہ نہیں کہ جو میں کہوں اس کو تم خواہ مخواہ مان لو۔

خلیفہ وقت کے مصارف پر نظر ڈالئے۔ شخصی اور استبدادی حکومت کا سب سے بدتر یہ نظریہ ہے کہ ملک کی ساری دولت ایک فرد پر اس کے تعیش کے لئے قربان کر دی جائے جبوقت ملک قحط زدہ ہوا فلاس سے تنگ آکر لوگوں نے خودکشی اپنا شعار بنا لیا ہو۔ اللہ کے ہزاروں بندوں کو زندہ رہنے کیلئے بدتر سے بدتر غذا نہ ملتی ہو ایسے وقت میں وہ مزین اور مرصع تخت پر لعل وجواہر کے دانوں سے کھیلتا رہے اسلامی جمہوریت اور مساوات میں حصول عزوجاہ خرچ و مال دولت کے لحاظ سے والی ملک اور عام رعایا کا درجہ یکساں ہے کوئی ممتاز اور فوق العادۃ حصہ ملکی خزانہ سے اس کے تصرف میں نہیں بلکہ خزانہ عام رعایا کی بہبودی کیلئے ہے۔ اگر رعایا بھوکی تو والی بھی بھوکا اور اگر رعایا خوش تو والی بھی خوش۔ یورپ کا دعویٰ ہے کہ وہ مساوات کا معلم ہے۔ ہم اس کو تسلیم کر لیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے یہ جو اب تک بادشاہوں کے سروں پر لعل وجواہر چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جن کی چمک دمک نے مفلوک الحال رعایا کی آنکھوں میں خیرگی پیدا کر دی ہے یہ کس کی دولت ہے یہ عظیم الشان محل اور سر بفلک عمارتیں جو بادشاہوں اور پریسیڈنٹوں کیلئے لازمی قرار دی جاتی ہیں اس کی عظمت وکبریائی کی چادر کس کے خون سے رنگی جاتی ہے اسلام کسی انسان کو محض خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے یہ حق نہیں دیتا کہ لاکھوں انسانوں کے سروں پر پھٹی ہوئی ٹوپیاں بھی نہ ہوں مگر اس کا سر ہیروں اور موتیوں سے لیپا جائے اس کے تاج میں کروڑوں روپیہ صرف کیا جائے مدینہ کا وہ مقدس بادشاہ چٹائیوں پر لیٹا تھا اس کے جسم مبارک پر داغ پڑ جاتے تھے اس کے جانشین عین اس وقت میں جبکہ قیصر وکسریٰ کے خزانے بیت المال میں آرہے تھے جھونپڑیوں میں سوتے تھے۔ آج یورپ کے بادشاہوں کی تنخواہوں پر نظر ڈالو جو ملک کا روپیہ ان کی عیش پرستی پر بے دریغ خرچ کیا جا رہا ہے جن کے "جیب خرچ" "ملازموں کی تنخواہوں" "محلات شاہی کی آرائش" وغیرہ وغیرہ متفرقات خرچ کو ملا کر ماہوار ستر لاکھ پچاس ہزار روپیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ شہنشاہ جرمنی کا ماہوار خرچ نوے لاکھ روپیہ تک ہو جاتا ہے آئندہ قسط میں ہم انشاء اللہ ان کے خرچوں کی طولانی فہرست پر روشنی ڈالیں گے ان واقعات اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھ جیسا اسلامی درسگاہ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی تمام ادیان اور مذاہب کو چیلنج دے سکتا ہے کہ حقیقی مساوات اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے +

(باقی)

علم اور تصوّف

(۲)

ہاں اب رہ جاتا ہے کہ پھر صوفی کسے کہتے ہیں۔ اس کے متعلق مولانا شبلی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ تین چیزیں ہیں۔ شریعت ۔ طریقت ۔ حقیقت ۔ "شریعت ہمچوں شمعیست کہ راہ می نماید چوں در راہ آمدی این رفتن تو طریقت ست وچوں بمقصد رسیدی آں حقیقت ست حاصل آنکہ شریعت ہمچو علم کیمیا آموختن ست از کتاب وطریقت استعمال

گردن دارد وس را در کیمیا مالیدن وحقیقت زر شدن مس"

یوں سمجھ لیجئے کہ علم طب کا سیکھنا شریعت ہے اس پر عمل کرنا اور دوا کا استعمال کرنا طریقت اور صحت پاجانا حقیقت ہے۔ پس شریعت اور طریقت (تصوف) دو متضاد چیزیں نہیں بلکہ دونوں میں جسم وجان ظاہر و باطن پوست و مغز کی نسبت ہے تصوف کی تمام دنیا داسی پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی کی جائے۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ " تصوف خدا پر نظر رکھنا اسی کو اپنا تمام تر مقصود بنانا یعنی ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ پر پورے طور سے عمل کرنا۔ ما سوا اللہ لایعنی مشاغل سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔ نیکیوں اور اطاعت کی طرف خلوص نیت سے پیش قدمی کرنا بلائے الٰہی پر صابر قضائے الٰہی پر راضی رہنا۔ مجاہد وریاضت کرنا" ان تمام امور کا نام تصوف ہے۔ کیا اس میں کوئی امر ایسا ہے جو شریعت کے خلاف ہو؟ ہرگز نہیں۔

صحابہ کرام میں سب سے بڑے ارباب طریقت خلفائے اربعہ تھے جو تمام صوفیا کے سرگروہ تھے۔ ان چاروں میں سب سے زیادہ فضیلت حضرت ابوبکرؓ کو حاصل تھی۔ ان کے بعد اصحاب صفہ کا مرتبہ ہے جو معاش دنیاوی سے قطعاً بے نیاز ہوکر رات دن شمع نبوت کے ارد گرد پروانہ وار نثار ہوا کرتے تھے۔ ان کے بعد عام صحابہ پھر تابعین جن میں حضرت اویس قرنی المتوفی ۳۷ھ خواجہ حسن بصری المتوفی ۱۱۰ھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پھر تبع تابعین۔ ان کے بعد امام جعفر صادقؒ المتوفی ۱۴۹ھ امام ابوحنیفہؒ المتوفی ۱۵۰ھ حضرت جنید بغدادیؒ المتوفی ۲۹۷ھ وغیرہم ہیں

خلاصہ یہ کہ سب سے پہلے علم سیکھے جب علم میں کامل ہوجائے پھر عمل کرے اور جب عمل میں ایسا منہمک ہوجائے کہ دنیا سے بالکل بے نیاز ہوجائے اور ماسوی اللہ سے بے تعلق ہوجائے اس وقت صوفی کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے۔ مگر افسوس عوام الناس نے اس کے سمجھنے میں کیسی غلط فہمی سے کام لیا ہے۔ جو شخص کاکلیں بڑھالے کرتا نیچا کرلے ایک جبہ رنگ لے ایک تسبیح ہاتھ میں ہر وقت لئے رہے۔ گو وہ کیسا ہی شریعت کے احکام کے خلاف چلتا ہو۔ اس کے مرید ہوجاتے ہیں اس کے حلقہ بگوش ہوجاتے ہیں سوچنے کا مقام ہے کہ جو خود گمراہ ہو دوسروں کو راہ راست پر کیسے لاسکتا ہے۔ اوخویشتن گم ست کرا رہبری کند +

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست + پس بہر دستے نباید داد دست

ہمارا فرض ہے کہ مرید ہونے سے قبل یہ معلوم کریں کہ یہ شخص شریعت مطہرہ کا کتنا پابند ہے۔ اس کے دل میں احکام شرع کی کتنی وقعت ہے۔ ہمارے لئے جو کسوٹی ہے وہ صرف اتباع شریعت ہے۔ اگر وہ اس کسوٹی پر اتر آئے پھر ہم کو چاہیے کہ اس سے اعتقاد رکھیں۔ ہماری تمام خرابیوں کا باعث ہماری جہالت اور لاعلمی ہے۔ جب تک ہم اس جہالت کی تاریکی کو اپنے اوپر سے دور نہ کریں گے ہرگز ہم اپنے آپ کو نہیں سدھار سکتے۔ اب آپ سمجھے کہ صوفی کیسی پاکیزہ ہستی کو کہتے ہیں جو واصل الی اللہ ہو۔ مگر صد افسوس کہ اس لفظ کو کیا سے کیا بنالیا گیا ہے۔ فسبحان اللہ عما یصفون

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

محمد علی قریشی مدرسہ لطیفیہ علیگڈھ

احساس ترقی پر عورتوں کی تعلیم کا اثر

(مترجمہ مولوی محمد ادریس صاحب آزاد الموی متعلم جماعت ششم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

انسان کی عمرانی زندگی کی نشوونما اور ترقی و رفعت پر عورتیں اس طرح اثر انداز ہیں کہ بادی النظر میں ہر انسان بنی نوع آدم کی ترقی و عدم ترقی کا سارا دارومدار عورتوں کے فیض سے سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کسی قوم، جماعت یا فرد نے عورتوں کی مشکور مساعی، انکے ترقی پسندانہ جذبات و عزائم، ان کی حب الوطنی، علوہمتی اور حریت نوازی و جذبۂ خودداری سے متاثر ہوئے بغیر اپنے اندر نہ تو آزادی کی کوئی تڑپ محسوس کی اور نہ ہی ترقی کے مدارج طے کر سکے۔ گویا انسان ایک خاکہ ہے نسوانی جذبات و عزائم کا +

وہ عورتیں جن کی فطرت پر انسان کے اخلاق کی تعمیر ہوتی ہے تین طبقوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔ ماں، بہن، اور بیوی یہ تین طبقات کبھی کبھی بیک وقت اور گاہے گاہے انفرادی حیثیت سے انسان کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں لیکن ان کے اثر و نفوذ کا احساس بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ پیدا ہوتے ہی انسان کے اخلاق و عادات کی پہلی معلمہ اس کی ماں ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی بہنیں بھی اس کے حالات کی نگہداشت کرتی رہتی ہیں۔ گویا ابتدائی مراحل میں انسان کے اخلاق کی نشوونما انھیں دونسوانی طبقوں کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ اس کے بعد اس کی بیوی جو اس کی زندگی میں برابر کی شریک و سہیم ہے اس پر اپنا اثر ڈالنا شروع کرتی ہے اور یہ سلسلہ اخیر عمر تک ختم نہیں ہوتا +

جب انسان میدان ترقی میں نکلتا ہے تو ایک حد تک اس کے اندر وہی جذبات و خیالات ہوتے ہیں جن میں اس کی پرورش ہوئی ہے۔ بسا اوقات اس کے تأثر کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کی آواز کی نرمی و سختی اس کے طرز و طریقے ان طبقوں میں کسی ایک سے پوری طرح ملتے جلتے ہیں۔ گویا عورت انسان کی طبیعت کا ایک جزو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرانسیسی — لوگوں کی بری اور اچھی عادتوں کو عورتوں ہی کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں اور جب نادانستہ طور پر کوئی واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے اور اس کے اسباب و علل پوشیدہ ہوتے ہیں تو کہا کرتے ہیں اسے عورتوں سے دریافت کرو (Cherchez la Femme . . .)

پس جب عورتوں کی اقتضار طبیعت انسان کی معاشرتی زندگی پر اس طرح اثر انداز ہو تو ضروری ہے کہ پہلے ان کی تعلیم کو بہتر سے بہتر بنایا جائے اور ان کی تربیت صحیح طریقہ سے کی جائے +

آج بڑے سے بڑے مدبر جب قوم کی پستی پر غور کرنے بیٹھتے ہیں تو انھیں ترقی کے تمام وکمال اسباب انھیں دو چیزوں میں نظر آتے ہیں کہ بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں اور نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی جائے۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو قوم کی فلاح و بہبود کو عورتوں کی اصلاح و تربیت سے وابستہ سمجھتے ہوں لیکن حقیقت یہی ہے کہ جب تک عورتوں میں اپنی اولاد کی اصلاح

کا مادہ پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی جماعت ترقی نہیں کر سکتی ؎

ازمنۂ گذشتہ میں انسان پر بعض دور ایسے بھی گذرے ہیں جب وہ اسی کو اپنا منتہائے کمال سمجھتا تھا کہ عورتیں دنیا کے حالات سے بالکل الگ رہ کر امور خانہ داری کے علاوہ کسی دوسری چیز سے تعلق نہ رکھیں۔ ازدواجی زندگی کیلئے ایسی ہی عورتیں تلاش کی جاتی تھیں جنھیں کھانا پکانے کے علاوہ کسی دوسری چیز سے سروکار نہ ہو۔ چنانچہ جب کسی کیلئے کسی عورت کا انتخاب ہوتا تو سب سے پہلی اور سب سے بڑی چیز یہ دیکھی جاتی کہ منتخب شدہ حیاداری کا ایسا مجسمہ ہو گویا اس کے منہ میں زبان ہی نہیں۔ عورتوں پر فخر کرنے کی اس سے بہتر کوئی دوسری صورت نہ تھی کہ کہہ دیا جائے کہ فلاں عورت نے اپنی حینِ حیات میں گھر سے باہر کہیں قدم نہ رکھا۔ اگر اس کا قدم کبھی گھر سے نکلا بھی تو اس کے قبر میں دفن کئے جانے کے وقت ؎

انسان کے ارتفاع و انحطاط کی تاریخ دیکھنے والے دیکھیں گے کہ قوموں کی ترقی صرف عورتوں کی ترقی سے وابستہ ہے اگر عورتوں میں شعور پیدا ہو گیا تو ترقی سے ہم کنار ہونا آسان ہے ورنہ نکبت و ذلت ادبار و پستی سے محفوظ رہنا بالکل محال اور غیر ممکن ہے ؎

مجھے معاف رکھا جائے اگر میں کوئی ایسی مثال نہ پیش کر سکوں جس میں لوگوں کے مہذب بنانے، تقویٰ پھیلانے، دین کے بڑے بڑے امور کی انجام دہی میں عورتوں نے نمایاں حصہ لیا ہو یا قدیم اور جدید حکومتوں کے معاشرتی آداب پر اپنا اثر ڈالا ہو آپ خود غور کر سکتے ہیں کہ اوائلِ اسلام میں عورتوں نے عربوں کی ترقی اور اسلامی اثر و اقتدار کے وسیع تر کرنے کیلئے کیا کیا خدمتیں انجام دیں۔ بڑے بڑے فاتحانِ اسلام اور علوم و فنون کے ماہر انھیں مومنہ عورتوں کے زیر اثر پلے۔ پل کر بڑے ہوئے اور بڑے ہو کر رُبع مسکون کو اپنی قوتِ بازو سے ہلا دیا یا علوم و فنون میں ایسے کامل و اکمل ہوئے کہ ابھی تک لوگ ان کی خوشہ چینی کرتے ہیں دورِ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں خود بعض عورتیں ایسی گذری ہیں جو صحرا میں پرورش پانیکے باوجود قابلِ صد رشک۔ فکر و تدبر کی مالک تھیں۔ ان کی بے حجابانہ پرورش ان کے اندر اس قدر حیا اور خودداری پیدا کر دیتی تھی کہ ان کی شان آجکل کی پردہ نشین خواتین سے بہت ارفع و اعلیٰ تھی۔ ان میں ایسی ایسی صنّاع، دور اندیش، تاجر پیشہ، شاعرہ، ادیبہ اور مدبرہ پیدا ہوئیں کہ آج انھیں مثالوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ سلمہ بنت عمر عدوی، ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان) عمارہ بنت کعب انصاری، امِ حکیم بنت الحارث، خنسا (شاعرہ) خدیجہ بنت خویلد (زوجہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسماء بنت ابوبکرؓ (ذات النطاقین) عائشہؓ ام المومنین، عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت حسین انھیں میں سے چند ہیں ؎

عورتوں کے ذہنی انحطاط اور علمی کمزوری کا سب سے بڑا سبب مردوں کی عیش پرستی اور آرام کوشی ہے۔ ابتدائے اسلام میں لوگ جبتک مجاہدانہ سرفروشیوں سے کام لیتے رہے عورتوں میں معاملہ فہمی، آزادیٔ خیال تدبر اور غور و فکر کی صحیح قوت موجود تھی لیکن جونہی انھوں نے اس طرف سے غفلت برتنی شروع کی اور عیش و آرام میں پھنس گئے تو عورتوں کے دلوں سے ان کا پہلا وقار جاتا رہا۔ اس پر مستزاد یہ کہ مختلف قسم کی لونڈیوں سے اختلاط اور میل جول سے ان کی غیرت کو سخت ٹھیس لگی اور ان کے

اندر اب وہ پہلا خلوص باقی نہ رہا۔ شدہ شدہ یہ معاملہ یہانتک پہنچا کہ شوہروں کی جانب سے عورتوں کو ایک قسم کی فکر رہنے لگی اور جب مرد اپنی عیش پرستی کے پیش نظر متعدد شادیاں کرنے لگے اور اپنی محبت چند در چند بیویوں میں تقسیم کرکے پہلی عورت کو بھول بیٹھے تو اس کے نزدیک اُن کا رہا سہا وقار بھی خاک میں مل گیا۔

جانبین سے بے اعتنائیوں کے شروع ہونے کا اثر مدنیت پر جیسا بھی پڑا وہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عباسی دور میں عورتیں بالکل بُھلادی گئیں اور اس وجہ سے ان کی غیرت وحمیت اس درجہ کو پہنچ گئی کہ خود عورتوں کی جانب سے شوہروں کیلئے لونڈیوں کا انتظام کیا جانے لگا تاکہ انھیں لونڈیوں کو چھوڑ کر عورتوں سے اختلاط کا موقع نہ ملے۔

مردوں کی جانب سے جو بدگمانیاں ہوئیں ان سے عورتوں کی آزادیٔ فکر ان کی خودداری وغیرتمندی کے پامال ہونیکے ساتھ ساتھ ان کی معاشرت پر بھی بہت بُرا اثر پڑا۔ مرد کے بدظن ہونیکا ظاہری نتیجہ جو کچھ ہونا چاہیئے تھا وہ یہ تھا کہ عورتوں کو بند کمروں میں قید کردیں۔ انھیں گھر سے باہر نکلنے، غیروں سے ملنے جُلنے اور بات چیت کرنے کی مطلقًا اجازت نہ ہو۔ وغیرہ۔ یہ اور اس کے علاوہ جن چیزوں سے بدظنی پیدا ہونیکا وہم وگمان تھا۔ اس کے خلاف مردوں میں طرح طرح کے جذبات پیدا ہونے شروع ہوئے اور عورتوں کو گھر میں قید کرکے چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح وہ مردوں کے ظلم وستم کا شکار ہوکر اپنی ساری خودداری اور آزادیٔ فکر کو بھول بیٹھیں۔ مگر ابتک مردوں کی بداعتمادی دور نہ ہوسکی اور وہ لوگوں کو عورتوں کے مکروفریب سے ڈرانے کیلئے قصے تیار کرنے لگے۔ نظمیں لکھی گئیں۔ کتابیں تصنیف ہوئیں بڑے بڑے فصحا وبلغا نے حکیمانہ نکات اور شاعرانہ انداز سے انھیں مردوں کیلئے ضرررساں اور نقصان دہ بتلایا۔

اس طرح پچھلے دور میں طبقۂ نسواں نے ظلم وستم حقارت وذلت جہالت ووحشت قید وبندگی گوناگوں مصیبتوں میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گذار دیا مگر ان میں کبھی احساسِ زندگی، جذبۂ عمل، تربیتِ اولاد کی صحیح اور سچی اصلاح کا خیال پیدا نہ ہوسکا۔

ازمنۂ متوسطہ میں جب غیر ممالک نے جابجا "مدرسۃ البنات" قائم کرکے صنفِ نازک میں صحیح احساس پیدا کرنے کی کوشش کی یا بالفاظِ دیگر یورپین اقوام کے اثر نے انھیں عورتوں کی ترقی کا خیال دلایا تو ہماری چشم بصیرت کُھلی اور ہم نے معاشرتی حیثیت سے ان کی اہمیت کو محسوس کیا۔ اب ہم عورتوں کو اس انحطاط وپستی پر سرزنش کرتے ہوئے ان کے پرانے خیالات کو لغو ٹھہراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پچھلے زمانہ کی طرح وہ اپنی زندگی اس طرح نہ گذاریں کہ ان کے منہ میں زبان نہ ہو۔ بجلی کی چمک کو دیکھکر اُسے جن کی آنکھوں سے نکلتا ہوا شعلہ سمجھیں۔ بادل کی گرج سنکر انھیں شیطان کے گھوڑوں کی ٹاپ کا وہم ہو۔ خرید وفروخت کرتے وقت وہ سُوت کو ریشم یا پیتل کو سونا سمجھ لیں بلکہ وہ اپنے اندر زندگی کا صحیح احساس پیدا کریں۔ بیہودہ قصے اور کہانیوں کو سن سُنکر جاہل بننے، بیکار اوقات میں غیر مفید کام کرنے یا غیر معروف اخلاق وعادات کے بجائے اپنے اندر علم کی معرفت پیدا کریں۔ اپنے بیکار اوقات ایسے مفید اور سودمند امور پر صرف کریں جن سے آئندہ نسلوں، موجودہ قوموں، یا جماعتوں کو فائدہ پہنچ سکے اور وہ حُسنِ اخلاق کا ایسا مجسمہ ہوں کہ ان کی گود میں پلنے والی اولاد دنیا کے لئے نمونہ بن سکے۔

ظاہر ہے کہ ایسی عورتیں آئندہ نسلوں پر اپنا اثر ڈال کر ان میں ترقی و رفعت کا حوصلہ، علو ہمتی اور خودداری کا ولولہ حریت و آزادی کا جذبہ اور علم و عمل کا جوش پیدا کر سکتی ہیں اور غیر ممکن ہے کہ ایسے ماحول میں پرورش پانے والے فرزند کبھی ناکامی کا منہ دیکھیں۔

مذکورہ بالا سطر پر عورتوں کی علم دانی اور معاملہ فہمی پر آئندہ نسلوں کی فلاح و بہبود کی روشن ترین دلیل ہیں لیکن مردوں کے طبقہ میں بھی علم کی نشر و اشاعت از بس ضروری ہے کیونکہ اولاد پر والدین کا اثر صرف والد یا محض والدہ کے اثر سے بدرجہا بہتر پڑیگا۔ اس حقیقت کے پیش نظر دونوں طبقوں میں علم و عمل اور جد و جہد کی اسپرٹ پیدا کرنی چاہیئے۔ نہیں تو کم از کم ماں کو ان صفات سے کبھی عاری نہ ہونا چاہیئے۔ (مختارات جرجی زیدان)

عربوں کی بےنظیر میزبانی

(از نذیر احمد صاحب متعلم جماعت دوم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ناظرین کرام انسانوں کو مزین کرنیوالے جتنے علل و اسباب پائے جاتے ہیں ان سب سے افضل اور اشرف چیز حسن خلق ہے حسن خلق کے بہت سے اقسام ہیں اور اس کا ثبوت بہت طرح سے دیا جا سکتا ہے انھیں اقسام میں سے ایک قسم میزبانی اور ضیافت بھی ہے یعنی جس شخص کے اندر مہمان کی خدمت اور اس کی خاطر و مدارات کا جذبہ اچھی طرح سے پایا جاتا ہے وہ شخص بہت معزز شمار کیا جاتا ہے میں بتاؤں گا کہ عربوں میں وہ بے مثل جذبۂ میزبانی پایا جاتا ہے اور پایا جاتا تھا جو غالباً دوسرے اور کسی جگہ کے لوگوں میں نہیں پایا جاتا۔ اگر لغات کی روشنی میں غور کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل ظاہر اور عیاں ہو جائے گی کہ عرب مہمانوں کی خاطر و مدارات سے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتا تھا۔ نیز انھیں اس بات کا بیحد شوق تھا کہ ان کے یہاں کوئی مہمان آئے اور یہ دل کھول کر ان کی تواضع کریں خواہ وہ عرب اسلام کے قبل کے ہوں یا اس کے بعد کے دونوں میں یہ جذبہ موجود تھا۔ حتی کہ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اس چیز کو فخر سے بیان کرتے تھے اور وہ شخص جو زیادہ سے زیادہ مہمانوں کو کھانا کھلاتا تھا وہ بہت معزز اور مکرم سمجھا جاتا تھا وہ اسی شوق میزبانی میں ضرورت کے وقت سینکڑوں اونٹنیاں ذبح کر ڈالتے تھے اور ایسی اونٹنیاں ہوتی تھیں جو بہت پیاری ہوتی تھیں لیکن وہ بے دریغ ذبح کر ڈالتے تھے۔

چنانچہ حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے قبل جب اشعار کہا کرتے تھے تو اس وقت وہ اپنی تعریف کرتے ہوئے اور اپنے حسب و نسب اور جود و سخا کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "میں ایسی اونٹنیوں کو جو بانجھ اور بچہ دار ہوتی ہیں ذبح کر ڈالتا ہوں اور پھر تمام مہمانوں اور غربا اور مساکین میرے یہاں جمع ہو کر خوب مزے سے کھاتے ہیں" بعض ایسے ہوا کرتے تھے

کہ خود اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک ان کے یہاں کوئی مہمان نہ آجائے وہ اپنی آنکھیں اسی انتظار میں لگائے بیٹھے رہ
تھے اور جب کہیں انھیں کوئی مسافر ملتا تو اسے فوراً بلا کر اپنا مہمان بناتے اور اس کی خاطر و مدارات عزت و تکریم کرتے اگر ان کے پاس
کوئی ایسا مہمان آجاتا جس سے کہیں لڑائی ہو چکی ہو اور اس کے دشمن اس کے تعاقب میں لگے ہوں تو میزبان اس مہمان کی حفاظ
اور اس کا بچاؤ اپنے اوپر فرض کر لیا کرتے تھے اور حتی الامکان اس کا بچاؤ کرتے تھے بعض مرتبہ تو ایسا ہوا ہے کہ انھیں مہمانوا
کیلئے قبیلوں میں آتشِ عداوت بھڑک اٹھتی تھیں اور خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں ہاں ہاں وہ یہ گوارا کر لیتے تھے کہ خود ان سے
بچوں اور رشتہ داروں کی جانیں قربان ہو جائیں لیکن انھیں یہ گوارا نہ تھا کہ مہمان پر کوئی مصیبت آجائے انھیں عربوں میں یہ قا
تھا کہ رات کو اپنے مکانوں کے اردگرد آگ کے شعلے بھڑکا دیا کرتے تھے تاکہ اس کو دیکھکر بہکا ہوا مسافر ان کے یہاں مہمان ہو جائے
رات چین سے بسر کرے اور اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اسلام سے قبل کا واقعہ لیجئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پا
فرشتے انسانوں کی شکل میں آئے تھے اس وقت انھوں نے اپنے جذبہ میزبانی کے ماتحت سب سے پہلے ان کے سامنے ایک گا
کے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت ان کو پیش کیا تھا چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْ
یعنی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب کیا جاتا ہے کہ کیا آپ کے پاس حضرت ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے کہ جب
ان پر داخل ہوئے تو سلام کے بعد ہی انھوں نے ایک گائے کے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا جیسے ارشاد ہے۔ فَرَاغَ
اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ +

حاتم جو ایک مشہور سخی گزرا ہے اس کے بچپن ہی کے وقت سے اس کے جذبہ مہمان نوازی کی کوئی حد نہ تھی اس سے یہ گوارا نہ ہوتا
کہ بلا کسی مہمان کو ساتھ ملائے ہوئے کھانا کھائے۔ ایک مرتبہ یہ شخص جنگل میں اونٹ چرا رہا تھا کھانے کے وقت اس نے کسی مہمان کی
تلاش شروع کی آخر اس کو تین سوار ملتے ہیں اور حاتم سے کھانا طلب کرتے ہیں حاتم پہلے ہی سے اس کا مشتاق تھا اس نے فوراً اونٹ
ذبح کر ڈالے اور ان کی اچھی طرح خاطر و مدارات کی اسی طرح اور بھی بہت سے واقعات ہیں اب اسلام کے بعد کے واقعات کو لیجئے خود
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ یاد کیجئے جب کہ آپ کے پاس ایک مہمان آیا ہوا تھا اور اس نے تمام کھانا بری نیت سے کھا لیا لیکن ہضم
نہ کر سکا اور رات کو تمام بستر غلیظ کر دیا صبح اٹھتے ہی وہ بدحواسی کے عالم میں بھاگ گیا لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوتی ہے
آنحضورؐ اس کے چلے جانے پر بہت افسوس کرتے ہیں اور خود اس کی نجاست اپنے دست مبارک سے صاف کرتے ہیں اور آپ کی پیشانی
مہمان کی جانب سے کوئی شکن بھی نہیں پڑتی ہے۔

ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ بھوک کی وجہ سے اپنے اپنے گھر سے نکل پڑے اور ایک
انصاری کے یہاں پہنچے جب انصاری کی عورت نے دیکھا تو کہا۔ مرحبا و اھلاً۔ اور جب انصاری نے دیکھا تو وہ فرطِ مسرت اور غایت
میں چلا اٹھتے ہیں کہ آج کوئی ایسا شخص نہیں جن کے مہمان میرے مہمانوں سے افضل ہوں۔ اس کے بعد انھوں نے کئی قسم کے کھجور پیش کئے
اور ایک بکری فوراً ذبح کر کے سب کی خاطر و تواضع کی۔

۹ واقعہ یاد کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے سپرد کسی مہمان کو کردیتے ہیں اور وہ صحابی بخوشی اس کی
ی کر لیتے ہیں لیکن جب گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ صرف بچوں کے لئے ذرا سا کھانا رکھا ہوا ہے لیکن اللہ اللہ ان میں جذبۂ
قدر بھرا ہوا تھا کہ صحابی کی عورت بچوں کو تھپکیاں دیکر سلا دیتی ہے اور جب کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو انھوں نے اپنی رفیقہ حیات
لہ چراغ گل کردینا تاکہ مہمان سمجھے کہ ہمارے میزبان بھی کھا رہے ہیں چنانچہ اسی طرح کیا گیا اور مہمان آسودہ ہوگیا اللہ اکبر!
جانتا کہ ماں کی مامتا اور باپ کی محبت اپنے لڑکوں سے کسقدر ہوتی ہے کہ وہ اس پر کسی چیز کو مقدم نہیں کرتے لیکن یہ عرب
نے کلیجہ پر پتھر رکھکر اپنے بچوں کو بھوکا رکھا لیکن مہمان کو تکلیف نہ پہنچنے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک
لن موجود تھی جسے چار آدمی اٹھا سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیدی کو ایک صحابی کے سپرد کردیا اور کہا کہ
ت سے رکھنا چنانچہ وہ گھر لیجا کر خود اور اس کی بیوی خشک کھجور کھا کر پانی پی لیتے ہیں لیکن اس مہمان قیدی کو روٹیاں
اس پر خود قیدی کو تعجب ہوا اور اس سے دریافت کیا کہ خدا کے بندے یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تو تیرے خون کا پیاسا اور تیرے
ن تیرے نبی کو نیست و نابود کرنے کا ارادہ رکھنے والا ہوں لیکن تو میری اس طرح خاطر و مدارات کرتا ہے اور خود تکلیف
اس پر صحابی نے جواب دیا کہ اگرچہ تو کافر سہی اور ہمارا دشمن سہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سپرد کیا ہے اب
ہمان ہوا اسلئے ہم پر تمہارے آرام کے وسائل بہم پہنچانے ضروری ہیں اسی طرح بہت سے واقعات ہیں جن سے عربوں کی بینظیر
نیا میں ضرب المثل بن گئی ہے۔

(از جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب عقیل مئوی خطیب جامع مسجد کوچین مناپجری)

جسکو تم سمجھے ہو "فطرت" دراصل "فطرت" نہیں + اور جو "فطرت" ہے یارو! اس کو تم سمجھے کہاں (عقیل)

ں شک نہیں کہ عقل کی مزاحمت نقل کیساتھ روز اول اور ازل ہی سے ہے لیکن کجا مخلوقات کی عقل محدود و متناہی اور کجا
کان کی حکمت لامحدود اور علم لامتناہی ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ غیر ممکن ہے کہ حکمت خداوندی کا احاطہ اس کی
قل و معلومات کر سکے، اس قادر بیچوں کے اسرار و نکات اور رموز کی تہ کو کیا مجال جو مخلوقات کی فہم و فراست پا سکے، اس
ں، اس کی صنعت اور اس کی طاقت و قدرت کا تاہ لگانا یقیناً مخلوقات کی قوتِ ادراک سے بالاتر ہے۔ اس بے عیب ذات،
صفات کے کارخانہ قدرت میں حرف گیری و انگشت نمائی کرنا بلاریب شقاوت ابدی کو مول لینا ہے کیونکہ اس کا علم قدیم و غیر
ر مخلوقات کا علم حادث و محدود ہے۔ اس کی معلومات کامل، مکمل بلکہ اکمل ہے اور اس کے مخلوقات کی معلومات ناقص

تحیر مکمل اور اسنر و اجزم ہیں؎

محیط ست علم فلک بر بسیط ✤ قیاس تو بروے نگردد محیط

بلاریب اس کے ہر حکم، ہر فرمان، ہر ارشاد اور ہر امر و نہی پر "اٰمَنَّا، صَدَّقْنَا" ہی کہنا سعادتمندی و نیک بختی اور فلاح دارین کا ذریعہ ہے۔ جس نے ایسا کیا فائز المرام، کامیاب، بختاور اور سعید و مقبول ہوا۔ اور جس نے بھی حرف گیری، نکتہ چینی، انگشت نمائی، اعتراض اور بیجا حیلہ و بہانہ کر کے اعراض کیا وہ یقیناً ناکام اور بے بہرہ . . . . . و بدنصیب ہوا۔ مثال ملاحظہ ہو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ (بقرہ رکوع ۴)

اور جبکہ کہا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا تمام فرشتوں نے مگر ابلیس نے انکار و تکبر کیا اور تھا وہ کافروں سے۔

غور کیجئے، شیطان نے مالک جل شانہ، کے ایک حکم کی نافرمانی کی جو فی نفسہ کوئی ایسی نافرمانی نہیں جو قابلِ درگذر اور لایق معافی نہ ہو۔ یقیناً مغفرت خداوندی کے سامنے یہ کوئی ایسا بڑا گناہ نہیں جس سے چشم پوشی نہ کی جاسکے، بلاشبہ اس سے بلکہ تمام گناہوں سے بڑا گناہ شرک ہے، اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ✤ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا (پ ۵ سورہ نسا رکوع ۱۸) بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخشدیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا"۔

باایں ہمہ شرک بھی توبہ سے معاف ہوسکتا ہے، ندامت و شرمندگی سے درگذر کیا جاسکتا ہے، اعتراف و انابت سے بخشائش ہوسکتی ہے۔ استغفار و عذرخواہی سے محو ہوسکتا ہے چنانچہ مالک جل شانہ، خود اعلان فرما رہا ہے۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (پ ۲۴ سورہ زمر رکوع ۶) آپ کہدیجئے کہ اے میرے وہ بندو کہ اپنے نفسوں پر زیادتی کی نہ ناامید ہو خدا کی رحمت سے بیشک اللہ معاف کرتا ہے تمام گناہوں کو یقیناً وہی معاف کرنیوالا مہربان ہے"۔ لیکن یہ شرط ہے کہ گناہ پر اصرار و ضد اور ہٹ دھرمی نہ ہو بلکہ ندامت و شرمندگی، توبہ واستغفار، انابت الی اللہ اور اعترافِ جرم و گناہ ہو، پھر تو بڑا سے بڑا گناہ حتی کہ کفر و شرک ہی کیوں نہ ہو کالعدم اور ہباءً منثورا ہوجائیگا

باز آ باز آ ہر انچہ ہستی باز آ ✤ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ ✤ ایں درگہہ ما درگہہ ناامید کا نیست ✤ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

مگر شیطان نے بجائے استغفار، اصرار و ضد اور بجائے ندامت، جسارت و دلیری کی، اور خداوند کریم کو برابر کا جواب دیا اور اتنا بڑھ چڑھ کے بات کیا کہ کوئی مہذب شخص اپنے برابر سے بھی اس قسم کی غیر مہذب اور ترکی بہ ترکی گفتگو کو یقیناً خارج از اخلاق سمجھیگا۔ چنانچہ خود قرآن کریم کا بیان ہے۔ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ (پ ۲۳ سورہ ص رکوع ۵) دریافت فرمایا باری تعالیٰ نے کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ کس چیز نے تجھکو اس کے سجدہ سے روکا، کیا تو غرور میں آگیا یا کہ تو بڑے درجے والوں میں ہے؟

(باقی آئندہ)

جمعیۃ الخطابہ کا سالانہ اجلاس

قارئین محدث اس سے نا آشنا نہیں کہ مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں تعلیم کے ساتھ ساتھ، ضرورت زمانہ کے لحاظ سے مبلغین پیدا کرنے کیلئے تقریر و خطابۃ کا بھی بہترین انتظام ہے۔ چنانچہ اساتذہ کی زیر نگرانی اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک مستقل انجمن "جمعیۃ الخطابۃ" کے نام سے قائم ہے۔ جس میں ہر پنجشنبہ کو لڑکے عربی اور اردو میں مختلف عنوانات پر تقریریں کرتے ہیں۔ اور پھر عموماً یہی تقریریں محدث کے صفحات میں شائع بھی کردی جاتی ہیں نیز اس انجمن کے ہفتہ واری اجلاس میں بھی عمدہ تقریریں کرنیوالوں کو مہتمم صاحب مدظلہ کی طرف سے انعامات دیئے جاتے ہیں۔ لیکن سالانہ اجلاس کے موقع پر تو (جو تعلیمی سال کے اخیر میں منعقد ہوتا ہے) خوب ہی نوازتے ہیں۔ چنانچہ حسب دستور سابق اس سال بھی اس انجمن کا سالانہ اجلاس حضرت مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی کی صدارت میں ۱۸ رجادی الاخری ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۶ راگست ۱۹۳۷ء یوم پنجشنبہ کو نہایت اہتمام وشان کے ساتھ منعقد ہوا۔ شائع شدہ پروگرام کے مطابق دن بھر عربی اور اردو تقریریں اس خوبی سے ہوتی رہیں کہ سننے والے وجد میں آجاتے تھے۔ مولوی محمد اکبر صاحب پرتاب گڈھی کی تقریر "جمع و ترتیب قرآن" کے الہامی ہونے کے ثبوت میں جناب صدر نے بے حد پسند کی، یہ تقریریں آئندہ محدث کے ذریعہ انشاء اللہ آپ کی خدمات میں بھی پہنچتی رہیں گی۔ دوران جلسہ میں طلبہ کی طبعزاد دلچسپ و کیف آور نظمیں تو کچھ عجیب ہی سماں پیدا کردیتی تھیں۔ اسی تقریب کے سلسلے میں مہتمم صاحب مدظلہ وعم فیضہ کی طرف سے خاص طور پر ایک شاندار اعزازی دعوت بھی ہوئی تھی۔ اور نقد انعامات تو اتنی فیاضی سے مرحمت فرمائے کہ شاید جمعیۃ کے اجلاس کے موقع پر اس سے پہلے کبھی نہ دیئے گئے ہوں گے۔ اور لطف یہ ہے کہ ابھی مدرسہ کا سالانہ امتحان اور اس کے شاندار نتیجے پر اس صاحب جود و کرم کی بیمثال بخشش و عطا کی بارش باقی ہے +

پس دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دار الحدیث رحمانیہ کے اس عالی ہمت اور بلند حوصلہ مہتمم کی قدر و منزلت عزت و شرف کو دونوں جہاں میں قابل صد رشک رفعت عطا فرمائے۔ اور ان کے اس بے نظیر جذبۂ خدمت دینی کو مستحکم کرتے ہوئے مزید خدمات کی توفیق بخشے۔ اور اس گلشن علم و ہدایت، نقارۂ کتاب وسنت (رحمانیہ) کے ان فیوض و برکات کو قائم و دائم رکھے جن سے اس (اللہ) کی وحدت و رحمت کی خوشبوئیں پھیلتی، اور عظمت و جلال کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) محمد اکبر پرتاب گڈھی متعلم جماعت چہارم (تقریر و تحریر اردو) ۶؍ر
(۲) عبید الرحمٰن مبارکپوری " " ہشتم (" " نظم اردو) ۵؍ر
(۳) ابو محمد خاں بستوی " " " (تقریر و تحریر اردو) ۵؍ر
(۴) محمد علی بنگالی متعلم جماعت ہشتم (تقریر و تحریر عربی) للعہ؍ر
(۵) محبوب الرحمٰن ڈھاکوی " " ششم (" " ") للعہ؍ر
(۶) عبد القیوم بستوی " " چہارم (" " اردو) للعہ؍ر

(۷) سعدیمانی بنگالی متعلم جماعت ہشتم (تقریر و تحریر عربی) سے ر
(۸) عبدالغنی امرتسری " " پنجم (" " عربی) سے ر
(۹) اقبال احمد گونڈوی " " پنجم (تقریر و تحریر و نظم اردو) سے ر
(۱۰) ضیاء الدین الٰہ آبادی " " چہارم (" " ") سے ر
(۱۱) عطاء اللہ بنگالی متعلم " " (تقریر و تحریر اردو) سے ر
(۱۲) امام الدین مظفر نگری " " پنجم (" " ") ۸/عہ ر
(۱۳) الطاف الرحمٰن بستوی " " ہفتم (تقریر عربی) عہ ر
(۱۴) عبدالشکور بسکوہری متعلم جماعت ششم (تقریر و تحریر اردو) عہ ر
(۱۵) محمد ادریس اعظمی " " " (تحریر و نظم اردو) عہ ر
(۱۶) عبدالعزیز پنجابی " " سوم (تقریر و تحریر اردو) عہ ر
(۱۷) عبدالحمید بستوی " " چہارم (تحریر اردو) عہ ر
(۱۸) عبدالعزیز بسکوہری " " " (" ") عہ ر
(۱۹) حافظ عبدالخالق جیپوری " " " (تقریر اردو) عہ ر
میزان کل ۵۵ ۸/

شانِ خطابتہ

جمعیتہ الخطابتہ مدرسہ رحمانیہ دہلی کے سالانہ اجلاس میں پڑھکر سُنائی گئی۔

موجۂ عشرت و نشاط بہر جہاں لئے ہوئے — جوشش فرحت و طرب بہر زماں لئے ہوئے
آئی بہار کیف زا بوئے جناں لئے ہوئے — ساتھ سرور و عیش کا سیلِ رواں لئے ہوئے
کیفِ مئے نشاط کا سارا سماں لئے ہوئے — گرم ہے مجلسِ ادب راحتِ جاں لئے ہوئے
بادِ صبا سے صبحدم سُن کے نویدِ جانفزا — نغمہ سرا ہیں بلبلیں کیفِ نہاں لئے ہوئے
مست مئے کلام ہیں اہلِ کمال بزم میں — بادہ فشاں ہے ہر خطیب جوشِ بیاں لئے ہوئے
سُنکے جسے ہوئی ہے گنگ اہلِ زباں کی بھی زباں — گرم کلام ہیں خطیب ایسا بیاں لئے ہوئے
آئے الٰہی پے بہ پے دورِ بہار اس جگہ — بیٹھی رہے الگ اثرا اپنا خزاں لئے ہوئے
حاسدِ تیرہ بخت کی دور رہے نگاہِ بد — پھولے پھلے یہ گلستاں رنگِ جناں لئے ہوئے

طالبِ خستہ کی دعا ہے یہ خدائے پاک سے
بزم رہے فروغ پر عزت و شاں لئے ہوئے

(عبید الرحمٰن طالب مبارکپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

روح اخبار

... کی اطلاع مظہر ہے کہ یہاں جس وقت آتشبازی بنائی جارہی تھی تو اس دوران میں ایک دھماکہ ہوا جس سے ایک ۱۴ سالہ لڑکا ہلاک ہوگیا اور ایک شخص اور اس کی بیوی کو شدید چوٹ آئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نوجوان کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور وہ ہسپتال جاکر مرگیا۔ جن لوگوں کے چوٹ آئی ہے ان کی حالت بھی نازک بتائی جاتی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ آتشبازی شب برات کے سلسلہ میں بنائی جارہی تھی۔ (تیج)

— ہندوستان کی آبادی کثرت کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلے چار سو سال میں ہندوستان کی آبادی تقریباً چار گنا زیادہ بڑھ گئی ہے۔ سنہ ۱۶۵۰ء میں ۱۰ کروڑ۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں ۱۵ کروڑ۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں ۳۵ کروڑ۔ سنہ ۱۹۳۷ء میں ۳۸ کروڑ۔ ڈاکٹر رادھا کمد مکرجی کی رائے میں سنہ ۱۹۵۰ء تک ہندوستان کی آبادی ۴۵ کروڑ تک پہنچ جائیگی۔ (وطن)

— لاہور میں وائسرائے ہند کا دربار ۲۲ راکتوبر ۱۹۳۷ء کو منعقد ہوگا۔ (وطن)

— عساکر ترکیہ کی سالانہ مصنوعی جنگوں کے اختتام پر انگورہ میں ایک زبردست حربی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں یوگوسلاویہ، رومانیہ، عراق۔ ایران۔ افغانستان کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس کے انعقاد کو اطالیہ اور جرمنی کے سیاسی حلقوں میں زبردست اہمیت دی جارہی ہے۔ یونانی وزیر خارجہ نے ایک بیان میں کہا "اس کانفرنس کے انعقاد سے کسی ملک کو ڈرنا نہ چاہیئے" انگورہ کی حربی کانفرنس مشرق و مغرب کے حربی اتحاد کا پیش خیمہ ہے۔ اس کانفرنس میں قیام امن کی تجاویز پر غور کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اس عقدہ کا حل بھی تلاش کیا جائے گا کہ جنگ عالمگیر کی صورت میں متذکرہ بالا ممالک کو اپنی بقا کیلئے کون سے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں اور مشترکہ مفاد کی حفاظت کیلئے کن تجاویز پر عمل کرنا چاہیئے۔ (احسان)

— مکہ معظمہ۔ ہوائی جہازوں کا موجودہ مستقر ناکافی ہے۔ اس لئے حکومت نے نیا مستقر بنانے کا ارادہ کرلیا۔ ہوائی جہازوں کی کھلی چھاؤنی ۱۵۰ میٹر کی لمبائی اور ایک سو تیس میٹر کی چوڑائی میں بنائی جائے گی۔ اس چھاؤنی میں وطنی طیارات کے علاوہ باہر سے آنیوالے ہوائی جہازوں کیلئے بھی کافی گنجائش ہوگی۔ (ملت)

— ترکی میں جنگی جہازوں کی تیاری کا ایک نیا کارخانہ قائم کیا گیا ہے۔ جو جدید صنعتی آلات اور اعلیٰ قسم کی مشینوں سے لبریز ہے۔ اس کا افتتاح جرمنی انجینروں کی موجودگی میں ہوگا اور سب سے پہلے دو آبدوز کشتیاں تیار کی جائیں گی۔ اس کے علاوہ اور کارخانوں میں بھی جنگی جہازوں کی تعمیر جاری ہے۔ (ملت)

— سندھ میں ایک مقام لواری ہے جہاں ایک عجیب غریب پیر نے جنم لیا ہے۔ اخبارات کی مسلسل اطلاعات کے بموجب ان حضرت نے لواری کو کعبۃ اللہ قرار دیکر اپنے بے علم مریدوں کو اسکا حج کرنیکا حکم دیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ امسال ۲۰ ہزار جہلاء نے اس کعبہ کا حج کیا انا للہ وانا الیہ راجعون (خادم کعبہ)

نائب شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

نومبر ۱۹۳۷ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا

رسالہ

محدث دہلی

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

چار آنہ میں سال بھر مفت

چار آنہ 4

مدیر مسئول

نذیر احمد املوی رحمانی

نائب مدیر

عبید اللہ مبارکپوری رحمانی

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۸ر بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہوں گے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنیپر واپس کئے جاسکتے ہیں

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۵ | ماہ نومبر ۱۹۳۷ء مطابق ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ | نمبر ۷

رمضان مبارک کے فضائل و احکام

(از مولانا عبید اللہ صاحب)

روزے کی فرضیت پر عقلی دلائل اور فلسفیانہ حکمت و مصلحت سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے وہ فضائل اور منافع، احکام اور مسائل مختصر طور پر آپ کے سامنے ذکر کردیں جو صحیح احادیث اور مستند آثار و اقوال سے ثابت ہیں +

(۱) اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ و غلقت ابواب جہنم و سلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ (صحیحین) جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے کہ بہشت کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردیے جاتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق رحمت کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں۔

علما نے لکھا ہے کہ جنت یا آسمان یا رحمت کے دروازوں کا کھولنا اور اسی طرح دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا شیاطین کا زنجیروں میں جکڑ دیا جانا حقیقت ہے مجاز اور کنایہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بعض علما نے مجاز پر محمول کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آسمان کے دروازوں کا کھولنا نزول رحمت سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازوں کے کھولنے سے اچھے اور نیک کاموں کی توفیق دینی مراد ہے اور دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا کنایہ ہے روزہ داروں کا نفسانی خواہشوں کے دبانے کے باعث معاصی اور طغیانی سے خلاصی پانے سے اسی کو شاہ صاحب نے حجۃ اللہ میں زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا

روزہ رکھنا راتوں میں قیام کرنا اور شیفتگان سنت نبویہ کا انوار الٰہی میں غوطہ زن ہونا اور ان کی دعاؤں کا اثر دوسروں تک پہنچنا ان کے نور کا پرتو دوسرے مسلمانوں پر پڑنا ان کی برکتوں سے تمام مسلمانوں کا مستفیض ہونا اور ہر مسلمان کا حسب توفیق واستعداد نیک اور اچھے عمل کرنا اور ہلاکت وتباہی میں ڈالنے والی برائیوں سے بچنا گویا ان پر جنت کے دروازوں کا کھولدینا اور دوزخ کے دروازوں کا بند کردینا ہے کیونکہ یہی چیزیں دوزخ سے بچاکر جنت میں لیجانے والی ہیں۔ اسی طرح جب قوت بہیمیہ دبادی گئی اور اس کا اثر اور عمل ظاہر نہیں ہوا اور تمام مسلمان اچھے کاموں میں مشغول ہوگئے اور قوت ملکیہ کے آثار واعمال کا ظہور ہوا تو سمجھنا چاہیئے کہ برائیوں پر برانگیختہ کرنیوالے نیک کاموں سے باز رکھنے والے شیاطین قید کردیئے گئے +

(۲) من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اجر وثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔" ہر چھوٹے بڑے شرعی کام اور عبادت کی صحت اور مقبولیت کے لئے نیت اخلاص شرط ہے اسی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے +

(۳) کل عمل ابن ادم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک والصیام جنۃ الحدیث۔ انسان کے ہر نیک عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے اور یہ ثواب سات سو گنا تک بھی بڑھا دیا جاتا ہے اللہ فرماتا ہے روزے کا حکم ثواب کے بارے میں جداگانہ ہے اس کا اجر وثواب بے شمار ہے وہ میرے ہی لئے روزہ رکھتا ہے میں ہی اس کا بدلہ دونگا وہ محض میری خاطر اپنی خواہش کی چیزوں اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے روزہ دار کو دو خوشی ہے ایک طبعی افطار کے وقت دوسری خوشی جب اس کو خدا کا دیدار حاصل ہوگا۔ اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی بڑھکر ہے اور روزہ برے کاموں اور عذاب الٰہی سے بچاؤ اور ڈھال ہے +

افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو اس بابرکت اور مقدس مہینہ کو لہو ولعب فسق وفجور عصیان وطغیان برائی اور بیحیائی غفلت اور بے پروائی میں گذار دیتے ہیں اور اس مبارک مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کو ڈھونڈھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کتنے مسلمان ہیں جو روزہ نہیں رکھتے اور اس سے بچنے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور بہانے ڈھونڈتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رمضان کا مہینہ دور کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کیلئے مخصوص کرلیتے ہیں اور رمضان میں مسافر بنکر سارا مہینہ اسی سفر میں بغیر روزہ کے گذار دیتے ہیں اگر کوئی پوچھ بیٹھتا ہے تو سفر کا عذر پیش کردیتے ہیں دنیا میں انسانوں کو دھوکا دینے کے لئے بیماری اور سفر کے بہانے کام آجائیں گے مگر خالق عالم ظاہر اور باطن دل اور زبان کی حالتوں سے آگاہ ہے اس کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ بڑے بڑے شہروں میں جہاں مختلف قسم کے کارخانے اور ملیں ہیں اور کالجوں یونیورسٹیوں میں ہزاروں نوجوان ایسے ملیں گے جو روزے نہیں رکھتے اور روزے رکھنے والوں کے ساتھ تمسخر اور مخول کرتے ہیں ایک وہ لوگ بھی تھے کہ سفر میں جہاد کے موقع پر آنحضور کے افطار کردینے اور افطار کی رخصت واجازت ملنے کے بعد بھی روزہ چھوڑنے میں تردد کرتے تھے۔ اسلامی شعائر اور دینی فرائض

محبت وشیفتگی اور بعد ونفرت کے دونوں دور پر نظر ڈالئے کس قدر عبرت خیز ہے انہی فرائض وواجبات کی محبت واتباع نے ان کو بام عروج تک پہنچایا اور آج ان کی تعمیل کو تضیع اوقات اور تکلیف مالایطاق سمجھکر ترقی سے مانع سمجھا جاتا ہے لیکن باوجود چھوڑ دینے کے اسی ذلت اور پستی غلامی وعبودیت میں گھرے ہوئے ہیں بلکہ بدترین۔ اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل انسان بنے ہوئے ہیں۔ اللھم ارحم وتب علینا انك انت التواب الرحیم ؂

مشکوک دن میں روزے کا حکم۔ شعبان کی تیسویں رات کو غبار یا بادل کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے تو وہ رات شعبان کی ہوگی اور اس سے اگلا دن شعبان کا سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا فرمایا فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین (صحیحین) پس غبار یا ابر کی وجہ سے چاند نہ دیکھنے کی صورت میں یہ خیال کرکے روزہ رکھنا کہ اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا ورنہ نفل ہوگا غلط اور باطل ہے۔ عمار بن یاسرؓ صحابی فرماتے ہیں جس نے شک کے دن میں روزہ رکھا اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (ابوداؤد نسائی ترمذی ابن ماجہ) حاصل یہ ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ مشکوک ہو تو اس میں روزہ نہ رکھا جائے اور اس کو رمضان میں نہ شمار کیا جائے۔ چاند کو چھوٹا بڑا دیکھکر بھی شک نہیں کرنا چاہئے بلکہ جس روز چاند دیکھا گیا ہے اسی دن کا سمجھنا چاہئے اسی طرح رمضان کے استقبال میں چاند دیکھنے سے پہلے ایک یا دو روزے رکھنا ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ہاں اگر کسی اور دنوں میں نفلی روزہ رکھنے کی عادت تھی اتفاقاً نہ رکھ سکا یا کسی شخص کی ہر آخر ماہ میں نفلی روزے رکھنے کی عادت ہے تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ وہ آخری تاریخوں میں روزے رکھ لے ؂

روزہ کی نیت کا حکم۔ ہر عبادت کی صحت کیلئے نیت شرعی شرط ہے پس روزہ کی صحت بھی نیت شرعی کے ساتھ مشروط ہے خواہ روزہ نفلی ہو یا فرضی رمضان کا ہو یا نذر کا ادا ہو یا قضا۔ اور نفلی روزہ کے علاوہ ہر قسم کے روزے کیلئے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے نیت کر لینا ضروری ہے بخلاف نفلی روزے کے کہ اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی نیت کر لی تو روزہ صحیح ہو جائیگا۔ والیہ ذھب الشافعی واحمد واسحاق وھو الراجح عند شیخنا کما صرح بہ فی شرح الترمذی من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له۔ (ترمذی وغیرہ) جس نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے صحیح اور راجح اس حدیث کا مرفوع ہونا ہے کما حققہ الشوکانی فی النیل وابن حزم فی المحلی یہ حدیث فرض اور نفل ہر قسم کے روزوں کو شامل ہے مگر نفلی روزہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یاتینی ویقول عندك غداء فاقول لا فیقول انی صائم و فی روایۃ انی اذا الصائم۔ یعنی حضرت میرے پاس آتے اور پوچھتے کیا صبح کا کھانا ہے؟ میں عرض کرتی نہیں آپ فرماتے میں روزہ رکھونگا۔

واما ما روی عن سلمۃ بن الاکوع ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم امر رجلا من اسلم ان اذن فی الناس اذ فرض صوم عاشوراء الا کل من اکل فلیمسك ومن لم یاکل فلیصم اخرجه البخاری وغیرہ فاجیب عنه بانه انما صحت النیۃ

فی النہار لان الظاہر ان صوم عاشوراء نزلت فرضیتہ فی النہار فصار الرجوع الی اللیل غیر مقدور والنزاع فیما کان مقدورا فیخص الجواز بمثل ہذہ الصورۃ اعنی من ظہر لہ وجوب الصیام علیہ من النہار فتامل۔ ہر روزہ کے لئے نیت ضروری ہے صرف پہلی رات کی نیت تمام روزوں کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ اور نیت زبان سے لفظوں میں کہنے کی ضرورت نہیں ہے دل میں نیت کرلینا کافی ہے +

سحری کھانے کی فضیلت . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسحروا فان فی السحور برکۃ (صحیحین) سحری کھایا کرو۔ سحری کھانے میں برکت ہے دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر (مسلم) ہمارے روزہ اور اہل کتاب (عیسائی یہودی) کے روزہ کے درمیان فرق کرنیوالی چیز سحری کھانا ہے یعنی وہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ سحری کھانے کی فضیلت میں اور حدیثیں بھی آئی ہیں ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کھانا باعث خیر و برکت ہے اس میں کیا شک ہے کہ سحری کھانے والے کو بہ نسبت سحری نہ کھانے والے کے بھوک اور پیاس کی تکلیف کم محسوس ہوتی ہے وہ زیادہ کمزور اور پریشان نہیں ہوتا۔ ذکر الٰہی تلاوت قرآن اور نماز وغیرہ میں چست رہتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے روزہ اور یہودیوں عیسائیوں کے روزہ کے درمیان ما بہ الامتیاز چیز سحری ہے۔ اس لئے سحری چھوڑنی نہیں چاہئے۔ کچھ نہیں تو ایک کھجور اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی ہی سحری کے وقت پی لینا چاہئے +

سحری دیر کرکے کھانے کی مسنونیت اور فضیلت آجکل عام طور پر لوگ اس ڈر سے کہ آخر شب میں بیدار نہ ہوسکیں گے اور اس صورت میں سارے گھر والے بغیر سحری روزہ رکھیں گے ایک یا دو بجے شب میں ہی سحری کھا لیا کرتے ہیں یا نصف رات کو سحری کا وقت سمجھکر بھی بعض لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور جب مختلف غذاؤں سے اچھی طرح شکم پُر کرلیتے ہیں اور پان وغیرہ سے فارغ ہوکر سوتے ہیں تو کھانے کے نشہ میں خوب گہری اور زبردست نیند آنے کے باعث فجر کی نماز اول وقت غلس میں تو ادا کرنا درکنار آخر وقت میں بھی نہیں پڑھ سکتے کیونکہ آفتاب طلوع ہونے کے قریب بیدار ہوتے ہیں بلکہ اگر جھنجھوڑکر نہ جگایا جائے تو ۸۔۹ بجے تک سوتے رہیں گے غرض یہ ہے کہ وہ ایسا کرنے کی صورت میں دوہرے نقصان اور خسارے میں مبتلا ہوجاتے ہیں فجر کی نماز یا تو قضا ہوجاتی ہے یا مکروہ وقت میں ادا کرتے ہیں اور سحری کا مسنون طریقہ اور وقت چھوڑ دیتے ہیں۔ سحری کا مسنون وقت اور طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے صبح کاذب میں یا صبح کاذب سے کچھ پہلے کھانا چاہئے حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلوٰۃ قال کم کان قدر ذلک قال قدر خمسین آیۃ (ترمذی) یعنی آپ کی سحری اور فجر کی نماز کے درمیان فاصلہ پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر ہوتا تھا۔

کس قدر افسوس ہے کہ جو لوگ اس سنت پر عمل کرتے ہیں یعنی سحری دیر کرکے کھاتے ہیں ان سے مذاق کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ سحری دن میں کھاتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہاں سحری آخر شب میں کھانے والوں کو خیال رکھنا چاہئے کہ چائے اور پان تمباکو میں مشغول رہ کر اس طرح بے خبر نہ ہوجائیں کہ صبح صادق طلوع ہوگئی ہو اور وہ ابتک اسی شغل میں منہمک ہوں۔

روزہ وقت ہوتے ہی فوراً افطار کر دینا چاہیئے۔ جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق سے سیاہی نمودار ہو جائے روزہ افطار کر دینا چاہیئے اور بلا وجہ شک میں پڑ کر دیر نہیں کرنی چاہیئے روزہ افطار کرنے کا یہی وقت ہے۔ اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النہار من ھھنا وغابت الشمس فقد افطر الصائم (صحیحین) جب رات سامنے آئے (مشرق سے سیاہی نمودار ہو جائے) اور دن پیٹھ پھیرلے اور آفتاب غروب ہو جائے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آگیا اب بلا تاخیر روزہ افطار کر دینا چاہیئے) لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (صحیحین) لوگ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی میں رہیں گے۔ حدیث قدسی میں ہے احب عبادی الی اعجلھم فطرا۔ سب بندوں سے پیارا مجھکو وہ بندہ ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے یعنی آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر ڈالتا ہے اور دیر نہیں کرتا۔ جلدی کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے یا اس کے غروب ہونے میں شک اور تردد ہونیکے باوجود روزہ افطار کر دیا جائے غرض یہ ہے کہ افراط و تفریط سے بچنا چاہیئے +

روزہ افطار کرنے کی دعا۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد) اے خدا تیرے ہی لئے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے سے افطار کیا۔ دوسری دعا۔ ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ (ابوداؤد) پیاس جاتی رہی رگیں تر ہو گئیں اور ثواب لازم و ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا۔

روزہ کس چیز سے افطار کرنا چاہیئے۔ تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرنا افضل ہے اگر تر و تازہ نہ ملیں تو خشک کھجوروں سے افطار کیا جائے یہ بھی نہ میسر ہو تو پانی سے افطار کیا جائے۔ عن انس کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات فان لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء (ترمذی ابوداؤد) آنحضورؐ نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے اگر تازہ نہ ملیں تو خشک سے افطار کرتے اگر خشک بھی نہ میسر ہوئیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

سلمان بن عامر صحابی فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی افطاری کے متعلق ارشاد فرمایا اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانہ طھور (احمد ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ) جب کوئی روزہ افطار کرنا چاہے تو کھجور سے افطار کرے کہ وہ باعث نفع و برکت ہے اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کہ وہ طاہر اور مطہر ہے۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب کسی دوسرے روزہ دار کا روزہ کھلوانا بڑے ثواب کا کام ہے پس دوست و احباب خویش و اقارب کے روزہ افطار کرانے کے ساتھ فقراء مساکین اور بیوہ عورتوں کے یہاں و نیز مساجد میں افطاری بھیجکر ثواب اخروی حاصل کرنے میں سبقت کرنی چاہیئے آنحضور فرماتے ہیں من فطر صائما او جھز غازیا فلہ اجر مثلہ (بیہقی) جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملیگا۔ ایک لمبی حدیث میں ہے من فطر صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبتہ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینتقص من اجرہ شئ قلنا یارسول اللہ لیس کلنا نجد ما نفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علی مذقۃ لبن او تمرۃ او شربۃ من ماء ومن اشبع صائما سقاہ اللہ من حوضی شربۃ لا یظما حتی یدخل الجنۃ الحدیث (بیہقی) جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اس کے

گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ دوزخ سے آزاد ہو جائے گا اور اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملیگا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی واقع ہو صحابہؓ نے عرض کیا ہم میں کا ہر شخص ایسا نہیں ہے جو روزہ افطار کرا سکے آپ نے فرمایا یہ اجر اللہ پاک ہر اس شخص کو دیگا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرا دے اور جس کسی نے کسی روزہ دار کو خوب آسودہ اور سیر کر دیا اللہ پاک اس کو میرے حوض کوثر سے اتنا پلائے گا کہ وہ پیاسا نہیں ہوگا یہانتک کہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔

روزہ میں کون سے امور جائز ہیں اور کن امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تر یا خشک مسواک دن کے کسی حصہ میں بھی کرنا۔ سرمہ لگانا اور آنکھ میں دوا ڈالنی۔ سر یا بدن میں تیل ملنا۔ خوشبو لگانا۔ سر پر کپڑا اتر کر کے رکھنا۔ فصد لینا پچھنا لگوانا بشرطیکہ کمزوری کا خوف نہ ہو۔ انجکشن کرانا۔ ضرورت کے وقت ہنڈیا کا نمک چکھ کر فوراً تھوک دینا اور کلی کر لینا۔ صبح صادق کے بعد جنابت کا غسل کرنا۔ مرد کا بیوی سے صرف بوس و کنار ہونا بشرطیکہ اپنے کو قابو میں رکھ سکتا ہو اور جماع واقع ہو جانے کا خوف نہ ہو۔ دن میں احتلام ہو جانا۔ عورت کو دیکھکر انزال ہو جانا۔ خود بخود قے آجانا خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔

تالاب وغیرہ میں غسل کرنا بشرطیکہ غوطہ لگانے کی صورت میں ناک یا منہ کے ذریعہ حلق کے اندر پانی نہ جائے۔ ناک میں پانی ڈالنا بغیر مبالغہ کے۔ ناک کے رینٹھ کا اندر ہی اندر حلق کے راستہ اندر چلا جانا۔ کلی کرنا بشرطیکہ مبالغہ نہ کرے۔ کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی تری کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا۔ مکھی کا حلق میں چلا جانا۔ استنشاق بلا مبالغہ کی صورت میں بغیر قصد و ارادہ پانی کا ناک سے حلق کے اندر اتر جانا۔ منہ میں جمع شدہ تھوک کو پی جانا مگر ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ مسوڑھے کے خون کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا۔ کلی کرتے وقت بلا قصد و ارادہ پانی کا حلق میں اتر جانا۔ ذکر میں پچکاری کے ذریعہ دوا وغیرہ داخل کرنا۔ عورت سے بوس و کنار کی صورت میں انزال ہو جانا۔ بھول کر کھا پی لینا اور بیوی سے صحبت کر لینا۔

(۱) من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ (صحیحین) جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کر لے اللہ نے اس کو کھلایا پلایا ہے یعنی بھولکر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ اس کی قضا دینی ہوگی۔

(۲) من افطر فی شھر رمضان ناسیا فلا قضاء علیہ ولا کفارۃ (ابن خزیمہ حاکم ابن حبان) جس نے رمضان کے مہینہ میں بھولکر افطار کر دیا اس کے ذمہ نہ قضا ہے نہ کفارہ مگر بھولکر جماع یا کھانے کی صورت میں جب یاد آجائے فوراً چھوڑ دینا چاہئے۔ غبار دھوئیں یا آٹے کا اڑ کر حلق کے اندر چلا جانا۔ مونچھوں میں تیل لگانا۔ کان میں پانی ڈالنا اور سلائی داخل کرنا۔ دانت میں اٹکے ہوئے گوشت یا کھانے کا جو محسوس نہ ہو اور منتشر ہو کر رہجائے حلق کے اندر چلا جانا۔

روزہ جن امور سے ٹوٹ جاتا ہے۔ دانستہ قصداً کھانا پینا خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ دانستہ جماع کرنا۔ قصداً قے کرنا تھوڑی ہو یا زیادہ۔ حقہ بیڑی سگریٹ پینا۔ پان کھانا۔ مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی یا دوا چڑھانا یہانتک کہ حلق کے نیچے اتر جائے۔ کھانا پینا یا جماع کرنا رات سمجھکر یا یہ خیال کر کے کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔ منہ کے علاوہ کسی زخم کے راستے نلکی کے ذریعہ غذا یا دوا پہنچانی۔ حقنہ کرنا۔

بیمار۔ مسافر۔ حاملہ۔ مرضعہ کیلئے شرعی رخصت۔ اگر مسافر۔ بیمار۔ حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہو اور دودھ پلانے والی عورت کے دودھ خشک ہونے کا خوف ہو توان لوگوں کے لئے شریعت کی طرف سے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں بلکہ مسافر کیلئے اس صورت میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ بیمار اور مسافر کیلئے رخصت ہے کہ روزے نہ رکھیں لیکن اس کے بعد ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہوگی۔ ان الله وضع عن المسافر شطر الصلوٰة والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ) اللہ نے مسافر کو قصر کی اجازت دی ہے اور مسافر حاملہ مرضعہ کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دیدی ہے۔

اگر سفر میں تکلیف نہ ہو اور بیماری۔ حمل۔ دودھ پلانے کی حالتوں میں روزہ رکھنے سے ضرر اور مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ اور جس طرح مسافر یا بیمار کو قضا دینی ہوتی ہے اسی طرح حاملہ کو وضع حمل کے بعد جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور مرضعہ کو جب دودھ خشک ہونے کا خوف جاتا رہے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی چاہیئے۔ قال شیخنا رحمہ اللہ فی شرح الترمذی الظاھر انھما (الحامل والمرضعۃ) فی حکم المریض فیلزمھما القضاء (انتہی)

بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کیلئے شرعی رخصت وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں یا روزہ رکھنے کی صورت میں انتہائی کمزوری ہو جانے کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو تو ان کیلئے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ آیت۔ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ھی للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ لا یستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا (بخاری)۔

روزے کا ثمرہ اور مقصد۔ یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ مسلمانو! جس طرح تم سے پہلی قوموں پر روزے فرض کئے گئے تھے اسی طرح تم پر فرض کئے گئے۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون ۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی دلیل ہے پس جو اس مہینہ میں زندہ رہے وہ روزے رکھے جو بیمار یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے اور دنوں میں روزے رکھے خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور تاکہ تم خدا کی ہدایت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر ادا کرو۔

قرآن پاک نے روزہ کے حکم کے موقعہ پر ہم کو روزے کے تین نتیجے بتلائے ہیں۔ اتقاء۔ تکبیر۔ شکر۔ انسانی کاموں کا حقیقی وجود ان کے نتیجوں اور ثمروں کا وجود ہے اگر نتیجہ اور ثمرہ ظاہر نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کام بھی نہیں ہوا اگر بیمار کو حکیم نے

وادی لیکن جس فائدہ کیلئے دی تھی وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیئے کہ حکیم نے دوا نہیں دی اور نہ بیمار نے دوا استعمال کی۔ اسی طرح روزہ کو ہمارا روحانی علاج سمجھنا چاہیئے پس اگر روزہ سے روحانی شفا یعنی تقویٰ تسبیح و تقدیس تکبیر و تہلیل حمد و ثنا وغیرہ نہ حاصل ہو تو حقیقت میں وہ روزہ نہیں ہے بلکہ فاقہ ہے اور ایسا روزہ دار فاقہ کش ہے جس کو بھوک پیاس کی تکلیف کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ خدا کے نزدیک ایسے روزہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کم من صائم لیس من صیامہ الا الظمأ وکم من قائم لیس من قیامہ الا السھر (دارمی) کتنے روزے دار ہیں جن کو بجز تشنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گزار ہیں جن کے تہجد سے بجز بیداری کچھ فائدہ نہیں +

روزے کا پہلا ثمرہ اتقا بتایا گیا ہے جس کے معنی اصطلاح شرع میں ہر قسم کی جسمانی نفسانی دنیاوی لذائذ اور خواہشات سے جسم اور روح کو محفوظ رکھنے کے ہیں اور یہی روزہ کی حقیقت ہے جس کے ساتھ تکبیر۔ حمد و ثنا بھی ہونا چاہیئے ہم خیال کرتے ہیں کہ گناہ کے ارتکاب نفسانی خواہش کی پیروی۔ عصیان وطغیان سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یاد رکھنا چاہیئے دل اور روح کا روزہ ضرور ٹوٹ جاتا ہے اور جب روح وقلب کا روزہ نہیں باقی رہا تو محض جسم کا روزہ بے سود اور غیر مفید ہے۔ الصائم فی عبادۃ من حین یصبح الی ان یمسی مالم یغتب فاذا اغتاب خرق صومہ (دیلمی) روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں رہتا ہے جب تک کسی کی غیبت نہ کرے جب وہ غیبت کرتا ہے تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے برے اور بیہودہ کام لغو باتیں سرکشی نفس روزہ کے منافی نہیں ہیں لیکن یہ خیال جھوٹا اور غلط ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لیس الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث (حاکم بیہقی) روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت میں برے اور لغو کام سے بچنے کا نام ہے۔

ہمارے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹی باتوں برے عملوں کو روزہ کی صحت کیلئے مضر نہیں خیال کرتے حالانکہ آنحضرت فرماتے ہیں من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ (بخاری وغیرہ) جو شخص روزے کی حالت میں بھی کذب و زور اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ اس کیلئے روزہ دار اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ روزہ دار حقیقت میں نیکی اور بھلائی کا مجسمہ ہوتا ہے نہ تو وہ کسی کی غیبت کرتا ہے نہ لغو بیہودہ عمل کرتا ہے نہ کذب و زور اور جہالت کے کاموں میں اپنے کو ملوث کرتا ہے نہ نفسانی خواہش کی اتباع کرتا ہے بلکہ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتا ہے۔ اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرؤ صائم (بخاری وغیرہ) تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بدگوئی کرے نہ شور و غل کرے اگر کوئی اس کو برا کہے یا اس سے آمادہ پیکار ہو تو کہدے میں روزے سے ہوں۔

ماہ رمضان میں نیک کاموں کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے

من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ۔ جس شخص نے رمضان میں ایک

نیک نفلی کام کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی چاہی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ماسوا رمضان میں ستر فریضے ادا کئے۔

معلوم ہوا کہ اس مقدس اور بابرکت مہینے میں ہر ایک نیک اور اچھے کام کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے خواہ نفلی ہو یا فرض پس قرآن کی تلاوت تسبیح و تقدیس تکبیر و تہلیل حمد و شکر تراویح اور دوسرے نیک کاموں میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ اس مبارک مہینے میں دل کھولکر صدقات خیرات کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت تیز و تند ہوا سے بھی زیادہ ہو جا کرتی تھی اسی لئے آپ نے اس مہینہ کو شہر المواساۃ (ایک دوسرے کی غمخواری اور مدد کرنے کا مہینہ) بتایا ہے۔ ہمارا سالانہ فرض دو ہے۔ ایک جسمانی اور ایک مالی۔ فریضہ مالی (زکوٰۃ) اگرچہ کسی وقت کے ساتھ محدود اور مخصوص نہیں ہے مگر جب رمضان میں ایک فرض کی ادائے گی سے ستر فریضہ کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے تو ادائیگی زکوٰۃ (فریضہ مالی) کے لئے رمضان سے بڑھکر دوسرا کونسا وقت ہوگا۔

تراویح یا تہجد یا قیام رمضان۔ تراویح تہجد قیام رمضان تینوں ایک چیز ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابوذرؓ والی لمبی حدیث اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے آنحضورؐ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے آپ نے آخر دہے کی تین راتوں میں ہمارے ساتھ (تراویح کی) نماز (قیام لیل) اس طرح پڑھائی پہلی رات میں اول شب میں ادا کی یہانتک کہ تہائی رات گذر گئی اور دوسری رات میں نصف شب تک پڑھائی ہم نے بقیہ نصف شب میں بھی پڑھنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قیام کیا اس نے پوری شب کا قیام کیا تیسری رات میں آپ نے آخر شب میں گھر والوں کو جمع کیا اور سب کے ساتھ نماز (تراویح) پڑھی۔ یہانتک کہ ہم کو ڈر ہوا کہ سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے تراویح کو رات کے تینوں حصوں میں ادا فرمایا ہے اور اس کا وقت عشاء کے بعد سے آخر رات تک اپنے عمل کے ذریعہ بتا دیا اب تہجد کیلئے کونسا وقت باقی رہا۔ پس تراویح اور تہجد کے ایک ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ العرف الشذی میں ہے لا مناص من ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیۃ ولم یثبت فی روایۃ من الروایات انہ علیہ السلام صلی التراویح والتہجد علیحدۃ فی رمضان الخ یعنی اس بات کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح آٹھ رکعت تھی اور کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضورؐ نے نماز تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھا۔ تراویح یا تہجد کا جماعت کے ساتھ یا تنہا مسجد میں یا گھر میں آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون۔ تراویح آخر رات میں پڑھنا جس میں تم سو جاتے ہو اول رات میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کی جائے ورنہ اکثر لوگ اس سے غافل ہو کر چھوڑ بیٹھیں گے اور کبھی پورے قرآن کی تلاوت تو در کنار اس کا سماع بھی نصیب نہیں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تراویح باجماعت مسجد میں اول شب میں ہوا کرتی

[...]ھتی اور آپ نے بھی تین راتوں میں سے پہلی رات میں اول شب میں ادا فرمائی تھی۔

تعداد رکعات تراویح - تراویح کے بارے میں سلف کے مختلف اقوال ہیں۔ چالیس[٤٠] - چھتیس[٣٦] - چونتیس[٣٤] - اٹھائیس[٢٨] [...]چوبیس[٢٤] - اڑتیس[٣٨] - بیس[٢٠] - آٹھ - ان اقوال کو عینی وغیرہ نے بالتفصیل ذکر کیا ہے - ان مختلف اقوال سے اس دعوٰی کی حقیقت [...]اضح ہوگئی کہ بیس رکعت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اجماع ہوگیا تھا ان اقوال مختلفہ میں پچھلا قول یعنی آٹھ رکعت اور [...]تر کو شامل کرکے کل گیارہ رکعت صحیح ہے اور سنت کے مطابق اور اس کے علاوہ کوئی قول سنت کے موافق نہیں ہے ہاں اگر کوئی [...]ٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے چاہے بیس پڑھے یا چوبیس یا اٹھائیس یا چونتیس یا چالیس یا چھتیس آٹھ کے بعد سب تعداد برابر ہے بیس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے جیسا کہ آجکل سمجھا جاتا ہے اور نہ یہ سنت عمری ہے بلکہ حضرت عمرؓ نے بھی [...]پنے زمانۂ خلافت میں کل گیارہ ہی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

[...]لائل **گیارہ رکعت تراویح مع وتر** (۱) عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سال عائشۃ کیف کانت صلوۃ [...]سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ (صحیحین) [...]نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں تراویح (تہجد) گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔

(۲) عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان ثمان رکعات والوتر (طبرانی - محمد بن نصر - [...]ن خزیمہ - ابن حبان) یعنی آنحضرتؐ نے ہم کو رمضان کے مہینہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی پھر وتر پڑھا۔

(۳) عن جابر انہ قال جاء ابی بن کعب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انہ کان منی اللیلۃ شی [...]ال وما ذاک یا ابی قال نسوۃ فی داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی بصلوتک قال فصلیت بھن ثمان رکعات والوترت [...]کانت سنۃ الرضا ولم یقل شیئا (اخرجہ ابو یعلی قال الھیثمی فی مجمع الزوائد اسنادہ حسن) ابی بن کعب آنحضرتؐ [...]کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے رات ایک کام سرزد ہوگیا فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا میرے گھر چند عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں [...]تمہیں تمہارے ساتھ نماز پڑھیں گی اور قرآن سنیں گی۔ پس میں نے ان کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائی اور وتر ادا کیا آپ خاموش [...]ہے اور یہ سنت رضا ہوگئی۔

(۴) عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشر [...]عۃ الحدیث (اخرجہ مالک فی الموطا وسعید بن منصور وابو بکر بن ابی شیبۃ قال النیموی فی آثار السنن اسنادہ صحیح) [...]ضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

بیس رکعت والی کوئی روایت اور اثر صحیح طور سے ثابت نہیں ہے۔ کما حققہ شیخنا فی شرح الترمذی فلیرجع الیہ [...]ن شاء - علامہ ابن الہمام حنفی اور مولانا عبد الحق دہلوی مولانا عبد الحی حنفی اور دیگر علمائے حنفیہ نے بھی بیس رکعت والی مرفوع [...]یات کو ضعیف بتایا ہے اور گیارہ رکعت سنت اور اصل قرار دیا ہے۔

لیلۃ القدر - شب قدر وہ مبارک رات ہے جس میں خدا کا کلام نازل ہونا شروع ہوا۔ عزت و حرمت کی رات ہے جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ امن و سلامتی کی رات ہے جس میں عالم کیلئے امن و سلامتی کا پیغام اترا وہ برکت والی رات ہے جس میں برکات ربانی رحمتہائے آسمانی کی ہم پر سب سے پہلے بارش ہوئی انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلٰم ھی حتی مطلع الفجر۔ ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے وہ ہزار مہینہ سے بھی بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح الامین جبرئیل اپنے رب کے حکم سے امن اور سلامتی لیکر اترتے ہیں جو طلوع فجر تک قائم رہتی ہے +

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنا مرسلین رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع العلیم، من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (صحیحین) جس نے شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے تراویح اور قیام کیا اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس رات میں رحمت الٰہی کا طلبگار ہو اور رحیم و کریم کے سامنے سر نیاز جھکادے اور خشوع خضوع سے یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اے اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے درگذر کرنے کو پسند کرتا ہے پس میرے گناہوں سے درگذر فرما حضرت عائشہؓ نے آپ سے عرض کیا اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا پڑھوں آپ نے ان کو یہی دعا سکھا (احمد ترمذی ابن ماجہ) شب قدر رمضان کے آخر عشرہ میں پانچ طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوتی ہے پس ہر مسلما کو چاہئے کہ رمضان کے آخر دہے کی راتوں میں خصوصیت اور غایت اہتمام کے ساتھ تسبیح و تقدیس تکبیر و تہلیل استغفا و ذکر الٰہی تلاوت قرآن نفل نمازوں میں مشغول رہے اور طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرے کہ اس ایک رات کی عباد ہزار رات کی عبادت سے بڑھکر ہے +

اعتکاف - عبادت الٰہی کی نیت سے مسجد میں اپنے کو مقید کرنا اعتکاف ہے اور یہ سنت موکدہ ہے عن عائشۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ عز وجل ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ (صحیحین) یعنی آپ ہمیشہ رمضان کے آخر دہے میں اعتکاف کیا کرتے تھے تا آنکہ اللہ نے آپ کو وفات دید آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی رہیں۔

اعتکاف کرنے والا چونکہ قرب الٰہی کی طلب میں اپنے کو خدا کی عبادت کیلئے وقف کردیتا ہے اور دنیا کے تمام مشاغ سے دور ہو جاتا ہے اس لئے ان اشخاص کے مشابہ ہے جن کے بارے میں ارشاد ہے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یومرون اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں۔ یسبحون اللیل والنھار لا یفترون۔ رات دن پاکی بیان کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم۔ اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور ذکر خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ الذین اذا ذکرو

بہا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربهم وهم لا يستكبرون تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعا ومما رزقنهم ينفقون۔ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ۔ ان کی حالت یہ ہے کہ جب آیات قرآنیہ کے ساتھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور حمد الٰہی کے ساتھ رب کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ان کے پہلو ان کی خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں امید و بیم کی حالت میں اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں اللہ کی یاد سے خرید و فروخت ان کو غافل نہیں کرتی ۔

عن عائشة ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل العشر الاواخر احیا اللیل وایقظ اهله وشد مئزره (صحیحین) عنها قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتهد فی العشر الاواخر ما لا یجتهد فی غیرہ ۔ (مسلم)

ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ جتنے دن چاہے اعتکاف کر سکتا ہے مگر رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت ہوکدہ ہے پس جو شخص پورے عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہو بیسویں رمضان کو دن کے آخر حصہ میں آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے مسجد میں پہنچ جائے اور اکیسویں تاریخ کی رات مسجد میں گذارے اور مسجد کے جس گوشہ میں اس کے لئے اعتکاف کی جگہ متعین کی گئی ہے صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اس جائے معینہ کو اعتکاف کیلئے اختیار کرلے ۔

اعتکاف مرد عورت اور نابالغ بھی کر سکتے ہیں مگر عورت کو اپنے شوہر کی اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ اعتکاف اپنے شہر یا قصبہ کی جامع مسجد میں کرنا چاہیئے ۔ وهو مختار شیخنا العلامة الاجل الشیخ عبدالرحمن المبارکفوری رحمه الله تعالیٰ کما صرح به فی شرح الترمذی ۔ عورت بھی مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے (جیسا کہ ازواج مطہرات مسجد نبوی میں معتکف ہوئی تھیں) مگر اس کے لئے اس کے شوہر یا ذی محرم کی ضرورت ہے۔ زمانہ کے خراب اور پر فتن ہونے کی وجہ سے علمائے حنفیہ کے نزدیک عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے ان کے نزدیک اس کو اپنے گھر کی مسجد میں یا گھر کی کسی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا چاہیئے ۔ مگر حدیث میں اجازت ہے ۔

کن امور سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اور جائز ہیں ۔ مسجد گر جانے یا زبردستی مسجد سے نکال دیئے جانے یا جان و مال کے خوف سے مسجد سے باہر نکل جانا بشرطیکہ دوسری مسجد میں فوراً چلا جائے۔ مسجد میں کسی دوسرے کو ضرورت کے وقت خرید و فروخت کی ہدایت کرنا۔ نکاح کرنا۔ عمدہ لباس پہننا۔ سر میں تیل لگانا۔ خوشبو استعمال کرنا۔ کوئی دوسرا کھانا لانے والا نہیں ہے اس لئے خود گھر جا کر کھانا لانا۔ پیشاب پاخانہ کیلئے قریب سے قریب جگہ جانا۔ غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر جانا (بعض روایتوں سے) چونکہ جامع مسجد کے علاوہ دوسری ایسی مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ پنجگانہ نماز ہوتی ہو اعتکاف کرنا جائز ہے اس لئے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے اس قدر پہلے جا سکتا ہے کہ خطبہ سے پہلے چار رکعت پڑھ سکے اور نماز فرض کے بعد اس قدر ٹھہر سکتا ہے کہ چار یا چھ رکعت سنت پڑھ سکے ۔

ممنوعات اعتکاف ۔ بیوی سے بوس و کنار اور صحبت کرنا۔ ولا تباشروهن وانتم عاكفون فی المساجد ۔

مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں بیویوں سے مباشرت وغیرہ نہ کرو جنازہ اٹھانے یا جنازہ کی نماز پڑھنے کے واسطے یا بیمار کی عیادت اور تیمارداری کے لئے مسجد سے نکلنا ہاں اگر قضائے حاجت کیلئے معتکف مسجد سے باہر گیا اور راستہ میں کوئی بیمار مل گیا تو اس سے چلتے چلتے حال پوچھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عن عائشۃ قالت السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشھد جنازۃ ولا یمس امراءۃ ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجۃ الا لما لابد منہ (ابوداؤد) معتکف کیلئے سنت یہ ہے کہ کسی بیمار کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازے میں حاضر ہو اور نہ عورت کو چھوئے اور نہ مباشرت وجماع کرے اور پیشاب پاخانے کی حاجت کے علاوہ کسی اور حاجت سے نہ نکلے۔ (باقی آئندہ)

فطرت

(۲)

(از جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب عقیل مئوی خطیب جامع کوچین مٹانچری)

غور کیجئے باری تعالیٰ نے شیطان کی نافرمانی پر اُسے فوراً ہی سزا نہیں دی بلکہ اس کو مہلت وموقع دیا کہ شاید اپنی نافرمانی پر نادم وشرمندہ ہو اور توبہ واستغفار سے پاک وصاف ہو جائے مگر شیطان کی بدبختی کہ اُس نے اُس مہلت وفرصت سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا تو پھر باری تعالیٰ نے اس کی تنبیہ وتنبّہ کے لئے اسے اس کی نافرمانی کی طرف خاص توجہ دلا کر اس سے سوال و بازپرس کی کہ تونے یہ نافرمانی کیوں کی؟ اب بھی وقت وموقع غنیمت تھا کہ نافرمانی کا اعتراف واقرار کرتا۔ توبہ واستغفار سے کام لیتا، دست بستہ گناہ کی معافی چاہتا، یقیناً باری تعالیٰ معاف فرما دیتا اور بات رفت وگذشت ہو جاتی۔ "بلائے آمد ولے بخیر گذشت"

لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ بجائے اسکے نص صریح، حکم قطعی، فرمان خداوندی اور مشیت ایزدی کے مقابلہ میں عقل لڑائی اپنے اصرار وضد پر قائم رہا اور خالق کونین، مالک ارض وسما خداوند رب العالمین کو کس بیباکی سے صاف جواب دیا کہ انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین (پ ۲۳ سورہ ص رکوع ۵) میں بہتر ہوں اس سے مجھکو پیدا کیا تونے آگ سے اور اس کو پیدا کیا تونے مٹی سے۔ "عذر گناہ بدتر از گناہ"

دراصل شیطان کا یہی اصرار، یہی ضد، یہی عقلی دلیل اور نقل پر عقل کو ترجیح دینا ہی باعث لعنت، سبب ذلت اور وجہ خسران وملامت ہوا، اسی کا نام ہے "چوری اور پھر سینہ زوری"

باری تعالیٰ نے اسی اصرار اور نقل کے مقابلہ میں عقل کو ترجیح وفوقیت دینے کی یہ سزا تجویز فرمائی کہ قال فاخرج منھا فانک رجیم وان علیک لعنتی الی یوم الدین (پ ۲۳ سورہ ص رکوع ۵) فرمایا پس نکل تو جنت سے کیونکہ تو مردود ہے اور بیشک میری لعنت تجھپر تا روز قیامت ہوتی رہے گی۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے ✦ اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

نص صریح، فرمان خداوندی اور مشیت ایزدی کے مقابلہ میں عقل لڑانیوالوں کی یقیناً یہی سزا ہے، خواہ وہ ابلیس لعین ہو یا حضرت انس وجن اور فرشتے ہی کیوں نہ ہوں "کہ کرد کہ نیافت" ارشاد ہے وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ (پ سورہ عنکبوت رکوع ۴) اور ان مثالوں کو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے ہیں اس کو مگر علم والے لوگ ؎ چو شمع از پئے علم باید گداخت ✦ کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔

دوسری مثال سنئے اور معاملہ کی اہمیت پر غور کیجئے۔ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (پ سورہ بقرہ رکوع ۴) اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانیوالا ہوں زمین میں ایک خلیفہ فرشتوں نے کہا کیا پیدا کرے گا زمین میں ایسے شخص کو کہ فساد وخونریزیاں کرے گا اس میں اور ہم تو تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کیساتھ اور تقدیس کرتے ہیں تیری باری تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں جانتا ہوں اس چیز کو جس کی تمہیں خبر نہیں ہے۔

غور کیجئے، یہاں بھی باری تعالیٰ کے ایک فعل پر اعتراض ہے، ارادۂ خالق کو عقل مخلوق بیکار وعبث بلکہ مجروح ومضر اور خلاف مصلحت قرار دیتی ہے لیکن باری تعالیٰ ان کی عقلی رائے کو قطعاً وصریحاً مردود فرماتا ہے، اسے ناقابل قبول اور لائق عدم التفات قرار دیتا ہے اور یہ فرما کر فرشتوں کی عقلی دلیل کو ٹھکرا دیتا ہے کہ "میرا علم تمہارے علم سے زیادہ ہے، جو کچھ میں جانتا ہوں تمہیں اس کی خبر نہیں"، تمہاری ظاہر بین آنکھیں میرے منتہائے حکمت اور اسرار ورموز کو ہرگز نہیں دیکھ سکتیں ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ✦ کہ جاہا سپر باید انداختن

آخر ش نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فرشتے اپنے قول وفعل پر نادم وشرمندہ ہوتے ہیں۔ باری تعالیٰ کی مشیت وارادہ کی صاف وصریح الفاظ میں تائید کرتے ہوئے اپنی لاعلمی، وجہالت اور غلطی کا یوں اعتراف واقرار کرکے معذرت کرتے ہیں سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (پ سورہ بقرہ رکوع ۴) باری تعالیٰ تو پاک ہے، ہم کو کوئی علم نہیں مگر وہی جو کچھ کہ تو نے عطا کیا بیشک تو ہی بڑے علم وحکمت والا ہے۔

دراصل اسی اعترافِ جہل وخطا، اور تائید مشیت ایزدی نے فرشتوں کو شیطان کے گروہ میں شامل وداخل ہونے سے بچایا ورنہ اگر فرشتے بھی شیطان کی طرح اپنی ہی عقلی ضد پر اصرار وہٹ دھرمی کرتے تو انھیں بھی باری تعالیٰ کے غضب سے کوئی چیز بھی محفوظ ومامون نہ کر سکتی تھی لیکن ان کی بڑی خیریت ونیک بختی اور سعادت واقبالمندی تھی کہ انھوں نے اپنا عقلی ہتھیار باری تعالیٰ کے فرمان ومشیت کے سامنے ڈالدیا اور دست بستہ معافی کیلئے سروقد کھڑے ہوگئے ؎

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم ✦ بمانند کروبیاں صُمٌّ وبُکْمٌ

نہ مستغنی از طاعتش پشت کس ✦ نہ بر حرف او جائے انگشت کس

قرآن نے جابجا اس بات کی طرف نہ صرف اشارہ کیا ہے بلکہ صاف وصریح طور پر اعلان کردیا ہے کہ احکام خداوندی فرامین نبوی کی حکمت ومصلحت نہ تم کو کماحقہٗ معلوم ہوسکتی ہے اور نہ ہی عمل کو حکمت ومصلحت کے کُنہ وعلم پر موقوف رکھنے کی حاجت وضرورت ہے بلکہ عمل کے لئے احکام خداوندی وفرامین نبوی فداہ ابی وامی کا تحقق ہی کافی ہے۔ بلکہ قرآن تو یہاں تک کہتا ہے کہ احکام خدا ورسول اگر تمہارے نزدیک نہ صرف خلاف مصلحت ثابت ہوں بلکہ تمہاری عقل سراسر ان کا انکار کرے اور اپنے لئے مضر ونقصان دہ بھی سمجھے تو بھی تمہیں اس پر عمل کرنا ہی پڑے گا کیونکہ وہ فرمان خدا ورسول ہے، اور ظاہر ہے کہ خدا ورسول تم سے زیادہ انجام بیں مصلحت آگاہ، باخبر اور حکیم وعلیم ہیں اور "کلام الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ" ارشاد ہوتا ہے۔ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا حالانکہ وہ ناپسند ہے تمہیں اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی بات کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بدتر ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

آیت کا ماحصل یہی ہے کہ تمہارا کسی چیز کو بُرا سمجھنا یقیناً اس کی برائی کی دلیل نہیں اور نہ ہی کسی چیز کو تمہارا بھلا سمجھنا قطعی اس کی بھلائی کا ثبوت ہے بلکہ تمہاری عقل، تمہاری سمجھ، تمہارا علم غلطی کرسکتا ہے۔ تم معصوم عن الخطا تو نہیں ہو، لہذا تمہارا علم تمہاری سمجھ، تمہاری عقل اور تمہاری فہم وفراست شرعی معاملات میں قابل اعتماد اور لائق تکیہ وقناعت نہیں کیونکہ انتم لا تعلمون البتہ معاملات شرعیہ میں خداوند کریم کے فرامین ہی معتبر ومعتمد اور لائق عمل ہونگے اسلئے کہ "اَللّٰہُ یَعْلَمُ"

نہ ادراک در کُنہ ذاتش رسد　＋　نہ فکرت بغور صفاتش رسد

کہ خاصاں دریں رہ فرس راندہ اند　＋　بَلَا اُحْصِی از تنگ سر ماندہ اند

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالرَّاْیِ لَکَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰی بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاہُ وَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلٰی ظَاہِرِ خُفَّیْہِ (رواہ ابوداؤد وغیرہ باسانید جیدۃ) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ اگر دین عقل د رائے سے ہوتا تو یقیناً موزے کا نچلا حصہ مسح کیلئے اولیٰ ہوتا اوپر کے حصہ سے حالانکہ بیشک دیکھا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ مسح فرماتے موزے کے اوپر والے حصہ پر۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "تمام احکام شرع اگرچہ حکمت ومصلحت پر مبنی ہیں چنانچہ بہت سے احکام کی مصلحتیں خود خدا ورسول سے مروی ہیں اور بہت سی مصلحتیں علمائے امت نے غور وخوض اور فکر وتامل کے بعد اخذ کرکے بیان کی ہیں لیکن ان اختراعی مصالح اور عقلی حکمتوں کو اصل حکم شرعی میں (ترمیماً، تبدیلاً، تردیداً) ذرہ برابر بھی دخل نہیں، ورنہ اس مقیم کیلئے جو کہ مسافر سے بھی زیادہ تکلیف ومصیبت میں گرفتار ہے (عقلاً) افطار جائز ہوتا۔ اور اس مسافر کو جو کہ اپنے سفر میں مقیم سے بھی زیادہ آرام وآسائش سے ہے شریعت (عقلاً) روزہ رکھنے کا حکم دیتی، وغیرہ

واوجبت ایضاً انہ لا یحل ان یتوقف فی امتثال احکام الشرع اذا صحت بہا الروایۃ علی معرفۃ تلک المصالح

لعدم استقلال عقول کثیر من الناس فی معرفۃ کثیر من المصالح ولکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوثق عندنا من عقولنا ولذلک لم یزل ھذا العلم مصنوناً عن غیر اھلہ ویشترط لہ ما یشترط فی تفسیر کتاب اللہ ویحرم الخوض فیہ بالرأی الخالص غیر المستند الی السنن والآثار وظھر مما ذکرنا ان الحق فی التکلیف بالشرائع ان مثلہ کمثل سید مرض عبیدہ نسلط علیھم رجل من خاصتہم لیسقیہ دواء فان اطاعوا انہ اطاعوا السید ورضی عنھم سیدھم واثابھم خیراً ونجوا من المرض وان عصوہ عصوا السید احاط بھم غضبہ وجازاھم اسوأ الجزاء وھلکوا من المرض (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱)

یعنی اور حدیث وسنت سے شرعی احکام کی پیروی صحیح روایت متحقق ہوجانے پر بھی واجب قرار دیدی گئی ہے اگرچہ اس کی کوئی حکمت ومصلحت ہماری عقل میں نہ آسکے۔ کیونکہ بہت سے مصالح کی تہ تک انسان ناقص العقل کی رسائی مشکل ہے، علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہماری عقلوں کی نسبت بہت ہی معتمد اور لائق اعتبار ہے اسی لئے یہ علم ناقابلوں پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اس کے لئے بھی وہی شرط ہے جو کتاب اللہ کی تفسیر کی ہے اور سوائے مستند حدیث یا آثار کے اپنی طرف سے اس میں غور وخوض کرنا منع حرام اور موجب گناہ ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ شرعی احکام کی بجا آوری کی مثال ان مریض غلام دآقاکی . . ہے کہ جن پر کسی خاص شخص کو مقرر کردے کہ انھیں دوا استعمال کرائے اور مضرات سے بھی بچائے۔ لہذا جو غلام اس شخص کی اطاعت کرے گا، مالک کی اطاعت میں بھی ہوگا، مالک اس سے راضی ہوگا، اور اسے اچھا بدلہ دیگا، اور وہ تندرست بھی ہوجائیگا اور جس غلام نے اس شخص کی اطاعت نہ کی تو مالک کی بھی نافرمانی کی، مالک کو غضبناک کیا، مالک اس کو برا بدلہ دیگا اور مرض سے بھی ہلاک ہوگا۔ (فافہم وتدبر) (باقی آئندہ)

معدہ اور غذا

ذیل کا مقالہ علامہ جرجی زیدان کے رشحۂ قلم کا نتیجہ ہے جس میں فاضل مقالہ نگار نے طبی حیثیت سے معدہ کی حقیقت کو بہت اچھی طرح پر واضح کیا ہے اور پھر ان اہم اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے جو معدہ کی خرابی اور سوء ہضمی کے باعث بنتے ہیں جسے ہم ناظرین محدث کے استفادہ کی غرض سے اردو زبان میں نقل کرتے ہیں۔ مترجم

(مترجمہ مولوی عبیدالرحمن صاحب مبارکپوری متعلم جماعت ہشتم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

فاضل استاذ ڈاکٹر فاندیک مرحوم کا مقولہ ہے کہ معدہ انسان کے بدن کا ایک لطیف ترین عضو ہے اس پر برداشت سے باہر غذا کا انبار لاد دینا ظلم اور شدید ظلم ہے اگرچہ وہ ایک مدت دراز تک اس غیر متحملانہ مصائب وتکالیف پر صبر آزما ہمت کے ساتھ غذا کو ہضم کرتا رہتا ہے لیکن جب اس کا پیمانۂ صبر چھلک اٹھتا ہے اور اسے ان مصائب سے نجات کی کوئی امید باقی نہیں

رہتی تو وہ اپنے حریف سے اس ظلم کا بدلہ لینے پر تیار ہو جاتا ہے اور اسے چند در چند تکالیف میں مبتلا کر دیتا ہے معدہ کے بگڑ نیکے بعد اس کا صحت او درستگی کی طرف لانا مشکل ہو جاتا ہے چونکہ معدہ کو اپنی قدر و قیمت کا پورا پورا احساس ہو جاتا ہے اس لئے کبھی اگرچہ علاج و معالجہ سے درست اور صحت یاب بھی ہو گیا تو ذرا سی کھانے میں بداحتیاطی سے اس کے بگڑنے میں کچھ دیر نہیں لگتی جیسے ضدی بچہ ذرا سی خلاف طبیعت شئی پر بگڑ جایا کرتا ہے اور پھر اس کا راضی کرنا اور قابو میں لانا مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ جن کا معدہ زیادہ کمزور ہو جاتا ہے اور ہاضمہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے وہ کھانے میں ذرا سی بدپرہیزی سے معدہ کی سینکڑوں تکالیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور انھیں کھانے میں احتیاط برتنی لازمی امر ہو جاتا ہے۔

اگرچہ بڑے بڑے اطبا، ڈاکٹر، حکما و فلاسفر مختلف زمانہ میں گذرے اور سب نے علم طب کو فروغ دیا مگر آج تک کسی نے بھی اصل حقیقت پر اس خوبی کے ساتھ روشنی نہیں ڈالی جس کی طرف اس حدیث نبوی میں اشارہ کیا گیا ہےعہ (المعدۃ بیت الداء) یعنی معدہ بیماریوں کا گھر ہے کیونکہ معدہ ہی دراصل غذا کے ہضم میں اصلی کارفرما ہے اور ہضم ہی سے انسان کی زندگی اور بقا ہے پس انسان کی فلاح و بہبود صحت و تندرستی کا حقیقی راز معدہ کی درستی و صحت پر منحصر ہے۔

فرانسیسیوں کے یہاں ایک مثل مشہور ہے (فتش عن المرأۃ) یعنی جب ان پر کسی معاملہ کے سلجھاؤ کا تمام تر پہلو مخفی ہو جاتا ہے اور پیش آمدہ واقعات کا حل ان کی سمجھ میں نہیں آتا تو وہ کہتے ہیں" اس کا حل عورت سے تلاش کرو" جس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عورت کو تمام امور میں مخفی طور پر دخل ہے۔ اسی طرح جب ہم کسی کو بظاہر صحت کی حالت میں کسی قسم کے مرض کا شکار شدہ دیکھکر یہ کہتے ہیں کہ (فتش عن المعدہ) اس کے مرض کا علاج معدہ سے تلاش کرو تو اس کا بھی یہی مقصد ہے کہ انسان کی صحت و تندرستی میں معدہ کا بہت کچھ دخل ہے جس کا خلاصہ مذکورہ بالا حدیث (مقولہ) میں یوں کیا گیا (المعدۃ بیت الداء) کہ معدہ امراض کا گھر ہے اس لئے کہ بسا اوقات ایک صحیح اور تندرست شخص کی اچانک بیماری کا اصلی سبب اس کے معدہ کی خرابی مثل سوءہضمی ثقیل غذا کا استعمال وغیرہ بنتے ہیں۔

اور شاید آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ معدہ صرف ظاہری صحت کا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ معدے کو لوگوں کے اخلاق میں بھی بہت کچھ دخل ہے کیونکہ جن کا معدہ کمزور ہو جاتا ہے وہ بدخلقی بدگمانی چڑچڑاپن جیسی مذموم عادات و اخلاق میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات یہ مذموم عادات بعضوں کے لئے متوحش کن ثابت ہوتی ہیں اور اگر ہم ان قضایا اور جھگڑوں پر جو آئے دن زن و شوہر باپ بیٹے ماں بیٹی کے درمیان پیش آتے رہتے ہیں ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ان جھگڑوں اور آپس کی تو تو میں میں میں معدے کا بہت کچھ دخل ہے کیونکہ اکثر اوقات یہ جھگڑے کھانا کھانے کے بعد اس وقت ہوتے ہیں جب معدہ غذا سے پر ہو اور اُسے سکون بالکل نہ حاصل ہو یہی وجہ ہے کہ اکثر

عہ علامہ نے اس کو حدیث نبوی کہا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث نبوی نہیں ہے بلکہ حارث بن کلدہ طبیب کا قول ہے جیسا کہ کتاب" تمیز الطیب من الخبیث" میں اس کے متعلق تصریح کردی گئی ہے ——— مترجم

یہ جھگڑے انھیں کے یہاں پیش آتے ہیں جنھیں قسم قسم کی غذا میسر ہوتی رہتی ہے اور پیٹ بھرے ہوئے رہتے ہیں جس سے رفتہ رفتہ معدہ کمزور ہوجاتا ہے اور پھر بدگمانی اور بدخلقی جیسے اخلاقی مرض میں مبتلا ہوکر بیوی سے لڑ پڑتے ہیں مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کھانے سے فراغت کے بعد بیوی چاہتی ہے کہ شوہر سے بات چیت کرکے اپنی طبیعت کو خوش کرے یا کسی اور بات کیلئے اسے مخاطب کرتی ہے لیکن وہ معدے کے پر ہونے سے اپنی طبیعت میں سکون نہیں پاتا اس لئے تلخ جواب دینے پر مجبور ہوجاتا ہے چونکہ عورت اس حقیقت سے جاہل ہوتی ہے کہ وہ اس سے خوش طبعی کی باتیں اس وقت کرتا ہے جب اس کا معدہ مطمئن ہو اس لئے عورت کا شوہر کو بار بار مخاطب کرنا شوہر کے رنج وغصہ کا باعث بنتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں آپس میں لڑ بیٹھتے ہیں اور سختی کے ساتھ لڑائی شروع ہوجاتی ہے اسی طرح پڑوسی مرد وعورت کے جھگڑوں پر اگر طبی رو سے نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوجائے کہ مرد و عورت کا فی نفسہ قصور نہیں بلکہ سراسر ان کے معدہ کی خرابی اور سوء ہضمی کا قصور ہے یہ تو تھا چھوٹے چھوٹے گھروں کے معمولی جھگڑوں کے اسباب کا ذکر اگر آپ بڑی بڑی سلطنتوں کے آپس میں لڑائی کے اسباب وعلل پر نگاہ ڈالیں گے تو معلوم ہوجائیگا کہ حقیقت میں بادشاہوں کی سوء ہضمی اور معدہ کی خرابی ہے جو انھیں غضبناک اور بدخلق بنادیتی ہے اور وہ ذرا سی بات پر آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور بڑی سے بڑی لڑائی لڑکر سلطنت کو تباہ کر بیٹھتے ہیں۔ بالخصوص جبکہ حکومت انفرادی ہو تو اس کا اثر بہت سخت ہوتا ہے۔

لیکن اب جبکہ حکومت جمہوری ہے اور اکثر امور سلطنت مشاورت سے انجام پذیر ہوتے ہیں اس مہم اور مشکل میں بہت کمی پیدا ہوچلی ہے پھر بھی آجکل کی سیاسی مجلسوں میں معدہ کا بہت کچھ اثر رہتا ہے چنانچہ جب اراکین مجلس کا معدہ پر ہوتا ہے اور معدہ کو سکون نہیں ہوتا تو اکثر معاملہ کے سلجھاؤ میں چند در چند دقتیں پیش آتی ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں کشیدگی شروع ہوجاتی ہے اور مسائل کا حل معرض تعویق میں پڑجاتا ہے اس لئے حکمت اور دانائی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی سیاسی مجلسیں ان اوقات اور حالات میں ہونی چاہئیں جن میں معدہ کو سکون ہو غذا سے پر اور بوجھل اور نہ ہی بالکل غذا سے خالی ہو بسا اوقات جب سیاسی مجلسیں زیادہ دیر تک قائم رہتی ہیں اور معدہ کا سکون بھوک سے پریشانی میں بدل جاتا ہے تو طبیعت اور دماغ پر برا اثر پڑتا ہے جس سے مسائل سیاسیہ کے حل میں چند در چند دقتیں پیش آجاتی ہیں۔ چنانچہ جب کبھی دو حکومتوں کے نمائندے کسی سیاسی مختلف فیہ مسئلہ کے حل کرنے کیلئے جمع ہوں اور ہر نمائندہ اس امر کی کوشش میں ہو کہ دلائل وبراہین سے اپنے موافق فیصلہ کرلے اگرچہ وہ براہین کتنے ہی کمزور اور لچر ہوں۔ اب اگر ان میں کوئی نمائندہ چاہے کتنا ہی بڑا سیاسی مدبر کیوں نہ ہو اگر اس نے بحث کی ابتدا اور انعقاد مجلس سے پہلے اپنا معدہ پر کرلیا ہے تو ذرا سی دیر میں مسائل سیاسیہ کے حل میں فکر وتدبر سے بالکل عاجز اور درماندہ ہوجاتا ہے اور اس کے قوی فکریہ بالکل سست پڑجاتے ہیں یہانتک کہ وہ مسائل کے صحیح حل اور نتائج کے صحیح استخراج سے بالکل قاصر ہوجاتا ہے اور اس کا مقابل نمائندہ اس وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے اور اپنی فصیح وبلیغ تقریر سے مقابل کو اپنے مدعا کے تسلیم کرنے پر مجبور کردیتا ہے جس کا مقابل کو بالکل احساس نہیں ہوتا۔

اگرچہ لوگوں کی توجہ اور احساس ان امور کی طرف نہ ہو مگر اس قسم کے واقعات آئے دن لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں۔ جب ناظرین پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ معدہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر خواہ وہ سیاسی ہوں یا تجارتی ادبی ہوں یا معاشرتی بہت کچھ اثر انداز ہے تو پھر یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ معدہ کی اصلاح اور قوت ہاضمہ کی درستگی سے بے پرواہی برتی جائے کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جن کا معدہ کمزور ہوتا ہے وہ نہایت بری حالت میں زندگی گذارتے ہیں دنیا ان کی نظروں میں تاریک معلوم ہوتی ہے ان کی تمام تر زندگی رنج ومحن غم وتکلیف سے مملو ہوتی ہے انھیں زندگی کے کسی عمدہ سے عمدہ کام خوش ومسرور نہیں بنایا پھر کیا ایسے لوگوں کے لئے اس سے بڑی بھی کوئی بدبختی ہوسکتی ہے؟

بسا اوقات ایسے لوگ جن کا معدہ کمزور ہوجاتا یا ان کی قوت ہاضمہ میں فتور پڑجاتا ہے لوگوں سے ملنا جلنا اختلاط وارتباط رکھنا ترک کر بیٹھتے ہیں اور انھیں تنہائی سے اُنسیت پیدا ہوجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی ان سے نفرت اور کنارہ کشی اختیار کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر نظر آتے ہیں جس کا علاج یہ ہے کہ ان کے معدہ کی ہر طرح اصلاح کی جائے اور معدہ کے رو باصلاح لانے میں جو چیزیں معاون ہیں استعمال کرائی جائیں اگر تفحص اور تلاش سے کام لیا جائے تو معدہ کو خراب کرنیوالے بہت سارے اسباب مل سکتے ہیں مگر ہم ناظرین کی آگاہی کیلئے یہاں ان چند اہم اسباب کو ذکر کرتے ہیں جنھیں معدہ کے کمزور کرنے اور ہاضمہ کے فساد میں بہت کچھ دخل ہے ۔

(۱) پچھلی غذا ابھی ہضم نہ ہوئی ہو اور پھر معدہ میں غذا پہنچائی جائے ۔ اس کے متعلق اطبا رقدیم خصوصًا شیخ بوعلی سینا نے خاص طور سے ہدایت کی ہے چنانچہ انکا یہ ارشاد ہے (واحذر طعاما قبل هضم طعام) یعنی کھانا ہضم ہونے سے پہلے کچھ نہ کھایا کرو۔

(۲) زیادہ گرم اور مخدر چیزیں جیسے چائے قہوہ افیون وغیرہ کثرت سے استعمال کرنا۔

(۳) زیادہ دیر تک بھوکا رہنا اور پھر خالی پیٹ ٹھونسکر کھالینا۔

(۴) جلدی جلدی چبانا اور لقمہ کو بغیر اچھی طرح دانتوں سے پیسے ہوئے نگل جانا چنانچہ مسٹر گلاڈسٹون مشہور سیاسی مدبر سے جب پوچھا گیا کہ آپ کو باوجود بڑھاپے کے مشکل سے مشکل مسائل سیاسیہ کے حل پر اتنی قدرت کیسے حاصل ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ میں لقمہ کو بہت دیر تک چباتا ہوں یہانتک کہ کم ازکم تیس دفعہ جب تک اس کو دانتوں سے پیس نہیں لیتا نہیں کھاتا۔

(۵) کھانا کھانے کے فورًا بعد دماغی کام کرنا۔ کیونکہ مطالعہ کتب کی وجہ سے دماغ پر خون کا دوران کثرت سے ہونے لگتا ہے جس سے معدہ کو اتنا موقع نہیں ملتا کہ وہ غذا کو ہضم کرکے سیال اجزار کو جدا کرسکے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوت ہاضمہ کمزور پڑجاتی ہے اور تمام غذا معدہ میں فاسد ہوکر رہ جاتی ہے جو معدہ کی تخریب کا باعث بنتی ہے یہی وجہ ہے کہ متمدن قوموں نے کھانا کھانے کے بعد قیلولہ کو اپنی عادت میں شمار کرلیا ہے کیونکہ قیلولہ سے بڑھکر معدہ کو آرام پہنچانے اور اس کو غذا کے ہضم کا موقعہ دینے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے ۔

(۶) مشکل سے مشکل دماغی کام کرنے کے بعد کھانا۔ چنانچہ امریکہ کے ہنود کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی تفریح یا شکار سے تھکے ماندے آتے ہیں تو بھوک کے باوجود بغیر تھوڑی دیر سوئے اور تھکاوٹ دور کئے کھانا نہیں کھاتے۔

(۷) ثقیل غذا اور قسم قسم کے کھانے اتنی مقدار میں کھانا کہ معدہ ہضم نہ کر سکے۔

(۸) بلا کسی عادت اور پابندی کے رات کو زیادہ جاگنا۔

(۹) مسلسل کئی گھنٹے تک بیٹھے رہنا اور درمیان میں کسی کام کے لئے نہ چلنا نہ پھرنا۔ خصوصیت سے اس جگہ جہاں کی آب و ہوا خراب ہو۔

(۱۰) کھانا کھانے کے لئے کوئی وقت نہ مقرر کرنا بلکہ جس وقت جی چاہے کھانے بیٹھ جانا۔

مذکورہ بالا تمام اسباب کے معدہ کے حق میں مضر ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان میں معدہ کی برداشت کے مطابق غذا پہنچائے جانے کا لحاظ بالکل نہیں کیا جاتا جس سے معدہ بالکل کمزور پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ معدہ طبیعت کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے غذا کو ہضم کرتا ہے جیسی طبیعت اور جسم کی حالت ہوگی اسی کے مطابق غذا کو ہضم کریگا مثلاً جو صحیح اور تندرست ہو اس کا معدہ اگر ایک یا دو سیر غذا ہضم کرتا ہے تو تکان یا کثرت بھوک اور کثرت بیداری وغیرہ وغیرہ حالات میں اتنی مقدار میں کبھی نہیں ہضم کر سکتا۔

مذکورہ بالا اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ قومیں نہایت بدنصیب ہیں جن کی غذا اور کھانے نہایت لذیذ اور مچرب ہوتے ہیں کیونکہ ان کے اکثر لذیذ غذا کے عادی ہونے کی وجہ سے زیادہ کھا جاتے ہیں جو بوجہ ثقیل ہونیکے معدہ اور قوت ہاضمہ پر برا اثر ڈالتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز جو متمدن اور ترقی یافتہ اقوام سے ہیں ان کی غذا نہایت سادہ اور ہلکی ہوتی ہے اپنے کھانوں میں غذائیت اور سہولت ہضم کا خیال رکھتے ہیں لیکن مشرقی اقوام کا مقصود مرغن اور لذیذ غذا کا استعمال ہوتا ہے اسی لئے وہ اپنے کھانوں میں ایسی چیزیں استعمال کرتے ہیں جس سے اس کی طرف اشتہا فزوں تر ہو جائے اور خوب کھایا جا سکے افسوس وہ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے کہ غذا کے متعلق خوبی یہ نہیں ہے کہ وہ کتنی مقدار میں معدے میں داخل ہوئی بلکہ خوبی یہ ہے کہ اس میں سے کتنی ہضم ہوئی فقط۔

دفتری اعلان

(۱) محدث کے لئے ٹکٹوں کے بجائے ہمیشہ منی آرڈر بھیجا کریں۔ (۲) منی آرڈر کی کوپن پر بھی اپنا نمبر خریداری یا پورا پتہ اردو ہو یا انگریزی صاف صاف ضرور لکھا کریں۔ (۳) بعض حضرات بجلئے خریداری نمبر کے رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۲۰۴ لکھدیتے ہیں جو بالکل بے کار ہے یہ نہ لکھا جائے (۴) جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

(منیجر)

تاریخ رحمانیہ بابت ۱۳۵۶ھ

(از مدیر)

قارئین محدث کو معلوم ہے کہ ہم نے گذشتہ سال مدرسہ رحمانیہ دہلی کی سالانہ کارگذاریوں کو مختصراً شائع کیا تھا۔ اسی سلسلے میں اس سال کے حالات بھی ہم اجمالاً آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں گو یہ حالات اور واقعات حسب موقع محدث میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اب اختتام سال کے موقع پر "تاریخ رحمانیہ" کے عنوان سے ان کو اضافہ و ترمیم کے ساتھ یکجا جمع کر دینا غالباً خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ پس بکمال مسرت و شادمانی عرض ہے کہ اللہ کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے کہ محترم جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی ناظم و مہتمم مدرسہ کی خاص توجہ اور بے نظیر فیاضیوں کی بدولت آج بھی ہم مدرسہ کے انتظامی و تعلیمی شعبوں کو اسی طرح کامیاب پاتے ہیں جس طرح گزشتہ برسوں میں تھے۔ چنانچہ طلبہ کی جسمانی راحت و آرام کے جتنے اسباب ہو سکتے ہیں ان کی بہم رسانی کے ساتھ ساتھ ان کی علمی ترقی اور روحانی پرورش کے لئے مکتبہ میں مفید نئی نئی کتابوں کے منگوانے اور دار المطالعہ میں عربی و اردو، مذہبی و ملکی، اخبارات و رسائل کے آنے کا سلسلہ اس سال بھی بحمد اللہ جاری رہا۔ کتب خانہ میں اس سال جو درسی اور غیر درسی کتابیں منگائی گئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ اہم، قابل ذکر اور نایاب کتاب نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ للزیلعیؒ ہے۔ جو پچاس روپیہ میں ایک مقامی بزرگ سے خریدی گئی ہے۔

تبلیغی سلسلے میں رسالہ محدث ماہ بماہ بحمد اللہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ تقویۃ الایمان وغیرہ بعض دینی کتابیں بھی مفت تقسیم کی گئیں۔ مدرسہ کی انجمن "جمعیۃ الخطابہ" کے ہفتہ واری اجلاس بھی برابر پابندی اور مستعدی کے ساتھ ہوتے رہے اور سال کے اکثر حصے میں ہر ہفتہ میں اچھی تقریریں کرنے والوں کو ہولڈر، فاؤنٹین قلم، شیشے کی دواتیں وغیرہ برابر انعام میں دی جاتی رہیں۔ اور انجمن مذکور کے سالانہ اجلاس میں جو ۲۶ر اگست ۳۷ء کو مولانا محمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا تھا منتخب لڑکوں نے تقریریں کیں اور حسب حیثیت ان کو نقد انعامات دیئے گئے جن کی کل میزان مہ ۸/۵ ہے۔

طلبہ کی جسمانی صحت برقرار رکھنے کیلئے بنوٹ کے استاد بھی برابر آتے رہے اور کسرت کے بعد لڑکوں کی گرم گرم جلیبیوں اور برف کے پانی سے تواضع کی جاتی تھی۔ اسی سلسلے میں ۲۱-۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء کو قطب (دہلی کی مشہور سیرگاہ) کی پرلطف اور صحت افزا سیر بھی ہوئی۔ تین تین لاریوں میں تمام مدرسین و طلبہ اکٹھے ہو کر گئے اور آئے۔ وہاں مہتمم صاحب نے پرتکلف دعوت کا بھی انتظام کیا تھا۔ اس تفریح کے کل مصارف کا اندازہ تقریباً دو سو روپیہ کیا جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس سال کوئی طالب علم اتنا سخت تو بیمار نہیں ہوا کہ اس کو اپنے عزیز و اقارب میں پہنچانا ضروری سمجھا گیا ہو، لیکن مدرسہ میں جو طلبہ اپنی بیماری کے

دن کاٹتے رہے ان پر مہتمم صاحب کی خاص نگرانی رہی اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ گھر سے زیادہ انھیں یہاں آرام ملا اور گھر سے زیادہ دیکھ بھال اور علاج معالجہ ان کا یہاں ہوا +

حسب دستور امتحانات بھی برابر ہوتے اور اول نمبر پر کامیاب ہونے والے لڑکوں کو انعامات بھی دیئے گئے۔ چنانچہ سہ ماہی امتحان ۲۰-۲۱-۲۲ محرم ۵۶ئہ مطابق ۳-۴-۵ اپریل ۳۷ئہ کو ہوا۔ اس کے بعد ایک روز تعطیل رہی تمام طلبہ ومدرسین روشن آرا باغ میں تفریح کے لئے گئے۔ اسی طرح ۲۳-۲۴ ربیع الثانی ۵۶ئہ مطابق ۳-۴ جولائی ۳۷ئہ کو ششماہی امتحان بالکل اچانک لیا گیا یعنی گذشتہ اسباق پر نظر ثانی کا موقع طلبہ کو نہیں دیا گیا۔ جس فوری طور پر ان سے ان کی عادت کے خلاف تقریری امتحان لیا گیا۔ خطرہ تھا کہ شاید کم کامیاب ہوں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ نتیجہ بہت اچھا رہا۔ اوپر کی جماعتوں میں تو کوئی بھی فیل نہیں ہوا۔ ہاں نیچے کی جماعتوں میں بعض لڑکے فیل ہوئے تھے۔ ۵ر جولائی کو عصر کے بعد مہتمم صاحب نے نتیجہ سنا دیا فیل ہونے والوں کے زخموں پر لعن و ملام کی نمک پاشی نہیں کی، بلکہ ان کی ہمت بندھائی اور نہایت مؤثر انداز میں ایک رقت انگیز تقریر کی جس میں ان کو دعائیں دیں اور آئندہ کے لئے تیار و مستعد ہونے کی تلقین کی۔ ان دونوں امتحانوں میں اول آنے والوں کو دو دو روپے نقد انعام میں دیئے گئے تھے +

سالانہ امتحان اور جلسہ تقسیم اسناد و انعامات

جلسہ کی کارروائی ۱۹ر شعبان بروز پیر صبح سے شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد حسب ذیل پروگرام کے مطابق کارروائی تا نماز ظہر جاری رہی اس کے بعد کھانا کھا کر حاضرین نماز ادا کر کے رخصت ہوئے پروگرام مندرجہ ذیل ہے +

تلاوت قرآن مجید	مولوی عبدالخالق صاحب	۵ منٹ	تقریر اردو	مولوی حبیب اللہ صاحب	۸ منٹ
نظم اردو	مولوی محمد ادریس صاحب آزاد	۵ منٹ	بیان	مولوی ابوشحمہ صاحب	منٹ
نظم اردو	مولوی عبدالغفور صاحب	۵ منٹ	تقریر عربی	مولوی عبدالغنی صاحب	۱۰ منٹ
تقریر اردو	مولوی عبدالقیوم صاحب	۱۰ منٹ	قصیدہ عربی	مولوی عبدالغفور صاحب	۱۵ منٹ
نظم اردو	مولوی احسان اللہ صاحب	۱۰ منٹ	تقریر اردو	مولوی محمد اکبر صاحب	۱۰ منٹ
تقریر عربی	مولوی الطاف الرحمن صاحب	۱۰ منٹ	حفظ حدیث بلوغ المرام	مولوی عبدالرحمن صاحب نجدی	۱۰ منٹ
تقریر اردو	مولوی ابوشحمہ خان صاحب	۱۰ منٹ	قصیدہ عربی	مولوی عبدالغفور صاحب	۱۰ منٹ
نظم اردو	مولوی عبیدالرحمن صاحب	۱۰ منٹ	مقالہ	مولوی محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی	۲۰ منٹ

بنوٹ بھی لڑکوں نے کھیلی استاد عبدالقادر صاحب ۲۵ منٹ

نتیجہ امتحان تقسیم سند و انعام و تقریر صدارت و اختتام جلسہ و دعا از حضرت ممتحن صاحب

امتحان کا نتیجہ مع انعام درج ذیل ہے

نمبر شمار	نام جماعت	نتیجہ	تفصیل	انعام
۱	جماعت ادنیٰ	سب لڑکے پاس ہیں	حبیب اللہ کو جماعت میں اول رہنے کے باوجود ادنیٰ جماعت ہونیکے، عربی میں پرچہ لکھنے کے۔	مبلغ پانچ روپے اور ایک گھڑی
۲	جماعت اولیٰ	سب لڑکے پاس ہیں	عبدالواحد جماعت میں اول قرآن مجید میں اول رہنے کے	پندرہ روپے
۳	جماعت ثانیہ	سب لڑکے پاس ہیں	بشیر احمد کو جماعت میں اول رہنے کے قرآن وحدیث میں اول رہنے کے	بیس روپے
۴	جماعت ثالثہ	سب لڑکے پاس ہیں	عبدالرحمٰن (بستوی) کو جماعت میں اول آنے کے	پانچ روپے
۵	جماعت رابعہ	جماعت رابعہ میں ایک لڑکا فیل ہوا۔ اور عبدالقیوم عبدالحمید۔ عبدالخالق۔ محمد اکبر۔ عبدالعزیز۔ ضیاء الدین۔ عبدالرحمٰن پاس ہیں	عبدالخالق کو جماعت میں اول رہنے کے امام الدین کو نماز با جماعت ہمیشہ نماز پڑھنے کے	پانچ روپے دس روپے
۶	جماعت خامسہ	سب لڑکے پاس ہیں		
۷	جماعت سادسہ	سب لڑکے پاس ہیں	عبدالرحیم کو جماعت میں اول آنے کے اور حدیث میں اچھے نمبر حاصل کرنے کے	پندرہ روپے
۸	جماعت سابعہ	سب لڑکے پاس ہیں		
۹	جماعت ثامنہ	سب لڑکے پاس ہیں	مولوی عبیدالرحمٰن کو جماعت میں اول رہنے کے اور جماعت میں اول آنے کے	ایک گھڑی اور ایک گھڑی پندرہ روپے

مولوی نذیر احمد صاحب مدرس کو ان کی نگرانی کتب خانہ اور نگرانی رسالہ محدث کی حسن کارگذاری پر پچھتر روپے بطور انعام دیئے۔ — دو عدد گھڑی اور مبلغ نوّے روپے

سالانہ جلسے کے موقعہ پر جن طلبہ کی تقریریں ہوئیں انھیں حسب ذیل انعام ملا

مولوی محمد ادریس صاحب آزاد کو دو روپے ÷ مولوی عبدالغفور صاحب کو تین روپے ÷ مولوی عبدالقیوم صاحب کو تین روپے ÷ مولوی احسان اللہ صاحب کو دو روپے ÷ مولوی الطاف الرحمٰن صاحب کو چار روپے ÷ مولوی ابوشحمہ خانصاحب کو تین روپے ÷ مولوی عبیدالرحمٰن صاحب کو چار روپے ÷ مولوی حبیب اللہ صاحب کو دو روپے ÷ مولوی ابوشحمہ صاحب کو دو روپے ÷ مولوی عبدالغنی صاحب ۵ روپے ÷ مولوی محمد اکبر صاحب کو تین روپے ÷ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نجدی کو دس روپے ÷ بنوٹ کھیلنے والے لڑکوں کو چھ روپے ÷

بحمداللہ ساری جماعت میں صرف ایک لڑکا فیل ہوا باقی سب بحمداللہ پاس رہے۔ آٹھویں جماعت میں مولوی ابوشحمہ صاحب بستوی پاس ہوئے جنھیں نجدی جبہ اور ساتھ ملا۔ مولوی عبیدالرحمٰن صاحب مبارکپوری اس جماعت میں اول نمبر پر آئے علاوہ گھڑی اور نقدی کے جبہ نجدی کا ملا اور عقال عربی سنہری بھی دی گئی۔ جملہ دو سو بارہ روپے نقد انعام تقسیم ہوا۔ مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی نے جو مقالہ پڑھا تھا وہ چھپوا لیا گیا تھا اور جلسہ گاہ میں تقسیم ہوا۔ اب بھی جن صاحب کو ضرورت ہو محصول ڈاک کے تین پیسے بھیجکر مفت طلب فرمالیں۔ جلسہ گاہ مدرسہ کا وسیع ہال کمرہ تھا۔ جو دہلی کے اعلیٰ طبقہ کے علما و عمائدین سے پُر تھا۔ خیر و خوبی کے ساتھ تقریباً پانچ گھنٹہ تک یہ جلسہ ہوتا رہا۔ فالحمد للہ۔ پھر غریب طلبہ کو مہتمم صاحب نے کرایہ اپنے پاس سے دیا الغرض تقریباً چھ سو روپیہ اس روز خرچ ہوا جو دعوت وغیرہ کے علاوہ ہے تبارک اللہ۔

اس سال کی ایک اہم خصوصیت

گذشتہ ماہ فروری ۱۹۳۷ء کی ۱۲ سے ۲۶ تک کی تاریخوں میں، جبکہ ملک کے گوشے گوشے میں حضور نظام پادشاہ حیدرآباد دکن وبرار خلد اللہ ملکہٗ کی سلور جوبلی کا غلغلہ بلند تھا، اور تقریباً ہر اسلامی ادارہ اس تقریب میں شریک ہوکر اپنی دلی مسرت وبہجت کا اظہار کررہا تھا۔ دارالحدیث رحمانیہ دہلی نے بھی حضور نظام کی عام انسانی واسلامی، دینی وعلمی خدمات کی بنا پر اس مسعود تقریب میں شرکت کا فخر حاصل کیا۔ چنانچہ ۱۷ ارفروری ۳۷ء کو مدرسہ کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت فخر قوم عالی جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی رئیس اعظم دہلی ومہتمم دارالحدیث رحمانیہ، مدرسہ کے ہال کمرہ میں منعقد ہوا۔ جس میں حضور نظام کے دور حکمرانی کے گذشتہ ۲۵ سال کے زریں کارناموں کو مختلف مقررین نے وضاحت سے بیان کیا۔ اور مدرسہ کے طلبہ نے مناسب حال نظمیں بھی سنائیں۔ اور مہتمم صاحب کی طرف سے حاضرین کی شیرینی اور فروٹ وغیرہ سے تواضع بھی کی گئی۔ اور اخیر میں تہنیت ومبارکبادی کا ایک رزولیوشن بھی پاس کیا گیا، جس کی نقل اخبارات کے علاوہ جناب مہتمم صاحب نے بذریعہ تار شہریار دکن وبرار کے چیف سکرٹری کی خدمت میں بھی بھیجدیا تھا۔ اس کے جواب میں حضور نظام کا مندرجہ ذیل مکتوب گرامی اپنے چیف سکرٹری کی وساطت سے مہتمم صاحب کے نام موصول ہوا۔

سلطان العلوم شہریار دکن وبرار حضور نظام خلد اللہ ملکہ کا مکتوب گرامی

بنام جناب مہتمم صاحب دارالحدیث رحمانیہ دہلی

H.E.H THE NIZAM'S PESHI OFFICE
KING KOTHI,
HYDERABAD - DECCAN
MARCH, 1937

DEAR SIR,

I Am Commanded by the nizam to acknowlege with thanks your Telegram dated 17TH FER 1937. and to Request you to convey to the Professors and Students of your madarsa his exalted Highness's appreciation of their Congratulation on the occasion of his Silver jubilee.

yours Truly
Sd/-
Chief Secretary To H.E.H THE NIZAM

To,
Ataur Rahman Esq,
manager, madrasa Darul Hadis Rahmania Delhi

از دفتر پیشی حضور پرنور نظام اوف حیدرآباد

کنگ کوٹھی۔ حیدرآباد دکن مارچ ۱۹۳۶ء

جناب العالی

مجھکو حضور نظام نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے تار مورخہ ۱۷ فروری کا شکریہ ادا کروں۔ اور آپ سے درخواست کروں کہ آپ اپنے مدرسہ کے طلبا اور حضرات مدرسین تک یہ پہنچا دیں کہ ان کی اس مبارک بادی پر جو انھوں نے ان کی سلور جوبلی کے موقع پر دی ہے حضور نظام نے خوشی و پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

دستخط

چیف سیکریٹری حضور نظام

ارباب علم وبصیرت کا ورود اور مدرسہ کے متعلق ان کی گرانقدر رائیں

یونتو ہمیشہ ہی اللہ کے فضل سے مدرسہ میں ملک وملت کے زعماء وفضلا آئے اور معائنہ کے بعد علوم دینیہ کی بقاء واستحکام کے متعلق اپنے قلوب کی گہرائیوں میں ایک نہ مٹنے والا نقش لیکر واپس ہوئے لیکن اس سال خصوصیت کے ساتھ چند ایسے باثر علماء تشریف لائے جن کی علمی ذوق وتجربہ کو دیکھتے ہوئے، ان کی ان تحریروں پر غائر نظر ڈالی جائے جو انھوں نے مدرسہ کے متعلق لکھی ہیں تو واللہ! یہ ماننا پڑتا ہے کہ دارالحدیث رحمانیہ اپنی ممتاز خصوصیات کی بنا پر اپنی نظیر آپ ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں ان معاینوں کو نقل کرتے ہیں جو اس سال تشریف لانے والے علماء نے لکھے ہیں۔

جامع ازھر مصر کا معزز وفد

مصر کی مشہور یونیورسٹی "جامع ازھر" کا ایک وفد جو پانچ اراکین پر مشتمل تھا شوال ۱۳۵۵ھ مطابق جنوری ۱۹۳۷ء کو دہلی میں وارد ہوا تھا۔ اور بتاریخ ۳ جنوری ۱۹۳۷ء کو ۱۰½ بجے دن میں مدرسہ رحمانیہ میں بھی تشریف لایا۔ اس وفد نے طلبہ واساتذہ کی عربی تقریریں، استقبالیہ قصیدے، اور حفظ حدیث کے نمونے سنکر جو اثر اپنے دلوں میں لیا وہ انھیں کے الفاظ میں سنئے۔

زرنا المدرسة الرحمانية أل الحديث الشريف فسرنا تقدم اللغة العربية بين طلابها حتى سمعنا منهم الخطب البليغة والقصائد المتينة والفكر النيرة بالعبارات المؤثرة وزاد سرورنا ما شهدنا منهم من حفظ جملة عظيمة من احاديث المصطفى صلى الله عليه وسلم يتلونها بالعربية ويشرحونها بالاردوية بلا تلعثم ولا تلكؤ ما يشهد بعظيم عنايتهم التي يسأل الله لها بالنمو والتوفيق ولقد علمنا ان هذه المدرسة يقوم بكل نفقاتها رجل يعد يا مه فطر على الخير ومحبة العلم والعناية بنشره وعلو كلمة الله وانا لنرجوان يكون عمله مبرورا مقبولا ونسال الله جل شانه ان يضاعف له المثوبة وان يديم للمدرسة حياة سعيدة وآثارا مجيدة وفوائد عديدة بمنه وكرمه

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم رئیس البعثۃ الازھریۃ ابراہیم الجبالی محمد حبیب ۔ محمد صلاح الدین النجار عبدالوھاب النجار من شوال ۱۳۵۵ھ محمد احمد العدوی ۔

(ترجمہ) ہمیں مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ۔ طلبا کی عربیت نواز طبیعتوں کو دیکھکر بہت خوشی ہوئی ۔ انھوں نے بہترین طریقے پر تقریریں کیں اور فصیح و بلیغ (طبعزاد) عربی قصیدے پڑھکر سنائے ۔ جن میں روشن خیالات کو نہایت سنجیدہ اور موثر پیرایہ میں ظاہر کیا گیا تھا ۔ سب سے زیادہ ہمیں یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ لڑکوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ایک خاصہ مجموعہ یاد کر رکھا تھا جس کو وہ بغیر کسی رکاوٹ کے عربی زبان میں پڑھتے تھے اور اردو زبان میں اس کی تشریح بیان کرتے تھے ۔ یہ سب کچھ ہمیں کارکنان مدرسہ کی کرم فرمائی نے دیکھنے کا موقعہ دیا ۔ خدا ان کی اس سے زیادہ حوصلہ افزائی فرمائے ۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مدرسہ کے اخراجات کا تمام بوجھ ایک ایسے شخص نے اٹھا رکھا ہے جسکو خدا نے بھلائی کیلئے پیدا کیا اور علم دوست بنایا ہے اور جس کے دل میں علوم و فنون کی اشاعت کی تڑپ اور اعلاء کلمۃ الحق کا جذبہ موجزن ہے ہم خدا کی ذات سے امید کرتے ہیں کہ وہ موصوف کی سعی کو مشکور و مقبول فرمائے گا ۔ اور اسی کی بارگاہ میں درخواست ہے کہ وہ ان کے اجر و ثواب کو دوگونہ کرے ۔ نیز مدرسہ کو سلامتی کے ساتھ حیات جاودانی نصیب ہو اور اس کو اپنے فضل سے مختلف فوائد و نیک آثار کا سرچشمہ بنائے (آمین)

علامہ عبدالعزیز ثعالبی کی رائے

علامہ عبدالعزیز ثعالبی، ٹیونس (جو حکومت فرانس کے ماتحت ہے) کے باشندے ہیں ۔ اور اپنے علم و فضل تدبر و بیدار مغزی کی بنا پر ایک مشہور شخصیت ہیں ۔ پچھلے دنوں جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو ۵ فروری ۳۷ء کو آپ نے مدرسہ رحمانیہ میں بھی قدم رنجہ فرمایا ۔ دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے معائنہ سے آپ کے دل میں کیا تاثرات پیدا ہوئے، وہ انھیں کے الفاظ میں درج ذیل ہے ملاحظہ فرمائیں ۔ اور اندازہ لگائیں کہ اس زمانہ شناس، روشن خیال فاضل کی نگاہوں میں مدرسہ رحمانیہ کی کیا شان اور عظمت ہے ؟ فرماتے ہیں ۔

زرت المدرسۃ الرحمانیۃ صبیحۃ یوم الجمعۃ سلخ ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۵۵ھ فسمعت اساتذتھا یخطبون وینشدون الشعر وکذلک طلبتھا النجب بلسان عربی فصیح اخاذ وانھا المنبرۃ توجب التقدیر والاعجاب بھذہ المدرسۃ النافعۃ التی تعلم الدین والعقائد علی ساس السلفیۃ القیمۃ ورأیت من الحرکات الریاضیۃ التی تدل علی قوۃ عضل الطلبۃ ومتانۃ سواعدھم وخفۃ حرکتھم ما یدل علی عنایۃ المدرسۃ باتقان التربیۃ البدنیۃ کما عنیت بالتربیۃ الروحیۃ وان جمعھا بین ھاتین المزیتین لعظیم وھو یبشر بایجاد ناشئۃ فی الھند صالحۃ للکفاحین الادبی والروحی وانی لشاکر لھمۃ المؤسس الوقور ونشاط الاساتذۃ فی تثقیف طلبتھم وانا بذلک ابشرہ ۔

عبدالعزیز الثعالبی

اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ

بتاریخ ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۵۵ھ یوم جمعہ کو صبح کے وقت "مدرسہ رحمانیہ" کی زیارت کا مجھے شرف حاصل ہوا ۔ اس

مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ کو نہایت فصیح و بلیغ قصائد عربیہ پڑھتے ہوئے اور عربی زبان میں بہترین تقریر کرتے ہوئے سنا یہ ا
کی وہ امتیازی خصوصیت ہے جو اس بات پر شاہد ہے کہ اس مفید دینی اور سلفی درسگاہ کا وجود کس قدر خوش آئند اور قابل
قدر ہے۔ یہاں کے طلبہ کو ایسی بدنی ریاضت اور کسرت کرتے ہوئے بھی دیکھا جو ان کے بازوؤں کی قوت، ہاتھوں کی
مضبوطی اور کاموں میں چستی کی دلیل ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ رحمانیہ طالبانِ علم کی روحانی تربیت کے
ساتھ ان کی جسمانی پرورش و تقویتہ میں بھی نہایت اہتمام و توجہ سے کام لے رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان دونوں خصوصیتوں
کا ایک جگہ جمع ہو جانا ایک غیر معمولی اور عظیم الشان امر ہے اور یہ اس خوشخبری کا صریح پیغام ہے کہ ہندوستان میں ایک
نوخیز ترقی یافتہ، جدید نسل کا وجود قائم ہو رہا ہے۔ جو ہر قسم کی اخلاقی و روحانی تعلیمات کی علمبرداری کی صلاحیت رکھتا ہے میں
محترم بانی مدرسہ کی علو ہمتی کی داد دیتا ہوں اور طلبہ کی تعلیم و تہذیب میں اساتذہ کی مستعدی و دلچسپی کی تعریف کرتا ہوں۔
نیز آپ کے ہمراہی حضرت نے بھی آپ کی اس تحریر کی پرزور تائید کی ہے۔ فالحمد للہ۔

مولوی عبداللہ صاحب مبلغ اسلام کے مشاہدات

میں تقریباً ایک ماہ تک دہلی میں مقیم رہا۔ مدرسہ رحمانیہ میں ٹھیرا، اور اسی ارادے سے ٹھیرا تھا کہ یہاں کے حالات
خود دیکھوں اور معلوم کروں۔ بخدا اس مدرسے کو دیکھکر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ طلبا کو ہر طرح کی راحتیں حاصل ہیں۔ ان کے
رہنے کے لئے کشادہ کمرے ہیں۔ ان کے لئے کتابوں کا انتظام مدرسے کی طرف سے ہے۔ ان کے کھانے کا اتنا عمدہ انتظام ہے
کہ معمولی گھروں میں بھی یہ کم ہوتا ہے۔ باورچی خانہ ہے جہاں ان کے لئے ہر وقت عمدہ غذا تیار کی جاتی ہے۔ سب کو
ایک ساتھ بٹھا کر دونوں وقت کھلایا جاتا ہے۔ برف کا پانی موجود رہتا ہے۔ شام کو انھیں ہنوٹ اور ورزش کے لئے ایک
معروف و مشہور استاد مقرر ہیں۔ پڑھائی کے لئے بہترین ذی علم، خوش عقیدہ اساتذہ مقرر ہیں جو پورے وقت انھیں دلسوزی
اور محنت سے پڑھاتے ہیں۔ سہ ماہی امتحان ہوتا ہے۔ پھر ششماہی، پھر سالانہ امتحان ہوتا ہے جو طلبہ یہاں سے فارغ ہو کر
سند لیکر نکلتے ہیں ان میں پوری قابلیت ہوتی ہے۔ ٹھوس علم ہوتا ہے اس وقت ہر جگہ بفضلِ خدا یہ لوگ علمی خدمتیں انجام
دے رہے ہیں۔ مختصر لفظوں میں میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سے بہتر مدرسہ کوئی بھی میری نگاہ سے نہیں گذرا۔

میری موجودگی میں طلبا کو دستور قدیم کے مطابق "قطب" (دہلی کی مشہور سیرگاہ) کی سیر کے لئے دو دن کی چھٹی ہوئی
میرا اندازہ ہے کہ تقریباً دو سو روپے اس میں صرف ہو گئے ہونگے۔ موٹروں پر گئے موٹروں پر آئے، وہاں آم خوری کے ساتھ
پراٹھے اور قورمہ، بریانی اور فیرنی انھیں کھلایا گیا۔ جس کے لئے دہلی سے خاص باورچی وہاں گئے ہوئے تھے۔

مدرسے میں ہر وقت قال اللہ و قال الرسول کی سہاونی صدائیں گونجتی رہتی ہیں۔ طلبا کے اساتذہ کی ان کے اخلاق
کی کافی نگرانی ہے۔ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک طالب علم کو مہتمم صاحب نے بار بار ڈاڑھی نہ مونڈنے کی تاکید کی، لیکن پھر
بھی اس نے یہی حرکت کی اور باز نہ آیا تو اسے مدرسے سے خارج کر دیا گیا۔ لیکن پھر وہ آیا، سخت نادم ہوا اور توبہ کی تو پھر معاف

فرمادیا گیا اور داخل کرلیا گیا۔ پانچوں نمازوں میں باقاعدہ حاضری ہوتی ہے۔ نماز کی غیر حاضری پر اسباق کی غیر حاضری پر مدرسے کے اوقات میں مدرسے سے غیر حاضری پر رات کو پانچ منٹ کی بھی غیر حاضری پر فوراً بازپرس ہوتی ہے۔ الغرض روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی تربیت یہاں ہو رہی ہے۔

مہتمم صاحب باوجود لکھ پتی ہونے کے ایک کھری چارپائی پر دس بجے صبح سے پانچ بجے شام تک بیٹھے رہتے ہیں اور پورے مدرسے کی دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ کبر و غرور آپ کے پاس پھٹکا بھی نہیں۔ طلبا کی بہت عزت کرتے ہیں۔ ان کے دکھ درد کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ کبھی بھی کسی چیز سے ان کا دل میلا نہیں ہونے دیتے۔ آج جبکہ اس گروہ کا کوئی پرسان حال بھی نہیں، خدا نے ان کے دل میں طلبا کی محبت اپنی اولاد کے برابر ڈال دی ہے۔ ان کے لئے نائی مقرر ہے ان کے لئے ڈاکٹر مقرر ہے۔ ان کے لئے درسگاہوں میں بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں ان کے لئے موسمی میوے موجود ہیں۔ ان کے لئے رہنے سہنے کی آسائشیں اور آرام موجود ہیں۔ غرض جس طرح ہم اپنے گھروں میں زندگی گذارتے ہیں، بخدا اس سے کہیں زیادہ بہتر ان کی زندگی بے فکری اور آرام سے یہاں گذر رہی ہے۔ میں تو یہ سین دیکھکر بہت ہی خوش ہوا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر ہماری جماعت ملکر بھی کوئی ایسا مدرسہ اتنے پیمانے پر اور اتنی آسانیوں والا بنانا چاہے بھی تو مشکل ہے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے کہ وہ اپنے ایک بندے سے اپنے دین کی اتنی بڑی ٹھوس خدمت انجام دلا رہا ہے۔ فالحمد للہ۔

میری دلی دعا ہے کہ پروردگار مہتمم صاحب کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے۔ انھیں جزائے خیر دے۔ اور ان پر ان کی اہل و عیال پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور اس کو ثمر علم کو ہمیشہ جاری ساری رکھے۔ آمین۔ آمین۔

عبداللہ عرف بدرالہدیٰ مبلغ اسلام ساکن موضع بندی کھتری ضلع اعظم گڈھ

حافظ عبداللہ صاحب رحیم آبادی کے تاثرات

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے متعلق میرے تازہ تر تاثرات۔ یوں تو میں مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کا دیرینہ واقف کار ہوں۔ لیکن اس وقت میرے سامنے مدرسے کے لڑکوں کی جمعیت الخطابہ کا امسالہ آخری اجلاس ہوا۔ اس میں میں نے مختلف مضامین پر طلبہ کی جو تقریریں سنیں ان تقریروں نے میرے دل پر غیر فانی اثر ڈالا ہے۔ یہ تقریریں عربی میں تھیں اردو میں بھی تھیں ان میں نظمیں بھی تھیں نثر بھی تھی میں حیرت زدہ ہوں کہ ان طلبہ کی ان تقریروں کی بہتری کا مرقع کن الفاظ میں ناظرین کے سامنے پیش کروں؟ میرے دل میں اس مدرسے کی اس کے مدرسین کی اس کے مہتمم کی اور اس کے طلبہ کی جو توقیر تھی بخدا وہ المضاعف ہوگئی۔ میں تو علی الاعلان کہوں گا کہ جو ٹھوس قابلیت اور تحریری تقریری سپرٹ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتا ہو۔ وہ اس مدرسے کی طرف رخ کرے۔ یہاں کی اندرونی بیرونی دیکھ بھال یہاں کے دینی دنیوی انتظام یہاں کی علمی عملی ترقی بیشک تشفی بخش ہیں۔ میں بلند ہاتھوں سے جناب باری میں ملتجی ہوں کہ وہ خالق کریم وحدہٗ لاشریک لہٗ

اس مدرسے کو ہمیشہ برسرِ ترقی رکھے اور اس کے مہتمم صاحب کو اخلاص برکت اور جزائے خیر دے۔ طلبا اس نعمت غیر مترقبہ کو غنیمت سمجھیں اور اس کوثرِ علوم سے فیضیاب ہوں۔ طلبہ کے ماں باپ اپنے بچوں کو اپنے گھروں میں جو سکھ نہیں پہنچا سکتے میرا چشم دید واقعہ ہے کہ وہ سکھ انھیں اس مدرسے میں حاصل ہے فالحمد للہ۔ عبداللہ رحیم آبادی

مولانا محمد صدیق صاحب مبلغ اسلام کے خیالات

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کا میرا معائنہ - میں تقریباً آٹھ روز اس سفر میں دہلی میں ٹھیرا۔ اس اثنا میں مدرسہ رحمانیہ کے کافی معائنہ کا وقت مجھے ملا۔ مدرسہ کی ایک عمارت ہے جس کے چار سو کمرے ہیں اور بیچ میں ایک لہلہاتا ہوا چمن اور پھلواری ہے۔ صاف ستھرے غسلخانے کھلا اور وسیع باورچی خانہ۔ مکتبہ کا بلند و بالا مکان۔ اساتذہ کا محنت و کوشش سے پڑھانا ہونہار طلبہ کا مشغولیت سے پڑھنا۔ مہتمم صاحب کا دن بھر یہیں بیٹھے رہنا۔ طلبا کے اخلاق و عادات کا معائنہ کرتے رہنا۔ مسجد میں بروقت تمام طلبا کا پہنچ جانا، وہاں باقاعدہ حاضری لیا جانا۔ رات کے وقت طلبہ کو بعد از عشاء قانوناً کہیں نہ نکلنے دینا، اسباق کی حاضری کا رجسٹر موجود رہنا۔ ان کے بیماروں کے لئے ڈاکٹر کا مہیا رہنا، ان کی ادویات مہیا کرنا، ان کی پرہیزی غذا مہیا کرنا ان کی جسمانی ورزش اور صحت کا خیال رکھنا وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن سے میرا دل مسرور اور میری آنکھیں پرنور ہوگئیں۔ میری دلی دعا ہے کہ خدائے عالم اس چشمۂ علم کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔ اور اس کے ہردلعزیز مہتمم کو ایمانی مالی اور جسمانی دنیوی اور دینی برکتیں بخشے۔ آمین۔ میں اس امر کو اگر ظاہر نہ کردوں تو کتمانِ حق ہوگا کہ اس وقت اس ٹھوس تعلیم کا یہ مرکز طلبا کے لئے خاص فضل ربی ہے - محمد صدیق بہاری مبلغ اسلام

مہتمم مدرسہ انوار احمدیہ آرہ کی رائے صفحہ ۳۳ پر ملاحظہ کریں۔

دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے طلبہ کا متفقہ بیان

مرکزِ علوم دینیہ مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی اپنے حُسنِ انتظام اور ممتاز خصوصیات کا حامل ہونے کے لحاظ سے موجودہ عربی مدارس میں یکتا و بے نظیر ہے یہ مدرسہ مخدوم و محترم عالیجناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ رئیس دہلی کے زیرِ اہتمام سترہ سال سے بڑی آب و تاب سے جاری ہے۔ جس طرح یہاں تعلیم کے لئے قابل اور درسِ نظامیہ میں ماہر اساتذہ کا انتظام ہے اسی طرح طلبہ کی رہائش و دیگر حوائج کا بھی باحسن وجوہ اہتمام ہے مدرسہ ہی میں ایک طرف مطبخ جس میں ہوشیار ملازمین اور منتظم کی زیرِ نگرانی بہترین اور لذیذ کھانا تیار ہوتا ہے حسب تجویز ڈاکٹر و حکیم پرہیزی غذا کا بھی اچھا انتظام ہے ایک ڈاکٹر صاحب مقرر ہیں جو مریض طلبہ کی دیکھ بھال اور دوا کا انتظام کرتے ہیں۔

مدرسہ ہی سے ہرایک طالب علم کو سونے کیلئے چارپائی اور لالٹین وتیل کا بھی انتظام ہے۔ کپڑے دھونے کیلئے ہر جمعرات کو صابون ملتا ہے ہر سال جاڑے کے موسم میں ہرایک طالب علم کو دو لحاف کمبل اور گرم کوٹ دیا جاتا ہے۔ ہر جمعرات کو حجام برائے حجامت آتا ہے کبھی کبھی مدرسہ کی جانب سے دہلی کے مشہور تفریحی مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے۔
مہتمم صاحب مدظلہ اپنی دریادلی اور مشہور فیاضی سے کام لیتے ہوئے موسمی فواکہہ اور میوے جات سے طلبہ کی ضیافت بھی کرتے ہیں غرضکہ مدرسہ مذکور کے طلبا اپنے گھر سے زیادہ یہاں آسائش وآرام سے ہیں اور ہر قسم کی سہولیت بہم پہنچائی گئی ہے۔ یہاں طلبہ کو تحریر وتقریر اور مناظروں کی مشق کرائی جاتی ہے۔ طلبہ کے ذوق کو بڑھانے کیلئے مذہبی واخلاقی اخبارات اردو عربی بھی منگائے جاتے ہیں۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ بیان دیتے ہیں کہ ہمارا طالبعلمی کا زمانہ نہایت آسائش وآرام اور راحت ولطف سے گذرا ہے۔ حضرت محترم جناب مہتمم صاحب ہمیں اپنے بچوں کی طرح عزیز سمجھتے ہیں اور نہایت ہی لطف وکرم سے پیش آتے ہیں فجزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدنیا والاخرۃ۔

الغرض جو کچھ آرام وآسائش اور انتظام ہے حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی متعناہ اللہ لطول حیاتہ (آمین) کی فیاضی اور دریادلی کا ادنیٰ نمونہ ہے ہم دست بدعا ہیں کہ خدایا تو ایسی برگزیدہ ہستی کو زمانہ دراز تک باسلامت زندہ رکھ اور اپنے دین کی خدمت لیتا رہ اور دونوں جہاں میں ان کے لئے تیری رحمت کشادہ رہے۔ آمین۔

عبدالعزیز عزیز ہوشیارپوری + عبیدالرحمان طالب بقلم خود + ابو شحمہ خاں + محمد ادریس اعظمی + محمد اکبر عفی عنہ الطاف الرحمن + عبدالرحمن بستوی + ضیاء الدین ضیاء مئوی + ابوسعید امام الدین امام رحمانی مظفرنگری اقبال امین گونڈوی + محمد یوسف + محمد ادریس رحمانی + عبدالرحمن بسکوہری + محمد حسین احسن گونڈوی، عبیداللہ تبتی عبدالعزیز ناصر بستوی + ایچ۔ ایم عبدالخالق خالدی + عبدالغنی حامد امرتسری + محمد ٹونکی + حبیب اللہ ارشد + عثمان + عبدالرحمن عربی نجدی + غلام اللہ + بشیر احمد قاصد + وزیر احمد فائز + محمد حسن خورشید + عبدالرحیم ثانی + عبدالواحد میرٹھی + عبیداللہ رحمانی + محمد علی تبتی + عبدالعفو بقلم خود + عبیدالرحمن + عبدالقادر + ادریس ٹونکی + احسان اللہ ٹونکی بقلم خود + عبدالشکور بسکوہری + عبدالشکور بہاری + عبدالودود + محمد امین حق مبارکپوری عفا اللہ عنہ عبدالستار ٹونکی + محمد عبدالرحمن عفی عنہ + عبدالحمید بستوی۔ عبداللہ خاں بستوی۔ منیر خاں بسکوہری +

جملہ انتظام مدرسہ حضرت میاں صاحب کی عنایت بے غایت وعطا۔ غیر مجذوذ کا شرمندہ احسان ہے۔ ہم سر بلند کرکے کہہ سکتے ہیں کہ یہ مدرسہ ہند کا ممتاز اور اعلیٰ مدرسہ ہے جس کے حلقہ رکنیت میں ایسے مدبر ومفکر علماء موجود جو فراخ حوصلگی سے غیر معمولی گرمجوشی کے ساتھ اپنے مقصد عالی کو انجام دے رہے ہیں۔ بایں وجہ اس سے میں محبت کا اظہار کرتا اور اس کی مداومت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ عبدالقیوم رحمانی

میں مندرجہ بالا تحریر سے اتفاق رائے کرتا ہوا دار الحدیث کے صوری و معنوی محاسن کو دیکھکر بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کی یہ واحد درسگاہ ہے جو نہ صرف طالبانِ علم کے روحانی و علمی و عملی فوز و نجاح کی ضامن ہے بلکہ جسمانی درستگی اخلاقی شائستگی قیام و طعام کی عمدگی کی بھی کفالت کرتی ہے۔ غریب الوطن طلبا مہتمم صاحب کے انتہائی محبت و التفات کو دیکھکر حقیقی والدین کے نظارہائے الفت و اعتناء کو فراموش کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اے مالک الملک تو اپنے اس سرچشمہ فیض سے تشنگان علم کو قیامت تک سیرابی کا موقعہ دے اور مہتمم مدظلہ کو اس کے صلہ میں اعلیٰ ترین نعمت عطا فرما آمین ثم آمین۔ حقیقت میں دار الحدیث رحمانیہ ع جسکو خزاں نہیں ہے یہ ایسی بہار ہے +

ضیاء الدین ضیاء رمئوی متعلم دار الحدیث رحمانیہ دہلی ۔ اقول ان المدرسۃ الرحمانیۃ ناظمھا الشیخ عطاء الرحمن فی احسن نظام و اکمل ترتیب و اتم اعتناء ادامہ اللہ عبد اللہ المحسن الفرعاوی

تصدیق مدرسین

تحریر مذکور میں جو طلباء نے مضمون لکھا ہے وہ صحیح و درست ہے - احمد اللہ مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی ۲۹ رجب ۱۳۵۵ء

طلبۂ مدرسہ رحمانیہ دہلی کے مندرجہ بالا بیان کی میں تصدیق کرتا ہوں - نذیر احمد مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی -

میں بھی مذکورہ بالا بیان کی تصدیق کرتا ہوں - عبید اللہ مدرس مدرسہ رحمانیہ

بیشک طلبہ کا بیان بالکل صحیح ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ مہتمم صاحب کی عمر و مال میں بے پایاں برکتیں عنایت فرماتا رہے اور انھیں دینی خدمات کا موقع دیتا رہے آمین آمین فقط عبد الغفور مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی -

دار العلوم رحمانیہ کے طلبا کا بیان بالکل درست ہے واقعی دار العلوم ان تمام محاسن کا مرکز ہے بلکہ مزید براں اینکہ جناب والا میاں عطاء الرحمٰن صاحب ناظم دار العلوم رحمانیہ باوجود رئیس اعظم ہونے کے غریب طلباء کی دیکھبھال بذات خاص فرماتے ہیں۔ ہر صبح نماز کے واسطے تمام طلبا کو جگا دیتے ہیں ہمیشہ باجماعت طلبا کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں سب طلباء کو خصوصیت کے ساتھ وقتاً فوقتاً بغرض ہمت افزائی معقول انعامات دیتے ہیں طلبا کے باہمی خصومات کو نہایت شفقت پدری سے طے فرماتے ہیں ؎ جان نگردد رہِ اسلام تصدق کردہ + زانکہ ہر فعل او من تابع قرآں بینم

خداوند رب العزت اس محب اہل علم کو ہر دو جہاں میں جزائے خیر دے آمین - احقر محمد شریف اللہ غفرلہ مدرس

حضرت مولانا مولوی عبد الوہاب صاحب مدرس اول و مہتمم مدرسہ انوار احمدیہ آرہ کی گرانقدر رائے

میں نے تقریباً دس سال کے بعد مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کو دیکھا مجھے اس سے بیحد مسرت ہوئی کہ مدرسہ نے اپنے ہر شعبہ میں کافی ترقی کی مجھے اس کی تعلیم اور تنظیم کے دونوں صیغوں کو دیکھکر بحمد اللہ بہت فرحت و مسرت ہوئی میری آنکھوں نے یہ دیکھا کہ مہتمم صاحب دن بھر مدرسہ

میں بیٹھے ہوئے ان پردیسی طالبعلموں کی دلجوئی میں اور ان کے اخلاق کی نگرانی میں اور ان کی تعلیم کے اعلیٰ اہتمام میں پوری دلچسپی سے کام لیتے رہتے ہیں۔ جہاں ایک طرف ان کی دینی تعلیم کا اعلیٰ انتظام ہے وہاں دوسری طرف انکی اخلاقی دیکھ بھال بھی کامل ہے پس میں اس قلبی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ دینی درسگاہ اعلیٰ پیمانے پر اپنا ٹھوس کام کر رہی ہے۔ مدرسکی دلکشا عمارت باورچی خانہ کا اعلیٰ انتظام کتب خانہ کا وسیع اہتمام مدرسین کا قابلیت کے ساتھ تعلیم دینا مہتمم صاحب کا دن بھر یہاں موجود رہکر طلبہ کی نگرانی کرنا یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن سے اکثر مدارس دینیہ خالی نظر آتے ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کوثر علم کو جاری وساری رکھے اور اسکے مہتمم صاحب کو برکات عنایت فرمائے۔ عبداللہ آروی - ۲۲ر اکتوبر ۳۷ء

”مصر میں رحمانی علما کے علمی اور تبلیغی خدمات“

(از مولوی عبید الرحمن صاحب مبارکپوری رحمانی)

آج سے تقریباً ۱۲ سال پہلے نجد (عرب) کے یہ تین اصحاب عبداللہ بن علی الابیض القوبعی عبداللہ بن علی القصیمی عبدالعزیز بن راشد الحریقی دار الحدیث رحمانیہ میں علوم قرآنیہ وحدیثیہ پڑھکر اپنے اپنے وطن پہنچے پھر وہاں سے مصر گئے۔ یہ تینوں رحمانی علما بہت ذہین وفطین ہیں لیکن اول الذکر حفظ و فہم ضبط وعقل قوت بیان اور مناظرہ ومعارضہ میں بے مثل ہیں۔ بزمانہ طالب العلمی آپکو پوری بلوغ المرام الفیۃ الحدیث اور منتقی کا اکثر حصہ اور دوسرے رسائل مروجہ فی العرب محفوظا از بر تھے۔ مصر کے عوام اور متوسط واعلیٰ طبقے کے لوگ قبر پرستی پیر پرستی اور دوسرے مشرکانہ رسم ورواج میں مبتلا ہونیکے ساتھ یورپ کی اندھی تعلید میں ہندوستانی مسلمانوں سے بیش پیش ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ”ہر فرعونے را موسیٰ“ کے قانون کے مطابق مصر کے عوام اور تعلیمیافتہ طبقہ کی اصلاح اور ارشاد کے لئے سید محب الدین الخطیب ایڈیٹر ”الفتح“ استاذ محمد علی الطاہر ایڈیٹر ”الشباب“ علامہ محمد احمد شاکر القاضی الشرعی علامہ محمد حامد الفقی اور دار الحدیث کے مذکور الصدر رحمانی علما وغیرہ جیسے بزرگ مخلص اور سرگرم داعی پیدا کردیئے ہیں اس دعوت وارشاد کی غرض سے انہیں رحمانی علما کی کوشش سے ایک انجمن بنام جمعیۃ انصار السنۃ المحمدیہ قائم ہے جس کے صدر علامہ محمد حامد الفقی اور نائب صدر عبداللہ الابیض الرحمانی ہیں چند برس پہلے جمعیۃ کے ارکان بہت تھوڑے تھے لیکن جب صدر جمعیت حج کیلئے حجاز تشریف لیگئے اور شاہ حجاز ایدہ اللہ بنصرہ نے کسی علمی خدمت کے سلسلہ میں ان کو چار سال کیلئے روک لیا تو ان کی عدم موجودگی میں عبداللہ الابیض نے اپنی سرگرم کوششوں کے ذریعہ جمعیت کو ایسی حیرت انگیز ترقی دی کہ چند مہینوں میں ارکین کی تعداد چار ہزار سے زائد ہوگئی۔ مصر کے بدعتی اور نیچری علماسے کئی دفعہ مباحثہ کا موقعہ پیش آیا اور آپ نے انکو ہمیشہ لاجواب کردیا چنانچہ ایک دفعہ تمام نیچری اور بدعتی مولویوں نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا آپنے قبول کرتے ہوئے مجلس مناظرہ میں سب مقابل مولویوں سے کہدیا کہ ہر ایک مولوی اپنے تمام دلائل ایک ایک کرکے پیش کردے چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا آخر میں آپ نے کھڑے ہوکر ایک ایک دلیل کا ترتیب وار جواب دیا پھر اپنے دعاوی کتاب وسنت اور عقل کی روشنی میں ثابت کردیئے اور مقابل علما کو مہلت نہیں دی جبتک سب نے .... اپنے عجز کا اقرار نہیں کرلیا اس عظیم الشان فتح کا یہ اثر ہوا کہ عوام اور تعلیمیافتہ سب عبداللہ الابیض کی جادو بھری تقریر اور قوت معارضہ سے مسحور ہوگئے اور دھڑا دھڑ اہلحدیث ہونے لگے۔ سرکاری محکموں میں بر سر عہدہ بیدار دن بھر کام کرتے اور شام کو چھٹی کے وقت ایک ایک بربری اپنے ساتھ دس دس کو کھینچ لاتا اور وہ سب کے سب استاد موصوف کی تقریر سنکر اور شکوک رفع کراکے اہلحدیث ہوجاتے۔ آپنے عوام سے قبر پرستی اور دوسرے مشرکانہ رسوم بہت کچھ دور کردیئے ہیں آپکے پر خلوص جادو اثر وعظ کیوجہ سے آپکی محبوبیت اور لوگوں کی گرویدگی کا یہ عالم ہے کہ ”سعید“ والے آپکو چھوڑنا نہیں چاہتے اور ”قاہرہ“ پہنچنے کے بعد قاہرہ والے آپ کی مفارقت گوارہ نہیں کرتے اس لئے کچھ دن آپ سعید میں گزارتے ہیں اور کچھ دن قاہرہ میں۔ آپ اراکین جمعیۃ کو قرآن وحدیث کا درس دیتے ہیں جسمیں بعض وہ ہندوستانی طلبہ بھی شریک ہوتے رہے ہیں جو ”ازہر“ سے سند فراغ حاصل کرچکے ہیں۔ علامہ عبدالعزیز ثعالبی دار الحدیث میں ورود کے موقعہ پر یہ سنکر بیحد خوش ہوئے کہ مصر کے مشہور سلفی عالم عبداللہ الابیض اسی دار الحدیث کے مایہ ناز فرزند ہیں۔

عبداللہ القصیمی نے علما اور تعلیمیافتہ یورپ زدہ نوجوانوں کی اصلاح میں زیادہ کوشش کی ہے چنانچہ علمائے ازہر کی نیچریانہ روش کے خلاف بعض مسائل میں علامہ یوسف الدجوی رئیس التعلیم سے آپنے گفتگو کی۔ اور ”ازہر“ سے فراغ کے بعد آپنے علی الاعلان اصلاحی مخالفت شروع کردی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ”ازہر“ سے آپ کو جو وظیفہ ملتا تھا بند کردیا گیا آپنے اس کی کچھ پروا نہیں کی اور ایک رسالہ بنام طیوخ الازہر لکھا آپکی تصانیف میں الثورۃ الوہابیہ اور مشکلات الحدیث عوام اور علما وطلبہ کیلئے بیحد مفید ہیں۔ آخر الذکر رسالہ میں احادیث پر نیچریانہ اعتراضات کے تشفی بخش جوابات دیئے گئے ہیں اور احادیث کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ ان دو حضرات کی کوششوں سے مصر میں جماعت اہلحدیث حیرت انگیز ترقی کررہی ہے۔ اللہم زد فزد۔

۵۵

اور ۳۶ء اور ۳۷ء کے ذریعہ علمی اور تبلیغی خدمت پوری قابلیت وسرگرمی سے انجام دے رہے ہیں۔ اللہم کثر امثالہم

درسِ عبرت

تجھ میں مسلم آج وہ ذوقِ مسلمانی نہیں || عزتِ قومی شریکِ نورِ ایمانی نہیں

وائے ناکامی کہ تجھ میں آج وہ جوہر کہاں || نام کو گوہر ہے لیکن وہ درخشانی نہیں

کامرانی ہو چکی جوشِ عمل بھی مٹ چکا || دل تو ہے دل پر مگر نقشِ سلیمانی نہیں

پرچم اسلام ہوتا تھا فضائے دہر میں || حیف تیرے سر پہ وہ تاجِ جہانبانی نہیں

کیسے کیسے جاں نثارِ قوم تھے اسلام میں || جنکا تاریخِ جہاں میں آجتک ثانی نہیں

کیا حمیت تھی کہ کٹ مرتے تھے نامِ حق پہ وہ || خون میں مسلم ترے پہلی سی جولانی نہیں

آس تھی بچوں سے یہ رکھینگے بڑھکر شرمِ قوم || آہ انکی بھی مگر کافی نگہبانی نہیں

مل رہا ہے ان کو درسِ غفلت و آوارگی || صحبتِ علمی نہیں شوقِ زباں دانی نہیں

تیرے پودے مغربی جھونکوں سے ہوں یوں پائمال || یاد اب شاید تجھے طرزِ خیابانی نہیں

جاگ اٹھ سجدہ تو کر رو کر دعائیں مانگ پھر || بات تیری کونسی اللہ نے مانی نہیں

اے خدائے دو جہاں مُسلم کو پھر مسلم بنا
پھر یہی سُنوا کہ مُسلم کا کوئی ثانی نہیں

نقل کنندہ عبداللہ عرف بدرالہدیٰ ساکن بندی کٹھری ضلع اعظم گڈھ

روح اخبار

—— معلوم ہوا ہے کہ مصر میں شامی اور مصری جمعیۃ نے ایک نئی قسم کی تحریک کا آغاز کیا ہے۔ عربی ممالک تیل کے چشموں سے مالامال ہیں اور ان کے ذریعہ آدھا یورپ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا ہے اور جن کے ملک میں یہ خزانے موجود ہیں وہ نانِ جویں کو ترستے ہیں اس لئے اس جمعیۃ کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی سلاطین اور شیوخ کو آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے تیل کے ذخیروں کو آزاد کرانے کی کوشش کریں اور ان سے خود فائدہ اٹھائیں کیونکہ ان پر قبضہ کئے بغیر اسلامی ممالک کی اقتصادی حالت کا درست ہونا محال ہے۔ مصر کی یہ مخلوط جمعیۃ عنقریب اپنے وفود بھیجکر مختلف ممالک میں اس مقصد کیلئے پروپگنڈا کریگی (انقلاب)

—— "اعرت بانار تیر کا" رقمطراز ہے کہ ترکی وزارت دفاع نے تمام ترکی کو مسلح کرنے کی اسکیم پر عمل شروع کر دیا ہے۔ فوجی ٹریننگ دینے کے ادارے دیہات اور شہر میں قائم کردیئے ہیں۔ نوجوانوں اور لڑکیوں کے لئے فوجی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی ہے جن لوگوں کی عمر ۶۵ سال سے کم ہے ان کیلئے فوجی تربیت حاصل کرنا ضروری ہوگیا ہے (احسان)

—— فلسطین کے مفتی اعظم نے شاہ غازی والی عراق، امام یمن، اور سلطان ابن سعود کے نام تار ارسال کئے ہیں کہ فلسطین کے معاملہ میں مداخلت کرکے امن قائم کرائیں۔ (احسان)

—— بمبئی میونسپل کارپوریشن نے ایک رزولیوشن پاس کیا ہے جس میں یہ قرار پایا ہے کہ میونسپل پرائمری اسکولوں کے اُن بچوں کے واسطے جن کی نشوونما کافی نہ ہو دودھ مہیا کرنے کیلئے دو لاکھ روپیہ دیا جائے (تیج)

—— معلوم ہوا ہے کہ امسال کے حج میں مسلمانانِ عالم کثیر تعداد میں شریک ہونگے۔ امسال یوگوسلاویہ، رومانیہ اور ترکی کے حجاج نے ایک جہاز جدہ کیلئے مخصوص کرالیا ہے جو رمضان المبارک کے بعد ہی ان حجاج کو لیکر جدہ روانہ ہوجائے گا (انقلاب)

—— ایران میں تعلیم نسواں کی ترقی کیلئے دو خواتین بہت کام کر رہی ہیں۔ سب سے پہلے خانم دولت آبادی نے پہلا مدرسہ قائم کیا یہ خاتون اب مدارس نسواں کی انسپکٹر ہیں۔ دوسری خاتون خانم آزمودہ ہیں۔ جنھوں نے اپنے گھر میں لڑکیوں کا مکتب شروع کیا تھا۔ اب ان کے مدرسہ میں ۴۰۰ لڑکیاں تعلیم پارہی ہیں اور ۱۳ استانیاں کام کرتی ہیں۔ ۱۱ سال کی کوشش میں اس وقت ایران میں ۸۷۰ مدارس نسواں ہیں، جن میں ۵۰ ہزار سے زیادہ لڑکیاں تعلیم پارہی ہیں (انقلاب)

—— بریلی ۱۰ اکتوبر، ایک گولہ (پٹاخہ) کے پھٹنے سے آتشبازی کے کنستروں اور صندوقوں کو آگ لگ گئی جس سے بہت بڑا دھماکا ہوا اور ۱۲ آدمی ہلاک اور اس سے بہت زیادہ مجروح ہوگئے۔ آٹھ دوکانیں مسمار ہوگئیں۔ اور تحصیل کی ایک عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس دکان کا مالک آتشبازی وغیرہ کی تجارت کرتا تھا اور گولے اور پٹاخے بناتا تھا (زمیندار)

—— صوبہ یوپی میں چار مہینے کے اندر جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں ۲۲۴ ہندی میں اور صرف ۱۲۲ اردو میں تھیں (انقلاب)

ناشر شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

دسمبر ۱۹۳۷ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

اللہ نزل احسن الحدیث کتٰبًا

رسالہ محدث دھلی

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

مدیر مسئول
نذیر احمد املوی
رحمانی

نائب مدیر
عبید اللہ مبارکپوری
رحمانی

ہر مہینے سال بھر مفت

چار آنہ
4

دار الحدیث رحمانیہ دھلی سے شائع ہوتا ھے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۸ر بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کئے جائیں گے۔

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۵ | ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء مطابق ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ | نمبر ۸

میاں صاحب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ رحمانیہ کا

دین پرور اعلان

(اس اعلان کا ایک ایک لفظ طلبہ یاد رکھ لیں ۔ مدیر)

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ بنگال کے بعض احباب کے خطوط سے معلوم ہوا کہ کسی صاحب نے وہاں یہ افواہ اڑا رکھی ہے کہ امسال کسی بنگالی طالبعلم کو مدرسہ رحمانیہ میں داخل نہ کیا جائیگا اسلئے مجھے یہ چند سطریں لکھنی پڑیں ۔ میں ہر جگہ کے طالبانِ دین کو ایک نظر دیکھتا ہوں ۔ میرے نزدیک یہ سخت ترخیانت ہے کہ دین اللہ کی تحصیل سے کسی خاص جگہ کے لوگوں کو محروم کر دیا جائے ۔ اسلئے میں اعلان کرتا ہوں کہ اس افواہ میں ذرہ برابر صداقت نہیں ۔ بلکہ میرے مدرسے کے دروازے ہر اس شخص پر ہر وقت مفتوح ہیں جو محبت وشوق سے علم دین حاصل کرنا چاہتا ہو ۔ بلکہ میرے ہاں تحصیل علم دین کے لئے آنے والے طلبہ پر اہلحدیثیت یا حنفیت وغیرہ کی بھی کوئی قید نہیں ۔ نیز طالب علموں کو میں اپنے بچوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں ۔ کبھی ان سے کوئی غلطی بھی ہو جاتی ہے تو عفو درگذر کرنا میری عادت میں داخل ہے ۔

نیز میرے رسالہ محدث کے ناظرین میرے طلبہ وغیرہ سے میری عاجزانہ التماس ہے کہ اس ماہ مبارک میں مجھے اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا کر کے زندہ رکھے والسلام آمین

عطاء الرحمٰن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۔ اَمَّا بَعْدُ

بخدمت مکرم محترم جناب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے پھر عید کا چاند چڑھنے والا ہے اور پھر عید کی مبارک باد دینے کے لئے میں حاضر ہوا ہوں ۔ ایسی بہت سی عیدیں خیر و خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپ کو دکھائے ۔ آپ پھولیں پھلیں اور خوش خرم رہیں ۔ آج کی سچی خوشی ان کے لئے ہے جو رمضان المبارک کو حسب فرمان خدا ورسول گذار چکے ہیں ورنہ وہ بھی ہیں جنھیں سوائے بھوک کے روزے سے کچھ حاصل نہیں ۔ اور بہت سے تہجد گذار وہ بھی ہیں جنھیں سوائے شب بیداری کے اور کچھ حاصل نہیں ۔ اللہ ہمیں ان میں سے نہ کرے ۔ بلکہ ان میں سے کرے جن پر ماہِ صیام رحمتِ خدا کی جھومتی ہوئی بدلیاں برسا کر گیا ہے +

میرے مکرم میری طرف سے اس عید کی مبارکبادی قبول فرمائیں نیز میری خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر فرمائیں ۔ اور مجھے اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولیں ۔ خدائے تعالیٰ آپ کو ہم کو اور جملہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حفاظت میں بر سرِ ترقی رکھے آمین !

ہاں جہاں جناب نے رمضان شریف کے روزے پورے کئے وہاں اس ماہِ شوال میں بھی چھ روزے رکھ لیں حدیث شریف میں ہے کہ اس طرح کرنے والے کو پورے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے ۔ اچھا فی امان اللہ ۔ میں مکرر آپ سے اپنی لغزشوں کی معافی چاہتا ہوا آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوا رخصت ہوتا ہوں ۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا

عطاء الرحمٰن

(مہتمم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ صدر بازار دہلی)

۲۹ ر رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ

دار الحدیث رحمانیہ کا داخلہ دار الحدیث میں ۱۲ ر شوال کو تعلیم شروع ہو جائیگی طلبار کو چاہیے کہ ۱۲ ر شوال سے پہلے آکر داخل ہو جائیں (مہتمم)

نمبر شمار ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹

رمضان مبارک کے فضائل و احکام

(۲)

(از مولانا عبید اللہ صاحب)

صدقہ فطر۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ روزہ دار مجسم نیکی ہوتا ہے اس کا جسم انسانی ہوتا ہے مگر روح فرشتوں کی زندگی گذارتی ہے نہ تو وہ غیبت کرتا ہے نہ جہالت کے کام کرتا ہے مگر پھر بھی وہ معصوم نہیں ہے اس سے غلطی اور لغزش ہو سکتی ہے گناہ اور برائی میں مبتلا ہو سکتا ہے زبان سے بیہودہ اور لغو باتیں نکل آتی ہیں۔ ظاہری ایسی حالت میں روزہ ان عیوب اور نقصانات سے منزہ اور پاک نہیں رہیگا اسی لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے روزوں کو ان نقصانات سے پاک صاف اور مقبول ہونے کیلئے ایک نہایت سہل صورت بتائی ہے جس کو اصطلاح شرع میں صدقۃ الفطر کہتے ہیں اور جو دیگر فرائض کی طرح ایک فریضہ ہے۔

صوم شھر رمضان معلق بین السماء والارض ولا یرفع الا بزکوٰۃ الفطر (ترغیب ترہیب) رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں اور جب تک صدقۃ الفطر نہ ادا کیا جائے مقبول نہیں ہوتے عن ابن عباس قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طھرۃ للصائم من اللغو والرفث الحدیث (ابوداؤد ابن ماجہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر فرض کیا ہے روزہ دار کے روزے کو لغو اور فحش گوئی سے پاک اور صاف کرنے کیلئے +

صدقہ فطر کس پر فرض ہے

صدقہ فطر کی فرضیت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب ہو بلکہ جس طرح ایک دولتمند پر فرض ہے اسی طرح اس غریب پر بھی فرض ہے جس کے پاس عید کے دن اپنی اور اپنی اہل و عیال کی خوراک سے زائد اس قدر موجود ہو کہ ہر ایک کی طرف سے ایک صاع غلہ دیسکے بلکہ غربا کو دوسروں کے دیئے ہوئے غلہ سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اما غنیکم فیزکیہ اللہ واما فقیرکم فیرد اللہ اکثر مما اعطی ط صدقہ فطر کے ذریعہ اللہ غنی کو پاک صاف کرتا ہے اور غریب کو اس کے ساتھ جتنا اس نے دیا اس سے زیادہ واپس لوٹاتا ہے۔

معلوم ہوا صدقہ فطر امیر غریب مستطیع غیر مستطیع سب پر فرض ہے۔ و نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر من رمضان صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین (صحیحین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو غلام۔ آزاد۔ مرد۔ عورت۔ نابالغ۔ بالغ مسلمان پر فرض کر دیا ہے مگر بیوی بچوں غلاموں کا

صدقہ فطر مالک اور صاحب خانہ کو دینا ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ الفطر عن الصغیر والکبیر والحر والعبد ممن تمونون (دارقطنی) یعنی بالغ نابالغ آزاد غلام کے نفقہ اور خرچ کا جو ذمہ دار ہو اس کو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

اگر بیوی بچے مکان پر نہ ہوں بلکہ سفر میں ہوں تو ان کا صدقہ فطر بھی ادا کرنا ہوگا ہاں اگر کسی نابالغ لڑکی سے نکاح کیا ہے اور عدم بلوغ کے باعث رخصتی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے والدین کے یہاں ہے تو اس کا صدقہ فطر اس کے باپ کو ادا کرنا ہوگا۔ اور وہ عورت جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نافرمانی کرکے ماں باپ کے یہاں چلی گئی ہو تو اس کا صدقہ فطر اس کے شوہر پر فرض نہیں ہے۔

صدقہ فطر انہی لوگوں پر فرض نہیں ہے جن پر روزے فرض ہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ مرد ہو یا عورت جیسا کہ صحیحین کی احادیث سے معلوم ہو چکا آپ نے صدقہ فطر کو طعمۃ للمساکین (مساکین کی خوراک) فرمایا پس صدقہ فطر جس طرح روزہ دار کی فحش کلامی اور بیہودہ گوئی کو دور کرنے کی حیثیت سے فرض کیا گیا اسی طرح مساکین کی خوراک ہونے کی حیثیت سے بھی فرض کیا گیا ہے پس جو شخص عید کی صبح کو مسلمان ہو جائے یا جو بچہ عید کی صبح کو پیدا ہو جائے اس پر صدقہ فطر فرض ہے۔

صدقہ فطر کب ادا کرنا چاہئے

صدقہ فطر عید کی صبح کو عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا چاہئے اگر عید کی نماز کے بعد ادا کیا گیا تو صدقہ فطر نہیں ادا ہوگا اور صدقہ فطر کا ثواب نہیں ملیگا بلکہ مطلق صدقہ اور خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

فمن اداھا قبل الصلوۃ فھی زکوٰۃ مقبولۃ ومن اداھا بعد الصلوۃ فھی صدقۃ من الصدقات (ابوداؤد (ابن ماجہ) جس نے صدقہ فطر قبل نماز عید ادا کیا تو وہ صدقہ فطر مقبول ہوگا اور جس نے بعد نماز ادا کیا تو وہ مطلق خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمر صحابی فرماتے ہیں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزکوٰۃ الفطر قبل خروج الناس الی الصلوۃ (بخاری) آنحضور نے صدقہ فطر عیدگاہ میں جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ اگر قوم کی طرف سے کوئی نظام مقرر ہے، وہ آجکل کے زکوٰۃ اور صدقہ خور سرداروں کی طرح نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ اور صدقہ کو ان کے مصارف میں دیانتداری کے ساتھ پہنچا دینے کے لئے عید کے دو ایک دن پہلے بھیج دینا کہ وہ جمع ہو کر باقاعدہ مستحقین کو ادا کر دیا جائے جائز ہے عبداللہ بن عمر کے متعلق بخاری میں ہے کان یعطیھا للذین یقبلونھا وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین قال البخاری کانوا یعطون لیجمع لا للفقراء۔ موطا میں ابن عمرؓ کے متعلق ہے کان یبعث زکوٰۃ الفطر الی الذی یجمع عندہ قبل الفطر بیومین او ثلثۃ قال شیخنا فی شرح الترمذی اثر ابن عمر

انما یدل علی جواز اعطاء صدقۃ الفطر قبل الفطر بیوم او یومین لیجمع لا للفقراء کما قال واما اعطاءھا قبل الفطر بیوم او یومین للفقراء فلم یقم علیہ دلیل انتھی۔ جمع شدہ صدقہ فطر عید کے دن مساکین وفقراء کو تقسیم کردے تاکہ وہ اس سوال سے بے نیاز ہوجائیں اور شرعی مصلحت پوری ہوجائے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کان یامرنا ان نخرجھا قبل ان نصلی فاذا انصرف قسمہ بینھم (سعید بن منصور)

صدقہ فطر کسقدر اور کن چیزوں سے دینا چاہیئے

صدقہ فطر اس غلہ سے دینا چاہیئے جو عام طور پر وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو اگر عام طور پر چاول کھایا جاتا ہے تو چاول دینا چاہیئے وقس علی ھذا۔ اور بغیر فرق وامتیاز کے ہر جنس سے ایک صاع حجازی دینا چاہیئے (وھو الاحوط عند شیخنا کما صرح بہ فی شرح الترمذی) لیکن وہ جنس گھٹیا نہیں ہونی چاہیئے۔ صاع حجازی یعنی صاع نبوی کی تول انگریزی سیر سے مختلف غلوں کی مختلف ہوتی ہے۔ اسلئے تعیین نہیں کی جاسکتی پس جن لوگوں نے مطلقاً تین سیر یا چار سیر یا پونے تین سیر یا سوا دو سیر لکھا ہے صحیح نہیں ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ کھجور۔ جو۔ پنیر منقی سے ایک صاع فی کس صدقہ فطر ادا کیا جائے لیکن گیہوں میں اختلاف ہے کہ ایک صاع دینا چاہیئے یا نصف صاع۔ گیہوں سے صدقہ فطر دینے کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے۔ کما صرح بہ الحافظ والشوکانی والزیلعی وغیرھم ہاں اکثر صحابہ گیہوں سے نصف صاع دیئے جانے کے قائل تھے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابوسعید خدریؓ تمام اجناس سے ایک صاع دینے کے قائل تھے اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں گیہوں تقریباً تھی ہی نہیں اور جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور گیہوں مختلف مقامات سے آنے لگی یا صحابہ کا ایسے مقامات میں گذر ہوا جہاں گیہوں ہوتی تھی لیکن اور اجناس کے مقابلہ میں گراں تھی تو صحابہؓ نے گیہوں کو گراں سمجھکر قیمت کا خیال کرکے نصف صاع کافی سمجھا اس سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ گیہوں سے نصف صاع کے قائل تھے انھوں نے قیمت کا لحاظ کیا اور حضرت ابن عمرؓ اور ابوسعیدؓ خدری نے قیمت کا لحاظ نہیں کیا بلکہ صاع کی مقدار کا لحاظ کرکے بلا فرق وامتیاز ہر جنس سے ایک صاع ضروری سمجھا۔ وبہ قال مالک والشافعی واحمد واسحاق وھو الاحوط عند شیخنا ہندوستان میں گیہوں کھجور سے سستی ہے پس ہر شخص کو گیہوں سے بھی ایک صاع دینا چاہیئے ہاں اگر کسی کو ایک صاع دینے پر قدرت نہیں ہے تو نصف صاع دیدے۔

صدقہ فطر میں کیا قیمت یعنی نقد پیسہ دینا جائز ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو طعمۃ للمساکین (مساکین کی خوراک) فرمایا ہے اور ارشاد ہے اغنوھم فی ھذا الیوم (ان کو آج کے دن سوال سے بے نیاز کردو) دارقطنی اور فرمایا الدین النصیحۃ ان ہر سہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ فقراء مساکین کو غلہ کی بجائے اس کی نقد قیمت دینی جائز ہے کہ اس سے ان کی

مختلف ضرورتیں آسانی سے پوری ہوسکتی ہیں بے نیازی اور ان کی خیر خواہی نقد قیمت سے اچھی طرح ہوگی پس اگر کوئی شخص کسی مقام میں فقراء مساکین کی ضرورت کا لحاظ کرکے غلہ کے بجائے نقد پیسے دیدے تو جائز ہے صدقہ فطر ادا ہوجائے گا (یہ درایت ہے ورنہ حدیث میں تو غلے ہی کا حکم ہے۔

عید الفطر

عید الفطر کی رات شرف اور بزرگی کی رات ہے اس بارے میں کئی صحابہ سے روایتیں آئی ہیں جن کو حافظ عبد العظیم منذری نے اپنی ترغیب میں ذکر کیا ہے عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ منعقد نہیں ہوگی۔

عن ابی سعید الخدری نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوالفطر والنحر (صحیحین) عن عائشۃ مرفوعا من نذر ان یعصیہ فلا یعصہ (بخاری) عن عمران بن حصین مرفوعا لا وفاء لنذر فی معصیۃ (مسلم)

زوال شمس کے بعد عید کا چاند دیکھنے کی شہادت

اگر مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا، اور نہ کسی جگہ سے وقت پر شہادت پہنچی اور دن میں روزہ رکھ لیا تو زوال سے پہلے اگر معتبر شہادت ملجائے تو روزہ افطار کردینا چاہئے اور اسی دن عید کی نماز پڑھ لینی چاہئے اور اگر آفتاب ڈھلنے کے بعد چاند دیکھنے کی شہادت پہنچے تو روزہ اسی وقت افطار کردیا جائے لیکن عید کی نماز اسی دن نہ پڑھی جائے۔ ابو عمیر انصاری اپنے کئی صحابی چچاؤں سے روایت کرتے ہیں:۔ اغم علینا ھلال شوال فاصبحنا صیاما فجاء رکب من اخر النھار فشھدوا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھم رأوا الھلال بالامس فامر الناس ان یفطروا من یومھم وان یخرجوا العید ھم من الغد (ابوداؤد نسائی وغیرہ) ابر کی وجہ سے شوال کا چاند نظر نہیں آیا اس لئے ہم نے روزہ کی حالت میں صبح کی آخر دن میں چند سوار آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہادت دی کہ ہم نے چاند شام کو دیکھ لیا تھا آپ نے لوگوں کو افطار کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ کل عید کی نماز کے لئے عید گاہ میں چلنا ہوگا۔

عید الفطر کے دن یہ امور مسنون ہیں

(۱) غسل کرنا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ عید گاہ میں جانے سے پہلے غسل کرلیا کرتے تھے (موطا مالک) ابن ماجہ عبد اللہ بن احمد بزار نے ابو رافع ابن عباس وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عید کے دن غسل کرنے کی حدیثیں روایت کی ہیں۔ لکن کلھا ضعیف کما صرح بہ الحافظ فی الدرایۃ۔ (۲) عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رض عیدین میں بہترین کپڑے پہنتے تھے (فتح الباری بحوالہ بیہقی وابن ابی الدنیا) (۳) بہترین خوشبو استعمال کرنا قال الامیر الیمانی فی سبل السلام یندب لبس احسن الثیاب والتطیب باجود الاطیاب فی یوم العید لما اخرجہ

الحاکم من حدیث الحسن السبط قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العیدین ان نلبس اجود ما نجد وان نتطیب باجود ما نجد۔

(۴) بلند آواز سے عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر پکارنا۔ عن ابن عمر انہ کان اذا غدی یوم الفطر ویوم الاضحیٰ یجھر بالتکبیر حتی یاتی المصلی ثم یکبر حتی یاتی الامام (دارقطنی بیہقی) حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر پکارتے تھے (دارقطنی) ایک حدیث میں ہے عیدین کو تکبیر کے ذریعہ زینت دو۔ (طبرانی باسناد ضعیف) وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ تاکہ اللہ کی بڑائی بیان کرو اس کی ہدایت پر۔ اس آیت سے علمانے تکبیر مذکور پر استدلال کیا ہے۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

(۵) عیدگاہ میں پیدل جانا۔ عن علی قال من السنۃ ان تخرج الی العید ماشیا وان تاکل شیئا قبل ان تخرج اخرجہ الترمذی وفی الباب احادیث اخری ضعیفۃ لکنھا یعتضد بعضھا ببعض۔

(۶) ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج یوم العید فی طریق رجع فی غیرہ (ترمذی احمد ابن حبان وغیرہم) وفی الباب احادیث اخری ذکرھا الشوکانی فی النیل۔ راستہ بدلنے کی بیس سے زیادہ حکمتیں بیان کی گئی ہیں ظاہری حکمت اسلام کی قوت اور شوکت کا اظہار ہے۔

(۷) طاق کھجوریں یا چھوہارے کھا کر عیدگاہ جانا اگر یہ نہ ہو تو کوئی میٹھی چیز کھالے حضرت انس فرماتے ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغدو یوم الفطر حتی یاکل تمرات ویاکلھن وترا (بخاری) یعنی آنحضرتؐ عید الفطر کی صبح کو بغیر طاق کھجوریں کھائے ہوئے عیدگاہ تشریف نہیں لیجاتے تھے۔

عورتوں کا عیدین کی نماز کیلئے عیدگاہ جانا

عورتوں کا عیدگاہ میں عید کی نماز کے لئے جانا سنت ہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ جوان ہوں یا ادھیڑ یا بوڑھی۔ عن ام عطیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج الابکار والعواتق وذوات الخدور والحیض فی العیدین فاما الحیض فیعتزلن المصلی ویشھدن دعوۃ المسلمین قالت احدھن یا رسول اللہ ان لم یکن لھا جلباب قال فلتعرھا اختھا من جلبابھا (صحیحین وغیرہ) آنحضرت عیدین میں دوشیزہ جوان کنواری حیض والی عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم دیتے تھے حیض والی عورتیں جائے نماز سے الگ رہتیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک رہتیں ایک عورت نے عرض کیا اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو آپ نے فرمایا اس کی مسلمان بہن اپنی چادر میں لیجائے۔

جو لوگ کراہت کے قائل ہیں یا جوان اور بوڑھی کے درمیان فرق کرتے ہیں درحقیقت وہ صحیح صریح حدیث کو اپنی فاسد اور باطل رایوں سے رد کرتے ہیں۔ حافظ نے فتح الباری میں اور ابن حزم نے اپنی محلی میں بالتفصیل مخالفین کے

جوابات ذکر کئے ہیں۔ ہاں عورتوں کو عیدگاہ میں سخت پردہ کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خوشبو لگائے اور بغیر بجنے والے زیوروں اور زینت کے لباس کے جانا چاہیئے تاکہ فتنہ کا باعث نہ بنیں

عید کی نماز صحرا یعنی کھلے ہوئے میدان میں پڑھنی چاہیئے

عید کی نماز قصبہ یا شہر یا گاؤں سے باہر صحرا یعنی کھلے ہوئے میدان میں ادا کرنی سنت ہے اور بغیر عذر کے مسجد میں یا پختہ چبوترہ پر یا چہار دیواری گھیر کر مسجد کی صورت بنا کر احاطہ میں ادا کرنا خلاف سنت ہے۔ آنحضور کا مصلی (عیدگاہ) صحرا میں تھا جسکو جبانہ کہتے ہیں آپ نے صرف ایک دفعہ بارش کے عذر کی وجہ سے مسجد نبوی میں عید کی نماز پڑھی تھی اور مسجد نبوی کے اشرف مواضع اور افضل بقاع ہونے بلکہ اس کے بعض حصے کے روضۃ من ریاض الجنۃ ہونیکے باوجود بغیر عذر کبھی اس میں نماز عید نہیں ادا فرمائی۔

عید کی نماز

عید کی نماز سنت موکدہ ہے آپ نے کبھی اس نماز کو ترک نہیں فرمایا۔ جب آفتاب طلوع ہو کر روشنی پھیل جائے تو عید کی نماز کا اول وقت ہو گیا یعنی اشراق کا وقت عید کی نماز کا اول وقت ہے اور قبل زوال شمس تک اس کا وقت باقی رہتا ہے۔

نماز عید کے لئے اذان ہے نہ اقامت عن جابر بن سمرۃ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیدین غیر مرۃ ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامۃ (مسلم) نماز سے پہلے یا بعد میں عیدگاہ میں سنت یا نفل پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے اسی طرح نماز سے پہلے خطبہ اور وعظ کا بھی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی عیدگاہ میں منبر لیجانے کا ثبوت ہے نماز سے پہلے خطبہ اور وعظ کہنا اور عیدگاہ میں منبر لیجانا بدعت ہے۔

عید کی نماز کا طریقہ

دل میں نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہے پھر ہاتھوں کو سینے پر باندھ لے پھر سات مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر سبحانک اللھم یا اللھم باعد بینی پوری پڑھے پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور امام اس کے بعد سورہ اعلیٰ یا سورہ قاف پڑھے پھر اللہ اکبر پکار کر رکوع میں جائے اور حسب دستور رکوع اور سجدوں سے فارغ ہو کر تکبیر پکارتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے پھر پانچ مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور امام اس کے بعد سورہ غاشیہ یا سورہ قمر پڑھے پھر اللہ اکبر کہکر رکوع میں جائے اور حسب دستور رکوع سجدہ اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے۔

معلوم ہوا کہ عید کی نماز دو رکعت ہے اور اس کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قرأت فاتحہ سے پہلے سات تکبیریں کہی جائیں گی اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے علاوہ قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی ھذا ھو الحق کما بینہ شیخنا فی شرح الترمذی وفی رسالتہ القول السدید اور تکبیر زوائد کے ساتھ رفع الیدین کا ثبوت کسی مرفوع صحیح حدیث سے نہیں ہے ہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تکبیر زوائد کے ساتھ رفعیدین کرتے تھے پس اگر کوئی ان کی اتباع میں رفع الیدین کرے تو کر سکتا ہے۔

عید کا خطبہ عید کی نماز کے بعد خطبہ اور وعظ کہنا سنت ہے مردوں کے بعد عورتوں کے مجمع کے پاس پردہ سے باہر کھڑا ہو کر ان کو بھی وعظ و نصیحت کرے اور صدقہ و خیرات پر برانگیختہ کرے بعض ائمہ کے نزدیک عید کا خطبہ سننا ضروری ہے سنت کے مطابق خطبہ سنکر واپس ہونا چاہئے امام کو چاہئے کہ سامعین کی زبان میں صدقہ و خیرات اتفاق واتحاد واخلاص وغیرہ پر برانگیختہ کرنیکے علاوہ اہم اور ضروری وقتی مسائل اور ضروریات پر خطبہ سنائے۔

شش عیدی روزے رمضان کے روزے پورے کرنے بعد عید کے متصل ہی یا دو چار روز کے بعد شوال ہی کے مہینے میں پے در پے یا ناغہ کرکے چھ روزے رکھنے سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے

عن ابی ایوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال فذلک صیام الدھر (مسلم وغیرہ) سال بھر کے روزوں کا ثواب ملنے کی وجہ یہ ہے کہ قانون الٰہی من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا کے مطابق ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے تو رمضان کے تیس روزوں کا ثواب تین سو دن کا ثواب ہوگا گویا تیس روزے قائم مقام دس مہینے کے روزوں کے ہوئے اور تیس روزے رکھنے سے دس مہینے کے روزوں کا ثواب ملا اب اسی قانون الٰہی کے مطابق شش عیدی روزے ساٹھ روزوں کے قائم مقام ہوئے اور چھ روزوں سے دو مہینے کے روزوں کا ثواب ملا معلوم ہوا کہ رمضان اور شش عیدی روزوں سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملجاتا ہے۔ پس مسلمانو! اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کیلئے رمضان کے بعد یہ چھ روزے رکھنے کی پوری کوشش اور سعی کرو۔ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک شش عیدی روزے مکروہ ہیں مگر عام متاخرین حنفیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں اور ان روزوں کے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (عالمگیری) +

فطرت

گذشتہ سے پیوستہ

(از جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب عقیل مئوی خطیب جامع کوچین مٹا پچری)

اسی سلسلے میں آپ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے واقعات پر بھی نظر غائر ڈالئے اور غور و تامل کیجئے۔ اولوالعزم انسان کی واقفیت، فہم و فراست، عقل و سمجھ اور علم و دانائی کے درمیان جب اسقدر تفاوت، بون بعید اور بعد المشرقین ہے کہ ایک "خرق سفینہ" کو احسان و نیکی سمجھتا ہے اور دوسرا اُسے ظلم و زیادتی کہتا ہے ایک "قتل نفس" کو صواب و مصلحت بتلاتا ہے مگر دوسرا اسی کو منکر اور گناہ و جرم جانتا ہے ایک "اقامۃ جدار" میں ہی حکمت و دانائی مضمر سمجھتا ہے لیکن دوسرا اسی پر اُسے الزام دیتا اور ناانصاف ثابت کرنیکو تیار ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ خود متعلم و شاگرد کی حیثیت سے آیا ہے اور اسے اسبات کا پورا یقین ہے کہ میرے علم سے حضرت خضر علیہ السلام کا علم بلاریب زیادہ ہے ان کی عقل و دانائی اور فہم و فراست، قطعاً میری عقل و دانائی اور

فہم وفراست پر فوقیت وبرتری رکھتی ہے اور محض اسی کے تجربہ ومشاہدہ کیلئے خدانے مجھے ان کے پاس بھیجا بھی ہے عقل وانصاف کا مقتضاء یہ تھا کہ ایسی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموشی سے حضرت خضر علیہ السلام کے حرکات وسکنات اور افعال واعمال کو پوری عقیدتمندی سے بغور تامل دیکھتے اور اسکی صحت وصداقت پر یقین کرتے کیونکہ معبود برحق نے خود حضرت خضر علیہ السلام کی شخصیت قبل ہی سے یوں بیان فرمادی تھی "آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا" لیکن بشری کمزوری اور ضعف انسانی کے ماتحت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے افعال واطوار پر یکے بعد دیگرے خلاف عزم واقرار اعتراضات کی بھرمار شروع کردی جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ "هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ" غور کیجیے یہ تو دو مخلوق برگزیدۂ خدا کے مابین فہم وفراست اور علم وعقل کی کیفیت اور اس کے دلخراش نتیجہ کی حالت ہے پھر بھلا خالق ومخلوق مالک ومملوک اور حادث وقدیم کے درمیان علم وعقل، حکمت ومصلحت اور فہم وادراک کے فرق کی کیا کیفیت اور اس کے نتیجہ کی کیا حالت ہوگی۔ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ

ہاں ابھی تک تو حدیث نبوی ہی کے پرکھنے کیلئے روایت کیساتھ ساتھ درایت کی بھی قید لگائی جاتی تھی لیکن اب قرآن خداوندی کے جانچنے کیلئے بھی عقل کی کسوٹی تیار کی گئی ہے اور نہ معلوم کتنی آیتیں کتنے واقعات قرآنیہ کتنے احکامات الٰہیہ اور کتنے معجزات فرقانیہ اس خودساختہ کسوٹی پر کسنے کے بعد بیکار ومعطل اور کھوٹے قرار دیکر ناقابل اعتماد واعتبار اور باطل وغلط ٹھیرا دیے گئے ہیں ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں + تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

حضرت حالی مرحوم نور اللہ مرقدہٗ نے کیا خوب مطابق واقعہ فرمایا ہے ؎

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں + ہوا جلوہ گر حق زمین وزماں میں + رہا شرک باقی نہ وہم وگماں میں + وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی + خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

اسی کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ہی فرمادیا تھا کہ "یاتی علی الناس زمان لایبقی من الاسلام الا اسمہ ولایبقی من القرآن الا رسمہ"

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اسی کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ "مسلماناں در گور ومسلمانی در کتاب" ؎

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر + بہشت دیگر وابلیس دیگر آدم دیگر

کہا جاتا ہے کہ اسلام نام ہے "فطرت" کا اور "فطرت" ہمیشہ عقل کے مطابق ہی ہوتی ہے جو اگر ہر انسان کے اندر نہیں تو ہر کلمہ گو کے اندر تو ضروری اور بدیہی طور پر موجود ہے اور ہر کلمہ گو اس اپنی "فطرت" اور "عقل" کے مطابق اپنا اسلام خود تیار کرسکتا ہے اس کے لئے نہ خدا کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی رسول کی۔ نہ تو قرآن کی حاجت ہے اور نہ ہی حدیث کی یہ سب قرآن وحدیث اور اجماع وفقہ وغیرہ تو صرف مولویوں کے ڈھکوسلے اور کمانے کھانے کی ترکیبیں ہیں"

اس قاعدہ مخترعہ کے ماتحت گویا آج اسی کروڑ کلمہ گو کا اسی کروڑ اسلام ہو تو کوئی حرج ومضائقہ نہیں مزید براں سب کے سب عنداللہ بلکہ من جانب اللہ حق پر اور اسلام وصداقت پر بھی ہیں کیونکہ کلمہ گو موجود ہیں ؎

شعلے بھڑک کے اٹھنے لگے دل کے داغ سے　+　اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یقیناً موجودہ بالا صورت وحالت میں احادیث نبوی فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنا یا آیات قرآنیہ سامنے لانا نہ صرف بیکار وعبث ہے بلکہ خود قرآن وحدیث کی تحقیر وتذلیل بھی ہے لیکن ایک اور صرف ایک خیال "مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ" محرک ہے کہ اس کے متعلق قرآن وحدیث کیساتھ ساتھ واقعات ومشاہدات اور روزمرہ کی کیفیات وحالات سے کچھ پیش کرتے ہوئے اتمام حجت کرکے خود سبکدوشی حاصل کی جاوے " وما علینا الا البلاغ المبین" پس ؎

اگر فرصت ملی ہو غیر کی باتوں کے سننے سے　+　ہماری بات بھی سُن لیجئے حضرات تھوڑی سی

سنئے اور غور وتامل سے سُنئے۔ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا " لازم پکڑو خدا کی " فطرت " کو کہ پیدا کیا خدا نے لوگوں کو اس پر "

اب سوال یہ ہے کہ خداوند کریم نے لفظ " فطرت " کس معنی کیلئے استعمال فرمایا ہے؟ سب سے پہلے ہم نے لغت دیکھی تو " فطرت " کے یہ معانی نکلے " الصفة التی　　بھا کل موجود فی اول زمان خلقتہ صفة الانسان الطبیعة الدین السنة الابتداء والاختراع (المنجد ۶۴۲) چونکہ کئی معنی ہیں اس لئے ہم کو تذبذب ہوا کہ کونسا معنی فرمان خداوندی میں متعین کریں اسی حالت تذبذب ہی میں ہم نے اردو کی ایک لغت اٹھاکے دیکھی تو لکھا ہے " فطرت " (ع) دانائی۔ آفرینش۔ قدرت۔ تمیز، ہوشیاری، مکر، فریب، دغا، شرارت، سازش، سانٹھ گانٹھ (سعیدی ڈکشنری ۴۸۷) یک نہ شد دو شد یہاں تو اور مشکل پیش آئی کہ ما بین متضاد ومتباین معنی نظر آتے ہیں یکایک ہم کو حضرت مولانا ابوالکلام احمد صاحب آزاد مدظلہ العالی کا ایک نظریہ اور فیصلہ کن تحریر دلپذیر کا خیال آیا جو واقعی آب زر سے لکھنے اور موتی سے تولنے کے لائق ہے، مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں " جب کسی کتاب کی نسبت یہ سوال ہو، اس کا مطلب کیا ہے؟ تو قدرتی طور پر ان لوگوں کے فہم کو ترجیح دیجائیگی جنھوں نے خود صاحب کتاب سے مطلب سمجھا ہو۔ قرآن ۲۳ تیس برس کے اندر بتدریج نازل ہوا وہ جسقدر نازل ہوتا تھا صحابہ کرام سنتے تھے نمازوں میں دہراتے تھے اور جو کچھ پوچھنا ہوتا تھا خود پیغمبر اسلام (صلعم) سے پوچھ لیتے تھے ان میں بعض افراد خصوصیت کے ساتھ فہم قرآنی میں ممتاز ہوئے اور خود پیغمبر اسلام (صلعم) نے اسکی شہادت دی۔ مذہبی خوش اعتقادی کی بنا پر نہیں بلکہ قدرتی طور پر ان کے فہم کو بعد کے لوگوں کے فہم پر ترجیح ہونی چاہئے۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں سمجھا گیا بلکہ بعد کے لوگوں نے اپنے اپنے عہد کے فکری موثرات کے ماتحت نئی نئی کاوشیں شروع کردیں اور صریح سلف کی تفسیر کے خلاف ہر گوشہ میں قدم اٹھادئے گئے، کہا گیا " سلف ایمان میں قوی ہیں لیکن علم میں خلف کا طریقہ قوی ہے نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز حقیقت مستور ہوتی گئی اور اکثر گوشوں میں ایک صاف بات الجھتے الجھتے بالکل ناقابل حل بن گئی (ترجمان القرآن) ص ۶۵ اول)

پس عبارت بالائے خط مندرجہ بالا کے مطابق ہم کو " فطرت " کا معنی سب سے پہلے رسول مقبول فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص تفسیر میں تلاش کرنا چاہئے بعدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کی تفاسیر میں۔

لہٰذا سب سے پہلے ہم نے صحیحین کی ورق گردانی شروع کی جس کے متعلق جمہور علمائے امت کا قطعی اتفاق ہے کہ روئے زمین

؎ جل جلالہ ؎ بت کریں آرزو خدائی کی۔ شان ہے تیری کبریائی کی۔ (عقیل مئوی کان اللہ لہ)

بر قرآن کریم کے بعد بخاری و مسلم سے زیادہ کوئی دوسری کتاب صحیح نہیں ہے اور وہ اب اس دعوے کے ثبوت میں محدثین رحمہم اللہ کی اتنی تصنیفات پیش کرتے ہیں کہ جنھیں اگر ایک انسان اپنی ساری عمر میں دیکھنا چاہے تو مشکل ہے مگر ان جواہر پاروں کی وہی لوگ قدر کریں گے جن کے دل میں واقعی حب رسول وخدا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم ✤ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

آخرش "جوئندہ یابندہ" خدا کی شان کہ ہم کو "فطرت" اور صرف "فطرت" کی ہی تفسیر میں ایک ایسی جامع اور مکمل حدیث مل گئی جو واقعی اطمینان کے لئے اتنی تشفی بخش، حاذق اور تسکین دہ ہے کہ درحقیقت اس کی موجودگی میں اور کسی چیز کی مطلق ضرورت وحاجت نہیں سنئے اور غور سے سنئے! بخاری و مسلم کی متفق علیہ اور اصح حدیث ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ کَمَا تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ یَقُوْلُ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (متفق علیہ) یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ کوئی بھی (جن وانس) نہیں پیدا کیا جاتا مگر "فطرت" پر پھر اس کے والدین اس کو یہودی نصرانی یا مجوسی وغیرہ بنا لیتے ہیں جیسا کہ چوپائے جانور بچے جنتے ہیں۔ مسلّم و مکمل غیر کان کٹے وغیرہ۔ کیا تم نے ان بچوں میں کوئی کان کٹا وغیرہ کبھی بھی دیکھا ہے؟ پھر آپ نے تلاوت فرمایا "اللہ کی فطرت کو لازم پکڑو کہ اللہ نے پیدا کیا لوگوں کو اس پر نہ تبدیلی کرو اللہ کی خلقت میں یہی دین مستقیم وصراط مستوی ہے"۔

حدیث مندرجہ بالا میں چند باتیں قابل غور ہیں جو کہ صاف طور پر متن حدیث سے ثابت ہو رہی ہیں۔ اوّل یہ کہ دنیا کے تمام انس وجن "فطرت" پر ہی پیدا کئے جاتے ہیں۔ دوم یہ کہ ماحول کے اثرات وخارجی دباؤ کے باعث وہ "فطرت" مستقیمہ بدل بھی جاتی ہے چنانچہ حضورؐ نے مثال بھی بیان فرما کر اس کو بخوبی واضح فرما دیا ہے کہ جیسے چوپائے۔ جانور صحیح وسالم اور مکمل پیدا تو ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کے مالک ان کے کان کاٹ کر، ناک چھید کر، بدن پر داغ دیکر او خصیے وغیرہ نکال کر ان کی خلقت اصلیہ کو تبدیل کر دیتے ہیں، بالکل اسی طرح انس وجن کی "فطرت" قیمہ بھی سرپرستوں کے زیر اثر متغیر ومتبدل ہوتی رہتی ہے۔ سوم یہ کہ حضورؐ نے یہ حدیث شریف آیت قرآنی فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا کو نہ صرف ملحوظ خاطر و مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا ہے بلکہ خود آیت شریف کی تلاوت کی وہیں بلا خوف تردید پورے اذعان و یقین کے ساتھ عرض کرونگا کہ حدیث مذکور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت کا معنی تو متعین فرما دیا ہے جو مسلم و متفق ہے۔ باقی "فطرت" کے بدلنے کے وجوہات واسباب اور بواعث تو حضورؐ نے مثالاً چند غیر منحصر بیان فرمائے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں واقعتاً موجود ہیں مثلاً اس کے والدین کافر، مشرک، فاسق، فاجر، ملحد، نیچری، شیعہ، قادیانی، بہائی، بلکہ الوہی۔ زندیق، معتزلی اور باطنی وغیرہ بھی تو بنا لیتے ہیں کیا آپ نے فلاسفر ہند حضرت شیخ سعدیؒ کے ان دو مشہور شعروں میں تبدیلی فطرت کا کماحقہ مشاہدہ نہیں کیا ہے؟ سنئے اور تدبر و تفکر کو کام میں لائیے ؎

پسرِ نوح بابدان بنشست + خاندانِ نبوتش گم شد

سگِ اصحابِ کہف روزے چند + پئے نیکاں گرفت مردم شد

یہاں تو صرف تبدیلیٔ "فطرت" ہی نہیں بلکہ قلبِ ماہیت کا منظر نظر آرہا ہے۔ ایک اور فارسی کا دوسرا شعر کسقدر مطابقِ واقعہ ہے کہ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند + صحبتِ طالح ترا طالح کند

غرض بچہ کا جیسا ماحول ہوگا اسی طرف وہ رفتہ رفتہ جھکتا جائے گا اور آہستہ آہستہ اس کی "فطرت" اصلیہ فنا ہوتی جائے گی حتیٰ کہ بلوغت کی سرحد تک پہنچتے پہنچتے اس غریب معصوم کی "فطرت" کا بیشتر حصہ فنا ہوجائے گا اور اب وہ معصوم سے غیر معصوم کہلانے لگے گا۔ تفسیر و تشریح فرمائی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ اپنے فرمان کی صحت و درستگی پر آیت قرآنی سے استدلال و استشہاد فرما کر مطلب کو بخوبی مدلل و مبرہن اور مقصد کو کماحقہٗ واضح اور "نُورٌ عَلٰی نُور" فرمادیا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) ؎

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری + انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چہارم یہ کہ "فطرت" اصلیہ کے تبدیلی کی ممانعت و کراہت ثابت ہوتی ہے، وغیرہ

مندرجہ بالا ہر چہار بات سے ہمیں فی الحال صرف ع۱ یعنی اسبات سے بحث کرنی ہے کہ "فطرت" اوّلیہ بدلتی بھی ہے۔ حدیث مندرجہ بالا سے صاف و صریحاً اور آیت قرآنی سے ضمناً ثابت ہے کہ "فطرت" اصلیہ بدلتی ہے، یقیناً بدلتی اور ضرور بدلتی ہے۔ دن بدن لحظہ بلحظہ، دم بدم اور آن آن بدلتی ہے۔ ہر شخص کی بدلتی ہے، ہر انس و جن کی بدلتی ہے ہر عالم، ہر جاہل، ہر ولی، ہر شہید، ہر عابد، ہر زاہد اور ہر پیر و مرشد حتیٰ کہ ہر انبیاء و رسل اور ہادی و رہنما کی بدلتی ہے۔ البتہ کسی کی کم، کسی کی زیادہ کسی کی بہت زیادہ اور کسی کی قطعاً و بالکلیہ ہی بدلجاتی ہے (مثلاً ابلیس لعین کی) لیکن بدلتی ہر انس و جن کی ہے (ثبوت آگے آتا ہے) ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب + گر دلیلے باید ازوے رومتاب

ممکن ہے آپ گھبراہٹ میں بغیر تدبر و تامل بول اٹھیں کہ "فطرت" تو یہودی و نصاریٰ اور مجوسی ہی ہونے پر بدلتی ہے مسلمان رہنے کی صورت میں نہیں بدلتی ہے۔	(باقی باقی)

مسئلہ جہاد پر اجمالی نظر

(از مولوی عبد القیوم صاحب بستوی متعلم جماعت رابعہ مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ناظرین کرام! آج دنیا ترقی کے بام عروج تک پہنچ گئی ہے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ ساری ترقیاں جو موجودہ صورت حالات میں جلوہ نما ہیں سب کی سب مسلمانوں خصوصاً عربوں کی ذہانت وذکاوت کی شرمندہ احسان ہیں ان اصلی مسلمانوں اور سچے خدا پرستوں نے اپنی عظیم ترین قربانیاں کرکے اہل دنیا کو دنیا میں رہنے کا طریقہ بتلایا انھیں خداوالوں کے اعمال حق پرستانہ سے

آج ستر کروڑ کی تعداد میں مسلمان زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی ارتقائی منزلیں سب سے اعلیٰ وارفع تھیں ان کے سامنے دنیا ہاتھ پھیلا کر سر پیٹ کر حاضر ہوتی۔ پر انھوں نے اس کی طرف نظر نہ اٹھائی ان کی خدائی تلواریں ان کے کندھوں پر ہوتیں، جو عدو اللہ و رسولہ کے گردنوں کے لئے ہوتیں۔ ان کی بدنی زندگیاں بہت ہی کمزور ہوتیں کھانے پینے اور پہننے کا زیادہ شوق نہ ہوتا تھا لیکن باوجود اس کے ہیبت وصولت ربانی کا یہ حال ہوتا ہے کہ بڑی بڑی سلطنتوں کے ذی رعب بادشاہ لرز کر اپنی گردنیں فرط ادب سے جھکا کر عاجزانہ روش سے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوتے اللہ اللہ یہ کیا بات تھی کہ بڑی بڑی طاقتیں اور ستمگر گردنیں ان کے سامنے نیو ہڑ گئیں دنیا ان سے لرز گئی بڑے بڑے ذی اقتدار امرا اور وسلاطین ان کے دربار میں حاضری کی بات تھی تو یہی تھی کہ انھوں نے راہ محبت الٰہی میں اپنے مال وجان کو قربان کیا اور راہ خدا میں اپنے سروں کی تجارت کی اپنے گھروں کو جھاڑو دیکر سب مال یکجا جمع کرکے خدا کی راہ میں حاضر کردیا معصوم بچوں اور عورتوں کے لئے گھر میں ایک حبہ بھی نہ چھوڑا جس سے وہ دل ناصبور کو کھا پی کر تسکین دے لیتے یہ اسوہ ہائے اسلاف تھے جو جہاد کا نمونہ بن کر آئے۔ اور جو خدا کی نشانی بن کر ظہور پذیر ہوئے اور اس کے دشمنوں کو تیر کا نشانہ بنایا لیکن آج ہم مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ نہ تو اس کے راہ میں سرفروشی کر سکتے ہیں اور نہ مالی امداد سے دین قدیم کی تقویہ وقیام کا انتظام کرتے ہیں اور نہ اپنی زبانوں سے ستمگروں کے ہاتھ روک سکتے ہیں اور نہ پیغمبروں کے خلاف حقارت آمیز کلمات کو سنکر کچھ کہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمنان رسول جری ہوتے جاتے ہیں اگرچہ امت محمدیہؐ میں اس وقت ہزاروں علما ایسے موجود ہیں جو سنجیدہ رجحانات رکھتے ہیں لیکن ان کی زبانیں خدا کے تابع نہیں بلکہ بندوں اور ذلیل انسانوں کے تابع ہیں لیکن ان سے یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کی ذلت کا مسئلہ صاف وستھرا کردیں ان سے یہ نہیں ہوسکتا لوگوں کے خشک دلوں کو تازہ حیات بخشیں میں کہتا ہوں اور صاف کہتا ہوں ایسے مولوی رسول علیہ السلام کے فرمان کے مطابق بدترین انسانوں میں سے ہیں۔

شرالناس شرار العلماء۔ لوگوں کا سب سے زیادہ برا۔ برا عالم ہے جس کے پاس دل ہے لیکن زبان نہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ امرا اور سرمایہ داروں کے اشارہ ابرو کو حرکت تقدیر کا نمائندہ تصور کرتے ہیں۔ پس میں اپنی کھلی زبان سے جہاد کی حقیقت اور اس کے فضائل ونتائج واصول مسلمانوں کے سامنے پیش کرکے ان کے دلوں میں تازہ حیات پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ درحقیقت مسلمانوں کی ساری کمزوریاں جہاد ہی سے درست ہوسکتی ہیں جسکو میں ضروری تشریحات سے پیش کرونگا۔

جہاد کی تعریف شاہ ولی اللہ صاحب یوں بتاتے ہیں: "قوائے ظاہرہ اور باطنہ کا خدا کی راہ میں صرف کرنا۔ جہاد ایک لفظ عام ہے خواہ زبان سے ہو خواہ اموال سے ہو خواہ شمشیر برہنہ سے ہو ان تینوں معنوں کو یہ حدیث شامل ہے جاهدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم مشرکوں سے مال وجان اور زبان سے جہاد کرو۔ اس جگہ سے جہاد تین قسم میں منقسم ہوگیا لسانی مالی۔ جانی۔ جہاد لسانی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی سچائی کو پھیلایا جائے اور انسانی ظلم وجور کو دفع کیا جائے اور یہ بذریعہ زبان کے ہو۔

انبیائے کرام اور جہاد لسانی۔ دنیا میں جتنے رسول و نبی بھیجے گئے انھوں نے اپنے فرائض کی انجام دہی جہاد لسانی اور وعظ ہی سے شروع کی اور اپنی زبانوں سے بندگان الٰہی کو نافرمانی سے روکا اور ان کو سچا راستہ بتایا حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک لوگوں کو ہدایت پر لانے کی کوشش کی اور گہری مصیبتوں کے باوجود انکو اپنی زبان سے سمجھاتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے مقصد عالی کو اسی سے شروع کیا اور موحدانہ کلمات کی تشہیر حق وصداقت کا اعلان ونشر بذریعہ مواعظ وخطب کے لوگوں تک پہنچانے کے لئے سعی جمیل کی۔ اور فرعون کے تخت کے سامنے خدا کی بخشی ہوئی قوت تاثر سے ان لفظوں میں اعلان حق وصداقت کیا اور ان کو عین اس وقت نصیحت وموعظت کیا جس وقت انھوں نے حق کا مقابلہ کرنا چاہا قال لھم موسیٰ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری ان سے موسیٰ نے کہا تمہاری خرابی ہو خدا پر جھوٹ کا الزام مت لگاؤ اگر تم ایسا ہی کرتے رہوگے تو تمہیں عذاب دیکر ہلاک کردیگا یقیناً وہ شخص نامراد ہے جو خدا پر افترا باندھتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنا کام جہاد لسانی ہی سے شروع کیا اور ہمیشہ بت پرستوں کو صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کی اور آخری عمر تک وعظ ہی کرتے رہے اور اپنے باپ آذر کو تنبیہ کرتے تو زبان ہی سے ان کلمات طیبات میں یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا ۔ اے باپ آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو سن بھی نہیں سکتے اور دیکھ بھی نہیں سکتے اور نہ تم سے کسی قسم کی مدافعت کرسکتے ہیں بت پرستوں اور کواکب پرستوں نے تصدیق نبوت کے بجائے ان کا انکار کیا اور جلانے کیلئے آگ سلگائی اور ان کی ہلاکت وبربادی کے مشورہ کئے ۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے کاروبار الٰہی کو جہاد لسانی ہی سے شروع کیا اور احکام خداوندی پر عمل کرنے کی لوگوں کو تلقین کی ظالم یہودیوں پلاطوس کے بے رحم سپاہیوں نے انھیں تکالیف اور مصیبتوں کے بارسے بوجھل کردیا۔

یوسف علیہ السلام بھی زندان مصائب میں لوگوں کو بذریعہ جہاد لسانی صحیح طریقہ پر لانے کی فکردامن گیر ہوتی ہے اور خدا کی وحدانیت قیدخانہ میں بھی پھیلاتے رہے۔ یصاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اے یاران مجلس کیا تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ الگ الگ معبود بہتر ہیں یا ایک خدا جو سب پر غالب ہے اس کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ دو معدود نام ہیں جن کو تم اور تمہارے دادوں نے رکھ لیا اللہ نے جس کی کوئی دجہ نہیں اتاری حکومت محض خدا کی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ غرض جتنے انبیاء کرام ورسل عظام دنیا میں تشریف لائے وہ ہمیشہ جہاد لسانی یعنی وعظ کرتے رہے اور آخر میں رخصت بھی ہوئے تو نصیحت ہی کرتے گئے +

آخر میں آخری نبی نے بھی اپنا کام جہاد لسانی ہی سے شروع کیا اور باطل دعوے کا راز طشت از بام کیا مشرکین وکفار نے انسانیت سے

حرکات سے آپ کو بیجا تکلیف دی اور طائف کے ناسمجھ سرداد عبد یالیل ثقفی نے جگر سوز مظالم کئے پر آپ نے اپنی تحریک الہی جاری و ساری رکھی اور تیئس سال کی پیہم کوششوں کے بعد جہاد لسانی کا پھل چکھا۔

قائدین امت اور جہاد لسانی سید العاشقین اول المسلمین افضل البشر بعد الانبیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ موت پر ہیں لیکن آپ کی زبان سے یہ حکیمانہ قول جاری ہے۔ الحی احوج الی الجدید من المیت انما للمھنۃ والصدید یعنی زندہ آدمی نئے کپڑے کا زیادہ حاجتمند ہے بنسبت مردہ کے کفن تو پیپ وخون کے لئے ہے۔ آپ نے یہ کلمہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے کپڑوں کے پرانے ہونے کے متعلق کہا تھا۔ اگرچہ یہ کلمہ جہاد لسانی سے بظاہر زیادہ تعلق نہیں رکھتا لیکن اگر غور کیا جائے تو فی الحقیقت جہاد لسانی سے یہ بہت کچھ تعلق رکھتا ہے +

باب العلوم النبویہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وفات سے کچھ پہلے اپنے لخت جگر حسن اور اپنی جملہ اولاد کو وصیت کیا تو جہاد لسانی کے ذریعہ کی آپ فرماتے ہیں جہاد فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ کو لازم پکڑو یعنی اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرتے رہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم پکڑو۔ فقراء ومساکین کو اپنی روزی میں شریک رکھو غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا خدا کے بندوں پر شفقت کرو جب بات کرو تو شیریں لہجہ میں کرو خبردار آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ یتیموں کا خیال رکھنا پڑوسیوں کو نہ بھولنا، اللہ کی رسی مضبوطی سے تھامے رہنا قرآن پر عمل کرنے میں کوئی تم سے بازی نہ لیجائے۔ نماز دین کا ستون ہے اس میں ہرگز تغافل نہ کرنا۔ اللہ اللہ مرتے وقت بھی جہاد لسانی اور امر بالمعروف نہی عن المنکر پر پورے طور سے عامل ہیں اور ان ٹھوس نصیحتوں پر تعمیل لازم کی گئی ہے اور حفاظت کی چیزوں سے ہمیشہ دامن بچانے کی وصیت کی گئی ہے مخلوق خدا کے ساتھ احسان و بھلائی پر زور دیا گیا ہے

شیر اسلام حبیب رسول حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی کے آخری لمحہ میں بھی جہاد لسانی کو نہیں بھولتے آخری کلمہ آپ کی زبان سے یہ نکلا کہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ نیک برتاؤ رکھنا فتنہ خلق وقدم قرآن کے موقعہ پر سیدنا حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر کہتے رہے القرآن غیر مخلوق آپ کو طرح طرح کی کٹھن مصیبتیں دی گئیں، پر آپ کا قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگایا نہیں اگرچہ مامون اور اس کے ہمنوا اپنی علمی وعقلی بلند پردازیوں کی بنا پر ثریا سے سبقت لے گئے تھے اور لوگوں کو اپنی باطل قولوں سے اپنے دام میں پھنسانے کی انتہائی کوشش کر رہے تھے لیکن خدائے عزوجل نے روز ازل ہی سے اس کام کے انجام دینے کیلئے چند مخصوص افراد کو چن لیا تھا اور عین فساد کے وقت ایسی جانفروش جماعتیں پیدا کردیں جو حق وصداقت کے عشق میں مضطرب اور جہاد فی سبیل اللہ کے جوش سے دیوانہ وار تھیں۔

حضرت امام عبدالعزیز مکی کو بھی یہ واقعہ سنکر خلجان پیدا ہوا اور ان کے دل میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کی آگ بھڑک اٹھی وہ بھی بغداد پہنچے اور اپنے مفید اور کارروہ مناظرہ سے معتزلیوں کو خاموش کرنے لیے ٹھوس عقائد پیش کرتے ہیں جس کو سنکر مامون محو ہوجاتا ہے وہ نظریں جو قبور لحد کیلئے تھیں خود مسحور ومقہور ہوگئیں سچ تو یہ ہے کہ اس شخص کی بات کو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے جسکے استدلال کے قصر کی بنیاد خام خیالی پر رکھی گئی ہو۔ اگرچہ شیر مولیشی جیسے معرا از ہوش پاگلوں کی کمی نہیں تھی جو اپنے دل کے عمق میں اس

مدرسہ رحمانیہ کے جلسے پر ایک معزز سوداگر دہلی کے تاثرات

آپ دہلی کے تجار میں سے ہیں مدرسہ کے امسال کے جلسے پر آپ موجود تھے آپ نے اس مدرسے کی نسبت جن زریں خیالات کا اظہار فرمایا ہے ہم انہیں مع شکریہ ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔ (مدیر)

عالمِ اسلام میں جس کی مچی ہے آج دھوم
شاہجہاں آباد کا ہے یہ وہی دار العلوم

عالمانِ دین کہتے ہیں اسے دار الحدیث
سیر جس سے ہو رہے ہیں تشنہ کامانِ علوم

چاشنی سے وہ بھلا واقف ہوں کب اس شہد کی
جن کی قسمت میں ازل سے ہوں لکھے برگِ زقوم

رحمتیں حق کی ہوں نازل عبدِ رحماں پر مُدام
خوشہ چیں ہیں جسکے در کے ساکنانِ چین و روم

بدعتیں ساری مٹا کر جزوِ ایماں کر گیا
وہ موحّد تھا اور اس کا کیش تھا ترکِ رسوم

ہم ہی اس کا برادر دین کا خدمت گزار
اس پہ صدقہ کر رہا ہے شوق سے کافی رقوم

ہر کٹھن منزل پہ وہ رہتا ہے بس ثابت قدم
گرچہ کیسا ہی پڑے آکر مصائب کا ہجوم

مہر و مہ ہیں اس فلک کے عالمانِ دیں پناہ
اور ہیں تلمیذ سارے ہالہ افگن چوں نجوم

حق تو یہ ہے جو بھی ہو اس گلشنِ توحید سے
وہ ہُما بنکر نکلتا ہے جو آجاتا ہے بوم

ہیں اگر اظہارِ حق میں کام لیتا بخل سے
کوئی کہدیتا بخیل اور کوئی کہتا مجھکو سوم

تصحیح اغلاط ۔ محدث کے گذشتہ نمبر صہ۲۴ زیر سرخی سالانہ امتحان لم میں سطر ۱۷ عبد الغفور نام غلط ہے صحیح نام عبد العفو ہے۔ یہی غلطی صہ۲۵ سطر ۲۱ میں ہے۔ انعام بھی تین روپے نہیں بلکہ ۵ روپے ہے۔ صہ۳۴ سطر ۶ میں نام عبد اللہ آروی غلط ہے صحیح نام عبد الوہاب آروی ہے۔

سوانح حسنہ رسالت مآبؐ

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(از قلم مولوی ابوعبدالوحید عبدالرشید ارشد صاحب تونبٹر بھنوی جماعت دہم دیوسماج ہائی سکول موگا)

ہمارے پیارے حضرت محمد صلعم ۵۷۵ء میں قبیلہ قریش کے ایک معزز ممبر کے گھر پیدا ہوئے۔ لوگوں کو بہترین طور پر تعلیم دینے والی ہستی آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے عرب میں رونما ہوئی۔ بچپن اور اوائل عمر میں ہی والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا آپ کی ابتدائی زندگی جن تکالیف اور مشکلات میں بسر ہوئی وہ تو تقریباً روز روشن کی طرح درخشاں ہے۔

اصل میں میرا مضمون یہ ہے کہ آنحضرتؐ ایک اعلیٰ نمونہ کی ہستی تھی۔ پیشتر اس کے کہ میں ان کی زندگی پر بطور آدمی کے کچھ روشنی ڈالوں میں مسلمان بھائیوں پر ظاہر کر دینا واجب بلکہ فرض سمجھتا ہوں۔ آپ کی حیات میں بعض نے آپ کو خوبیوں اور نیکیوں کا مرقع سمجھ کر "فرشتہ" یعنی بالکل خدا ثانی سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ لوگ اپنے خیال میں کسی قدر سچے معلوم ہونگے۔ کیونکہ مطابق حالات عرب کے جو کہ اس وقت اس ملک میں طاری تھے۔ آنحضرتؐ جیسی ہستی کا پیدا ہونا خالی از تعجب نہ تھا لیکن خداوند کریم نے قرآن شریف میں صاف صاف بیان کر دیا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔ کہ کہدے اے نبیؐ کہ میں تم جیسا انسان ہوں مجھ میں اور تم میں صرف اتنا فرق ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اور تم پر نہیں۔ دوسری اور باتوں میں تم جیسا ہوں مثلاً تم بھی بشر ہو میں بھی بشر ہوں تم سوتے ہو میں بھی سوتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

وہ دنیا کو راہِ راست پر لانے والا۔ انسان کے اندر سے حسد اور بغض کی آگ بجھانے والا۔ بُت پرستی کو مٹانے والا تمام دنیا کے لئے رحمت اور ہدایت بن کر آنے والا توحید کی اشاعت کرنے والا آج یتیمی کی زندگی کو طے کر کے دنیا کو پیغامِ خدا سنانے کیلئے کمر باندھتا ہے۔ حاسد سے حاسد اور دشمن سے دشمن بھی کہے بغیر نہیں رہ سکتے تھے کہ آنحضرتؐ ایک بہادر تحمل مزاج وعدے کے پکے دشمنوں سے اچھا سلوک کرنے والے انسان تھے ؎

پاک دامن، نیک سیرت، خوش ادا، صادق، امین + رحمدل، ہمدرد، مخلص، عدل پرور، مہربان

(۱) آپ کی تحمل مزاجی کو دیکھئے کہ دشمنوں نے ہر طرف سے تنگ کیا ہوا ہے جہاں جاتے ہیں کفار اینٹ پتھر پھینکتے ہیں لیکن آپ برابر یہ نعرہ لگاتے جاتے ہیں اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ میری قدر کو نہیں سمجھ سکتے۔ دشمنوں نے آپ کے دندان مبارک شہید کر دیئے لیکن آپ نے اس دندان کے توڑنے والے کو بڑی فراخ دلی سے معاف کر دیا اور فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا کہ آج سے تو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بھی بچا لیتا۔

(۲) آنحضرتؐ وعدہ کے اس قدر پکے تھے۔ اگر آپ کسی سے وعدہ کر لیتے تھے تو اس کو ایفا کر کے چھوڑتے تھے۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے ایک حدیث سے ثابت ہے کہ آپ کا ایک نصاریٰ سے لین دین تھا۔ ایک دن وہ آپ کو دروازے پر کھڑا کر کے خود یہ کہکر کہ میں ابھی آتا ہوں چلا گیا آپ نے کہا بہت اچھا۔ لیکن اس آدمی کو شاید کثرت مصروفیت کی وجہ سے آپ کا خیال بھول گیا۔ دن بھر بعد یاد آیا۔ کیا دیکھا کہ آنحضورؐ وہاں توقف فرما ہیں۔ آپ نے ہنس کر کہا اے بھائی تیری وجہ سے اس دفعہ مجھکو کچھ تکلیف اٹھانی پڑی۔ اور کچھ وعدہ کی وجہ سے۔ حضرت خدیجہؓ سے مروی ہے کہ میرے مسلمان ہونے سے پہلے رسول عربیؐ تاجدار دوجہاںؐ میرے ہاں تجارت کے کام پر مامور تھے۔ میں نے آپ جیسا راستباز اور دیانتدار کبھی نہیں دیکھا میں نے ان سے کبھی حساب طلب نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنی راستبازی اور دیانتداری سے سب چیز کا حساب میرے سپرد کر دیتے تھے

(۳) بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی اس قدر رکھتے تھے کہ کمال تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ شہر کے باہر جنگل میں پھر رہے تھے۔ آپ نے ایک پیر مرد دیکھا جو کہ بالکل تھکا ماندہ تھا اور قدم قدم پر بیٹھکر چلتا تھا۔ آپ اس کے پاس گئے اور اس کو کندھوں پر اٹھا کر گھر لے آئے۔ اس کی خوب مہمان نوازی اور خاطر داری کی رات بھر اس کے پاؤں دباتے رہے اور میٹھی میٹھی باتوں سے خوش و خرم رکھا۔ وہ بوڑھا نصاریٰ قوم سے تھا۔ اس نے حضرت مسیح کا قصہ اور اپنے مذہب کی فضیلتیں بیان کیں۔ آپ ان کو غور سے سنتے رہے اور کوئی بھی جواب نہ دیا تاکہ اس کا دل نہ دکھے۔ آخر اس نصاریٰ کو نہلایا دھلایا اور کھانا وغیرہ کھلا کر باہر دور تک چھوڑنے گئے۔ اس بوڑھے نے کہا اے چاند سی شکل والے نوجوان میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کو ایک نصیحت دوں کہ ایک محمدؐ نامی آدمی ہے جو کہ اپنے آپ کو نبیؐ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے دیکھنا اس کے دغا و فریب اور جعلسازی کے پھندے میں نہ آجانا۔ وہ لوگوں کو اپنے پھندے میں پھنسانا چاہتا ہے۔ مجھے تجھ پر رحم آتا ہے کہ تو ایک بنی نوع انسان کا خیر خواہ، غریبوں بیکسوں اور یتیموں کے دکھ درد کا علاج کرنے والا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ محمدؐ کے دام فریب میں آکر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ آپ بے اختیار ہنس پڑے اور فرمایا اگر ناگوار نہ گزرے تو میں تم کو بتاؤں کہ محمدؐ میں ہی ہوں اس پر وہ بہت ہی حیران ہوا۔ (ایڈیٹر۔ واللہ اعلم یہ روایت کہاں کی ہے اور کیسی ہے؟)۔

(۴) نرم طبیعت کے اتنے تھے کہ گلی میں جاتے ہوئے متعصب عورتیں آپ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتی تھیں۔ لیکن آپ کبھی بددعا نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت آپ کے راستے میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی جس وقت گذرا کرتے تھے اتفاقیہ وہ بیمار ہو گئی۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ وہ عورت کہاں چلی گئی پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہو گئی ہے۔ آپ اس کے گھر میں اس کی خبر لینے گئے وہ عورت حیران و ششدر رہ گئی کہ میں تو راستے میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی اور یہ میری تیمارداری کرنے آئے ہیں۔ (فیہ ما فیہ)

(۵) سادے اس قدر تھے کہ آپ کے جبہ پر کئی چمڑے کی ٹاکیاں لگی ہوئی تھیں اور تمام گھر کا کاروبار خود ہی کرتے تھے۔

(۶) جانوروں کے لئے ہمدردی بڑی رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ باہر جنگل میں گئے۔ وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں

کہ ایک شکاری نے ہرنی پکڑ رکھی ہے آپ نے شکاری کو معاوضہ دیکر ہرنی کو چھڑاکر آزاد کر دیا (اس کی سند بطریق محدثین ثابت نہیں واللہ اعلم)
(۷) آپ کی بہادری اور دلیری کی جھلک جنگ بدر میں دیکھ سکتے ہیں یعنی آپ ہر لڑائی میں شریک ہوتے تھے اور صف اول میں ہوتے تھے۔
(۸) آپ نے کفار کو کہا کہ تم خدا پر ایمان لے آؤ۔ یہ سنکر تمام کفار آپ کو جھوٹا کہنے لگے۔ آپ کا سگا چچا ابولہب بھی ان کے ساتھ شریک تھا۔ اس نے آپ کے اوپر پتھر پھینکا۔ یہ تو ابولہب کی عداوت تھی۔ اس کی بیوی کا یہ حال تھا کہ ہر روز جنگل کانٹے اٹھاکر آپ کے راستے میں بکھیر دیتی۔ آنحضرتؐ نہایت کشادہ پیشانی سے ان کانٹوں کو راستے سے ہٹادیتے۔ اور فرماتے یہ اچھا حق ہمسائیت ہے جو تم ادا کرتی ہو ؎

مے ریختند دررہ تو خار وباہمہ ÷ چوں گل شگفتہ رخ جانفزائے تو

اس عورت کا نام اسی وجہ سے حمالۃ الحطب (لکڑیاں اٹھاتی) پڑگیا۔
(۹) ایک دفعہ خانہ کعبہ میں قریش کے کئی آدمی گئے ایک نے آپ کی چادر لیکر آپ کے گلے میں پھندا دیکر دم گھونٹ دیا حضرت ابوبکرؓ آپ کو چھڑانے لگے تو ان کی ڈاڑھی پکڑ کر ایسا مارا کہ بیہوش کر دیا لیکن آپ نے بددعا تک نہ دی۔
(۱۰) ایک دفعہ آپ سجدہ میں تھے کہ ایک کافر نے آپ کی پیٹھ پر اوجھڑی ڈال دی۔ اسی طرح کئی دفعہ آپ کے ہمسائے نماز پڑھنے کی حالت میں اور کھانا کھاتے وقت آپ پر غلاظتیں ڈال دیا کرتے۔ غرضیکہ آپ مجمع الصفات تھے۔ اپنے دین کو پھیلانے کی خاطر اور دین کو ابھارنے کی خاطر جان تک کی بھی کبھی پرواہ نہیں کی تھی۔

شاہراہِ عمل

(از مولوی حبیب اللہ صاحب متعلم مدرسہ رحمانیہ جماعت ادنیٰ)

آج جبکہ دنیا کی تمام قومیں اپنی اپنی ترقی کے اسباب مہیا کرنے کی فکر میں ہیں جبکہ تمام قومیں اپنی اپنی مدافعت کے سامان تیار کر رہی ہیں (وہ قوم جو کبھی بام عروج پر تھی وہ قوم جس کا ایک ایک فرد اگر مشرق سے علَم توحید لیکر اٹھتا تو مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پرچم توحید لہراتا ہوا چلا جاتا اور اس کی روک ٹوک کرنے والا کوئی انسان نہیں تھا) آج وہ قوم نہایت پست ذلیل اور مقہور مغضوب ہے آج وہ قومیں جو کبھی اس کے نام سے لرزتی تھیں اس پر حکمرانی کر رہی ہیں آج وہ قومیں جو کبھی اس کی محکوم تھیں آج اس پر فرمانروا کی حیثیت سے ہیں ہماری پستی کے علاج کے متعلق آج تک بہت سی ہستیوں نے درخشانیاں کی ہیں لیکن میرے کم معلومات میں جو چیز آئی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم میدان عمل میں کود پڑیں اور میدان عمل میں آنے کا ذریعہ یہی ہے کہ ہم اپنی زندگی کا مثل ہمارے اسلاف کے نصب العین قرآن پاک کو ہی قرار دیں ہمارے اسلاف کی زندگی کا

انحصار صرف قرآن مجید و احادیث نبوی پر ہی تھا یہ قرآن مجید انکی ہر میدان میں رہبری کرتا تھا انھوں نے اپنی زندگی کا مدار اسی پر رکھا اور نہ اس قدر کثیر جماعت کے افراد لکیر کے فقیر نہیں رہ سکتے اگر ایک طرف تلوار چلانے کا طریقہ قرآن مجید سکھا رہا ہے تو دوسری طرف مسجد کے گوشہ میں تسبیح پھیرتے وقت بھی ان کو تعلیم دے سکتا تھا الغرض وہ قرآن مجید کے حکم کے سامنے کسی اور کی رائے یا مشورہ کو غلط سمجھتے تھے آج اگر ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید پر عمل کرو تو یہ اعتراض پیش ہوتا ہے کہ ہم اس کے معانی تو سمجھ سکتے نہیں اور ہم اس پر عمل کب کر سکتے ہیں کاش کہ انھیں یہ معلوم ہوتا کہ عرب کے بدوی بھی اس چیز کو سمجھ نہیں سکتے تھے بھلا اتنی فصیح بلیغ کتاب کے سامنے سادہ بانوں کے دماغ کیا قدر رکھتے تھے کہ وہ اس چیز کو سمجھ سکیں اگر انھوں نے اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کی تو وہ اسے سمجھ سکے ورنہ وہ کہاں سمجھ سکتے تھے انھوں نے اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس کے معانی سمجھے اور تفسیریں لکھیں۔ قرآن خود فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ الخ یعنی ان پڑھوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بنا دیا لیکن آج کل جو تفسیر لکھی جاتی ہے وہ اپنے دل کی دلیل سے اگر کوئی حنفی ہے تو وہ اہلحدیث کے خلاف اور اہلحدیث حنفی کے خلاف لکھتا ہے۔ آہ آج کل اگر طبقۂ علماء کا یہ حال ہے تو جاہلوں کا کیا ہی کہنا ہے۔ پس آج بھی ہماری ترقی اسی قرآن سے ہو سکتی ہے بشرطیکہ ہم قرآن کو اسی طرح لیں جس طرح صحابہ اور تابعین نے لیا تھا وہی مطلب ہو اور وہی عمل ہو۔ یہی وہ چیز تھی جو کہ ہمارے اسلاف کا تسلط تمام دنیا پر جمائے ہوئے تھی۔

ہمارے علماء تفسیریں لکھیں اور نہایت اچھے پیرایہ میں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور عملی نمونہ بنکر اوروں کے سامنے آئیں۔ اور پھر سب مسلمان مل کر عامل قرآن و حدیث بن جائیں۔ کیا اللہ کا یہ وعدہ نہیں۔ ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ الخ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان کو ہم ضرور زمین کا خلیفہ بنائیں گے جس طرح کے تم سے پہلے لوگ زمین پر خلیفہ تھے آج ہمیں حکومت نہیں ملتی اس کی وجہ بھی یہی ہے واللہ اگر ہم آج بھی عمل شروع کریں تو آج ہی انشاء اللہ ہم حاکم بن سکتے ہیں +

دفتری اعلان

(۱) محدث کے لئے ہمیشہ ٹکٹوں کے بجائے منی آڈر بھیجا کریں

(۲) منی آڈر کی کوپن پر بھی اپنا نمبر خریداری یا پورا پتہ اردو ہو یا انگریزی صاف صاف ضرور لکھا کریں۔

(۳) بعض حضرات بجائے خریداری نمبر کے رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴ لکھدیا کرتے ہیں جو بالکل بیکار ہے یہ نہ لکھا جائے۔

(۴) جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

(مینیجر)

RGD.L.No.3204. رسالہ محدث دہلی رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

روح اخبار

—— حجاز کی تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت سعودی اس وقت خاص طور سے جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اور بعض یورپین کارخانوں سے جدید قسم کے جنگی اسلحہ خرید رہی ہے۔ ابھی حال میں مختلف قسم کے جنگی اسلحہ بذریعہ جہاز لائے جاچکے ہیں اور معلوم ہوا کہ اٹلی کے بعض کارخانوں کو ایسی موٹریں تیار کرنے کا آرڈر دیا جاچکا ہے جو خاص طور سے سرحد کی حفاظت اور نگرانی کیلئے کام آسکیں جو لوگ حجاز کے اندرونی حالات سے باخبر ہیں ان کا خیال ہے کہ اس سے مقصد خطرات سے حفاظت ہے۔

—— دہلی میں روزہ ہفتہ کے دن کا ہوا۔ جمعرات کے دن مطلع صاف ہونے پر چاند ہوا نہیں۔ ناظرین کرام کو عید رمضان کی مبارکباد عرض ہے۔ عملۂ محدث دہلی

—— پورٹ حج کمیٹی کو میسرز ٹرنر موریسن اینڈ کمپنی کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ کمپنی مذکور کا جہاز ایس ایس "خسرو" ۱۶ نومبر ۳۷ء کو کراچی کے راستے عازم جدہ ہوگا۔ اس جہاز میں حسب ذیل زائرین کعبۃ اللہ کی گنجائش ہوگی:۔ درجہ اول ۲۴ درجہ دوم ۴۰ ڈیک (عرشہ) ۱۳۵۲ میزانکل ۱۳۹۶ تینوں درجوں کے فی ٹکٹ کی قیمت حسب ذیل ہوگی:۔ ایک طرف کا سفر مع خوراک درجہ اول ۴۱۲ روپیہ درجہ دوم ۲۸۷ روپیہ۔ درجہ سوم ۱۱۸ روپیہ واپسی ٹکٹ درجہ اول ۶۲۴ روپیہ درجہ دوم ۴۵۱ روپیہ درجہ سوم ۱۷۸ روپیہ۔

—— ڈنمارک کا ایک کسان اپنے کھیت والے مکان میں پرانی وضع کے ایک پلنگ پر سو رہا تھا۔ رات کے وقت اس کے پاؤں کو ٹھنڈک محسوس ہوئی وہ اٹھا اور پلنگ کو الٹ کر اس ٹھنڈک کی علت دریافت کرنے لگا تو اس میں سے دو بڑے بڑے افعی سانپ نکلے مزید دیکھ بھال پر گیارہ مزید سانپ پائے گئے۔ خدا جانے یہ کسان کب تک ان تیرہ سانپوں والے پلنگ پر سوتا رہا۔ لیکن قدرت کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ اس دوران میں کوئی گزند نہ پہنچا +

—— مزدوروں کی سرمایہ داری اور غریبوں کی امیری کے بعض عجیب وغریب واقعات معلوم ہوتے ہیں مثلاً درزی کی دکان کے ایک ملازم کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے جس کی تنخواہ تیس شلنگ فی ہے اس کے پاس سے ۴۷۳۵ پونڈ نکلے۔ ڈیوک آف بکلیو کے ایک شکاری کی وفات پر اس کے پاس سے ۴۲۷۱ پونڈ نکلے۔ ڈیوک آف ڈیون شائر کے باغبان کے پاس سے پانچہزار پونڈ نکلے۔ مانچسٹر ہوٹل کے ایک ہیڈ پورٹر نے پچاس ہزار پونڈ کی رقم جمع کرلی گرینڈ ہوٹل کے ایک ویٹر کا نقد ترکہ ۲۰۶۸۳ پونڈ بتایا جاتا ہے۔

—— فرانس کے سرکاری حلقوں نے ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے نقصانات کے متعلق جو اعداد و شمار فراہم کئے ہیں وہ بڑے ہی دردانگیز ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک کم وبیش دو لاکھ آدمی موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں اور یہ درجہ اقل ہیں ارب پسیٹا (ہسپانوی سکہ) خرچ ہو چکا ہے جو تینتیس کروڑ بیس لاکھ پونڈ یا قریبًا پانچ ارب روپے کے برابر ہوتا ہے ایک اور اندازہ مظہر ہے کہ کم ازکم ڈیڑھ لاکھ آدمی مقدمے کے بغیر موت کی سزا پاگئے یا قید خانوں میں مرے صرف میڈرڈ کے جیلخانے میں ۲۵ ہزار افراد نے وفات پائی۔ ان کے علاوہ جو جنگ میں مارے گئے انکی تعداد پچاس ہزار سے کم نہ ہوگی۔

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۲

جنوری ۱۹۳۸ء

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

مدیر مسئول

نذیر احمد املوی

رحمانی

نائب مدیر

عبید اللہ مبارکپوری

رحمانی

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۸ بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کئے جائینگے۔

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط وکتابت کا پتہ

مینجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۵ | ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۸ء مطابق ماہ شوال و ذیقعد سنہ ۱۳۵۶ھ | نمبر ۹

دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے اٹھارہویں تعلیمی سال کا شاندار افتتاح

اور

عالیجناب محترم مہتمم صاحب مدظلہ العالی کا پر مغز تاریخی خطبہ

ہم اپنے ناظرین تک اس خوشخبری کو پہنچاتے ہوئے اپنے قلوب کی گہرائیوں میں فرحت و انبساط کا ایک دریا موجزن پاتے ہیں کہ اللہ کا ہزار ہزار شکر و احسان، فضل و انعام ہے کہ تعطیل کلاں کے بعد دار الحدیث رحمانیہ دہلی پھر اپنی پوری شان و عظمت، خیر و برکت کے ساتھ ۴ شوال سنہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۸ دسمبر سنہ ۱۹۳۷ء یوم شنبہ سے شروع ہو چکا ہے پرانے طلبہ حسب معمول آرہے ہیں اور نئے طلبہ بھی بحمد اللہ ہر صنف کے کافی تعداد میں داخل ہو چکے ہیں۔

اس سال تعلیم کا آغاز ایک نئی شان کے ساتھ یوں ہوا ہے کہ ۴ شوال سنہ ۵۶ھ کو تمام طلبہ و مدرسین مدرسہ کے وسیع ہال میں جمع ہو گئے۔ سب سے پہلے مہتمم صاحب زید مجدہ و کرمہ نے اپنا خطبہ افتتاحیہ پڑھکر سنایا۔ بعد ازاں اساتذہ کرام نے اپنی اپنی متعلقہ کتب میں سے بعض کا تقریباً آدھ گھنٹہ تک درس دیا اور پھر دعا کے بعد تمام حاضرین کی تواضع کی گئی اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

ہم ذیل میں مہتمم صاحب کے خطبۂ عالیہ کو نقل کرتے ہوئے، نہ صرف طلبۂ دار الحدیث رحمانیہ سے (جو اس کے

مخاطب اول ہیں) بلکہ تمام مدارس عربیہ کے طالبان علم دین سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس خطبہ کے ایک ایک لفظ پر عبرت وعقیدت کی نگاہ ڈالیں اور اسے اپنی علمی زندگی کا دستور العمل بنا کر فلاح دارین کے مستحق بنیں اور پھر اس کے قائل کو بھی اپنی پرخلوص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ مدیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ، میں اپنے مدرسہ کے طلبہ کو مثل اپنی اولاد کے سمجھتا ہوں۔ میں ان کی علم دین کی مبارک طلب کا خیر مقدم کرتا ہوا ان سے عرض پرداز ہوں کہ اس مدرسے سے میری اصلی غرض توحید و سنت قرآن و حدیث کی اشاعت ہے۔ اسی اہم غرض کی تحصیل کے لئے میں اپنے کاروبار اور اشغال کو خیرباد کہہ کر آپ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میرے لئے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کی راحت ثابت ہوں گے آپ جس پاک علم کو حاصل کرنے کیلئے یہاں آئے ہیں اس کی تحصیل پوری جدّ و جہد سے کریں گے ساتھ ہی اس تعلیم کا بہترین نمونہ اپنے تئیں بنانے میں کوئی کمی نہ کریں گے۔ اپنے اخلاق و عادات کو سنتِ رسولؐ کی پابندی کے رنگ میں رنگ دیں گے اور مجھے کبھی شکایت کا موقع نہ دیں گے۔

نماز کی نگرانی اور اسے مسنون طریق پر ادا کرنا یہ آپ کا پہلا فریضہ ہے اذان سنتے ہی مسجد میں حاضر ہو جایا کریں آداب مسجد ہر وقت ملحوظ خاطر رہیں۔ نماز کی غیر حاضری مجھ پر بہت شاق گذرتی ہے اپنے اسباق کے وقت غیر حاضر نہ رہیں اپنے اساتذہ کے ادب اور ان کے احترام میں کبھی کسی طرح کی کمی نہ کریں آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہیں کوئی جھگڑا فساد بدزبانی حسد و بغض کسی کو کسی سے نہ ہونا چاہئے۔ میں نے تمہارے لئے مطبخ کا مکمل انتظام کر رکھا ہے وہاں ادب کے ساتھ سنت کے مطابق کھانا آرام کھاؤ وہاں کی اگر کوئی شکایت ہو تو مجھ سے بے دھڑک کہو بلکہ کسی قسم کی بھی کسی کو کسی شکایت ہو تو یہ عاجز دن بھر یہاں موجود رہتا ہے فوراً مجھ سے آکر کہو پھر انشاء اللہ شکایت باقی نہ رہے گی۔ مدرسے کے قواعد کو ہر وقت پیش نظر رکھو اور ان کی خلاف ورزی سے مجتنب رہو۔ اپنے اپنے کمروں کی، جسم کی، کپڑوں کی صفائی کا ہر وقت خیال رکھو اپنے سبق کو سمجھ کر پڑھو جو چیز جبتک صحیح طور پر سمجھ نہ لو آگے نہ پڑھو۔ اپنا پورا وقت اسی کے یاد کرنے اور سمجھنے میں صرف کردو۔ غفلت میں اپنا وقت ہرگز نہ کھونا بری صحبتوں سے بچتے رہنا۔ فضولیات سے پرہیز کرنا۔ جو بات تمہیں تمہارے بھلے کی کہی جاوے اس پر عامل رہنا کوئی امر تمہیں اگر پیش آئے مجھ سے مشورہ کر لیا کرنا انشاء اللہ تم مجھے اپنا خیر خواہ دردمند اور ناصح پاؤ گے میں تمہاری ہی خواہی اور ترقی میں ہمیشہ کوشاں رہونگا انشاء اللہ تمہاری جسمانی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اپنے مدرسے میں ورزش کی بہترین صورت بھی مہیا کردی ہے تم بعد از فراغت تعلیم اسمیں شامل ہو کر اپنی طاقت بنائے رکھنے کی راہ اختیار کر سکتے ہو۔ میں نے تمہاری تندرستی کے پیش نظر ایک ڈاکٹر صاحب کا بھی انتظام ۴۴

میرے پیارے بچو! جہاں تم اپنا باطن تقوے سے سنوارو گے وہاں تم اپنا ظاہر بھی اتباع سنت میں رنگ لو ڈاڑھی مونچھ شکل و صورت لباس۔ بول چال، کھانے پینے۔ آنے جانے۔ بیٹھنے اٹھنے، سونے جاگنے غرض ہر کام کے طریقوں میں اتباع سنت کا نور چمکتا ہوا نظر آنا چاہئے۔

(باقی صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ ہو)

جمع و ترتیب قرآن الہامی ہے

(از مولوی محمد اکبر صاحب پرتابگڈھی متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

برادران ملت! اسلام ایک ابدی مذہب ہے اس کے بعد کسی جدید مذہب کی ضرورت نہیں یہ خدا کا آخری مذہب ہے اور اس کے لانیوالے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ یہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے یعنی یہ کہ یہ مذہب نہ تو دیگر مذاہب کی طرح کسی جماعت کے ساتھ خاص ہے اور نہ کسی ملک و وطن کے ساتھ۔ ظاہر ہے جبکہ یہ ابدی مذہب ہے اور زمان و مکان کی قید کے ساتھ مقید بھی نہیں تو ضرورت تھی کہ اس کی اساس و بنیاد بھی اسقدر مضبوط و مستحکم ہو کہ گردش لیل و نہار اس کو اپنی جگہ سے ہٹا نہ سکیں۔ مرور زمانہ کے ساتھ ہی ساتھ اس میں بھی تغیر کی ضرورت نہ محسوس کی جائے۔ چنانچہ سرور کائنات جملہ انبیاء کے برخلاف تمام دنیا کے لئے رحمۃ بنا کر بھیجے گئے اور چونکہ یہ مذہب آخری مذہب تھا اور آپ کے بعد کسی نبی کی گنجائش نہ تھی اس لئے آپ خاتم النبیین بھی بنا کر بھیجے گئے۔ آپکو جو کتاب عطا کی گئی وہ ایک ایسی مشعل ہدایت تھی جو کہ قیامت تک کیلئے دی گئی تھی اس لئے اس کی حفاظت کا انتظام خود اس کے مصنف نے اپنے ہی ذمہ لے لیا تاکہ کہیں اسی مشعل ہدایت کو مدہم یا گل کر کے ہوائے فسق و فجور دنیا پر شرک و کفر کی ظلمت نہ طاری کر دے اس آفتاب عالمتاب کی کرنوں کو دنیا کے ذرہ ذرہ تک پھیلانے کیلئے وہ خود ہی وقت و ہمہ آن محافظ رہا۔ نزول قرآن کے مختلف مراحل تھے لیکن ہر مرحلہ پر اس نے خاطر خواہ انتظام کر کے شک و ارتیاب کا دروازہ ہی بند کر دیا۔ قاصد اس فرشتہ کو مقرر کیا گیا۔ جس پر سوائے ذات باری کے کسی کو اختیار نہیں اس کی قوت و طاقت اور امانت کا اعلان حسب ذیل الفاظ میں فرمایا گیا۔ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین (تکویر) بیشک یہ ایک معزز فرشتہ کا پہنچایا ہوا پیغام ہے وہ قوت و طاقت والا ہے۔ اور مالک عرش بلند کے دربار میں اس کا بڑا درجہ ہے۔ مطاع و امانت دار ہے۔ قاصد خدا کو ان اوصاف سے خصوصیت کے ساتھ اسی لئے متصف کیا گیا ہے کہ یہ سب کے سب حفاظت قرآن پر دال ہیں۔ ایک پیامبر کے لئے سب سے زیادہ ضروری اوصاف جو کچھ ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب اس قاصد میں موجود ہیں۔ وہ کریم اور قوی ہے اس لئے کسی جنات یا انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس کی مرضی کی خلاف اس میں کچھ بھی کمی یا زیادتی کر سکیں۔ وہ امین ہے اور امانت کا اقتضاء ہے کہ اس کے تمام لوازم کا لحاظ کر کے مرسل الیہ تک پہنچا دے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ وہ ذی قوۃ ہے اور کوئی بھی اس کی مرضی کے خلاف اس میں رد و بدل نہیں کر سکتا لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ خود اس کی نیت میں فتور پیدا ہو جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب وہ دوسروں سے محفوظ و مصئون رکھنے کیلئے ذی قوۃ ہو تو خود اپنے نفس کی شرارت سے باز رہنے کے لئے امین بھی ہو یہی وہ صفات ہیں جن کی بنا پر وہ تمام اہل سماء و الارض کے نزدیک مطاع ہے اور کسی کو بھی اس کے حکم سے سرتابی کرنے کی مجال نہیں۔ دوسرا مرحلہ خود اس کی ذات تھی جس پر کہ وہ کتاب نازل کی جا رہی ہے کیونکہ اس سے بھی یہ خطرہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اس

پیام ربانی کا مہبط تو تمام دنیا کی آلائشوں سے پاک تھا۔ اس کا اشد ترین مخالف بھی ایک حرف کہنے کا موقعہ نہیں پاتا تھا اس کے مخالف بھی اسے امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ اس نے اپنے صادق ہونے کے ثبوت میں خود اپنی زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادرٰکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ اگر خدا چاہتا تو میں قرآن پڑھکر سناتا ہی نہیں اور نہ خدا اس سے تمکو آگاہ کرتا اس سے پہلے تو میں تم میں مدتوں رہ چکا ہوں کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔

تیسرا اور سب سے اہم مرحلہ خود ان لوگوں کا تھا جن کے لئے یہ کتاب مشعل راہ بنائی گئی تھی۔ کیونکہ موسیٰ و عیسیٰ نبینا علیہما السلام کے متبعین ہی وہ لوگ تھے جنھوں نے کہ اپنی اپنی خواہشات ولالچ کے پیچھے پڑکر اپنی اپنی مشعلوں کو مدہم یا گل کر دیا۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا ہے۔ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلاً۔ انھوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے عوض دنیا کی متاع قلیل لے بیٹھے۔ اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس میں من مانی تحریف بھی شروع کر دی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظا مما ذکروا بہ۔ کلمات کو ان کی جگہ سے بدلدیتے تھے اور جن امور کی نصیحت کئے گئے تھے اس کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے۔

لیکن خداوند قدوس نے اپنی اس کتاب کا مخاطب اول ان لوگوں کو بنایا۔ جن کی قوت حافظہ بے نظیر تھی حتیٰ کہ وہ غیر ضروری اشیاء مثلاً گھوڑوں اور اونٹوں کے بھی پشتہا پشت کے نسب نامے یاد رکھتے تھے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ قرآن خدا کا آخری صحیفہ تھا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے بھیجا گیا تھا تمام دنیا کی اصلاح و فلاح کا دارومدار تھا اس لئے اس کی حفاظت وصیانت کا ذمہ بجائے انسانوں کے خود اس نے لیا۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ بیشک ہم نے ہی اس نصیحت نامہ کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ اس کتاب کے آگے پیچھے باطل کا گذر نہیں۔ ان آیتوں سے قرآن پاک میں تغیر و تبدل اضافہ ونقصان غرضیکہ ہر چیز کی نفی کر دی گئی کیونکہ یہ سب کی سب حفاظت وصیانت قرآن کے منافی ہیں۔ کوتاہ دامن غیر مسلموں نے یہ دیکھکر کہ اگرچہ قرآن میں اس تیرہ سو سال کے دوران میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی اور اس جنس گرانمایہ سے انکا دامن پہلے ہی خالی تھا۔ اس لئے ان کی چشم حسد اس تفضل و برتری کو برداشت نہ کر سکی۔ ادھر مسلمان مصنفین وواعظین کی ایک افسوسناک لاعلمی نے انھیں اعتراض کا موقع بہم پہنچا دیا۔ چنانچہ انھوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ قرآن مجید ناقص ہے اور انسانوں کا جمع کردہ ہے۔ لہٰذا غیر معتبر ہے۔ دیگر غیر مسلم فرقوں نے بھی اس بارے میں ان کی تقلید کی۔

اگر غیر مسلم فرقوں نے ترتیب قرآن پر اعتراض کیا تو یہ ہمارے لئے کچھ زیادہ باعث حیرت نہیں کیونکہ ان کی تمام مساعی اسی بات کی طرف مرکوز ہیں کہ وہ ہمارے اصل الاصول یعنی قرآن مجید کو غیر الہامی یا محرف و مسخ شدہ (نعوذ باللہ) ثابت کر دیں تاکہ ہمارا اعتقاد اس الہامی کتاب سے جو کہ ہمارے مذہب کی بنیاد و اساس ہے اور جو ہماری معاشرت۔ تمدن و تہذیب اور اخلاق ہر ایک کا مکمل واکمل ضابطہ ہے اٹھ جائے اور انکے دیرینہ مقاصد بروئے کار آجائیں۔

لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے اعتراضات جو سراسر بیہودیانہ اور محض تاریخ اسلامی سے افسوسناک لاعلمی وجہالت کے پیداوار ہیں کسی ایسے مسلمان کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ جو کہ خود بھی ایک کلمہ گو مسلمان ہے اور ہزاروں کلمہ گویوں کا رہنما سمجھا جاتا ہے اس سے ہماری مراد دہلی کے ایک پیر خواجہ حسن نظامی صاحب کی ذات ہے آپ نے چند ماہ ہوئے کہ رائج الوقت قرآن کو حضرت عثمانؓ کا جمع کردہ قرآن قرار دیکر اور حضرت علیؓ کے جمع کردہ قرآن سے بہتر دفزوں تر ثابت کرکے جسقدر اسلام کی دشمنی کا حیرت انگیز ثبوت دیاہے وہ ہمارے نزدیک غیر مسلموں کے حملوں سے بھی بڑھکر قرآن پر شدید حملہ ہے۔ خواجہ صاحب کی اس سلسلہ میں جتنی تحریریں شائع ہوئی ہیں وہ سب کی سب انتہائی گمراہ کن ہیں۔ وقت کی قلت فرصت کی کمی اور رسالہ کے صفحات کی قلت اس چیز کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم انکی تحریروں کی طرف توجہ کریں۔

اس لئے ہم ہماروئے سخن ان کی جانب سے پھیر کر صرف اس بات کے دکھلانے کی کوشش کریں گے کہ قرآن کی موجودہ ترتیب نہ تو حضرت ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہما کی ترتیب ہے اور نہ کسی اور انسان کی بلکہ یہی اصلی والہامی ترتیب ہے یہ وہی ترتیب ہے جو سرورکائنات پر عرضۂ اخیرہ میں پیش کی گئی اوپر گذر چکاہے کہ عرب کسقدر ذہین وقوی الحافظہ تھے۔ قرآن پاک کے بارے میں بھی ان کے حفظ پر اعتماد کیا جاسکتا تھا لیکن چونکہ مقصود غایتہ احتیاط تھا اس لئے ان کے حافظہ پر اعتماد نہیں کیا گیا کیونکہ یہ صورت خطرہ سے خالی نہ تھی۔

خود سرورکائنات پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کے حکم سے کاتبان وحی میں سے کوئی بلایا جاتا۔ اور آپ کی ہدایت کے مطابق لکھتا جاتا نیز اس کی تفصیل بھی اوپر گذر چکی ہے کہ خداوند قدوس کو قرآن کی حفاظت وصیانت کا کسقدر خیال تھا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لیلی ہے ان سارے مقدمات کو سامنے رکھتے ہوئے آگے بڑھئے۔

جمع قرآن

بکثرت روایات واحادیث سے یہ چیز ثابت ہوچکی ہے کہ خود سرورکائنات قرآن پاک کو لکھایا کرتے تھے اور صحابہ نے بھی اپنے اپنے طور پر علیحدہ لکھ رکھا تھا۔ خود قرآن پاک میں کتاب (نوشتہ) کے نام سے اس کا تذکرہ کیا گیاہے۔ فرمایا۔ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون (۲) فی صحف مکرمۃ (۳) ذلک الکتاب لاریب فیہ (۴) والطور وکتاب مسطور۔

یہ مسلم ومتفق ہے کہ قرآن خود آپ لکھوا کر گئے تھے صحابہ کرام نے اس کثرت سے قرآن پاک لکھا اور لکھوایا کہ آپ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ لوگ اسی لکھے ہوئے قرآن پر بھروسہ نہ کرلیں چنانچہ آپ نے حکم دیا۔ لا تغرنکم ھذہ المصاحف المعلقۃ ان اللہ لایعذب قلبا وعی القرآن (منتخب کنز العمال ص ۳۶ ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس کی اس قدر کثرت ہوئی کہ ان کا صحیح شمار مشکل ہوگیا۔ علامہ ابن حزم ملل ونحل میں لکھتے ہیں فمات عمر وما تہ الف مصحف من مصر الی العراق والشام والیمن۔ فمابین ذلک (ص ۲ ج ۲)

یعنی مصر سے لیکر عراق وشام ویمن تک اور ان ممالک کے درمیان میں حضرت عمر کی وفات کے وقت قرآن کے ایک لاکھ نسخے موجود تھے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جب آپ نے خود قرآن لکھوایا تو آیا کوئی ترتیب آپ کے پیش نظر تھی یا نہیں۔ اور پھر یہی اعتراض سورتوں کے متعلق ہوگا کہ آیا وہ بھی مرتب ہوچکیں تھیں یا کہ یونہی ان سب کو منتشر اوراق میں آیات منتشر کی

صورت میں جمع کر دیا گیا تھا۔ پھر جب یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن کسی خاص ترتیب کے ماتحت مرتب کیا گیا اور آیتیں بھی اسی طرح مرتب ہو چکیں تھیں تو کسی گیسو دراز، بے جا اہل بیت کے لئے یہ حق باقی نہ رہیگا کہ وہ کہہ سکے کہ یہ حضرت عثمانؓ کے ذوق سے مرتب ہوا تھا اور چونکہ حضرت عثمانؓ سے حضرت علیؓ (بخیال خود) زیادہ صاحب علم تھے اس لئے ان کی ترتیب حضرت عثمان کی ترتیب سے بہتر ہوگی۔

ترتیب آیات

ہمارا عقیدہ ہے کہ" جو قرآن مجید اسوقت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کی معرفت اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اسی ترتیب پر ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد سعادت مہد میں لکھوایا۔ صحابہ کرام کو یاد کرایا اور خود پڑھا نہ اس کے کلمات میں کمی بیشی ہوئی اور نہ اس کی ترتیب میں تبدیلی ہوئی۔ لیکن ہم یہ عقیدہ رکھنے پر کیوں مجبور ہیں اسی عقدہ کے حل کرنے کی کوشش ہم آئندہ سطور میں کریں گے۔

(۱) اس چیز کے ہم اور خواجہ صاحب بھی سب کے سب بالاتفاق مقر ہیں کہ موجودہ قرآن کی ترتیب بلحاظ نزول نہیں ہے ورنہ اگر یہ ترتیب بلحاظ نزول ہوتی تو سب سے پہلے اقرء باسم ربک کو ہونا چاہیئے تھا کیونکہ بالاتفاق سب سے پہلی آیت وہی ہے اور پھر اس کے بعد جو سورتیں نازل ہوئیں انھیں ہونا چاہیئے تھا لیکن ایسا نہیں ہے اب اس کے علاوہ ترتیب کی صرف دو صورتیں ہیں (۱) وحی الٰہی کے مطابق اس کو مرتب کیا جاتا (۲) نزول کے اعتبار سے جو کہ صحابہ کا ذوق ہوتا۔ لیکن یہ صورت بھی نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ اس صورت میں قرآن کا حسن غارت ہو جاتا کیونکہ آیتوں کے اترنے کے مواقع مختلف اور احوال متضاد ہیں ایسی حالت میں اگر ترتیب نزول کا اعتبار کیا جاتا تو اس کا حسن معلوم!

پس جبکہ سورتیں ان دونوں صورتوں پر مرتب نہیں ہوئیں تو معلوم ہوا کہ ان کی موجودہ ترتیب توقیفی یعنی منجانب اللہ ہے علاوہ ازیں خود قرآن پاک سے ثابت ہے کہ اس کی ترتیب توقیفی ہے چنانچہ سورہ فرقان میں فرمایا گیا۔ وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ۔ کافروں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں اتارا گیا قرآن پاک میں دو وجہیں بیان کی گئیں ہیں۔ لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا (۱) تثبیت فواد (ضبط صدر) (۲) ترتیل (ضبط کتابی) ترتیل لغت میں ہم جنس اشیاء کو عمدہ طور پر باترتیب رکھنے کو کہتے ہیں۔ اساس البلاغت میں ترتیل کے معنی حسن تالیف کے ہیں اور حسن تالیف کہتے ہیں کلام جن کلمات سے مرکب ہو ان کو مضمون نویسی میں مناسب موقعہ پر رکھا جائے معلوم ہوا کہ آیات ترتیب ربانی ہے اس کی تائید ابوداؤد کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما نزل علیہ الآیات فیدعو بعض من یکتب لہ ویقول لہ ضع ھذہ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا کذا۔ پس ترتیب بھی اللہ ہی کی طرف سے القاء ہوتی تھی۔ جیسا کہ سورہ نجم کی اس آیت میں فرمایا گیا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی دین کے متعلق جو کچھ آپ فرمائیں وہ سب کی سب وحی خدا ہوتا ہے اور آپ کی خواہشات کو اس میں دخل نہیں۔ چہ جائیکہ عثمانؓ و ابوبکرؓ کو اس میں کچھ دخل ہو چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ نازل ہوئی تو حضرت جبرئیل نے فرمایا ضعھا علی راس مائتین وثمانین من سورۃ البقرۃ

اس آیت کو دو سو اسی آیتوں کے بعد رکھو چنانچہ موجودہ قرآن میں اس کا نمبر ۲۸۱ ہے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت توقیفی (یعنی منجانب اللہ) ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی قرائن ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی ترتیب توقیفی ہے مثلاً سورۂ ہود میں فرمایا گیا ہے فأتوا بعشر سور مثلها۔ اس کے مثل دس سورتیں گھڑ کر لے آؤ۔ واقعتاً اس سورہ سے قبل دس سورتیں نازل ہوئی تھیں اور یہ گیارہویں سورۃ تھی۔ سورۂ نون میں فرمایا گیا وما يتلى عليكم في الكتاب في يتامى النسا (آیت ۲۷) اس آیت میں جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ علی اختلاف الاقوال آیت نمبر ۲ واتوا اليتمى اموالهم یا آیت نمبر (وان خفتم الا تقسطوا في اليتامى) ہے۔ یہ دونوں آیتیں اسی سورۂ (نساء) کی ہیں اور اس سے قبل ہیں۔ سورہ حج میں (احلت لكم الانعام الا ما يتلى عليكم اس سورۃ میں جن کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سب سورتیں اس سورہ (حج) سے قبل کی ہیں بعد کی کوئی نہیں۔ علاوہ ازیں ابوداؤد کی حدیث ہے كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يعرف فصل السور حتى تنزل بسم الله الرحمن الرحيم جب تک بسم اللہ نازل نہیں ہوتی تھی آپ کو سورت کے انقطاع کا علم نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ ہر سورۃ کی آیتیں شروع سے آخر تک کسی خاص ترتیب کے ماتحت مرتب ہوتی تھیں ورنہ سورہ کے اختتام انقطاع کے معنی کیا ہونگے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سورتوں کا فصل وحی ربانی ہے اجتہادی نہیں۔

ترتیب سور جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ عوام میں حیرت انگیز طور پر یہ مشہور ہے کہ سورتوں کے مرتب حضرت عثمان تھے لیکن اہل علم علماء کا ہمیشہ یہی عقیدہ رہا ہے کہ سورتیں بھی توقیفی (منجانب اللہ) ہیں۔ سیوطی اس پر بحث کرتے ہوئے اپنی تفسیر اتقان میں فرماتے ہیں۔ سورتوں کے توقیفی ہونے پر جو باتیں دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ حم سے شروع ہونے والی سورتیں یکے بعد دیگرے یکجا مرتب کی گئی ہیں اور یہی حال طس سے آغاز ہونیوالی سورتوں کا بھی ہے مگر مسبحات (سبح سے شروع ہونیوالی سورتیں) پے درپے نہیں ہیں۔ اور طسم الشعراء اور طسم القصص کے درمیان سورۂ طس کے ذریعہ باوجود اس کے کہ وہ ان دونوں سورتوں کے مقابلہ میں بہت چھوٹی ہے فصل ڈال دیا گیا ہے لہذا اگر سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہوتی تو مسبحات کو پے درپے یکجا کر کے رکھا جاتا اور سورہ طس کو سورہ القصص سے مؤخر کر دیا جاتا۔ (اتقان ص) احادیث بھی اس چیز کی شاہد ہیں کہ قرآن کی سورتیں عہد نبوی میں مرتب ہو چکی تھیں۔ چنانچہ بخاری میں حدیث ہے۔ كان يعرض على النبي صلعم القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض (بخاری جلد دوم پ ص) معلوم ہوا کہ اس عرضۂ اخیرہ میں ضرور کوئی خاص ترتیب تھی کیونکہ قرآن مکمل ہو چکا تھا اور اگر یہ صورت اختیار نہ کی جاتی تو معلوم ہے کہ کس قدر صعوبت برداشت کرنی پڑتی کیونکہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کے اجزا متعدد اور مضامین مختلف ہیں۔

یہ وہی ترتیب ہے جس ترتیب کے ساتھ آج قرآن ہمارے سامنے موجود ہے کیونکہ بالاتفاق یہ وہی قرآن ہے جو حضرت عثمانؓ نے اکناف عالم میں شائع کیا تھا کیونکہ حضرت عثمانؓ نے جس قراۃ پر لوگوں کو جمع کیا تھا وہ وہی قراۃ تھی جو آپ پر عرضۂ اخیرہ میں پیش کی گئی تھی۔ جیسا کہ بخاری میں ہے ان الذي جمع عليه عثمان الناس يوافق العرضة الاخيرة (فتح الباری پ ص ۴۳۵)

اس کی وجہ یہ ہے کہ زید بن ثابت خود عرضۂ اخیرہ میں موجود تھے قسطلانی شرح بخاری میں ہے کان زید شھد العرضۃ الاخیرۃ وکان یقری الناس بھا حتی مات ولذلک اعتمدہ الصدیق جمعہ وولاہ عثمان کتابۃ المصاحف (مصری ۳۷ ج ۷) یعنی یہ کہ حضرت زید عرضۂ اخیرہ (مابین جبرئیل ونبی اکرم) میں حاضر تھے۔ اپنی موت تک آپ اسی کے مطابق پڑھاتے رہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکر نے بھی آپ پر اعتماد کیا اور حضرت عثمان نے بھی انہیں سے نقلیں کرائی تھیں۔ کتاب المعارف لابن قتیبہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت زید نے عرضہ اخیرہ صرف سنا ہی نہیں بلکہ اپنا لکھا اور جمع کردہ قرآن بھی رسول اللہؐ کو سنایا اور اس کا مقابلہ بھی کرتے گئے (مطبوعہ مصر ص۹۸)

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں . . . ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیتوں کی طرح سورتوں کی ترتیب بھی الہامی اور اصلی ہے۔ ہم طوالت مضمون کے خوف سے صرف ایک حدیث اور لکھکر اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں مسند احمد ابن ماجہ وابوداؤدؒ میں ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ رات کے وقت وفد بنی ثقیف کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے ایک دن معمول کے خلاف آپ دیر سے آئے وجہ تاخیر کے متعلق جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کچھ منزل قرآن مجید کی پڑھنے سے رہ گئی تھی مجھے پسند نہ آیا کہ اسے ناتمام چھوڑدوں (اوس صحابی نیز راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے آنحضورؐ کے اصحاب سے پوچھا کہ آپ لوگ قرآن کی منزلیں کیسے پڑھا کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا ہماری منزلیں یہ ہیں تین سورتیں (فاتحہ سے مائدہ تک گو یہ چار ہیں مگر فاتحہ کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ ام القرآن (مستقل قرآن) ہے) پانچ سورتیں (مائدہ سے یونس تک) سات سورتیں (از یونس تا بنی اسرائیل) نو سورتیں (از یونس تا بنی اسرائیل) نو سورتیں (از بنی اسرائیل تا شعراء) گیارہ سورتیں (از شعراء تا صافات) تیرہ سورتیں (از شعراء تا صافات) تیرہ سورتیں (از صافات تا قاف) اور مفصل (قاف سے آخر قرآن تک ۶۵ سورتیں جو مفصل کہلاتی ہیں سب کی سب ایک دفعہ) معلوم ہوا کہ قرآن کی سات منزلیں اس وقت بھی تھیں جیسا کہ موجودہ قرآن میں ہیں یہ بھی یاد رہے کہ اوس صحابی ہیں وفد بنی ثقیف کے ایک رکن تھے جو کہ طائف سے ۹ھ میں غزوہ تبوک کے بعد آکر مدینہ میں باریاب ہوئے تھے یہ لوگ چند دن ٹھہر کر پھر واپس چلے گئے اور اس کے بعد عہد نبی میں کبھی مدینہ نہیں آئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن پاک عہد نبوی میں مرتب ہو چکا تھا اس کا مرتب وجامع خود خدائے رحمٰن ہے آیات کی ترتیب الہامی اور ربانی ہے اسی طرح سے سورتوں کی ترتیب بھی الہامی وربانی ہے نیز ضمناً یہ چیز بھی ثابت ہوگئی کہ اب جو شخص اس میں کسی قسم کے نقص کا دعوی کرے گا خواہ وہ ایڈیٹری کے نقدان ہی کا دعوی کیوں نہ ہو وہ کسی فرد پر نہیں بلکہ خود خدائے رحمٰن پر کرتا ہے اور اس قسم کی حرکتیں ایک یہودی ہی کرسکتا ہے مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے۔

جمع صدیقی کی حقیقت

پھر جبکہ یہ مسلم ہے کہ قرآن خود رسول اللہؐ نے لکھوایا اور وہ صحابہ کی ایک کثیر تعداد کے پاس بھی تھا تو جمع صدیقی کے معنی کیا ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نہ تو قرآن کے جامع تھے اور نہ آپ نے اسے مرتب کیا تھا بلکہ جب مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے فرو کرتے ہوئے ستر قراء شہید کردیئے گئے تو حضرت عمرؓ کو خدشہ گذرا کہ کہیں تمام حفاظ ختم نہ ہو جائیں چنانچہ آپ کے مشورہ سے حضرت ابوبکر نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہؐ کے اس قرآن سے جو کہ مابین الدفتین موجود تھا نقل کرائیں چنانچہ وہی نقل کیا گیا اور اسی کی اشاعت تمام دنیا میں کی گئی۔

جمع عثمانی کی حقیقت

سب سے زیادہ حضرت عثمان کے متعلق شہرت دی گئی کہ وہ جامع قرآن ہیں لیکن یہ بھی بالکل غلط ہے جمع عثمانی کی حقیقت یہ ہے کہ رسم تحریر سب کا جدا تھا جس کی وجہ سے قرائتیں مختلف ہوگئیں تھیں حضرت عثمان نے یہ کیا کہ سب کو ایک رسم خط اور ایک ہی قرأۃ پر جمع کر دیا جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ھو جمع الناس علی قراءۃ واحدۃ لئلا یختلفوا فی القرآن فضائل القرآن مطبوعہ مصر ص۳۲) صحیح بخاری میں ہے حضرت عثمان نے زید بن ثابت اور چند کاتبوں کو بلوا کر حضرت حفصہؓ کو پیغام بھیجا کہ حضرت ابوبکرؓ والا قرآن بھیجدو تاکہ اس کی متعدد نقلیں کرائی جائیں۔ چنانچہ حضرت زید اور دیگر کاتبوں نے کئی نسخے لکھے۔ جب نقلیں ہو چکیں تو حضرت عثمان نے ان کو اطراف وجوانب میں بھجوا دیا (دیکھئے فتح الباری ص۱۴) ہذا ما ظہر عندی واللہ اعلم بالصواب۔

گزشتہ سے پیوستہ

(از جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب عقیل مئوی خطیب جامع کوچین مٹانچری)

آپ نے اس پر شاید کبھی غور نہیں کیا کہ قبل بلوغ بچہ معصوم، بھولا، بیگناہ، صداقت کا پتلا، معذور اور غیر مکلف کیوں قرار دیا گیا ہے؟

ہاں ہاں اسی لئے اور محض اسی لئے تو کہ بلوغت تک اس میں "فطرت" کی ہنات، صداقت کی فراوانی، معصومیت کی کثرت بھولے پن کی زیادتی اور پاکیزگی دل ودماغ کی عدیم المثالی ہوتی ہے۔ جوں جوں بچہ بڑھتا ہے "فطرت" گھٹتی ہے، اس ایک غریب "فطرت" کے ہزاروں جانی دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔ چالاکی، عیاری، ہوشیاری، تجربہ کاری، دغا وچالبازی، منافقت وکذب گوئی۔ حسد وکینہ جوئی۔ مصلحت وخود غرضی۔ مطلب ونفس پرستی، بددینی وبے ایمانی وغیرہ وغیرہ تمام متفقہ طور پر اس بیچاری کمسن اور بے یار ومددگار "فطرت" پر چھاپہ ڈالتے ہیں۔ شبخون کرتے ہیں، بم چھوڑتے ہیں، گن لگاتے ہیں، زہریلی گیس برساتے ہیں۔ اور جو جو نہیں کرنا وہ بھی کرتے ہیں حتی کہ اسے قطعاً فنا، برباد، ہلاک اور نیست ونابود ہی کرکے چھوڑتے ہیں۔ اور اب بچہ والدین کی نظروں میں، اپنے بیگانے کی نگاہوں میں، دوست احباب کی گروہوں میں، رشتہ دار وقرابت مندوں کے گھرانوں میں کامیاب، فائز المرام اور فیروزمند گنا جاتا ہے اسے جوانی کی مبارکبادیں دیجاتی ہیں نئے منزل میں قدم رکھنے کی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ ہاں ہاں اس کی بربادی کو آبادی اور اس کی فارغ البالی کو بیکاری سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جس پر "فطرت" ہنسی اور مذاق اڑاتی ہے، کبھی کبھی نوجوان کے کان میں آہستہ سے بطور ہمدردی کہہ بھی جاتی ہے کہ ؎

تم تو نادان ہی اچھے تھے کہ کچھ فکر نہ تھی ✤ بڑی الجھن میں ہو جس دن سے سمجھ آئی ہے

لیکن نقارخانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔

کیا آپ روزانہ خود دیکھتے اور سنتے نہیں ہیں کہ ایک دکاندار کا لڑکا قبل بلوغت جب دکان پر بیٹھتا ہے تو کتنے دھکے کھاتا ہے؟ کتنا نقصان اٹھاتا ہے؟ کتنا خود گرہ سے مال کھوتا اور بجائے نفع ٹوٹے میں پڑجاتا ہے؟

ایک گاہک آتا ہے ایک سودے کا دام پوچھتا ہے لڑکا معمول کے مطابق ٹھیک ٹھیک دام بتلادیتا ہے گاہک چالاک ہے اور اپنی فطرت قطعاً کھو چکا ہے لیکن لڑکے کی "فطرت سلیمہ" سے ناجائز فائدہ اٹھانے کو تیار ہوجاتا ہے۔ دریافت کرتا ہے تمہاری دکان کا قاعدہ فی روپیہ کتنا نفع رکھنے کا ہے۔

بچہ کی "فطرت مستقیمہ" جھوٹ بولنے کی تو قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ آخر وہ ذرا پس و پیش کرتا۔ نیچے اوپر دیکھتا، گاہک سے نظر دوچار ہوتے ہی "فطرت" ہمدردی و صداقت پر مجبور کرتی ہے لاچار لڑکا بول اٹھتا ہے ابا جان نے تو فی روپیہ ۴ر نفع کا اصول لکھا ہے۔ گاہک موقع غنیمت جانکر بچہ کی صداقت سے خود نفع اٹھاتا اور بچہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے، بار بار دانتوں کے نیچے انگلی دابکر نفع کی زیادتی پر ظاہری تعجب کا اظہار کرکے بچہ کو مرعوب کردیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیجک دیکھکر فی روپیہ ۲ر کے نفع پر سودا کرکے گاہک چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔

جب لڑکے کا باپ دوکان پر پہنچکر یہ خبر سنتا ہے تو آگ بگولہ ہوجاتا ہے، بچہ کی اس حماقت، نادانی، بیوقوفی اور بھولے پن نہیں نہیں "فطرت مستقیمہ" پر دست تاسف ملتا ہوا سر پکڑکے بیٹھ جاتا ہے، جی تو چاہتا ہے کہ بچہ کا گلا گھونٹ کر خاتمہ ہی کرڈالے لیکن اپنا بچہ ہے، مامتا جوش مارتی ہے۔ آتش غضب پر شفقت پدری آب پاشی کرتی ہے، یکایک دل نرم ہوتا ہے۔ جی بھر آتا ہے اور بچہ کو پیار سے گود میں اٹھا کر گلے لگا لیتا ہے۔ پھر اس اپنے معصوم بچے اور لخت جگر کو سمجھاتا نہیں نہیں بلکہ اس کی "فطرت سلیمہ" کو یوں اُلٹی چھری سے پوری بیدردی کے ساتھ ذبح کرنا شروع کرتا ہے۔

بیٹا! یہ دکان کا اصول نہیں ہے کہ اپنا نفع گاہکوں کو بتلا دیا جاوے، بیجک دکھلادی جاوے، اسقدر مختصر نفع پر مال بیچا جاوے۔ اگر ایسا کیا جاوے گا تو آجکل کے زمانہ میں دیوالہ نکل جائیگا وغیرہ (بچہ) کیا کروں ابا جان! وہ تو کسی طرح مانتا ہی نہ تھا خواہ مخواہ کہے کہ بیجک دکھلاؤ۔ وغیرہ (ابا) تو تم نے کیوں نہیں کہدیا کہ بیجک ابا نے رکھی ہے مجھے نہیں معلوم کہاں ہے، بس فرصت تھی۔ (بچہ) مگر ابا جان! مجھے تو معلوم تھی، میں نے تو آپ کو رکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسی لئے تو میں نے نکال کے دکھلادی، پھر بھلا میں جھوٹ بولکر خدا کا گنہگار اور آپ کا نافرمان کیونکر بنتا۔ آپ بھی تو ہمیشہ تاکید کرتے رہتے ہیں کہ خبردار کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ کسی سے دغا فریب اور چالبازی نہ کرنا۔ اور اماں جان بھی ایسے ہی ہمیشہ کہتی رہتی ہیں۔ اور ہمارے میاں جی تو اتنا ڈراتے دھمکاتے اور جھوٹ کی برائی میں ایسا ایسا قصہ سناتے ہیں کہ میں تو ابا جان! کبھی کبھی رونے لگتا ہوں۔ ابا جان ایک مرتبہ خالہ جان کا ممتاز میاں جی سے ایک ہی بات جھوٹ بولا تھا تو میاں جی نے اسے اُلٹے جوتہ پر تھوکا کے چٹایا تھا اور کان پکڑوا کے سب لڑکوں کے سامنے توبہ بھی کروائی، اسی روز سے میں نے بھی جھوٹ بولنے سے دل ہی دل میں توبہ کرلی ہے (شاد باش "فطرت")

(ابا) بات تو سچ ہے لیکن بیٹا! دکانداری تو بغیر جھوٹ کے چل ہی نہیں سکتی۔ . . . . . وغیرہ۔ (بچہ) تو ابا جان! آپ دکانداری مت کیجئے، آپ بھی میاں جی کی طرح بچوں کو پڑھائیے، سارے لڑکے ہمارے سائبان میں بیٹھکر پڑھیں گے، ابا جان! آپ کو بڑا ثواب بھی ہوگا اور سارے لڑکے پیسے بھی دیں گے۔ ورنہ دکانداری میں جب آپ کو بھی جھوٹ بولنا پڑیگا تو اللہ میاں بڑا عذاب کریں گے اور

آپ جب جھوٹ بولیں گے تو پھر مسلمان کیسے رہیں گے ؟ اماں جان تو کہتی تھیں کہ جو پکا مسلمان ہوتا ہے جھوٹ نہیں بولتا۔ (ابا) بیٹا! تم ابھی بچے ہو، ابھی یہ سب باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آوینگی آگے چلکر خود بخود سمجھ میں آنے لگیں گی۔ (بچہ) تو کیا اباجان! آپ دکانداری نہیں چھوڑیں گے ؟ اور کیا آپ بھی جھوٹ بولیں گے ؟ وغیرہ

سبحان، کیا "فطرت" ہے کہ ابھی تک باپ کے جھوٹ بولنے کا شبہ تک نہیں، جو اپنی فطرت قطعاً فنا کر چکا ہے اور روزانہ سینکڑوں جھوٹ بے دریغ بولتا ہے بلکہ اس کے بیان صدق وکذب میں کوئی امتیاز و فرق ہی نہیں، اس کے نزدیک سچا آدمی بدھو ہے۔ وہ صاف گو کو احمق و ناتجربہ کار سمجھتا ہے، اس کے خیال میں جتنا ہی جو چالبازی کرے گا وہ تجارت میں کامیاب ہوگا۔ اور ضرورت کے وقت مکروفریب اور عیاری و دغابازی کو نہ صرف جائز بلکہ واجب وضروری اور فرض تک کہدینے میں مطلق پس وپیش اور خوف خدا نہیں کرتا ؎

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف　+　از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت ست

ایسے باپ کے بیٹے کی فطرت بھی وہی ہے جو ایک صداقت شعار اور نیکو کردار باپ کے بیٹے کی ہوسکتی ہے یا ہونی چاہیئے، کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

الغرض کونین کے محفل کی زینت ہیں تو یہ　+　حوض کوثر ہیں تو یہ تسنیم جنت ہیں تو یہ

لیکن آہ یہی 'محفل کونین کی زینت' یہی 'حوض کوثر' یہی 'تسنیم جنت' اور یہی 'فطرت' کے پتلے وعقل سلیم کے مجسمے دس بیس برس اور سو پچاس سال میں نہیں، بلکہ چند گنتی کے دنوں میں اپنے ماحول کے اثرات بد سے متاثر ہوتے ہیں اور طرفۃ العین وچشم زدن میں فلک الافلاک سے تحت الثریٰ میں پہنچتے ہیں، نہ صرف باپ کے سچے جانشین بنتے بلکہ باپ سے بھی سو قدم 'فطرت' کو کچلتے ہوئے آگے نکل جاتے ہیں؛ کل یہی صداقت کے سرچشمہ تھے لیکن آج ضلالت کے منبع ہو رہے ہیں، کل یہی 'فطرت' کے پتلے تھے مگر آج بدطینتی کے مجسمے ہیں، کل یہی نیکوکاری کے مخزن تھے لیکن آج بدکاری کے کان کہے جارہے ہیں۔ کل ان کو دیکھنے والے سبحان اللہ اور ماشاءاللہ کہتے تھے مگر وہی آج ان کو دیکھکر استغفراللہ اور نعوذ باللہ کہنے پر مجبور ہیں، کوئی انگشت حیرت دنداں تعجب کے نیچے داب کر ع پدر نتواند پسر تمام کند، کہتا ہے تو کوئی گڑگڑی رہے اور چلا چنی ہوئے، پکار اٹھتا ہے ؎

جواں ہوئے تو اور قیامت ہوئی خدا کی پناہ　+　وہ جب بھی فتنہ تھے جب عالم شباب نہ تھا

کیا اس قسم کی تبدیلی 'فطرت' کے بیشمار واقعات روزانہ آٹھوں پہر ہماری نظروں کے سامنے نہیں گذرتے رہتے ؟ کیا فطرت کا انمول خزانہ ہر وقت ہر آن ہر لحظہ اور ہر منٹ وہر سکنڈ ہم اپنی آنکھوں سے لٹتا ہوا نہیں دیکھتے ؟ کیا ہمارا، آپ کا، انکا اُنکا بلکہ ساری دنیا کا فطرتی سرمایہ بلوغت کی سرحد پر پہنچنے کے بعد کافی اور کثیر مقدار میں فنا نہیں ہوجاتا ؟ کیا یہ واقعات مشاہدات، چشم دید حالات اور خود اپنے بیتے ساختات جھٹلائے جاسکتے ہیں ؟ کیا کوئی دنیا کا بڑا سے بڑا فلاسفر آفتاب پر خاک ڈالکر دنیا کو تاریک کرسکتا ہے ؟

نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ غیر ممکن ہے کہ ساری دنیا یکلخت اندھی ہوجائے اور تمام عالم حقیقت واصلیت اور واقفیت سے دست بردار ہوجائے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض جہل مرکب کے مریض جو بدقسمتی سے جہل ہی کو علم اور علم کو جہالت سمجھتے ہیں،

تحقیق کو تقلید اور تقلید کو تحقیق جانتے ہیں، کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر کہتے ہیں، مومن کو ملحد اور ملحد کو مومن بتلاتے ہیں۔ وہ اس پھندہ میں پھنس سکتے ہیں کیونکہ ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند + درجہل مرکب ابدالدہر بماند

بہرکیف، میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کا کوئی انسان بھی اپنی فطرت کو ماحول کے اثرات سے نہ محفوظ رکھ سکا اور نہ ہی رکھ سکتا ہے۔ عوام تو خیر عوام کالانعام ہی ہیں، ان کی کیا حقیقت وہستی ہے، یہ بھلا کس کھیت کے مولی ہیں جبکہ خود خاص ہستیاں اس سے مستثنیٰ نہیں، بڑے سے بڑا عابد، زاہد، متقی، پرہیزگار، عالم، محدث، فقیہ، امام، پیر، مرشد، ولی، شہید، غوث، قطب ابدال وقت اور اصحاب رسول کریم بلکہ خود سرورکائنات فخر موجودات، سردار دوعالم رسول اکرم، سیدالمرسلین، شفیع المذنبین علیہ التحیۃ والتسلیم فداہ ابی وامی بھی اپنی 'فطرت' کی محافظت ونگہبانی نہ فرما سکے تو پھر ایرے غیرے نتھو خیرے اور ما وشما کی کیا حقیقت وہستی ہے۔

ہاں ہاں وہ ذات اقدس وہستی مقدس اور اشرف المخلوقات جس کی حقیقی شان یہ ہے کہ ؎

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ + بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایسی زبردست 'فطرت' کا حامل صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک کے موقعہ پر منافقوں کی چاپلوسی، عیاری، چالبازی، مکر ومنافقت اور دغا فریب کے پھندے میں آجاتا ہے اور ان کی معذرت کاذبہ کو قبول فرما کر انھیں رخصت دیدیتا ہے جو منشائے الٰہی کے صریحاً خلاف پڑتا ہے چنانچہ آیت نازل ہوتی ہے۔

(۱) عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ (پ سورہ توبہ رکوع)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف تو کر دیا لیکن آپ نے ان کو اجازت کیوں دی حتی کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوجاتے اور جھوٹوں کو آپ معلوم نہ کر لیتے۔ خیال فرمایئے منشائے الٰہی یہ تھا کہ منافقوں کو اس وقت تک رخصت نہ دیجاتی جب تک کہ واقعی اُن کی دلی بات اور اصلی سبب جو جنگ میں نہ شریک ہونیکا تھا ظاہر نہ ہوجاتا مگر حضورؐ نے ان کے زبانی بیان اور ظاہری عذر پر جو کہ قطعاً غلط تھا، اپنی نیک مزاجی اور رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنِی کی بنا پر انھیں معذور سمجھکر رخصت دیدی جو فطرت مستقیمہ اور منشائے الٰہی کے خلاف پڑا۔ (فافہم وتدبر)

(۲) دوسری مثال سنئے، یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ سورہ تحریم رکوع ۱) یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اسے آپ اپنی بی بیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیوں حرام کرتے ہیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آیت مذکورہ بالا سے صاف طور پر واضح ہے کہ کوئی خدا کی حلال کردہ چیز، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اپنی بیبیوں کی خاطرداری سے حرام کرلی تھی (خواہ وہ حضرت ماریہؓ ہوں یا شہد ہو یا کوئی اور ہی چیز کیوں نہ ہو، ہے تو کچھ ضرور) خواہ وہ حرمت شرعی مذہبی ودینی نہ سہی، طبعی ہی سہی لیکن منشائے الٰہی کے خلاف اور فطرت مستقیمہ کے ناموافق تو ضرور تھی، ورنہ باری تعالیٰ تنبیہ کیوں نہ آتا (فافہم وتدبر)۔

(۴) تیسری مثال ملاحظہ ہو۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى (پ سورہ عبس رکوع ۱) یعنی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ترشرو ہوئے اور اعراض کیا، اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا (رضی اللہ) آیا۔ اور کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا۔ پس اس کو نصیحت فائدہ دیتی، ہاں جو شخص لاپرواہی کرتا ہے آپ اس کے پیچھے تو لگے رہتے ہیں حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو بھی آپ پر کوئی الزام نہیں۔ اور جو شخص خود آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ خدا سے ڈرتا بھی ہے اس سے آپ بے التفاتی کرتے ہیں۔

دوستو! واقعات وحقیقت اصلیہ کو سامنے رکھکر آنکھ سے ضد وتعصب اور بیجا حمایت کی پٹی کھولکر ذرا عینک انصاف لگا کر دیکھو، ٹھنڈے دل سے غور کرو اور سر بگریباں ہو کر سوچو کہ جب اس بلند "فطرت" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے "فطرت" کی یہ حالت ہے جس سے بلند "فطرت"، مخلوق نہ آجتک پیدا ہوئی اور نہ تا قیامت پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں ہاں یہ اس "ارفع الفطرت" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واقعات ہیں جس کے "فطرت" کی نگہبانی حفاظت دیکھ بھال اور تربیت وپرداخت خود خدائے قدوس کی نگرانی میں اس کے مقربین فرشتے کرتے تھے۔ جس کے اندر صفات ملکوتیہ اسقدر وافر اور افراط کیساتھ ہیں کہ کسی دوسرے انسان بالخصوص اس کے افراد امت کے اندر تو اس کا عشر عشیر اور پاسنگ بھی نہیں۔ جس کا خود اپنا بیان ہے کہ میرا ہمکا نیکا بھی خود میرا تابع ومطیع ہو گیا ہے۔ وہ اگرچہ انسان ہے لیکن معمولی انسان نہیں بلکہ کامل ومکمل انسان اور خدا کی تمام مخلوق سے ارفع واعلیٰ اور اشرف ہستی ہے حقیقت اصلیہ اور سچی بات تو یہ ہے کہ ؎

مَضَتِ الدُّهُوْرُ وَمَا اَتَيْنَ بِمِثْلِهٖ　+　وَلَقَدْ اَتٰى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهٖ

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ　+　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

بایں ہمہ صفاتِ غیر محدودہ خود آئینۂ قرآنی میں آپ نے اس ذات گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فطرت دیکھی اور کما حقہ مکرر سہ کرر دیکھی جو یقیناً دانشمندوں کے لئے نہ صرف کافی بلکہ وافی اور تشفی بخش ہے ع دانشمنداں را اشارہ کافیست۔ لیکن اگر آپ کو اتنے پر بھی تسکین نہ ہوئی ہو تو سورہ آل عمران رکوع ۱۳ دیکھئے۔ سورہ نساء رکوع ۱۴ پڑھئے۔ سورہ انعام رکوع ۴ اور ۶ کا مطالعہ کیجئے۔ سورہ انفال رکوع ۹ کی تلاوت کیجئے۔ سورہ توبہ رکوع ۱۱ کو سامنے رکھئے۔ سورہ نحل رکوع ۱۶ کو دہرائیے۔ سورہ احزاب رکوع ۵ کو سمجھئے۔ ہاں ہاں باوجود ان تمام واقعات کے وہ محبوب خدا اور مقبول بارگاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) معصوم اور بے گناہ بھی تھا۔ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کی بشارت کے باعث وہ بے عیب اور پاک وصاف بھی تھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　+　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

شاید آپ جلدی میں بول اٹھیں کہ پھر ان واقعات مذکورہ سابقہ کا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صدور کیوں ہوا۔ کیا فرشتوں کی حفاظت اور خداوند عالم کی نگہبانی کافی اور کامل ومکمل نہ تھی؟ کیا خداوند قدوس ان لغزشوں سے آپ کو بچا نہیں سکتا تھا؟ کیا آپ کی فطرت مستقیمہ ماحول کے اثرات سے محفوظ نہیں رکھی جا سکتی تھی؟ پھر کیا وجہ ہے کہ خداوند قدوس اور ملائکہ مقربین کے زیر نگرانی

ہونے کے باوجود بھی آپ سے مذکورہ بالا زلات کا صدور ہوا؟ جس کا شاہد خود قرآن کریم ہی ہے ؎

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو + سوزنِ تدبیر ساری عمر گر سیتی رہے

دراصل بات یہ ہے کہ یہی سب مواقعات ہیں جہاں پر عقل انسانی دم نہیں مار سکتی۔ یہاں پر پہنچکر انسان واقعی عاجز و درماندہ ہوکر کہہ اٹھتا ہے کہ "خدا کی حکمت خدا ہی جانے" بلاریب انسان کی عقل میں یہ طاقت و قوت نہیں ہے کہ رموز و اسرار خداوندی اور حکمتہائے الٰہی کے تہ خانوں میں اُدھیڑبن کرسکے اس کے کُنہ وحقیقت تک پہنچ سکے یا اس کے کارخانہ قدرت میں انگشت نمائی کرسکے۔ کیونکہ کارخانہ قدرت کا اصول ہمارے اصول سے نرالا، اس کا قاعدہ و دستور ہمارے قاعدہ و دستور سے ارفع و اعلیٰ اور ہماری فہم و فراست سے یقیناً بالا ہے، غیر ممکن ہے کہ ہم اس کو کماحقہ سمجھ سکیں۔

البتہ بعض باتوں کی ظاہری وجہ بسا اوقات سمجھ میں آتی ہے جو بظاہر بہت مناسب بلکہ انسب معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً خداوند علام الغیوب کو تو یہ خوب معلوم تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ بعض نام نہاد مسلمان "بدنام کنندۂ اسلام" کتاب و سنت اور خدا و رسول کو چھوڑ کر "فطرت" پرستی کے نام سے خواہش پرستی اور عقل پرستی کے پردہ میں نفس پرستی کرنے سے قطعاً باز نہیں آویں گے اپنی عقل کو نہ صرف فرمانِ رسول بلکہ خود فرمان خدا سے بھی ارفع و اعلیٰ اور معصوم عن الخطا بتلادیں گے اور اس کے ثبوت میں زمین و آسمان کے قُلابے ملانے کو تیار ہوجاویں گے، وہ صاف اور صریح الفاظ میں کہیں گے کہ ہماری عقل ہی ہر چیز کیلئے کسوٹی ہے خواہ قرآن ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا باری تعالیٰ نے اس کی تردید اور مکمل و مدلل تکذیب خود اسوۂ حسنہ اور "فطرت" نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی سے کرکے دکھلا دی کہ دیکھو خود "فطرت" رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب یہ کیفیت ہے تو اور کسی کی کیا حقیقت و ہستی ہے جو اپنی فطرت اپنی عقل اور اپنی فہم و فراست کی آڑ میں ہوا و ہوس کی پوجا کو حق کہہ سکے۔ لیکن درحقیقت ان باتوں کو سمجھنے کے لئے صرف عقل کی ہی نہیں بلکہ ایمان کی بھی ضرورت ہے۔ خداوند کریم مسلمانوں کو سمجھ عنایت فرمائے کہ وہ شرک و اسلام میں تمیز کریں، انسان پرستی اور خدا پرستی کا فرق سمجھ سکیں، ایک دن مرنا اور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے، اس دن کو پیش نظر رکھیں جس دن بجز اپنے اعمال نیک اور خدا پرستی و اتباع رسول کے کوئی دوسری چیز قطعاً کام آنیوالی نہیں ؎

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو + اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

بقول حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎

مانصیحت بجائے خود کردیم + روزگارے دریں بسر بُردیم

گرنیاید بگوش رغبت کس + بر رسولاں بلاغ باشد و بس

فقط والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

اعلان — (۱) محدث کے لئے ہمیشہ ٹکٹوں کے بجائے منی آڈر بھیجا کریں۔

(۲) منی آڈر کی کوپن پر بھی اپنا نمبر خریداری یا پورا پتہ اردو ہو یا انگریزی صاف صاف ضرور لکھا کریں۔

(۳) بعض حضرات بجائے خریداری نمبر کے رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴ لکھدیا کرتے ہیں جو بالکل بیکار ہے یہ نہ لکھا جائے۔

(۴) جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔ (مینجر)

مسلمانوں کی زہرہ گداز حالت اور پیغامِ عمل

(از مولوی عبدالعزیز صاحب ہوشیارپوری متعلم جماعت رابعہ مدرسہ رحمانیہ دہلی)

برادران ملت! دنیا کے اندر ہزاروں انقلابات آئے اور گذر گئے ہزاروں گدا بادشاہ بن گئے سینکڑوں بادشاہ بھیک مانگنے لگے سینکڑوں باغوں میں بہار آئی لیکن خزاں کے ہاتھوں برباد ہوگئے۔ ہزاروں بلبلیں چہچہائیں لیکن صیاد کے ہاتھوں قفس سے دوچار ہوئیں دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں جس نے حوادثات کے تھپیڑے نہ کھائے ہوں غرضیکہ دنیا کے اندر انقلابات آتے رہتے ہیں لیکن مسلمانوں کی حالت کے اندر جس طرح انقلاب برپا ہوا وہ بہت ہی عجیب ہے یہ افسانہ بہت ہی عبرت خیز ہے۔ مسلمان جس طرح تیزی کے ساتھ بیابان سے نکلکر ہفت اقلیم پر گھنگور گھٹاؤں کی طرح چھا گئے تھے اسی طرح اب نیچے جا رہے ہیں وہ مسلمان جن سے قیصر و کسریٰ لرزہ براندام رہا کرتے تھے ان کے لئے یہ مہیب صدائیں آتی ہیں کہ "مسلمان کو ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں" یہ وہی مسلمان ہیں ؎

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے + بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

حیف صد حیف مسلمانوں کی حالت حد درجہ انحطاط پذیر ہوتی جارہی ہے ان کے اندر فقدان عمل کا افسوسناک مرض پھیل چکا ہے دنیا کا ذرہ ذرہ انھیں دعوت عمل دے رہا ہے لیکن یہ ابھی خواب خرگوش میں مبتلا ہیں وہ قوم ہنود جو کہ صدیوں تک ہماری غلام تھی ہم سے پست اور ذلیل تھی آج ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہے اور کر رہی ہے۔ مسلمان ابھی غفلت میں ہیں۔ انھیں نہیں معلوم اس جمود کا کیا نتیجہ ہوگا۔ مسلمانو! یہی غفلت تمہیں مٹا کر چھوڑے گی یہی جمود تمہیں فنا کرکے چھوڑے گا۔

مسلمانو اٹھو اتفاق و اتحاد کا علم لیکر اٹھو پھر دیکھو تمہیں اس کا کیا پھل ملتا ہے۔ ہاں تم وہی مسلمان ہوجاؤ گے جس نے صحرا سے نکلکر ایران و روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا قیصر و کسریٰ کی گردنیں جھکا دی تھیں لیکن یہ کیسی بدقسمتی ہے کہ مسلمان آزادی کو ترس رہا ہے حالانکہ وہ دنیا کو آزادی کا سبق دینے آیا تھا آقا اور غلام کا فرق دور کرنے کیلئے آیا تھا مسلمانوں ہوش کرو اپنی حقیقت پر غور کرو تم کیا ہو تمہارے وجود کا کیا مقصد ہے اگر تم نے اپنی اصلیت کو پہچان لیا تو تمہارے دل سینوں میں تڑپنے لگیں گے تمہاری آہیں آسمانوں کو چیر کر عرش سے ٹکرائیں گی جب تک کہ تم تمام اقوام عالم کو نیچا دکھا کر اور پیچھے چھوڑ کر ترقی کا سہرا اپنے سر پر نہ رکھ لوگے۔ ہاں تم پھر وہی مسلمان ہوجاؤ گے جس نے دنیا کی سلطنتوں کے اندر ایک تہلکہ مچا دیا تھا تم نے ایک نیا عالم پیدا کردیا تھا تمہاری دن دگنی رات چوگنی ترقی کو دیکھکر تمام دنیا انگشت بدنداں تھی اے وہ قوم جسکو انتم الاعلون کے سنہرے خطاب سے ملقب کیا گیا تھا۔ دنیا تیرے مٹانے پر تلی ہوئی ہے تجھے خاک میں ملا دینے کے درپے ہے۔ لیکن تو ہے کہ سفر عمل اختیار نہیں کرتا۔ اٹھ اور اپنے منتشر شیرازہ کو جمع کر اور اپنی تجلی صداقت سے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کردے ؎

یہ خاموشی کہاں تک لذت فریاد پیدا کر + زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں پر

مسلمانوں اپنے اختلافات کی گتھی کو کسی دوسرے وقت سلجھانے کیلئے بالائے طاق رکھکر میدان عمل میں اتر آؤ کیونکہ

دنیا کی حالت تمہیں پکار کر کہہ رہی ہے ؎

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو ✤ وہ چمک اٹھا افق گرم تقاضا تو بھی ہو

مسلمانوں تمہاری حبل حیات کو موذی کتر رہے ہیں تمہارے قافلے کے پیچھے رہزن لگے ہوئے ہیں اور تمہاری کشتی کو ڈبو دینا چاہتے ہیں اٹھو اور اپنے بیڑے کے متعلق یہ خیال کرتے ہوئے اٹھو کہ "ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا"۔ مسلمانو! تجارت کرنا تمہارا کام تھا نرمی سے پیش آنا اور اطاعت رسول مسلمانوں کا کام تھا لیکن اب ایسی بداخلاقی برتتے ہیں جس سے انکا نقصان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے اوپر ایک زبردست دھبہ آتا ہے۔ مسلمانوں تمہارے طرز و طریقے غیر مسلموں نے سیکھے جن کی وجہ سے وہ ترقی کی منزلیں طے کرتے چلے جاتے ہیں کیا علامہ اقبال نے کچھ غلط کہا ہے ؎

اڑالی طوطیوں نے قمریوں نے عندلیبوں نے ✤ چمن والوں نے ملکر لوٹ لی طرز فغاں میری

مسلمانوں ہم نے اپنی تمام خوبیاں گنوا دیں اور دنیا کی مغضوب قوموں کی برائیاں سیکھ لیں۔ ہم نے اپنوں کے ساتھ دغا بازی کی اور غیروں کے در پر ذلتوں کے ساتھ جھکنے لگے۔ ہم نے مانگنے کیلئے اپنے خدا کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا بلکہ بندوں کے دسترخوان کے گرے ٹکڑے چننے لگے۔ مسلمانوں تمہارے خدا نے تمہارے ساتھ کونسا گناہ کیا جس کی وجہ سے تم نے اس کو چھوڑ دیا اسے چھوڑ کر کونسی دولت و نعمت تمہارے ہاتھ میں آگئی خدا سے بڑھکر اور کون مجسمہ خوبصورت تھا جس کی محبت میں تم اسے چھوڑ رہے ہو۔ تم غیروں کے در پر ٹھوکریں کھانے کیلئے جاتے ہو۔ لیکن خدا کی طرف نہیں جاتے جو تم کو اپنی آغوش محبت کے اندر جگہ دے اگر تم محبت کے بھوکے ہو تو الرحمن الرحیم سے بڑھکر اور کونسا حسین ہے جس کے عشق میں تم نے اسے خیرباد کہا اور اگر تم رزق کے چاہنے والے ہو تو خدائے رازق سے بڑھکر اور کون تم کو مل گیا ہے جس کے خزانوں سے مالامال ہونا چاہتے ہو۔ اگر تم محنت و مزدوری کے طلبگار ہو تو رب العالمین سے بڑھکر اور کون مل گیا ہے جو تم کو اس کا بدلہ دیگا۔ مسلمانو! تم نے اس کو چھوڑ دیا لیکن وہ تم کو پکار کر کہہ رہا ہے "اے میرے در سے بھٹکنے والو کوئی ہر طرف سے کٹکر میری طرف آنے والا ہے کہ میں اسے اپنے سینہ سے لگا لوں۔ کوئی میرے آگے آہ و زاری کرنے والا ہے کہ میں اسے تسکین دوں۔ کوئی میرے در کا گدا ہو جانیوالا ہے کہ میں اس کا ہو جاؤں۔ اے شاہراہ ترقی پر چڑھنے والو تم غیروں کے در پر ٹھوکریں کیوں کھانے جاتے ہو تم میری آغوش محبت سے کیوں بھاگتے ہو حالانکہ میں تو وہ ہوں اگر ایک بالشت تم میری طرف آؤ تو میں ایک ہاتھ بڑھکر تم سے ملوں اگر ایک ہاتھ میری طرف آؤ تو میں ایک گز بڑھکر تمہارا استقبال کروں"۔

مسلمانو! اللہ کی اس صدائے لایزال کو سنو اس سے بے اعتنائی نہ برتو۔ تم نے مدتوں غیروں کے در پر جبیں سائی کی ہے۔ تم نے صدیوں تک سرکشوں کی پرستش کی ہے۔ تم نے اپنے دامنوں کو گناہ اور معصیت کے پھل سے بھر لیا ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ ایک چوکھٹ سے سرکشی کی تم سے ساری دنیا کس طرح سرکش ہوگئی ایک کے روٹھنے سے تمام دنیا تم سے روٹھ گئی۔ مسلمانو! اب بھی مان جاؤ۔ اب بھی باز آجاؤ گناہوں کو آزما چکے آؤ تقوی اور راستبازی کو بھی آزمالیں سرکشیوں کا مزہ چکھ چکے آؤ اطاعت کا بھی مزہ چکھ لیں۔ غیروں سے رشتہ جوڑ کر تجربہ کر چکے آؤ پھر ملکر اسی ایک کے کیوں نہ ہو جائیں جس سے کٹکر ذلتوں۔ خواریوں ٹھوکروں اور راندگیوں کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔ مسلمانو بہت سو چکے اب بھی چونک پڑو بہت گم ہو چکے اب بھی اپنے آپکو پالو۔ مسلمانو ہوش میں آؤ زمانے کی روش کو سمجھو۔ زمانہ بدل گیا ؎

زمانے کے انداز بدلے گئے ✤ نیا راگ نئے ساز بدلے گئے

مسلمانوں بہت پستی میں گر پڑے ہو اس پستی سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے تمہارے سفر عمل کا پہلا قدم یہ ہو توبہ کرو اللہ کے آگے اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کو ہیچ سمجھتے ہوئے جاؤ اس سے بغاوت اور سرکشی چھوڑ دو اس کے عشق اور حمیت کی دھن میں بدمست ہو جاؤ اور اس کے آگے عاجزی اور انکساری کے ساتھ اس طرح دوڑو اور اس قدر تڑپو کہ اسکو تم پر رحم آجائے اور وہ تم کو اپنی آغوش محبت میں اٹھائے اور وہ تمہیں پہلے کی طرح سب کچھ بخشدے۔ مسلمانو! یاد رکھو اگر تم کو اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ عزیز ہے کہ اس کو نہ دوگے اگر تمہاری جانیں اس سے زیادہ عزیز ہیں کہ اس کے لئے دکھ میں ڈالوگے۔ اگر تمہارے دلوں کی آہیں تمہارے جگر کی ٹیس اور تمہاری آنکھوں کے آنسو اس کے لئے نہیں رہے بلکہ غیروں کے مال ہوگئے ہیں تو یقین کرو وہ بھی تمہارا محتاج نہیں ہے۔

اللہ مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کا ساتھی نہیں ہوتا جو اس کی بخشی ہوئی طاقت کے امانت دار نہیں اور شکر گذاری کی جگہ کفران نعمت میں سرشار ہیں یاد رکھو محض فکری وسائل سے تم اپنے کھوئے وقار اور دولت کو نہیں حاصل کرسکتے جب تک کہ تم اپنے عمل اور اجتماعی عمل پر استواری اور مضبوطی کیساتھ قائم نہیں ہوتے اسوقت تک تمہارا کھویا ہوا وقار اور تمہاری چھنی ہوئی دولت واپس نہیں مل سکتی۔

اے نادانو! تم نے خدا کو چھوڑ دیا تو کیا تمام دنیا کی قوت نے تم کو نہیں چھوڑ دیا۔ تم اس کے آگے جھک کر مغرور ہوگئے تو کیا یہ نہیں ہوا کہ تمام دنیا تم سے مغرور ہوگئی اگر تم اس سے پھر گئے تو تمام دنیا تم سے کیوں نہ پھر جائے۔ مسلمانوں خدا کا در رحمت کبھی بھی بند نہیں ہوتا اس سے بغاوت اور سرکشی چھوڑ دو اس سے جنگ جاری رکھکر تم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے دنیا کا ہر دروازہ تم پر بند ہوسکتا ہے لیکن اس کا ایک دروازہ ہے جو کھلنے کیلئے ہے۔ بند ہونے کیلئے نہیں۔ تم اس کے دروازے سے ہزاروں مرتبہ بھاگو لیکن وہ پھر بھی تمہاری آمد کا منتظر ہے۔ مسلمانوں میں اپنی بات پر پھر یوسفی اصرار کرتا ہوں کہ تم اپنی حالتوں کو درست کرلو۔ اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہیں کرسکتے تو شکوہ مفلسی کیا؟ یہ گلہ احتیاج کیسا؟

اے ترقی کی راہ میں گامزن ہونے والو غیر اقوام ہمیشہ اس سعی پیہم میں ہیں کہ مسلمانوں کو اس صفحہ گیتی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے۔ ہاں مسلمانو میدان عمل میں سینہ تان کر نکل آؤ۔ آہ مسلمانو! کیا غیروں کے در پہ سجدے کرنے کیلئے تم ہی رہ گئے تھے ہاں خدا سے نافرمان اور سرکشی کرنے کا ٹھیکہ تم نے ہی لیا تھا۔ آہ مسلمانوں کیا تم نے اتفاق کرکے اس سے بیوفائی کا سہرا اپنے ہی سر لیا تھا کیا تم نے قسم کھائی کہ ہم ایک ہی وقت میں اس سے بھاگیں گے ایک ہی وقت میں اس کی محبت کی بستیاں اجاڑیں گے۔ مسلمانوں تم سے پہلے خدا نے عذاب نازل کرنے میں اتنی تاخیر نہیں کی آؤ ہم سب مل کر اسی کے دروازہ پر جھکیں ہم اسوقت تک ترقی پر پہنچ نہیں سکتے جب تک کہ اپنے دوست کو راضی نہ کرلیں۔ اے مسلم اگر تیری یہی حالت رہی تو سرکشیوں اور نافرمانیوں کے اندر مبتلا رہا تو یقین کر کہ خدا کا عذاب بھی دور نہیں اس عذاب سے بچنے کا انتظام کرلیں اور اسکو اپنے سے راضی کرلیں۔ اور قرن اولیٰ کی اپنے اندر شان پیدا کرلیں۔ آج ہم دنیاوی امور میں ایسے منہمک ہوگئے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ بانی اسلام کا ایک ادنی سا نام لیوا۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا تھا اور فقیروں کی طرح راہ سے گذر جاتا تھا لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس غریب کی طرف ترچھی نگاہ اٹھائے ؎

وہ زمیں پر سونے والے بادشاہی کر گئے　+　اور محلوں میں غلامانہ رہا کرتے ہو تم

اے نوجوانان اسلام اپنی حالتوں کو سدھارو عمل کے میدان میں اتر آؤ ابھی وقت اپنے ہاتھوں سے نہیں گیا ہے ؎

تأثرات

از جناب مولانا محمد شفیع صاحب سکرٹری انجمن اہلحدیث پٹیالہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوموں کے عروج و اقبال کی ارتقائی منزلیں افراد کی ذہنی صلاحیت کی مرہون منت ہوتی ہیں جس قدر ذہنی نشوونما میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اسی قدر قوم ترقی و ترفع کے مدارج طے کرتی جاتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہی سب سے بڑا مسحور کن معجزہ تھا کہ حضور علیہ السلام نے عرب کے جاہل بدوؤں کی ذہنیت میں اس قدر صلاحیت وانسانیت پیدا کر دی تھی کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے استاد بن گئے اور آج تہذیب ان کے نام پر فخر کرتی ہے۔ لیکن جونہی یہ صلاحیت افراد میں سے جاتی رہی قوم کی قوم تباہی و بربادی کے قعر میں جا گری۔

انسانی صلاحیت میں علم کو سب سے بڑا دخل ہے دراصل علمی رفعت ہی قوموں کو لیلائے ترقی سے ہمکنار کرتی ہے اور علمی شغف ہی قوموں کو انسانیت کبریٰ کے قصر رفیع سے روشناس کراتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ علم کے برابر اور کسی صفت انسانی کا درجہ نہیں۔ اسلام نے اپنے عہد مروج میں علم کی جسقدر سرپرستی فرمائی۔ علما کو جس طرح سے اپنی آغوش میں لیا ہے اُس کا تمام یورپ شاہد ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔

اسلام کی ہر ایک سلطنت خواہ وہ کسی حصہ زمین میں تھی۔ سب میں تنافس باہمی صرف ترقی علم و حمایت علما کی بابت پایا جاتا ہے ہر ایک کی سعی و کوشش یہ ہی تھی کہ اسی کی سلطنت سب سے بڑھکر مربی علم و علما ثابت ہو۔ مشرق ومغرب و افریقہ میں مدارس عام کھلے تھے۔ ہر ایک مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ اور دار القیام بنے ہوئے تھے۔ صرف مدرسہ نظامیہ بغداد میں جو نظام الملک طوسی کا بنایا ہوا تھا۔ چھ ہزار طالب علم تعلیم پاتے تھے۔ جن کے جملہ اخراجات خوراک وغیرہ مدرسہ کی طرف سے دیئے جاتے تھے۔

ہمارے ملک ہندوستان میں بھی زمانہ اسلام میں جا بجا مدارس کھلے تھے۔ جس کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ جن میں طلبار مفت تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسلام نے مساجد کے ساتھ دار الاقامہ کھول دیئے تھے کہ جہاں پر ہر ایک قسم کی تعلیم ہر شخص کو بلاتخصیص مذہب وملت دیجاتی تھی۔ انہی گھٹی مدارس نے ہندوستان کی مایہ ناز شخصیتیں پیدا کیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ ان ہی مساجد کے فیض یافتہ تھے کہ جن کی علمی فضیلت پر آج ہندوستان فخر کرتا ہے۔

مگر وائے بدبختی کہ پچھلی دو صدیوں میں ہم سے علمی صلاحیت جاتی رہی۔ اور قوم کی قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ یہ ہی دہلی صدیوں تک مرکز علم رہی کہ جس نے وسط ایشیا تک کے طلبا کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ اب بھی مٹے مٹے آثار ان مدارس کے موجود ہیں کہ جو کبھی ہر قسم کے علوم کی یونیورسٹیاں تھیں اور جہاں کے فارغ التحصیل طلبا تہذیب انسانیت کی تکمیل میں سالار قافلہ کا کام دیتے تھے۔ اسلام نے کبھی تعلیم دینے کی قیمت وصول نہیں کی اور نہ ہی علم کو کسی خاص قوم یا فرقہ کیلئے مخصوص کیا۔ فاتح و مفتوح۔ اچھوت غیر اچھوت یکساں اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

اب زمانہ بدل گیا مغربیت نے جہاں اور ہمارے جوارح پر اثر کیا تعلیم کی بھی ارزانی جاتی رہی۔ ہندوستان میں اب تعلیم کا خرچ اس کی غربت پر ایک ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ اور پھر نتیجہ کے لحاظ سے سوائے اس کے کہ ہم چند ایک زبانوں کا استعمال سیکھ لیں اور کچھ نہیں۔ مگر فطرت الٰہی کسی چیز کو ناپید نہیں کرتی۔ کچھ نہ کچھ آثار اس کے باقی رہتے ہیں۔ خدا چند ایک اپنے بندوں کو چن لیتا ہے کہ جو خاص اللہ کی رضامندی و رضاجوئی کے لئے اپنی دولت کو صحیح راستہ میں استعمال کر کے دوسروں کے لئے مشعل راہ بنتے ہیں۔

اتفاق سے انجمن اہلحدیث پٹیالہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مولانا مولوی حافظ محمد اسمٰعیل صاحب روپڑی بھی تشریف لائے اور وہ جاتے ہوئے ہماری جماعت کے امام و خطیب حضرت مولانا مولوی قادر بخش صاحب بازید پوری مولوی فاضل مدرسہ عمر آباد مدراس کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے کہ مولوی شہاب الدین صاحب کسی وجہ سے نہیں چل سکے آپ ساتھ چلیں۔ چنانچہ حضرت مولانا مولوی قادر بخش صاحب نے واپسی پر ذکر فرمایا۔ جس کا جماعت میں احساس ہوا۔ کہ اللہ کا ایک مقبول بندہ جو دنیاوی دولت سے مالامال ہے اس نے اپنی آخرت کا ذخیرہ پرانے علمی آثار کی شکل میں قائم کر رکھا ہے جہاں سے تشنگان علم ہر سال اپنی پیاس بجھا کر نکلتے ہیں۔

میری مراد مدرسہ رحمانیہ سے ہے۔ جو ایک نہایت خوشنما عمارت میں ہندوراؤ کے باڑہ سے قرولباغ جانیوالی سڑک پر ایک نہایت عمدہ اور پر تکلف عمارت میں قائم ہے جس میں اس وقت ستر کے قریب طالب علم معارف قرآن و حدیث صلعم سے واقف ہو کر مسلمانوں کی ذہنی صلاحیت و دینی تربیت کی ترقی و ترفع کا کام کرتے ہیں۔ میں بحیثیت مسلمان کے نہیں بلکہ ایک انسان کے اس امر پر اعتقاد رکھتا ہوں کہ جب تک دنیا اس معلم اخلاق کے اصولوں کی پیروی نہیں کرے گی کہ جو عرب کے ریگستانوں میں منشاء خداوندی کے ماتحت وضع کئے گئے تھے۔ کبھی دینی و دنیاوی فلاح و بہبودی کو حاصل نہیں کر سکیگی۔ جو سعید روحیں اس مسئلہ کو سمجھکر اس بارہ میں خدمت کر رہی ہیں وہ مستحق صد ہزار تبریک و تحسین ہیں۔

مدرسہ رحمانیہ میں ان اصولوں کو پھر دوبارہ یاد دلایا جاتا ہے کہ جن پر چلنے سے عرب کے بدو ایک مہذب قوم بن گئے تھے اور جن کی نسبت اب محسوس کیا جا رہا ہے کہ دنیا کو پھر ان کی ضرورت ہے۔ دنیا کے موجودہ مسائل (جو انسانوں کے نزاع باہمی کا سبب بن رہے ہیں) کا واحد حل تعلیم محمدی میں ہے۔ جو مدرسہ رحمانیہ کا طغرئی امتیاز ہے۔ میں سنکر حیران رہ گیا کہ اس مدرسہ کا مہتمم اپنی کمائی کا بہت بڑا حصہ اس مدرسہ پر اس فراخدلی سے خرچ کر رہا ہے کہ جو کبھی قرون اولی کے مسلمانوں کا خاص حصہ تھی۔

تمام اساتذہ کے معقول مشاہرہ لڑکوں کے تمام اخراجات خوردنی و پوشیدنی اور ان کی تمام ضروریات کی کفالت محض ایک تن واحد حضرت میاں عطاء الرحمٰن صاحب کی صحیح سخاوت پر منحصر ہے۔ جو بلا امداد غیرے اپنی گرہ سے اس اہم خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔ میاں صاحب کے خلوص کا یہ حال ہے کہ امتحان کے وقت کامیاب طلباء کی حوصلہ افزائی و اساتذہ کی محنت و کارکردگی کا صلہ نقد انعامات کی شکل میں علاوہ ان اخراجات کے الگ دیتے ہیں کہ جس کا بار انھوں نے اپنی ذات پر اٹھا رکھا ہے۔ میرے پر حضرت میاں صاحب کے ان کلمات کا بڑا اثر ہوا۔ جبکہ انھوں نے حضرات علماء کرام کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ تم مجھے اللہ و رسول صلعم کا صحیح حکم پہنچاؤ۔ اگر میں عمل نہ کروں تو قیامت کے روز جوابدہ ہوں۔ ورنہ آپ صاحبان ذمہ دار ہوں گے۔

اس الحاد و کفر کے زمانہ میں جبکہ لامذہبیت و دہریت کی آندھی زور شور سے چل رہی ہے۔ جس میں بڑے بڑے زعمائے اسلام

بہے جارہے ہیں۔ اللہ کے ایک بندہ کا اس قدر اپنے آپ کو عملاً فنافی الاسلام ظاہر کرنا اور پھر تعلیم اسلام کے سانچہ میں لوگوں کو ڈھالنے کی کوشش کرنا کس قدر مبارک بات ہے۔ دراصل ایسے ہی لوگ ہیں۔ جو اللہ کی رضامندی حاصل کرتے ہیں اور جو نہ صرف اپنی ذات کو بلکہ لوگوں میں تعلیم پھیلا کر وہ صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس سے قومیں بنتی ہیں۔ ایسے چھوٹے چھوٹے ادارے جو بظاہر کائنات عالم میں ایک ذرہ معلوم ہوتے ہیں قوموں کی تعمیر میں بنیادی اینٹوں کا کام دیتے ہیں۔

میں یہ باتیں کسی شخصیت کو خوش کرنے کیلئے نہیں لکھ رہا۔ بلکہ صحیح ضرورت واضح کرنے کیلئے عرض کر رہا ہوں۔ دنیا بیشک مغربیت میں جذب ہو رہی ہے لیکن یہ جاذبیت جس قدر زیادہ نمایاں ہو رہی ہے اسی قدر مشرقی اخلاق گرتے چلے جاتے ہیں اور اب تہذیب کا اخلاقی پہلو اس قدر کمزور ہو چلا ہے کہ بیٹے اور باپ کے درمیان میں بھی ادب و اخلاق باقی نہیں رہا۔ چنانچہ ہماری تمام سیاست جو بلا مذہب کے چلائی جا رہی ہے قالب بے روح سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اور اس کی یہیں بڑی ضرورت ہے کہ ہم ابنائے جنس کے باہمی معاملات میں ہر ایک کی ذمہ داری اور اس کے حقوق کو برقرار رکھیں کہ جس کو موجودہ زمانہ کی عیار سیاست تسلیم نہیں کرتی۔ اس لئے قوموں میں انتشار و تفکر کے آثار نمایاں ہیں۔ صحیح تعلیم ہی درست راستہ پر ڈال سکتی ہے۔ یکطرفہ تعلیم دماغی عیاشی کی پرورش کرتی ہے۔

میں ایک بات مہتمم مدرسہ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ انگریزی بھی بطور ثانوی زبان کے جاری کر دیں اور پرانے علم کلام اور درس نظامیہ کے فلسفہ کے ساتھ مغربی فلسفہ و سائنس سے بھی روشناس کرائیں تاکہ طلبا نئے آلات سے مسلح ہو کر ملحدانہ حملوں کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ بات کہ انگریزی کے بہت مدارس ہیں اس ضرورت کا جواب نہیں ہو سکتی۔ جو ہم اس مدرسہ سے چاہتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستان و بیرون ہندوستان میں جا کر اسلام کی تبلیغ کر سکیں۔ اور اسلام کو موجودہ زمانہ کے مطابق مذاق ظاہر کر کے دنیا کو راغب کر سکیں کہ اگر امن و عافیت چاہتے ہیں تو اس مرکز پر جمع ہوں۔ جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا۔ جہاں پر نہ تو رنگ و نسل کی پوجا ہوتی ہے اور نہ ہی وطن کو معبود بنایا جاتا ہے۔ بلکہ وہاں کا فارمولا تو یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے ہر ایک ممبر خواہ وہ چین کا رہنے والا ہے یا یورپ کا۔ افریقہ کا حبشی ہے یا وسط ایشیا کا تاتاری سب بھائی بھائی ہیں اور سب ایک نسل سے ہیں جو چند سالوں کی زندگی لیکر یہاں آئے ہیں اور یہ سب آئندہ کے دوزخ و بہشت کو یہاں تعمیر کر رہے ہیں۔ اخیر میں دعا ہے کہ خداوند کریم حضرت میاں صاحب کے عزم راسخ میں استقلال بخشے اور مدرسہ رحمانیہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین۔

ایڈیٹر ہم اپنے محترم کے بلند جذبات کا احترام کرتے ہیں اور آپ کے مفید مشورے کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے عرض گذار ہیں کہ موجودہ تعلیم کا نصاب آٹھ سال کا ہے پھر اگر اس میں غیر جنس کا ایک علم شامل کر دیا گیا تو زمانہ کی امداد کے ساتھ ہی ساتھ ڈر ہے کہ کہیں دونوں چیزوں میں خامی نہ رہ جائے اس لئے کیا اچھا ہو کہ اس مدرسے کے نظام اور نصاب کو تو یونہی رہنے دیا جائے۔ اور یہاں کے فارغ شدہ طلبہ کے لئے انگریزی تعلیم کا انتظام اعیان قوم کچھ اور کر لیں۔ اور جو طلبہ اس لائق نظر آئیں انھیں پڑھادیں

میں اپنے مدرسے کے اساتذہ اور مدرسین کرام سے بھی با ادب عرض کرونگا کہ ان پردیسیوں کو مثل اپنی اولاد کے سمجھیں اور محبت و شفقت کے ساتھ ان سے پیش آئیں اور جو کچھ جناب باری نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو دے رکھا ہے آپ اس کا حصہ انھیں بھی پہنچائیں ساتھ ہی ساتھ ان کے اخلاق و عادات کی اصلاح بھی فرماتے رہیں آپ ہی میرے دست و بازو ہیں اور مدرسے کی نیکنامی کا مدار آپ ہی کی کوششوں پر ہے مجھے بفضل خدا آپ پر پورا اعتماد ہے اور خدا کو سونپنے کے بعد میں اپنے مدرسے کے کل امور میں آپ کی مساعدت کا خواہاں ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی ان تھک دینی محنتوں کا نیک معاوضہ اور اجر جمیل عطا فرماوے۔ آمین۔

میں دوبارہ اپنے طالب علموں کو مرحبا کہتے ہوئے انھیں امید دلاتا ہوں کہ وہ انشاءاللہ یہاں اپنے گھر کی سی راحت پائیں گے اور مجھے اپنی ہر طرح کی خدمت میں منہمک دیکھیں گے تاوقتیکہ وہ علم کے حاصل کرنے میں اور اپنے اخلاق و عادات کو مطابق سنت درست کرنے میں اور مدرسے کے قواعد کا احترام کرنے میں پہلوتہی نہ کریں۔

آج مدرسے کے اٹھارہویں تعلیمی سال کا افتتاح ہے لو اب بسم اللہ کرو اور اپنے اسباق شروع کرو میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تم پر اپنے دین کی راہیں آسان کرے اور بھلائی کے ساتھ تمہیں تمہارے نیک اور اہم مقاصد میں جلد تر کامیاب فرمائے آمین میں ہوں آپ سب کا خادم

عطاء الرحمن (مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

مردِ مسلمان

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن	گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت	یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی	ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشاں
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن	قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے	دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم	دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز	آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمان

بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

(ضربِ کلیم)

RGD.L.No.3204. رسالہ محدث دہلی رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

روح اخبار

—— گذشتہ ہفتہ تک سولہ ہزار حجاج یہاں پہنچ چکے ہیں۔ جہاز تالودی میں ۲۱۷ حجاج آئے ہیں، جن میں ۲۷ بچے بھی شامل ہیں۔ جہاز علوی بمبئی سے ۶۹۹ حجاج کو لایا ہے جن میں ۱۲ بچے ہیں ان حجاج کو شامل کرنے کے بعد حجاج کی تعداد ۱۷۹۱۷ تک پہنچ گئی ہے۔

—— انجیل کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ ایسی کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ سال رواں میں انجیل کے ایک کروڑ ۱۳ لاکھ ۴۳ ہزار ۴۸ ۹ نسخے فروخت اور تقسیم کئے گئے یہ تعداد انا جیل جدید عہد ناموں اور ان مقدس کتابوں کے حصوں پر مشتمل ہے یہ کتابیں کئی سو زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں اور یہ بجائے خود مسیحیت کے مبلغین کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جن ممالک کے لوگ اس قدر غریب ہیں کہ وہ انجیل کی قیمت ادا نہیں کر سکتے وہ نقدی کی بجائے مٹھائی انڈے گنے بلکہ مچھلی دے کر انجیل خرید لیتے ہیں۔ بانچو کا ایک مسیحی مبلغ جو صرف انجیل فروخت کرنے پر مامور ہے جب ایک علاقہ میں دورہ کے بعد اپنے مستقر یعنی گرجا گھر کو واپس آیا تو اس کے سامان سے جانوروں کے چمڑے اور کھانا پکانے کے برتن برآمد ہوئے یہ اشیاء فروخت شدہ انجیلوں کی قیمت کے طور پر وصول کی گئی تھیں۔

—— گھڑیال کے پیٹ سے زندہ آدمی نکلا۔ ملتان کی ایک اطلاع سے پتہ چلتا ہے کہ ایک گھڑیال کے معدے سے ایک زندہ آدمی نکالا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پنجاب کے پانچ دریاؤں کے سنگم میں ایک گھڑیال ایک آدمی کو ہڑپ کر لیا۔ ایک ماہی گیر حادثہ کی اطلاع پاتے ہی موقع پر پہنچا اور اس نے کسی تدبیر سے گھڑیال کو ہلاک کر کے اس کا پیٹ چاک کیا اور وہاں سے اس آدمی کو نکالا یہ شخص اگرچہ بیہوش تھا مگر بتدریج اسے ہوش آگیا۔ ہسپتال میں اس کی حالت اچھی ہو رہی ہے۔

- ایک امریکن کمپنی کی اطلاع ہے کہ دنیا بھر میں کل ۴۲۸۲[illegible]۰۵۰ ۳ ٹیلیفون مستعمل ہیں۔ ان میں سے قریباً نصف یعنی ۱۷۴۲۳۸۷۱ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہیں۔ جرمنی دوسرے درجہ پر ہے۔ جس میں ۳۲۶۹۹۵۲ ٹیلیفون ہیں۔ برطانیہ تیسرے درجہ پر ہے جس میں ۲۵۱۱۱۱۷ ٹیلیفون ہیں۔ اس کے بعد بالترتیب فرانس کینیڈا اور جاپان کا نمبر آتا ہے۔

—— نیویارک (امریکہ) میں عالی شان اور سربفلک مکانات کے ساتھ زمین کے جو قطعات بطور پارک خالی پڑے ہوئے ہیں وہ حکومت نے مختلف فصلوں کی کاشت کے لئے بیکاروں کے حوالے کر دیئے ہیں تاکہ اس طریق سے بیکاری کا انسداد ہو سکے۔ چنانچہ مذکورہ بالا عمارتوں کے سایہ تلے سبزیاں اور ترکاریاں بوئی جاتی ہیں جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہیں۔

جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا

فروری ۱۹۳۸ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

الله نزل احسن الحدیث کتٰباً

رسالہ محدث دہلی

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ

نگران اصول

مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی

شیخ الحدیث

مدیر مسئول

نذیر احمد املوی

رحمانی

دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو بھر بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنیپر واپس کئے جائینگے۔

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی

RGD.L.No.3204.

الحمد للہ وکفیٰ

وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ

رسالہ محدّث دہلی

بابت ماہ فروری ۱۹۳۸ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

عید مبارک

میرے مکرم و محترم اکرمکم اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اما بعد۔ پھر عید اضحیٰ کا دن بحمداللہ آگیا۔ اور پھر میرے دل میں ولولہ اٹھا۔ کہ اس دن کی مبارک باد پیش کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوؤں۔ پس آپ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ اور میری لغزشوں اور خطاؤں سے درگذر فرمائیں۔ میری دلی دعا ہے کہ پروردگار عالم آپ کو مجھے اور تمام کلمہ گو مسلمان بھائیوں کو ترقی ایمانی اور سچی مسرت و شادمانی کے ساتھ ایسی بہت سی عیدیں دکھائے۔ آمین!

آج ہی کا مبارک دن تھا کہ نبی اللہ حضرت خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ اپنے نورِ نظر لختِ جگر اکلوتے فرزند ارجمند کو لے کر راہِ للہ قربان کرنے کے لئے میدانِ منیٰ کی طرف بڑھتے ہیں۔ خواب میں دیکھا ہے کہ اپنے لاڈلے دُلارے کو جو دل کا سرور اور آنکھوں کا نور تھا راہِ خدا میں ذبح کرتے ہیں۔ تعمیل ارشاد کے لئے تیار

ہو جاتے ہیں۔ بیٹے سے کہتے ہیں۔ اے جانِ پدر، اے لختِ جگر چلو سیر کو چلیں۔ رسّی اور چھری بھی لے لو۔ پلٹتے ہوئے کچھ لکڑیاں بھی لیتے آئیں گے۔ ماں خوشی خوشی اپنے لال نونہال کو نہلا دُھلا کر صاف ستھرے کپڑے پہنا کر چمکار پچکار کر پیشانی نورانی کا پیار کرکے باپ کے ساتھ کر دیتی ہیں۔ نوعمر نبی زادہ اپنی بھولی بھالی باتوں سے باپ کا دل بہلا رہا ہے۔ اور ہنسی خوشی خدا کے خلیلؑ کی انگلی تھامے چلا جا رہا ہے۔

شیطان لعین ایک بھلے مانس کی شکل میں ماں کے پاس آتا ہے اور گہری ہمدردی ظاہر کرکے دریافت کرتا ہے کہ آپ کا نورِ نگہ جگر گوشہ کہاں گیا؟ آپ جواب دیتی ہیں کہ اپنے مشفق والد کے ہمراہ سیر گلزار کو گیا ہے۔ شیطان کہتا ہے۔ اے بھولی عورت! کہاں کی سیر؟ وہ تو اُسے ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں سبحان اللہ! آج تک کسی باپ نے اپنی چہیتی اولاد کے گلے پر چھری پھیری ہی ہے؟ پھر میرے حبیب خدا کے خلیلؑ ایسا کیوں کرنے لگے؟ شیطان نے کہا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کا انھیں یہی حکم ہوا ہے۔ آپ فرماتی ہیں اگر خدا کا حکم ہے تو ایک بیٹا کیا؟ ہزاروں بیٹے تصدّق ہیں۔ یہاں سے محروم و مغموم ہو کر نامراد و ناشاد ہو کر یہ لعین نبی زادہ کے پاس آتا ہے۔ اور کہتا ہے صاحبزادے کہاں جا رہے ہو؟ راہ خدا کا فدائی جنت کا سچا شیدائی جواب دیتا ہے کہ ابا جی کے ہمراہ تفریح کے لئے جا رہا ہوں۔ ملعون کہتا ہے کیسی تفریح؟ وہ تو تمہیں ذبح کرنے کے لئے لیجا رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں یہ کیوں؟ وہ کہتا ہے اس لئے کہ خدا کا انھیں یہ حکم ہے۔ صابر و شاکر نبی ابن نبیؑ فرماتے ہیں یہ کیا ہے؟ ایک جان تو کیا؟ اگر رُوئیں رُوئیں میں جان ہو تو وہ سب بھی نام خدا پر قربان ہیں۔ اب ابلیس ملعون خائب و خاسر ہو کر اپنے مکر کا جال خلیل الرحمٰن علیہ السلام والرضوان پر ڈالنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے۔ ابراہیم! یہ بے رحمی! یہ سنگدلی! تم اپنے چاند سے دلبند، اکلوتے فرزند، دل کی راحت، کلیجے کی ٹھنڈک کے گلے پر اپنے ہاتھ سے چھری چلاؤ گے؟ آہ! کونسا فولادی جگر لاؤ گے؟ کونسا بے رحم دل لاؤ گے؟ ابراہیم! عمر بھر کُڑھتے رہو گے۔ تارے گنتے رہو گے۔ سوچو! کیا کر رہے ہو؟ آپ فرماتے ہیں بھلا میں اپنے پیارے بچے کو اپنے ہاتھوں کیوں ذبح کرنے لگا؟ اس نے کہا آپ کو تو یہ خیال ہے

کہ خدا نے آپ کو یہ حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کیا حکمِ خداوندی سے بیٹا زیادہ عزیز ہے؟ اسی کا عطیہ ہے۔ اسی کے فرمان پر اسی کے نام پر بہ شوق قربان ہو گا۔ اب تو ملعون کی کمر ٹوٹ جاتی ہے ہمت چھوٹ جاتی ہے۔ اپنا سا منہ لیکر شرمسار ہو کر واپس ہو جاتا ہے۔

منیٰ میں پہنچکر باپ بیٹے میں گفتگو شروع ہوتی ہے۔ باپ کہتے ہیں یَابُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی؟ میرے لاڈلے۔ میری آنکھوں کے تارے۔ مجھے حکمِ خداوندی ہوا ہے کہ میں تمہیں رضائے رب میں مرضیِ مولیٰ میں ذبح کر دوں۔ بتلاؤ بیٹے! تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ عرض کرتے ہیں یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ۔ مہربان باپ! تعمیل ارشاد کیجئے (چھری لیجئے۔ گردن حاضر ہے۔ دیر نہ لگایئے۔ جذبۂ اطاعت بے قرار کر رہا ہے) انشاء اللہ صبر و شکر کے ساتھ اطاعت گذاری میں بہ شوق قربان ہو جاؤنگا) آپ خود دیکھ لیجئے گا۔ ہاں میرے محترم باپ! میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیجئے۔ چھری تیز کر لیجئے مجھے الٹے منہ زمین پر گرایئے۔ اور پھر نامِ خدا پر مجھے قربان کر دیجئے۔ پیارے ابا! گھر جاکر میری اَمّی جان سے میرا آخری سلام کہدینا۔ اور فرما دینا کہ تمہارا بچہ نام خدا پر قربان ہو گیا۔ لو یہ میرا کپڑا بطور آخری نشانی کے انھیں دیدینا۔ اباجی رخصت۔ فی امانِ اللہ۔ بسم اللہ کیجئے خدا کے فرمان کے بجالانے میں تاخیر کیسی؟

باپ بے اختیار ہو کر اپنے پیارے فرزند کو گلے سے لگا لیتے ہیں۔ آخری پیار لیکر فرماتے ہیں۔ جانِ پدر! میں بہت خوش ہوں کہ تم اپنے مالک کے نام پر سرفروشی کے لئے تیار ہو۔ بیٹا! تمہیں خدا کو سونپا۔ کرتا اتار لیتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں باندھ دیتے ہیں۔ اور ذبیح اللہؑ کو منہ کے بل زمین پر لٹا کر تیز چھری حلق پر پھیرنے لگتے ہیں۔ یہی وقت ہوتا ہے کہ زمین و آسمان تھرا اٹھتے ہیں۔ فرشتے دانتوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔ باپ بیٹوں کی خدائی محبت پر کائنات کا ذرہ ذرہ عش عش کرنے لگتا ہے۔ کل مخلوق سربسجود ہو جاتی ہے۔ رحمتِ ایزدی جوش میں آتی ہے۔ دریائے کرم لہریں مارنے لگتا ہے۔ اسی وقت رب العالمین آواز دیتا ہے یَا اِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔ اے میرے خلیل! بس امتحان ہو چکا۔ تم میرے حکم کی تعمیل کر چکے۔ تمہارا اجر ثابت ہو گیا۔ میں تم دونوں

باپ بیٹوں سے خوش ہو گیا۔

مروی ہے کہ بوقت ذبح خلیل خدا نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تھی۔ جب چھری چل گئی خون بہ گیا۔ آنکھیں کھولیں۔ تو دیکھتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے بحکم خداوندی شہزادے کو تو ہٹا لیا ہے۔ اور ایک بہشتی دُنبہ ان کے عوض رکھ دیا ہے جو ذبح ہو چکا ہے [illegible] ہے۔ اِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۔ میرے حبیب و خلیلؑ ہم اسی طرح اپنے مخلص بندوں سے معاملہ کیا کرتے ہیں۔ جاؤ پھولو پھلو۔ اور دنیا میں پیشوائی کرو۔ اور میرے ہاں جنت کے سردار بنو! اللہ تعالیٰ دونوں باپ بیٹوں پر اپنے درود و سلام بھیجے آمین!

پس اس سنت ابراہیمی پر اس فرمان نبوی پر آج آپ بھی عمل کیجئے۔ سنت کے مطابق چوپایوں کی قربانیاں کیجئے۔ اور اس عید سعید میں مسرت و شادمانی منائیے! اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے۔ میں مکرر مبارکباد پیش کرتا ہوا اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا ہوا آپ سے رخصت چاہتا ہوں۔ والسلام علیکم۔ ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۶ھ

عطاء الرحمٰن

(مہتمم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ۔ باڑہ ہندوراو۔ دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
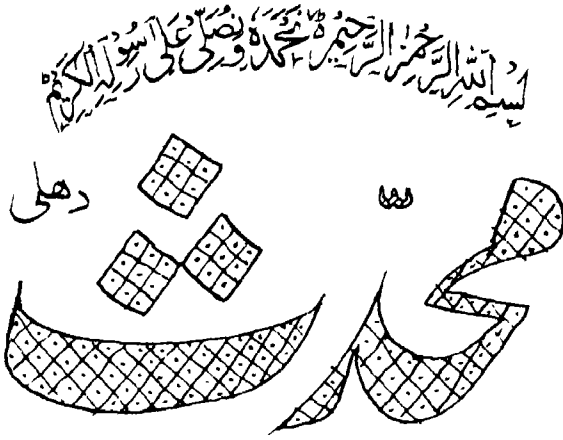
جلد ۵ | ماہ فروری ۱۹۳۸ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱۰

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب زید مجدہٗ مدرس

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی

آپ حضرت مولانا مولوی عبد السلام صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ نے تمام تعلیم ابتدا سے انتہا تک مدرسہ رحمانیہ میں پائی ہے۔ آپ کی ذکاوت و فطانت کو دیکھکر مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے آپ کو دو سال تک نمونہ سلف حضرت مولانا وشیخنا عبد الرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت اقدس میں تحصیل علوم حدیث کیلئے بھیج دیا تھا۔ اور آپ کے تمام اخراجات کی کفالت خود کی تھی۔ اسی زمانہ میں آپ نے وہاں ترمذی شریف کی شرح میں مولانا مرحوم کی ہدایات کے ماتحت اہم خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد تقریباً دس سال سے آپ مدرسہ رحمانیہ میں پڑھاتے رہے جن طلبہ نے آپکے پاس حدیث کی کتابیں پڑھیں وہ ہمیشہ آپ کی تعریفیں کرتے رہے۔ اور آپ کی محدثانہ روش کے عاشق زار رہے۔ خوش قسمتی سے امسال ہماری بخاری شریف اور ترمذی شریف وغیرہ اہم کتب احادیث آپ ہی کے پاس ہیں۔ مولوی احمد اللہ صاحب یہاں سے مستعفی ہوگئے ہیں۔ لیکن بخدا ہمیں تو اب ان کتابوں کو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کے پاس پڑھنے میں وہ لطف حاصل ہو رہا ہے کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ علمی تحقیق، نکات حدیث تطبیق احادیث، شرح احادیث، اور ادق فنون حدیث میں جو خدا داد ملکہ آپ کو ہے۔ اس زمانہ میں بہت کم کسی کو ہوگا۔ پڑھاتے وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک دریا موجیں مار رہا ہے۔ آپ کی وسیع معلومات اور غیر معمولی

عورتوں کے سے محرم کی ضرورت ہے مندرجہ ذیل حضرات محرم کے حکم میں ہیں -
باپ - بھائی - شوہر - بھتیجا - پوتا - نواسہ - چچا - نانا - دادا - ماموں - بھانجہ - اسی طرح رضاعی باپ - بھائی چچا
بھانجہ - بھتیجا

فضائل حج

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص اللہ کے لئے حج کرے اور جملہ لغویات سے دور رہے پھر حج کرکے گھر واپس آئے تو ایسی طرح پاک صاف ہوتا ہے جیسا کہ اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا - ترغیب میں حدیث ہے آنحضرتؐ نے فرمایا حج کرو حج گناہوں کو اس طرح صاف کرتا ہے جس طرح پانی میل کو مسلم شریف میں ہے حج سے ایام ماضیہ کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں - بخاری شریف میں ہے ایک شخص نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے آپ نے جوابًا ارشاد فرمایا خدا اور رسول پر ایمان لانا کسی نے کہا پھر کونسا عمل آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ پھر کسی نے سوال کیا پھر کونسا عمل بہتر ہے آپ نے فرمایا حج مبرور یعنی نیکیوں والا حج جس میں ریاکاری کا شائبہ نہ ہو - بخاری مسلم میں ہے حج مبرور کا نہیں ہے بدلہ مگر جنت -

فضائل عشرہ ذی الحجہ

ترمذی میں حدیث ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں یہ تمام مہینہ حرمت والا ہے - خاصکر اول دس روز بڑی فضیلت کے ہیں جو شخص ان ایام میں روزہ رکھے تو ایک روزے کے بدلے اللہ پاک سال بھر کے روزوں کا ثواب عنایت فرماتا ہے اس عشرہ میں ایک رات کا قیام کرنا ثواب میں قیام لیلۃ القدر کے برابر ہے - نویں تاریخ کو روزہ رکھنے والے کے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں مسلم میں ہے ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں - نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے بخاری شریف میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالیٰ کے یہاں اور دنوں میں نیک عمل کرنا زیادہ محبوب نہیں جسقدر کہ عشرہ ذی الحجہ کے عمل مرغوب ہیں لوگوں نے کہا جہاد بھی نہیں آپ نے فرمایا جہاد بھی نہیں - الغرض ان ایام میں روزے رکھنا - تلاوت قرآن اور نوافل وغیرہ ادا کرنا نیز صدقات وخیرات کا بھی بہت بڑا ثواب ہے -

ترغیب میں ابن عباس سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک نہ کوئی دن زیادہ بزرگی والا ہے اور نہ کوئی عمل جو زیادہ محبوب ہو ایام عشرہ ذی الحجہ کے عمل سے - حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزیں نہیں چھوڑتے تھے - اول یوم عاشورہ کا روزہ (دسویں محرم) اور عشرہ ذی الحجہ کے روزے - تین روزے ہر ماہ میں - دو سنتیں فجر سے قبل - میدان عرفات میں حاجیوں کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا منع ہے - سال بھر میں پانچ ایام ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا منع ہے - یوم عید الفطر یوم عید الاضحیٰ ایام تشریق (۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ) یکم ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک تکبیرات کی کثرت ہونی چاہیے تکبیر یہ ہے - اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔ نیز جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد ناخن ترشوانا زیر ناف کا صاف کرنا لبوں اور سر کے بالوں کا ترشوانا ممنوع ہے (مسلم)

احکام قربانی

قربانی کرنا سنت موکدہ ہے بعض علما وجوب کے قائل ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص قربانی کرنے پر قدرت رکھتے ہو پھر بھی قربانی نہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ آنحضرتؐ ہمیشہ قربانی کرتے رہے خود قرآن کریم سے قربانی کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے مخاطب فرماتے ہیں فصل لربك وانحر۔ اے پیغمبر نماز پڑھو اور قربانی کرو اس آیہ شریفہ میں بصیغہ امر قربانی کا حکم دیا جو وجوب پر دال ہے حضرت علیؓ سے مروی ہے آنحضرت نے فرمایا اے لوگو قربانی کرو۔ اور اللہ پاک سے اس خون کے گرانے پر ثواب کے امیدوار رہو۔ اگرچہ خون زمین پر گرتا ہے مگر وہ اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے یہ حدیث طبرانی اور ترغیب میں موجود ہے۔

قربانی کا جانور

نماز عید سے فارغ ہو کر قربانی کرے اور اس کا گوشت کھائے ایک گائے کے اندر سات آدمی اور اونٹ کے اندر ۱۰ آدمی شریک ہو سکتے ہیں ایک گھر کی طرف سے اگرچہ گھر والے زائد ہی کیوں نہ ہوں ایک بکرا یا ایک بھیڑ کافی ہو سکتی ہے۔ قربانی کرنے میں ریاکاری نہ ہونی چاہئے۔ قربانی کا گوشت خود کھائے دوسروں کو کھلائے غربا فقرا پہ بھی تقسیم کرے اگر چاہے تو ذخیرہ بھی جمع کر سکتا ہے (صحاح ستہ) قربانی کا جانور عمدہ ہونا چاہئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا مینڈھے کی قربانی بہت بہتر ہے قربانی کا جانور دو دانت کا ہونا چاہئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے ترمذی شریف میں حدیث وارد ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چار قسم کے جانوروں کی قربانی ممنوع ہے۔ ایسا اندھا جانور جس کا اندھا پن کسی پر پوشیدہ نہ ہو۔ وہ بیمار جانور جس کی بیماری سب پر ظاہر ہو۔ دبلا پتلا جانور جو موٹا تازہ نہ ہو اور وہ لنگڑا جانور جس کو دیکھ کر ہر ایک آدمی لنگڑا کہہ دے اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے وہ جانور جس کا کان سوراخ تک اکھڑا ہوا ہو اسی طرح وہ جانور جس کا کان آگے پیچھے سے کٹا ہوا ہو یا اس کے کان میں سوراخ ہو یہ بھی ناجائز ہے ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔

قربانی کا طریقہ

دسویں ذی الحجہ کو بوقت صبح غسل وغیرہ کر کے عمدہ لباس جو اسوقت موجود ہو پہنے خوشبو وغیرہ کا بھی استعمال کرے بغیر کچھ کھائے بلند آواز سے تکبیر کہتا ہوا عیدگاہ جائے۔ جب آفتاب بمقدار ایک نیزہ بلند ہو جائے اسوقت نماز عید ادا کرنا مسنون ہے صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ عورتیں نماز عید ادا کرنے عیدگاہ جا سکتی ہیں آنحضرتؐ کے زمانہ میں آپ کی بیویاں اور دیگر صحابیات عیدگاہ جایا کرتی تھیں نماز عید ادا کر کے وہیں پر قربانی کرنا مسنون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز عید سے فارغ ہوتے تو آپ کے سامنے دنبہ بکرا وغیرہ لایا جاتا آپ ان کو ذبح کرتے نماز سے قبل کچھ نہ کھاتے تھے بلکہ قربانی کا گوشت تناول فرماتے بخاری شریف میں حدیث ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یذبح وینحر بالمصلی رواہ البخاری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں قربانی کا جانور ذبح کرتے تھے قربانی کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رو لٹائے اور تیز چھری

لیکر یہ دعا پڑھے اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ یہ دعا پڑھکر پھر بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر ذبح کرے اور پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ لفظ فلاں کی جگہ جس کی طرف سے قربانی ہو اس کا نام لے۔ مردے کی طرف سے قربانی کرنا بھی حدیث سے ثابت ہے آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کیا کرنا چنانچہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے اس وصیت کو پورا کیا اور آپ کی طرف سے قربانی کرتے رہے۔

ناظرین کے سامنے ابو داؤد کی وہ روایت پیش کرنا گویا ایک عظیم الشان خوشخبری سنانا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے دو مینڈھے منگائے اور آپ نے ان کو ذبح کیا اور جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ یارب العالمین اس قربانی کو میری اور میری امت کے ان غربا کی طرف سے قبول فرما جو قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ قربانی کی کھال راہ خدا میں خیرات کردینی چاہیئے۔ قربانی کی کھال یا اس کے دام حاصل کرکے۔ اپنے کام میں نہ لائے اگر قربانی کی کھال کو اپنے کام میں لائے گا تو اس کی قربانی قبول نہ ہوگی۔ اس مضمون کی حدیث مسند حاکم میں موجود ہے۔

فضائل قربانی

ابن ماجہ اور مسند احمد میں ایک حدیث ہے زید بن ارقم کہتے ہیں ایک مرتبہ صحابہؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ قربانی کیا چیز ہے آپ نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا ہم کو اس میں کیا ثواب ملیگا آپ نے فرمایا ہر ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی۔ تلخیص میں روایت ہے آپ نے فرمایا جانوروں کو خوب اچھی طرح موٹا کرو کیونکہ یہ پل صراط پر تمہارے لئے سواری کا کام دیں گی۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا قربانی کے دن بنی آدم کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو قربانی سے زیادہ محبوب ہو۔ قربانی قیامت کے دن اپنے بال اور سینگ کے ساتھ آئے گی دوسری روایت ہے قربانی کے جانور کا وزن ستر گنا کرکے میزان میں رکھا جائے گا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ مسند بزار میں حدیث ہے قربانی کا اول قطرہ خون کا گرتے وقت قربانی کرنے والے کے اگلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے۔

بڑے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جن کا روپیہ قربانی جیسی بیش بہا چیز پر صرف ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ عند اللہ ماجور ہوں گے بڑے بدبخت ہیں وہ مسلمان جن کا روپیہ قربانی کے بجائے تھیٹر بائیسکوپ یا اور دیگر دنیاوی رسومات پر صرف ہو رہا ہے قیامت میں ایسے لوگوں کے لئے خطرہ ہے۔ قربانی کے اندر اگرچہ بظاہر خون بہانا اور جان کا تلف کرنا ہے لیکن اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ قربانی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح آج قربانی کے دن خدا کی راہ میں مسلمان اپنا مال صرف کررہے ہیں اور نہایت خوشی سے اس کے احکام پر عمل کرنے کی غرض سے بیدریغ اپنے ہاتھوں سے اپنے جانوروں کا خون بہا رہے ہیں اسی طرح اگر کل کسی موقع پر بجائے مال کے خود انسان کی اپنی جان کی قربانی کی ضرورت پڑے تو بخوشی اپنی جان کو راہ خدا میں دینے کیلئے کسی قسم کی پس وپیش نہیں کرنی چاہیئے۔ گویا مسلمانوں کو قربانی کا حکم دے کر اس کے مال وجان دونوں کی قربانی کا سوال کیا جارہا ہے۔ فقط

سوز و ساز

یہ نظم طلبۂ مدرسہ رحمانیہ کی انجمن "جمیعۃ الخطابہ" کے افتتاحی اجلاس منعقدہ ۲ ذیقعدہ ۵۶ھ کے موقع پر پڑھی گئی

(آزاد اثلوی اعظمی)

مرے سر میں ہے سودا آج کیوں نغمہ سرائی کا　　ہے دل میں ولولہ کیوں موجزن رنگیں نوائی کا
تخیل کو ہے دعوی گرچہ سدرہ* آشنائی کا　　ہے پھر بھی جذبۂ دل کو گلہ بے دست و پائی کا

سخن گوئی کا یارب ولولہ ہے گر مرے دل میں
تو دے کچھ سوز بھی، تڑپا دے جو لیلیٰ کو محمل میں

کروں نغمہ سرائی پر نہ بلبل کا رہوں ہمسر　　جنوں دل میں ہو، پر عشقِ چمن سے دل نہ ہو اخگر
مرے آئیں میں یارب ہو نہ پروانے کی خو یکسر　　ہے بس کافی کہ زخمِ ملتِ بیضا رہے دل پر

مجھے نہ کام رنگ و بو سے ہے نہ شمعِ محفل سے
مجھے ہے اہلِ محفل کو جگانا نالۂ دل سے

"خطابۃ" کی بہاروں کے ہیں کتنے آج سودائی　　ہیں حیراں بھی بہت سے دیکھکر یہ بزم آرائی
مئے حکمت لئے، کرتے ہیں کتنے بادہ پیمائی　　بہت سے "عندلیبانِ خطابت" کے ہیں شیدائی

مرے پہلو میں لیکن آہ اک دردِ دین و ملت ہے
اسی عہدِ کہن کے بت سے بس مجھکو محبت ہے

اسی کے شوق میں اے اہلِ محفل تم بھی کھو جاؤ　　شریعت سے نشانِ داغِ رسوائی کو دھو جاؤ
شہِ بطحا کی امت میں اٹھو اب تم بھی ہو جاؤ　　کرو ناموسِ ملت کی حفاظت، ورنہ سو جاؤ

نہ تم لرزا سکو تکبیر سے اپنی جو دنیا کو
تو پاؤں پر تمہارے قیصرِ رومی کا سر کیوں ہو

تمہاری آبرو وابستہ ہے بس دین و ملت سے　　تمہیں عزت ملیگی تو قوانینِ شریعت سے
اگر دامن کو بھرنا چاہتے ہو علم و حکمت سے　　اگر خواہش ہے دل میں کھیلنے کی مال و دولت سے

تو ناموسِ شریعت کی حفاظت کے لئے اٹھو
محافظ دیں کے بنجاؤ حمایت کے لئے اٹھو

---

* مراد سدرۃ المنتہیٰ ہے۔

مذہب حق کی تلاش

(از مولوی عبدالحمید صاحب بستوی متعلم جماعت پنجم)

حضرات آج جس دور سے ہم سب گذر رہے ہیں اس میں ہزاروں ادیان پائے جاتے ہیں اور ہر اہل مذہب کا یہ دعوٰی ہے کہ ہمارا دین ہی تمام دینوں سے اچھا ہے اور اگر کسی مذہب سے نجات حاصل ہو سکتی ہے تو وہ یہی مذہب ہے لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا حقیقۃ ہیں کونسا مذہب اپنے دعوی میں سچا ہے لیکن قبل اس کے کہ میں یہ بتلاؤں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی مذہب کی حقانیت کیلئے چار شرطیں ضروری ہیں جو مذہب ان تمام شرطوں پر کلیۃً صادق آئے وہی مذہب سچ ہو سکتا ہے لیکن جو مذہب ان میں سے تمام شرط یا بعض شرط پر حاوی نہ ہو تو وہ اور دینوں کے مقابلہ میں الکدم غلط ہے۔

شرط اول۔ اس مذہب کا معبود ایسا ہو کہ جس کا مثیل کوئی نہ ہو۔ دوم اس مذہب کا پیشوا تمام مذاہب کے پیشواؤں سے افضل و برتر ہو۔ شرط سوم۔ اس مذہب کے احکام عام ہوں۔ شرط چہارم۔ اس مذہب کی تعلیمات ایسی ہوں کہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات اس کا مقابلہ نہ کر سکیں ان شرائط پر تمام مذاہب کو رکھکر پڑھئے اور مطابق بیان ما بعد فیصلہ کر لیجئے کہ کونسا مذہب حق ہے

اسوقت جو بڑے بڑے مذاہب پائے جاتے ہیں وہ چار ہیں۔ عیسائیت۔ یہودیت۔ ہنود۔ اسلام۔ لیکن ان تمام مذاہب میں میرا یہ دعوٰی ہے نہیں نہیں بلکہ اللہ رب العزت جو تمام کائنات کا خالق و معبود ہے اس کا دعوٰی ہے کہ اگر کوئی مذہب سچ اور مقبول عند المعبود ہے تو وہ محض اسلام ہے اور بقیہ تمام مذاہب باطل اور ان کے پیرو جہنمی ہیں چنانچہ ارشاد ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین اور دوسری آیۃ ان الدین عند اللہ الاسلام ان دونوں آیتوں سے جو مطلب حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے نزدیک جو قابل قبول مذہب ہے وہ اسلام ہے اور اس کے علاوہ جتنے مذاہب ہیں وہ مقبول نہیں اور ان کے پیرو روز محشر خسران میں ہوں گے یعنی جہنمی ہوں گے۔ لیکن اب آپ بھی ان مذاہب مذکورہ کو شرائط مذکورہ پر رکھکر پڑھیں اور بقولہ تعرف الاشیاء باضدادھا کے موافق عدل کے ساتھ فیصلہ کریں کہ کونسا مذہب صحیح اور حق ہے چنانچہ پہلے عیسائیت کو لیجئے اس کے اندر چاروں شرائط نہیں پائے جاتے۔

پہلی شرط۔ (یعنی اس مذہب کا معبود بے مثل ہو) عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور تثلیث کے قائل ہو گئے۔ یعنی خدا۔ خدا کا بیٹا عیسیٰ۔ اور حضرت مریم کو معبود مانا۔ اور بعض کے نزدیک بجائے مریم علیہا السلام کے روح یعنی جبرئیل ہیں۔ اور انہی تینوں کو یہ دوسرے اس نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ کلام۔ متکلم۔ روح۔ اور اسی تثلیث کی طرف قرآن بھی اشارہ کر رہا ہے اور بتلاتا ہے کہ عیسائی تین خدا کو مانتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ اور انہیں کے شان میں ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ اور ظاہر بات ہے کہ جب خدا تین ہوئے تو پھر جو بے مثلیت کی شرط تھی وہ مفقود ہو گئی اگرچہ حقیقۃ یہ غلط ہے لیکن عقائد کے اعتبار سے یقیناً بے مثلیت باقی نہیں رہتی۔

دوسری شرط (اس مذہب کا پیشوا تمام مذاہب کے پیشواؤں سے برتر ہو) اور عیسائیوں کے پیشوا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے درجے میں بدرجہا بڑھکر ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام محض ایک مخصوص جماعت کی طرف بھیجے گئے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے ہادی بناکر بھیجے گئے جیسا کہ خدا فرماتا ہے قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اب یہاں پر خدا فرماتا ہے کہ ایُّھَا النَّاس اور یوں نہیں فرماتا کہ ایھا العرب یا ایھا القریش کیوں اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ تمام دنیا کے لئے نبی تھے اس لئے اَلنَّاس کہا۔ دوسرے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج وہ کونسا ملک ہے کہ جہاں آنحضورؐ کے تبعین موجود نہ ہوں لیکن اگر مخالفین یہ اعتراض کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیار موتی کا معجزہ عطا کیا گیا تھا اور آنحضور علیہ السلام کو نہیں تو باعث فضیلت کونسی وجہ ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض معترضین کی کج فہمی وکم عقلی کی دلیل ہے کیونکہ احیار موتی کی دو قسم ہیں۔ اولؔ احیار موتی ظاہری۔ دومؔ احیار موتی باطنی۔ اور ہر ذی عقل کے نزدیک یہ ظاہر اور روشن بات ہے کہ قسم ثانی قسم اول سے بڑھکر ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی دوسرے قسم کا معجزہ عطا کیا گیا تھا جسکی مثال حضرت عمرؓ کو لیجئے کہ وہ اسلام لانیکے پہلے تلوار لیکر آنحضور علیہ السلام کی گردن جدا کرنے کیلئے جاتے ہیں لیکن آنحضورؐ کی تعلیم سے ان کا مردہ دل اس طرح روشن ہوجاتا ہے اور اسلام اور صاحب اسلام کی محبت دل میں اس طرح جگہ پکڑتی ہے کہ آپ کے انتقال کی خبر سننی بھی گوارہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ جو یہ کہیگا کہ رسول خدا انتقال کر گئے تو اس کی گردن جدا کردوں گا پھر حضرت ابو بکرؓ کے سمجھانے سے سنبھل جاتے ہیں یہ ہے احیار موتی باطنی اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں جو بخوف تطویل چھوڑ دیتا ہوں۔

تیسری شرط (اس مذہب کے احکام عام ہوں) انجیل کے اندر لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے شاگردوں کو تبلیغ کرنے کیلئے بھیجا تو انھیں وصیت کی کہ دیکھنا غیر بنی اسرائیلوں کے شہروں میں تبلیغ کرنے کیلئے نہ جانا۔ اسی طرح سے دوسری جگہ لکھا ہوا ہے کہ ایک عورت ایک لڑکی لیکر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دعا کرانیکے لئے لائی (وہ عورت غیر بنی اسرائیل تھی) آپنے فرمایا میں بنو اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے علاوہ دوسرے کی ہدایت کیلئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ ان تمام واقعات سے بالکل ظاہر ہے کہ مذہب عیسائیت کے احکام محض بنو اسرائیل کیلئے محدود تھے اور کسی دوسری قوم کیلئے نہیں۔ نیز یہ واقعات آپ کے محض ایک قوم کی طرف مبعوث ہونے کی طرف بھی بین طور پر اشارہ کر رہے ہیں۔

چوتھی شرط (اس مذہب کی تعلیمات ایسی ہوں کہ دیگر مذاہب کی تعلیمات مقابلہ نہ کرسکیں) چنانچہ انجیل کو اٹھاکر دیکھئے تو پتہ چل جائے گا کہ اس میں سوائے قصص ودعا اور چند پیشین گوئیوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے قرآن کو اٹھاکر دیکھئے تو اس کے اندر تمام دینی ودنیاوی چیزیں اصولی طور پر بالتفصیل موجود ہیں ؎

اس میں ہے تحصیل ہر اک چیز کی　＊　واہ وا قرآن کی کیا شان ہے

اور کیوں نہ ہو جبکہ خدا خود فرماتا ہے کہ قرآن کی صفت یہ ہے وفیہ تبیان لکل شیٔ۔ اور ہاں اس چیز کے معتقد نہ صرف اہل اسلام ہی ہیں بلکہ بڑے بڑے عیسائی مورخین ومنکرین نے بھی یہ تسلیم کرلیا ہے کہ قرآن روحانی جسمانی دینی دنیوی علمی ادبی معاشرتی اقتصادی، تمام چیزوں پر حاوی ہے ؎ الغرض قرآں میں ہیں جملہ علوم۔ صفحہ صفحہ علم وفن کی کان ہے۔

یہودیت۔ اس میں تینوں اول کی شرطیں مفقود ہیں۔

تیسری شرط۔ توریت کے اندر لکھا ہوا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ایسی شریعت عطا کی ہے کہ جو یعقوب علیہ السلام کی اولاد یعنی بنو اسرائیل کی میراث ہے نیز قرآن سے بھی یہی پتہ چلتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے انہ کان ھدی لبنی اسرائیل۔ اور دوسری آیتہ اذھب الی فرعون انہ طغی۔ ان دونوں آیتوں اور ماقبل مذکورہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی تمام جہاں کیلئے ہادی نہیں تھے بلکہ محض قوم فرعون (قبطی) اور اسرائیلیوں کیلئے ہادی بناکر مبعوث کئے گئے تھے۔

پہلی شرط۔ چنانچہ ان کا معبود بھی ان کے عقیدہ کے مطابق بے مثل نہیں ہے کیونکہ انھوں نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور اسی کی طرف قرآن بھی اشارہ کر رہا ہے وقالت الیھود عزیز ابن اللہ یعنی عیسائیوں کی طرح اسرائیلیوں یہودیوں نے بھی عزیر کو خدا کا بیٹا مان کر دوئی خدا کے قائل ہوگئے۔

دوسری شرط۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تمام مذاہب کے مبلغوں سے برتر نہیں ہیں کیونکہ آنحضور علیہ السلام ان سے مرتبہ میں بڑھکر ہیں جس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ تمام جہاں کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں جیسا کہ آپ پہلے معلوم کرآئے ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ حامل قرآن ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ حامل قرآن تمام لوگوں سے افضل ہے اور یہی مفہوم اس حدیث سے بھی نکلتا ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔ ان اللہ قرء طہ ویٰسین قبل ان یخلق السموات والارض بالف عام فلما سمعت الملائکۃ القرآن قالت طوبی لامۃ الخ (مشکوٰۃ) اسی طرح سے حدیث کا وہ ٹکڑا لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی اور دوسری حدیث کا ٹکڑا والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر موسیٰ پھر سے زندہ ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرلو تو قسم ہے خدا کی تم گمراہ ہوجاؤ۔ اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو بخدا میری اطاعت کرتے۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آنحضور علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں کیونکہ لاتبعنی کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری امت میں شامل ہوتے اور ظاہر بات ہے کہ امت سے صاحب امت یعنی پیغمبر افضل ہوا کرتا ہے اسلئے آپ افضل ہیں موسیٰ علیہ السلام سے۔

مذہب ہنود۔ یہ مذہب بھی تمام شرطوں کے مطابق پورا نہیں اترتا۔

پہلی شرط۔ چنانچہ ان کا معبود بھی بے مثل نہیں کیونکہ آج محض ہندوستان ہی کے اندر ۲۳ کروڑ بت پوجے جاتے ہیں یہ تو درکنار دید جو کہ ان کی مذہبی کتاب ہے اس میں بھی کئی جگہوں پر شرک کی تعلیم موجود ہے مثلاً عبادت شمس عبادت آب وغیرہ غرضیکہ انکا معبود بھی بے مثل نہیں ہے۔

دوسری شرط۔ چنانچہ ان کے سب سے بڑے دیوتا برہما بشن مہادیو ہیں اور ظاہر بات ہے کہ کسی شخص کی افضلیت کیلئے سب سے بڑی شرط اخلاق کا ہونا ہے لیکن ان کے اخلاق کے متعلق خود ہندوؤں کی کتابوں میں نہایت افسوسناک واقعات موجود ہیں۔

تیسری شرط۔ چنانچہ آپ دید جو کہ ہندوؤں کی سب سے مقدس کتاب ہے اٹھا کر دیکھیں تو پتہ چل جائے گا کہ اس میں بھی فراخدلی اور کشادگی نہیں ہے اور اس نے بھی غیروں سے تعلیم کا دروازہ بالکل بند کردیا ہے۔ غیر تو غیر اس نے اپنوں میں بھی مساوات نہیں رکھی ہے

اور ہندوؤں کی ایک خاص جماعت کو چھانٹکر اس میں پھر چار گروہ (برہمن۔ چھتری۔ ولیش۔ شودر) بنادیا اور دید کی تعلیم و تعلم کو محض برہمنوں کے ساتھ خاص کردیا اور چھتریوں اور ویشوں یعنی بنیا وغیرہ کو محض پڑھنے کی اجازت ہے پڑھانے کی نہیں لیکن شودر بیچاروں پر تو اسقدر ظلم کیا کہ اگر اتفاق سے ان کے کان میں وید کا ایک لفظ بھی پڑجائے تو اس کے کان میں جبراً سیسہ پلادیا جائے۔ اسی طرح سے اسے مندر میں بھی داخل ہونیکی اجازت نہیں ہے اور جسے مفصل طور پر معلوم کرنا ہو تحفۃ الہند کو اٹھاکر دیکھ لے سب حقیقت منکشف ہوجائیگی کہ احکام مذہب ہنود عام نہیں ہیں اور چونکہ اس تمام ماقبل کے بیان سے یہ بھی پتہ چلگیا کہ چوتھی شرط بھی اس سے مفقود ہے اس لئے میں علیحدہ اس کا ذکر نہیں کرتا ہوں اور اسی پر اکتفا کرتا ہوں اب ان تمام مذاہب کے مقابلہ میں مذہب اسلام کو لیجئے تو ظاہر ہوجائیگا کہ یہ تمام مذاہب مذکورہ باطل ہیں اور چونکہ اسلام تمام شرطوں پر حاوی ہے اس لئے وہ حق ہے۔

مذہب اسلام۔ یہی مذہب تمام شرطوں پر اچھی طرح سے پورا اترتا ہے۔

پہلی شرط۔ (اس مذہب کا معبود تمام مذاہب کے معبودوں سے برتر ہو) چنانچہ اللہ رب العزت فرماتا ہے الحمد للہ رب العالمین یعنی تمام خوبیوں کا جامع اور تمام برائیوں سے بری محض اللہ رب العزت کی ذات واحد ہے اس کے برابر شجر حجر چاند و قمر (جو کہ ہندوؤں کے معبود ہیں) اور عیسیٰ و عزیر (جو کہ عیسائیوں و یہودیوں کے خدا ہیں) اور جتنے معبودان باطل دنیا کے اندر ہیں کوئی نہیں ہے کیونکہ ان تمام کو اللہ رب العزت ہی نے پیدا کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ان اللہ خلق کل شی یعنی جتنی چیزیں آسمان و زمین کے مابین ہیں ان سب کا خالق و مالک اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ خالق مخلوق سے بڑھکر ہوا کرتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے سبحان اللہ عما یشرکون یعنی تم لوگ جسے پوجتے ہو خواہ ولی ہو یا پیر جاندار ہو یا غیر جاندار غرضیکہ اے مشرکو تمہارے سب معبودوں سے بڑھکر اللہ رب العزت ہے اس کے برابر کوئی نہیں اسی طرح سے ایک جگہ اور فرماتا ہے کل شی ھالك الا وجھہ یعنی تمام چیزیں ہلاک ہوجائیں گی اور اللہ رب العزت ہمیشہ باقی رہیگا چنانچہ آنحضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک وہ زمانہ آئیگا جبکہ تمام چیزیں بحکم خدا ہلاک ہوجائیں گی مگر چند چیزیں جیسے جنت دوزخ وغیرہ باقی رہ جائیں گی اسوقت اللہ رب العزت ایک ہاتھ میں زمین کو اور ایک ہاتھ میں آسمان کو لیکر کہے گا لمن الملك الیوم یعنی آج کس کی بادشاہت ہے کہاں ہیں وہ خدائی کے دعوٰی کرنیوالے فرعون و نمرود جو کہ دنیا میں انا ربکم الاعلی کہا کرتے تھے لیکن کوئی جواب نہیں دیگا پھر خود ہی جواب دیگا۔ للہ الواحد القہار یعنی بادشاہت تو ہمیشہ سے خدا کیلئے ہے اور رہیگی ان تمام آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی مانند کوئی نہیں ہے اور نہ ہوگا اسی بنا پر اللہ رب العزت فرماتا ہے لیس کمثلہ شی یعنی خدا کی مانند کوئی نہیں ہے اور وہ بالکل بے مثل ہے۔

دوسری شرط۔ (یعنی مبلغ مذہب تمام مذاہب کے مبلغوں سے افضل ہو) اگرچہ ماقبل مذکورہ سے یہ بالکل بین طور پر روشن ہوگیا کہ آنحضور علیہ السلام تمام مبلغین سماوی (عیسیٰ وغیرہ) وغیر سماوی (برہما وغیرہ) سب سے افضل ہیں لیکن پھر بھی میں آپ کے چند صفات کا تذکرہ کرکے یہ ثابت کرونگا کہ آپ یقیناً تمام جہان کے انسانوں اور تمام مذاہب کے مبلغوں سے مرتبہ میں نمایاں درجہ رکھتے ہیں چنانچہ صبر و تحمل کو لیجئے کہ آپ کے اندر صبر کا مادہ اسقدر پایا جاتا تھا کہ جو آپ کے حقیقی اور جانی دشمن تھے۔

ان کے لئے بھی آپ نے ضرر رساں کلمات اپنی زبان سے دوستوں (صحابہ) کے مجبور کرنے پر بھی نہیں نکالے اس کے سئے آپ غزوہ احد وسفر طائف کے ان دعاؤں کو یاد کیجئے کہ جو آپ نے کفار کے لئے کی تھیں وھو ھذا۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں بخوف اختصار درگذر کرتا ہوں۔

اسی طرح جود و کرم میں بھی لیجئے کہ آپ اتنے سخی واقع ہے کہ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا دست مبارک صدقہ و خیرات کے لئے تیز ہوا کی طرح چلتا تھا .... اور اس سے بھی بڑھکر اگر آپ کی بخشش کا اندازہ کرنا ہو تو آپ کے اس قول کو سنئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر جبل احد میرے لئے سونا بنا دیا جائے تو میں تین تین دن کے اندر سب خرچ کر ڈالوں اور کچھ باقی نہ رہے اور صدق و راستگوئی میں کیا پوچھنا ہے جبکہ جانی دشمن بھی آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارتے ہیں اسی طرح اگر تمام صفات بیان کئے جائیں تو کوئی انتہا تک بیان نہیں کر سکتا ؎

حمد خدا و نعت پیمبر ہے وہ مقام + جو نظم نثر میں کبھی ہوتا نہیں تمام
اگر عمر بھر لکھے کوئی از صبح و تابہ شام + ممکن نہیں کہ اس کا ہو پایان و اختتام

اس بناء پر میں اس کو چھوڑتا ہوں آتا اور چونکہ پہلے بیان سے یہ معلوم ہو چکا کہ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام جمیع مخلوق سے بہتر ہیں لہٰذا اس کو چھوڑ کر اب تیسری شرط کو لکھتا ہوں۔

تیسری شرط۔ (اس مذہب کے احکام عام ہوں) چنانچہ خداوند قدوس کلام مجید میں فرماتا ہے کہ وما ھو الا ذکر للعالمین یعنی قرآن تمام دنیا کے انسانوں کیلئے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت جوان ہوں یا بوڑھے سب کے لئے ھادی و رہنما ہے۔ اسی طرح آنحضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے متعلق فرمایا وما ارسلناک الا کافۃ للناس .... دوسری جگہ فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ ان دونوں آیتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہان کے لئے ہادی ہیں لیکن جب اس پر بھی لوگوں نے شک و شکوک کئے تو اللہ تعالیٰ نے عام طور پر حکم دیا کہ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا چنانچہ آپ نے علی الاعلان فرمادیا کہ ارسلت الی الخلق کافۃ یعنی پہلے نبیوں کی طرح کسی خاص قوم اور گروہ کی طرف نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ تمام دنیا کے لئے رہنما اور ہادی ہوں اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ مذہب اسلام کے احکام تمام دنیا کیلئے عام ہیں۔

چوتھی شرط (اس مذہب کی تعلیمات کا مقابلہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات نہ کر سکیں) چنانچہ مذہب اسلام جس طرح تین پہلی شرطوں پر کماحقہ صادق آتا رہا اسی طرح چوتھی شرط پر بھی پوری طرح سے صادق آتا ہے چنانچہ مذہب اسلام نے انسانوں کے تمام حقوق کو اچھی طرح سے بیان کر دیا ہے .... چنانچہ اس نے اولاد پر والدین کے حقوق کو بتلایا کہ رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد اسی طرح شوہر کے حقوق کو جو کہ عورتوں کیلئے ہیں چنانچہ فرمایا کہ ولھن مثل الذی علیھن یعنی جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر بھی ہیں جس کی تفسیر حدیث میں ہے کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر یہ ہیں کہ عورت مرد کے ہر آن احکام کی پیروی کرے جو کہ خلاف شریعت

نہ ہو اگر وہ عورت کسی ضروری ہی کام میں کیوں نہ مشغول ہو جیسا کہ ہمیں یہ حدیث بتلاتی ہے اذا دعی الرجل زوجتہ فلتاتہ وان کانت علی التنور۔ اسی طرح سے ایک دوسری حدیث آتی ہے کہ ایما امراۃ ماتت وزوجہا عنہا راض دخلت الجنۃ یعنی اگر عورت مر جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی رہے تو وہ جنتی ہے غرضیکہ اطاعت شوہر کو عورت پر واجب وضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح عورتوں کے جو حقوق مردوں پر ہیں ان کو بتلایا۔ ان تطعمہا اذا طعمت وتکسوھا اذا کتسیت ولا تضرب الوجہ الخ یعنی عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ جب تم خود کھاؤ تو اُسے کھلاؤ جب اپنے لئے کپڑا بنواؤ تو اسے بھی کپڑا دو۔ اور چہرہ پر مارنے سے بچا کرو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ غلاموں اور لونڈیوں کی طرح انھیں مت مارا کرو۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص نفقہ دینے پر قادر نہ ہو تو وہ اپنی شادی نہ کرے یعنی نفقہ دینا ضروری ہے۔

اسی طرح چھوٹے اور بڑے کے درمیان جو تعلق ہے اسے بیان کیا کہ من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ یعنی چاہئے کہ چھوٹا بڑے کی عزت کرے اور بڑا چھوٹے پر رحم کرے اسی طرح سے عام مسلمانوں کے جو حقوق ایک دوسرے پر ہیں اس کو بیان کیا کہ حق المومن علی المومن ست قیل وما ھن یارسول اللہ قال اذا لقیتہ فسلم علیہ واذا دعاک فاجبہ واذا استنصحک فانصح لہ واذا عطس فحمد اللہ فشمتہ واذا مرض فعدہ واذا مات فاتبعہ۔ یعنی ایک آدمی کا حق دوسرے پر یہ ہے کہ جب کوئی کسی سے ملے تو سلام کرے اور دوسرا جواب دے اور مدد طلب کرے تو اسے مدد دے اور جب نصیحت طلب کرے تو اسے نصیحت کرے اور جب چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے پھر دوسرا یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے اور جب کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب مر جائے تو اس کا جنازہ پڑھے اسی طرح سے امور حکومت کے متعلق بیان کیا کہ وشاورھم فی الامر جب کوئی معاملہ پیش ہو خلیفہ بنانا ہو یا کوئی دوسرا معاملہ پیش ہو جائے تو مشورہ کرنے کے بعد اسے انجام دو اسی طرح نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ علیکم بالسمع والطاعۃ ولو کان عبدا حبشیا۔ یعنی تم جسے خلیفہ بناؤ اس کی ہر حالت میں پیروی اور اتباع کرو خواہ خلیفہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو اسی طرح سے مذہب اسلام نے میراث کے متعلق بھی سب کے حقوق پورے پورے مقرر کر دیئے اور ہر قسم کی اخلاقی اقتصادی معاشرتی تعلیمات سے اپنے ماننے والوں کو سنوارا حتیٰ کہ پاخانے پیشاب اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے کی سی معمولی چیزوں کو بھی نہیں چھوڑا اور ہر چیز کو سکھلایا۔ اس ماقبل کے تمام بیان و مذاہب کے تقابل سے آپ انصاف سے بتلائیں کہ کیا مذہب اسلام ہی نہیں کہ جو تمام شرائط پر صادق آئے یقیناً وہی ہے اور تمام باقی مذاہب صحیح نہیں ہیں پس اے مسلمو وغیر مسلمو جب تم نے یہ معلوم کر لیا کہ یقیناً مذہب اسلام ہی صحیح ہے اور اسی کے اندر انسانی زندگی کو برقرار رکھا گیا ہے اور باقی تمام مذاہب میں پامال کر دیا گیا ہے تو کیوں نہیں انصاف سے فیصلہ کرتے اور جو مذہب سمجھ میں آئے اسے اختیار کر لیتے۔ خداوند تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اس پروردگار نے جس طرح سے ہمیں انسان بنایا۔ اسی طرح سے وہ حق مذہب کے اختیار کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ضلالت وگمراہی سے بچائے آمین۔

فقط

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی حفاظت

(از مولوی عبدالشکور صاحب بسلوہری متعلم جماعۃ ہفتم)

ناظرین اس امر سے آگاہ ہوں گے کہ قدرت نے جب کبھی اقوام کی رہنمائی کے لئے انبیا رکرام کو مبعوث فرمایا انھوں نے قوم کے خلاف اعتقادی جہاد شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کا بچہ بچہ دشمن ہوگیا خویش واقارب خون کے پیاسے ہوگئے ایسی بےکسی اور بےبسی کے عالم میں سوائے رب العزت کے کوئی محافظ ونگہبان نہ تھا۔ خالق کائنات اگر ان کی حفاظت کا ذمہ نہ لیتا تو بعثت کا مقصد فوت ہوجاتا۔ حضرت عیسیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہودیوں کے نرغہ میں حضرت موسیٰ فرعون کی کچہری میں حضرت ابراہیم نمرود کے دربار میں ایک ہی گناہ کے مجرم تھے۔ سب کو اعلان حق کی پاداش میں مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔ قدرت کا کرشمہ دیکھو کہ سلاطین جابرہ کی گود میں انبیائے کرام کی پرورش ہوتی ہے۔ جس سے اس امر کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ان رہنمایان دین کا محافظ وہ مقدس ہستی ہے جو ملکوت السموات والارض کا خالق ومالک ہے۔ نبی آخرالزماں قریش کو دعوت الی الحق دیتے ہیں ساری قوم برگشتہ ہوجاتی ہے مگر آپ تبلیغ حق میں برابر کوشاں رہتے ہیں حضور پر پتھروں کی بارش ہوتی ہے زہر میں تلواریں بجھائی جاتی ہیں۔ اچانک حملہ کیا جاتا ہے سوتے میں قتل کی سازش کی جاتی ہے کھانے میں زہر دیا جاتا ہے مگر ہر موقعہ پر خدا کا وعدہ سچا ہوا جو اس نے اپنے نبی کی بابت قرآن پاک میں فرمایا تھا وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ آپ رب کا حکم عوام کو پہنچاتے جائیں آپ ہماری نظروں کے سامنے ہیں یہی معنیٰ ہیں دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست۔ میں کہتا ہوں کہ حضور کا اپنے مقصد میں کامیاب ہوجانا ہی آپ کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

آپ کے تمام معجزات کو ایک طرف رکھو۔ حفاظت نبوی کو دوسری طرف رکھکر توازن کریں تو یہ امر آپ پر منکشف ہوجائے گا کہ حفاظت ذات نبوی ایک مستقل معجزہ ہے۔ حفاظت کے پردہ میں صداقت کا راز مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدار دعوت میں قریش کے اکثر افراد نے اپنے اسلام کو حضور کی کامیابی پر معلق کردیا تھا جب مکہ فتح ہوگیا جاء الحق وزھق الباطل کا اعلان ہوگیا۔ تمام اقوام جوق درجوق آغوش اسلام میں آگئیں سلئے کہ انھیں یقین تھا کہ اگر محمدؐ کاذب ہے تو اس کی قوم زندہ نہ چھوڑے گی فتح مکہ کا اعلان حقانیت رسولؐ کا اعلان تھا۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اتنی قلیل مدت میں اتنی سرعت سے قبول کرنا حقیقت بین نگاہوں کو محو حیرت بنادیتی ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ اہل عرب کے ہر گھر میں ہزاروں خدا پوجے جاتے تھے ایک وہ وقت بھی آیا کہ تمام عرب میں ڈھونڈھنے سے ایک بت پرست بھی نہیں ملتا۔ دراصل کامیاب ترین انسان کے آپ ہی مصداق بن سکتے ہیں۔ خانہ کعبہ میں قریش کی اکثر مجالس منعقد ہوتی تھیں۔ حضور بلاخوف وخطر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے مگر مجال کیا تھی کہ کوئی نظر بد اٹھا سکے

ایک دفعہ قریش کی کمیٹی نے بیٹھے کیا اگر اب محمدؐ کو عبادت کرتے دیکھ لیا تو بوٹیاں بوٹیاں اڑا دیں گے آپ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سنتی ہیں تو زار و قطار روتی ہوئی باپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ماجرا بیان کیا۔ شفیق باپ نے خاموش کیا اور فرمایا بیٹی گھبراؤ نہیں خدا حافظ ہے۔ حضورؐ وضو فرما کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے وہ خون آشامی نگاہیں جو اب تک ذات نبوی کی منتظر تھیں خم ہو جاتی ہیں۔ حاکم کی روایت کے مطابق آپ نے کنکریاں اٹھا کر ماریں جنکو لگیں وہ جنگ بدر میں مارے گئے۔ کیونکہ دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔

ابو جہل جو آپ کا چچا تھا جس کا عناد مشہور تھا۔ ایک مرتبہ کہتا ہے کہ اگر اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ سجدہ کرتے دیکھوں گا تو پیشانی رگڑ دونگا۔ آپ عبادت الٰہی میں مصروف ہیں اپنے فعل بد کا ارادہ کرتا ہے۔ یکایک الٹے قدموں پیچھے ہٹا۔ یار لوگوں نے دریافت کیا کیا ہوا؟ کہتا ہے خدا کی قسم میں نے چند پردار ہستیاں دیکھیں جن سے خوفزدہ ہو گیا آپ نماز سے فارغ ہو کر فرماتے ہیں رب کی قسم اگر آگے بڑھتا تو فرشتے اسکے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیتے۔

ہجرت کے موقعہ پر تمام خاندان قریش مجتمع ہیں مکان کا محاصرہ ہے اس انتظار میں ہیں کہ آپ مکان سے باہر نکلیں تو تلواروں کا وار ہو۔ جس سے آپ کو شہید کر ڈالا جائے۔ قدرت دشمنوں کی ساری تدابیر دیکھ رہی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں وطن مالوف کو ترک کرنے کا حکم ہوتا ہے حضورؐ مکان سے نکلتے ہیں۔ دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے ہیں مگر انھیں خبر تک نہیں ہوتی زبان مبارک پر یہ آیت ہوتی ہے وجعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون۔ ہم نے نبی اور مخالفوں کے مابین آہنی دیواریں قائم کر دیں ہیں جس سے وہ آپ کو دیکھ نہیں سکتے۔ صبح ہوئی تو آپ کو مکان میں نہ پایا اس لئے اور طیش میں آئے اور اعلان کر دیا۔ کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم اسپ ہوا پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف تیز دوڑتا ہے۔ آپ کے رفیق ابو بکر رضی اللہ عنہ دشمن کو آتا دیکھکر پریشان ہو جاتے ہیں حضورؐ اطمینان دلاتے ہیں۔ قدرت الٰہی جوش مارتی ہے گھوڑے کی ٹانگیں دھنس جاتی ہیں۔ رہائی کیلئے دعا طلب کرتے ہیں رحمۃ للعالمین دعا فرماتے ہیں تین مرتبہ ایسا ہوتا ہے آخر کار وہ سمجھ گیا کہ اس میں کوئی راز ہے کسی زبردست ہستی کا تصرف ہے خط امان لیکر واپس جاتا ہے اور مسلمان ہو جاتا ہے آپ غار میں چھپتے ہیں دشمن آتا ہے مگر خدا نے ان کی عقلوں پر مہر لگا دی تھی جھک کر نہیں دیکھتے ورنہ آپ کو پکڑ لیتے۔ . . . .

. . . . مدنی زندگی کا ابتدائی دور ہے صحابہ کرام فرط محبت سے رات کو حفاظت کرتے ہیں۔ . . . .

. . ایک مرتبہ آپ خیمہ سے سر مبارک نکال کر فرماتے ہیں جاؤ خدا نے میری حفاظت کا خود ذمہ لے لیا ہے اور یہ آیت تلاوت فرماتے ہیں یا ایھا النبی بلغ ما انزل الیك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمك من الناس (اس آیہ شریفہ میں یہ فرمایا گیا۔ نبیؐ آپ رب کے پیغام کو پہنچاتے جائیں اگر ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ فرض منصبی کی ادائیگی سے سبکدوش نہیں ہوئے۔ مولیٰ لوگوں کی ایذا سے آپ کو محفوظ رکھیگا یہ وعدہ ہزار ہا دشواریوں کے

باوجود یورا ہوتا رہا غزوۂ احد میں جبکہ صحابہ کرام منتشر ہو گئے ہیں کوئی محافظ نظر نہیں آتا مگر دو سفید پوش برابر نبی کی حمایت میں مصروف نظر آتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ صحابہ سمیت ایک دیوار کے سایہ میں تشریف فرما ہیں یہود نے شرارتیں کیں کہ اوپر سے ایک زبردست پتھر ڈال دیں آپ کو وحی کے ذریعہ خبر دی جاتی ہے فوراً وہاں سے روانہ ہو جاتے ایک شخص کو گرفتار کیا جاتا ہے جو اس خیال سے آیا تھا کہ نبی کو قتل کر دے فرماتے ہیں چھوڑ دو اگر یہ مجھے قتل بھی کرنا چاہتا تو خدا اس پر قابو نہ دیتا۔

خیبر میں ایک یہودیہ نے کھانے میں زہر ملا دیا تھا جب آپ کے سامنے پیش ہوا پہلا لقمہ اٹھایا ہی تھا کہ فرمایا اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے اپنی نیت بد کا اقرار کیا اور کہنے لگی کہ میں جانتی تھی کہ اگر سچے نبی ہوں گے تو فوراً معلوم کر لیں گے کسی غزوہ میں ایک درخت کے نیچے تلوار لٹکا کر حضورؐ سو رہے ہیں ایک بدو آتا ہے حضورؐ کی تلوار لیکر کہتا ہے۔ تمہیں کون بچائیگا؟ نہایت اطمینان خاطر سے فرماتے ہیں اللہ۔ یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر جاتی ہے۔ حضورؐ اٹھا کر فرماتے ہیں اب تجھے کون بچائے گا؟ عرض کرنے لگا آپ دشمنوں سے حسن سلوک فرماتے ہیں۔ آپ اسے معاف فرما دیتے ہیں یہ ماجرا دیکھکر مسلمان ہو جاتے ہیں۔

یہود نے آپ پر جادو کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ پر نسیان طاری ہو گیا۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور جس کنوئیں میں انھوں نے جادو کی گرہ لگا کر ڈالا تھا اطلاع دیتے ہیں۔ آپ صحابہ کرامؓ کو روانہ فرماتے ہیں چنانچہ نکالا گیا اور ان کی شرارتوں کا انکشاف کیا گیا۔ غور کا مقام ہے کہ کفار قریش نے نبیؐ سے دشمنی میں کوئی کسر نہ چھوڑا۔ بایںہمہ آپ نے زندگی کا پورا دور گذار کر ساری دنیا کو توحید کا سبق پڑھایا۔ رحلت فرمانے کے وقت لاکھوں کی تعداد میں فدایان محمدؐ کو جو شمع محمدی پر پروانہ وار قربان ہونیوالے تھے ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔ کا درس عمل دے گئے۔

مسئلہ جہاد پر اجمالی نظر

(۲)

(از مولوی عبدالقیوم صاحب متعلم جماعۃ پنجم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

آپ کو ما قبل کے بیان سے یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ دنیا میں اہل حق و اہل باطل دونوں کا مقابلہ ہوا اور جان توڑ مقابلہ ہوا جس میں صیادان باطل کے طلسمی دام کے پھندے خود انھیں کی گردن میں پڑے۔ حق ہر کوہ و وادی کو قطع کرتا ہوا ساری دنیا میں پھیل گیا لیکن باطل عاجز ہو کر پژمردہ اور مرجھا گیا اور ان حق پرستوں کو تسلی دی گئی پروردگار نے آئندہ کے نتیجہ سے خبردار کیا کہ اگرچہ بظاہر تم کمزور ہو لیکن چونکہ حق پر ہو اس واسطے تمہاری ڈگری ہے۔

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ مسلمانو ہمت نہ ہارو اور باطل کی زینت و دبدبہ کو دیکھکر مرعوب مت ہو اگر تم صحیح اور سچے مسلمان ہو تو آخر کار ضرور غالب اور قائم رہوگے۔ مصلحین کا چونکہ مصیبتوں نے پیچھا نہ چھوڑا اس واسطے ان کے دل کی مضبوطی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ یاایھا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیاٰتکم ویغفر لکم واللہ ذوالفضل العظیم (انفال) اے مومنو اگر تم باطل پرستوں کے خوف کے بجائے محض ایک مالک سے ڈرو تو وہ تمہیں اچھی زندگی عطا کرے گا اور تمہارے سارے گناہوں سے درگذر کرے گا اور تمہیں بخشدیگا اللہ تو بڑا ہی فضل والا ہے۔ انھیں مخلص ایمانداروں کے حق میں یہ بھی فرمایا گیا۔ ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات کا لمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار (ص) کیا ہم ایمانداروں اور اچھے کام کرنے والوں کو زمین میں خرابی پیدا کرنیوالوں کی طرح کر دینگے اور پرہیز گاروں کو فاسقوں فاجروں کی طرح رکھیں گے۔ اس جگہ استفہام انکاری ہے یعنی ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ اور نیک شخص کی فضیلت و برتری کو بتایا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے عدل پروری کی حیثیت سے اچھے اور برے میں فرق مراتب بیان کیا ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ امر بالمعروف نہی عن المنکر پر شریعت محمدیہ کی بنا رکھی ہے لیحق الحق ویبطل الباطل (انفال) تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل بتلایا جائے۔ مسلمانوں کو ساری امم واقوام میں فضیلت و شرف کی وجہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ (آل عمران) تم لوگ بہترین امت ہو جسے لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا تم اچھی باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اسی واسطے آنحضورؐ نے امت محمدیہ کو علی سبیل الوجوب اس امر کو انجام دینے کیلئے حکم کیا اور ہر شخص کے ذمہ خواہ وہ عرب کا باشندہ ہو یا چین کا، ہمالیہ کی چوٹی پر رہنے والا ہو یا سمندر کے جہازوں پر عجمی ہو یا عربی گورا ہو یا کالا رومی ہو یا حبشی رئیس ہو یا فقیر صاحب ثروت ہو یا چٹائیوں پر زندگی گذارنے والا اور پتھر کی کنکریوں پر سونے والا۔ غرض کہ یہ حکم سب کے لئے عام ہے کسی قوم اور کسی جماعت اور کسی فرد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جیسا کہ اور مذہب والوں نے کسی نہ کسی کے ساتھ خاص کر دیا اسلام نے اس کی سخت مذمت کی اور اس حکم کے حامل کو عام کر دیا اور کھلے لفظوں میں اعلان کر دیا۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ تم میں سے جو کوئی مسلمان کسی کو باطل پر دیکھے تو اسے چاہیئے کہ حق الامکان اپنے ہاتھوں سے مٹا دے اگر وہ یہ نہیں کر سکتا تو زبان سے اس کی مذمت بیان کرے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل میں برا سمجھے۔ لیکن یہ ایمان کا نہایت ادنیٰ اور ضعیف درجہ ہے۔ یہی امر بالمعروف ہے جو انبیاء کے اوصاف میں سے شمار ہے۔ یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبائث (الاعراف) نبی مخلوق خدا کو اچھی بات کا حکم کرتا ہے اور بری ۔ ۔ ۔ ۔ چیزوں سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور بری چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ اس راہ میں انھوں نے مصیبتوں اور تکلیفوں کا مقابلہ کیا۔ اس فرض عظیم کے انجام دہی میں کوتاہی نہ کی اور اس کام کو ان کے وارثین یعنی علما نے مشقت و محنت سے انجام دیا۔ درحقیقت یہ لوگ عوام پر

نظر کرم رکھنے والے غریبوں اور یتیموں سے ہمدردی کرنیوالے خدا کے حکم کا اعلان کرنے والے اور اس راہ میں کسی سے نہ خوف کھانے والے تھے۔ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم (مائدہ) مومن مسلمانوں پر رحمدل اور کافروں پر سخت اور مغرور ہیں خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور حق بات پر کسی کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے۔

یہی وجہ تھی کہ مدینہ کی ایک بڑھیا خلیفہ وقت کو باطل پر اڑا دیکھکر ڈانٹنے کا حق رکھتی تھی اور اس کی ہیبت اور سطوت سے ذرا بھی خوف نہیں کرتی تھی بلکہ حق کے اعلان اور راستگوئی میں اپنی ساری زندگی گذارتی تھی اور یہی سب ہیں جن پر شیطان کی حکومت نہیں اور ان پر کچھ غلبہ نہیں ابلیس بھی ان کو دھوکہ دینے سے مایوس ہوچکا ہے۔ قرآن نے کیا خوب کہا ان عبادی لیس لک علیھم سلطان وکفی بربک وکیلا (بنی اسرائیل) جو میرے سچے اور مخلص بندے ہیں ان پر شیطان کا قابو نہ چلے گا اور خدا اپنے بندوں کے لئے کافی ہے۔ اس آیت کے مصداق محض عہد گذشتہ ہی کے لوگ نہیں بلکہ ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو حق کا حامی اور باطل کا دشمن ہو۔ آنحضورؐ نے بطور پیشین گوئی کے یہ فرمایا تھا۔ لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم حتی یاتی امر اللہ وھم کذالک۔ (مسلم شریف) میری امت میں ہمیشہ ایسی جماعت ہوگی جو حق کے اعلان میں کامیاب ہوگی ان کو لوگوں کی ضرر رسانی ضرر نہ دے گی ایسا ہوتا رہیگا یہانتک کہ خدا کا حکم آپہنچے گا۔ اور وہ ایسی ہی اپنی حالت پر رہیں جس طرح رہتے چلے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہیں اعلان حق کرنے والی جماعت کو ضرر و نقصان پہنچانے کی بد دین لوگ بڑی کوشش کرتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے ان کو اخبار و رسائل میں رسوا و ذلیل کیا جاتا ہے لیکن انھیں کوئی پرواہ نہیں۔ مدت تک ان سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں آخرکار خود منہ کے بل گرتا پڑتا ہے اور حق کے مقابلہ میں گونگا ہوجانا پڑتا ہے۔ ہاں ایسے لوگ ضرور پائے جاتے ہیں جو اپنی ساری زندگی کی ہر صبح و شام اہل حق سے جدال ہی میں ختم کردیتے ہیں آخرکار رسوائی کے آخری مرحلے پر پہنچے۔ حق کی بجلیاں جب ظالموں پر پڑیں تو ان کے غلط پروپیگنڈے کا بھانڈا رسوائی کے چوراہے میں چکنا چور ہوگیا اور دنیا نے ان کے مکر و فریب کا اچھی طرح معائنہ کیا اور ان کے دماغی نقشوں کو رنگ عمل سے محروم کردیا۔ آمرین بالمعروف نے جس جرأت کا اظہار کیا ہے وہ اہل جہاں کیلئے باعث صد عبرت ہے اور جن صادقین امت نے سخت سے سخت شدائد اور کٹھن سے کٹھن مصیبتوں کا مقابلہ کیا وہ بھی باعث صد موعظت ہے یہ لوگ میدان حق میں یہ شعر کہتے ہوئے نکلے ؎

مزاحم لاکھ ہوں باطل کے لشکر صف بصف ہوکر + رہ حق و صداقت پر چلوں گا سر بکف ہوکر
مروں گا شان اسلامی سے آئی ہے اگر ساعت + اگر ہے زندگی باقی جیوں گا با شرف ہوکر

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حجاج کے ظالمانہ اور عدل سوز زمانہ میں علمائے حق پر صدہا مصیبتیں آئیں جنکو انھوں نے برداشت کیا۔ اس بد دماغ گورنر نے بلندی اور پستی حق و باطل کے امتیازی شان کو زائل کرنا چاہا کیا یہ وہی خبیث النفس نہیں جس کی مرگ پر حسن بصری جیسے محدث و بزرگ شخص سجدۂ شکر بجا لائے اور کہا اے خدا میں شکر گذار ہوں کہ تونے اپنے عذاب کو اٹھالیا۔ ذیل میں میں ایک حدیث درج کرتا ہوں جس میں حجاج کے ظالم ہونے کی خبر کی گئی ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثقیف کذاب ومبیر قال عبد اللہ بن عصمہ یقال الکذاب ھو المختار بن ابی عبید والمبیر ھو الحجاج بن یوسف - ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا قبیلہ ثقیف میں ایک بہت جھوٹا شخص ہے اور ایک ہلاک کرنیوالا ہے۔ عبد اللہ بن عصمہ نے فرمایا کہ کذاب تو مختار بن ابی عبید ہے اور مہلک حجاج ہے" پھر اسی روایت کے ایک ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں کو قتل کرایا تھا پھر یہ یاد رہے کہ یہ تعداد ماسوائے جنگ وجہاد کے ہے (ترمذی)

ایسا شخص جس کے ظالم ہاتھوں نے لاکھوں کی تعداد میں مخلوق خدا کو بے خطا قتل کیا ہو۔ یقیناً وہ مبیر اور باعث صد ملامت ہے۔ آنحضورؐ کی پیشین گوئی بالکل صادق آئی۔ جب حجاج نے حضرت اسماء کو بلایا تھا اس وقت آپ نے تلخ جواب دیا تھا آخر کار حجاج غصہ کی حالت میں بڑی آن شان سے آپ کے پاس پہنچا لیکن اس کی امیدوں کا خون ہوگیا۔ اگرچہ وہ زمانہ کا گورنر تھا لیکن اس سے ذرا بھی نہ ڈریں اور باقاعدہ سوال جواب کیا اور اس کو یہ حدیث سنائی جو اس کے حق میں تلوار سے زیادہ تیز نیم سے زیادہ تلخ تھی فرماتی ہیں کہ اما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی ثقیف کذابا ومبیرا فاما الکذاب فرأیناہ واما المبیر فلا اخالک الا ایاہ قال فقام عنھا فلم یراجعھا (رواہ مسلم) یعنی آنحضورؐ نے فرمایا کہ بنی ثقیف میں ایک جھوٹ بولنے والا ہوگا اور ایک لوگوں کو ہلاک کرنیوالا .... واقعہ یہ ہے کہ میں نے کذاب کو تو اپنے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اور ہلاکو تو میں سوائے تیرے کسی کو نہیں سمجھتی ہوں۔ جب اس ظالم نے یہ سنا تو غصہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور ان کو جواب نہ دیا۔

دیکھا آپ نے ایک ضعیف الفطرت صنف نازک سے اتنا صبر نہ ہوسکا کہ ظلم کو انصاف کہے اور انصاف کو ظلم بلکہ خدا کے رسولؐ کا فرمان سنا کر اس کا منہ کالا کر دیا اور ایسا جواب دیا جس کے بعد اسے بھاگنا پڑا۔ اسی طرح آپ کو ایسے بہت سے واقعات ملیں گے جو حق کی دلیری کے لئے زندہ نشان ہیں۔ خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید بہت بڑا خلیفہ گذرا ہے جب اس نے اپنی خوشی کے مصارف للکر سفیان ثوری کے پاس قاصد کے ہاتھ بھیجا تو آپ نے اس خط کو چھوا تک نہیں اور کہا کہ ہم اس خط کو کیسے لے سکتے ہیں جسکو ایک مسرف ظالم شخص نے لکھا ہو۔ آخر کار جب اسے چاک کر کے پڑھا گیا تو اس میں وہی خرچ مذکور تھا جو خوشی کے موقعہ پر حد سے زیادہ خرچ کیا گیا تھا اس کے جواب میں آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور ان اللہ لا یحب المسرفین کا منظر دکھلایا۔ ائمہ اسلام ور اہبران دین ہمیشہ حق کی حمایت اور باطل کے خلاف جنگ کرتے رہے۔ ان سے یہ کبھی نہ ہوا کہ بری چیز کا ساتھ دیں وہ جانتے تھے کہ اگر ہم پھسل گئے تو عوام میں ایک عظیم ترین اضطراب رونما ہو جائے گا اور دین کی بنا کمزور ہو جائے گی کیونکہ چھت بغیر دیوار کے نہیں ہوسکتی پھل بغیر درخت کے نہیں ہوسکتا۔ انھیں خبر تھی کہ باطل کو اختیار کرنا قوم کی گردن میں پست ہمتی اور نامردی کا وزنی پتھر آویزاں کر دیتا ہے۔ چونکہ حق کی مختصر جماعت ہمیشہ موجود رہی اس لئے مشہور خلیفہ منصور عباسی جو ذی رعب اور صاحب حیثیت تھا اس کے زمانہ میں بھی ایک محقق اور ناصح نے اس کو لرزا دیا اور ظلم وستم کرنے سے روکا۔ سخاوت وروشنخیالی کی ترغیب دی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ منصور نے نصیحت حکیمانہ پر پورا عمل کیا۔ اہل حق وہ گلاب کی پنکھڑیاں ہیں جو خوشبو کو پابند نہیں کرسکتی ان کو

خدائے پاک نے اعلان حق کیلئے بھیجا جو نہ باطل کے سامنے جھکے اور نہ جھکنا چاہتے اور نہ جھکیں گے وہ ہر وقت سرفروشی کی تمنا میں رہے تقوی و پرہیز گاری کا مکان ان کا وہ دل تھا جو تکالیف وصعوبات کا مرکز بنا رہا۔ انھیں دنیا میں صرف اس لئے بھیجا گیا کہ ظلم وطغیان کے تخت کو الٹ دیں اور خدا کی کتاب و قدوسیت رسول اور اس کی سنت کا صحیح طریقے سے اعلان کریں۔

پس اے مسلمانو خدا کا در چھوڑ کر دوسروں کے دروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ اور نہ سوائے اس کی چوکھٹ کے سر جھکاؤ اور نہ سوائے اس کے کسی سے مدد ونصرت کی اپیل کرو۔ اسی ایک کے رہو۔ خدا نے تمہیں ایک ہی دل دیا ہے لہذا اس کو اسی کے ساتھ لگاؤ۔ ما جعل اللہ لرجل من قلبین ؞

رنگین کپڑوں کی دھلائی

یوں تو دنیا کا قیام ہی اس کی رنگینیوں سے ہے، اگر رنگ آمیزی و رنگ آفرینی نہ ہو تو کون اس سرائے فانی سے اپنا دل لگائے، لیکن ہندوستان کی سرزمین تو خاص طور پر رنگین واقع ہوئی ہے۔ شاعروں کی خیالی دنیا میں سادگی کو لاکھ بناؤ قرار دیا جائے مگر رنگوں کی جاذبیت سادگی میں کہاں؟ اور رنگینیوں سے احتراز ہندوستانیوں کی فطرت میں کہاں؟

یہ واقعہ ہے کہ جسقدر رنگین کپڑے ہندوستان میں پہنے جاتے ہیں اس کی مثال مغربی ملکوں میں تو درکنار مشرقی ملکوں میں بھی کم دستیاب ہوگی، آب و رنگ کی آمیزش ہندوستان کا ایک خاص فن ہے اور ہندوستان نے جیسے جیسے رنگ ایجاد کئے ہیں ان کا جواب دنیا کے دوسرے حصوں میں بہت کم دستیاب ہوسکتا ہے اب بھی یورپ نے سائنس کی حیرت انگیز قوت سے نت نئے رنگ ایجاد کئے ہیں لیکن اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو کہنا پڑے گا کہ مغرب کے کیمیکل رنگ دلاویزی و خوشنمائی میں ہندوستان کے قدیم رنگوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

ایک کپڑے میں متعدد رنگوں کی اس خوبصورتی کے ساتھ آمیزش کی جاتی ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے لیکن انھیں دھونا بھی ایک مصیبت ہے کچا رنگ تو ہر صورت میں ایک ہی شوب میں غائب ہوجاتا ہے لیکن پختہ رنگ بھی اگر اسے مناسب احتیاط سے نہ دھویا جائے تو اس قدر بدنما ہوجاتا ہے کہ دیکھنے کو دل نہیں چاہتا جن کپڑوں کو بڑی محنت سے پختہ رنگوں میں رنگا جاتا ہے وہ جا بجا داغ دھبے پڑجانے سے ایسے ہوجاتے ہیں کہ انھیں دیکھکر کراہت معلوم ہوتی ہے۔

اس مضمون میں رنگین کپڑوں کی دھلائی کے چند طریقے بتانے کی کوشش کی جائے گی۔

رنگین کپڑے اگر دھوبی سے دھلوائے جائیں تو دھوبی کو اس بات کی تاکید کردینی چاہیئے کہ وہ کپڑوں کو بھٹی نہ چڑھائے کیونکہ اس سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ رنگین کپڑوں پر داغ پڑجائیں بلکہ ان کے ساتھ جو اور کپڑے دھوئے جاتے ہیں

ان میں جا بجا رنگین دھبے پڑجاتے ہیں۔

رنگین کپڑے دھونے میں بھی معمولی قسم کے تیز دیسی صابن استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ ان میں چُونا۔ سجی وغیرہ کے اجزا چونکہ زیادہ ہوتے ہیں اس لئے رنگ جا بجا سے اُڑکر کپڑا مبروص کا جسم بن جاتا ہے۔ صابن جسقدر لطیف اور ہلکا ہو اسی قدر احتیاط سے کپڑے دھل سکیں گے۔ اگر کپڑے دھونے کیلئے سوڈا استعمال کیا جائے تو وہ خالص ہونا چاہیئے۔ سوڈے میں کسی قسم کی آمیزش کپڑوں کا ناس کر دیتی ہے۔

سُوتی رنگدار کپڑوں کو دھونے اور ان کے رنگ کو پکا کرنے کیلئے ـــــ جبکہ پہلی بار وہ دُھلیں ـــــ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے دھونے والے دو سیر پانی میں ایک چمچہ بڑا نمک کا ڈال دیں، اور صابن لگانے کے بعد جس صاف پانی میں دھونا ہو اُس میں اتنا ہی سرکہ ڈالکر کپڑا صاف کر لیں۔

رنگین کپڑے دھونے کا ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ وہ ریٹھے سے دھوئے جائیں، ریٹھوں کو توڑکر کسی بڑے برتن میں ڈال دیں اور اس میں کپڑے کو خوب تر کریں۔ کپڑے کو زیادہ مسلنا مناسب نہیں ہے، کپڑے کو بار بار تر کرکے اسے ہاتھ سے دبا کر بار بار نچوڑیں۔ اس طرح ان کا میل نکل جائے گا۔ جب میل نکلنا بند ہو جائے اور نچوڑنے سے پانی صاف نکلے تو کپڑے کو صاف پانی میں دھوکر خشک کر لیں۔

ڈیڑھ پاؤ صابن اور کچا سہاگہ ان دونوں کو ملاکر دھونے سے سوتی کپڑا نہایت صاف نکلتا ہے اس سے آدھا صابن خرچ ہوتا ہے۔

یہ احتیاط رکھنی چاہیئے کہ رنگین کپڑے ہمیشہ سائے میں سکھائے جائیں دھوپ میں خشک کرنے سے رنگ جا بجا سے اڑ جاتا ہے اور کپڑا کوڑھی کے جسم کی طرح بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے۔

رنگین کپڑوں پر اگر استری کی جائے تو بہت ہلکی ہو ورنہ میرا تجربہ تو یہ ہے کہ جب کسی قدر نم رہیں تو ہاتھ سے ان کی سلوٹیں دور کرکے کلف دے دینا کافی ہے استری کی ضرورت نہیں پڑتی۔

کپڑوں کی زمین اگر سفید ہو تو اکثر ناواقف لوگ پانی میں ایک سفید مسالہ "بلوچن" ملا دیتے ہیں لیکن میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ معمولی سوتی کپڑوں کی دُھلائی میں تو یہ طریقہ کسی نہ کسی حد تک برداشت بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس سے نازک ریشمی کپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔

باریک ریشم یا لیس کے کپڑوں کو کبھی مل مل کر نہ دھونا چاہیئے اس سے کپڑا ناس ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس کے تار الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسے کپڑوں کو دھونے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کسی پھیلے منہ کے اونچے برتن میں پانی خوب گرم کرکے بھر دیں اور اس میں کپڑے کو ڈالکر برتن کا منہ سرپوش سے تین چار منٹ کے لئے بند کر دیں اس کے بعد سرپوش ہٹا کر کسی بید سے کپڑے کو الٹ پلٹ کریں اور پھر برتن کے منہ پر سرپوش دو تین منٹ کے لئے رہنے دیں۔ یہی عمل کئی مرتبہ کر لیں جب کپڑے کا میل نکل جائے تو اسے صاف پانی سے دھوکر سایہ میں خشک کر لیں اگر نازک ریشمی کپڑے پر استری کرنے کی ضرورت ہو تو اسے تولیہ میں لپیٹ کر استری کریں ورنہ داغ آجانے کا اندیشہ رہیگا۔

(ماخوذ)

——لندن (بذریعہ ڈاک) وطن کے نامہ نگار مقیم لندن نے ہندوستان کے کرسچین کالجوں کی امداد و اعانت کے سلسلہ میں سنسنی خیز انکشاف کیا ہے معلوم ہوا ہے کہ لارڈ ہیلی فکس (سابق لارڈ ارون وائسرائے ہند) نے اپنے بیان میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ ۱۹۳۲ء میں کرسچین کالجوں کی امداد کیلئے جو اپیل کی گئی تھی اس کے جواب میں تیس ہزار پونڈ سے زیادہ کی رقوم سے جو جمع ہو چکی ہیں ان کالجوں کی اعانت کی جائیگی۔ اس بیان پر لارڈ لوتھین (وائس چیرمین) لارڈ ہلینڈر (آنریری خزانچی) اور ولیم پیٹن آنریری سکرٹری کے بھی دستخط ہیں۔ چندہ کرنے والی انجمن کو اب منتشر کر دیا گیا۔ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ۳۰ جون تک ۳۴ ہزار دو سو ۲۵ پونڈ وصول ہو چکا تھا اور سود کی آمدنی ۶۹۶ پونڈ ہوئی تھی کل رقم ۳۴ ہزار ۹۲ پونڈ ہو گئی تھی۔ کئی سو پونڈ اس کے بعد بھی چندہ ہوا۔ اس رقم سے مدراس کے کرسچین کالج کی امداد کی گئی اور جنوبی ہند میں عیسائی ٹیچروں کی تربیت کیلئے کالج کھولا گیا۔ مدراس اور پنجاب میں ایک ایک زنانہ کالج بھی کھولے جائیں گے۔

——لکھنؤ۔ ۱۱ جنوری۔ مسٹر وی۔ این دیا تھی سکرٹری اینگلو بنگالی اسکول نے یوپی میں آباد بنگالیوں کو بنگلہ زبان کا مطالعہ کرنے میں سہولیت پہنچانے اور بنگالی طالب علموں کے واسطے بنگلہ کو ذریعہ تعلیم بنانے کیلئے تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی جائداد ٹرسٹ کے حوالہ کر دی ہے۔

——انگورہ ۸ جنوری وزیر مالیہ حجاز نے وزیر اعظم ترکیہ کے نام ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس میں ترکی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ترکی حجاج کیلئے سفر کی سہولتیں بہم پہنچائے اور ترکی باشندوں کو استطاعت کے مطابق ترغیب دے اس مکتوب کے جواب میں وزیر اعظم نے وزیر مالیہ حجاز کے نام ایک مسرت انگیز پیغام ارسال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ ترکی حکومت اور یوگوسلاوی حجاج کیلئے ہر قسم کی ممکن سہولتیں بہم پہنچائے گی اور متمول ترکوں کو حج کی رغبت دیکر اس اسلامی رشتہ کو مستحکم بنانے میں سعی کرے گی۔ جواب میں یہ بھی مذکور ہے کہ آئندہ سال ترکی کی حکومت مسجد نبوی اور حرم مقدس کی مرمت کے لئے ایک خاص رقم مخصوص کرے گی تاکہ اس کے منصب خادم الحرمین کی از سر نو تجدید ہو جائے۔

——الہ آباد۔ ۹ جنوری۔ حکومت یوپی نے محکمہ مالیات کے ایک حکم مجریہ ۲۶ جون ۱۹۳۱ء کا حوالہ دے کر ایک حکم جاری کیا ہے جس میں تحریر ہے کہ رخصتیں محدود کر دی جائیں اور صرف مسلمہ ضرورتوں میں دی جائیں۔ حکومت کو افسروں کا یہ رجحان معلوم ہوا ہے کہ جب اعلیٰ عہدوں پر قائم مقامی کر چکتے ہیں تو اپنے اصلی عہدوں پر واپس جانے سے پہلے طویل رخصتیں حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑی تنخواہیں وصول کر سکیں۔ یہ کارروائیاں مفاد ملک کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان کا انسداد ضروری ہے۔ لہذا ہدایت کیجاتی ہے کہ محکموں کے افسران اعلیٰ افسروں کی رخصتیں کرتے وقت انتہائی احتیاط سے کام لیا کریں۔ (احسان)

——معلوم ہوا ہے کہ ایک ہندوستانی مسمی مسٹر شام ناتھ چوپڑہ ایڈیٹر اخبار سوراجیہ دہلی نے حال ہی میں ایک ریڈیو ایجاد کیا ہے جو بغیر بجلی یا بیٹری کے کام کرتا ہے اس سے عام ریڈیو کی طرح آواز سنائی دیتی ہے ماہرین اس ایجاد سے انگشت بدنداں ہیں حکومت ہند کے افسروں اور کنٹرولر آل انڈیا ریڈیو کو موجد نے یہ نیا ریڈیو کام کرتے دکھایا ہے چنانچہ اس کی تجارت کیلئے دہلی میں فیکٹری قائم ہو گئی ہے۔

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

مارچ ۱۹۳۸ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول

مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی

شیخ الحدیث

مدیر مسئول

نذیر احمد املوی

رحمانی

۴ر میں سال بھر مفت

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۴ر بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنےپر واپس کئے جائینگے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی
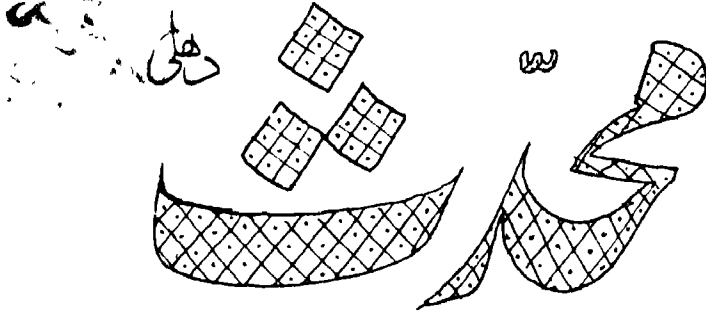
جلد ۵ | ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۸ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ | نمبر ۱۱

خصوصیات اسلام کا ایک مختصر خاکہ

(از مولوی عبد العزیز صاحب لکھوہری متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرات آج دنیا میں جتنے مذاہب موجود ہیں ہر ایک مذہب کا پجاری اپنے مذہب کی حقانیت کا دعویدار ہے اور اس کے نزدیک اس کا مذہب حق اور دیگر مذاہب باطل ہیں۔ لیکن جب ہم تمام مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ اور مقابلہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح اور منکشف ہو جاتی ہے کہ جو نمونہ اپنی تعلیمات کا مذہب اسلام نے پیش کیا ہے وہ اور کسی مذہب میں موجود نہیں۔

توحید آج دنیا پر ثابت ہو گیا ہے کہ ہر ایک مذہب کی صداقت کا معیار اور اس کی سچائی کی دلیل صرف مسئلہ توحید ہے۔ مسئلہ توحید کے متعلق قبل از اسلام جو برے اعتقادات موجود تھے وہ قابل بیان نہیں لیکن اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کسی مذہب نے توحید کا بیان کیا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی پرستش کو بھی ضروری قرار دیا۔ عیسائیوں کو لیجئے اگر انھوں نے خدا کی پرستش کی تو اس کے ساتھ حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام کو بھی شریک کر لیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کے متعلق ان کا خیال ہے کہ یہ خدا کا پیارا بیٹا اور قادر مطلق اور ثالث ثلثہ (یعنی الوہیت کے تین ارکانوں میں سے ایک) ہے۔

اسی طرح یہودیوں نے بھی اگر وہ توحید کے قائل ہوئے تو خدا کی پرستش کے ساتھ ساتھ حضرت عزیر علیہ السلام کو بھی شریک کر لیا کیونکہ حضرت عزیر کی نسبت ان کا یہ اعتقاد ہے۔ وہ خدا کا بیٹا یا پہلوتا بیٹا ہے۔ ہندوؤں نے بھی

۳۳ کروڑ اوتاروں کی نسبت یہی کہا کہ پرمیشر نے خود مادی جسم قبول کرکے مادی صورت میں جلوہ گری فرمائی لہذا ان ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی عبادت کی جائے۔ مہابھارت کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ کرشن جی خود عالم و علیان تھا پارسیوں کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ زرتشت جہاں تیرتا یعنی عالم ملکوت سے تھا۔ اس لئے انھوں نے بالکل خدا کو مانا ہی نہیں۔ مشرکین مکہ خدا کو تو مانتے تھے مگر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بیان کرتے تھے اور چند بتوں کو فرشتوں کے نام سے منسوب کرلیا تھا اور انھیں بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ اس سے فرشتے خوش ہوتے ہیں اور خدا سے ہمارے لئے سفارش کرینگے چنانچہ وہ کہتے تھے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ ہم ان کی عبادت اسی لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہم کو اللہ کے قریب کردیں۔ اسلام نے آکر ان تمام اعتقادات کو جو کہ مختلف مذاہب میں تھے باطل کردیا اور کہدیا وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ خالصکر اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ کیونکہ هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد۔ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے اس کے لئے لائق نہیں ہے کہ کسی کو بیٹا بنائے یا خود کسی کا بیٹا بنے اور اس کیلئے لائق نہیں ہے کہ کسی کو اپنا شریک بنائے۔ ہاں جسکو تم خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو ان کے اندر تو اتنی بھی قوت نہیں ہے کہ بول سکیں۔ اور سن سکیں، مار سکیں اور زندہ کرسکیں، کسی کو ضرر یا نفع پہنچا سکیں۔ لہذا ان کے اندر خدا بننے کی صلاحیت نہیں۔ خدا تو وہ ہے جو بولتا بھی ہے سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے۔ مارتا بھی ہے زندہ بھی کرتا ہے ضرر بھی پہنچا سکتا ہے اور نفع بھی۔ هو الله۔ اور وہی اللہ ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔ ....

اور اے مشرکو۔ اللہ کے علاوہ کسی کو شریک نہ بناؤ اسی میں بھلائی ہے۔ لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا۔ اور اگر اللہ واحد کے علاوہ اور بھی کوئی خدا ہوتا تو زمین و آسمان برباد ہوجاتے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوگیا کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں لہذا تم کو غیر اللہ کی پرستش لائق نہیں۔ ليس كمثله شئ وهو السميع البصير۔ اور له مقاليد السموات والارض۔۔۔ يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر۔ انه بكل شئ عليم۔ ان تمام آیات میں غور کرو کہ توحید کے متعلق اور کسی مذہب نے یہ تعلیم پیش کی ہے اس کے علاوہ عبادت کے اندر جو سہولت اور آسانی مذہب اسلام نے پیش کی ہے اس کی نظیر اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ نماز کے متعلق اسلام نے فرمایا کہ اگر تم سفر میں ہو تو قصر کرو۔ اگر بیمار ہو تو بیٹھکر نماز پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو لیٹ کر پڑھو۔ اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرلو۔ اور اگر سفر میں ہو تو روزہ چھوڑ سکتے ہو۔ اور اگر مال ہو تو زکوٰۃ دو۔ کیا یہ آسانی اور کسی مذہب نے پیش کی ہے۔

مساوات

ان خصائص میں جو اسلام کو غیر مذاہب سے ممتاز کرتے ہیں ایک اہم خصوصیت مساوات ہے۔ مساوات کے معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ ایک عالم کے اور ایک غدار بمقابلہ ایک وفادار کے۔ اور ایک ناقابل و ناکارہ بمقابل ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر یہی معنی لیا جائے تو ایسا کرنا حقوق انسانیت اور حقوق اخلاق کو تباہ کردینا ہے۔ ہاں مساواۃ کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو شرعًا و قانونًا و اخلاقًا وہ تمام

حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص کو اسی ملک یا اسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے لا لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بتقوی۔ یعنی کسی صنف کو کسی صنف پر کوئی فضیلت نہیں ہاں اگر فضیلت ہے تو صرف تقوی کے اعتبار سے ہے۔

مذہب ہنود کو لیجئے ان کے یہاں یہ حکم ہے کہ ایک اونچی ذات والا ایک نیچی ذات والے سے کوئی رشتہ نہیں کر سکتا حتی کہ اس کے ساتھ کھا پی بھی نہیں سکتا اور کسی قسم کا کوئی تعلق پیدا نہیں کر سکتا اور اگر اتفاق سے ایسا ہو بھی جائے تو وہ برادری سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام تو ببانگ دہل اعلان کرتا ہے انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں ا کسی پر کسی کو قومی . . . اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں صنفی اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں شہری اور بدوی کے اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں گورے اور کالے کے اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں ہاں صرف تقوی کے اعتبار سے فوقیت ہے۔ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بتقوی۔ یہ حدیث اسی معنی کو بتلاتی ہے۔ ہاں اسلام ہی کی تعلیم کا اثر تھا کہ زید بن حارثہ جیسے شخص کی شادی جو کہ زر خرید غلام تھے ایک قریشیہ عورت آنحضرتؐ کی پھوپی زاد بہن سے ہو جاتی ہے ایک ہی مثال نہیں بلکہ متعدد مثالیں ہیں۔ کیا حضرت سالمؓ کا قصہ یاد نہیں آپ حضرت ابوحذیفہؓ کے زر خرید غلام تھے آپ کی شادی فاطمہ بنت ولید ابوحذیفہؓ کی برادر زادی قریش کی مشہور عورت سے ہو جاتی ہے۔ کیا کسی مذہب نے ایسی تعلیم اور ایسا نمونہ پیش کیا ہے یہ اسلام کو ممتاز کرنے والی خصوصیت نہیں تو اور کیا ہے۔

کیا غزوۂ ذات الرقاع کا واقعہ معلوم نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جہاد کیلئے تیار ہوتے ہیں سواری بہت کم ہوتی ہے۔ ایک ایک اونٹ کئی کئی اشخاص کے حصہ میں آتا ہے سب باری باری سفر کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی سواری میں حضرت علیؓ و حضرت ابو دردا کا حصہ ہوتا ہے باری باری سواری کرتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری پیدل چلنے کو آتی تو آپ پیدل چلتے تھے گو کہ آپ دونوں جہان کے بادشاہ تھے سب صحابہ آپ پر جان و مال قربان کر دینے پر تیار رہا کرتے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلکر تکلیف اٹھائیں۔ لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت سب کو مساوات کی تعلیم دے رہے تھے کیا اور کسی بانی مذہب نے مساوات کی یہ مثال پیش کی ہے۔

ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے غلام کا واقعہ بھی کس طرح مساواۃ کا سبق دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور آپ کا غلام دونوں شام کی طرف ایک ہی سواری پر باری باری جا رہے تھے۔ اور شام میں آپ کے استقبال کو بڑے بڑے سردار و امرا آتے ہیں۔ مشرکین بھی آپ کو دیکھنے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ شام کے قریب پہنچے تو اسوقت غلام کی باری سوار ہونے کو آتی ہے چنانچہ غلام اونٹ پر سوار ہو جاتا ہے اور حضرت عمر اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل چلتے ہیں اور اس حالت میں شام پہنچ جاتے ہیں مشرکین یہ دیکھکر پوچھتے ہیں کہ کیا خلیفہ وہی جو اونٹ پر ہے لوگ جواب دیتے ہیں نہیں خلیفہ تو وہ ہے جو نکیل پکڑ کر پیدل آرہا ہے سوار تو ان کا غلام ہے۔ گو کہ آپ اسوقت خلیفہ وقت تھے اور آپ کو سوار ہو کر آنا بھی چاہئے تھا لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ آپ اسوقت لوگوں کو مساوات کی تعلیم د۔

سبحان اللہ کیا اس مساوات کی تعلیم کسی اور مذہب نے دی ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ قریش کی ایک عورت چوری کے فعل میں گرفتار ہوکر دربار نبوی میں حاضر کی جاتی ہے آپ اس کے متعلق ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری کرتے ہیں۔ بڑے بڑے قریش کو یہ ناگوار گذرتا ہے کہ ایک قریشیہ عورت کا ہاتھ کاٹا جائے۔ چنانچہ وہ بہت کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح سے یہ عورت اس سزا سے بچ جائے۔ آپ لوگوں کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ اے لوگو قسم خدا کی اگر میری پیاری بیٹی فاطمہؓ بھی اس فعل کی مرتکب ہوتی تو میں بلا پس وپیش اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ یہ اللہ کی حد ہے اور اس میں تغیر وتبدل کرنے والا پکڑا جائے گا۔ سچ تو یہی ہے کہ یہ تعلیم صرف مذہب اسلام میں ہے۔

اخلاق

اخلاق بھی اسلام کی ایک اہم اور اسکو ممتاز کرنے والی خصوصیت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ومحاسن الاعمال۔ میں بزرگ ترین اخلاق اور نیکوترین اعمال کی تکمیل کیلئے نبی بنایا گیا ہوں۔ اسلام نے بتلایا ہے کہ اخلاق محمودہ کے سرچشمے یہ ہیں۔ صبر عفت شجاعت۔ عدل۔ صبر نام ہے مصائب برداشت کرنے کا اور غصہ پی جانے کا۔ ایذا کے بدلے نرمی سے پیش آنا۔ بردباری۔ خاکساری وغیرہ کا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے اور اس کا بدلہ جنت ہے۔ عفت نام ہے رذائل وقبائح سے اجتناب کرنا۔ قولاً وفعلاً پاکیزگی اختیار کرنی۔ اور عفت سے حیا پیدا ہوتی ہے اور حیا کا اثر ہر ایک خلق نیک پر ہے عفت سے جھوٹ وبخل وبدکاری کا ستیاناس ہوجاتا ہے۔ شجاعت کہتے ہیں آپ اپنی عزت کو ملحوظ رکھنا۔ بدترین اخلاق سے دور رہنا۔ اپنی جان ومال سے دوسروں کی اعانت کرنا۔ طیش وغضب سے دور رہنا اپنے نفس کی باگ عقل کے سپرد کردینا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ لیس الشدید بالصرعۃ۔ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑدے۔ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لے۔

عدل کہتے ہیں اعتدال اخلاق اور افراط وتفریط کو چھوڑکر وسط کو اختیار کرنا۔ ہاں عدل بتاتا ہے کہ جود وسخاوت اسے کہتے ہیں جو بخل واسراف کے درمیان ہو۔ ہاں عدل بتاتا ہے کہ حیا وہ ہے جو ذلت وبے شرمی کے درمیان ہو۔ ہاں عدل بتاتا ہے کہ سخاوت وہ ہے جو جبن وتہور کا وسط ہو۔ ہاں عدل بتاتا ہے کہ حلم یہ ہے کہ تکبر واہانت کے بیچ بیچ ہو۔ تصریحات بالا سے ظاہر ہوگیا کہ اسلام نے اخلاق حسنہ کے بیان میں کس قدر زیادہ حصہ لیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین۔ معافی ودرگزر کو اپنی عادت بناؤ۔ نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو۔ اسی معنی کو تاکیداً بیان کرتے ہوئے آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں البر حسن الخلق۔ اچھے خلق ہی کا نام نیکی ہے۔ صحیحین میں مروی ہے خیارکم احاسنکم اخلاقا۔ نیک وبہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ اور حدیث میں بیان ہے کہ اچھے اخلاق والا اس درجہ کو حاصل کرلیتا ہے جس درجہ کو نفل نماز یا روزہ رکھنے والے حاصل کرلیتے ہیں۔

اسلام غیروں کے ساتھ بھی حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے ذمیوں کیساتھ بھی نہایت اچھا سلوک کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی تعلیم دیتے تھے کہ ذمیوں کو اپنے بھائی کی طرح سمجھو۔ اگر آپ کسی سے معاہدہ کرتے تھے تو جب تک وہ خود معاہدہ نہ توڑتا آپ ہمیشہ اس کی حفاظت کرتے۔ اور آپ کا سلوک قیدیوں کے ساتھ بھی نہایت فیاضانہ ہوا کرتا تھا۔ غیر قوموں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم۔ ان اللہ یحب المقسطین۔ والدین کے ساتھ سلوک کرنے کو فرمایا وبالوالدین احسانا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ اور فرمایا ولا تقل لھما اُفٍّ ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ یعنی ماں باپ کو کسی بات پر جھڑکو نہیں بلکہ نہایت نرمی و مروت سے بات کرو۔ پڑوس و یتیم و مساکین کے متعلق فرمایا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمٰی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم۔ یعنی ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ احسان و رواداری سے پیش آؤ اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ و غلاموں کے ساتھ بھی حسن سلوک اختیار کرو۔ اور دوسری جگہ فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ یعنی اللہ عدل اور احسان اور قرابت والوں سے فیاضانہ سلوک کرنے کو کہتا ہے اور بے حیائی و شرارت و ہر قسم کی برائیوں سے روکتا ہے۔ اسلام بتلاتا ہے کہ اخلاق رذیلہ کے منبع چار ہیں۔ جہل و ظلم و شہوت و غضب جہل کہتے ہیں وضع الشی فی غیر محلہ۔ یعنی بری شے کو بھلی اور بھلی شے کو بری شے کی جگہ میں رکھنا اس سے اسلام نے قطعاً منع کیا ہے اور ظلم بھی یہی ہے یعنی وضع الشی علی غیر محلہ جن سخاوت کے محل میں بخل اور بخل کے محل میں سخاوت اور سختی کے مقام نرمی اور نرمی کے مقام پر سختی اسلام اس کو قطعاً منع کرتا ہے۔

شہوت بتلاتی ہے کہ بخل و حرص و تنگدلی کو ترقی ہو اور غیر کے حصہ اور حقوق پر حملہ کیا جاوے اور وقار نفس و پارسائی کا خاتمہ ہو جائے اس سے بھی اسلام نے منع کیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃً وساء سبیلا۔ زنا کے قریب بھی ہرگز نہ جاؤ یہ بالکل بے حیائی و نہایت برا راستہ ہے۔ غضب سے کینہ و حسد و بغاوت پیدا ہوتے ہیں اسلام اس سے منع کرتا ہے۔ ایک صحابی کا واقعہ ہے وہ آنحضرت ؐ سے سوال کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول آپ مجھے کچھ نصیحت کیجئے اور متعدد بار سوال کرتا ہے آپ اتنا ہی متعدد بار جواب دیتے ہیں لا تغضب یعنی غیض و غضب سے دور ہو۔ کیا یہ اسلام کی ایک ممتاز خصوصیت نہیں ہے۔

حقوق

مسئلہ حقوق ایک بہت اہم مسئلہ ہے جبکہ اس جہالت کدہ دنیا میں ہر قسم کے ظلم و استبداد کا دور دورہ تھا اور ہر قسم کی خرابیاں پیدا ہو گئیں تھیں وہاں حقوق کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا خصوصاً عورتوں کو کوئی حق و حصہ نہیں ملتا تھا۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ عورت کی پیدائش کا سبب صرف یہی ہے کہ شوہروں کی خواہشات کو پورا کریں۔ عورتوں کو لونڈی سے بھی بدتر شمار کرتے تھے۔ عرب جو کہ دنیا کی جڑ ہے وہاں پر بھی عورتوں کیلئے کوئی

حق نہ تھا۔ حتی کہ باپ کے مرنے کے بعد مائیں بیٹوں کو وراثت میں ملتی تھیں اور بیٹا جس طرح چاہتا تھا اس کو اپنے تصرف میں لاتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کردینا ایک معمولی بات تھی۔ لیکن اسلام نے آتے ہی عورتوں کے حقوق کے متعلق بانگ دہل اعلان کردیا۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ کہ جس طرح عورتیں تمہارا پردہ ہیں اسی طرح تم بھی عورتوں کے لئے پردہ ہو۔ اور فرمایا ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف کہ جو حقوق مردوں کے ان پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر بھی ہیں اور اولاد کے متعلق فرمایا لا تقتلوا اولادکم خشیة املاق۔ تنگدستی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کیا کرو۔ اور فرمایا واذا الموٴدة سئلت بای ذنب قتلت۔ قیامت کے روز اس معصوم و مظلوم لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ تو کس جرم میں مار ڈالی گئی تھی۔ اور حکومت کے حقوق کے متعلق فرمایا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اپنے امیروں کی تابعداری کرو اور ذمیوں کے حقوق کے متعلق بتلایا کہ ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ بلکہ ان کے جان و مال کی حفاظت کرو حقوق العباد کے متعلق عام قانون فرمایا کہ اللہ کا حق معاف ہوجائے گا مگر حقوق العباد معاف نہ ہوں گے۔ اور غربا و مساکین و یتمی کے حقوق کے متعلق فرمایا فأت ذا القربی حقه والمسکین۔ قرابت داروں اور مسکین کے حق کو پورا کرو۔ کیا ان حقوق کا نمونہ کسی مذہب میں ہے۔

ہاں اسلام تو یہی چاہتا ہے کہ مسلم اللہ کا سچا بندہ۔ اہل دین کا کامل ہمدرد۔ والدین کا سعادتمند فرزند حقوق کا پورا محافظ اور وفادار۔ راست گو۔ صلح پسند۔ فساد کا دشمن۔ اور نسل انسان کا دوستدار ہو۔

علم ۔ علم بھی مذہب اسلام کی ایک اہم اور ممتاز خصوصیت ہے۔ موجودہ زمانہ میں علمی فضیلت کا بیان یا شرافت علمی کے دلائل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تمام عالم کے جملہ ممالک و اقوام نے علماً اور عملاً یہ تسلیم کرلیا ہے کہ علم کے برابر اور کسی صفت میں انسان کا درجہ نہیں۔ لیکن جس زمانہ میں اسلام کا آغاز عرب و حجاز میں ہوا۔ اسوقت تمام دنیا فضیلت علمی کے راز سے بالکل جاہل و غافل تھی۔ عرب تو نوشت و خواند سے بھی معرّی و مبرّا تھا اور ان کو اپنی اس حالت پر ناز بھی تھا۔ لیکن یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم محض نام کی تھی۔ پادریوں میں جو تعلیم پائی جاتی تھی وہ صرف بائبل کے حروف سیکھ لینے تک ہی محدود تھی۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی یہی حالت تھی بہت زیادہ ترقی ہوجانے پر بھی مہابھارت اور رامائن کے قصے پڑھ لینے کو منتہائے علم سمجھا جاتا تھا اور یہی حال چین و جاپان و ایران کا بھی تھا۔ یورپ قطعاً جہالت کدہ تھا۔ اسلام نے آتے ہی علم کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اور اسلام ہی علم و علماء کا حامی و ملجا بن گیا۔ اور اسلام نے ظاہر ہوتے ہی یہ کہدیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ازروئے مرتبہ کے سب سے بلند مومن اور عالم ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے یرفع الله الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ ہاں یہ فضل خداوندی ہی ہے کہ جس نے اسلام کے شروع ہی میں کہدیا۔ اقرا وربك الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم۔ اے نبیؐ اپنے رب کو یاد کرو۔ اور وہ وہ رب ہے جو بڑا کرم کرنے والا ہے اور اس نے قلم کے ذریعے سے علم کو پھیلایا۔ اور اسی نے انسان کو وہ علم عطا کیا جنکو وہ نہ جانتا تھا۔ ہاں اسی آیت سے علم کی حقیقت بخوبی معلوم ہوجاتی ہے

چونکہ علم حاصل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ علم کو حاصل کرکے اللہ رب العالمین کو اچھی طرح سے پہچان لیا جاوے اور اس کے احکام کو جان کر اس پر عمل کیا جاوے۔ یہ تو ضروری ہے کہ جب اللہ کو پہچان لیا جائے گا تو دل کے اندر اللہ کی خشیت بھی بہت ہوگی چنانچہ خود ارشاد خداوندی ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ علما ہی اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس ڈرنے کا نتیجہ کیا ہوگا جنت حاصل ہوگی۔ اور بہت بڑا مرتبہ ملیگا۔ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات صرف آنحضرتؐ ہی کو اللہ تعالیٰ نے علم نہیں عطا کیا بلکہ آنحضرتؐ سے پہلے جتنے انبیا ورسول مبعوث کئے گئے سب کو اللہ نے علم سے مالا مال کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو لیجئے آپ اپنے باپ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں یا ابت انی قد جاءنی من العلم۔ اے میرے باپ مجھے علم حاصل ہوگیا۔ حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واٰتینا داؤد وسلیمان علما۔ ہم نے داؤد وسلیمان کو علم عطا کیا۔ اسی طرح اور انبیا ورسل کو بھی اللہ تعالیٰ نے خزانہ علم سے مالا مال کر دیا تھا۔ جس طرح آپ کے خطابات والقاب قرآن مجید میں بیشمار ہیں اسی طرح آپ کی ایک توصیف ان الفاظ میں بھی بیان کی گئی ہے ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔ یعنی نبی تم کو علم وحکمت سکھاتا ہے اور وہ چیز سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ تاکید کے ساتھ یہ دعا کرنے کو بھی کہا قل رب زدنی علما الہی میرے علم کو خوب بڑھا۔

ہاں اور آپ ہی کی یہ تعلیم تھی طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اور اسی تعلیم کا اثر تھا کہ بدو اسلام سے ہر ایک قوم پر ابواب علم کشادہ ہوگئے۔ اور اندرون ہندوستان سے لیکر انتہائے سوڈان تک اور بلاد خراسان سے لیکر سرحد مراکش تک دروس علمیہ کا افتتاح خیر القرون ہی سے ہوگیا تھا۔ ہاں اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ جن دنوں سلطنت عباسیہ بغداد میں اور سلطنت امویہ اندلس میں اور سلطنت فاطمیہ مصر میں قائم تھیں۔ ان میں تنافس باہمی صرف ترقی علم اور حمایت علمار کی بابت پایا جاتا تھا۔ ہر ایک کی کوشش یہی تھی کہ اس کی سلطنت سب سے بڑھکر مربی علم وعلمار ثابت ہو۔ سمرقند کی رصدگاہ اندلس کی رسدگاہ کے مقابلہ میں موجود تھی۔ ہاں اگر بغداد نے علوم وفنون کو ہند وچین وتاتار تک پہنچا دیا تھا تو دسرا اندلس نے اٹلی وفرانس وجرمن کو دولت علم سے مالا مال کر دیا تھا ہاں یہ اسلام ہی کی برکت تھی کہ سلاطین اسلامیہ کے دربار میں یہودی عیسائی۔ ہندو۔ مصری۔ چینی۔ یونانی فلاسفر اسی طرح احترام کے ساتھ پرورش پا رہے تھے جس طرح حجازی۔ حضرمی۔ یمنی اور فرزندان مہاجر وانصار۔ علوم وفنون کے ساتھ ساتھ پرورش پا رہے تھے۔

ہاں اسی کی تعلیم کا اثر تھا کہ مشرق ومغرب وافریقہ میں مدارس عام کھلے ہوئے تھے یہ سب کچھ کیوں تھا اس لئے کہ مسلمان جانتے تھے کہ علم ہی حیات قلوب ہے نور البصائر ہے۔ شفار الصدور ہے۔ ریاض العقول ہے۔ ہاں علم ہی لذت الارواح اور علم ہی مونس متوحشین ہے۔ ہاں علم ہی وہ میزان ہے جسمیں اقوال وافعال واحوال وزن کئے جاتے ہیں۔ ہاں علم ہی وہ حاکم ہے جو شک ویقین وضلالت وارشاد میں فیصلہ کرتا ہے۔ ہاں علم ہی کے سبب سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے۔ ہاں علم ہی سے رب العالمین کی تحمید وتمجید وتوحید ہوتی ہے۔ ہاں علم ہی وہ راز ہے جو حلال وحرام

میں فرق بتلاتا ہے . . . . ہاں علم ہی وہ دولت ہے جس کی تلاش میں کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر طویل اختیار کیا تھا۔ ہاں علم ہی وہ بے بہا دولت ہے جس کے حاصل کرنے کیلئے بادشاہ دوجہاں سرورکائنات محبوب خدا۔ احمد مجتبیٰ رسول خدا۔ آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خدا سے یہی دعا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا۔ الٰہی میں تجھ سے فائدہ بخش علم کی درخواست کرتا ہوں۔ کیا اور کوئی مذہب ان خصوصیات کی نظیر پیش کرسکتا ہے؟

یہ اسلام کی بے شمار و ممتاز خصوصیات کے بحر ناپیدا کنار کے چند قطرے ہیں جو بساط کے مطابق مختصراً اس نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ✤ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

سانحۂ کربلا

(از آزاد صاحب الئوی اعظمی متعلم جماعت ہفتم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

کسی خاص واقعہ پر چند اصحاب قلم کی تحریریں مضامین کے بہت سے اجزا کو باہم ایکدوسرے سے متحد کردیتی ہیں اس لئے اگر یہ مضمون محترمی شوکت حسین صاحب پرتابگڈھی کے مضمون کے بعض اجزا سے متحد ہوجائے تو ناظرین معاف فرمائیں اور اسے ان کے مضمون کی پہلی قسط شمار کریں تاکہ مضمون بالتفصیل آپ کے سامنے آجائے۔ آزاد

محرم کا ہلال خونین شفق کے پردوں سے ظاہر ہوکر ابھی دنیا کو اچھی طرح دیکھنے بھی نہیں پاتا کہ نوحہ و ماتم کی پرشور آوازوں سے دنیا ماتم کدہ بن جاتی ہے۔ واقعہ کربلا کی یاد تازہ کرنے کیلئے محرم سال میں ایک مرتبہ ضرور آتا ہے لیکن جذبات کی محشر خیزیاں اور آہ و بکا کی دلگداز آوازیں اس واقعہ کی حقیقی یادگار نہیں بن سکتیں۔ سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی سے نہ تو شہید کربلا کی غم آگیں زندگی کی یادگار صحیح طریقہ سے منائی جاسکتی ہے اور نہ حسینؓ اور ان کے متعلقین سے اظہار ہمدردی کا یہ کوئی بہترین طریقہ منصور ہوسکتا ہے۔ کربلا کی خونچکاں داستان سے متاثر ہوکر اپنے امنڈتے ہوئے آنسوؤں کے طوفان سے ماہ محرم کا خیر مقدم کرنیوالے لوگ محرم کی دسویں تاریخ تک اپنی الفت و محبت کا تمام جذبہ کھوچکے ہیں اور ناموس ملت کی حفاظت کا ولولہ ان کی آنکھوں کی راہ سے آنسوؤں کے ساتھ بہہ جاتا ہے۔

واقعہ کربلا اور شہادت حضرت حسینؓ مسلمانوں کے دلوں میں اگر ناموس ملت کی حفاظت کیلئے ایک غیر فانی جذبہ پیدا نہ کرسکے تو فی الحقیقت محرم کے چند ایام میں گریہ وزاری نہ اسلام اور مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ حضرت

حسینؓ سے اظہارِ ہمدردی کا یہ کوئی بہترین ذریعہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کے بے پایاں احساس کا عالم تو یہ ہونا چاہئے کہ اس قسم کے واقعات سے متاثر ہو کر ملت اور ناموسِ ملت کی حفاظت کیلئے کمر بستہ ہو جائیں ؎

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے ✣ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

واقعہ کربلا مسلمانوں کے درسِ عبرت کیلئے کافی ہے اسلئے مستند تاریخی روایات کے مطابق میں اس اولوالعزم بہادر کے قتل کئے جانے کے حالات مختصراً آپ کے سامنے پیش کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔

جب ۳۵ھ میں خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ شہید کردیئے گئے اور منصبِ خلافت حضرت علیؓ کے قبضہ میں آیا تو انھوں نے چاہا کہ سبرۃ الجہنی کو بھیجکر شام کے امیر حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے اپنی خلافت کی بیعت لے لیں۔ لیکن معاویہ کو اس خیال نے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں حضرت علیؓ کا ہاتھ ضرور ہے اور وہ معاویہؓ کو شام کی امارت سے معزول کرنا چاہتے ہیں انھیں حضرت علیؓ کی بیعت سے باز رکھا۔ اُدھر بہت سے عاملینِ عثمانؓ جن میں عبداللہ حضرمی اور یعلی بن امیہ وغیرہ بھی تھے۔ عثمان کے خون کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان مختلف قسم کی شورشوں سے حضرت علی کو اپنی دورانِ خلافت میں سخت دشواریاں پیش آنے لگیں اور انھیں کبھی آرام نصیب نہ ہوا۔ شدہ شدہ حالات نے یہانتک طول پکڑا کہ حضرت علیؓ ابن ملجم کی خون آشام تلواروں سے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

حضرت معاویہؓ اور دیگر مخالفینِ علیؓ کو حضرت علیؓ کے انتقال کے بعد موقع مل گیا کہ ایک دوسری حکومت کا سنگِ بنیاد رکھیں۔ لیکن ابھی فضا سازگار نہ تھی اور حضرت علیؓ کے ماننے والوں کو حضرت علیؓ کی جگہ کسی دوسرے خلیفہ کی تلاش تھی۔ چنانچہ ان کی نظر حضرت حسنؓ پر پڑی اور قیس بن سعد نے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرکے لوگوں کو حضرت حسنؓ کی بیعت کی طرف متوجہ کردیا۔ حضرت علیؓ کے لشکریوں نے گرچہ حضرت حسنؓ کو حضرت علیؓ کا جانشین سمجھکر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی لیکن معاویہؓ کی قوت کو حضرت حسنؓ اپنی لشکروں سے پامال نہ کرسکتے تھے اسلئے مجبوراً انھیں معاویہ کے سامنے جھکنا پڑا اور وہ ان کی بیعت پر چند شرطوں کے ساتھ رضامند ہوگئے

حضرت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ کی شرطوں کے منظور کرنے میں پس وپیش نہ کرنا چاہئے تھا کیونکہ حضرت حسنؓ گرچہ قوت کے اعتبار سے معاویہ سے کمزور تھے۔ لیکن اگر وہ چاہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندان اور حضرت علیؓ کے فرزند ہونیکی حیثیت سے حضرت علیؓ کے ہمدردوں اور رسول اللہ صلعم کے گھرانے سے محبت کرنیوالوں کو متحد کرکے حضرت معاویہؓ کی قوت کا مقابلہ کرسکتے تھے لیکن ان کی صلح پسند طبیعت کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ مسلمان باہم کشت وخون کریں اس لئے انھوں نے معاویہ سے مقابلہ کا خیال ترک کردیا۔ معاویہ بھی اس معاملہ کو سمجھ رہے تھے اسلئے انھوں نے حسنؓ کی تمام شرطوں کے منظور کرلینے کا عہد کرلیا اور اس طرح حضرت حسنؓ کے متعلق آنحضرت صلعم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین طائفتین عظیمتین من المومنین۔

قبیلہ بنو ہاشم کو جن میں حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ خاص طور سے قابل ذکر ہیں حسنؓ کی یہ صلح ناگوار گذری اور انھوں نے اسے مسلمانوں کی بے عزتی خیال کیا۔ مگر حضرت حسنؓ برابر یہی کہتے رہے کہ مجھے امارت کیلئے مسلمانوں کے

خون سے ہاتھ رنگنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

بہرکیف اس ہنگامہ کے بعد حضرت معاویہ نے ایک نئی حکومت کا سنگِ بنیاد رکھا جو دولت امویہ کے ساتھ مشہور ہے لیکن خلافت راشدہ کے خلاف انھوں نے جو اہم قدم اٹھایا وہ یہ تھا کہ اپنی دورانِ زندگی میں اپنے خاندان سے کسی شخص کو اپنا ولیعہد مقرر کردیں اور اپنی رعایا اور عُمال سے اس کے لئے بیعت لے لیں تاکہ وفات کے بعد انتقالِ خلافت کا خطرہ باقی نہ رہے۔ انھوں نے اپنے اس اصول کے مطابق اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے یزید کیلئے لوگوں سے بیعت لینی شروع کردی اور ان کے بعد یزید بغیر کسی شورش کے خلیفہ ہوگیا۔

لیکن معاویہ کا یہ جمہوریت سوز رویہ بہت سے لوگوں کی طبیعت کے خلاف تھا اور کتنے لوگ تو جنھیں اہلبیت سے محبت تھی اور وہ چاہتے تھے کہ خلیفہ حضرت علیؓ ہی کی خاندان سے ہونا چاہئے۔ معاویہؓ ہی کی خلافت کے مخالف تھے۔ مگر ان کی یہ مخالفت معاویہ کے زمانہ میں کوئی مستقل صورت نہ اختیار کرسکی۔ البتہ یزید کی خلافت میں ابھری اور اس کے خونریز طرزِ عمل سے فنا ہوگئی۔

شہادت حسینؓ کے اسباب

اس طویل سلسلۂ تمہید کا مقصد یہ ہے کہ قتل حسینؓ یزید کے سیاسی معاملات سے متعلق تھا۔ ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عربی النسل مسلمان رسول عربی کی صداقت و حقانیت کا معترف اپنے کسی ذاتی بغض و عناد کی بنا پر بقول شیعہ حضرات نواسۂ نبیؐ کو متواتر تین یوم تک بھوکا پیاسا رکھکر اُسے قتل کرڈالے، اس کے معصوم بچوں کو کربلا کی تپتی ہوئی دھوپ میں تشنہ لب پریشان کرے اور اس کی حرم سراؤں کو دربدر پھرائے۔ جہاں میں نے شہادت حسینؓ کو یزید کے سیاسی معاملات سے متعلق بتلایا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر حضرت حسینؓ بقیدِ حیات رہتے تو یقیناً یزید کی حکومت خطرہ میں تھی اسلئے اس کی بنیاد مضبوط کرنے کیلئے یزید کو قتل حسینؓ ہی میں فائدہ نظر آیا اور اس نے اس جرم کے ارتکاب کے وقت اس کا مطلقاً خیال نہ کیا کہ میری تلوار کے نیچے نواسۂ نبیؐ کی گردن ہے یا کسی غیر کی۔

تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ لوگوں نے حکومت کی حرص میں باپ بھائی اور بیٹوں تک کو قتل کردیا ہے اسلئے اگر حکومت کی پیش نظر یزید سے قتلِ حسینؓ کا جرم سرزد ہوجائے تو تعجب نہیں کیا جاسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ معاویہؓ سے حسنؓ کا نامہ و پیام حضرت حسینؓ کی تکلیف کا باعث تھا اور وہ خلافت کا حقدار معاویہؓ سے زیادہ اہلبیت ہی کو سمجھتے تھے اسی لئے جب معاویہؓ نے یزید کے لئے اہل مدینہ سے بیعت لینی چاہی تو حسین بن علیؓ اور ان کے چند ہمدرد (عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ۔ عبداللہؓ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرؓ) نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا اسوقت معاویہؓ کو عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کی نرم دلی اور عبداللہ بن عمرؓ کے زہد و ورع سے امید تھی کہ یزید کے مقابلہ میں سیاسی ہنگامہ آرائیوں کے وقت ان کی مخالفت کسی اہم نتیجہ کی حامل نہ ہوگی اس لئے انھوں نے اپنی وصیت میں یزید سے کہدیا کہ ان کے قصور پر ان کی دار و گیر نہ کی جائے بلکہ انھیں معاف کردیا جائے۔

معاویہ کے نزدیک یزید کے حق میں سب سے زیادہ خطرناک حسینؓ اور ابن زبیر تھے لیکن رسولؐ سے قرابت کے باعث

معاویہؓ نے یزید کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ حضرت حسینؓ کو موت کے گھاٹ اتارے البتہ ابن زبیرؓ کے ہلاک کر دینے کی انھوں نے اجازت دیدی تھی۔

فی الحقیقت یزید کیلئے حسینؓ، ابن زبیرؓ سے بھی زیادہ ضرر رساں تھے کیونکہ ان کے اہلبیت اور فرزند علیؓ ہونے کی حیثیت سے علیؓ کے ہمنواؤں اور اہلبیت سے محبت رکھنے والوں کی تمام طاقتیں ان کے ایک اشارۂ چشم پر حرکت میں آنے کیلئے تیار تھیں اور وہ جب چاہتے یزید کے قصر خلافت کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے اسلئے یزید پر ضروری تھا کہ اس فتنہ کو ابھرنے سے پہلے ہی ختم کردے اور اس کا حل بجز حسینؓ کے قتل کر دینے کے اور کچھ نہ تھا اسلئے وہ اپنے باپ کی وصیت کے خلاف مجبوراً حسینؓ کے قتل کیلئے تیار ہو گیا۔

اُدھر یزید قتل حسین کی تدابیر پر غور کر رہا تھا۔ ادھر حالات اس کیلئے سازگار فضا پیدا کرنے لگے۔ اہل کوفہ نے جب وفات معاویہؓ اور امارت یزید کی خبر سنی تو ان کے دل میں ایکمرتبہ پھر اہلبیت کی محبت چٹکیاں لینے لگی اور انھوں نے چاہا کہ حضرت حسینؓ کو بلا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اس مہم کے انجام دینے کیلئے انھوں نے اپنے سردار سلیمان بن صرد الخزاعی کے یہاں ایک کمیٹی کی اور متفقہ طریقے سے یہ رائے پاس ہوئی کہ حضرت حسینؓ کو خطوط لکھے جائیں جن میں ان کی بیعت پر آمادگی کا اظہار کیا جائے۔

اسی معاملہ کے دوران میں مدینہ کے عامل ولید بن عتبہ کو یزید کا مندرجہ ذیل متن پر مشتمل ایک خط موصول ہوا۔ اما بعد فخذ حسینا وعبد اللہ بن عمر وابن الزبیر اخذ الیس فیہ رخصۃ حتی یبایعوا والسلام۔ یعنی تم حسینؓ عبداللہ بن عمرؓ اور ابن زبیرؓ کو تاوقتیکہ وہ بیعت نہ کریں گرفتار کرلو۔ ولید بن عتبہ گرچہ بنوامیہ کی طرف سے مدینہ کا عامل تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ حسینؓ سے بری طرح پیش آئے اس لیے اس نے ان کو اپنے پاس بلا کر وفات معاویہؓ کی خبر دی اور یزید کی بیعت کیلئے استفسار کیا۔ حضرت حسینؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں بیعت کیلئے اسوقت تک آمادہ نہیں ہوسکتا جب تک تمام لوگ یزید سے بیعت نہ کرلیں۔ اس معاملہ میں میں عوام کے ساتھ ہوں اگر تم انھیں بیعت کی دعوت دو اور ساتھ ہی ساتھ مجھے بھی، تو میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہوسکتا ہے۔

اس مختصر سی گفتگو کے بعد ولید نے انھیں واپس جانے کی اجازت دیدی اور وہ وہاں سے واپس آکر مدینہ روانہ ہوگئے اِدھر اہل کوفہ کا جوش دن بدن بڑھتا گیا اور انھوں نے اپنی منظور کردہ رائے کے مطابق حضرت حسینؓ کے پاس خطوط بھیجنے شروع کر دیئے جن میں اس بات کا اطمینان دلایا جاتا کہ ہم یزید کی خلافت سے متنفر ہیں اور آپ کے حلقہ بگوش رہنا چاہتے ہیں۔ جب خطوط کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب پہنچ گئی اور حضرت حسینؓ اہل کوفہ کے بے پایاں جذبات کا اچھی طرح اندازہ کر چکے تو انھوں نے ذیل کے خط کے ساتھ اپنے بھائی مسلم بن عقیلؓ کو ان کی طرف روانہ کیا کہ وہ وہاں کی سازگار فضا دیکھکر مجھے مطلع کریں تو میں کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤں۔

اما بعد فانی فہمت کل الذی اقتصصتم وقد بعثت الیکم باخی وابن عمی وثقتی من اھلبیتی مسلم بن عقیل وامرتہ ان یکتب الی بحالکم وامرکم ورایکم فان کتب الی انہ قد اجتمع رای ملئکم وذوی الحجی

منکم علی مثل ماقدمت بہ رسلکم اقدم الیکم وشیکا ان شاء اللہ فلعمری ما الامام الا العامل بالکتاب والقائم بالقسط والدائن بدین الحق والسلام۔ یعنی حمد باری کے بعد میں تمہاری تمام کیفیتوں اور حالتوں کو سمجھ رہا ہوں اور تمہاری طرف اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو روانہ کر رہا ہوں تاکہ وہ تمہاری حالت اور تمہاری رائے کا اندازہ کرکے مجھے مطلع کریں اگر انھوں نے تمہارے سفیروں کے بیان کے مطابق تمہاری جماعت اور تمہارے اولوالعزم اہل الرائے کو میری طرف مائل پایا تو یقیناً مجھے تمہارے پاس آنے میں کچھ پس وپیش نہ ہوگا۔ بخدا امام صرف عامل بالکتاب اور عادل ومتدین شخص ہی ہو سکتا ہے والسلام۔

مسلم پوری رازداری کے ساتھ یہ خط لئے ہوئے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن کوفہ کے عامل نعمان بن بشیر کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے چاہا کہ اس فتنہ کو ابھرنے سے پہلے دبا دے اس لئے اس نے لوگوں کو اپنی ایک تقریر کے دوران میں اس خیال سے باز رہنے کی تلقین کی۔ مگر اہلبیت سے محبت کرنے والے شیعان علیؓ پر اس معمولی سی تلقین کا کیا اثر ہوتا؟ مجبوراً نعمان نے یزید سے مطالبہ کیا کہ یہاں کوئی بے رحم گورنر مقرر کر دیا جائے جو لوگوں کو اپنی سختیوں سے تمہاری بیعت سے منحرف نہ ہونے دے اہل کوفہ کی بیعت شکنی یزید کے لئے ایک عظیم الشان شورش اور انقلاب کا پیش خیمہ تھی اس لئے اس نے نعمان کی جگہ عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا دیا تاکہ وہ اپنے آہنی ہاتھوں سے جلد از جلد اس فتنہ کو فرو کر سکے۔ عبیداللہ کی سختیوں نے مسلم کو پریشان کر دیا تھا چنانچہ وہ ہانی کے گھر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ گرچہ اسوقت مسلم کے ہاتھ پر بارہ ہزار افراد بیعت کر چکے تھے لیکن عبیداللہ کا مقابلہ ان کے امکان سے باہر تھا بالآخر حضرت مسلم گرفتار کر لئے گئے اور محمد بن اشعث نے انھیں قتل کر دیا۔

ادھر حضرت حسینؓ کو مسلم بن عقیل کا خط مل چکا تھا جس میں انھیں کوفہ کی طرف روانہ ہو جانے کا مشورہ تھا اس کے ملتے ہی حضرت حسین نے کوفہ کا قصد کیا گرچہ عمرو بن عبداللہ بن حارث بن ہشام اور عبداللہ بن عباس نے انھیں اس خیال سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی اور اہل عراق کی بدعہدیوں کو ان کے سامنے دھرایا لیکن حضرت حسینؓ اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔

حضرت حسینؓ کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں راستہ میں فرزدق شاعر سے ملاقات ہوتی ہے اور اس سے وہاں کے حالات دریافت فرماتے ہیں وہ کہتا ہے۔ "اہل کوفہ کا دل آپ کے ساتھ ہے تلواریں بنو امیہ کے ساتھ اور موت اپنا منہ کھولے کسی جاں ستاں ہنگامے کا انتظار کر رہی ہے" اس خبر سے بھی حضرت حسینؓ کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکے اور برابر بڑھتے چلے گئے جب مقام ثعلبیہ میں پہنچے تو بعض بہی خواہوں نے مشورہ دیا کہ اب کوفہ میں آپ کا کوئی یار و مددگار نہیں مناسب یہی ہے کہ آپ وہاں کا قصد نہ فرمائیں۔ لیکن بنو عقیل نے کہا کہ "بخدا ہم مسلم کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں لوٹ سکتے گرچہ قتل ہی کیوں نہ کر دیئے جائیں" اس طرح لوگوں کے باربار مشورے کے باوجود حضرت حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو شہادت کشاں کشاں کوفہ کی طرف لئے جا رہی تھی۔

ہنگامۂ کربلا

حُر بن یزید تمیمی نے جو ایک ہزار شہسواروں کی جمعیت کے ساتھ حسینؓ کی تلاش میں نکلا تھا۔ آکر انھیں گھیر لیا۔ حضرت حسینؓ نے حُر کے سامنے اہل کوفہ کے دعوت ناموں اور اپنے آنیکے وجوہ واسباب

کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں مدینہ واپس جانے کیلئے تیار ہوں لیکن اس نے ایک نہ سنا اور آپ کو لیکر عبید اللہ بن زیاد کی طرف روانہ ہوگیا۔ ابھی آپ مقام نینوا ہی میں تھے کہ حضرت حسینؓ سے مقاتلہ اور حرکی معاونت کیلئے ابن زیاد کی طرف سے ایک کمک پہنچ گئی جس کا سپہ سالار عمر بن سعد بن ابی وقاص تھا۔ حضرت حسینؓ نے اس کے سامنے بھی اپنے واپس جانے کا خیال ظاہر کیا مگر اس نے ابن زیاد سے مشورہ کئے بغیر حسینؓ کو واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ جب ابن زیاد کے پاس عمر کا خط پہنچا تو اس نے جواب میں لکھا کہ اگر حسینؓ یزید کی بیعت کرلیں تو خیر ورنہ ان پر پانی بند کردیا جائے حضرت حسینؓ ابن زیاد کے ان مطالبات کو کب ماننے والے تھے اسلئے نتیجہ ظاہر تھا۔

جب حضرت حسینؓ پر بہت سختیاں کی گئیں اور پانی کے تمام وسائل بند کردیئے گئے تو حسینؓ ابن زیاد کے لشکروں سے لڑنے کیلئے تیار ہوگئے اور دو محرم پنجشنبہ ۶۱ھ کو یہ خونیں جنگ شروع ہوگئی۔ کربلا کی تپتی ہوئی زمین، پانی کا نہ ملنا اور آدمیوں کی قلت یہ ایسی چیزیں تھیں جس سے حضرت حسینؓ عمر کا مقابلہ نہ کرسکتے تھے۔ آج سے پہلے حضرت حسینؓ کے ہمراہیوں میں سے بہت سے لوگ شہید ہوچکے تھے اس پر عورتوں بچوں اور بچیوں کی تشنگی و بیچینی حضرت حسینؓ کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کا باعث بن گئی اس لئے آج دس محرم کو لڑائی پورے جوش و خروش سے ہوئی اور حسینؓ شہید کردیئے گئے

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کے ہمراہیوں میں بہتر افراد قتل ہوئے اور ابن زیاد کے لشکر کے کل اٹھاسی آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد دشمنوں نے حضرت حسینؓ کی لڑکیوں، بہنوں اور ان کے سر کے ساتھ ابن زیاد کی طرف کوچ کیا۔ اس قافلہ کے ہمراہ علی بن حسینؓ بھی تھے جو بیماری سے نحیف اور کمزور ہورہے تھے۔ جب ابن زیاد کے سامنے حضرت حسینؓ کا سر پیش کیا گیا تو اس نے اسے پورے قافلہ کے ساتھ یزید کے پاس بھیجدیا اور اس طرح یہ دلدوز واقعہ اختتام پذیر ہوا۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کیا حضرت حسینؓ کا قتل ہمیں صرف رونے پیٹنے اور نوحہ و گریہ ہی کا سبق دیتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!! بلکہ یہ واقعہ ہمارے لئے (اگر ہم غور کریں) عبرت کا ایک سبق ہے۔ کاش ہم سال میں ایک مرتبہ آنے والے محرم کے دن شہادتِ حسینؓ کی یاد تازہ کرکے اپنے اندر ناموس ملت کی حفاظت کا کوئی جذبہ پیدا کرسکیں۔ اور اپنی متحدہ مساعی اور زور بازو سے اپنے گذشتہ عروج کو حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کردیں۔ اس حادثۂ المیہ کو یاد کرکے غالب کا یہ شعر بار بار زبان پر آتا ہے ؎

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا + فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوف گلخن پر

سانحہ کربلا اور درسِ حقگوئی

(از جناب شوکت حسین صاحب شوکت پرتاب گڈھی)

چند دنوں کے بعد ہلال محرم طلوع ہونیوالا ہے۔ اس طلوع ہونے والے چاند اور اس (ذی الحجہ کے) چاند میں جو اپنی حرکت مقررہ پوری کرکے رخصت ہو رہا ہے بالکل اختلاف نہیں ہوتا۔ زیبائی و تابناکی میں دونوں یکساں ہوتے ہیں اور دونوں ایسے تاثرات کے حامل ہوتے ہیں کہ ان کے دیکھتے ہی ذہن دو تین ہزار سال پیچھے ہونیوالے واقعات و حوادث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ نظروں کے سامنے تمام واقعات اس طرح پھرنے لگتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا یہ ہمارے دیکھے ہوئے ہیں۔

ان میں سے ایک ہمیں یاد دلاتا ہے کہ دو تین ہزار سال قبل تمہارے ہی جیسے اسی پردۂ زمین پر ایک انسان تھا جس کی نشو و نما کفر و ظلمت میں ہوئی تھی مگر وہ ہدایت پاکر ایک نور لایا اور لوگوں کو اس کی طرف آنے کی دعوت دی لیکن کسی طرف سے صدائے لبیک نہ بلند ہوئی۔ بادشاہ جل گیا۔ قوم دشمن ہوگئی۔ ملک و شہر والے برافروختہ ہوگئے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ گھر والے اور ان میں بھی باپ سب سے زیادہ خار کھا بیٹھا۔ طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ ہر طرح ستایا گیا۔ دہکتے ہوئے شعلوں اور بھڑکتے ہوئے انگاروں میں پھینک دیا گیا مگر قدرت خداوندی نے اسے گلزار بنا دیا۔ پھر ان تمام ہیبک امتحانات کے بعد اس چیز کی آزمائش کی گئی جس میں کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے مگر وہ ثابت قدم رہا۔ عالم رویا میں اشارۃً بیٹے کی قربانی کا مطالبہ کیا گیا۔ صبح اٹھتے ہی بیٹے کے پاس پہنچے اور فرمایا یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ بیٹا بھی اس کا تھا جو اپنے جذبات محبت کو پامال کرکے اس امر کا تہیہ کرکے آیا تھا کہ جلد از جلد اسکی تعمیل کرے۔ پھر بھلا اس سے کس طرح اس بات کی توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ انکار کرنے کی جرأت کریگا۔ چنانچہ اس نے کہا اے باپ! آپ کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ بلا پس و پیش کر ڈالئے۔ میں خدائے تعالیٰ سے پر امید ہوں کہ وہ میرے قدموں کو لغزش و ڈگمگاہٹ سے بچا لیگا یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین۔ (قرآن حکیم)

دوسرا ہمارے سامنے ۱۳ صدی قبل کی نقشہ کشی کرتا ہے۔ جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کرب و بلا میں سردھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ انھیں معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا میں استبداد پسند اور ظالم قوتیں کارفرما تھیں۔ ایک شخص کے بادشاہ و فرمانروا بننے کیلئے صرف یہی سب سے بڑی وجہ جواز ہوتی تھی کہ اسے کسی سردار یا فرمانروا کا فرزند ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تمام دنیا میں شخصی حکومتیں قائم تھیں۔ لوگ جمہوریت سے قطعًا ناواقف تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ کیا کبھی ایک دور یہ بھی آئے گا جبکہ عوام الناس رعایا پر اپنا حاکم و فرمانروا منتخب کرینگے۔ رؤساء ملک و عمائدین سلطنت آرام کیا کرتے تھے اور مزدور و غریب لوگ ان کے مظالم کے تختۂ مشق بنے رہتے تھے۔

دفعتاً یکایک ظلمتکدۂ عرب سے ایک سراج منیر نمودار ہوا جس نے سارے عالم کا نقشہ بدلدیا۔ جس کی تعلیم قانون فطرت کے موافق تھی۔ جو ایک ہمہ گیر ضابطہ و قانون لیکر آیا تھا۔ اس نے جہاں دنیا کی روحانی تشنگی مٹائی وہاں زندگی کے دیگر شعبہ جات میں بھی تبدیلیاں کیں۔ اسنے دنیا کے وضع کردہ غلط اور جابرانہ قانون سلطنت کو توڑکر اس کی بنیاد عدل و انصاف پر قائم کی۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص محض اسوجہ سے کہ اس کا باپ بادشاہ تھا بادشاہی کا زریں تاج حاصل نہیں کرسکتا۔ اور نہ کوئی ایسا فرمانروا ہوسکتا ہے جو کروڑہا بندگان خدا کی قسمتوں کا فیصلہ صرف اپنی شخصی وانفرادی رائے سے کرلینے کا مجاز رکھتا ہو" آپ حسب ذیل ایک ایسا قانون وضع کرکے گئے جس کے ماتحت آپ کے بعد خلفا کا انتخاب ہوتا رہا۔ آپ نے فرمادیا:۔

(۱) بادشاہ رائے عامہ سے منتخب ہو۔ اور اس کے لئے حسب ذیل شرائط مقرر کئے۔ عادل ہو۔ خادم خلق اور نیک ہو امین و دیانت دار ہو۔

(۲) وہ اپنی انفرادی رائے سے جو کچھ چاہے نہ کر بیٹھے۔ بلکہ ایک دارالندوہ (پارلیمنٹ) مقرر کرے جس میں بیٹھکر عوام کے نمائندے اور اصحاب خبیر قوانین بنائیں۔

(۳) عوام و خواص اس کی نظروں میں برابر ہوں۔ حق کے سامنے کسی بڑے یا عزیز و محب کی بڑائی و محبت کا خیال نہ کرے چھوٹوں کی دادرسی کے راستہ میں ان کی غربت کو حائل نہ کرے۔

(۴) عام مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسی حکومت کے جاری کردہ قوانین کی پیروی کریں۔ لیکن اگر انھیں کوئی ایسا فعل نظر آئے جو شرع کے خلاف ہو مذہب کیلئے باعث ننگ ہو تو پھر ان پر فرض ہوجاتا ہے کہ پوری قوت کے ساتھ اس کا استیصال کریں۔ مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ۔ یعنی کسی ناجائز بات کو دیکھکر اپنی قوت سے اس کو مٹا دو۔ اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی کا اعلان کردو، اگر یہ بھی بس سے باہر ہو تو کم از کم دل ہی میں اس سے نفرت کرو لیکن یہ ضعیف تر ایمان کی علامت ہے۔

چنانچہ آپ کے بعد حضرت حسنؓ تک اسی قانون پر عمل کیا جاتا رہا۔ مصالحت حسنی کے بعد اگرچہ حضرت امیر معاویہ رضؓ اس نہج پر امیر نہیں منتخب کئے گئے جس پر کہ ان کے پیشتر منتخب کئے جاتے تھے مگر آپ کی امارت کو خلافت راشدہ کا ایک جزو کہا جاسکتا ہے کیونکہ آپ کا طرز حکومت باستثنائے چند وہی تھا جو خلفائے اربعہ کا تھا مگر جب ان کا بھی انتقال ہوگیا تو بجائے اس کے کہ مسلمان کسی کو اپنا امیر و والی مقرر کرتے۔ یزید نے جبراً اپنی بیعت لینی شروع کردی۔ جس کی ابتدا خود حضرت امیر معاویہ ہی کے دور میں ہوچکی تھی۔ اور اس طرح آنحضورؐ کی جمع کردہ جمہوریت کے پرخچے اڑا دیئے گئے اور نہ صرف یہ کہ قیصر و کسریٰ کی پیروی کی گئی بلکہ اس نے اپنا طرز معیشت ایسا اختیار کیا جس کی اجازت مذہب کسی صورت میں بھی نہیں دیسکتا۔ اور نہ مسلمان کسی صورت میں اسے پسند کرسکتے تھے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس نے کارندے اور عمال ایسے لوگوں کو بنایا جو کہ ہر خلاف شرع فعل اور ظلم و جور میں دو چار قدم اس سے آگے ہی رہتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز نواسے تھے اور جن کی رگ رگ نخ نخ میں ہاشمی خون جوش مار رہا تھا یہ برداشت نہ کر سکے۔ اس کی بیعت کرنے سے صاف انکار کردیا۔ علی الاعلان امر حق کی اشاعت کرنے لگے۔ اور اس بات کی کوشش میں لگ گئے کہ دنیا کے سامنے اس چیز کا صاف اظہار کردیں کہ قانون محمدوہ نہیں جو آج یہاں رائج ہے۔ ایک عرصہ تک آپ اس کی تبلیغ کرتے رہے۔ مگر جب آپ نے دیکھا کہ یہ فتنہ اس طرح فرو نہیں ہوسکتا اور اس سے بھی فزوں تر کسی چیز کا طالب ہے۔ اور یہاں جہاد باللسان نہیں بلکہ جہاد بالسیف کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت کارگر نہیں ہوسکتی تو وہ میدان رزم میں کود پڑے۔ اور کربلا کی بے آب و گیاہ زمین میں بہتر کاسے کے ساتھ ظلم وجور کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے پروانہ وار شمع شہادت پر قربان ہوگئے اور اس بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا کہ دنیا عش عش کراٹھی۔ اقربا و اعزہ اور خاص خاص رشتہ داران کی نظروں کے سامنے بیدردانہ ہلاک کردیئے گئے۔ مگران کے پائے عزم و استقلال کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں یتیم ہوگئیں۔ بہنوں اور دوسری رشتہ دار عورتوں کا کوئی سہارا نہ رہا جوان بیوی بیوہ ہوگئی۔ مگر کسی کا خیال ان کے دل میں میل نہ لاسکا۔

یہ جگردوز حادثہ سلسٹہ میں پیش آیا تھا۔ آجتک نہیں معلوم دنیا کتنا آنسو بہا چکی ہے اور کسقدر درد و کرب رنج وغم کی صدائیں بلند ہوچکی ہیں۔ مگر افسوس وصد ہزار افسوس کہ دنیا اس پیغام کو نہ سمجھ سکی۔ جس کی تکمیل کے لئے حسین ؓ نے جان دی تھی۔ کاش حسین ؓ کو معلوم ہوتا کہ اس کے نام لیوا۔ اس کی محبت کے دم بھرنے والے۔ اس کی یادگار منانے والے اس کے ساتھ یزید وعبیداللہ سے بھی بدتر سلوک کررہے ہیں۔ آج ایسے لکھوکھا افراد مل سکتے ہیں۔ جو گلا پھاڑ کر یا حسین ؓ کے نعرے لگاتے ہیں۔ مگر ان کے قلوب ان نعروں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ اس خیالی حسین سے بخوبی واقف ہیں جو دولت وحکومت کیلئے بےبسی ولاچاری کے عالم میں کربلا کے کنارے جامرا، مگر وہ اس حقیقی حسین ؓ سے قطعاً ناواقف ہیں۔ جو اعلائے کلمۃ الحق کرتا ہوا اور ظلم وجور کے خلاف آواز بلند کرتا ہوا خود شیعان علیؓ کے ہاتھوں نہایت ہی بیدردی سے اپنے دوسرے جاں نثاروں کے ساتھ قتل کردیا گیا۔

یہ خونیں ہنگامہ۔ زہرہ گداز واقعہ۔ الم انگیز سانحہ۔ اور جگر دوز حادثہ نہیں معلوم اپنے اندر کس قدر عبرت وموعظت کے خزانے رکھتا ہے۔ یہ واقعہ بعض اعتبارات سے تاریخ اسلام میں انوکھا واقعہ تھا وہ حسین ؓ سرفروش راہ آزادی تھا جس نے دنیا میں سب سے پہلے جمہوریت کیلئے اپنی جان دی۔ اس عظیم الشان قربانی کی یادگار دنیا نے ہمیشہ منائی اور بقول علامہ آزاد " بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اسقدر آنسو نہ بہے ہوں گے جس قدر اس حادثہ پر بہہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس میں تیرہ سو محرم گذر چکے اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا امام حسین علیہ السلام کے جسم خونچکاں سے جسقدر خون دشتِ کربلا میں بہا تھا۔ اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم والم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے!"

جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے دنیا نے ہمیشہ اس واقعہ کی یادگار منائی ہے اور جب تک دنیا میں دو قوتیں (حق و باطل)

برسرپیکار ہیں اس کی یادگار منائی جاتی رہے گی۔ جبکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس حادثہ الیمہ کی یادگار منائی جائے تو اس سے پیشتر کہ ہم آگے بڑھیں یہ سوچ لینا چاہیئے کہ یہ یادگار کس پیمانہ پر کیجائے اور اس اہم ترین تقریب کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کیا کیا طریقے اختیار کئے جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محرم کے آتے ہی راگ باجوں اور ڈھول تاشوں سے فضا گونج اٹھتی ہے۔ عورتیں اور بچے جوان و پیر سبز کپڑے پہننا لازمی سمجھتا ہے۔ فلک بوس علم اٹھتے ہیں۔ گنگا اور بھری کے کرتبوں کی نمائش کی جاتی ہے۔ بتاشہ اور مالیدہ کی نذریں چڑھتی ہیں۔ پیشہ ور نوحہ خوانوں اور ذاکروں کی جماعتیں ہاؤ ہو مچاتی ہیں شیرمالوں کی تقسیم ہوتی ہے۔ دلدل کی نقل اور جھولے کی تمثیل کی جاتی ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ عشرہ اول کے ختم ہوتے ہی یہ سارے ہنگامے موت کی نیند سو جاتے ہیں۔ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے قربانیٔ حسینؓ کی یادگار کا پورا حق ادا کر دیا اور اس سرفروش راہ حریت کی پوری اتباع کر لی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قربانیٔ حسینؓ کا مقصد یہی تھا۔ جواب یہ ہے کہ نہیں۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ آجکل یہی سمجھا جا رہا ہے۔ اور اس طرح حق و صداقت کے اس فلسفہ کی توہین کی جا رہی ہے جو کہ اس حادثۂ الیمہ کی تہ میں مضمر تھا۔

کیا آنسوؤں کی روانی۔ فلک پیما چیخیں۔ سینہ کوبی۔ اور طوفان گریہ و ماتم قربانیٔ حسین کے مقصد کو پورا کر سکتے ہیں۔ اگر شہید کربلا کا خون بانس کی کھپچیوں۔ بتاشہ و مالیدہ۔ دلدل کی تمثیل۔ جھولے کی نقل شیرمالوں کی تقسیم۔ گنگا بھری کی نمائش، سبز کپڑے۔ ڈھول و تاشہ۔ شاندار و فلک بوس علم کا مطالب ہے۔ تو پھر درحقیقت یہ دردانگیز سانحہ کوئی اہم چیز نہیں۔ تاریخ اسلام ہزار ہا ایسے حوادث پیش کر سکتی ہے جو عبرت و موعظت کے بیشمار خزانوں کے حامل ہیں۔ اور جو درحقیقت اس کے مستحق ہیں کہ ان کی یادگار منائی جائے۔ لیکن اگر یہ چیزیں اس مقصد کو پورا کر سکتی ہیں تو میرے نزدیک ہمارے ہندو احباب دسہرہ وغیرہ کی تقاریب پر اس سے کہیں زیادہ جوش و خروش کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اگر حقیقت واقعہ یہ نہیں ہے اور یقیناً یہ نہیں ہے تو پھر شہادت حسینؓ آپ سے چاہتی ہے کہ آپ بھی جبر و استبداد کا مقابلہ کریں کمزوری و فلاکت کا حیلہ تراشے ہوئے بغیر ہر اس قوت و طاقت سے ٹکرا جائیں۔ جو حق کی مخالف اور باطل کی دعویدار ہو۔ ظاہری اسباب اور مادی وسائل کی کثرت تنگ دل نہ کر دے۔ کیونکہ اعلان حق کبھی اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہوتا۔ حق گو اشخاص جہاں کہیں پائے گئے کمزور پائے گئے، اور ان میں سے بھی اکثر مظلوم و نامراد قتل کر دیئے گئے۔ مگر دنیا کا اٹل فیصلہ ان کے فاتح ہونے کے متعلق ہے۔ پس حکومت کا رعب و داب، مال و منال کا حرص۔ جسم و جان کا خوف۔ بال بچوں کی پریشانی کا خیال۔ پاس مراتب۔ لحاظ عظمت۔ کسی بزرگ کی بزرگی۔ کسی عزیز کی محبت۔ اجارہ کا خیال۔ دنیا کی رسوائی۔ لوگوں کے طعنوں کا تصور اگر حق کی راہ میں روڑا بن کر رکاوٹ پیدا کریں تو ان کو عزم حق پرستی سے پاش پاش کر دیا جائے۔ یعنی سینہ سے گرم خون کا فوارہ نکل رہا ہو۔ ہر چہار جانب سے یورشیں ہو رہی ہوں۔ خنجر قلب و جگر میں پیوست ہو۔ نیزے کی انی سینے پر رکھی ہوئی ہو۔ باطل پرستوں کی تلواریں سر پر چمک رہی ہوں۔ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈھکیلا جا رہا ہو۔ بھیڑیوں اور درندوں کے مہیب غاروں میں ڈالنے کیلئے لے جایا جا رہا ہو۔ اور ایسی حالت میں زبان اعلان حق کر رہی ہو۔ حادثہ کربلا ایسی قربانی کا مطالب ہے

نہ گریہ و ماتم آہ و بکا کا۔ آج بھی کربلا کا ہر ذرہ حسب ذیل تقریر حسینی با آواز بلند دہرا رہا ہے۔

"اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے۔ خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے۔ عہد الٰہی شکست کرتا ہے۔ سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے۔ خدا کے بندوں پر گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اس کی مخالفت کرتا ہے نہ اپنے قول سے۔ تو ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں، رحمان سے سرکش ہو گئے ہیں، فساد ظاہر ہے۔ حدود معطل ہیں مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھیرایا جا رہا ہے میں ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں تمہارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لیکر پہونچے تم عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کروگے نہ مجھے دشمنوں کے حوالہ کروگے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمہارے لئے راہ ہدایت ہے کیونکہ میں حسین بن علی ابن فاطمہ رسول اللہ کا نواسہ ہوں میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے میرے بال بچے تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں۔

معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدلدیا منہ پھیر لیا۔ نیکی سے خالی ہو گئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے حقیری زندگی رہ گئی ہے ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈالدیا گیا ہے۔ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں لقائے الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے۔

دو ایک بار پھر دیکھ جاؤ معلوم ہو جائے گا کہ قربانی حسین کا مقصد کیا تھا اور وہ ہم سے کس چیز کی خواہاں ہے۔ ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ آج بھی روئے زمین پر ہزار ہا یزید موجود ہیں سینکڑوں شیطانی طاقتیں کارفرما ہیں۔ مگر کوئی فدائی حسین ایسا نہیں جو میدان میں نکل کر نبرد آزما ہو۔ حکیم مشرق علامہ اقبال نے کس خوبی سے حقیقت کی ترجمانی کی ہے ؎

یک حسینے نیست کو گردد شہید + ورنہ بسیار اند در عالم یزید

پتے نہیں بدلے جائیں گے۔ آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محدث کوئی تجارتی رسالہ نہیں ہے بعض آپ لوگوں سے محصول ڈاک کا خرچ لیا جاتا ہے لیکن پھر بھی بعض حضرات بار بار اپنے پتے بدلوا کر چھپی ہوئی چٹوں کو بیکار کر دیتے ہیں اور پھر نئی چٹیں چھپوا کر ہمکو خواہ مخواہ زیر بار کرتے ہیں۔ اسلئے اطلاعاً اعلان کیا جاتا ہے کہ اب آئندہ سے ہم کوئی پتہ تبدیل نہیں کریں گے۔ بلکہ جس صاحب کو اپنا پتہ بدلوانا ہو وہ بجائے دفتر محدث میں اطلاع دینے کے براہ راست اپنے یہاں کے ڈاکخانہ میں لکھکر بھیجدیں کہ اب میری ڈاک اس پتے پر بھیجی جائے اور نیچے اپنا وہ پتہ لکھدیں جس پتے پر منگوانا چاہتے ہوں۔ ہمارے دفتر میں اب تبدیل پتہ کی اطلاعات پر ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی۔ خریداران محدث مطلع رہیں۔

منیجر

محرم الحرام اور اسکی خصوصیت

(از مولوی محمد یعقوب صاحب رنگونی متعلم جماعت دوم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

محرم کا مہینہ نہ صرف اہل اسلام بلکہ یہود و نصاریٰ میں بھی قابل احترام مانا گیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھے ہوئے ہیں آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسا روزہ ہے تو انھوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل نے اسی تاریخ میں فرعون سے نجات پائی تھی اس لئے شکریہ کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے ماننے والے ہیں اور پھر آپ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم کردیا۔ بعد کو صحابہ کو خیال ہوا کہ اس میں غیر ملت کی مشابہت پائی جاتی ہے لہذا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آج کا دن یہ وہ دن ہے کہ یہود و نصاریٰ اس کی تعظیم کرتے ہیں آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں فرمایا اچھا اب آئندہ سال ۹ تاریخ کو روزہ رکھوں گا اور ایک دوسری روایت یوں ہے نویں دسویں دونوں دن روزہ رکھو۔ اس طرح یہود کی مخالفت کرلو اس سے معلوم ہوا کہ محرم کی دسویں تاریخ یہود و نصاریٰ میں خصوصیت رکھتی تھی اور وہ لوگ اس تاریخ کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اسلام نے اس کو باطل نہیں کیا بلکہ ان کی مشابہت سے بچنے کیلئے آنحضرتؐ نے ایک دن اور اس کے ساتھ شامل کردیا تاکہ عملاً کچھ مخالفت ہوجائے مگر اس کی خصوصیت کو قائم رکھا اور اس دن آنحضرتؐ نے خود روزہ رکھا اور تمام صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم کردیا بلکہ اس پر ترغیب بھی دی اور فرمایا کہ محرم کی دسویں تاریخ کے متعلق اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔

بعض اور حدیثوں سے بھی اس کے فضائل کا ثبوت ہوتا ہے مگر شریعت نے محرم کی ۹، ۱۰ تاریخ میں روزہ رکھنے کے سوا اس کی فضیلت کے کوئی اور کام ہم کو نہیں بتایا اور نہ کہا کہ آج کے دن تم خوشی کرنا اور نہ یہ کہا کہ اس کو ماتم کا دن بنانا لیکن کچھ دنوں بعد ایسے گروہ اور فرقے پیدا ہوئے کہ اس مہینہ اور اس دہے کے متعلق ایسی ایسی واہیات خرافات حکایتیں اور روایتیں گھڑ دیں کہ بالکل ایک دوسرے کی ضد اور سراپا کذب و افترا ہیں شریعت میں اس کا کہیں نشان نہ پتہ۔ اس قسم کی کہانیوں کے بانی یہ دو گروہ ہیں۔ شیعہ۔ اور ناصبی۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ نے دونوں کی مفتریات کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ اپنے فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے دونوں گروہ کے مکذوبات و مفتریات کو بالمقابل ملاحظہ فرمائیں۔

شیعوں کی حکایتیں

انھوں نے محرم کی دسویں تاریخ کو ماتم کا دن ٹھہرایا اور اس دن چیخنا چلانا رونا پیٹنا اختیار کیا اور مبالغہ آمیز قصے کہ جن میں سوا اس کے اور کچھ سچائی نہ ملے گی کہ گذری ہوئی بات تازہ ہو، بجھا ہوا غصہ جوش میں آئے عداوت اور لڑائی کی آگ مشتعل ہو مسلمانوں میں فتنے اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے سبب سے

زرے ہوئے بزرگوں کو گالیاں دی جائیں اسلام میں جھوٹ اور فساد کے دروازے کھل پڑیں اور کوئی مفید نتیجہ نہیں۔

ناصبیوں کی روایتیں

ان جاہلوں نے فساد کا جواب فساد اور جھوٹ کا جواب جھوٹ اور برائی کا جواب برائی اور بدعت کا جواب بدعت سے دینا چاہا اس لئے جھوٹی حدیثیں گھڑلیں کہ ۱۰ محرم و سرمہ لگانا مہندی لگانا بچوں پر خوب خرچ کرنا اور عمدہ عمدہ نئی قسم کا کھانا تیار کرنا اور کھانا اور کھلانا اور عید اور حج کے ن کی طرح خوب خوشی کرنا چاہیئے الغرض انھوں نے دسویں تاریخ کو پورا خوشی کا دن قرار دیا جس طرح ان شیعوں نے محرم کی دسویں تاریخ کو پوری طرح رنج وغم اور ماتم کا دن بنایا یہی وہ دونوں گروہ ہیں جنھوں نے اپنی جھوٹی روایتوں ور مصنوعی حکایتوں کے ذریعہ آج ایک عالم کو گمراہ کر رکھا ہے جہاں بہت سے جاہل ان خانہ ساز باتوں میں آکر تعزیہ بنانے لگے سینہ کوٹنے لگے۔ وہاں بعض ناواقف مسلمانوں میں مسئلہ کے طور پر یہ بات آگئی کہ محرم کے روز ہر طرح کی خوشی منانا۔ اچھے کپڑے پہننا وغیرہ ثواب کا کام ہے۔

الغرض ایک طرف عید مزید کے سامان اور دوسری طرف رنج وغم کا طوفان سالہا سال کے گذشتہ حالات وواقعات پر کہیں سینہ کوٹا جارہا ہے اور کہیں بال نوچا جارہا ہے افسوس کہ یہ جاہل اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جس رسولؐ نے تین روز سے زائد شوہر کے سوا کسی کا غم کرنا جائز نہیں رکھا خود اپنی وفات کے لئے کوئی غم کرنے کا طریقہ نہ بتایا اور نہ اس قسم کے شیون وماتم کو جائز رکھا۔ پھر یہ لوگ کیونکر اس کو اللہ ورسولؐ کے تقرب کی چیز خیال کرتے ہیں جبکہ اس کے سچے رسولؐ نے کھلے لفظوں میں یہ اعلان کردیا کہ وہ شخص ہم سے خارج ہے جس نے گالوں کو پیٹا اور گریبانوں کو پھاڑا اور کفر کی رسم پر چیخنا چلایا۔ ایک دوسرے موقع پر آپ فرماتے ہیں میں الگ ہوں نوحہ کرنیوالی اور اظہار غم کے لئے بال مونڈنیوالی کپڑے پھاڑنیوالی عورتوں سے اور فرمایا کہ اس قسم کی زاری کرنے والی رونے والی عورت اگر اسی طریقہ پر توبہ کرنے سے پہلے مرگئی تو اس کو قیامت کے دن خارش کا کرتہ اور قطران کا پائجامہ پہنایا جائے گا یعنی ایسا کرتہ کہ جس کے پہننے سے سارا بدن کھجلی سے خراب ہوجاویگا اور پائجامہ ایسا کہ تیل لگا ہوا جس کی وجہ سے دوزخ کی آگ پوری طرح اس پر اپنا کام کرے اور خارش کے سبب بدن کو جلنے میں انتہائی تکلیف ہو۔ آنحضورؐ نے اس جگہ عورت کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ اسوقت مردوں میں رونے پیٹنے کا دستور نہ تھا یہ زنانہ ڈھنگ ایران وہندوستان ہی کیلئے مخصوص ہے کہ عورتوں کی طرح بیٹھکر نوحہ وماتم کریں۔ سینے پیٹیں اور منہ نوچیں، اور طرہ یہ کہ اس کو ثواب سمجھیں۔ ایسے ہی لوگوں کی نسبت قرآن مجید میں ہے۔ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَۃً یعنی بہت سے آدمی جو دنیا میں بہت دُکھ اٹھاکر اپنے خیال میں نیک کام کئے ہیں لیکن قیامت کے دن ذلت کے ساتھ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ محرم یا عشرہ محرم کی فضیلت یا خصوصیت کے متعلق شریعت میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ ۹، ۱۰ محرم کو روزہ رکھا جائے۔

آخر میں میری یہ خدا سے دعا ہے کہ الٰہی اپنے حبیب پر لاکھوں بار درود وسلام نازل فرما اور ہم سے اپنے دین کی خدمت لے اور ہمیں ان میں سے مت کر جن سے تو ناراض ہے۔ آمین۔

ماں باپ کا حق اولاد پر

(از مولوی ابوالکلام جیت گڈھی ۔ متعلم جماعت ادنیٰ مدرسہ رحمانیہ)

محترم دوستو! آج میں آپ لوگوں کے سامنے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ماں باپ کا حق اولاد پر کس قدر ہے۔ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی ماں اس کی بہت حفاظت کرتی ہے جب بچہ تین چار سال کا ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ اس کو کچھ کام کرنے کیلئے سکھاتے ہیں جب نوجوان ہوتا ہے تو اس کی شادی کر دیتے ہیں اور کاروبار کا فن سکھاتے ہیں اس سے آپ غور کر سکتے ہیں کہ ماں باپ کتنی محبت اور محنت و مشقت سے بچوں کو پالتے پوستے ہیں تو ہم لوگوں کو چاہئے کہ ان کی عزت کریں اور جو کام کرنے کو کہیں فوراً کر دینا چاہئے لیکن آج دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی اپنے ماں باپ کو جوتی سے مارتے ہیں یہ کیا ہے؟ یہ سب انکی بیوقوفی اور بدقسمتی کی نشانی ہے حدیث شریف میں ایک واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی اپنے ماں باپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ دن بھر اپنی بکریوں کو چرانے کیلئے جنگل میں جاتا تھا اور جب شام کو واپس آتا تو پہلے اپنے ماں باپ کو بکریوں کا دودھ پلاتا پھر اپنے بچوں کو پلاتا۔ ایک دن بکریوں کو چرانے کیلئے بہت دور جنگل میں چلا گیا گھر آنے میں رات ہوگئی جب گھر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے ماں باپ سو گئے ہیں اور بچے بھوک کے مارے رو رہے ہیں تب اپنے بچے کو بھلا کر بھوکا ہی سلا دیا اور بکریوں کا دودھ لے اپنے ماں باپ کی چارپائی کے نزدیک لئے ہوئے رات بھر کھڑا رہا اور یہ سوچا کہ ابھی اٹھانے سے تکلیف ہوگی جس وقت خود اٹھیں گے تو پلا دونگا یہ ہوتے ہوتے صبح ہوگئی جب لیکے ماں باپ اٹھے تو دودھ پلا دیا اس کے بعد اپنے بچوں کو پلایا اس سے آپ غور کریں کہ ماں باپ کا حق اولاد پر کس قدر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ کی اطاعت کی گویا اسنے میری اطاعت کی اور جس نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی گویا اس نے میری نافرمانی کی۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ماں باپ کی رضامندی سے اللہ راضی ہوتا ہے اور ان کی ناراضی سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے یعنی جو شخص اپنے ماں کی خدمت کریگا اسکے عوض اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نہایت مروت و محبت نرمی اور عاجزی سے بات چیت کریں۔ کبھی ان کو ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑک کر کسی بات میں مخاطب نہ کریں ہمیشہ ان کو راضی اور خوش رکھیں۔ اور جان و مال سے انپر قربان رہیں۔ اس سے بڑھکر اور کوئی عبادت نہیں کہ ہم والدین کی فرمانبرداری کرتے رہیں۔ ہاں اگر ماں باپ کسی کام کا حکم دیں جو شرعاً ناجائز ہو تو اس میں ان کی بات نہیں ماننی چاہئے لیکن دنیاداری کا سلوک پھر بھی ان کے ساتھ ویسے ہی کرنا چاہئے جیسے کہ دیندار اور نیک والدین کیساتھ کرنا چاہیے۔

آخیر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو اور مجھ جیسے سب بھائیوں کو اپنے ماں باپ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی نافرمانی اور بددعا سے بچائے۔ آمین۔

—— ترکی پارلیمنٹ نے ایک جدید قانون پاس کیا ہے جس کی رو سے ردی لوہا اور دیگر دھاتوں کے ٹکڑوں کو ترکی حدود سے باہر لے جانے کی ممانعت کر دی ہے اور ان ٹکڑوں کو مجلس دفاع وطنی خود جمع کر رہی ہے کیونکہ ترکی کے تمام حربی کارخانے رات دن سامان حرب کی تیاری میں مصروف ہیں۔

—— جلالۃ الملک فاروق اول کی شادی کے موقعہ پر قاہرہ کے تمام فقراء و مساکین کو بادشاہ کی طرف سے کھانا کھلایا گیا۔ شہر کے مختلف محلوں میں دس لنگر خانے کھول دیئے گئے تھے جن میں سے ہر ایک میں کہا جاتا ہے کہ دس دس ٹن بکری کا گوشت صرف ہوا اور ایک لاکھ سے زائد فقیروں نے کھانا کھایا۔

—— بچہ سقہ نے افغانستان کے خزانہ کو کابل کے قریب کسی دامن کوہ میں دفن کر دیا تھا۔ حکومت افغانستان مدت سے اس خزانہ کے انکشاف کیلئے کوششیں عمل میں لا رہی تھی۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک امریکن مسٹر جان کیلئے رابرٹ نامی نے اس خزانہ کو تلاش کر لینے کا بیڑا اٹھایا ہے اور حکومت افغانستان نے اس کی خدمات بھی حاصل کر لی ہیں۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو افغانستان کو بڑا فائدہ پہنچے گا اور وہ بھی مالدار ہو جائیگا۔

—— شلانگ ۸ رفروری۔ حکومت آسام نے صوبہ آسام کے ۷ لاکھ ۸۹ ہزار زراعتی قرضوں میں سے ۵ لاکھ ۸۶ ہزار روپیہ معاف کر دیا ہے یہ روپیہ ۲۰ رمئی ۱۹۳۷ء کو واجب الوصول تھا جبکہ حکومت نے اقتصادی بدحالی کے پیش نظر قرضوں کی وصولی معرض التواء میں ڈال دی تھی۔ اس جگہ اس امر کا ذکر کرنا نامناسب نہیں کہ ان قرضوں کی اکثریت ۱۹۲۹ء کے سیلابوں سے تعلق رکھتی تھی۔

—— جالندھر ۸ رجنوری۔ موضع دہوگری (جالندھر سے ۶ میل کے فاصلہ پر) سے نقب زنی کی واردات کی ایک دلچسپ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ آدھی رات کے وقت نقب زنوں کے ایک گروہ نے ایک مکان کی دیوار میں نقب لگایا۔ اتفاق سے ایک لڑکی اس وقت مکان میں موجود تھی۔ دیوار میں سوراخ کرنے کی آواز اور چوروں کی سرگوشیوں نے اس کو بیدار کر دیا۔ اور صورت حال کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو گئی۔ نقب کی تکمیل کے بعد ایک چور پیٹ کے بل رینگتا ہوا اندر آیا۔ ابھی اس نے سر نہ اٹھایا تھا کہ لڑکی نے ایک بھاری اینٹ پوری طاقت سے رسید کی۔ چور اس صدمہ کی تاب نہ لا کر نیم بیہوش ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے تھوڑی دیر تو انتظار کیا۔ اس کے بعد ایک اور ساتھی کو اندر بھیجا۔ اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس کے بعد لڑکی نے چور چور کا شور مچا دیا۔ چور خون ٹپکتے ہوئے زخموں کے ساتھ فرار ہو گئے۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی ہے۔ غالباً لڑکی کو انعام دیا گیا۔

—— لندن ۸ رفروری۔ گذشتہ چار ماہ میں برطانیہ عظمیٰ کی حدود کے اندر بیکاروں کی تعداد اٹھارہ لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ سے شائع کیا

اپریل ۱۹۳۸ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

اللہ نزل احسن الحدیث کتٰبًا

رسالہ محدث دہلی

زیر ملکیت

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول

مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی

شیخ الحدیث

مدیر مسئول

نذیر احمد املوی

رحمانی

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۴ر بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنیپر واپس کئے جائینگے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائینگے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۵ | ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۸ء مطابق ماہ صفر سنہ ۱۳۵۷ھ | نمبر ۱۲

مناسبات

اختتام سال - خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ "محدث" کا پانچواں سال بھی خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوگیا پانچویں جلد کا یہ آخری نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور آئندہ ماہ مئی سے اس کا چھٹا سال شروع ہوگا۔ نئے سال میں قدم رکھتے ہوئے "محدث" انشاء اللہ ایک نئی شان کے ساتھ آپ کے پاس پہنچیگا یعنی خلاف معمول ہم نے اب کی مرتبہ "محدث" کو ایک نرالے انداز میں شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جس کے لئے ہم ابھی سے تیاریاں کر رہے ہیں اور کوشش میں ہیں کہ مختلف علمی، دینی، اقتصادی، معاشرتی مضامین اہل علم و اہل قلم حضرات سے فراہم کرکے بہتر سے بہتر صورت میں اپنے قارئین تک پہنچا سکیں، وما توفیقی الا باللہ۔

یہ خدائے ذوالمنن کے فضل و انعام، اور عالی ہمت جناب شیخ عطاء الرحمان صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی کی بلند حوصلگی۔ جذبۂ ملی، ولولۂ دینی کی کار فرمائیاں اور کرشمہ سازیاں ہیں کہ آج جبکہ دنیائے صحافت میں ایک تہلکہ مچا ہوا ہے۔ اور ہندوستان کی اقتصادی بدحالی کی زد سے لچھے سے اچھے اخبارات و رسائل بھی محفوظ نہ رہتے ہوئے چندہی دنوں کے بعد حسرت و یاس کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ "محدث" اپنی پوری شان کے ساتھ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو برابر شائع ہوتا رہتا ہے۔ اور نہایت خاموشی کے ساتھ اسلام اور

مسلمانوں کی ٹھوس خدمات میں مصروف ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

سہ ماہی امتحان

دار الحدیث رحمانیہ کے طلبہ کو امسال سہ ماہی امتحان کی تیاری کے لئے ایک ہفتہ کی مہلت دی گئی۔ پھر ۲ محرم ۱۳۵۷ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۳۸ء یوم شنبہ سے باقاعدہ تحریری امتحان شروع ہوا۔ روزانہ تقریباً تین پرچے ہوکر ۴ محرم مطابق ۷ مارچ یوم دوشنبہ کو ختم ہوگیا۔ ۵ محرم مطابق ۸ مارچ یوم سہ شنبہ کو مدرسہ میں تعطیل رہی۔ اور مدرسہ کا پورا اسٹاف اپنی جسمانی راحت اور دماغی تفریح کے لئے اسی دن، دہلی کے تاریخی باغ اور مشہور تفریح گاہ "روشن آرا" میں چلا گیا۔ جہاں آزادی کے ساتھ مختلف تفریحی کھیلوں میں لڑکے مشغول رہے۔ تقریباً ۱ بجے دسترخوان پر کھانے کے لئے بیٹھے، اور بریانی پراٹھے وغیرہ جو خاص اہتمام سے تیار کئے گئے تھے خوب سیر ہوکر لوگوں نے کھائے۔ کھانے کے بعد مہتمم صاحب نے (جو خود بھی ایسے مواقع پر غریب اور بے وطن طالب علموں کی عزت افزائی کے لئے نہایت گرمجوشی اور محبت و شفقت کے ساتھ ہمیشہ شرکت کیا کرتے ہیں) امتحان میں اپنی اپنی جماعتوں میں صرف اول آنے والے ہی لڑکوں کو ان کے نتیجوں سے آگاہ کردیا۔ اور باقی لڑکوں کے نتائج مخفی ہی رکھے گئے، کیونکہ بعض ان میں ایسے بھی تھے جو اپنی استعداد کی کمزوری کے باعث ناکام رہ گئے تھے۔ اس لئے رحمدل مہتمم صاحب نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس خوشی کے موقع پر ان کی دلشکنی کرکے ان کی طبیعتوں کو مکدر کردیا جائے۔ ع

کہ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

نتیجہ مجموعی حیثیت سے بحمد اللہ بہت اچھا رہا ہے۔ مندرجہ ذیل طلبہ کو اپنی اپنی جماعتوں میں اول آنے کی خوشی میں دس دس روپے نقد انعام دیئے گئے۔

الطاف الرحمان بستوی متعلم جماعت ہشتم
عبدالرحیم پنجابی " " ہفتم
اقبال احمد گونڈوی " " ششم
عبدالحمید بستوی " " پنجم
عبداللہ اعظمی مبارکپوری " " چہارم
محمد عثمان پنجابی " " سوم
میزان الرحمن بنگالی " " دوئم
محمد یوسف پنجابی " " اولیٰ
محمد اکبر پنجابی " " ادنیٰ

توحید باری تعالیٰ

(از مولوی حکیم محمد آدم حسن صاحب انصاری کاوش جبلپوری)

اہل بصیرت کو اس اصول سے انکار نہیں کہ کل کائنات یعنی جو مصنوعات عالم میں پائی جاتی ہیں سب ایک زبان ہوکر صانع کے وجود کی تصدیق کر رہی ہیں مصنوعات بذات خود شاہد ہیں کہ ہمارا صانع و خالق کوئی ضرور ہے، جس حیثیت و انداز کی مصنوعات ہوتی ہیں صانع کے تفوق کی طرف ذہن کو منعطف کراتی ہیں۔ صانع کے رتبہ اعلیٰ اور ادنیٰ کی طرف خیالات کو مبذول کراتی ہیں۔ مزید شان کی خبر دیتی ہیں۔ جب تک صانع کی مصنوعات و کاریگر کی کاریگریاں ظہور پذیر نہیں ہوتی ہیں۔ اسوقت تک کاریگر کی صفت کمال و عدم کمال پر عقل حکم نہیں لگا سکتی۔ مثلاً شجاعت ایک مخفی جذبہ کا نام ہے جس کا ثبوت افعال و جوارح سے ہوتا ہے تاوقتیکہ مصاف جنگ میں اپنے اعمال جوارح سے اس مخفی جذبہ کا ثبوت بہم نہ پہنچائے۔ جان نثاری نہ کرے، بہادری کے جوہر نہ دکھلائے۔ شجاع کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح سائر مصنوعات جو آسمان و زمین کے اندر پائی جاتی ہیں جس کی کنہ و حقیقت کے ادراک پر عقل کی حرکت عبث ہوجاتی ہے عقل کی حدت پر رعشہ پڑجاتا ہے (جسکو ہم بے حس کے مرادف تصور کرتے ہیں) کل کے کل اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات کی تصدیق کر رہی ہے کہ وہی صانع حقیقی سائر معلولات کی علت ہے سچ ہے ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید ✤ وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

خود قرآن پاک ناطق ہے الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناءًا وانزل من السماء ماءًا فاخرج بہ من الثمرات رزقالکم فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون۔ اس قادر مطلق صانع بے بدل نے اپنی قدرت و حکمت سے زمین کو اس خوبی کے ساتھ پانی پر بچھادیا کہ نہ غایت درجہ کی صلابت یعنی سختی جس سے انسانات و حیوانات کو اذیت محسوس ہو، نہ انتہا درجہ کی لطافت یعنی نرم جس سے دھنس جانے کا احتمال ہو (جسکو ہم دلدل کہتے ہیں) نہ حرکت ہے نہ ہلتی ہے بلکہ باہم سختی و نرمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے جمیع حیوانات و انسانات کے رہنے سہنے چلنے پھرنے کیلئے عام بچھونا بچھادیا، آسمان کو بغیر ستون کے چھت بنادیا ؎

نگہ کن بریں گنبد زرنگار ✤ کہ سقفش بود بے ستوں استوار

پھر اللہ پاک نے آسمان کو شمس و قمر ستاروں کے پھول بوٹوں سے مزین کردیا جو کہ ہر روز ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں۔ انسان کی منفعت سے خالی نہیں۔ پھر اس قبۂ نیلگوں سے مشیت خود بارش برساتا ہے فقط اتنا ہی نہیں بلکہ پانی میں اللہ پاک نے وہ وہ قوتیں رکھی ہیں جسکو ہم قوت فاعلہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اور زمین کو اس کی تخییل کی قوت بخشی ہے جو منفعلہ کا مصداق ہے، ہر دو کی تخلیط سے درخت نمودار ہوتا ہے

ہری ہری سبزیاں نظر آتی ہیں۔ اسی پر ہماری بقا و حیات کا دار و مدار ہے، بعینہٖ حیوانات کی مثال پر تمثیل ہے ایسی بڑی بڑی مخلوقات و مصنوعات میں نظر کرنے سے سب سے اعلیٰ مقصود یہی ہونا چاہئے کہ ان کے خالق و جاعل کی قدرت کا مشاہدہ کرکے اس کی توحید کی شہادت دیجائے۔ انسان خود اپنے وجود پر نظر کرے کہ ہم نے کن اجزا سے ترکیب پائی ہے انسان کا جسم چار مادوں سے مرکب ہے منجملہ ان مادوں کے مٹی جزو اعظم ہے جو مطلقاً بے حس و حرکت چیز ہے۔ لیکن اس صانع عدیم المثال نے اس قفس عنصری میں کچھ ایسی چیز یعنی (روح) حلول کی ہے کہ غایت پھرتیلا، سریع السیر اور ادراک اشیاء محسوسہ وغیر محسوسہ پر قادر بڑی بڑی حکمتوں کی باتیں ایجاد کرنے میں ماہر چنانچہ فوٹوگراف کی ایجاد میں کچھ ایسی حکمت ظاہر کی ہے جو ناظرین پر مخفی نہیں۔ غرض انسان سے بھی بڑی بڑی ایجادات پائی جاتی ہیں تو یہاں سے معلوم ہوا کہ اس کے لئے بھی ضرور کوئی موثر بتمامہ مافوق اس کے ہوگا وہ سوا غراسمہٗ کے دوسرا کون ہوسکتا ہے جس پر کوئی موثر ثانی نہیں۔ کیونکہ تسلسل لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہے لہذا اللہ وحدہٗ کے مافوق یا مساوی و تعدد کا بھی ہونا عقلاً و نقلاً ممتنع و محال ہے۔

نقلاً تو اس لئے کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ قل هو الله احد کہہ اللہ ایک ہے صانع عالم ایک ہی ہے دوسری جگہ بلفظ اِنّما ارشاد ہوتا ہے جو حصر و تخصیص کو مفاد ہے) انما الٰهكم اله واحد یعنی جز ایں نیست کہ معبود مسجود تمہارا ایک ہی ہے۔

عقلاً۔ لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا۔ اگر اس آسمان و زمین میں سوائے خدائے یکتا لایزال، صانع حقیقی، واجب الوجود کے دوسرا مالک و مختار ہوتا تو یقینی آسمان و زمین دونوں تباہ و برباد ہوجاتے۔ کیوں نہیں ایک کہتا کہ آفتاب مشرق سے طلوع ہونا چاہئے تو دوسرا اسی وقت کہتا نہیں مغرب سے۔ اب یہاں اجتماع ضدین لازم آتا ہے کیونکہ ایک چیز کا ایک ہی وقت میں دو جگہ سے نکلنا محال ہے۔ یا فک اجتماع ضدین لازم آئے گا۔ مثلاً آفتاب بحکم شخص واحد طلوع ہوگیا۔ اب یہاں بداہۃً ایک کا عجز ثابت ہوگا۔ اور عاجز ہونا علامتِ امکان و حدوث ہے جو واجب الوجود کے مفہوم کے منافی ہے۔ لہذا دو خدا کا ہونا بھی محال ہے مشہور ہے "دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" پھر کیوں اللہ کی ذات و صفات پر دوسرے کو شریک بناتے ہو۔ مصنوعی معبودوں کے سامنے سرخم کرتے ہو۔ مرادیں مانگتے ہو۔ جس کے دست قدرت میں نہ منفعت رسانی ہے اور نہ وہ اندفاع ضرر پر قادر ہے۔ سوائے معبود حقیقی کے دوسرے کے آگے سر جھکانا جہالت و سفاہت نہیں تو اور کیا ہے اپنے نفس پر ظلم اٹھانا نہیں تو اور کیا ہے عقلمند کا تو قول یہی ہے ؎

ترکت اللات والعزی جمیعاً ✤ کذالك یفعل الرجل البصیر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاحب بصیرت ذی عقل اور ذی علم بنایا ہے۔ انسان کے اندر وہ قوتیں ہیں کہ اگر ادنیٰ تامل سے بھی کام لے تو خود ہی اس کی عقل شہادت دیگی اور بزبان خود یہی کہے گی۔ انما الٰهكم اله واحد

صاحبو! توحید کی حفاظت زندگی کا مقصد قرار دے لو کہ یہی کامیابیوں کا سرچشمہ ہے اگر توحید کی خاطر جان بھی جائے تو غم نہیں مگر توحید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ اگر توحید کے لئے ماں باپ خویش و اقارب بلکہ

ساری قوم بھی مخالف ہوجائے تو پروانہ کی جائے۔ اگر حکومت بھی اشاعت توحید سے مانع ہو تو اس مقصد کی ادائیگی میں اس کی طاقت کو پر پشہ کے برابر مت سمجھو۔ اگر اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے قوم سے بائیکاٹ کرنا پڑے تو ضرور کرو۔ اگر وطن چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دو۔ اور ہجرت کر جاؤ۔ اگر رضائے الٰہی کے لئے بیوی بچوں کو بے سروسامان اور تن تنہا بھی چھوڑنا پڑے تو اس پر ایسا توکل ہو کہ پروانہ کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ محسوس کیا کہ قومی تعلقات توحید پر عمل پیرا ہونے کی راہ میں مانع ہیں تو آپ نے قومی تعلقات کو توحید پر قربان کردیا اور ساری قوم اور کل رشتہ داروں کا یہ کہکر بائیکاٹ کردیا۔ انا براء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدء بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابداً حتی تؤمنوا باللہ وحدہٗ۔ میں تم سے اور تمہارے معبودوں سے سخت بیزار ہوں۔ اور یہ بیزاری اسوقت تک بحال رہے گی جب تک کہ تم اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان نہ لاؤ"

یہ کہکر اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کرلی مگر توحید اور صداقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہی توحید مسلمانوں کی مقصد براری کا مرکز ہے۔ فائز المرام ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جبتک توحید کے جذبات دل میں نہ ہوں سارے اعمال عبث ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو یہی فرمایا" پہلے توحید کا اعلان کرو اس کے بعد فرائض کی طرف توجہ دلاؤ۔

اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوا خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو تمام مسلمانوں کو توحید پر چلنے کا شوق دے آمین

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(محمد سیف الرحمٰن صاحب مدنی متعلم جماعت ثالثہ مدرسہ رحمانیہ دہلی)

برادران اسلام! بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج تیرہ سو برس کے بعد ہم اپنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ وہ رسول۔ اللہ اللہ۔ جن کی شان میں خداوند تعالیٰ اپنے قرآن مجید وفرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) دین میں کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جن کی پیروی کا قرآن مجید خود صاف صاف الفاظ میں حکم بجزم کرتا ہے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ جو چیز تم کو ہمارا پیارا رسولؐ دے اسکو بسر تسلیم قبول کرلو اور جس سے وہ تم کو منع فرماوے اس سے فوراً رک جاؤ۔ لیکن ہم ہیں کہ غفلت کی چادر اوڑھے ہوئے پڑے ہیں۔ مجال ہے کہ کچھ ذرا سا بھی دل پر اثر پڑ جائے نہیں ہرگز نہیں اس غفلت سے بیدار ہونا ہی نہیں۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ جہاں ہم اپنے محبوب خدا کی اطاعت میں یکتا تھے وہاں آج ہمارا یہ حال ہے

کہ آپ کی اطاعت کیا بلکہ آپ کی مخالفت میں سرگرم نظر آرہے ہیں۔ اگر کوئی بندۂ خدا و محب و مطیع رسول ہم کو منع کرتا ہے تو ہم ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کی نہ پرواکرتے ہوئے اس کو وہابی، کافر، بددین وغیرہ سے ملقب کرتے ہیں ؎

کوئی کہتا ہے لا مذہب کوئی گمرہ بتاتا ہے + کوئی کہتا وہابی ہے کوئی شیطاں بتاتا ہے
غرض سنت کے پیرو کو ہر اک ایسا بتاتا ہے + کہ کافر شانِ مسلم کو برا جیسا بتاتا ہے
شمشیر

ناظرین کرام! دیکھئے بھی دیکھئے ذرا غفلت کی چادر کو ہٹا کے دیکھئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو آپ کے صحابہ کرام نے کس طرح سے ادا کیا تھا اور واقعی اطاعت کی حقیقت کو انھوں ہی نے سمجھا تھا اور اس پر بعینہٖ اسی طرح جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا تھا برابر عمل پیرا رہے بہت سے صحابہ اتباع سنت کے بحر ذخار میں ایسے مستغرق تھے کہ انھیں اسی اتباع میں ایسا لطف آتا تھا کہ کسی کو اپنے محبوب ترین چیزمیں بھی وہ لطف حاصل نہیں ہوسکتا کیا آپ کو یاد نہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے کو ایک حدیث سنائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت ہے لیکن اسکے جواب میں جب لڑکے نے کہا کہ ہم توانکو مسجد سے ضرور روکینگے تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں تو حدیث رسولؐ پیش کرتا ہوں اور تو اپنا قول اسی بنا پر تادم زیست کلام ترک و منقطع کر دیا۔

معزز ناظرین۔ یہ ہے اتباع سنت اور اسی کا نام ہے اطاعت رسول جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ و الناس اجمعین ۔متفق علیہ (مشکوٰۃ) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی مومن نہیں ہوگا تا وقتیکہ میں اسکے ماں باپ اسکے بچے اور اسکے کل اقارب وغیرہ سے بڑھ چڑھکر محبوب نہ ہوں۔

لیکن ہم کو اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں حالانکہ اتباع سنت و اطاعت رسولؐ کی تاکید میں خود ذات باری تعالیٰ اپنے قرآن کریم و کتاب قدیم میں صاف طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین ۔ کہدیجئے اے رسولؐ ان لوگوں کو کہ اگر تم دوست رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کو تو پیروی کرو میری دوست رکھیگا تم کو اللہ تعالیٰ اور بخش دیگا گناہ تمہارے اللہ بخشنے والا مہربان ہے کہدیجئے اے محمدؐ اطاعت کرو اللہ اور رسولؐ کی پس اگر پھر جائیں وہ اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا کافروں کو۔

دیکھئے اپنے غور و فکر سے کام لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں منکرین رسول کو کافر قرار دیا ہے دوسری جگہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیہم حفیظاً ، یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو شخص پھر جائیگا یعنی اطاعت نہیں کریگا پس ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ہے ان پر نگہبان۔ مطلب یہ ہے کہ رب العزۃ نے اپنے رسول کی اطاعت کو بعینہٖ اپنی اطاعت اور نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے۔

میرے محترم دوستو! میں کہونگا اور سچ کہونگا کہ اس ترکِ اطاعتِ رسولؐ نے ہمیں برباد کر دیا ہے کہ ہم غلامی کے پنجے میں پھنس گئے۔ کاش کہ پھر ایک مرتبہ قرونِ اولیٰ کی طرح گلشنِ اسلام میں ایسی بہار آئے جسکو کبھی خزاں کی تیز و تند ہوا کے جھونکے بھی پژمردہ نہ کرسکیں۔ اطاعتِ رسول کی اہمیت کو ظاہر کرنے کیلئے کیا یہ کم ہے کہ عرب کے ان بدوؤں نے جب کہ آنحضرتؐ کی ہر ہر ادا کو اور ہر ہر قول کو اپنے لئے لائحہ عمل بنایا جسکا یہ ثمرہ ہوا کہ تاجِ قیصری و تختِ طاؤسی ان کے قدموں میں آنکر گر پڑے ؎

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہے تمامی کا + گلے میں ڈال لو کرتہ محمدؐ کی غلامی کا

اب دعا ہے کہ خداوندکریم ہمیں اور آپ کو رسول کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرماوے آمین آمین۔

کیا عورتوں کو تعلیم دینا درست ہے

(از مولوی محمد امین صاحب شوق مبارکپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

طوطوں کو "میاں مٹھو" یا "بنی جی بھیجو" کی تعلیم پر کافی وقت خرچ کیا جاتا ہے، کتوں کو رات میں منہ سے لالٹین پکڑ کر لے چلنے کی تعلیم نہایت عرقریزی اور جانفشانی سے دی جاتی ہے۔ گھوڑوں کو یکے اور تانگوں میں چلنے یا ان سے عجیب وغریب کام لینے کی تعلیم پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں ایک ایسا گروہ بھی ہے جو اپنی بچیوں بہنوں کو تعلیم دینے اور حروف شناس بنانے کو بہت بڑا گناہ جانتا ہے۔ اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو اچھے سے اچھے کپڑے اور قیمتی سے قیمتی زیور سے آراستہ و پیراستہ کرنے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں لیکن وہ اس چیز پر آمادہ اور تیار نہیں کہ علم جیسے اعلیٰ وارفع زیور سے ان کو مزین کریں۔ ہندوستان کے دو ایک نہیں بلکہ سینکڑوں ذمہ دار اشخاص کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ کیا پڑھا لکھا کر کسی دفتر میں نوکر کرانا ہے؟ اور نہ پڑھانے کی ایک یہ بھی دلیل دیجاتی ہے کہ یہ لڑکیاں جب لکھ پڑھ لیتی ہیں تو انکی چار آنکھیں ہوجاتی ہیں اور یہ بُرے کام کرنے لگتی ہیں۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ لڑکیوں کو کسی دفتر میں نوکر کرانا ہمارا مقصود نہیں ہے اور یہ بھی کسی قدر صحیح اور درست ہے کہ تعلیم لڑکیوں کی آنکھ کھولدیتی ہے اور انکی چار آنکھیں ہوجاتی ہیں۔ لیکن ان دلیلوں سے جو نتائج برآمد کئے گئے ہیں وہ بالکل بے بنیاد اور ازسرتاپا غلط ہیں۔ اسلئے میں ان حضرات سے نہایت ادب واحترام کیساتھ یہ دریافت کرنے کی جرأت کرونگا کہ اگر انھوں نے تعلیم کی غایت اور غرض صرف یہ سمجھا ہے کہ خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں پڑھ لکھکر دفتر میں یا کسی مدرسہ میں نوکر ہوجائیں تو اس سے بڑھکر علم کی توہین اور کوئی بھی نہیں ہوسکتی

اوران کا یہ کہنا کہ ان کی آنکھیں چار ہوجاتی ہیں تو کہنا بالکل بجا اور درست ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ پڑھ لکھکر مردوں سے آنکھیں چار کرنا شروع کردیتی ہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تعلیم کے باعث ان میں

اتنی صلاحیت اور استعداد ہوجاتی ہے کہ بھلائیوں کو برائیوں سے، نافع کو ضار سے الگ اور جدا کرلیتی ہیں۔ اگر عورتوں کی تخلیق سے کچھ اور بھی مقصد ہے تو میں بلا تامل یہ کہونگا کہ وہ بغیر تعلیم کے یہ مقصد صحیح طریقہ پر انجام نہیں دے سکتیں۔

وہ شوہروں کے حقوق، اولاد کی تربیت و فرائض امور خانہ داری کے اصول سے بالکل کوری رہیں گی۔ یہ خیال جو ہندوستان میں پیدا ہوگیا ہے دراصل یہ علما کی اس طرف سے بے التفاتی اور عدم توجہی پر مبنی ہے اور جن لوگوں نے اسکی طرف خیال بھی کیا تو انھوں نے صرف پڑھنے کو جائز بتایا اور لکھانے کو حرام و ناجائز کا وعظ سنا کر ہمیشہ کیلئے غار ہلاکت کی تاریک گہرائیوں میں جھونک دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج کی صحبت میں اس گروہ کو جو ایک مدت سے دھوکہ میں پڑا ہوا ہے یہ بتاؤں کہ اس آسمان تلے کوئی بھی ایسا نہیں جو اسلام اور شریعۃ مقدسہ کی یہ تعلیم بتائے کہ عورتوں کو لکھانا پڑھانا حرام اور ناجائز ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ آجکل کی وہ تعلیم جس کا تعلق دین و شریعت سے نہیں ہے بلکہ کھلی ہوئی عیاشی بے حیائی اور بے شرمی کی طرف لیجانے والی ہے۔ عقل و بصیرت رکھنے والا انسان اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اب ہم ان غریب عورتوں کو علم و فن سے اتنا دور رکھیں کہ ان بیچاریوں کو نہ مذہب سے واقفیت ہو اور انسانیت کے ساتھ زندگی گذارنے کے طریقے ہی معلوم ہوسکیں

پس سنئے! حضرت شفا نامی ایک صحابیہ عورت تھیں۔ ان کے والد کا نام عبد اللہ تھا ان کی کنیت ام سلیمان تھی یہ مکے شریف کی ایک عالمہ اور فاضلہ قریشیہ بی بی تھیں اسلام کی اشاعت کے شروع زمانہ میں انھوں نے اسلام قبول کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے مشرف ہوئی تھیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے بھی جو بنا جلدی کرکے اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر ہجرت کرکے مدینے پہنچ گئیں۔ رسول اللہ صلعم نے انھیں کپڑا بننے والوں کے گھروں کے پاس ہی ایک مکان دیا اور اسے انہی کے نام کردیا اور ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ بھی تھے یہیں رہنے لگے۔ عموماً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر جایا کرتے بلکہ کبھی کبھی دوپہر کو دو گھڑی وہیں آرام بھی فرماتے۔ سارے صحابہ انکے تقوی اور پرہیزگاری اور بڑی عمر کے سبب ان کی عزت و تکریم کرتے تھے یہانتک کہ حضرت عمر ان کی بات کو سب کی بات پر فوقیت دیتے اور ان کا بڑا ہی ادب کیا کرتے تھے۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا کہ آپ کی بیوی صاحبہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کو لکنا سکھائیں۔ اس وجہ سے یہ صحابیہ برابر حضور کے گھر آیا جایا کرتی تھیں اور ام المومنین کو کتابت یعنی لکنا سکھاتی تھیں۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ حضرت عمر بن خطابؓ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد ۳ھ میں حضور نے انسے نکاح کیا تھا یہ ۴۵ھ میں فوت ہوئیں رضی اللہ عنہا۔

حضرت شفا بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہاں لکھنے میں کمال حاصل تھا وہاں آپ کو ایک دعا یاد تھی جسے پڑھکر آپ دم کردیا کرتی تھیں تو ان بیماروں کو جنھیں پھوڑے پھنسیاں اور زخم ہوں اللہ تعالیٰ شفا دیدیتا تھا جاہلیت کے زمانے ہی سے اس بارے میں مشہور تھیں جب اسلام قبول کیا تو خیال گذرا کہ کہیں اس دعا میں ایسے

الفاظ نہ ہوں جن کا پڑھنا اسلام میں ناجائز ہو اسلئے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آن کر آپ سے عرض کی کہ میں اسلام سے پہلے لوگوں پر جھاڑ پھونک کرتی تھی جس سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کے بدن پر کسی قسم کا زخم وغیرہ اوران میں سرسراہٹ ہوا کرتی ہو آرام کر دیا کرتا تھا اب میں چاہتی ہوں کہ ان الفاظ کو آپ کے سامنے پیش کر دوں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان کے پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں؟ آپ نے فرمایا اچھی بات ہے کہو تم کیا پڑھکر دم کرتی ہو؟ حضرت شفا نے پڑھکر سنایا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں تم شوق سے اسے پڑھکر دم کرتی رہو۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شفا پوری کتابت سکھا چکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اب تم حفصہ رض کو دم کرنے کی یہ دعا بھی سکھا دو مندرجہ بالا تفصیل حدیث کی مختلف کتابوں میں بہ سند صحیح موجود ہے جسے ہم نے اختصاراً جمع کرکے بیان کر دیا اس سے صاف ثابت ہے کہ لڑکیوں اور عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً جائز اور درست ہے۔ (ابوداؤد کتاب الطب باب فی الرقی)

امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ادب المفرد میں باب باندھتے ہیں بَابُ الْكِتَابَةِ إِلَى النِّسَاءِ وَجَوَابِهِنَّ۔ یعنی اس باب میں بیان ہے عورتوں کی طرف کچھ لکھنے کا اور پھر عورتوں کا اس تحریر کا جواب دینے کا اس کے ثبوت میں حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت طلحہ کی بیٹی حضرت عائشہ رہا کرتی تھیں لوگ دور دراز سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے خطوط بھیجتے تھے جو حضرت طلحہ کی بیٹی آپ کے سامنے پیش کرتی تھیں اور آپ کے فرمان سے ان سب کا جواب لکھا کرتی تھیں اور فن کتابت ان میں مروج تھا بلکہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مسلمان شریف بیگمات اس فن میں کمال حاصل کئے ہوئے تھیں۔ امام ابن خلکانؒ اپنی کتاب وفیات الاعیان میں تحریر فرماتے ہیں فخر النساء شهدة بنت ابی نصر احمد بن الفرج بن عمر الابری الكاتبة الدينورية الاصل البغدادية المولد والوفاة كانت من العلماء وكتبت الخط الجيد وسمع عليها خلق كثير۔ یعنی حضرت شہدہ بنت ابی نصر زبردست عالمہ عورت تھیں ان کے شاگردوں کی تعداد بہت بڑی ہے۔

پس صاف ثابت ہوا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں لکھتی پڑھتی تھیں۔ ازواج مطہرات بھی لکھنے پڑھنے سے عاری نہ تھیں۔ خود اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا بلکہ اپنی بیویوں کو سکھایا۔ اور بغیر کسی ایک کے انکار کے صحابہ میں آپ کے بعد بھی یہ دستور رہا جو قابل فخر صحابیہ عورتیں تھیں وہ علم و ہنر کے اعلیٰ جوہر کے ساتھ لکھنے پڑھنے کے چمکدار زیوروں سے بھی محروم نہ تھیں اور پھر ان کے بعد کے زمانے بھی ایسی پاکباز صاحب علم و قلم عورتوں سے اسلام میں خالی نہیں گذرے۔

چونکہ بعض حضرات اس کے مخالف ہیں اوران کے پاس بھی بزعم خود دلیلیں ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اسی بحث میں ان دلیلوں کی حقیقت بھی اجمالاً روشن کر دوں۔ سنئے! عورتوں کو کتابت سکھانے کے ناجائز ہونے کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے لیکن وہ صحیح نہیں بلکہ اس باب میں جتنی بھی روایتیں سنائی جاتی ہیں وہ سب کی سب واہی من گھڑت اور ناقابل اعتبار ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورتوں کو بالاخانوں میں نہ رکھو اور انھیں لکھنا نہ سکھاؤ

چرخہ کاتنا سکھاؤ اور سورہ نور سکھاؤ۔ یہ روایت ابن حبان میں ہے لیکن یہ موضوع ہے یعنی محض بناوٹی اور من گھڑت ہے اس کے راویوں میں ایک راوی محمد بن ابراہیم شامی ہے۔ جس کی نسبت اسماء الرجال کی کتاب میزان الاعتدال میں ہے کہ امام دارقطنی نے فرمایا ہے کہ یہ کذاب دروغ گو شخص ہے۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں اسکی بیان کردہ روایتیں عموماً غیر محفوظ ہیں امام ابن حبان فرماتے ہیں یہ حدیثیں اپنی طرف سے گھڑ لیا کرتا تھا۔ الغرض یہ روایت کسی طرح قابل اعتبار نہیں۔ اور آپ اوپر صحیح حدیث پڑھ آئے ہیں جو اسکے خلاف ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی حفصہ کو کتابت سکھائی اور اسے پسند فرمایا ہے

مختصر با تو بگفتم دردِ دل ترسیدم + کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

خلافت راشدہ اور فتوحات اسلامی پر ایک سرسری نظر

(از مولوی ابو سعید امام الدین صاحب مظفر نگری متعلم جماعۃ ششم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی)

دنیا میں جسقدر مذاہب پائے جاتے ہیں ان میں ایک مذہب اسلام بھی ہے جس کے بانی ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگرچہ دنیا میں یہودیت اور عیسائیت کا بھی ایک جم غفیر موجود ہے مگر جو کامیابی اور فتوحات ملکیہ کی کثرت ایک مختصر سے وقت میں اسلام کو نصیب ہوئی ہے وہ بے مثل ہے جیسا کہ انشاء اللہ اس تحریر سے واضح ہو جائے گا۔

جو وقت اس خطۂ بے آب و گیاہ اور وادی غیر ذی زرع کو اللہ پاک نے اپنی رحمت کاملہ سے بذریعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قوت ایمانی سے سرسبز و شاداب بنا دیا اور جہالت کی تاریکی کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ اور اپنے انعامات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ یعنی آج کے دن میں نے تمہارے واسطے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (نبوت) ختم کر دی اور تمام ادیان میں تمہارے لئے اسلام کو پسند کر لیا۔

تو اب اس کی اشاعت و تبلیغ کا وارث اہل اسلام کو بنا کر اپنے پیارے حبیب کو اپنے پاس بلا لیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ سال نبوت اور زندگی کے ۶۳ سال پورا کرنے کے بعد اس دنیائے فانی سے عالم باقی کی طرف رخصت ہوئے اور اسلام کی آئندہ ترقی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے سپرد کیا۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اس جہاں میں دو حصوں میں منقسم تھی۔ ایک یہ کہ آپ نبی اور پیغمبر کی شان سے موجود تھے۔ اور دوسری یہ کہ آپ نظام مملکت و زمام سلطنت کو سنبھالنے کیلئے ایک حاکم امیر اور سلطان وقت کی حیثیت سے بھی جلوہ افروز تھے، لیکن نبوت اور رسالت کا دروازہ تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ہو چکا اسلئے آئندہ کوئی شخص اس خلعت سے سرفراز نہ ہوگا

ہاں ملک کی سیاست وانتظام کو برقرار رکھنے کیلئے آپ کی دوسری حیثیت کے پیش نظر آپ کے جانشین اور خلفاء کا سلسلہ قائم رکھا گیا۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی آپ کے وہ پہلے چار "جانشین" ہیں جن کے منصب حکومت کو "خلافت راشدہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آج کی صحبت میں میں نہایت اجمال اور اختصار کے ساتھ انھیں چاروں خلیفوں کی ملکی فتوحات پر ایک سرسری نگاہ ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ ہم "غلام آباد" ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کو کچھ عبرت حاصل ہو۔

خلافت صدیق اکبرؓ

تمام مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ۱۱ھ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہو کر ایک مختصر جلسہ کرکے باتفاق رائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنایا۔ سب سے پہلے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر حضرت عمرؓ نے بیعت کی۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں نے آپ کے ساتھ وفاداری کا عہد کیا۔ کرسی خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت صدیقؓ نے سب سے پہلے ان چند قبائل کے خلاف کارروائی شروع کی جنھوں نے آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ صحابہ سے مشورہ کرکے مندرجہ ذیل گیارہ سرداروں کی ماتحتی میں لشکروں کو ان قبائل کی طرف روانہ کیا۔ خالدؓ بن ولیدؓ۔ عکرمہؓ بن ابوجہلؓ۔ شرحبیلؓ بن حسنہؓ۔ مہاجرؓ بن ابی امیہؓ۔ حذیفہؓ بن محصنؓ عرفجہؓ بن ہرثمہؓ۔ سویدؓ بن مقرنؓ۔ علاءؓ بن حضرمیؓ۔ طریفہؓ بن حاجزؓ۔ عمروؓ بن عاص۔ خالدؓ بن سعدؓ۔ ان سرداروں نے ملک عرب کے مختلف مقامات پر جاکر لڑائی کی یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئے۔ اور مسلمانوں نے یمامہ کو (جو عرب کے جنوبی مغربی حصہ میں ایک مقام کا نام ہے) فتح کیا اور مسیلمہ کذاب کو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا قتل کر ڈالا۔ جب خطۂ عرب میں امن قائم ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیرون عرب کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ اور ان ریشہ دوانیوں اور خفیہ سازشوں کا سراغ لگایا جو اسلام اور اہل اسلام کے خلاف بیرونی ممالک میں پھیلائی جا رہی تھیں۔ اور مسلمانوں پر یورش کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ چنانچہ ان فتنوں کا سر کچلنے کی غرض سے ۱۲ھ میں ایک لشکر اسلام کے نامور جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں ملک عراق کی جانب روانہ کیا۔ اسلام کے اس سپہ سالار اعظم نے مقابلہ پر آنے والے دشمنوں سے خوب خوب مقابلہ کیا اور آخر عراق کے بہت سے مقامات کو فتح کر لیا۔

فتوحات شام

حضرت خالدؓ کے لشکر کو روانہ کرنے کے بعد ۱۳ھ میں ایک زبردست لشکر متعدد سرداروں میں تقسیم کرکے روم اور شام کی طرف روانہ کیا چنانچہ ہر ایک سردار اپنی اپنی فوج کو لیکر ملک شام کے مختلف مقامات پر پہنچا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے مقام جابیہ میں (جو دمشق کے اطراف میں ہے) قیام کیا اور یزید بن ابوسفیان مع اپنے لشکر کے بلقاء میں مقیم ہوئے۔ شرحبیل بن حسنہ نے اور عمرو بن عاص نے اپنی اپنی فوجوں کو علی الترتیب بصریٰ اور عربہ میں اتارا۔ اس طرح لشکر اسلامی ملک شام کے چند مشہور مقامات پر پہنچا۔ جب اسلامی لشکر کے اس طرح پر ملک کے حصوں میں پھیل جانے کی کیفیت اہل شام کو معلوم ہوئی تو انھوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنے بادشاہ ہرقل سے مدد طلب کی جو اس وقت بیت المقدس میں مقیم تھا۔

اس کی بادشاہت نہایت زور دار تھی۔ تمام چھوٹی چھوٹی حکومتیں اس سے خائف رہتی تھیں ملک کا اکثر حصہ اس کے زیر نگیں تھا۔ جب رعیت نے اس سے مدد طلب کی تو پہلے تو اس نے صلح کرنی چاہی مگر اہل شام کے مجبور کرنے پر مسلمانوں کے خلاف فوج جمع کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ چنانچہ ہرقل نے بھی مسلمانوں کے ہر ایک سردار کے مقابلہ میں اپنا ایک ایک سپہ سالار روانہ کیا۔ ہرقل نے اپنے بھائی تذارق کو نوے ہزار لشکر دے کر حضرت عمرو بن عاص کی طرف اور جرجیر بن تودر کو پچاس ہزار لشکر کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کی طرف قیقار بن نسطوس کو ساٹھ ہزار فوج دیکر ابو عبیدہ کے مقابلہ میں۔ نیز درافص کو ۴۰ ہزار لشکر دیکر شرحبیل کی طرف روانہ کیا۔

مسلمانوں نے رومیوں کے اس ٹڈی دل لشکر کو دیکھا تو عمرو بن عاص سے رائے طلب کی انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہوجانا چاہیئے اور حضرت ابوبکر صدیق کے پاس بھی اس کیفیت کی خبر دی اور مدد طلب کی حضرت ابوبکر صدیق نے مسلمانوں کو یرموک میں جمع ہوجانے کا حکم دیا اور ادھر حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کے پاس جو عراق میں خدمت اسلام انجام دے رہے تھے ایک خط روانہ کیا اور حکم دیا کہ تم نصف لشکر لیکر ملک شام میں روانہ ہوجاؤ۔ اور آدھے لشکر پر مثنیٰ بن حارثہ کو مقرر کردو۔ اس حکم کو سنتے ہی حضرت خالدؓ عراق سے متعدد مقامات کو فتح کرتے ہوئے بصریٰ ہوکر اس اسلامی لشکر میں جو شام میں تھا شامل ہوگئے۔ اور تمام لشکر اسلامی کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے۔ رومی لشکر کا سپہ سالار باہان تھا۔

اس نئی کمک کے باوجود اسلامی لشکر کی کل تعداد ۳۶ ہزار تھی۔ لیکن اہل روم کی تعداد تقریباً ۲ لاکھ ۴۰ ہزار تھی۔ رومیوں کی اس تعداد کو گو ہم آدمیوں کا ایک طوفان سمجھ رہے ہیں لیکن قربان جائیے ان مسلمانوں پر جنھوں نے ان کا فرول کو جو حق کو مٹانے اور اسلام کی آواز دبانے کے لئے مجتمع ہوگئے تھے۔ چند چلتی پھرتی مورتوں سے زیادہ وقعت نہ دی، ان کے سرفروشانہ عزم، مجاہدانہ ہمت اور بے پناہ جذبۂ شہادت نے ان کٹ پتلیوں کو خس و خاشاک سے زیادہ کچھ نہ سمجھا۔ ان کی حق پرست نگاہوں میں رومیوں کی یہ بھیڑ، بکریوں اور بھیڑوں کا ایک ریوڑ تھا جو شیر اسلام کی ایک ہی گرج سے تتر بتر ہوسکتا تھا چنانچہ حضرت خالد کی قیادت میں مجاہدین اسلام نے اس جانبازی اور جانفروشی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا کہ دم کے دم میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ جدہر رخ کیا میدان صاف تھا۔ آخر رومیوں کو ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا اور مسلمانوں کو ایسی عظیم الشان فتح نصیب ہوئی جس سے اہل اسلام کے حوصلے بلند ہوگئے اور فتوحات کا دروازہ ملک شام میں مسلمانوں کے لئے کھل گیا۔ مخالفین کی ہمتیں پست ہوگئیں مگر افسوس کہ ابھی یہ فتح مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لشکر ہی میں حضرت خالدؓ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی۔ لیکن سلسلہ جنگ برابر جاری رہا۔ یہانتک کہ اس کی تکمیل حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہوئی چنانچہ اس کا ذکر آگے آئیگا۔

امیرالمومنین حضرت صدیقؓ کی خلافت تقریباً ۲½ سال رہی جس میں نجران۔ جرش۔ بحرین۔ خولان وغیرہ بڑے بڑے مقامات فتح ہوئے۔

خلافت حضرت عمر فاروقؓ اور فتوحات اسلامیہ کا عروج

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ۱۳ھ میں حضرت عمرؓ کرسی خلافت پر متمکن ہوئے آپ کے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی شجر اسلام کی ڈالیوں میں فتح وظفر کے غنچے کھلنے لگے اور اس کے برگ وبار میں تازگی وشادابی کا ایک نیا رنگ پیدا ہوگیا۔

فتح دمشق

جنگ یرموک کے دوران میں حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کے بجائے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو سپہ سالار اعظم بنایا۔ جسوقت اہل یرموک کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور تمام رومی جان بچا کر بھاگ نکلے تو حضرت ابوعبیدہ نے بشیر بن کعب حمیری کو یرموک پر مقرر کرکے خود لشکر کو لیکر شکست خوردہ فوج کے تعاقب کے لئے روانہ ہوئے کیونکہ ان کو اس بات کی خبر ہوچکی تھی کہ مقام فحل میں شکست خوردہ فوج نے اپنی جماعت قائم کرلی۔ ان کی مدد کے واسطے حمص سے بھی نئی فوج آئی ہے۔ اور یہ لوگ دوبارہ حملہ کی تیاریاں کررہے ہیں اس واسطے حضرت ابوعبیدہ فوج کو لیکر مقام صفر میں مقیم ہوئے۔ اب حیران تھے کہ حملہ کی ابتدا فحل سے کریں یا دمشق سے چنانچہ حضرت عمرؓ سے مشورہ لیا آپ نے فرمایا تم دمشق پہ پہلے حملہ کرو کیونکہ وہاں بڑے بڑے مضبوط قلعے ہیں اور بادشاہوں کے رہنے کے لئے ایک محفوظ مقام ہے چنانچہ حضرت ابوعبیدہ نے پہلے دمشق پر حملہ کیا اور چاروں طرف سے اسکا محاصرہ کرلیا یہ محاصرہ تقریبًا ۷ روز تک قائم رہا۔ مسلمانوں نے ان تمام راستوں کو جہاں سے دشمن کو کسی قسم کی بھی امداد پہنچ سکتی تھی بند کردیا۔ اسی اثنا میں دمشق کے فرمانروا کے یہاں جو تمام شہر کا پادری تھا لڑکا پیدا ہوا۔ اس خوشی میں اس نے تمام پہرہ داروں کو دعوت دی۔ تمام سپاہی اپنے اپنے مقامات کو چھوڑ کر دعوت میں شریک ہوئے اہل دمشق کی ان تمام کیفیات کی خبر حضرت خالد کو ہوگئی وہ آہستہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت لیکر شہر کے دروازوں کی طرف بڑھے۔ جب دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت خالد ایک رسی کے ذریعہ دیوار پر چڑھ گئے اور باقی ماندہ فوج کو آگاہ کردیا کہ جب تکبیر کی آواز سنو تو فورًا ہمارے پاس آجانا۔ جب حضرت خالد دیوار پر چڑھکر نیچے اترے تو جو پہرہ دار موجود تھے ان کو قتل کرڈالا پھر اوپر چڑھکر بلند آواز سے نعرۂ تکبیر پکارا۔ تکبیر کی آواز سنتے ہی مسلمان شہر کی جانب بڑھے اور اندر داخل ہوگئے۔ یکایک مسلمانوں کے شہر میں داخل ہونے سے اہل دمشق پریشان ہوگئے اور جزیہ پر مسلمانوں سے صلح کرلی یہ ۱۴ھ کا واقعہ ہے۔

فتح بیت المقدس

دمشق کو فتح کرنے کے بعد لشکر اسلامی بیروت۔ سبطیہ۔ قیساریہ اور یافہ وغیرہ بڑے بڑے شہروں کو فتح کرتا ہوا شام کے سواحل تک پہنچا اور شام کے اکثر شہروں کی فتوحات سے فارغ ہوکر ابوعبیدہ بن جراح اردن کی طرف روانہ ہوئے۔ اور لشکر اسلامی کو بیت المقدس کے لئے جمع کیا اور بیت المقدس کے پادری کے پاس خط لکھا اور اسلام کی دعوت دی انھوں نے انکار کیا اور نیز کسی چیز کو قبول نہ کیا بالآخر مسلمانوں نے بیت المقدس کا سختی سے محاصرہ کیا اور یہ شرط کی کہ خود خلیفۃ المسلمین صلح میں شریک ہوں چنانچہ ابوعبیدہ نے حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ میں خط لکھا۔ خط پہنچنے پر حضرت عمرؓ نے صحابہ سے

اپنی شرکت کے متعلق مشورہ لیا۔ ان کا مشورہ ملنے پر مدینہ سے اپنا ایک غلام ساتھ لیکر تنہا روانہ ہوئے۔ چلنے کی کیفیت یہ تھی کہ ایک منزل تک حضرت عمرؓ اونٹ پر ہوتے اور غلام نیچے ہوکر چلتا۔ اور دوسری منزل پر غلام سوار ہوتا اور بادشاہ وقت پیدل چلتے۔ اسی طرح چلتے چلتے بیت المقدس کے قریب ہوئے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت غلام کی باری اونٹ پر سوار ہونے کی تھی اور حضرت عمرؓ کی پیدل چلنے کی۔ غلام نے ہر چند چاہا کہ آپ سوار ہوں اور میں پیدل چلوں مگر خلیفۂ اسلام کے دل میں مساوات اسلامی کا صحیح نقشہ جما ہوا تھا اسلئے ہرگز اس کو قبول نہ کیا۔ جس وقت حضرت عمرؓ جابیہ میں پہنچے تو شہر کا حاکم شہر کی جانب بھاگا اور رؤسار قدس بغرض صلح خلیفہ کے پاس حاضر ہوئے اور جزیہ پر صلح ہوئی دو صلح نامے لکھے گئے۔ ایک اہل عرب کے پاس رہا اور دوسرا اہل قدس کے پاس۔ صلح کے اندر مسلمانوں نے کسی قسم کی سختی ان پر نہ کی بلکہ ان کو جس دین میں تھے رہنے دیا۔ ان کے پادریوں اور عبادت خانوں کو باقی رکھا یہ سنہ ۱۵ھ میں ہوا۔

فتح مصر

جس وقت بیت المقدس کی فتح مکمل ہوچکی اور گرد و نواح کے تمام علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آچکے تو اس کے بعد سنہ ۱۹ھ میں حضرت عمرو بن عاص نے فتوحات مصر کے متعلق حضرت عمرؓ سے اجازت چاہی چنانچہ اجازت ملنے پر... ہم مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت لیکر مصر کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں مقام ریف میں مصری گورنر جاثلیق سے مقابلہ ہوا مگر وہ اہل اسلام کے مقابلہ میں ناکام رہا۔ اور شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور جزیہ پر صلح ہوئی۔ مگر چند لوگوں نے بادشاہ مصر یعنی مقوقس کے پاس خبر پہنچائی اور مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کیا۔ آخرکار بادشاہ مصر نے مسلمانوں کے خلاف مدد دینی شروع کی۔ قبطیوں کا ایک زبردست لشکر حضرت عمرو بن عاص کے مقابلہ میں روانہ کیا بالآخر مقابلہ ہوا۔ قبطی اہل اسلام کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلے اور صلح کرنے پر مجبور ہوئے چنانچہ ہر مصری پر دو دو دینار مقرر ہوئے۔ جزیہ کی کل تعداد جو کہ اہل مصر پر مقرر ہوئی ایک کروڑ بیس لاکھ تھی۔

فتح اسکندریہ

مصر کے فتح کرنے کے بعد لشکر اسلامی اسکندریہ کی طرف روانہ ہوا۔ رومی اور قبطی لشکر سے مقابلہ ہوا اور سخت لڑائی کے بعد بہت سے رومی لڑائی میں مقتول ہوئے اور ان کو نہایت زبردست شکست ہوئی اور اسکندریہ فتح ہوا یہ سنہ ۲۰ھ میں ہوا۔

اس کے بعد سنہ ۲۲ھ میں برقہ پر حملہ کیا وہاں کے باشندوں نے جزیہ پر صلح کرلی۔ دوسرا حملہ طرابلس پر ہوا مسلمانوں نے اس شہر کا تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ کرنے کے بعد فتح کیا اسی طرح رفتہ رفتہ مسلمانوں نے شمالی افریقہ کے تمام شہروں پر قبضہ کرلیا۔

فتح عراق کی تکمیل

یہ بات معلوم ہوچکی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو عراق کی جانب روانہ کیا تھا اس کے بعد شام کی جانب چلنے کا حکم دیا تھا جو قت حضرت خالدؓ عراق سے روانہ ہوئے تھے تو باقی ماندہ فوج پر مثنیٰ بن حارثہ کو حاکم مقرر کیا تھا۔ انھوں نے لشکر کو لیکر کسریٰ کے

دار السلطنت حیرہ پر حملہ کیا کسریٰ نے تیرہ ہزار سپاہی ہرمز کی قیادت میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ عربی فارسی لشکروں میں شدت کے ساتھ لڑائی ہوئی ہرمز کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ مگر مسلمانوں کی فوج کم تھی اور فارس میں کچھ ممالک فتح ہونے سے ابھی باقی تھے اس واسطے حضرت عمر نے مثنیٰ ابن حارثہ کی مدد کے واسطے ابو عبیدہ بن مسعود کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا جوقت یہ لشکر اسلامی پہنچا تو مثنیٰ بن حارثہ دشمن کے مقابل ہو کر مقابلہ کر رہے تھے اہل فارس نے رستم کی قیادت میں تقریباً ایک لاکھ لشکر روانہ کیا تھا اس لڑائی میں تقریباً چار ہزار فرزندان اسلام نے جام شہادت نوش فرمایا اور سپہ سالار اسلامی یعنی ابو عبیدہ بھی زیور شہادت سے ملبوس ہوئے جسوقت اس دردناک واقعہ کی خبر حضرت فاروق اعظم کو ہوئی تو بیحد افسوس ہوا۔ اور مقابلہ کے لئے ایک لشکر جریر بن عبداللہ کی قیادت میں مسلمانوں کی مدد کے واسطے روانہ کیا جب یہ فوج پہنچی تو اسوقت مسلمان مقام عذیب میں فارسیوں سے لڑ رہے تھے اس جنگ میں کفار کو زبردست ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا مسلمانوں کے سپہ سالار اعظم مثنیٰ ابن حارثہ بھی زخمی ہوئے۔

جب اہل فارس کو پے درپے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو آپس میں بادشاہ کے متعلق اختلاف پیدا ہوگیا اور دو جماعتیں بن گئیں آخرکار تمام اہل فارس نے ایک نیا بادشاہ یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ کو منتخب کیا اس نئے بادشاہ کی عمر ۲۱ سال کی تھی اب اہل فارس نے مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست کارروائی شروع کی جب اہل فارس متفق ہوچکے تو مثنیٰ بن حارثہ نے حضرت عمر کے پاس اس نئے بادشاہ کے منتخب ہونے اور اہل فارس کے دیگر حالات سے خبردی۔ جسوقت یہ خبر حضرت عمر کے پاس پہنچی تو فرمایا کہ عرب کے بادشاہ عجم کے بادشاہ کو ضرور ماریں گے۔ پھر مسلمانوں کے مختلف قبائل کو آمادہ کیا جب مسلمانوں کا لشکر جمع ہوچکا تو حضرت عمر نے چاہا کہ خود لڑائی میں حاضر ہوں اور اپنی جگہ پر حضرت علیؓ کو عارضی خلیفہ بنائیں مگر مسلمان آپ کے چلنے پر رضامند نہ ہوئے بلکہ یہ رائے پاس کی کہ سعد بن ابی وقاص کو فوج دیکر دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا جائے۔ آخرکار ایسا ہی ہوا اور حضرت سعد تمام لشکر اسلامی کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے اور امداد کیلئے عمرو بن معدی کرب کو ساتھ روانہ کیا۔ جب مسلمانوں کا تمام لشکر ایک جگہ مجتمع ہوگیا تو اب حضرت سعد نے مسلمانوں کی ایک جماعت یزدجرد کے پاس روانہ کی تاکہ اسکو اسلام کی طرف آنے کی دعوت دیں۔ یا جزیہ دینا قبول کرلیں۔ اگر ان میں کسی کو بھی منظور نہ کریں تو پھر لڑائی کا پیغام پہنچا دیں جب اسلامی وفد نے یہ تمام باتیں شاہ فارس کے سامنے پیش کیں تو وہ مسلمانوں سے نہایت ہی سخت کلامی سے پیش آیا۔ اور کہا میں اپنے سپہ سالار رستم کے ذریعہ تم کو سخت تکلیف پہنچاؤں گا کہ پھر کبھی یہاں آنے کا لفظ بھی زبان پر نہ لاؤ گے۔ چنانچہ رستم کی ہمراہ دو لاکھ سپاہ اور ۳ ہاتھی روانہ کئے مقام قادسیہ میں دونوں فوجوں کا اجتماع ہوا۔ ایک طویل گفت شنید کے بعد لڑائی کا میدان گرم ہوگیا۔ تین دن تک گھمسان لڑائی رہی۔ رستم ایک ہاتھی پر محفوظ ہوادار ہودج میں بیٹھا ہوا فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اچانک ایک مسلمان سپاہی ہلال بن علقمہ نے دیکھا اور قتل کر ڈالا اور پھر رستم کے قتل ہوجانے کا

کا اعلان کردیا۔ جس کی وجہ سے فارسیوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔

اس جنگ میں ۸ ہزار مسلمان شہید ہوئے اور تیس ہزار کافر جہنم رسید ہوئے۔ اس لڑائی سے فارغ ہوکر مسلمانوں نے شہر مدائن پر حملہ کیا اور اسے فتح کرلیا۔ یہاں سے بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کیا اور باقی مال مجاہدین پر تقسیم ہوا۔ ہر ایک مسلمان سپاہی کو مال غنیمت سے تقریباً بارہ ہزار روپیہ کی مالیت حاصل ہوئی۔ پھر پے در پے فارس کے اکثر حصہ کو مسلمانوں نے فتح کرلیا مگر ابھی فارس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا کہ ۲۳ھ میں ابو لؤلؤ علیہ ما علیہ نے زہر آلود خنجر سے بحالت نماز حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی کو شہید کردیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

خلافت حضرت عثمانؓ اور فتوحات فارس کی تکمیل

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان خلیفہ ہوئے ان کی خلافت تقریباً بارہ سال تک رہی ان کے زمانہ میں ارمینیا ۲۵ھ میں سلمان بن ربیعہ نے فتح کیا اس کے بعد ملطیہ۔ قونیہ تفلیس اور شمکور وغیرہ بڑے بڑے شہر فتح ہوئے اسی ۲۵ھ میں حضرت امیر معاویہ بن ابو سفیان جو شام کے گورنر تھے ان کو فتوحات کا بہت شوق تھا انھوں نے جزیرہ قبرص کے فتح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ خلیفہ نے اجازت دی مگر یہ کہدیا کہ جو مسلمان اپنی اپنی خوشی سے لڑائی میں جانا چاہیں ان کو لے جاؤ۔ کسی کو مجبور نہ کرو کیونکہ قبرص کے فتح کرنے میں سمندر کو پار کرنا پڑتا تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے عبداللہ بن قیس کی قیادت میں بذریعہ کشتیوں کے فوج کو روانہ کیا اور قبرص کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے رہنے والوں نے صلح کرلی۔ ۲۶ھ میں خلیفہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو فوج دیکر شمالی افریقہ کے باقی ماندہ شہروں کو فتح کرنے کیلئے روانہ کیا چنانچہ اندلس اور سبطیلہ وغیرہ کی فتوحات کو مکمل کیا ۳۱ھ میں حضرت عثمان نے فارس کی فتوحات کو مکمل کرنے کیلئے ایک فوج عبداللہ بن عامر کی زیر قیادت روانہ کی یہ لشکر اسفرائن ابیورد اور طوس وغیرہ کو فتح کرتا ہوا ازدشیر تک جہاں یزدجرد مع اپنی سپاہ کے تھا پہنچا۔ یہ بھی سخت لڑائی کے بعد فتح ہوا۔ یزدجرد سط المرغاب کی طرف بھاگا مگر راستہ میں اس کو قتل کرڈالا گیا۔ اس کے بعد فارس کا تمام ملک فتح ہوکر دولت عربیہ میں شمار ہونے لگا۔ ۳۲ھ میں حضرت معاویہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا مگر مسلمانوں کو اس میں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ قسطنطنیہ خلافت بنی امیہ کے زمانہ میں کامل طور پر فتح ہوا۔ اس کے بعد ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے ان کی شہادت کا واقعہ بہت دردناک ہے پھر کسی موقعہ پر انشاء اللہ مستقل طور پر تحریر کرونگا۔

خلافت حضرت علیؓ اور خلفاء راشدین کا اختتام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تقریباً ۴½ سال تک رہی ان کی خلافت میں کوئی ملک

فتح نہیں ہوا بلکہ ان کے زمانے میں خود مسلمانوں کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے لیکن پھر بھی حضرت علیؓ نے خوارج کی جماعت کو قتل کیا جو کہ باہم مسلمانوں میں فساد پیدا کر رہے تھے۔ اس کے بعد ۴۰ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شہید کر دیئے گئے ان کی شہادت کی کیفیت بھی اپنے اندر ایک مستقل مضمون کی اہمیت رکھتی ہے جو آئندہ انشاء اللہ اگر فرصت ملی تو قلمبند کرونگا۔

حضرت علیؓ کی خلافت کے خاتمہ کے ساتھ ہی خلافت راشدہ کا بھی اختتام ہو گیا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہی کو خلفاء راشدین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ خلافت راشدہ تقریباً ۱۱ھ سے ۴۰ھ تک قائم رہی۔

جنگ یرموک میں جذبۂ ایمانی کا ولولہ انگیز منظر

(از مولوی عبدالعزیز صاحب لبکوہری متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ)

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جو شوق جہاد و حب نبوی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تھا ہم اس کا تصور تک نہیں کر سکتے کیونکہ اس کیلئے خلوص نیت اور راسخ الاعتقادی کا ہونا ضروری ہے اور یہ چیز خصوصاً علماء اور عموماً تمام مسلمانوں کے دلوں سے قریباً مفقود ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم عموماً بجائے ترقی کے پستی کے گڑھے میں گرے جارہے ہیں اور نور ایمانی دلوں سے مفقود ہوتا جارہا ہے اگر یہی ناگفتہ بہ حالت ہماری کچھ اور دنوں تک رہی تو یقیناً دنیا میں ہم ایک بالشت زمین پر بھی قابض ہونیکے قابل رہیں گے اور جو کچھ تھوڑا بہت طوعاً و کرہاً ہمارے ہاتھوں میں ہے اس سے بھی محروم کر دیئے جائینگے۔ خدا نے عزت و غلبہ کا دارومدار ایمان و اطاعت پر رکھا ہے۔ و لله العزة ولرسوله وللمؤمنين۔ اسلئے میں نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ ہماری زندگی کس زبوں حالت و کس مپرسی میں گذریگی۔

صحابہ کرام میں جذبہ ایمانی و حب نبوی کا صحیح نقشہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب رسول امی فداہ ابی و امی نے انکی قلت اور ظاہری سست حالت کو دیکھکر ضعف و کمزوری کا اندازہ لگایا اور جس سے آپ رنجیدہ خاطر ہوئے اور صحابہ کرامؓ کو بھی جب اسکا احساس ہوا اور آنحضور صلعم کا مطلب سمجھے تو بے اختیار ہو کر بولے اے اللہ کے رسول واللہ ہم قوم موسیٰ کی طرح سے بزدل و نافرمان نہیں ہیں کہ جب انکو جہاد کا حکم دیا گیا تو کہا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ اے موسیٰ تم اپنے رب کو ساتھ لیکر جہاد کرنے جاؤ ہم جہاد کرنے کیلئے نہیں ہیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اے اللہ کے محبوب ہم تو اگر آپ اسی وقت دہکتی ہوئی آگ میں گھس جانے کو ارشاد فرمائیں تو بلاخوف آپ پر قربان ہونے کو تیار ہیں اگر آپ اس بحر ناپیدا کنار میں کود جانے کو کہیں تو بلاخطر ہم آپ پر نچھاور ہونے کو فخر سمجھتے ہیں۔ یقیناً یہ جذبات سے معمور کلمات انکے دل سے نکل رہے تھے ان کے دلمیں حب نبوی موجزن تھا وہ چاہتے تھے کہ اگر ایک طرف جسم راہ خدا میں خاک و خون میں لوٹتا ہو تو دوسری طرف روح صدائے رب کی طرف لبیک کہتی ہوئی پرواز کر رہی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے جس طرف قدم نکالا تمام مادی طاقتوں کو پامال کر دیا۔

جدہر دست ہمت بڑھایا سب کو مطیع کرلیا جدہر نظر اٹھالی انکو مسحور کردیا۔ جدہر رخ کیا فتح وکامرانی نے ان کا استقبال کیا۔ جہاں اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ بلند کیا کائنات قدرت کو پاش پاش اور ریزہ ریزہ کردیا اسی سلسلے کی ایک کڑی جنگ یرموک بھی ہے جس کے کچھ واقعات آج پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں اہل بصیرت واصحاب نظر کیلئے بہت سی عبرتیں ہیں جس میں اخوت ومساوات کی چمکتی ہوئی بہت سی نظیریں ہیں اور جس میں جذبۂ اطاعت وجانبازی پیدا کرنے کے بہت سے نسخے ہیں۔

جنگ یرموک کے اصلی اسباب

آہ! شرحبیل بن عمرو غسانی کے دربار میں حضرت حارث بن عمیرؓ کا شہید ہوجانا کتنا دلدوز واقعہ تھا اسی بدبخت نے یہ ناقابل پاداش گناہ کرکے اہل اسلام کے دلوں کو زخمی کردیا تھا۔ رسول اللہ کے قلب کو مغموم کردیا تھا۔ تمام مسلمانوں کے دلوں میں جوش انتقام موجزن تھا۔ ہر مسلمان جذبۂ اخوت سے متاثر ہوکر ناقابل برداشت صبر کرتے ہوئے حکم جہاد کا منتظر تھا۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی صحیح تصویر دلوں میں کھنچ رہی تھی۔ بالآخر حضور سرور دو عالم بھی مجبور ہوکر جہاد کا پیغام سناتے ہیں مسلمان جذبۂ انتقام اور جوش شہادت سے معمور معمولی جمعیت میں زید بن حارثہ کے ماتحت مقام موتہ کیطرف روانہ ہوتے ہیں وہاں بے پناہ رومی لشکروں سے مقابلہ ہوتا ہے جنکی تعداد ایک لاکھ سے کچھ کم نہ تھی۔ اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہ اور جعفر طیار جیسے شجاعان اسلام جام شہادت نوش فرماتے ہیں۔

اللہ اکبر! ابھی مسلمانوں کے دلوں سے حارث بن عمیر کی شہادت کا زخم مندمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس پر درد واقعہ نے اس پر نمک پاشی کی اور وہ پھر ہرا ہوگیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں جوش انتقام اور زیادہ مشتعل ہوجاتا ہے۔ حضور سرور کونین کو ناقابل برداشت رنج پہنچتا ہے۔ آپ اپنے دست مبارک سے سریہ اسامہ کو مرتب کرتے ہیں۔ مگر آہ! ابھی حضور کا دست مبارک اس سے ہٹا نہ تھا کہ آپ اللھم الرفیق الاعلیٰ کہتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی کی طرف رحلت فرماتے ہیں۔ لیکن کیا یہ جماعت جو ایسے مقدس ہاتھ سے مرتب ہوئی تھی اسکو کوئی چیز مانع ہوسکتی تھی؟۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر سب سے پہلے خطبہ خلافت میں بھی فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو واللہ میں اس فوج کو جسکو ہمارے حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے۔ نہیں روک سکتا خواہ اس راستے میں مجھے کتنی ہی تکلیفوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ آپ اسکو اس مہم پر روانہ کردیتے ہیں جس کیلئے تیار کیا گیا تھا اگرچہ مقتضائے وقت اس کی اجازت نہ دیتا تھا۔ جب یہ جماعت ناکافی ہوئی اور نئے سلسلے سے ایک بڑی فوج بھیجنے کی ضرورت ہوئی تو حضرت صدیق نے تقریباً ۳۲ ہزار کی ایک بڑی فوج مختلف امراء کے ماتحت ملک شام کے مختلف اطراف میں حملہ کرنے کیلئے بھیجا۔ جب ہرقل کو یہ معلوم ہوا تو اس نے یہ کوشش کی کہ علیحدہ علیحدہ ہر اسلامی فوج کا اس سے کئی گنا زائد فوج سے مقابلہ کیا جائے اور وہ ایک جگہ پھر مجتمع نہ ہوسکیں اس طرح انکی تمام قوت ٹوٹ جائیگی اور ہمیشہ کیلئے پست ہوجائینگے۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی اور انکو ہرقل کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو باہم خط وکتابت کرکے خلیفہ کو اس سے مطلع کیا حضرت ابوبکرؓ نے سب کو ایک جگہ مقام یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا۔

جنگ یرموک

جب مسلمان یرموک میں پہنچ گئے اور عیسائیوں کو اسکی خبر ہوئی تو وہ بھی ڈھائی لاکھ کی جمعیت میں یرموک میں پہنچ گئے۔ انھوں نے وہاں پر ایسی جگہ متعین کی کہ پشت کی جانب پہاڑ تھا اور

دوسری طرف دریا موجیں لے رہا تھا اور سامنے مسلمان تھے اس جگہ کو اس لئے متعین کیا تھا تاکہ ہر شخص بھاگنے کا خیال چھوڑ کر نہایت شجاعت اور ہمت سے لڑ کر مسلمانوں کا قلع قمع کر ڈالے۔ مسلمان عیسائیوں کی اس طرح کثرت دیکھکر کچھ گھبرائے اور خلیفہ سے امداد طلب کی حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد کو جو کہ عراق کی مہم پر تھے حکم دیا کہ فوراً دس ہزار فوج لیکر یرموک پہنچیں چنانچہ حضرت خالد یرموک آئے لیکن وہاں کی حالت دیکھکر سخت متعجب ہوئے کہ اسلامی فوج اپنے امیر کے ماتحت جدا جدا جنگ کر رہی ہیں اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے اور اگر کچھ دنوں اور یہی حالت رہی تو یقیناً بہت نقصان ہوگا اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

فتح وظفر کا اصلی سبب اتحاد ہی

چنانچہ انھوں نے سب امیروں کو ایک جگہ جمع کیا اور ایک نہایت عمدہ ولولہ انگیز اور پرجوش تقریر کی جس میں بیان کیا کہ اے مسلمانوں یہ وقت تکبر اور عجب کا نہیں ہے ہم حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے آئے تھے اور اگر ہماری یہی حالت رہی تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اپنے دلوں سے فخر و تکبر کو نکال کر صرف ایک امیر کے ماتحت ہو جاؤ اور ایک جگہ مجتمع ہو کر لڑو۔ ہر سردار باری باری امیر بنے اسلئے میں خواہش کرتا ہوں کہ آج کی سپہ سالاری میرے سپرد کر دی جائے چنانچہ سبھوں نے اسکو منظور کر کے حضرت خالد کو سپہ سالار عام بنا دیا۔ حضرت خالد نے تمام فوج کو اس طرح ترتیب دیا کہ آج تک عربی فوج اسطرح کبھی مرتب نہ ہوئی تھی حتی کہ رومی جو اس زمانے کے ماہر فن تھے اس ترتیب پر تعجب کر رہے تھے چند دستہ کو میمنہ میں اور چند میسرہ میں اور اٹھارہ دستہ قلب میں متعین کیا۔ قلب کے تیر بازوں کو تیر اندازی کا حکم دیا کیونکہ یہی سنت تھی اس کے بعد اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ عام ہلہ بولدیا۔ یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ رومی سوار فوج گھبرا گئی اس کے قدم اکھڑ گئے جب مسلمانوں نے اسکو محسوس کیا انھوں نے خود ایک طرف راستہ چھوڑ دیا چنانچہ رومی سوار فوج وہاں سے نکل گئی اس کے بعد مسلمانوں نے پھر ایک زبردست حملہ رومی پیادہ فوج پر کیا انھوں نے کچھ دیر ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن جب سواروں کو بھاگتے دیکھا تو ان میں بھی ضعف آگیا وہ بھی پیچھے ہٹے۔ لیکن چونکہ ان کی پشت پر پہاڑ تھا راستہ نہ ملا وہ دریا کی طرف پلٹے وہ اس طرح خوفزدہ ہوگئے تھے ان کو خود خبر نہ تھی کہ کدھر جا رہے ہیں چنانچہ وہ طبری کے بیان کے مطابق سوا لاکھ دریا میں گر کر غرق ہوگئے۔

جوش اسلامی کا نظارہ

یہ جنگ دن اور رات بھر ہوتی رہی۔ حضرت خالد سپہ سالار اسلام لڑتے لڑتے عیسائیوں کے سردار کے خیمہ میں پہنچ گئے اور گھس کر بیٹھ گئے رومیوں نے جب حضرت خالد کو دیکھا تو گرفتار کرنے کی فکر میں لگ گئے اور نہایت شجاعت اور جوش سے لڑنے لگے۔ حضرت عکرمہ بھی پاس ہی لڑ رہے تھے یہ کیفیت دیکھکر چلا کر بولے کہ اے مسلمانوں تم کہاں ہو۔ تمہارا سردار ابھی گرفتار ہوا چاہتا ہے۔ آؤ اپنے سردار کے بچانے اور ناموس اسلام پر قربان ہونے کو تیار ہو جاؤ کون ہے جو میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کرتا ہے یہ سنکر حضرت حارث اور ضرار چار سو مجاہدین کی معیت میں موت کی بیعت کرتے ہیں اور حضرت خالد کے ارد گرد اس طرح ہمت و شجاعت سے لڑتے ہیں کہ باوجود جسم زخموں سے چور چور ہونے کے تلوار ہاتھ سے نہیں ڈالتے

ہیں بالآخر صبح ہوتے ہوتے ان میں سے اکثر جام شہادت کا پر کیف شربت پی لیتے ہیں

فتح جب صبح ہوئی تو میدان رومیوں سے صاف تھا۔ حضرت خالد کے پاس عکرمہ اور انکے بیٹے جو حیات کی آخری سانس لے رہے تھے لائے جاتے ہیں حضرت خالد جوش محبت اور جذبۂ اخوت سے بیقرار ہو کر لپٹ جاتے ہیں اور نہایت غمگین ہوتے ہیں شدت بیقراری نے ساتھ ہی ساتھ اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور ان کی روح عالم قدس کی طرف پرواز کر جاتی ہے ابھی مال غنیمت کے جمع کرنے اور فتح کی خوشی منانے کو زیادہ لمحہ نہ گذرا تھا کہ خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کی خبر نے اس خوشی کو غم میں تبدیل کر دیا۔

ترقی کا لائحہ عمل اس واقعہ سے ظاہرا جنگ کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اگر غور کیا جائے تو ہماری اس زبوں حالت کی اصلاح و درستگی کیلئے بہت سے احکام معلوم ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ ہم کو بتلاتا ہے کہ مسلمانوں کو کبھی کثرت اعدا سے خائف نہ ہونا چاہیئے بلکہ نہایت تدبر اور ہمت و استقلال سے ان کی تکالیف کے دفعیہ کی کوشش کرنی چاہئے یہ واقعہ ہم کو بتلاتا ہے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ منظم ہو کر اپنی طاقت مضبوط کرنی چاہیئے۔ یہ واقعہ ہم کو بتاتا ہے کہ اخوت و مساوات عین فتح کی نشانی ہے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی جماعت اسوقت تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی جبتک انہیں اتحاد و اتفاق نہ ہو جائے۔

آہ آج ہماری کیا حالت ہے۔ ہم نے اپنے دل سے ہمت و استقلال کے مادہ کو فوت کر دیا ہے۔ اسلئے ہم خائف ہیں۔ آج ہمنے اتحاد و اتفاق کے بجائے نفاق و شقاق کو اپنا شعار بنالیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہمارا کوئی فرد بھی منظم نظر نہیں آتا ہے۔ اخوت و مساوات سے تو ہم کو چڑ ہے آج ہر شخص قومی مفاخرہ و مناظرہ میں رطب اللسان نظر آرہا ہے۔ پھر شکایت یہ ہے کہ ہم تباہ ہو رہے ہیں مٹے جا رہے ہیں۔ کافروں نے ہم کو تنگ کر دیا ہے۔ دوستو! اگر اب تم میں بیداری آچکی ہے اب پھر ویسے ہی حاکم بننا چاہتے ہو تو حقیقۃً مومن ہو جاؤ۔ اور اپنے اندر وہی اسپرٹ پیدا کر لو جسکو "عرب کے بدوؤں" نے پیدا کر کے قیصر و کسریٰ جیسے شاہان عالم کو تباہ کر ڈالا تھا۔ آہ ؎

کبھی زمانے میں ڈالا تھا غلغلہ جس نے ✻ وہ نام زینت عنوان داستاں نہ رہا
گلہ ہے بخت کی نیرنگیوں سے لاحاصل ✻ عبث ہے شکوہ کہ گنبد پر گردگاں نہ رہا

پتے نہیں بدلے جائیں گے۔

آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محدث کوئی تجارتی رسالہ نہیں ہے محض آپ لوگوں سے محصولڈاک کا خرچ لیا جاتا ہے لیکن پھر بھی بعض حضرات بار بار اپنے پتے بدلوا کر چھپی چٹوں کو بیکار کر دیتے ہیں اور پھر نئی چٹیں چھپوا کر ہمکو خواہ مخواہ زیر بار کرتے ہیں اسلئے اطلاعاً اعلان کیا جاتا ہے کہ اب آئندہ سے ہم کوئی پتہ تبدیل نہیں کرینگے۔ بلکہ جس صاحب کو اپنا پتہ بدلوانا ہو وہ بجائے دفتر محدث میں اطلاع دینے کے براہ راست اپنے یہاں کے ڈاکخانے میں لکھکر بھیجدیں کہ اب میری ڈاک اس پتہ پر بھیجی جائے اور نئے اپنا وہ پتہ لکھدیں جس پتہ پر منگوانا چاہتے ہوں ہمارے دفتر میں اب تبدیل پتہ کی اطلاعات پر ہرگز توجہ نہیں کی جائیگی خریداران محدث مطلع رہیں۔

منیجر

محترم مہتمم صاحب کے پوتے کی تقریب

عالیجناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی کے چھوٹے صاحبزادے جناب مسٹر شیخ حبیب الرحمٰن صاحب میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ کے صاحبزادے میاں اعجاز الرحمٰن سلمہ نے بفضل خدا اپنی عمر کے دوسرے سال میں قدم رکھا جس کی خوشی میں حضرت بہزاد صاحب لکھنوی نے فی البدیہہ ایک نظم کہی جو درج ذیل ہے۔ محدث کا عملہ اور مدرسہ رحمانیہ کے طلبا دست بدعا ہیں کہ جناب باری بچہ کی عمر میں برکت دے اور دین پرور بنائے آمین۔

للہ الحمد کہ پھر گھر کے گھٹا آئی ہے | آج گلشن میں نئی انجمن آرائی ہے

دامنِ گل میں نظر آتے ہیں رنگیں جلوے | آج ہر خار چمن مثلِ تماشائی ہے

میکدہ میں بھی ہے ایک شور یہ مستوں کا | کیفِ گردش میں غرض ساغرِ صہبائی ہے

میں نے حیرت سے یہ پوچھا گلِ تر سے جاکر | آج کیا بات ہے جو انجمن آرائی ہے

گل یہ بولے میاں اعجاز کی ہے سالگرہ | اسی باعث سے چمن میں چمن آرائی ہے

بیسویں فروری اونیس سو چھتیس ہی سے ۱۹۳۶ء | ان کے جلووں نے ہر اک دل میں جگہ پائی ہے

سات ذی الحجہ تھی اور تیرہ سو چھپن ہجری ۱۳۵۶ | جب سے مشہور زمانہ یہی یکتائی ہے

ان کے والد ہیں میاں شیخ حبیب الرحمٰن | ذات نے جنکی ہر اک دل میں جگہ پائی ہے

یہ سخی ابن سخی یہ ہیں کریم ابنِ کریم | آج کل شہر میں خردان کی ہی یکتائی ہے

مدرسہ دین کا ہے فیض سے انکے جاری | جسمیں تعلیم غریبوں نے سدا پائی ہے

میاں اعجاز کے دادا ہیں عطاء الرحمٰن | ذات پاک آپ کی اللہ کی شیدائی ہے

یاالٰہی میاں اعجاز کو کر علم نصیب | علم ہی اصل میں انسان کی بینائی ہے

یاالٰہی میاں اعجاز کو دے عمر طویل | جب تلک چرخ پہ یہ گنبدِ مینائی ہے

ایسی صحبت کے میں لایق ہی کہاں تھا بہزاد
میاں ریحان کی الفت مجھے لے آئی ہے

روحِ اخبار

— دولت جمہوریہ ترکیہ نے یونان کے ساتھ پندرہ سال کے لئے ایک معاہدہ کرلیا ہے۔ ابھی صرف عارضی دستخط ہوئے ہیں لیکن توقع ہے کہ آئندہ موسم بہار میں دونوں حکومتیں اس پر حتمی دستخط ثبت کردیں گی۔ اس معاہدہ کی رو سے دونوں ملکوں کی خارجہ پالیسی ایک ہوگی۔ اور ایک دوسرے کے دفاع کی ضرورت کے وقت وہ دونوں ایک ہوجائیں گے۔

— معلوم ہوا ہے کہ جرمنی کی ایک جماعت جو لوہے کی صنعت وحرفت کا کام کرتی ہے حکومت مصر سے علاقہ اسوان میں کچے لوہے کی کانیں تلاش کرنے کے سلسلہ میں گفت وشنید کررہی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مصری کمپنی کے قیام کے متعلق بھی تجاویز زیر غور ہیں۔

— لاریوں کی عام مقبولیت کو دیکھکر نارتھ ویسٹرن ریلوے کے حکام نے بھی فیصلہ کیا ہے کہ ان لاریوں کے مقابلہ کے لئے سرکاری لاریاں چلائی جائیں چنانچہ خبر آئی ہے کہ حکومت ہند نے لائل پور جھنگ روڈ پر نارتھ ویسٹرن ریلوے کی لاریاں چلنے کی اجازت دے بھی دی ہے۔ جس سے لاری ڈرائیوروں میں بہت ہیجان واضطراب پھیل گیا ہے (احسان)

— موضع بگلی ضلع لدھیانہ سے خبر موصول ہوئی ہے کہ وہاں ہندوؤں اور سکھوں نے گاؤں کی مسجد میں گھس کر لاٹھیوں سے نمازیوں پر عین اس وقت حملہ کردیا جبکہ مسلمان نماز فجر ادا کررہے تھے (احسان)

— بیگم صاحبہ شاہ نواز (لاہور) نے انجمن حمایت اسلام کیلئے تین ہزار کنال زمین وقف کردی ہے۔ جس کی مدنی دس پندرہ ہزار روپے سالانہ سے کم نہیں۔

— ہندوستان میں چائے کی پیداوار ۵۲ کروڑ پونڈ ہے۔ جس میں سے ۳۴ کروڑ پونڈ ممالک خارجہ کو بھیج دی جاتی ہے اور اس ملک کی ضروریات کے لئے صرف اٹھارہ کروڑ پونڈ باقی رہ جاتی ہے اس میں سے یہاں صرف ۹ کروڑ پونڈ کی کھپت ہوئی ہے۔

— یکم مارچ۔ آج اسمبلی کے اجلاس میں بتلایا گیا ہے کہ نوروز ۱۹۳۸ء تک فیڈرل کورٹ پر ایک لاکھ پچانوے ہزار روپیہ خرچ ہوچکا ہے۔ اس عدالت کے سالانہ اخراجات کا اندازہ ۲ لاکھ ۶۷ ہزار روپیہ ہے۔ (زمیندار)

— لکھنؤ ۲۷ فروری۔ گذشتہ دو تین روز سے لکھنؤ میں آسمان پر لکھائی کا مظاہرہ کیا گیا۔ جبکہ سہ پہر کو ایک چھوٹے ہوائی جہاز نے شہر سے بہت دور بلندی پر پرواز کیا۔ اور تمام ہوائی فضا میں تقریباً دو دو میل کے فاصلہ پر سن لائٹ کے حروف علیحدہ علیحدہ دھوئیں کے ذریعہ لکھے اوپر سے نیچے تک بڑے بڑے الفاظ کی لمبائی ½ میل کے قریب معلوم ہوتی تھی جو کہا جاتا ہے کہ ۴۰ میل فاصلہ تک دکھائی دیتے تھے۔ (انصاری)

— یکم اپریل ۱۹۳۷ء سے ۲۸ فروری ۱۹۳۸ء تک ریلوے کو ۸۵ کروڑ ۵۳ لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوئی۔ جو گذشتہ سال کے اسی عرصہ کی آمدنی کے مقابلہ میں بقدر ۲ کروڑ ۷۰ لاکھ روپیہ زائد ہے۔ (وطن)

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر وپبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ سے شائع کیا۔

مئی ۳۸

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا
رسالہ
محدث
دہلی
زیر ملکیت
شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ دہلی
مدیر مسئول
نذیر احمد املوی
رحمانی
دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے
مدیر اصول
مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی
شیخ الحدیث
4-ANNAS

مبارکباد

بہ تقریب ولادت فرزند رشید درخانہ عالیجناب میاں شیخ خلیل الرحمن صاحب دام ظلہ خلف الصدق عالیجناب میاں شیخ فضل الرحمن صاحب دام اقبالہ

از جناب حضرت بہزاد صاحب لکھنوی

پھر نئے مسرت زمانے میں بہار آئی ہے
نغمہ زن نغمہ کناں بلبل شیدائی ہے

ہر کلی آج نظر آتی ہے تصویر بہار
یکقلم خار قلم کر گئی شمشیر بہار

باغ میں کیوں نہ نمایاں ہوں ہر اک رنگ کے پھول
آج خالق نے کیا سب کی دعاؤں کو قبول

محترم ہیں جو مرے شیخ خلیل الرحمن
صاحب فہم و ذکا نیک طبیعت انساں

ان کو اللہ نے فرزند سے ممتاز کیا
دولت خاص سے خالق نے سرافراز کیا

آج ہیں دید کے لائق میاں فضل الرحمن
ان کے چہرے سے مسرت کے ہیں آثار عیاں

کیوں نہ ہو لخت دلِ لخت دل آیا ہے آج
زندگانی کی اسے کہتے ہیں اصلی معراج

"فضلِ رحمان" مبارک تمہیں فضلِ رحماں
شکر صد شکر سکوں یاب ہوا قلبِ تپاں

ہیں بہت شاد میاں شیخ "عطاء الرحمن"
صاحب جود و سخا۔ صاحب عزت ذیشاں

حق نے پرپوتا انھیں اپنی عنایت سے دیا
آج پورا ہوا ہے قلب کا ان کے ارماں

بچے کی آج ہیں پردادی نہایت شاداں
کیونکہ پورا ہوا ہے انکے بھی دل کا ارماں

آج شاداں ہیں بہت شیخ محمد الیاس
سر بسر سرخ ہے آج اُن کا مسرت سے لباس

ہے یہ مولود ہر اک طرح سے ان کا پوتا
باپ کو بچہ کے زحمت سے انھیں نے پالا

میاں الیاس نے کی پرورش اور شادی کی
الغرض ہر طرح سے خانماں آبادی کی

ماہ اپریل کی تھی دوسری سنہ تھا اڑتیس [۳۸]
جبکہ پیدا ہوا دنیا میں رئیس ابن رئیس

نام مولود کا رکھا ہے بزرگوں نے جمیل
یا الٰہی نہ ہو دنیا میں کہیں اس کی مثیل

یا الٰہی یہ زمانے میں سدا شاد رہے
اس کا دشمن جو ہو وہ دہر میں برباد رہے

یا الٰہی تو اسے علم کی دولت دیدے
یا الٰہی اسے دنیا میں نہ زحمت پہنچے

یا الٰہی تو عطا کردے اسے عمر طویل
تا بہ محشر رہے آباد یہی ذات "جمیل"

میں دعاگو ہوں دعا کام ہے بہزاد مرا
مرے ہر شعر میں پنہاں ہے جبھی میری دعا

(مطبوعہ [illegible])

محدث دہلی

جلد ۶ بابت ماہ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ربیع الاول ۱۳۵۷ھ نمبر ۱

مرحبا سالِ ششم میں تیری آمد کی یہ شان

(از مولوی ضیاء الدین صاحب ضیا الہ آبادی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

اے محدث! گلشنِ اسلام کی رنگیں بہار ۔۔۔ تیرے جلووں کیلئے رہتی ہے دنیا بیقرار

حبذا! یہ نوبہاری اور رعنائی تری ۔۔۔ جس پہ قرباں ہوں رسائل ور صحیفے ہوں نثار

مرحبا! سالِ ششم میں تیری آمد کی یہ شان ۔۔۔ صفحہائے کاغذی پر نقشہائے زرنگار

تیرا ہر مضمون ہے اک مستقل درسِ حیات ۔۔۔ یعنی تعلیماتِ اسلامی کا تو ہے شاہکار

خرمن اعدائے دیں کے واسطے تیرا وجود ۔۔۔ برق سوزاں ہے مفر جس سے نہیں ہے زینہار

مخزنِ علم و سیاست منبعِ سننِ ھدیٰ ۔۔۔ گمرہوں کے حق میں تو ہے ایک راہِ استوار

منتشر دنیا میں تو نے روحِ وحدت پھونکدی ۔۔۔ امتِ خیر الوریٰ کا تجھسے قائم ہے وقار

طالب حق کیلئے ہے ذات تیری مغتنم ۔۔۔ ہر اشاعت میں لٹاتا ہے تو دُرِّ شاہوار

شان میں اسکی ضیاؔ کچھ تیرا کہنا کیا ضرور

جسکا ہر لفظ اسکی خوبی کا ہے خود آئینہ دار

محدث کا چھٹا سال

اسلامی تاریخ کا وہ درخشاں دور جسے گو آج ہم اپنی غلامانہ ذہنیت، ملحدانہ آزادی، بزدلانہ بدعملی کے پیش نظر ایک "قصہ پارینہ" سے زیادہ وقعت نہیں دیتے، ایک ایسی حقیقت ثابتہ بن چکا ہے، جس کا انکار سخت ترین معاندین سے بھی نہ ہوسکا۔ اور ماننا پڑا کہ اسلام ہی وہ ظل رحمانی اور سایہ یزدانی ہے جس کے نیچے غلام اور آقا، گورے اور کالے، عربی اور عجمی، حبشی اور رومی، غریب اور امیر، راعی و رعایا، حاکم و محکوم، سب ایک ہی سطح، ایک ہی آواز اور ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے بندے کی شان سے ایک خدا کی پرستش چین و آرام، سکون و اطمینان کے ساتھ کرسکتے ہیں۔ اسی کے دامن محبت میں عیش و نشاط، فرحت و انبساط کی نیند سلا سکتے ہیں۔ چنانچہ "گبن" ایک عیسائی مورخ کا بیان ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب بیت المقدس فتح ہوا۔ تو فاروق اعظم کو بھی وہاں آنے کی دعوت دی گئی۔ جب آپ بیت المقدس پہنچے اور شہر میں داخل ہونے لگے تو عیسائیوں اور یہودیوں کی نوجوان اور حسین لڑکیاں اپنی فتنہ سامانیوں کے ساتھ مسلمانوں کا فاتحانہ داخلہ دیکھنے کیلئے اپنے بالاخانوں پر چڑھ آئیں۔ مسلم سپاہیوں نے (جن کو پے درپے جنگوں میں شرکت کی وجہ سے اہل و عیال سے ملنے کا موقع مدت سے نہیں ملا تھا) جب حسن بر سر بام دیکھا تو ان کے جذبات میں بھی (جو پہلے ہی فاتحانہ داخلہ کے سرور سے سرمست تھے) ایک ہیجان پیدا ہوگیا۔ سپہ سالار اعظم یہ منظر دیکھکر گھبرا اٹھا، اور دربار خلافت میں حاضر ہو کر عرض کی، حضور! سخت امتحان کا وقت ہے، ایک طرف سپاہیوں کا اضطراب، اور دوسری طرف حسن کی یہ بے حجابانہ شوخیاں؟ کیونکر نظم قائم رکھا جائے؟ فاروق اعظم نے اسی وقت کھڑے ہو کر سپاہیوں کے سامنے بلند آواز میں فرمایا قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ "مسلمانوں سے کہدو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی کریں اور (اپنے جذبات پر کنٹرول کرتے ہوئے) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں" خلیفۃ المسلمین کی زبان سے قرآن پاک کا یہ حکم سنتے ہی مسلم سپاہیوں کے "جذبات عشق" ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور ان کی نگاہیں اس طرح پست ہوگئیں کہ جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو سر نیچا کئے ہوئے اس طرح جا رہے تھے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد گبن لکھتا ہے کہ اگر مسلمان یہ تھے؟ اور ان کا امیر ایسا تھا تو پھر ان کے لئے یہ دنیا ناکافی ہے، انھیں آباد ہونے اور دنیا کو آباد کرنے کیلئے ایک اور دنیا بنانی چاہئے انھیں کے متعلق اقبال نے کہا ہے

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن　＋　گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن　＋　قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

لیکن یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب مسلمانوں کا ستارہ عروج پر تھا۔ آج دنیا کی سب سے زیادہ بے حس بے شرم اور بے غیرت قوم مسلمان ہے۔ دنیا کی کوئی بے حیائی نہیں جس میں مسلمانوں کی اکثریت نہ ہو آج مسلمان ہی ہیں جو باوجود بھوکے اور ننگے ہونے کے اپنی بیجا اور فضول رسموں میں دولت کا بیشتر حصہ برباد کرتے رہتے ہیں۔ فیشن کی نئی نئی ایجادیں سب سے زیادہ غریب مسلمانوں ہی کی جیبیں خالی کرا رہی ہیں۔ اور یہ سب کچھ جاہلوں اور گنواروں ہی سے نہیں بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے مہذب، تعلیم یافتہ اور فیشن ایبل ہستیوں سے سرزد ہو رہا ہے۔ یہ وہ کر رہے ہیں جو رات دن مولویوں کو کوسا کرتے ہیں جو باوجود مسلمان کہلانے کے بھی یورپ کی اندھی تقلید میں ہی اپنی نجات سمجھتے ہیں جو اسلام اور مذہب کی تبلیغ کرنے والوں کو تنگ خیال، تنگ نظر اور موجب فساد سمجھتے ہیں۔ جو مسلمان کو بول چال، کھان پان، لباس و ادا غرض ہر رنگ میں "انگریز" دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو مذہبی اداروں اور دینی درسگاہوں پر ترچھی نگاہیں ڈالتے ہیں۔

لیکن کاش! اسلام کے یہ نادان دوست تھوڑی دیر بھی یہ سوچتے کہ جس کی عیاریوں، الحاد کی زہریلی گیسوں نے ان کو ماؤف الدماغ بنا کر مذہب سے بیزار کر دیا ہے وہ خود اپنے مذہب کیلئے کیا کچھ کر رہا ہے۔ آج مسیحیت کا جال کتنی خطرناک چالوں سے دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ ایک طرف خود عیسائیت کا برسرحکومت ہونا ہی، ہماری متاع ایمانی کے لئے کچھ کم سامان غارتگری نہیں، کہ دوسری طرف ہسپتالوں، سکولوں، مشنریوں، امدادی فنڈوں اور خدا جانے کن کن حیلوں سے مسیحیت کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ ابھی ابھی سال گذشتہ میں انجیل کے ایک کروڑ ۱۲ لاکھ ۴۳ ہزار نو سو ۴۸ نسخے فروخت اور تقسیم کئے گئے۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء کے "وطن" اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ لندن میں حکومت کے ذمہ دار افراد کی طرف سے یہ اعلان ہوا ہے کہ ہندوستان کے کرسچین کالجوں کو ۵ لاکھ روپیہ کی امداد دیجائیگی اور مسیحیت کے پرچار کیلئے مدراس اور پنجاب میں زنانہ کالج بھی کھولے جائیں گے۔

یہ ہے اس مذہب کی تبلیغ کا ایک ادنیٰ سا نمونہ جو آج علمی دنیا میں قطعاً ناکام اور نامراد ثابت ہو چکا ہے۔ یہ ہے ان کی مذہبی کوششوں کا ایک دھندلا سا عکس جو دوسروں کو بے دین بنا رہے ہیں۔ مسلم دوستو! ان واقعات پر عبرت کی نگاہ ڈالو، غیرت و احساس پیدا کرو سوچو کہ صرف ایک سال میں انجیل کے ایک کروڑ سے زیادہ نسخے تقسیم ہوئے تو اب تک خدا جانے کتنے کروڑ نسخے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہوں گے۔ اور کتنے کروڑ روپیوں کی امداد ان مشنریوں اور کالجوں کو مل چکی ہوگی جو یہ فرض انجام دے رہے ہیں پھر یہ کیا بدبختی ہے کہ ہم نے دوسروں کی برائیاں تو اپنے سر تھوپ لیں لیکن ان کی اچھائیوں سے نگاہیں پھیر لیں، ہم نے اپنی عیش و نشاط کی محفلوں، یاران بزم کی لطف اندوزیوں میں تو دولت کے دہانے کھول دیئے۔ لیکن خدارا سوچیں کہ کبھی ہمیں یہ خیال بھی آیا کہ انجیل کے کروڑوں نسخوں کے مقابلہ میں قرآن پاک کے دس بیس ہزار، نہیں نہیں، دو چار ہزار ہی ترجمے چھپوا کر دنیا میں شائع

کر دیئے جائیں کہ لوگ اللہ کی زندہ کتاب کی زندہ تعلیم سے اپنی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی حاصل کر سکیں۔

ہاں میں اس سے بے خبر نہیں ہوں کہ آج دنیا، خصوصاً ہندوستان میں مسلمانوں کی بھی تبلیغی انجمنیں ہیں، مذہبی ادارے ہیں مبلغین کے دورے بھی ہوتے ہیں۔ کتابیں بھی لکھی جاتی ہیں رسائل اور اخبارات بھی شائع ہوتے ہیں لیکن باستثنائے چند عموماً یہ قوت خود اپنوں کے مقابلہ میں خرچ کی جاتی ہے یعنی غیر مسلموں کو مسلم بنانے کے بجائے خود مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق، تکذیب و تفریق پر زور دیا جاتا ہے۔ اگر کبھی کسی غیر مسلم کو خطاب بھی کیا گیا تو اس مجادلانہ و مناظرانہ انداز میں جو بجائے مفید ہونے کے اور زیادہ مضر ثابت ہوتا ہے۔ بیرونی طاقتوں اور ماحول سے متاثر اور مرعوب ہو کر اسلام کے صاف اور روشن عقائد و اصول کی نت نئی تعبیریں بیان کر کے خود مسلمانوں کو الجھاؤ میں ڈال دیا گیا ہے۔ آج ہندوستان کے "علماء" ہی نہیں بلکہ وہ بھی جو عربیت کا ایک حرف نہ جاننے کے باوجود قرآن کے "ماہر" ہیں اپنی اپنی ٹولیاں الگ کئے ہوئے، مسلمانوں کو بری طرح پامال کر رہے ہیں اور ان کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر انھیں نہایت خطرناک ہلاکت کی طرف لیجا رہے ہیں۔

الغرض ان افسوسناک حالات میں جبکہ مسلمان اس غریب اور بے کس مریض کی طرح ہوں جو بھی اسے دن بدن ہلاکت سے قریب کرتی جا رہی ہوں، ایک ایسے ہمدرد طبیب کا محتاج ہے جو نہ صرف اپنی فیس ہی معاف کر دے بلکہ دوائیں بھی مناسب حال تجویز کر کے خود اپنے ہاتھوں ہی اسے پلاتا رہے اور اس کی عیادت و خدمت میں کسی شکریہ و معاوضہ کی امید رکھے بغیر خاموشی کے ساتھ اس طرح منہمک رہے کہ مرض زائل ہوتا جائے اور قوت بڑھتی رہے تا آنکہ کچھ دنوں کے بعد وہ تندرست و توانا ہو کر نہ صرف خود ہی زندہ ہو جائے بلکہ دوسروں کی زندگی کا بھی باعث بنجائے ع کہ ہم نے انقلابِ چرخ گرداں یوں بھی دیکھا ہے۔

وہ طبیب خاص اور ماہر امراض معالج اور آپ کا ہمدرد خادم "محدث" ہے جو پانچ سال سے اپنی ایک خاص روش پر نہایت استقلال کے ساتھ آپ کی خاموش خدمتیں انجام دے رہا ہے۔ اس نے اصلاح و تعمیر کے لئے مجادلانہ و معاندانہ طریق چھوڑ کر دوستانہ و روادارانہ رویۂ اپنی پیدائش کے دن سے اختیار کیا تھا اور اللہ کا شکر ہے کہ وہ ابتک اسی پر قائم ہے۔ اس نے بڑے بڑے علمی اور دقیق مسائل کی موشگافیوں کو اپنا مطمع نظر نہیں بنایا کہ اس کے خیال میں اعلیٰ طبقے کے لوگوں کی عقل و دانش کو چیلنج کرنے سے کہیں زیادہ ان عوام کی اصلاح و تربیت کی ضرورت ہے جن کی ہندوستان میں اکثریت ہے اور جو اپنی جہالت اور اسلام سے ناواقفیت کی بنا پر اپنے دین و ایمان کو چند پیسوں کے معاوضے میں نہایت آسانی کے ساتھ بیچنے پر رضامند ہو جاتے ہیں "محدث" کی پانچ سالہ زندگی کا فائل اٹھا کر دیکھ جائیے غالباً آپ کو دو ایک مضمون بھی ایسے نہ ملیں گے جو عام مناظرانہ

روش پر لکھے گئے ہوں۔ بلکہ اس کے ہر مضمون میں اعتدال و رواداری کے ساتھ اصلاح و تعمیر کا پہلو نظر آئیگا ایک طرف اگر آپ کو قرآن کی اہمیت اور حدیث کی حجیت پر مضامین ملیں گے تو دوسری طرف آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی کے ولولہ انگیز واقعات، تاریخ اسلامی کے عبرت خیز حالات بھی ہونگے۔ جہاں اس میں عورتوں کی اصلاح و خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہاں بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اقتصادیات و معاشیات پر بھی مضامین شائع کئے گئے ہیں اور کہیں کہیں سیاسیات پر بھی حسب ضرورت و مناسب حال نہایت لطیف چھینٹے نظر آئیں گے۔

یہ سب کچھ اس خدائے وحدہٗ لاشریک، مالک علل و اسباب کی کرمفرمائیوں کا نتیجہ ہے، جس نے اپنے ایک نیک دل بندے کی ہمتوں اور اولوالعزمیوں کو اتنی توفیق دے رکھی ہے کہ وہ اپنی دولت اللہ کے دین کی سربلندی، غربا پروری اور علم دوستی میں دن رات پانی کی طرح بہا رہا ہے۔ رسالہ محدث کا مالک وہ دولتمند نہیں جو دولت کی تجوریوں پر سانپ کی طرح لیٹا رہتا ہو۔ یا شیطان لعین کا بھائی بنکر دنیا کی عیاشیوں اور رنگ رلیوں میں اپنی دولت کا ستیاناس کر رہا ہو۔ یا مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر تفرقہ بازیوں اور فتنہ انگیزیوں کو "مالی جہاد" سمجھتا ہو۔ یا مغرور و متکبر ہو کر غریبوں اور بیکسوں کو حقارت سے ٹھکرا دیتا ہو۔ بلکہ وہ تو اللہ کے ان مخلص بندوں میں سے ہے جو اپنی دولت، اپنی نہیں بلکہ اللہ کی، اس کے غریب بندوں کی، اسلام کی اور مسلمانوں کی سمجھتا ہے جو اپنے مدرسہ میں پڑھنے والے غریب طالب علموں کی خدمت اپنا اعزاز سمجھتا ہے۔ آج کون ایسا رئیس ہے جو عیدا ور بقرعید کے موقعوں پر جس طرح اپنے گھر والوں کو خوش رکھتا ہو اسی طرح بے کس اور بے وطن طالب علموں پر بھی مٹھیوں میں روپئے بھر بھر کر نچھاور کرتا ہو۔ ابھی ابھی بقرعید اور محرم کا عاشورا گذرا ہے جس میں ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے کہ عید کے دن غریب پردیسیوں کے لئے جہاں مختلف قسم کی مٹھائیاں اور فروٹ، باقرخانیاں اور دنبے کا گوشت کھانے کیلئے تھا وہاں مہتمم صاحب مدرسہ (مدظلہ العالی) کا دامن نقد روپیوں سے بھی بوجھل ہو رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر میں وہ سب کا سب وہیں تقسیم ہو گیا۔ جس میں صرف طالب علم ہی نہیں بلکہ مدرسہ کا پورا اسٹاف شریک تھا۔ اسی طرح محرم کی دسویں تاریخ کو تمام مدرسین و طلبہ نے سنت کے مطابق روزے رکھے تو شام کو افطاری و کھانے کیلئے مہتمم صاحب کے گھر پر پُر تکلف اہتمام کیا گیا۔ امتحانات میں اعلیٰ نمبر حاصل کرنیوالوں، تقریروں اور تحریروں میں بہترین مشق پیدا کرنیوالوں پر انعامات کی جو بارش ہوتی ہے اسکو تو پوچھئے ہی نہیں۔

اسی عالی ہمت اور بلند حوصلہ مرد خدا کی فیاضی کا ثمرہ ہے کہ ایک عظیم الشان درسگاہ کے ہزاروں روپے سالانہ کے مستقل خرچ کا تنہا کفیل ہونے کے باوجود یہ مذہبی و اصلاحی ماہنامہ صرف ۲ ر میں آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے اور اب کی دفعہ تو غیر معمولی ضخامت کے ساتھ ساتھ مدرسہ کے بعض حصوں کے فوٹو بھی شائع کئے جا رہے ہیں۔

جس کے بلاک وغیرہ کی تیاری میں سینکڑوں روپے خرچ ہوگئے ہیں۔ پس ناشکری ہوگی اگر ہم اس بلند مرتبت شخصیت کی خدمت میں اپنے ناظرین کی طرف سے ہدیۂ تبریک وتحسین نہ پیش کریں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عمر نوح اور عزم محمدؐ عطا فرمائے۔ ان کو خلوص ونیک نیتی کے ساتھ اپنے دین کی خدمات کی مزید توفیق بخشے اور ان کا یہ دینی کوثر تشنگانِ حق کو ہمیشہ سیراب وشادکام کرتا رہے۔ امین الٰہ الحق امین۔

محدث کی چھٹی جلد کا یہ پہلا نمبر ہے جو ہم اپنے قلمی معاونین کی کرمفرمائیوں کی بدولت غیرمعمولی طور پر شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ اکثر مضامین مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ کے ہیں لیکن بعض مضامین جو بیرونی اہل علم واہل قلم حضرات کا عطیہ ہیں، ہم ان کی اس ذرہ نوازی کے بے حد ممنون ہیں۔ خصوصاً حضرت مولانا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی استاذ تفسیر جامعہ ملیہ دہلی۔ مولانا عبدالصمد صاحب مبارکپوری۔ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری، مولانا عبیدالرحمن صاحب عاقل رحمانی پروفیسر جامعہ دارالسلام عمرآباد۔ جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی ایڈیٹر رسالہ طبیب نسواں دہلی کے جنھوں نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور اپنے علمی مشاغل کی کثرت کے باوجود محدث کیلئے خامہ فرسائی کی زحمت گوارا فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

مضامین کی ترتیب میں اہل قلم حضرات کے علمی مراتب کا نہیں، بلکہ اپنی پالیسی کے اعتبار سے ان کی نوعیت کا لحاظ رکھا گیا ہے اپنی علمی بے بضاعتی اور خصوصاً صحافتی میدان میں ناتجربہ کاری کے باعث مجھے یقین ہے کہ میں اس میں کامیاب نہ ہوا ہونگا۔ لیکن اپنے دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ میں اپنی لیاقت وسمجھ کے مطابق جو کچھ کرسکا ہوں وہ آپ کے پیش نظر ہے۔ میں خوش ہونگا اگر اہل علم حضرات ہمدردانہ اور دوستانہ طور پر مجھے میری غلطیوں پر متنبہ کرینگے۔ اور ان نیک مشوروں کی قدر کرونگا جو محبت وخیرخواہی کے ساتھ مجھے دیے جائیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ طلبہ کے بعض مضامین تنقیح وتہذیب کے محتاج ہیں لیکن کچھ تو اپنی مصروفیتوں کے باعث اور کچھ اسلئے بھی اصلاح وترمیم کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی گئی کہ اس حیثیت سے بھی آپ کو مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ کی لیاقت وقابلیت کا اندازہ کرنے کا موقع مل سکے اور آپ معلوم کرسکیں کہ عام مدارس عربیہ کے خلاف مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ کتابی استعداد کے ساتھ ساتھ، تحریری مشق کی طرف بھی کس قدر کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ پس اس سلسلے میں اتنا ضرور عرض کرونگا کہ ان مضامین کے پڑھتے وقت یہ تخیل اپنے سامنے رکھئے کہ یہ ان طلبہ کی ذاتی فکر وکاوش کا نتیجہ ہے جو دن رات اپنے درس کی ٹھوس اور مشکل کتابوں ہی کے تکرار ومطالعہ میں اپنے دماغ کو تھکا چکے ہوتے ہیں پھر عربیت کی مشق بھی کرنی ہوتی ہے۔ نیز ہفتہ واری اجلاس میں تقریروں اور مناظروں کیلئے بھی تیاری کرنی پڑتی ہے پس اس حقیقت کے پیش نظر اگر آپ ان مضامین پر غور کرینگے تو مجھے امید ہے کہ انکو امید افزا اور لائق تحسین پائینگے

اخیر میں میں اپنے ان دوستوں اور بھائیوں سے معافی چاہتا ہوں جنھوں نے شوق اور محنت کے ساتھ اس نمبر کیلئے مضامین لکھکر دیئے۔ لیکن محدث اپنی غیر معمولی ضخامت کے باوجود بھی انکا متحمل نہ ہوسکا۔ انشاء اللہ آئندہ نمبروں میں یہ مضامین حسب موقع وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہیں گے۔ کیا میں آپ سے آپ کے خلوص اور نیک نیتی کی بنا پر یہ امید رکھوں کہ آپ ناراض ہو کر آئندہ کیلئے مجھے اپنی قلمی معاونت سے محروم نہ کردینگے، بلکہ معذور سمجھکر اس اہم ذمہ داری کے نبھانے میں مجھ عاجز کا ہاتھ بٹاتے رہیں گے؟ کہ ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست + در پریشاں حالی و درماندگی

مدرسہ رحمانیہ کے فیض کو یارب بڑھا

(از جناب بہزاد صاحب لکھنوی)

مدرسہ رحمانیہ کی کیوں نہ ہو عالم میں دھوم
علم دیں کے واسطے ہے اک یہی دار العلوم

اسمیں لاکھوں طالبِ علمِ الٰہی آتے ہیں
بھر کے دامن گوہر مقصود سے لیجاتے ہیں

مفت ہوتا ہے یہاں پر درس علمِ دین کا
مدرسہ رحمانیہ ہے خادمِ خلقِ خدا

عیسوی انیس سو اکیس میں یہ مدرسہ
علمِ دیں سبکو سکھانے کیلئے قائم ہوا

اس کے بانی ہیں عطار حمٰن عالی مرتبت
حامئ دینِ الٰہی۔ نیکخو۔ ذی منزلت

ان کے دلمیں خدمتِ خلق خدا کا ذوق ہے
اور لوگوں پر جبھی تو ان کو حاصل فوق ہے

جو مخالف اسکے ہیں وہ اپنے دلمیں سوچ لیں
راہ علم دین میں کیوں ہو جبہ روڑا بنیں

علم دیں سے بڑھکے کوئی علم ہو سکتا نہیں
اسکو جو حاصل کرے وہ کچھ بھی کھو سکتا نہیں

یا الٰہی مدرسہ رحمانیہ دائم رہے
اسکا فیضِ خاص یہ کل دھر پر قائم رہے

لب پہ ہے بہزاد مضطر کے یہی پیہم دعا
مدرسہ رحمانیہ کے فیض کو یارب بڑھا

دارالحدیث
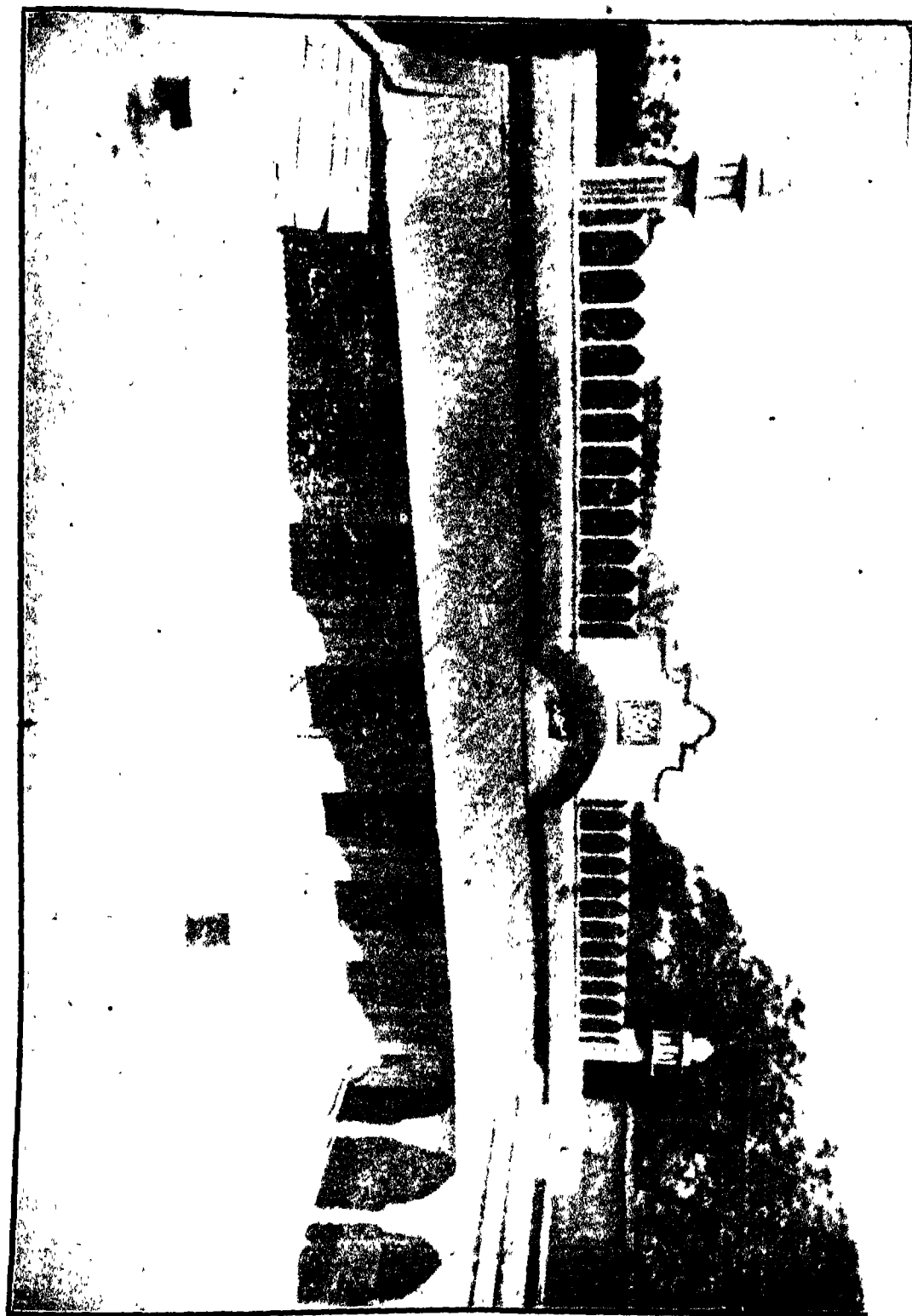
مقاصد قرآن

(از جناب مولانا عبید الرحمٰن صاحب عاقل فاضل مدرسہ رحمانیہ دہلی (افضل العلماء) پروفیسر جامعہ دار السلام عمر آباد (مدراس)

تاریخ عالم شاہد ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے انقلابات واقع ہوئے ہیں لیکن ان میں سب سے بڑا اور اہم وہ انقلاب ہے جو ظہور اسلام سے پیدا ہوا، تمام مفکرین کا اتفاق ہے کہ اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا اہم سبب صرف قرآن مجید ہے جس نے صرف تئیس سال کی مدت میں ایک مردہ قوم کی کا یا پلٹ دی اور تمام انسانی عقول اور انسانی ارادوں کو ان ستیوں کے پنجوں سے بالکل آزاد کر دیا جو یا تو اپنے لئے صفت ربوبیت ثابت کرتی تھیں یا نیابت کا دعویٰ رکھتی تھیں وہی انسان جو اپنے کو بالکل ذلیل سمجھتا تھا قرآن کی روشنی کے بعد اپنی ہستی کو تمام اشیاء عالم سے برتر سمجھنے لگا اور اسکی جبین نیاز غیروں کے سامنے جھکنے سے اپنی ذلت اور ننگ عزت سمجھنے لگی، آخر قرآن میں وہ کونسی چیز ہے کہ جسکو اختیار کرنے سے کوئی قوم ہر قسم کی ترقی حاصل کر سکتی ہے؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس پر عمل کرنے سے اگلے مسلمان تمام دنیا کے استاد اور رہنما بن گئے اسمیں کوئی شک نہیں کہ وہ قرآنی تعلیم ہی اور وہ قرآن حکیم کے مقاصد ہیں جو قیامت تک اپنے پیروؤں کو بام ترقی پر پہنچاتے رہیں گے۔ آج اگر ہم بھی ٹھنڈے دل سے ان مقاصد پر غور کر کے ان کو اپنا دستور العمل بنائیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ قرآن حکیم کے اس اعلان اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کے مطابق صحابہ کرام کی طرح ہم بھی دین و دنیا میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

چونکہ یہ مقاصد صد درجہ اہم ہیں اور قرآن کے قبل جسقدر انبیاء کرام اور حکماء عظام نے ترقی کے اصول بتائے تھے ان سب سے اعلیٰ وارفع ہیں اس لئے ہم ان اصول کو اس جگہ نمبروار تحریر کرتے ہیں تاکہ مسلمانان ہند اپنی بدبختی اور پستی کے اسباب سمجھ سکیں، ان مقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالنی تو بہت مشکل کام ہے اسلئے مجملاً ذکر کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ نزول قرآن کے قبل جسقدر شریعتیں آئیں وہ سب وقتی اور مخصوص بالمکان تھیں اسلئے ان کے اصول بھی اسی قسم کے تھے، یہی وجہ ہے کہ ترقی کے جو کچھ اصول ان میں بیان کئے گئے ہیں وہ دنیا کی تمام قوموں پر یکساں منطبق نہیں ہو سکتے چنانچہ آج دور ترقی میں تمام اقوام متمدنہ اپنے تاریخی مذہب کے اصول سے قطعاً غافل اور بھلائے بیٹھی ہیں اور بالواسطہ یا بیواسطہ قرآنی اصول پر عمل پیرا ہیں۔ یہ تو شریعت کا حال ہوا، باقی رہے فلاسفہ اور حکما تو یہ بالکل اپنی عقل کے بندے تھے، ان کی عقلوں میں جو بات مناسب معلوم ہوئی اس کو اپنی قوم کیلئے بطور اصول کلی پیش کیا اور نفسیات کا یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ عقل اپنے ماحول اور میلان طبیعی سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے اس لئے ان کے اصول بھی عالمگیر نہ ہو سکے۔ خیال تو کیجئے کہ افلاطون جیسا فلسفی لیکن اپنے میلان طبیعی کے باعث یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ شادی و نکاح کا مروجہ طریقہ جس میں ایک مرد و عورت باہم ملا دیئے جاتے ہیں بالکل غلط ہے بلکہ اس کے نزدیک صحیح طریقہ یہ ہے کہ ملک کے چند نوجوان تندرست مردوں اور اسیقدر صحتور عورتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ اس طرح جو بچے پیدا ہونگے وہ حکومت کے بچے کہلائیں گے۔ اور

شفقت پدری کا انحصار صرف چند بچوں میں محصور نہیں ہو سکتا جیسا کہ شادی کے مروجہ طریقہ میں ہے، اس اصول کو افلاطون اپنی کتاب "جمہوریہ افلاطون" میں بڑے زور و شور سے بیان کرتا ہے لیکن کیا دنیا کی کوئی قوم اس پر عامل ہو سکتی ہے۔ روسی سلطنت جہاں شخصیت کو ہر چیز میں فنا کر دیا گیا ہے وہ بھی افلاطون کے اس طریقہ کو اختیار نہ کر سکی، افلاطون کا یہ نظریہ محض اس کے میلان طبعی کا نتیجہ ہے چونکہ وہ جمہوریت کا دلدادہ تھا اسلئے اس کی عقل اس میلان کے ماتحت یہ نظریہ اختیار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ غرض مقصد یہ ہے کہ فلاسفہ نے بھی جو کچھ ترقی کے اصول بتلائے ہیں وہ بھی شرائع سابقہ کی طرح ماحول کے اثرات سے وقتی اور مخصوص بالمکان ہو کر رہ گئے۔ اسلئے ترقی کے عالمگیر اصول وہی ہیں جنکو قرآن نے پیش کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن انسانی ہاتھ سے قطعاً بے نیاز اور انسانی فکر سے بالکل مستغنی ہے۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔

(۱) پہلا مقصد۔ مذہب کے ارکان ثلثہ کی اصلاح | مذہب کے ارکان اساسیہ جنکو لیکر تمام انبیاء کرام دنیا میں تشریف لاتے اور جن پر انسانی سعادت کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ صرف تین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اس آیت کریمہ میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں ایمان باللہ آخرت پر ایمان اور عمل صالح ۔ قرآن کا پہلا مقصد یہ ہے کہ ان تینوں میں جو کچھ غلطیاں ہوگئی ہیں ان کی اصلاح کرے ایمان باللہ میں قرآن کے قبل والی تمام قومیں قطعاً گمراہ ہو چکی تھیں، یہودیوں نے اللہ کو انسان کی طرح ایک ہستی فرض کر لیا تھا جو کام کے بعد تھک جاتی تھی اور وہ ہستی کبھی کبھی انسانی شکل میں نمودار ہو کر کشتی لڑا کرتی تھی جیسا کہ اسرائیل سے لڑی اور دوسری بت پرستیاں بھی ان میں نمودار ہو چکی تھیں نصاریٰ بت پرستی میں یہودیوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے یہانتک کہ ان کے گرجے ابتک مندروں کی طرح بتوں سے معمور نظر آتے ہیں اگرچہ بعض فرقے نے اب کچھ اصلاح کرلی ہے تاہم تثلیث صلیب اور کفارہ کا مسئلہ مشترک ہے اور یہ تینوں عقیدے ہندوؤں سے لئے گئے ہیں۔ کیونکہ کرشن کے متعلق ان کا عقیدہ بھی یہی ہے ۔ قرآن حکیم نے ان تمام غلط اعتقادات کی دھجیاں بکھیر دیں اور ثابت کیا کہ خدا ہر حال میں ایک ہی ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کے سوا مسجود نہیں، توحید کے مسئلہ کو قرآن نے اس کثرت کے ساتھ بیان کیا کہ عربوں کے رگ و ریشہ میں یہ چیز سرایت کر گئی اور دنیا کے کسی خطہ میں بھی یہ چیز ان کے ہاتھوں سے نکل نہیں سکی۔ مگر آج نام نہاد مسلمان بھی خدائی قوت کے علاوہ دوسری قوتوں کو تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ محرم اور عرس وغیرہ میں نظر آتا ہے۔

ارکان اساسیہ کا دوسرا رکن آخرت پر ایمان ہے، یہ چیز بھی اقوام عالم میں اپنی اصلیت پر باقی نہ رہی تھی، عرب کے مشرکین بالکل ہی اس کے مخالف تھے ان کے نزدیک بعث و حساب ایک عجیب و غریب چیز تھی، یہودیوں نے جنت کو صرف بنی اسرائیل کی وراثت قرار دے لیا تھا۔ عیسائیوں میں کفارہ کا مسئلہ رائج ہو گیا ان دونوں اعتقاد کی صورت میں تمام برائیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں حالانکہ قوم کے اندر عملی جذبہ اور منکرات و فواحش سے پرہیز

اسوقت تک پیدا ہو ہی نہیں سکتا جبتک کہ بعث وحساب کا اعتقاد اس کے اندر جلوہ گر نہ ہو قرآن حکیم نے ان غلطیوں کی اصلاح کی اور آخرت کا صحیح نقشہ عالم کے سامنے پیش کیا اور چونکہ جمیع ادیان کا یہ دوسرا رکن ہے اس لئے اس پر بھی توحید کی طرح بہت زور دیا اور منکرین کیلئے بیشمار دلائل سے اس کی واقعیت ثابت کی اور اس طرح اس مسئلہ کو حل کر دیا کہ اب اس پر مزید اضافہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے بعد مذہب کا تیسرا رکن عمل صالح ہے کیونکہ یہ ایمان باللہ کے لوازم میں سے ہے، ظاہر ہے کہ جو شخص خدا کو پہچان لیگا وہ یہ بھی معلوم کرلیگا کہ وہ ہستی قابل حمد و شکر اور لائق تعظیم و تکریم ہے۔ عمل صالح میں بھی گذشتہ قومیں افراط و تفریط میں مبتلا تھیں، بعض قومیں محض تقلیداً کسی عمل کو انجام دیتی تھیں اس سے اصلاح نفس مقصود نہیں ہوتا تھا، عیسائی تو اسمیں اسقدر سختی سے کام لیتے تھے کہ آخر چل کر یہی چیز رہبانیت بن گئی۔ قرآن نے ان تمام غلطیوں کو واضح کیا۔ اعمال صالحہ کے تمام اصول بالتفصیل بیان کئے اور افراط و تفریط سے سختی کے ساتھ روکا اور ایسے انداز میں ان چیزوں کو پیش کیا کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہوں، خلاصہ یہ کہ مذہب کے یہ تینوں ارکان جمیع اقوام عالم کے مذاہب میں پائے جاتے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کی اصل ایک ہے یعنی وحی اور ہدایت رسول، اگرچہ مرور زمانہ کے بعد بت پرستی کی وجہ سے ان میں مختلف فسادات لاحق ہوگئے۔ آخر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ظہور ہوا اور آپ قرآن مجید لیکر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئے اس قرآن نے ان تمام برائیوں کو واضح کرکے جو ان ارکان میں پھیل چکی تھیں ان کا صحیح راستہ اور صحیح طریقہ بتایا اور ان تمام کو فطرت انسانی کے مطابق اس طرح پیش کیا کہ دنیا کا ہر خطہ باسانی ان پر عمل کر سکتا ہے۔

(۲) نزول قرآن کا دوسرا مقصد، حیات اجتماعی وسیاسی کی اصلاح ہے | جس وقت قرآن مجید کا نزول ہو رہا تھا اس وقت تمام انسان باہم متفرق تھے، اپنے اپنے انساب، انوان، زبانیں، اوطان، ادیان، مذاہب، مشارب، قبائل، سیاسیات۔ اور حکومات میں مشغول، ان میں کا ہر فریق، اس فریق سے جنگ کرنا بالکل صحیح سمجھتا تھا۔ جس میں اس فریق کے روابط بشریہ نہ پائے جاتے تھے، خلاصہ یہ کہ تمام کرۂ زمین ہرج و مرج کا عجیب و غریب منظر پیش کر رہا تھا۔ قرآن نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ان کو پکارا کہ یہ کیا کر رہے ہو، تم تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہو آؤ اپنے اندر ایک عام وحدت انسانی پیدا کرو جو دنیا کے تمام قبائل اور شعوب کو شامل اور محیط ہو، ایک طرف تو ان کو وحدت انسانی قائم کرنے کی دعوت دی اور دوسری طرف تفرق اور باہمی عداوت سے روکا اور تفرق کے ضرر کو تاریخی شواہد سے ثابت کرکے دکھلایا، چنانچہ قرآن کہتا ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ۔ اس آیت میں صاف طور پر بیان کیا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی امت تمام انسان ہیں خواہ وہ کسی قوم اور قبائل کے ہوں اور آپ کے پہلے تمام انبیا کی امتیں صرف انھیں کی قوم ہوا کرتی تھیں اسلامی وحدت کی تکمیل کیلئے آٹھ چیزوں میں وحدت ضروری ہے اور قرآن کا یہی مقصد ہے کہ زمین کے باشندے ان آٹھ چیزوں میں ایک ہوجائیں وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں۔ وحدت امت۔ وحدت انسانیت، وحدت دین۔ وحدت تشریع و قانون۔ وحدت دینی بذریعہ مساوات۔ وحدت سیاسی۔ وحدت قضا۔ وحدت لغت یعنی زبان۔

اگر ان تمام وحدات کی تفصیل کی جائے تو مضمون بہت طویل ہوجائیگا بلکہ اس کے لئے ایک دفتر کی ضرورت پڑے گی اسلئے ہم مختصراً اس کی تاریخ کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ قرآن نے مسلمانوں کو انھیں وحدات کی دعوت دی جسکو آج جمعیت اسلامیہ کہتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرام نے اپنے دور میں اس کو اچھی طرح استعمال کیا جہاں گئے اپنی تہذیب وتمدن اور اپنی زبان ساتھ لیتے گئے۔ بعض ممالک کی زبانیں بالکل ہی بدلدیں حتی کہ آج اس کی حروف تہجی بھی معدوم ہے۔ مصر کی زبان قبطی تھی آج وہاں عربی ہے، ایران کی قدیم فارسی بالکل ہی نابود ہوگئی، کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کی حروف تہجی کیا تھیں۔ اندلس میں تقریباً عربی زبان رائج کرچکے تھے۔ اگر بعد والوں میں بدعتیں اور حکومتوں میں ظلم وجور پیدا نہ ہوتا تو یقیناً آج کرۂ زمین کا بیشتر حصہ جمعیت اسلامیہ کی زنجیر میں مقید ہوتا۔ جمعیت کے مقصد میں سب سے پہلے جس نے اختلاف کی بنیاد ڈالی وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے چنانچہ جرمن کے کسی عالم نے آستانہ میں کسی ترکی کو کہا کہ ہم لوگ اپنے دارالسلطنت برلن میں معاویہ بن ابی سفیانؓ کا ایک مجسمہ نصب کرنا چاہتے ہیں اس نے پوچھا یہ کیوں؟ تو جرمنی نے کہا یہ اسلئے کہ وہی پہلا مسلمان ہے جس نے حکومت اسلامی کے ڈیموکریٹی یا جمہوری نظام کو شخصی عصبیت کی طرف منتقل کردیا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یقیناً اسلام تمام عالم میں پھیل جاتا اور ہم تمام جرمن اور دوسرے ممالک کے باشندے آج عرب مسلمان ہوتے۔

غرضیکہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ جمعیت اسلامیہ کمزور ہوتی گئی یہانتک کہ تیرہویں صدی اور چودہویں صدی عیسوی میں بالکل ہی نابود ہوگئی۔ ادہر جمعیت کمزور ہوگئی ادہر سلطنتیں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلنی شروع ہوگئیں سب سے پہلے اندلس نکلا پھر رفتہ رفتہ تمام ممالک نکل گئے۔ اور مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی آخر بارہویں صدی ہجری میں دنیا کے سب سے بڑے مفکر مسلمان محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی آنکھیں کھلیں۔ انھوں نے دیکھا کہ اگر اب بھی مسلمان ہوشیار نہ ہوئے تو پھر زمین سے ان کا نام ونشان مٹ جائیگا چنانچہ پانچسو سال کے بعد از سر نو مسلمانوں کے کانوں میں یہ آواز سننے میں آئی کہ ہوشیار ہوجاؤ، اپنے اندر پھر وہی جمعیت پیدا کرو جو ہمارے اسلاف میں تھی انگریزی مدبرین کا بیان ہے کہ اگر محمد علی پاشا وہابی فوج کو شکست نہ دیتا بلکہ ان کے ساتھ ملجاتا تو یقیناً پھر مسلمان چند دنوں میں پہلی سی شان وشوکت حاصل کرلیتے مگر ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

تاہم محمد بن عبدالوہابؒ کی چیخ رائگاں نہ گئی، یہ ایک چنگاری تھی جس نے راکھ سے نکلتے ہی تمام دنیا کو شعلہ زار بنادیا، ہر جگہ کے مسلمان سنبھلے۔ طرابلس میں سنوسی نے اپنا اکھاڑا قائم کیا اور اٹلی والوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ ترکی میں "نوجوان ترک" کی تحریک بڑے اعلیٰ پیمانہ پر اٹھی جس کا نتیجہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ادہر مصر میں ہنگامہ برپا ہوا، مرحوم حکیم مشرق جمال الدین افغانی نے اس تحریک میں جان ڈالدی، ہندوستان بھی محمد بن عبدالوہابؒ کی آواز سے محروم نہ رہا۔ سید احمد بریلوی اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمہما اللہ اور بعد میں دوسرے بڑے بڑے لیڈر اس جمعیت کی تکمیل کیلئے کھڑے ہوئے اور آخر اس حد تک نوبت پہنچی کہ لفظ "وہابی" ہندوستان میں بغاوت کا ہم معنی ومرادف قرار دیا گیا۔ غرضیکہ تمام اسلامی دنیا میں اک آگ لگ گئی اور موجودہ دور میں جو کچھ مسلمانوں میں بیداری کے آثار نظر آرہے

ہیں اور اسلامی حکومتیں جو کچھ باہم معاہدے کرتی نظر آرہی ہیں یہ سب اسی محمد بن عبد الوہابؒ اور جمال الدین افغانی رح کے آواز کی صدائے بازگشت ہیں، خدا کرے کہ مسلمان جمعیت اسلامیہ کے قائم کرنے میں کامیاب ہوں اور پھر ان میں وہی وحدت ملیہ پیدا ہو جو ان کے اولین اسلاف میں تھی۔

(۳) قرآن کا تیسرا مقصد۔ عورتوں کو جمیع حقوق انسانی مذہبی اور مدنی دلانا ہے

نزول قرآن کے قبل تمام اقوام کے نزدیک عورتیں مظلوم اور لونڈیاں تھیں ان کی کوئی خاص ہستی نہ تھی بلکہ ہر چیز میں مردوں کے تابع تھیں، ہزاروں اقسام کے ظلم ان پر روا رکھے جاتے تھے حتی کہ گذشتہ شریعتیں اور قوانین نے بھی ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ یونان میں تمام دنیا کے فلاسفہ مجتمع تھے لیکن وہاں جیسی ان کی مٹی برباد ہو رہی تھی کہیں نہ تھی۔ آخر اسلام اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آیا اور اس نے اپنے عالمگیر قانون کی رو سے عورتوں کو بھی وہی حقوق عطا کئے جو مردوں کو دئیے۔ ہاں حقوق میں وہاں اختلاف کیا گیا جہاں نسوانی طبیعت اور وظائف اس کے مخالف تھے۔

زمانہ قدیم میں عورتیں جانوروں کی طرح فروخت کی جاتی تھیں، زنا کرنے پر ان کو مجبور کیا جاتا تھا ان کے مال میں سے مردوں کو حق مل سکتا تھا لیکن مردوں کے مال سے ان کو کچھ لینے کا حق نہ تھا، وہ کسی کی ملکیت بن سکتی تھیں لیکن مالکہ بننے کا حق ان کو حاصل نہ تھا۔ بعض ممالک میں تو یہ اختلاف تھا کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح نفس اور روح رکھتی ہیں یا نہیں؟ ملاحظہ ہو تاریخ اخلاق یورپ، چنانچہ روم کی ایک مجلس نے یہ پاس کیا تھا کہ عورتیں ناپاک حیوان ہیں، ان کے اندر روح کا وجود نہیں تاہم ان پر عبادت اور خدمت ضروری ہے اونٹ اور کاٹنے والے کتے کی طرح ان کے منہ کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ وہ ہنس اور بول نہ سکیں کیونکہ عورتیں شیطان کی جان ہیں" بعض ممالک کے قانون میں والد کو بیٹی فروخت کرنیکا حق حاصل تھا۔ غرضکہ اسی قسم کے بیشمار جابرانہ قانون موجود تھے۔ اسلام نے ان تمام لغویات کو نہایت فطری قانون کے ذریعہ دفع کیا مثلاً

(۱) یورپ کے باشندے عورتوں کو جانور یا شیطان سمجھتے تھے اور بعض کو اس کے انسان ہونے میں شک تھا۔ قرآن حکیم نے صاف لفظوں میں تردید کی۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى دوسری جگہ فرمایا خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔

(۲) بعض اقوام کا خیال تھا کہ عورتوں کیلئے مذہب ضروری نہیں یہانتک کہ وہ مقدس کتابیں بھی ان کو پڑھنے کیلئے نہیں دیتے تھے لیکن قرآن مجید مرد اور عورت دونوں کو مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کے معزز لقب سے یاد کرتا ہے حتی کہ اسلام میں سب سے پہلے جو ہستی محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائی وہ ایک عورت ہی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بھی تھیں۔

(۳) عرب، بنی اسرائیل اور بعض دوسری قومیں بہت زیادہ عورتوں سے شادی کر لیتے تھے، کوئی خاص تعداد متعین نہ تھی جس کی وجہ سے انسانیت افق حیوانیت میں داخل ہوگئی تھی، اسلام نے ان کو ایک خاص عدد کیساتھ مقید کر دیا اور جو شخص عدل کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کیلئے ایک ہی عورت ضروری قرار دی اور ساتھ ہی زوجیت کے

جمیع حقوق بھی عطا فرمائے۔ وہی یورپ جو مسئلہ طلاق کی لغویت پر بڑے بڑے مقالے لکھ رہا تھا اور یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ یہ مسئلہ قانون فطری کے بالکل مخالف ہے مگر آج اس کے قانون ملکی میں عورتوں کے حقوق کی فصل میں سب سے پہلے اسی مسئلہ کو جگہ دی گئی ہے اور اس طرح اس پر عمل کیا جارہا ہے کہ دنیا انگشت بدنداں ہے تھوڑی سی ناراضگی پیدا ہوئی اور فوراً طلاق۔ حتیٰ کہ امریکہ کی عدالت طلاق میں مردوں اور عورتوں کا اسقدر ہجوم رہتا ہے کہ ویسا مجمع کسی عدالت میں نہیں ہوتا۔ آج یہی لوگ اس مسئلہ کو فطرت کا سب سے صحیح قانون تسلیم کرتے ہیں غرضکہ قرآن نے عورتوں کی ہستی بہت بلند کردی۔ اور جسقدر مظالم ان پر کئے جاتے تھے سب کا سدباب کردیا۔

(۴) قرآن حکیم کا چوتھا مقصد | یہ ہے کہ اسلام، فطرت سلیمہ، عقل و فکر، علم و حکمت، برہان و حجت اور حریت و استقلال کا حامی ہے۔ انسان پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ وہ دین کے متعلق صرف اسی قدر جانتا تھا کہ امور مذہبی چند ایسی باتیں ہیں جو دائرۂ عقل و حکمت سے خارج ہیں اور انسان کو اپنی فطرت کا مقابلہ، تکلیف و تہذیب نفس اور عقول سے جنگ کرنے کیلئے ان باتوں پر عمل کرنے کی تکلیف دی گئی ہے، عقلی حیثیت سے ان احکام میں غور و فکر کرنا قطعاً ممنوع تھا، اسی قسم کی تاریکی جمیع اقوام کے ملل وادیان پر چھائی ہوئی تھی۔ یہانتک کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، آپ نے بیان فرمایا کہ دین و مذہب کے احکام عین فطرت ہوا کرتے ہیں۔ اسمیں کوئی بات خلاف عقل و حجت اور علم و حکمت نہیں ہوا کرتی۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ انسان کی روح، عقل و ضمیر پر خدا کی مخلوق میں سے کسی کا غلبہ نہیں بلکہ جمیع عقول کے ہادی صرف اللہ کے رسول ہیں جو عقل و حکمت کی روشنی میں ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔

(۱) اسلام عین فطرت ہے :۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام عین فطرت ہے، فطرۃ اللہ سے مراد وہ امور ہیں جن پر انسانی جبلت کی بنیاد رکھی گئی ہے اور جو دونوں جہاں کی زندگی کو محیط ہیں جیسے قوائے جسمانیہ حیوانیہ، قوائے روحانیہ ملکیہ اور عالم شہادت و غیب کی معرفت کی استعداد جس کے تحت انسان کو طبعاً ایک مطلق دین یعنی کسی سلطان غیبی کا وجدانی شعور ہوجاتا ہے، پس عبادت فطری نام ہے اسی رب غیبی کی طرف وجدانی توجہ کا تمام ضروریات زندگی میں، اگر اس کے خلاف کوئی حکم موجود ہو مثلاً بتوں وغیرہ کی طرف توجہ تو یہ چیز یقیناً خلاف فطرت کہلائے گی، فطری مذہب کا اصل الاصول یہی قانون ہے جو بیان ہوا۔ اسی اصل پر وہ تمام اسلامی تعلیم متفرع ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تاکہ خدا کے بندے اپنے اجتہاد اور اختلاف عملی کیوجہ سے گمراہ نہ ہوجائیں، کیونکہ محض فطرت انسانی ہدایت کیلئے کافی نہیں ہے اگر بالفرض ایک انسان اپنی فطری قابلیت کی بنا پر کامیاب بھی ہوجائے تو نوعی حیثیت سے یہ حکم قانون کلی نہیں بن سکتا۔ اسلئے اسلامی تعلیم کے بغیر کمال نوعی مکمل نہیں ہوسکتا۔

(۲) اسلام عقل و فکر والا مذہب ہے۔ تم کتاب مقدس کی پوری لغت پڑھ جاؤ کسی جگہ لفظ عقل یا اس کا ہم معنی

جو انسانی غریزیت پر دلالت کرتا ہو جس کی وجہ سے اللہ نے اسکو اشرف المخلوقات بنایا نہیں مل سکتا اسی طرح کتاب مقدس میں تفکر و تدبر کے الفاظ بھی معدوم ہیں لیکن قرآن میں لفظ عقل اپنے اسم وفعل کیساتھ تقریباً پچاس جگہ مذکور ہے اُولُوالْاَلْبَابِ کا ذکر دس جگہ اور اُولُوالنُّهٰی کا لفظ ایک جگہ مذکور ہے قرآن مجید میں ہر اس مقام پر جہاں آیات اللہ کی بحث آئی ہے اور جس کے سمجھنے کیلئے تدبر و تفکر کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے عقل سے استشہاد فرمایا ہے چنانچہ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ کے اخیر کو یوں ختم فرمایا لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔ کسی جگہ فرمایا لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ کسی جگہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ اگر کوئی ان آیات میں غور کریگا تو اس کو صاف معلوم ہوگا کہ مذہب اسلام والے اہل نظر و فکر اور اہل عقل ہیں کیونکہ قرآن نے ان کو ہر جگہ نظر و فکر اور عقل سے کام لینے کی تاکید کی ہے، اسلام کے قبل تمام اہل مذاہب حریت فکریہ اور استقلال عقلی سے خالی تھے مگر بعد میں مسلمانوں سے ان لوگوں نے یہ چیزیں لے لیں اور خود مسلمان بری طرح اندھی تقلیدوں میں مبتلا ہو گئے یہانتک کہ آج بھی غیر ملکی و غیر اسلامی تہذیب و تمدن کو اختیار کرنے میں پروانوں کی طرح بے تحاشا یورپ کی طرف بھاگے چلے جا رہے ہیں، کاش اگر تقلید بھی کرتے تو کسی اچھی چیز کی لیکن نہیں جو چیز مسلمانوں کیلئے مہلک ہے اسی کی تقلید کرتے ہیں خیال تو فرمائیے کوٹ و پتلون بھی انگریز ہی پہنتے اور ساتھ ہی ہمالیہ کی برفستانی چوٹیوں پر چڑھکر اپنی جان بھی دیدیتے ہیں مگر مسلمان کوٹ و پتلون کی نقالی تو کرتے ہیں کیا کبھی شہید جستجو و تحقیق بننے کیلئے اپنے گھر سے باہر قدم رکھنے کی بھی جرأت کی؟ اسی کا نام اندھی تقلید ہے، قرآن اس کا سخت مخالف ہے وہ اپنے پیرؤں کو ہر ہر قدم پر عقل و فکر سے کام لینے کی ہدایت کرتا ہے۔

(۳) اسلام علم و حکمت والا مذہب ہے:۔ لفظ علم قرآن کی آیتوں میں دس جگہ مذکور ہے اور اس کے مشتقات تو بہت زیادہ ذکر کئے گئے ہیں، علم کا اطلاق دینی و دنیوی علوم کے جمیع انواع پر کیا جاتا ہے، قرآن نے علم کی ان دونوں قسموں کو بالتفصیل بیان کیا ہے یہانتک کہ اصولی طور پر یہ بیان کیا وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ یعنی محض قیافہ اور ظن کے اعتبار سے حکم نہ لگاؤ بلکہ جو کچھ کہو اذعان اور علم کے بعد کہو علم عقلی کے متعلق فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ اس آیت میں علم سے مراد علم نظری ہے کیونکہ اس کو ھدی اور کتاب منیر کا مقابل قرار دیا ہے جو علم سمعی سے متعلق ہیں۔ حکمت کے متعلق فرمایا یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ تعجب تو یہ ہے کہ موجودہ دور میں تمام مسلمان فقہ اور اصول فقہ وغیرہ علم سمعی کی طرف زیادہ راغب ہیں اور علم طبعی سے قطعاً جاہل، حالانکہ قرآن میں فقہ سے متعلق آیتیں تین سو سے زیادہ نہیں اور علم طبعی وغیرہ کی طرف جو آیتیں اشارہ کرتی ہیں تمام قرآن مجید ان سے بھرا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ جب تک علوم ان کے ساتھ رہا ان کی تہذیب اور اقتصادیات تمام عالم پر پھیلی ہوئی رہیں اور جہاں فروعی علم کیطرف متوجہ ہوئے اور بقیہ علوم کو چھوڑا فوراً ادبار کی کالی گھٹا ان پر چھاگئی اور آج تک چھائی ہوئی ہے، اقوام یورپ کی برتری محض انہیں علوم کی بنا پر ہے۔ اگر مسلمانوں نے ان علوم کو پھر اختیار کیا تو یقیناً پھر ان کی سیاست و تجارت

اور جمیع فنون وصنائع اصلی قدیمی حالت پر آجائیں گی ورنہ یہی دنیا ہے اور یہی محکومی۔ کسقدر حیرت کی بات ہے کہ ہم اپنی زندگی کی معمولی سے معمولی چیزوں میں بھی غیروں کے دست نگر ہیں اور خود ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

ناظرین! آپ قرآن حکیم کے ان مقاصد میں غور کریں کیا دنیا کی کوئی الہامی کتاب ایسا بہترین اور پاکیزہ اصول اپنی تعلیم میں بتا سکتی ہے، ہرگز نہیں ؟ جب قرآن میں ایسے بہترین اصول ہیں تو پھر ہندوستان کے مسلمان جو رات و دن قرآن پڑھتے ہیں کیوں ترقی نہیں کرتے ؟ بات اصل یہ ہے کہ محکوم قومیں قرآن کے جمیع مقاصد پر یقیناً عمل نہیں کرسکتیں، ہندوستان میں ہم کو شرائع کے استعمال کا اسی وقت تک اختیار ہے جب تک کہ وہ حاکم قوم کے مفاد کے خلاف نہ ہو، آپ اگر غور کرینگے تو سوائے نماز و روزہ وغیرہ شرعی احکام کے دوسرے سیاسی مقاصد پر ہندوستان والے قطعاً عمل نہیں کرسکتے، پھر ہم کیونکر ترقی کرسکتے ہیں جب تک کہ ہمارا عمل قرآن کے جمیع مقاصد پر نہ ہو، آپ مصر و ترکی اور ہندوستان کے مسلمانوں کا موازنہ کرکے دیکھ لیجئے وہ آزاد ہونے کی بنا پر قرآن کے جمیع مقاصد پر عمل پیرا ہیں اسلئے یوماً فیوماً سرعت کیساتھ ترقی کررہے ہیں اور ہندوستان کے مسلمان جیسے نصف صدی پہلے تھے آج بھی اسی مرکز پر گھوم رہے ہیں۔ اگر ہم ہندی مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہم کو غلامی کے پنجہ سے رہائی حاصل کرنا چاہیے جو تمام برائیوں کی علت العلل ہے پھر ہم یقیناً زندگی کے ہر شعبہ میں آسانی کے ساتھ ترقی کرسکتے ہیں کیونکہ حریت میں ایک ایسی کشش ہے جو افراد کو خود بخود ترقی کی طرف کھینچتی ہے، جیسا کہ اسلامی تاریخ، سیر شاہد عدل ہے۔

بعض کوتاہ بینوں کا یہ خیال ہے کہ اگر ہم نے صرف نماز پڑھ لی اور روزہ رکھ لیا تو بس ہماری ترقی کیلئے کافی ہے یہ خیال حد درجہ خطرناک اور غلط ہے۔ قرآن نے ترقی کے دو اصول پیش کئے ہیں ایک انفرادی شخصیت کی ترقی اور دوسرا اجتماعی قوت کی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اگر ہم نے صرف پہلے اصول پر عمل کیا تو محض انفرادی حالت میں ترقی کرجائیں گے اجتماعی حالت بہتر نہیں ہوسکتی مثلاً نماز و روزہ کے اصول ہر فرد انسان کی شخصی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اگر دنیا کے تمام مسلمان صرف نماز پڑھ لیں تو اس سے صرف ان کی شخصیت علی حسب استطاعت ترقی کریگی اس سے حکومت حاصل نہیں ہوسکتی اور نہ محض نماز پڑھ لینے سے ہم غلامی سے نجات پاسکتے ہیں بلکہ حکومت اور غلامی سے نجات پانے کیلئے قرآن نے دوسرے اصول پیش کئے ہیں۔ جب تک ہم اس پر عمل نہ کریں یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ قرآن حکیم کے مقاصد میں سے ہم نے صرف چند مقاصد پیش کئے ہیں، ورنہ ابھی اور ہیں جن کے بیان کرنے کیلئے نہ تو میرے پاس وقت ہے اور نہ موقر "محدث" کے زریں صفحات اسکے متحمل ہوسکتے ہیں اسلئے صرف اسی قدر تفصیل پر کفایت کی جاتی ہے، نوجوانوں سے درخواست ہے کہ ان مقاصد پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور پھر سوچیں کہ ہم باشندگان ہندوستان کی نکبت و مصیبت کے اسباب کیا ہیں، یقیناً وہ اسباب کے معلوم کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اسباب معلوم ہونے کے بعد انکا فرض ہے کہ ان نقائص کے دفعیہ کی کوشش کریں اور دین و دنیا ہر دو جگہ کامیاب اور فائز المرام ہوں۔

قرآن اور توحید باریتعالیٰ

(از مولوی عبد القیوم صاحب بستوی متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

عالم کے صدہا انقلابات، عوام کے اذہان میں نمایاں تغیر، زمانہ کے حوادث، سورج کا طلوع وغروب، قمر کا آہستہ آہستہ بڑھنا اور پھر گھٹنا اور معدوم ہو جانا، آسمان کا بغیر ستون کے قیام حرکات سیارات اور ان کی روزانہ کی دوڑ دھوپ، مینہ کا اپنے وقت میں برس کر لوگوں کو فائدہ پہنچانا بادل کی گرج بجلی کی کڑک، ہوا کا چلنا، گرمی وسردی کا پیدا ہونا۔ انسان کی تخلیق اور اس کا رحم میں دم حیض سے پرورش پانا، پھر اس کا گوشت کی شکل اختیار کرنا، پھر لوتھڑے جیسی صورت کا ہو جانا، پھر اس میں ہڈی نمودار ہو جانا۔ پھر پیدائش کے بعد اس کی زبان میں طاقت گویائی کا پیدا ہونا، بچپن وجوانی، بوڑھاپے کا گذرنا، مرنا جینا، بیماری وتندرستی، چستی وچالاکی، دانائی وفراست، آنکھوں کی بینائی۔ ہاتھوں سے مشیت کے مطابق حتی الوسع کاموں کو انجام دینا اور پاؤں سے چلنا کلیوں کی چٹک فصلوں کا یکے بعد دیگرے آنا، فصل بہار کا سرور، گرمی وسردی کا گذرنا، برسات کا آنا، جمیع حیوانات کا پانی سے پیدا ہونا، رنج وغم خوشی ومسرت، بھوک وپیاس، تشنگی وآسودگی، زمین سے غلہ کی پیدائش اور پھر ایک دانہ سے ہزاروں دانوں کا پیدا ہونا، مختلف انواع کی مخلوقات، اسود واحمر، ابیض واصفر کی شکل میں لوگوں کا پایا جانا، دریا کی موج، ہوا کی روانی، آگ کا جلانا۔ پھولوں کی خوشبو، خشکی وتری اور عوام کا اس پر سے سفر کرنا۔ کشتیوں کا پانی میں تیرنا اور جسم لطیف پر اس کا چلنا، رات ودن کا گذرنا اشجار سے اثمار کا پیدا ہونا، احجار سے ہیرے وجواہرات کا برآمد ہونا۔ بلندی وپستی، پہاڑ وسمندر، آسمان وزمین جیسی عظیم ترین مخلوقات کا اپنی اپنی جگہ پر قائم رہنا، عروج واقبال، تنزلی وپستی، اناث وذکور کی پیدائش اور آپس کا احتیاج، عالم ہونا جاہل ہونا۔ اندھیری وروشنی نور وظلمت، سیاہی وسفیدی، قلوب میں تدبر وتفکر کا مادہ پیدا ہونا۔ آدمؑ کی تخلیق آب وگل سے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بغیر باپ کے، یہ تمام مذکورہ بالا اشیاء خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ منطقیانہ وفلسفیانہ گفتگو سے قطع نظر یہ موٹی موٹی چیزیں جس کا علم سب کو ہے اپنے صانع (اللہ) مالک الملک پر دلالت کرتی ہیں۔ باری تعالیٰ کے وجود کا خود اپنے ہی نفس اور تخلیق پر غور کرنے سے اچھی طرح پتہ چل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود پر سینکڑوں دلائل پیش کئے ہیں فرمایا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (بقرہ ۲۰) یعنی آسمانوں

اور زمینوں کی پیدائش میں رات اور دن کے گذرنے میں اور کشتیوں کا انسانوں کے فائدہ دہ سامانوں کو لیکر دریا پر تیرنے میں اور جو مینہ خدا نے آسمان سے اتارا پھر اس سے پژمردہ زمین کو زندہ کرنے میں اور زمین میں ہر طرح کے چلنے والے جانوروں کو پھیلانے میں اور ہواؤں کو ادھر سے ادھر پھیرنے میں اور وہ بادل جو زمین و آسمان کے درمیان کام کر رہے ہیں ان سب میں عقل و دانش رکھنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

اور فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۔ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ (ص وم - ۳) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تم آدمی ہو کر پھیلتے ہو اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہاری جنسوں سے جوڑے پیدا کئے تا کہ تم ان کی طرف سکون پکڑو اور تمہارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا بلا شبہ اس میں سمجھدار لوگوں کیلئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں و زمین کا پیدا ہونا ہے اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا مختلف ہونا ہے اس میں یقیناً جاننے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے رات و دن میں تمہاری نیند ہے اور اس کی مہربانی کی تمہاری تلاش ہے۔ اس میں سننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے ڈرنے اور امید رکھنے کیلئے اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر مردہ زمین کو اس کے ذریعہ زندہ کرتا ہے اس میں عقل رکھنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور اسکی قدرتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔

اور فرمایا وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (ذاریت رکوع ۱) اور زمین میں یقین کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور تمہارے نفسوں کے اندر کیا تم دیکھتے نہیں۔ اور فرمایا۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ (نحل - ۹) اور تمہارے لئے جانوروں میں عبرت ہے ہم تمہیں ان کے پیٹوں سے لید اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر سیراب کرتے ہیں ایسا دودھ ہے جو پینے والوں کیلئے لذت آمیز ہے اور فرمایا۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا (فرقان - ۶) وہ ذات بابرکت ہے جس نے کہ آسمانوں میں برج قائم کئے اور اس میں چراغ (سورج) اور روشنی دینے والا چاند بنایا۔ اور فرمایا

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ۔ وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِھِمْ وَجَعَلْنَا فِیْھَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّھُمْ یَھْتَدُوْنَ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّھُمْ عَنْ اٰیٰتِھَا مُعْرِضُوْنَ۔ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (الانبیاء ع ۱۶) کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین دونوں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا اور ہر چیز کو پانی کے ذریعہ زندہ کیا۔ کیا پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں پہاڑ قائم کر دیئے تاکہ زمین کو ہلنے سے بچائے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے قائم کر دیئے تاکہ وہ منزل مقصود کو پہنچ جائیں اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی قدرتوں سے روگردانی کرتے ہیں اور وہ (اللہ) وہی ذات ہے جس نے رات ودن سورج وچاند کو پیدا کیا ہر ایک آسمان میں تیر رہے ہیں اور فرمایا

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ (المومنون ع ۱) بیشک ہم نے انسان کو صاف ستھری مٹی سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو منی بنا کر محفوظ جگہ میں رکھدیا۔ پھر ہم نے نطفہ کو ایک لوتھڑا کر دیا پھر اس لوتھڑے کو ایک گوشت کا ٹکڑا بنا دیا پھر اس گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں پہنا دیں پھر ہم نے اس کو ایک اور ہی مخلوق میں لا کھڑا کیا۔ پس بابرکت ہے اللہ جو سب بنانیوالوں سے بہتر اور اچھا ہے۔

اس آیت کریمہ میں انسان کو سات چیزیں غور کرنے کا حکم ہے اس آیت میں اس کی پوری حقیقت واضح کر دی گئی ہے اور کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور فرمایا وَھُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ حَتّٰی اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِہِ الْمَاءَ فَاَخْرَجْنَا بِہٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ (الاعراف ع ۶) اور وہ وہی ذات ہے جو ہواؤں کو خوشخبری کیلئے بھیجتا ہے اپنی رحمت کو نازل کرنے سے پہلے ہی یہاں تک کہ بھاری بدلیوں کو اٹھا لاتی ہیں تو ہم اس کے ذریعہ مردہ شہر کو پلا کر (زندہ کرتے ہیں) پھر ہم اس پانی کو اتار کر ہر قسم کے میوے نکالتے ہیں۔ اور فرمایا۔

وَھُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَھُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا (الفرقان ع) اور وہ وہی ذات ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا یہ ہے میٹھا پانی اور یہ ہے بدمزا۔ اور ان کے درمیان ایک حکمی دیوار اور مضبوط بند قائم کر دیا۔ اور وہ وہی ذات ہے جس نے انسان کو پیدا کر کے ان میں رشتہ ناتا کر دیا اور تیرا رب قدرت رکھنے والا ہے۔ قدرت خداوندی کا اس آیت میں ایک عظیم الشان منظر دکھایا گیا ہے۔ دو دریا کا آپس میں چلنا اور مزے کا مختلف ہونا یقیناً اسی ذات وحدہٗ لاشریک کے وجود کی

دلیل ہے۔ دوسری جگہ دریا کے اندرونی فوائد کا تذکرہ کیا گیا۔ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (الرحمٰن ع۱) اور اللہ وہی ہے جو ان دونوں سے موتی اور مونگا نکالتا ہے اور آگے چلکر فرمایا وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (الرحمٰن رکوع۱) اور اللہ ہی کے ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح قائم ہیں اور فرمایا هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (یونس ع۶) اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشنی دینے کیلئے بنایا بلاشبہ اس میں سننے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ اور فرمایا أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (الروم ع۴) کیا انھوں نے اللہ کو روزی گھٹاتے اور بڑھاتے نہیں دیکھا جس کے لئے چاہا۔ اس میں بیشک ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور فرمایا أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ (السجدہ ع۳) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ پانی کو خشک زمین کی طرف روانہ کرتے ہیں پھر اس کے ذریعہ کھیتی نکالتے ہیں جن میں سے ان کے جانور اور خود وہ بھی کھاتے ہیں پھر کیا وہ نہیں دیکھتے۔ اور فرمایا

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ۔ (رعد ع۱) اللہ وہی ذات ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستون کے جسے تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر مستوی ہوا۔ اور تابعدار بنا رکھا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک اپنے وقت مقررہ تک چلتے ہیں اللہ انتظام کرتا ہے ساری چیزوں کا اور کھول کھول کر آیتوں کو بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین کرلو۔ اور فرمایا لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (الحج ع۷) اسی کیلئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بیشک اللہ بے پرواہ اور قابل حمد ہے۔ اور فرمایا لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ (طٰہٰ ع۱) اسی کیلئے آسمان و زمین کی ساری چیزیں ہیں اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ہے اور جو کچھ مٹی کے نیچے ہے اور فرمایا أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (العنکبوت ع۱) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ کیسے پہلی دفعہ پیدا کیا اللہ نے مخلوق کو پھر اُسے لوٹائیگا۔ بیشک یہ (امر) اللہ پر آسان ہے اور فرمایا۔

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ ۔ فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۔ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلْآكِلِينَ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۔ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ (المومنون رکوع۱) اور ہم نے آسمان سے اندازہ کے مطابق پانی اتارا پھر ہم نے اسکو زمین پر ٹھہرایا اور بیشک ہم اس کے اڑا

لیجانے پر قادر ہیں پھر ہم نے اس کے ذریعہ تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے تمہارے لئے اس میں بہت فائدے ہیں اور اس میں تم کھاتے بھی ہو اور درخت کو جو طور سیناسے پیدا ہوتا ہے اگتا ہے روغن کے ساتھ اور کھانیوالوں کیلئے سالن ہے اور تمہارے لئے جانوروں میں عبرت ہے ہم تمہیں ان چیزوں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے پلاتے ہیں اور تمہارے لئے اس میں فائدہ عظیم ہے اور ان جانوروں میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر سواری بھی کرتے ہو اور فرمایا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (الم) کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا کی ملکیت میں ہے اور اس کے علاوہ تمہارے لئے کوئی ولی اور مددگار نہیں۔ اور فرمایا يُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۔ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ فرمانبردار بنا رکھا ہے سورج اور چاند کو۔ ہر ایک کو وقت مقررہ تک چلاتا رہیگا یہ ہے تمہارا اللہ جو تمہارا پالنیوالا ہے اور اس کیلئے سارا ملک ہے۔

بقیہ اور آیتیں بخوف تطویل مضمون ترک کردی جاتی ہیں لیکن نظر و فکر رکھنے والوں کیلئے یہ بھی کافی ہے مذکورہ بالا آیات بابانگ دہل اعلان کرتی ہیں کہ خدا کا وجود ثابت ہے دوسری چیز یہ کہ خدا کی ہستی کا اعتراف خود انسان کی فطرت سلیمہ میں داخل ہے۔ ہر جگہ کے باشندے ہر رنگ کے انسان اس ہستی لازوال کا اعتراف کرتے ہیں سورۂ روم میں اس کی بہترین توضیح کی گئی ہے۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ اپنا رخ اس دین حق کی طرف پھیر جس پر کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں یہی سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

خدا کا واحد مختار ہونا کسی سلطنت میں دو مختار بادشاہوں کا رہنا محال عادی ہے ایکدوسرے کو ضرر پہنچانے کی فکر میں رہیگا۔ اسی طرح اگر دو خدا ہوتے تو نظام ملک میں خلل واقع ہوجاتا۔ کارخانہ عالم تہ و بالا ہوجاتا۔ اپنی اپنی مشیت کے مطابق دونوں احکام جاری کرتے جس سے دنیا میں ایک قسم کا اختلال و انتشار پیدا ہوجاتا۔ قرآن نے اس مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے۔ وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (مومنون۔ ع ۵) اور نہ اس خدا کے قدس کے ساتھ کوئی خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق کو چلاتا اور ان کا بعض بعض پر چڑھائی کر دیتا۔ اسی لئے خدائے برحق نے قرآن مجید میں صرف اپنے ہی کو پوجنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کے علاوہ کوئی یار و مددگار نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی رحیم و کریم نہیں اس کے علاوہ کوئی ولی و نصیر نہیں۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۔ اور فرمایا

وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۔ (رعد۔ ع ۲) اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہے تو اسے کوئی نہیں ٹال سکتا اور بجز اس واحد مطلق کے کوئی ان کا مددگار نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ سارے لوگوں کا خالق صرف وہی ذات واحد ہے اگر اس مقدمہ کو نہ مانا جائے تو عالم میں فساد نظام لازم آئیگا۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اگر زمین و آسمان میں اس خدائے قدوس کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو زمین و آسمان یقیناً بگڑ جاتے تالی کی نقیض رفع مقدم سے یہ نتیجہ نکلا کہ چونکہ زمین و آسمان میں فساد نہیں ہے اس لئے اس کے علاوہ کوئی دیگر خدا بھی نہیں اور سورہ بنی اسرائیل میں بھی فرمایا کہ اگر اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی فکر میں رہتا اور ایک دوسرے کے ملک کو ہڑپ کر جانے پر کمربستہ ہوتا اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے اس کی ساتوں طبق آسمان و نیز زمین سبھی تحمید و تمجید بیان کرتے ہیں۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ۔ کہدے کہ اگر خدائے برتر کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ مشرکین کا قول ہے اسوقت وہ صاحب تخت کی طرف راستہ ڈھونڈتے (یعنی لڑائی کرتے) اللہ اس سے پاک اور برتر ہے اس کی تسبیح ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ اس میں ہیں سب لگے ہیں ہر چیز اس کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور فرمایا يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (الرعد ع ۲) اس کے خوف کی وجہ سے فرشتہ کڑک اور دیگر فرشتے اس کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں۔ قرآن نے وحدت الٰہی پر جو عقلی دلیل پیش کی ہے اس سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ سلجھے اور عام فہم الفاظ میں تعدد خدا کا ابطال کیا اور آخر میں مسئلہ حل کر دیا کہ باری تعالیٰ کے کاموں میں کوئی شریک کار نہیں تنہا مالک ہر دوجہاں ہے وہ تمام عیوب سے پاک اور بے عیب ہے اس کی قدرت میں کسی قسم کا نقص و عیب نہیں مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۔ خدا کی پیدائش میں تو کوئی عیب نہیں دیکھیگا۔

(باقی)

پتے نہیں بدلے جائیں گے۔ آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محدث کوئی تجارتی رسالہ نہیں ہے محض آپ لوگوں سے محصولڈاک کا خرچ لیا جاتا ہے لیکن پھر بھی بعض حضرات بار بار اپنے پتے بدلوا کر چھپی ہوئی چٹوں کو بیکار کر دیتے ہیں اور پھر نئی چٹیں چھپوا کر ہمکو خواہ مخواہ زیر بار کرتے ہیں اسلئے اطلاعاً اعلان کیا جاتا ہے کہ اب آئندہ سے ہم کوئی پتہ تبدیل نہیں کرینگے بلکہ جس صاحب کو اپنا پتہ بدلوانا ہو وہ بجائے دفتر محدث میں اطلاع دینے کے براہ راست اپنے یہاں کے ڈاکخانے میں لکھکر بھیجدیں کہ اب میری ڈاک اس پتہ پر بھیجی جائے اور نیچے اپنا وہ پتہ لکھدیں جس پتہ پر منگوانا چاہتے ہوں ہمارے دفتر میں اب تبدیل پتہ کی اطلاعات پر ہرگز توجہ نہیں کی جائیگی خریداران محدث مطلع رہیں

منیجر

شانِ حدیث

(ازجناب مولانا عبدالصمد صاحب مبارکپوری)

اس میں شمہ برابر بھی شک وارتیاب کی گنجائش نہیں کہ قرآن مجید، رشدوہدایت، فلاح ونجاح کی سب سے آخری اور مکمل ترین کتاب اور قانون ہے وہ گم کردہ راہوں کے لئے "نور" اور مریضانِ روح کے لئے "شفا" ہے یقیناً اس میں ہر چیز کا "بیان" اور ہر شے کی "تفصیل" ہے۔ لیکن افسوس کہ خارجی اثرات سے متاثر و مرعوب ہوکر ہندوستان میں ایک نئی جماعت ایسی پیدا ہوگئی ہے جو اس "تفصیل" و "تبیان" کے اصلی منبع ومہبط سے بے نیاز ہوکر اپنی آرار وا ہوا رہی کا لوگوں کو پابند کرنا چاہتی ہے انھوں نے تمام امت کے خلاف تفصیل و تبیان کا غلط معنی بیان کرکے مسلمانوں میں اختلاف وافتراق کا ایک نیا دروازہ کھولدیا۔ اور دنیا کو اب یہ تلقین شروع کردی کہ رسول اللہ صلعم کی احادیث کا مجموعہ خواہ وہ کتنا ہی صحیح ہو، قابل اعتنا اور لائق حجت نہیں۔

اس خیال کی تردید وتنقید میں ہمارے محترم دوست مولانا عبدالصمد صاحب مبارکپوری نے ایک کتاب "شان حدیث" کے نام سے لکھنی شروع کی ہے جسکا تھوڑا سا اقتباس آپ نے ہماری درخواست پر، محدث کے اس نمبر کیلئے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ جسے قلت صفحات کی مجبوری کی وجہ سے ہم دو نمبروں میں انشاء اللہ شائع کرینگے۔ (مدیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکام الٰہی کے پہنچانے والے (مبلغ عن اللہ) اور معلم تھے۔ روز وشب اور صبح ومسا کے اوقات میں آپ جو کچھ مجمع عام میں کرتے یا صحابہ کو حکم فرماتے اسکو آپ کے جاں نثار صحابہ جو پروانہ وار آپ کے حضور میں مسائل دین سیکھنے کیلئے ہر وقت موجود رہتے تھے بغور تمام آنکھوں سے دیکھتے اور بغایت توجہ کانوں سے سنتے اور بصد شوق وذوق اسکو بجالاتے اور اچھی طرح دیکھ سنکر بہت مضبوطی وپختگی کے ساتھ یاد رکھتے اور دوسروں تک (جو بر وقت وہاں موجود نہ ہوتے) پہنچاتے۔ جسکا ثبوت تاریخ اور سیرت اور حدیث کی کتاں میں بھرا موجود ہے۔ جو محتاج بیان واظہار نہیں۔ یہی حدیثیں ہیں جنکو محدثین نے اسناد کے ساتھ اپنی اپنی کتابوں میں جمع کیا۔

محدثین کرام اور علمار اصول نے حدیث کو باعتبار قلت وکثرت اسناد کے دو قسموں میں محدود ومحصور فرمایا ہے۔ **خبر واحد۔ خبر متواتر۔** خبر متواتر وہ حدیث ہے جس کے روایت وبیان کرنیوالے ہر زمانے میں اس قدر زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا عقلاً وعادتاً غیر ممکن ہو۔ اور جس حدیث کے راوی اتنے کثیر التعداد اور اس شرط کے موافق نہ ہوں وہ خبر آحاد ہے۔ حدیث متواتر کل مقبول اور معمول بہ ہوتی ہیں اور حدیث متواتر صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی۔ سنن ابوداؤد۔ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بکثرت موجود ہیں۔ شرح شرح النخبہ میں ہے۔

(فکلہ) ضمیرہ راجع الی المتواتر لانہ اقرب او الی	یعنی خبر متواتر سب کی سب مقبول ہوتی ہے اور

الاول لانہ الاصل ای فجمیع افرادہ وانواعہ (مقبول) ای قبولا قطعیا لاظنیا (شرح شرح النخبہ)	قطعی و یقینی طور پر مقبول ہوتی ہے محض ظنی طور پر نہیں۔

اور خبر واحد میں مقبول اور مردود ہر دو قسم کی حدیثیں ہوتی ہیں۔ جس میں قبولیت کے اوصاف پائے جائیں۔ یعنی راوی کا عادل وضابط وغیرہ ہونا پایا جائے وہ مقبول ہے۔ اور جس میں قبولیت کی صفات کماحقہ نہ پائی جائیں وہ نامقبول ومردود ہے۔

اور تمام مسلمانوں کے نزدیک خبر آحاد پر عمل کرنا واجب ہے۔ تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین نے اس سے حجت پکڑا اور اس کو قابل حجت وعمل مانا ہے۔ چنانچہ شرح نخبہ کی شرح میں ہے۔

وقولهم مردود لاجماع الصحابة والتابعين على وجوب العمل بالآحاد (شرح شرح النخبہ)	یعنی فرقہ معتزلہ اور روافض اور ابن داؤد وغیرہم کا یہ قول کہ خبر واحد واجب العمل نہیں ہوتی" مردود و باطل ہے

اسلئے کہ جمیع صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ خبر واحد واجب العمل ہے۔" (پس اس کو واجب العمل نہ ماننا تمام صحابہ اور تابعین کی مخالفت کرنا ہے جو سراسر ضلالت ومعصیت ہے۔ فتح الباری میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (یعنی یہ کہ خبر واحد حجت اور واجب العمل ہے بالاجماع)

اب میں یہاں پر اقسام حدیث کی بحث کو قلم انداز کرکے صحیح حدیث کی نسبت مختصر تحریر کرتا ہوں کیونکہ عملوں کا دار و مدار احادیث صحیحہ پر ہے یعنی عاملین بالحدیث (اہلحدیث) جن حدیثوں پر عمل کرتے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ اور چونکہ صحیح حدیثوں سے کتب حدیث بھری ہیں اسلئے اس پر سب سے پہلے روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پس معلوم کرنا چاہیئے کہ حدیث صحیح کی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

شرط الصحيح ان يكون اسناده متصلا وان يكون راويه مسلما صادقا غير مدلس ولا مختلط متصفا بصفات العدالة ضابطا متحفظا سليم الذهن قليل الوهم صحيح الاعتقاد (مقدمة الفتح)	یعنی حدیث صحیح کی شرط یہ ہے کہ اسکی اسناد (اول سے آخر تک) متصل ہو اور اس کا ہر ایک راوی مسلمان ہو سچ بولنے والا ہو (روایت حدیث میں) اپنے استاد کو چھپانیوالا نہ ہو اور نہ مختلط ہو۔ اور عدالت کی صفتوں کے ساتھ متصف۔

لفظ حدیث کا ضبط (جمع) کرنیوالا ہو اور خوب یاد رکھنے والا ہو، اس کا ذہن (وہم وخطاسے) سلامت ہو۔ وہم بہت کم کرتا ہو اور عقیدہ صحیح رکھتا ہوئے

دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں :۔

ان مدار الحديث الصحيح على الاتصال و اتقان الرجال وعدم العلل (مقدمة الفتح)	یعنی صحیح حدیث کا مدار سند کا متصل ہونا اور راویوں کا مضبوط ہونا اور علت کا نہ پایا جانا ہے۔

صحیح حدیث کی جو تعریف اور شرط اوپر بیان کی گئی، اس صفت اور شان کی حدیث مقبول اور واجب العمل ہوتی ہے اور اس کی اقتدا واتباع ذریعۂ نجات وموجب فلاح دارین ہے۔ منکرین حدیث اپنے باطل دعوے یعنی مخالفت سنت کے

ثبوت میں بعض بزرگوں کا نام بھی لیتے ہیں لہذا اتباع سنت کی تائید و تاکید میں مسلم بزرگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہاں پیش کرنا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ امام موصوف اپنی کتاب "الاربعین" میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان مفتاح السعادۃ اتباع السنۃ والاقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مصادرہ وموارده وحركاته وسكناته حتى فی هيئة اكله وقيامه ونومه وكلامه لست اقول ذلك فی آدابه فی العبادات فقط لانه لا وجه لاهمال السنن الواردة فيها بل ذلك فی جميع امور العادات فبذلك يحصل الاتباع المطلق قال اللہ سبحانه قل ان كنتم تحبون اللہ فاتبعونی يحببكم اللہ وقال تعالیٰ وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا فعليك ان تلبس السراويل قاعدا وتتعمم قائما (الی قوله) فلا ينبغی ان تتساهل فی امثال ذلك فتقول هذا مما يتعلق بالعادات فلا معنی للاتباع فيه لان ذلك يغلق عليك بابا عظيما من ابواب السعادة (الاربعين فی اصول الدين)

تم معلوم کرو کہ سعادت کی کنجی سنت کی پیروی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنا ہے آپ کے تمام گفتار و کردار اور حرکات و سکنات میں یہانتک کہ آپ کے کھانیکی ہئیت اور کھڑے ہونے اور سونے اور کلام کرنیکی ہئیت و شکل میں (بھی آپکی اقتدا کرنا چاہئے) میں یہ نہیں کہتا کہ آپکی اقتدا کرنا فقط عبادات کے آداب میں اس سبب سے ہے کہ اس کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہیں انکے چھوڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے بلکہ یہ آپکی اقتدا کرنا عادت کے تمام کاموں میں (بھی) ہے کیونکہ اسی صورت میں اتباع مطلق حاصل ہوگا۔ جسکا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ فرمایا (اے پیغمبر) تو کہدے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری اطاعت کرو اللہ تمہیں دوست رکھیگا۔ اور فرمایا "رسول جو کچھ تمکو دے اسکو لیلو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو" پس تمہیں ضروری ہے کہ پاجامہ بیٹھکر پہنو اور عمامہ کھڑے ہو کر باندہو اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اس قسم کے کاموں میں تساہل کرو اور کہو کہ یہ سب کام عادات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان میں اتباع کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا تمہارے اوپر سعادت کے بڑے دروازہ کو بند کردے گا (اور آخرت میں بہت بڑے ثواب سے تم کو محروم کردے گا)"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

هذا التحريض كله الذی ذكرته انما هو فی العادات واما فی العبادات فلا اعرف لترك السنة من غير عذر وجها الا كفر خفی او حمق جلی (الاربعين)

یعنی یہ تمام اتباع سنت کی ترغیب جس میں نے بیان کی ہے ان امور میں ہے جو کہ عادت سے تعلق رکھتے ہیں۔ باقی عبادات تو عبادات میں بلا عذر سنت کو ترک کردینے کی سوائے کفر خفی یا صریح حماقت کے کوئی دوسری وجہ میرے نزدیک نہیں ہے۔"

علی ہذا القیاس امام موصوف نے اور مقاموں میں بھی اتباع سنت کی تاکید کی ہے اور دوسرے بزرگان دین اور اولیاء عارفین نے بھی حدیث پر عمل کرنے کی ترغیب و تاکید فرمائی ہے۔ جس کے نقل کرنے میں طوالت ہے لہذا اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

منقبت حدیث واہلحدیث حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حدیث سے افضل کوئی علم نہیں ہے۔ امام حاکمؒ نے فرمایا ہے کہ اگر محدثین کثرت سے اسانید کو یاد نہ رکھتے تو دین اسلام کے راستے مٹ گئے ہوتے اور اہل بدعت اور بے دینوں کو حدیثوں کے بنالینے اور اسنادوں کے بدل دینے پر قدرت ملجاتی۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ تم لوگ حدیث کو خوب کثرت سے پڑھو اسلئے کہ مومن کا ہتھیار ہے پس جب اس کے پاس ہتھیار نہ ہوگا تو کس چیز سے لڑیگا۔ اور امام باقرؒ نے فرمایا کہ آدمی کی فقہ حدیث کو سمجھنا ہے یا (یہ فرمایا کہ) حدیث کو پڑھنا ہے (شک راوی ہے) اور امام داؤد بن علی نے کہا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہ پہچانے اور حدیث صحیح وحدیث ضعیف کے درمیان تمیز نہ کرے وہ عالم نہیں ہے۔ امام شعبہ نے فرمایا کہ جس علم میں "حدثنا" اور "اخبرنا" (یعنی اسناد) نہ ہو وہ بیہودہ اور تلبیٹ ہے اور امام حفص بن غیاث نے اپنے بیٹے عمر سے فرمایا کہ اصحاب حدیث کو کبھی حقارت سے نہ دیکھنا جو کچھ ان لوگوں میں رائج ہے وہ سب دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

احادیث کے ظنی ہونیکا عذر بارد جس طرح فرقہ نیچریہ نے تیرہ سو برس بعد قرآن کریم کے بہت سے مقامات پر آئتوں کے جو معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام سے صحت کے ساتھ ثابت ومنقول ہیں یا لغت ومحاورۂ عرب کے موافق ہیں ان کو چھوڑ کر اپنے جی اور اپنی سمجھ سے نئے معنے پیدا کر لئے ہیں اور انکی بنا پر بہت سی باتوں میں سلف وخلف کا خلاف کر گذرے ہیں جس سے ایک طرح پر قرآن کی اصلی تعلیم کو چھوڑ بیٹھے ہیں اسی طرح آجکل منکرین حدیث مخالفت حدیث میں طرح طرح کے شکوک اور شبہات ایجاد کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شبہ یہ بیان کرتے ہیں کہ "حدیثیں سب کی سب ظنی ہیں لہذا وہ لائق عمل نہیں ہیں" لیکن انکا یہ شبہ بالکل بے معنی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر آجتک تمام مسلمانان عالم ان حدیثوں پر عمل کرتے اور ان کو حجت مانتے چلے آئے ہیں اور کسی نے ظنیت کا عذر یا شبہ نہیں کیا پس اب یہ شبہ کرنا محض گمراہی اور بے دینی ہے بڑے بڑے خلفا اور سلاطین کے عہد میں انھیں حدیثوں کی تعلیم وتدریس ہوتی تھی اور تمام مقدمات اور جھگڑے قرآن کریم کے بعد انھیں حدیثوں سے طے کئے جاتے تھے اور گھر گھر حدیث کی تعلیم رات دن ہوتی تھی جیسا کہ تاریخ کے مطالعہ کرنیوالوں پر واضح ہے پس آج یہ عذر کرنا کہ حدیثیں ظنی ہیں نہایت درجہ علم حدیث سے بے خبری کا ثبوت ہے۔ اوّلاً تو تمام حدیثوں کو ظنی کہنا ہی صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض کل حدیثیں ظنی مان لی جائیں تو اس سے انکا عدم حجت ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اسلئے کہ تمام صحابہ بالاتفاق اور تابعین وتبع تابعین نے احادیث پر عمل کیا ہے اور احادیث کو واجب العمل فرمایا ہے۔ پس باتباع ان اہل قرون ثلٰثہ کے احادیث واجب الاتباع ہیں اور ان کا خلاف کرنا "ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین الآیہ" کے مصداق ہوگا۔ یہانپر یہ لکھدینا کافی ہوگا کہ یہ اعتراض اس زمانہ سے پہلے اور کسی کو نہیں سوجھا تھا (سوائے زندیق اور ملحدین کے) اگر حدیثیں ناقابل عمل ہوتیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں فرمان بھیج بھیج کر محدثین اور علما ر امصار وبلاد سے احادیث نہ جمع کراتے۔ اور یہ بڑے بڑے دفتر مرتب ہوکر آجتک موجود نہ ہوتے

غرض یہ اعتراض محض لغو اور بے اصل ہے ۔

حدیثوں کا کوئی مجموعہ نہیں | منکرین حدیث منہ پھاڑ پھاڑ کر یہ اعتراض بھی کیا کرتے ہیں کہ " اگر حدیثیں حجت ہوتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکا کوئی مجموعہ لکھوا کر ضرور چھوڑ کر جاتے " میں کہتا ہوں ۔جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو توریت کے احکام پر عمل کرنا دشوار گذرا اور موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی پر آمادہ ہوئے اور کوئی حیلہ وعذر ان کے پاس سرتابی کیلئے نہ تھا تو انھوں نے یہ کہا کہ اے موسیٰ ہم آپکی بات ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ۔ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً ، اسی طرح آجکل کے منکرین حدیث اور دیگر فرقے ہیں جو کہ قرآن یا حدیث پر اس قسم کے لایعنی اعتراض کرتے ہیں ۔ مگر اسکا جواب کئی طرح سے ہے اول تو یہ کہ یہ اعتراض علم حدیث سے ناواقفیت ولاعلمی کے سبب سے کیا جاتا ہے ۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو قرآن کی طرح بالالتزام لکھوا کر جمع نہیں کرایا لیکن آپ نے کتابت حدیث کی اجازت ورخصت مرحمت فرمادی تھی ۔ اور بہت سے صحابہ حدیثوں کو قلمبند کرلیا کرتے تھے جیسا کہ کتب حدیث اور تواریخ وغیرہ میں صدہا واقعات مذکور ہیں ۔ **دوم** یہ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثوں کا کوئی خاص مجموعہ لکھوا کر چھوڑ جاتے تو کس کے پاس چھوڑتے آخر اسکو انھیں جاں نثاروں کے ہاتھوں میں دیتے اور اس کے نقل کرنے والے اس کو ہم تک پہنچانیوالے بھی یہی صحابہ کرام اور ان کے اتباع اور محدثین سلسلہ بسلسلہ ہوتے جن کے واسطے سے ہم کو قرآن مجید پہنچا ہے اور موجودہ حدیثیں پہنچی ہیں ۔ پس منکرین حدیث اور کج فہم لوگ اس مجموعہ میں بھی اسی قسم کے بیجا شبہے پیدا کرتے جیسے آجکل موجودہ احادیث پر کرتے ہیں اور اس مجموعہ کو بھی ظنی اور غیر متواتر کہکر ٹالدیتے پس اس مجموعہ کا چھوڑنا بے سود ہوتا ۔ جب اہل زیغ واہل ہوا نے قرآن مجید میں جس کے برحق اور صحیح وصادق ہونے میں ذرا بھی کسی شک وشبہ کا امکان نہیں ہے اور جو ہر طرح سے محفوظ اور ہر نقص وشک سے مبرا ہے ۔ حرف گیری ونکتہ چینی کی اور ان کے دلوں کو اس پر بھی اطمینان ویقین نہ ہوا تو احادیث اُن کے اعتراض سے کب سلامت رہ سکتی ہیں اور ان کو حدیثوں سے کیونکر تشفی وتسلی ہو سکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ، فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (پ ۳ س آل عمران) یعنی اس (خدا) نے تیری طرف کتاب اتاری جس میں سے بعض آئتیں محکم (واضح) ہیں یہی ہیں اصل کتاب ۔ اور دوسری متشابہ (ملی جلی) ہیں ۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے متشابہ کے پیچھے پڑجاتے ہیں فتنہ (گمراہی) پھیلانے اور اصلی معنے معلوم کرنے کیلئے ۔

غرض قرآن کریم جو سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے اسمیں بھی بعض کج فہم اور کج طبع لوگ اپنے کورباطنی سے گمراہی اور فتنہ پیدا کرنے کیلئے شبہ اور کلام واعتراض کرتے ہیں ۔ پس احادیث نبویہ پر اعتراض وشبہ کرنا ایسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں ہے ۔

سوم یہ کہ اس زمانہ میں کتابت کا رواج بہت کم تھا اور قلت رواج کے باعث کتابت کرنیوالے بھی کمیاب تھے ۔

اور اسباب کی بھی کمی تھی۔ پس ایں اندریں صورت حالات کتابت کا انتظام واہتمام سخت دشوار تھا۔ کتابت قرآن ہی کا جو التزام کیا گیا یہی غنیمت اور بسا غنیمت تھا۔

چہارم یہ کہ یہ امر ظاہر ہے کہ تمام حدیثیں بیک وقت اور ایک مجلس میں آپ سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں بلکہ جس طرح قرآن مجید تئیس ۲۳ سال کی طویل مدت میں حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا آپ پر نازل ہوا۔ اسی طرح احادیث بھی حسب ضرورت وحاجت صبح وشام اور لیل ونہار کے مختلف اوقات میں اتنی ہی مدت طویل میں آپ سے صادر وظاہر ہوئیں۔ کیونکہ آپ کا ہر قول وفعل واجب العمل اور ضروری الاتباع ہے تاوقتیکہ کوئی قوی دلیل خلاف میں موجود نہ ہو۔ پس اس صورت میں بھی جمع وکتابت حدیث کا انتظام نہ صرف دشوار بلکہ محال وخارج از طاقت بشری تھا۔ پس آپکا حدیثوں کا کوئی مجموعہ لکھواکر نہ چھوڑنا عدم حجیت حدیث کی دلیل ہرگز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اگر آپ کچھ حدیثیں جمع کرا کر چھوڑ جاتے تو آئندہ بہت ممکن تھا کہ یہ اختلاف اور جھگڑا پڑجاتا کہ کچھ لوگ اس مجموعہ ہی کو صحیح جانتے اور اس سے خارج دوسری حدیثوں کو انکار کردیتے اور کہدیتے کہ وہ حدیث اس مجموعہ رسولؐ میں نہیں ہے اس لئے وہ حدیث رسولؐ ہی نہیں ہے۔ یا ممکن تھا کہ کوئی مخالف اسلام موقع ڈھونڈھ کر اس مجموعہ کے اندر کمی وبیشی کردیتا۔ یا بعض دوسرے لوگ اس مجموعہ کو ناقابل اعتماد سمجھنے لگتے اور بمقتضائے طبیعت بشری کے ضد اور نفسانیت سے اسپر اعتراض کرتے یا اس کو تسلیم ہی نہ کرتے تو بجائے اصلاح اور ہدایت کے اور موجب فتنہ وضلالت ہوجاتا پس ان وجوہ سے آپ کا حدیثوں کو جمع نہ کرانا ان کے لکھانے سے زیادہ مفید اور سودمند وقرین مصلحت تھا۔ پس آپ کے کوئی خاص مجموعۂ حدیث نہ چھوڑنے سے احادیث کی عدم حجیت لازم نہیں آتی اور اسکو حدیث کے حجت شرعی کی نفی پر ہرگز محمول نہیں کیا جاسکتا۔ کلا ثم کلا

(باقی)

مسلم سے خطاب

(از عبداللہ صاحب مضطر مبارکپوری متعلم رحمانیہ)

خودی میں ڈوب کے محو سرور کرتا جا ۔۔۔ نقوش غم میں مسرت کا رنگ بھرتا جا
ڈبونا چاہے زمانے کی موج جتنا تجھے ۔۔۔ فنا کے بحر سے اُتنا ہی تو ابھرتا جا
نہ آئے حرف شکایت کبھی زباں پہ تری ۔۔۔ تو پڑکے شعلۂ کلفت میں خود نکھرتا جا
دکھادے سارے زمانے کو جذبۂ ملت ۔۔۔ جو چھیڑے کوئی تو تو اور بھی بپھرتا جا
نہ توڑ ملت بیضا کے جام وساغر کو ۔۔۔ اسی سے بیخود وسرمست سب کو کرتا جا
نقوش دولت وعزت کے تیرے مٹنے لگے ۔۔۔ تو پھر سے ان میں وہی کہنہ رنگ بھرتا جا
نہیں زمانے میں پہلی سی اب جہاں بانی ۔۔۔ مثال تازہ عمرؓ کی ذرا تو کرتا جا
ہے بیٹھی گھات میں برق شرر فشاں تیری ۔۔۔ نگاہ قہر سے اس کو بھی سرد کرتا جا

تو دیکھ اب نہ نشیب وفراز دھر نہ دیکھ!
اللہ اور غیر کی چشم عتاب وقہر نہ دیکھ!

اسلام میں عورت کی حیثیت

(مولوی الطاف الرحمن صاحب بستوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

قارئین کرام! صنف نازک جو نوع انسانی کا نصف حصہ ہے۔ اس کے مراتب و مدارج اور حقوق کے متعلق دنیا کے مختلف گوشوں اور حصوں میں مختلف اصول و ضوابط وضع کیے گئے، لیکن تعجب خیز امر یہ ہے کہ اسوقت تک اس نحیف و ضعیف جماعت نے اپنے مدارج و حقوق کی داد نہ پائی جب تک آفتاب رسالت دنیا پر طلوع نہ ہوا فطرت نے دنیا کے مختلف حصوں اور خطوں کو خاص خاص چیزوں میں ممتاز پیدا کیا تھا، ان میں سے روم کو آئین و قانون سے خاص ذوق اور مناسبت تھی اور اس کے قوانین تمام دنیا میں اعلیٰ و افضل تسلیم کیے گئے تھے۔ ان اعلیٰ ترین' قوانین میں صنف نازک کے جو حقوق تسلیم کیے گئے وہ یہ تھے کہ عورت عقد و نکاح کے بعد اپنے خاوند کی مملوکہ اور زر خرید لونڈی ہو جاتی تھی وہ جو کچھ زر و مال محنت و مشقت سے کماتی تھی سب خاوند کی ملک بنجاتا تھا وہ کسی مظلوم و مصیبت زدہ اور بیکس انسان کو پناہ بھی دینے کا حق نہیں رکھتی تھی وہ کسی سے عہد و پیمان نہیں کر سکتی تھی۔ حتی کہ مرتے وقت کسی قسم کی وصیت کا بھی حق نہیں رکھتی تھی۔ اسی طرح عرب جو اسلام کی پہلی منزل ہے وہاں بھی عورتوں کی حالت نہایت خراب اور افسوسناک تھی۔ اپنے مورث کے متروکہ مال سے ان کو کچھ حصہ نہیں ملتا تھا۔ عرب کا قول تھا کہ میراث اس کا حق ہے جو تلوار پکڑ سکتا ہو اسی بنا پر چھوٹے بچے بھی وراثت سے محروم رہتے تھے۔ طلاق کیلئے کوئی مدت اور عدت نہ تھی یعنی جب تک اور جس طرح شوہر چاہتا اسکو اپنی زوجیت میں رکھتا اور جب چاہتا اسکو معلق چھوڑ کر سخت اذیتیں پہنچاتا۔ الغرض اسلام سے پہلے عورت جن دردناک مظالم کا تختۂ مشق بنی رہی اس کی ایک طویل فہرست تیار کی جا سکتی ہے، لیکن اسوقت میرا مقصد یہ نہیں ہے بلکہ آج کی صحبت میں میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے ان مظلوموں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا۔ اور اس نے اپنے ماننے والوں کو ان کے حقوق کی نگہداشت کی کس طرح تعلیم دی ہے اور اور انھیں تعلیمات سے اعراض کا نتیجہ ہے کہ آج ہزاروں اللہ کی بندیاں اپنے شوہروں کے مظالم سے تنگ آ کر نعوذ باللہ کفر و ارتداد کی راہ اختیار کر لیتی ہیں۔ پس سب سے پہلے اس پر غور کیجیے کہ قرآن نے اس فطری تعلق کو کس خوبی کے ساتھ مختصر مگر نہایت جامع الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے

وَخَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً۔	تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہیں ان سے راحت و سکون قلبی حاصل ہو اور تم دونوں میں الفت و محبت، رافت و رحمت پیدا کر دی۔

عورت کی مستقل ہستی۔ مذکورہ بالا آیت نے فطری تعلقات کے لحاظ سے گو مرد و عورت کو دو قالب

ایک روح قرار دیا۔ لیکن معاشرت کے حقوق، زندگی اور انسانیت کے اصول میں عورت کی مستقل ہستی بھی مانی۔ بلکہ مختلف طریقوں اور متعدد پیرایوں میں اس پر زور دیا کہ زن و شوہر مساویانہ درجہ و رتبہ کے دو رفیق ہیں اور اس باب میں دونوں دو مستقل ہستی و وجود ہیں۔

اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی (آل عمران) یعنی تم میں سے مرد ہو خواہ عورت میں کسی کا عمل ضائع نہیں کرونگا۔

گویا دونوں کی زندگی بالذات قائم ہے اور ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا (النسا)	مرد ہو یا عورت جو بھی مومن ہو کر نیک کام کرے گا وہ جنت کا مستحق ہے کسی کی ذرہ برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائیگی۔ فرمایا
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (نحل)	جو شخص نیک کام کریگا خواہ مرد ہو یا عورت اگر وہ مومن ہے تو اس کو ہم خوشگوار زندگی بخشیں گے اور آخرت میں بھی اسکے اچھے اعمال کا ثواب دینگے۔

ان آیتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اصول زندگی اور شریعت کے تکلیفی احکام میں عورت و مرد کی زندگی دینی و دنیاوی حیثیت سے جداگانہ شے ہے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اللہ تعالی نے بہت سی آیتوں میں مرد و عورت دونوں کو مساویانہ حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ وہ اعمال اور پھر اس کے نتائج کے لحاظ سے دونوں میں کسی طرح کی بھی تفریق نہیں کرتا۔ سورہ نور میں جہاں ازدواجی زندگی کی تشریح کی ہے وہاں صاف صاف طور پر یہ بھی بتایا ہے کہ افعال و اعمال کے اعتبار سے دونوں یکساں طور پر اپنی راہیں رکھتے ہیں اور دونوں پر ایک ہی طرح کا دروازہ کھول دیا گیا ہے

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ (النساء) میں بھی اسی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے چنانچہ جس طرح وہ نیک مردوں کے فضائل و محامد اور مدارج بتلاتا ہے اسی طرح نیک عورتوں کے بھی اور جس طرح بدعمل مردوں کی برائیاں بیان کرتا ہے اسی طرح بدعمل عورتوں کی بھی مذمت کرتا ہے کہیں بھی ان دونوں میں اس کے متعلق کسی طرح کا امتیاز اس نے جائز نہیں رکھا۔ مردوں کے لئے اگر فرمایا اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ تو عورتوں کیلئے بھی فرمایا مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ، ایسے مقامات میں ہر جگہ خداوند قدوس مرد عورت کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتا، ایک ہی درجہ میں رکھتا اور ایک ہی طرح پر ذکر و خطاب کرتا ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ، اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (احزاب پ۲۲) اس آیت کا خلاصہ مقصد یہ ہے کہ جسطرح مردوں میں مسلم و مومن مرد ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی مسلمہ و مومنہ ہیں۔ جس طرح مردوں میں قانت مرد ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی قانتہ عورتیں ہیں جس طرح مردوں میں صادق مرد ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی صادقہ عورتیں ہیں جس طرح مردو ں میں اللہ کا خوف رکھنے والے اور بکثرت اس کا ذکر کرنیوالے ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی خوف الٰہی رکھنے اور اس کا بکثرت ذکر کرنیوالی ہیں۔ جس طرح مردوں میں ایسے پاکباز ہیں کہ نفسانی خواہشوں کے غلبہ سے اپنی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی ایسی پاکباز ہستیاں ہیں جو اپنی عصمت کی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہوتیں۔

غور کرو کسی وصف میں تفریق و تمیز نہیں، کسی فضیلت میں بھی عدم مساوات نہیں پھر کیا ممکن ہے کہ جس مذہب نے مردوں اور عورتوں کے اخلاقی مساوات اس درجہ ملحوظ رکھے ہوں اس کا یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ عورتوں کی جنس مردوں کے مقابلہ میں زیادہ بداخلاق ہے۔ ناظرین کرام! حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی عورت بری نہ ہوتی اگر مرد اسے برا بننے پر مجبور نہ کرتا، عورت کی برائی کتنی ہی سخت اور مکروہ شکل و صورت میں نمایاں ہوتی ہو لیکن اگر حقیقت کی روشنی میں دیکھا جائے تو تہ میں ہمیشہ مرد ہی کا ہاتھ دکھائی دیگا۔

عورتوں کے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

(۱) تورات میں ہے کہ شجر ممنوعہ کے پھل کھانیکی ترغیب آدم کو حوا نے دی تھی اسلئے نافرمانی کا پہلا قدم جو انسان نے اٹھایا وہ عورت کا تھا۔ اور وہی مرد کو سیدھی راہ سے بھٹکانیوالی ہے لیکن اسلام اس کی کہیں بھی تصدیق نہیں کرتا بلکہ قرآن ہر جگہ اس معاملہ کو دونوں کی طرف مساویانہ حیثیت سے منسوب کرتا ہے۔ فرمایا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظَّالِمِیْنَ۔ (بقرہ) اور لغزش بھی ہوئی تو دونوں سے ایک ہی طرح کی ہوئی۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطَانُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ، یعنی شیطان نے دونوں کو لغزش دی اور دونوں کے قدم ڈگمگا دیئے۔ یہ بات نہ تھی کہ کسی ایک پر دوسرے سے زیادہ ذمہ داری ہو۔

(۲) ایک اور بات جس کی عوام کو تو خبر نہیں البتہ علما سے سنا جاتا ہے۔ وہ عورت کی نحوست کا مسئلہ ہے لیکن یہ چیز بھی سرتاپا غلط ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ پوری اور تمام حدیثیں پیش نظر نہیں۔ اصل یوں ہے کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا تھا کہ نحوستیں کن کن چیزوں میں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ نحوست بذاتہ کوئی شے نہیں اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اگر پائی جاتی تو عورت، گھوڑے اور مکان میں پائی جاتی۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ان میں نحوست موجود بھی ہے۔

(۳) تیسری بات یہ مشہور ہے کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قدرت نے عورت کو فطرتاً جوذی

عطا فرمائے ہیں اور اس کی زندگی کے ساتھ جو لوازم وابستہ کر دیئے ہیں ان کی بنا پر وہ علوم وفنون سے اتنی بہرہ ور نہیں ہو سکتی جتنا ایک مرد۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ عقل و دانش سے بالکل کوری ہوتی ہے اور تعلیم و تربیت کے بعد بھی وہ صلاح پذیر نہیں ہو سکتی۔ دنیا کے حالات سے قطع نظر کرتے ہوئے خود اسلامی تاریخ میں آپکو بہت سے ایسے واقعات ملیں گے جہاں عورتوں کی دانشمندی اور ناخن تدبیر نے مشکل سے مشکل مسائل کو حل کیا ہے اور پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا ہے۔ خود آنحضرت صلعم کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ حدیبیہ کے موقعہ پر جب مکہ والوں نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا تو آپ نے ان سے ایسے شرائط کے ساتھ صلح کر لی جو بظاہر دبکر کی گئی تھی جس سے صحابہ بجید برہم تھے۔ یہاں تک کہ تکمیل معاہدہ کے بعد جب آنحضرتؐ نے ان کو احرام کھولنے اور اپنی اپنی قربانیاں ذبح کرنیکا حکم دیا تو کسی نے اس کی تعمیل اور تکمیل نہ کی۔ آپ نہایت مضطرب ہوئے۔ . . . .

. . . . اور اس نازک موقعہ پر اپنی بی بی ام سلمہؓ کے پاس تشریف لیگئے جنھوں نے آپ کے چہرہ مبارک پر انتہائی حزن وملال کے آثار دیکھکر وجہ دریافت کی تو آپ نے کل حالات من وعن بیان کئے حضرت ام سلمہؓ نے مشورہ دیا کہ آپ انھیں جس بات کی تلقین فرماتے ہیں اس پر سب سے پہلے خود ہی عمل کیجئے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ کرامؓ نے آنحضرتؐ کو قربانی کرتے دیکھا تو یکے بعد دیگرے سبھوں نے آپ کی اتباع کی۔

غور کیجئے اسوقت آنحضورؐ کی پوزیشن کسقدر نازک ہو رہی تھی لیکن جب حضورؐ نے ایک عورت یا بقول آپکے ایک کم عقل، انسان کے مشورہ پر عمل کیا تو سارے مرحلے طے ہو گئے۔ اور وہ خطرناک صورت حالات کتنی خوبصورتی کیساتھ ختم ہو گئی۔ پس جس طرح محض مرد ہو جانا عقلمندی کی ضمانت نہیں۔ اسی طرح صرف عورت کا جنم پا جانا بے عقلی کا سرٹیفکٹ نہیں ہے ؎ نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد۔ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔

حسن معاشرت اور دلجوئی کی تعلیم (۱) قرآن مجید میں عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، کی تاکید کے باوجود حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب آپ اپنا آخری پیغام امت کو سنا رہے تھے توجہات انسانی کے اس شعبہ کی طرف خاص توجہ کی، جس کے بغیر انسانیت کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ بزور الفاظ میں فرمایا اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ الحدیث۔ لوگو اللہ کی اس کمزور مخلوق کے بارے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا جو تمہارے ہاتھوں میں قیدی کی طرح ہیں۔ ان کے تمام حقوق کا خیال رکھنا جن کے باعث وہ تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ جنگ تبوک کے موقع پر تشریف لیجا رہے تھے۔ چند ازواج بھی ساتھ تھیں۔ شتربان نے حدی خوانی شروع کی۔ جس سے اونٹ تیز رفتار ہو گئے جس سے محملوں میں شدید حرکت پیدا ہو گئی اور پردہ نشین عورتیں باہم ٹکرانے اور ہچکولے کھانے لگیں تو آنحضورؐ نے انجشہ شتربان کو مخاطب کر کے فرمایا یا انجشہ لا تکسر القواریر اے انجشہ ان شیشوں کو مت توڑ۔ یہاں عورتوں کو آبگینہ یعنی شیشوں سے تعبیر کرنا کسقدر لطیف استعارہ ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک ان کے حقوق کی رعایت اور ان کی دلجوئی و پاس خاطر ملحوظ رکھنے

کی تعلیم ہوسکتی ہے۔

(۴) اسلام سے پہلے لڑکی کی پیدائش بدقسمتی اور نحوست کی دلیل تھی۔ دور جانے کی ضرورت نہیں خود ہندوستان کے اندر ایک زمانہ تک لڑکی خاندان کی رسوائی سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ راجپوتوں کے گھروں میں بالعموم لڑکیاں مار ڈالی جاتی تھیں کیونکہ ان کی غیرت سسر کہلانیکی ذلت برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اسی کی طرف قرآن پاک نے اشارہ کیاہے ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيمٌ۔ لڑکی کی پیدائش کی خبر سنکر رنج وغم کے مارے اسکا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ لیکن اسلام کے آنیکے بعد خدانے عورتوں کو یہ شرف بخشا کہ اپنے نبی کو بیٹیاں بھی دیں اور بیٹے بھی لیکن سلسلہ نسب آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے جاری کیا۔ یعنی کسی بیٹے کو قدرت نے اسکا اہل نہیں سمجھا۔ چنانچہ آپ کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی۔ کیا یہ عورت کی شرافت کیلئے بس نہیں ہے۔

عورتونکی عزت وناموس کی خاطر جہاد کا حکم | اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں فرمایا وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (نساء)

یعنی مسلمانوں تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں کمزوروں اور لاچاروں کی خاطر جن میں مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں اور بچے بھی جہاد نہیں کرتے جو کفار کے مظالم کی تاب نہ لاکر بے بسی کے عالم میں پکارنے لگتے ہیں کہ خداوندا ہمیں اس ملک سے جس کے بسنے والے ظالم ہیں نکال اور غیب سے ہمارے لئے کوئی حامی کھڑا کر۔ حالت یہ تھی کہ کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو لوگ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کسی نہ کسی سمت چلے گئے لیکن بوڑھے مرد اور عورتیں اور بچے جو ہجرت کرنے سے معذور تھے مکہ ہی میں رہ گئے۔ لیکن جب ان عورتوں پر وحشیانہ حملے کئے جانے لگے تو اسلام نے جہاد کا حکم دیا۔ پس کیا اس سے عورتوں کی حمایت اور ان کے حقوق کی رعایت پر روشنی نہیں پڑتی۔

نکاح | ناظرین کرام۔ اسلام نے عورتوں کو واجبی حقوق دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ایک مسئلہ نکاح ہی کو لیجئے اس میں گو شوہر کے انتخاب اور دیگر معاملات پر غور کرنے کیلئے ایک ہمدرد ولی کا ہونا ضروری ہے لیکن ولی کے تجویز کردہ شوہر کے متعلق عورت کو ہاں' یا نہیں' کہنے کا پورا اختیار ہے۔ وہ شرعاً کسی خاص رشتے کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کی جاسکتی اسلام کا حکم تو یہ ہے کہ اگر باپ بھی لڑکی کی مرضی کے خلاف عقد و نکاح کردے تو مسلمان حاکم کے پاس جاکر خلع کراسکتی ہے چنانچہ جتنی صحابیات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت عالیہ میں اپیل کی اور اپنے اولیاء کے کئے ہوئے نکاحوں کو ناپسند کیا۔ ان سب میں حضورؐ نے ڈگری عورتوں کے حق میں دی۔ روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بھتیجی کی شادی اپنی مرضی سے عبد اللہ ابن عمرؓ سے کردی تھی۔ لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہ تھا آنحضورؐ کے پاس مرافعہ کیا آپ نے فرمایا وھی یتیمۃ لا ینکح الا باذنھا۔ یعنی یہ یتیم ہے اس کے اذن کے بغیر نکاح نہیں کیا جاسکتا۔ پس ایسے لوگ سوچیں اور غور کریں جو لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کردیا کرتے ہیں یہ ان کے لئے درست نہیں ہے بلکہ یہ عورتوں کے حق رائے دہی میں ناجائز مداخلت ہے جس کے برے نتائج

بھی ایسے نادان والدین کو دیکھنے پڑتے ہیں۔ پس لڑکیوں سے انکے رشتے کے متعلق کسی نہ کسی نوعیت سے انکا منشا معلوم کرنے کی کوشش نہ کرنا سخت ناعاقبت اندیشی اور نادانی ہے یا ان کی مرضی کے خلاف جبراً ان کو کسی کے ساتھ مڑھ دینا ہرگز درست نہیں۔

طلاق مرد اور عورت کے تعلقات میں نازک مسئلہ طلاق کا ہے اس بحث کے اہم اور نازک ہونے کا یہ اثر ہوا کہ تمام ادیان اور ملل نے سخت ترین غلطیاں کیں آجکل یورپ جو تہذیب و تمدن کا مرکز بنایا جا رہا ہے اس نے یہ ضابطہ اور آئین وضع کیا کہ زنا کے سوا کسی حالت میں طلاق ہو ہی نہیں سکتی اسکا یہ نتیجہ ہے کہ سینکڑوں زن و شوہر ہیں جن میں صدہا درجہ کی کشیدگی اور چپقلش ہے باہمی نا اتفاقی اور نا اتحادی نے دونوں کا عیش تلخ کر دیا ہے۔ سلسلہ مناکحت کے جو اغراض و مقاصد ہیں وہ بالکل پورے ہی نہیں ہوتے لیکن ہاں اس مصیبت کبریٰ سے خلاصی کی ایک ہی تدبیر ہے کہ اپنی بیوی پر زنا کا الزام ثابت کیا جائے بدیں وجہ بڑے بڑے رؤسا و اعیان سلطنت کو اس شرمناک حرکت کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے چنانچہ ان بیحیائیوں کے بغیر عورت کے پنجے سے رہائی نہیں ہوسکتی۔ دوسری طرف یہودی ہیں جن کے ہاں بات بات پر طلاق جائز اور مستحسن ہے۔ قرآن پاک نے فرمایا کہ زن و شوہر کا تعلق نفس پرستی کیلئے نہیں بلکہ حسن معاشرت اور الفت و محبت کیلئے ہے۔ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ یعنی یہ رشتہ عفت و پاکدامنی کے لئے ہے نہ کہ بیحیائی کرنے اور مستی نکالنے کو۔ اور نکاح ہوجانے کے بعد اگر خدانخواستہ تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوجائے تو اسلام نے پہلے آپس میں رواداری اور مروت سے گذارا کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (النساء) اگر تم عورتوں کو ناپسند کرو تو یہ ہوسکتا ہے کہ تم کو یہ چیز ناپسند ہو اور خدا اس میں بہت کچھ بھلائی پیدا کردے۔ یہی تلقین عورت کو بھی کی۔ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (النساء) اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے ناراضگی کا ڈر ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ دونوں صلح کرلیں اور صلح اچھی چیز ہے۔ اگر آپس میں معاملہ طے نہ ہوسکے تو فرمایا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا یعنی ایک آدمی مرد کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے پنچ بناکر معاملہ ان کے حوالہ کردو۔ اگر وہ نیک نیتی کے ساتھ معاملہ سلجھانا چاہیں گے تو اللہ ان کو توفیق دیگا۔ اگر صلح و آشتی کے یہ تمام مراحل طے کرنے کے بعد بھی کوئی صورت میل جول کی نہ پیدا ہوسکے اور یہ معلوم ہوجائے کہ ان کے دل آپس میں ایک دوسرے سے پھٹ چکے ہیں تو اب آخری صورت طلاق کی بتلائی گئی۔ اسلئے کہ اس انتہائی رنجش و عداوت، نا اتفاقی و ناراضگی کی صورت میں بھی اگر ساتھ رہنے پر مجبور کیا جائیگا تو اس کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں ہوگا کہ دونوں کی زندگی اجیرن ہوجائے گی۔ اور ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوجائیں گے۔ پس طلاق کی صورت بتلاتے ہوئے اس کے متعلق نہایت مناسب ہدایات کا لحاظ رکھا گیا۔ پہلی چیز یہ بتائی کہ طلاق بتدریج تین مہینے میں دی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ مرد اس درمیان میں سوچ سمجھکر اپنی رائے بدلدے اور عورت اچھی طرح رہنے پر راضی ہوجائے تو پھر حسن معاشرت کی صورت نکل آئیگی۔

اسلئے فرمایا رجعی طلاق کے بعد وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا (بقرہ)
اور ان کے شوہروں کو زیادہ حق ہے کہ رجوع کرلیں اگر چاہیں صلح کرنی پھر اس کے بعد ضابطہ مقرر کیا کہ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ پھر اگر مرد نے آخری طلاق دیدی تو اب وہ عورت اس کیلئے کبھی جائز و حلال نہ ہوگی جبتک وہ دوسرا نکاح نہ کرے اور شوہر ثانی بھی وطی کے بعد اسکو طلاق نہ دیدے جب مرد رجعی طلاق دیکر عورت کو الگ کردیا تو جب تک وہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اس کی نگہداشت کیلئے فرمایا۔
لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ (الطلاق) ایام عدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو۔ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ۔ ان کو رہنے کیلئے مکان دو جہاں خود تم رہتے ہو اپنی مقدور کے موافق ان کو بھی رہنے کا ٹھکانا دو اور ان کو تکلیف مت دو اور نہ پریشان کرو۔ اور اگر حاملہ ہوں تو ان کو بچہ پیدا ہونے تک نان و نفقہ دو۔ اور اگر وہ دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو ان کو اجرت دو۔ اور آپس میں نیکی کے ساتھ معاملہ کرو اور پرہیزگاروں کے ذمے ان کی مطلقہ عورتوں کا کھانا کپڑا وغیرہ ہے۔

کیا اس سے بہتر اور اعلیٰ کوئی حکیم اور مقنن و رفارمر عورتوں کیلئے قانون مرتب کرسکتا ہے؟ اور کیا دنیا میں مذہب اسلام کے سوا اور مذاہب میں ان مراحم و مراعات کی نظیر ملسکتی ہے؟

خلع طلاق کے سلسلہ میں فسخ نکاح کی ایک دوسری صورت بھی ضرور ذہن نشین کرلینی چاہیے۔ یعنی طلاق مرد کا حق ہے جب وہ عورت سے بیزار ہوکر اپنی زوجیت سے الگ کرنا چاہتا ہو۔ لیکن اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ مرد ہی نالائق ہو اور اسی میں یہ اہلیت نہ ہو کہ عورت کو اس کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہوا شرافت و انسانیت کے ساتھ اپنی زوجیت میں رکھ سکے اور نہ وہ طلاق دیکر اس غریب کی خلاصی کرتا ہو جیسا کہ عموماً آجکل ایسے واقعات پیش آرہے ہیں اور مردوں کو اس ظلم کی بنا پر کہ نہ وہ رواداری و انسانیت کے ساتھ اپنا گھر بساتے ہیں اور نہ طلاق ہی دیتے ہیں۔ ہزاروں بے زبان عورتیں یا تو گھروں میں بیٹھی ہوئی ہر وقت اپنی موت کا انتظار کرتی رہتی ہیں اور دق و سل جیسے امراض میں مبتلا ہوکر سسک سسک کر اپنی جان ہلاک کررہی ہیں۔ یا نعوذ باللہ کفر و ارتداد کی راہ اختیار کرکے اپنے ماں باپ ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی رسوائی کا باعث بنتی ہیں۔
تو اسلام نے جس طرح مردوں کو عورتوں سے رہائی پانے کا راستہ سکھایا اسی طرح عورتوں کو بھی مردوں کے مظالم سے خلاصی حاصل کرنے کا طریقہ "خلع" بتایا تھا۔ یعنی یہ ہے کہ عورت جائز حالات میں اپنی جائز اور معقول شکایات حاکم کے سامنے پیش کرکے شوہر کو فدیہ دیکر اپنا نکاح فسخ کرالے۔

لیکن افسوس اب انگریزی قانون میں جو "محمڈن لا" کے نام سے موسوم ہے عورتوں کا یہ حق سلب کرلیا گیا ہے۔ جس کی بنا پر جو خطرناک مفاسد پیدا ہورہے ہیں اسکا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ کبھی کبھی کانوں میں یہ

آواز پہنچ جاتی ہے کہ علمائے دین اور لیڈران قوم نے عورتوں کے اس حق کی طرف توجہ کی ہے لیکن افسوس کہ ابھی تک کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا گیا جس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو۔ حالانکہ مسئلے کی اہمیت اسقدر نازک ہوتی جاتی ہے کہ اگر غفلت و بے توجہی کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں جبکہ مسلمانوں کی عام بداخلاقیاں اور اپنی بیویوں کے ساتھ ان کی بے پناہ بدسلوکیاں، شریف گھرانے کی عورتوں کو بھی عیسائیوں کے گرجوں اور آریوں کے آشرموں کے گرد گھومنے پر مجبور کر دینگی۔ پس ضرورت ہے کہ ملک کے با اثر حضرات اس طرف جلد سے جلد پوری توجہ مبذول کریں۔ اور ان غریب و بے زبان مظلوموں کی خاموش آہ و بکا پر کان دھریں اور اس طرح قوم کی، اسلام کی، اور مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا سدباب کریں۔

وراثت اس مسئلہ میں بھی دنیا کی تمام اقوام وملل مختلف الآرا رہی ہیں اور ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں صرف اولاد اکبر جائداد غیر منقولہ کی وارث ہوتی ہے۔ ہندوؤں میں کل اولاد ذکور وارث ہوتی ہیں باقی تمام رشتہ دار محروم الارث رکھے جاتے ہیں۔ عرب میں عورتوں کو مطلق وراثت نہیں پہنچتی تھی۔ اور اب ہندوستان میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ اپنی جہالت سے عورتوں کو میراث کا مستحق نہیں سمجھتے۔ چنانچہ پنجاب میں اس کا شدت سے رواج ہے یہ اسلام کی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔ اسلام نے میت کے تمام رشتہ داروں کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت علی حسب مراتب کچھ نہ کچھ حصہ دیا ہے کیونکہ وراثت کا اصلی اصول میت کا تعلق اور قربت ہے یعنی جو لوگ میت کے شریک رنج و راحت تھے ان کو میت کی جائداد سے حصہ ملنا چاہئے۔ اب میں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ولابدی تصور کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں کو دگنی وراثت کیوں ملتی ہے واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی گاڑی کو عورت اور مرد دونوں ملکر چلاتے ہیں جسکی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ عورت و مرد باہم ملکر کمائیں دوسری یہ کہ صرف عورتیں کمائیں تیسری صورت یہ کہ صرف مرد کمائیں چنانچہ مذہب اسلام نے موخر الذکر صورت کو ہی اختیار کر کے مردوں ہی کو کمانے کا مکلف قرار دیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہونا چاہئے جسے وہ خود بھی کمائے۔ اور عورتوں کی پرورش بھی کرے کیونکہ عورتیں اس فرض سے سبکدوش ہیں۔ علاوہ بریں اس کے ذمہ عورتوں کی حفاظت بھی ہے جس کیلئے اسے غیر معمولی تیاری اور اس تیاری کیلئے رقم صرف کرنی پڑتی ہے نیز عورتوں کا نان و نفقہ مردوں پر فرض کیا گیا ہے۔ عورتوں کے مہر کا بوجھ بھی مردوں ہی کے کندھوں پر ہے۔ بچوں کے بالغ ہونے تک ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت اور پھر انکی شادی بیاہ کی ذمہ داری بھی مردوں ہی پر عائد کی گئی ہے پس ظاہر ہے کہ ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونیکے لئے مرد بہ نسبت عورت کے مال کا زیادہ محتاج ہے پس انھیں مصلحتوں کا لحاظ کر کے اسلام نے مردوں کو بمقابلہ عورتوں کے دونی رقم دلائی ہے۔ یہ ہیں عورت کے متعلق اسلام کے ضوابط و قواعد جسکے سامنے دنیا کی نظریں جھک گئیں، کیونکہ اسلام کو جو تمام مذاہب پر ترجیح ہے وہ اسی بنا پر کہ افراط و تفریط دونوں سے الگ ہے اور اسکے جسقدر احکام ہیں، تمام فطرت انسانی کے موافق ہیں۔ یہ دوسری چیز ہے کہ مسلمان اپنی بدبختی سے ان پر عمل نہ کرتے ہوں اور یہی وہ نحوست ہے جس نے آج مسلمانونکو اس ذلت پر پہنچایا ہے جس کے بعد عزت و عظمت کی کوئی راہ ان پر کھلی ہوئی نظر نہیں آتی۔ اللہ ہمیں احساس بیداری دے اور اپنے فرامین پر عمل کرنیکی توفیق بخشے۔ آمین!

سرورِ دو عالمؐ کی مدنی زندگی

(از مولوی حافظ عبدالخالق صاحب خالدی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

(۱)

سرور کائنات جب خلعت نبوت سے سرفراز کئے گئے اسوقت مکہ میں تھے یہاں تیرہ سال تک متواتر آپ اپنے فرائض انجام دیتے رہے لیکن آپ کو امید افزا کامیابی نہ ہوئی بلکہ دن بدن کفار کی ایذا رسانی میں زیادتی ہوتی گئی. حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات کے بعد بوجہ مصائب وآلام آپ پر سرزمین مکہ تنگ ہوگئی اگرچہ آفتاب رسالت مکہ میں طلوع ہوا تھا مگر اس کی شعاعیں مدینہ میں کافی طور پر پھیل چکی تھیں اس لئے آپ نے بحکم ایزدی مدینہ جانیکا قصد کیا، کفار کو جب اسکا پتہ لگتا ہے تو رات کے وقت حضورؐ کے گھر کا محاصرہ کرلیتے ہیں اور آپ کے قتل کی پوری تیاریاں ہونے لگتی ہیں لیکن آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے اور حضرت علیؓ کو اپنی جگہ پر سلا کر کفار کے سامنے سے ان کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے اور سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے بال بال بچکر نکل جاتے ہیں اور کفار مکہ کی تمام حسرتیں خاک میں مل جاتی ہیں۔

سچ ہے ع دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست۔

راہ میں بھی آپ کو کچل ڈالنے کی انتہائی کوششیں کی جاتی ہیں مگر سب بے سود کیونکہ خلاق عالم نے حفاظت کا وعدہ فرما لیا تھا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ الایہ یعنی اے میرے حبیب آپ غم نہ کریں خدا لوگوں سے آپ کی ہر جگہ حفاظت کریگا. چونکہ تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہنچ چکی تھی اسلئے تمام شہر مجسمہ انتظار بنا ہوا تھا ہر شخص مسرور نظر آتا تھا مدینہ کا ہر متنفس آپ کے دیدار کی تڑپ اپنے دل میں محسوس کررہا تھا ہر روز لوگ کچھ فاصلے پر استقبال کے لئے جاتے اور گھڑیوں انتظار کرکے اپنی تمام حسرتوں کو لئے ہوئے واپس لوٹ آتے تھے ایک روز ایک یہودی اپنے قلعہ پر سے دیکھتا ہے کہ حضور تشریف لارہے ہیں چنانچہ وہ اہل مدینہ کو خبر کرتا ہے انصار اس خبر کو سنتے ہی بے تابانہ ہتھیاروں سے سج سج کر استقبال کیلئے نکل پڑتے ہیں آپ جب مقام قبا میں پہنچتے ہیں تو جو قبائل وہاں آباد تھے خصوصاً بنی عمرو بن عوف حضورؐ کو دیکھکر انتہائی خوشی میں آکر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنکو سرور دو عالم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا وہ مسلمان جو مدینہ میں آباد تھے آپ کے سامنے آتے تھے اور جوش مسرت سے سلام کرتے تھے. یہاں آپ چودہ روز تک قیام فرماتے ہیں اس اثنا میں ایک مسجد آپنے تعمیر کرائی۔ جہاں اور مزدور اس میں کام کرتے تھے آپ بھی ان کے ساتھ معماری میں برابر حصہ لیتے تھے لوگ آپ کو مجبور کرتے تھے مگر آپ برابر بھاری بھاری پتھر اٹھا کر مزدوروں کے ساتھ شرکت فرمارہے تھے. یہ مسجد سب سے پہلے اسلام میں بنائی گئی اس کا تذکرہ قرآن پاک یوں کرتا ہے لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ

أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۔ الآیہ

مسجد کی تعمیر سے فراغت کے بعد آپ شہر میں داخل ہوتے ہیں راستہ میں جمعہ کا وقت آجاتا ہے ۔ آپ تمام اصحاب کے ساتھ نماز جمعہ باجماعت ادا کرتے ہیں یہ جمعہ اسلام میں سب سے پہلا ہے جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو مدینہ میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے شریف خاتونیں بے ساختہ اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھکر انتہائی مسرت کی بنا پر یہ اشعار پڑھتی ہیں ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع + وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

یعنی "کوہ وداع کی گھاٹیوں سے چاند طلوع ہوگیا ۔ ہم پر شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں" ۔ مدینہ میں معصوم بچیاں اپنے گھروں میں اور بازاروں میں یہ گاتی پھر رہی تھیں ؎ نحن جواری بنی النجار ۔ یا حبذا محمد امن جار ۔ ہم قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں ہیں ۔ محمد کتنا پسندیدہ ہمسایہ ہے ۔ مسلمانوں کے سارے بچے بچیاں سرور نغمے گی اور کوچے خدا کی حمد سے معمور تھے ۔ نبیؐ کی سواری جس طرف ہو کر جاتی درود و صلوات کے نغمات سے فضا گونج جاتی ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضورؐ کی میزبانی کا شرف مجھے حاصل ہو ۔ جو انصاری آپ کے سامنے آتا اپنا مال و اولاد اور اپنی ہر محبوب چیز آپ پر تصدق کر رہا تھا آخر بمشیت ایزدی آپ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ جاتی ہے اور اسطرح خداتعالیٰ سرور کونین کی میزبانی کا شرف انکو عطا فرماتا ہے ۔

تعمیر مسجد نبوی مدینہ میں قیام فرمانے کے بعد سب سے پہلے آپنے یہ کام کیا کہ قبیلہ نجار کی زمین پڑی ہوئی تھی اس کو قیمتاً مول لیتے ہیں اور وہاں مسجد نبوی کی بنیا دڈالتے ہیں ۔ شاہ کونین پھر مزدور کے لباس میں ملبوس تھے یعنی صحابہ کے ساتھ ملکر برابر کام میں حصہ لے رہے تھے اثنائے تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

اللھم لا عیش الا عیش الآخرہ + فاغفر للانصار والمھاجرہ

مسجد کیا تھی اسلام کی سادگی کا مکمل نمونہ تھی کچی اینٹوں کی چنائی کھجور کی پتیوں اور شاخوں کا چھپر اور کھجور کے ستون بارش کے زمانہ میں مسجد میں کیچڑ ہوجایا کرتی تھی تھوڑی مدت کے بعد اس سے بچنے کیلئے آپنے سنگریزے بچھوا دیئے تھے مسجد کے کنارے "صفہ" نامی ایک چبوترہ تھا یہ سرکار دوعالم کی درسگاہ تھی یہاں وہ غریب الوطن مسلمان زندگی گذارتے تھے جو انتہائی غربت میں رہ کر علم دین سیکھا کرتے تھے اور جن کو اصحاب صفہ کے نام سے پکارا جاتا تھا ۔ اسوقت آپ کے نکاح میں حضرت سودہ اور حضرت عائشہ آچکی تھیں اسلئے آپنے مسجد کے متصل ہی دو حجرے بھی بنوائے ۔ یہ ازواج مطہرات کی جائے سکونت تھی ۔ بعد میں ازواج مطہرات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور آپ حجرے تعمیر کراتے گئے ۔

اسلام میں اذان کی ابتدا مکہ مکرمہ میں نماز باجماعت پڑھنا مشکل امر تھا لیکن جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو یہاں ہر قسم کا امن و امان قائم ہوچکا تھا اب اس امر کی ضرورت تھی کہ تمام مسلمان یکجا جمع ہو

نماز با جماعت ادا کریں کیونکہ اسلام ہر قدم پر اتحاد کی تعلیم دیتا ہے بظاہر اسکی کوئی تدبیر معلوم نہ ہوتی تھی حضورؐ کے سامنے صحابہ کرام نے مختلف مشورے پیش کئے لیکن حضرت عمرؓ کا مشورہ دربار نبوی میں قبول ہو جاتا ہے یعنی پنجوقتہ اذان دی جائے اس سے نماز کی اطلاع بھی بخوبی ہو سکتی ہے اور ہر دن میں پانچ مرتبہ اسلام کی دعوت کا اعلان بھی ہو سکتا ہے بالآخر ایک الہامی خواب کے ذریعہ اس طرح اذان کی ابتدا ہوتی ہے جس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔

انصار کا ایثار اذان وجماعت کے نظام کے بعد اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ مہاجرین جو اپنے مال واولاد اسلام کی خاطر چھوڑ کر آئے ہیں ان کی رہائش کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے اگرچہ ان میں اکثر مالدار تھے لیکن فی الحال بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ حضورؐ ایک ایک انصار اور مہاجر کو بلاتے ہیں اور ان میں مواخاۃ اور بھائی چارگی پیدا کر دیتے ہیں انصار اس بات کو دل وجان سے قبول کرتے ہیں اور ہر انصاری ہر ایک مہاجر کو اپنا حقیقی بھائی تصور کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ وفات کے بعد ان میں وراثت کو جاری کرنے لگتے ہیں مگر اسلام نے اسکو روک دیا۔ واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض الآیہ ہر ایک انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو اپنی ہر چیز میں سے نصف حصہ دیدیا جنکی دو بیویاں تھیں ایک کو طلاق دیکر اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دیدیا غرض یہ کہ ہر امر میں ایسا سلوک کرنے لگے جسکا ادنیٰ حصہ بھی انسان اپنے حقیقی قرابتمند کے ساتھ نہیں کر سکتا انصار نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی زراعتی زمین میں سے بھی مہاجرین کو نصف دیدیں مگر خدا کے رسول نے اس سے روکا کیونکہ مہاجر اہل مکہ تھے ان کو تجارت سے وابستگی تھی زراعت سے ان کو دور کا بھی تعلق نہ تھا آخر انصار نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم ہر قسم کا زراعتی کاروبار کرینگے اور اس میں سے نصف مہاجرین کو دینگے اس میں حضورؐ کی رضامندی تھی سنہ ۶ھ میں مسلمانوں نے بنو نضیر کو جلاوطن کیا اور ان کی زمینیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں تو حضورؐ نے مہاجرین کی شفقتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو دلادیں انصار نے اسکو خوشی سے قبول کیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ یہ بھی ان کو دیجئے اور ہمارے نخلستانوں میں سے بھی نصف حصہ رہیگا۔ سچ فرمایا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ الآیہ یعنی انصار باوجود حاجتمندی کے مہاجرین کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

لیکن یہ خیال رہے کہ مہاجرین اتنے بے شرم نہ تھے کہ پڑے ہوئے مفت کی کمائی کھاتے بلکہ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف کو حضرت سعد بن الربیع نے اپنا نصف مال دیدیا تو ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انھوں نے بازار کا راستہ پوچھا اور تجارت کیلئے گئے اور بہت قلیل عرصہ میں بہت بڑے مالدار ہو گئے اسی طرح دوسرے صحابہ کا بھی یہی حال تھا بعض ایسے تھے جو مزدوری ومحنت کرکے اپنا پیٹ پلتے تھے اور خدا کی راہ میں دیتے تھے بعض صحابہ تو تجارت کی وجہ سے اسقدر مالدار ہو گئے کہ انکا مال سات سو اونٹوں پر لد کر آتا تھا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ حضور اپنی غربت کو مدنظر رکھکر صحابہ میں سے کسی کو مہمان کی میزبانی کرنیکا حکم کرتے ہیں حضرت طلحہ ان کو لیجاتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھوکا سلاتے ہیں دونوں میاں بیوی چراغ گل کرکے خالی منہ ہلاتے ہیں اور اس طرح مہمان کا پیٹ بھرتے ہیں۔ پھر وہ زمانہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسقدر فراخی عنایت کرتا ہے کہ ایک ایک مسلمان کا

سامان سات سو اونٹوں پر لد کر جاتا ہے۔ مگر اس فراخدلی کے بعد مسلمانوں نے تنگدلی سے کام نہ لیا بلکہ غربا اور خصوصًا اہل صفہ کی پوری خبر گیری رکھتے تھے جن کا کام یہ تھا کہ رات کو عبادت الٰہی میں مشغول رہتے اور دن کو حضرت کے آستانہ مبارک پر قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

جنگ بدر معاندین اسلام جہاں مذہب اسلام پر قسم قسم کے بیجا اعتراضات کرتے ہیں وہاں انکا ایک بے بنیاد اعتراض یہ بھی ہے کہ مذہب اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی مگر یہ ان کی جہالت کا نتیجہ ہے جہاد عین اس وقت فرض ہوا جبکہ ظلم و استبداد کا دور دورہ تھا مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنیکے لئے کفار تہیہ کر چکے تھے محض دفاعًا جہاد کو فرض کیا جاتا ہے قرآن پاک بھی اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ۔ مسلمانو! تم اب مظلوم ہو چکے ہو اسلئے تم کو جہاد کی اجازت دی جاتی ہے۔ مخالفین پر اسلامی کتب اور تواریخ کے مطالعہ سے واضح اور روشن ہو جائیگا کہ درحقیقت مذہب اسلام کی اشاعت میں تلوار کی جھنکار کو مطلقًا دخل نہیں۔

مدینہ میں آکر گرچہ مسلمانوں کو مذہبی آزادی پورے طور سے حاصل ہو چکی تھی مگر آنحضورؐ کی ہجرت ہی کے دن سے کفار مکہ مدینہ پر چڑھائی کرنیکا خیال کر رہے تھے عبداللہ بن ابی منافق کو لکھ چکے تھے کہ یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردو ورنہ ساتھ ساتھ اپنا بھی خاتمہ سمجھ لینا۔ چھوٹے چھوٹے دستے بھیجتے تھے وہ مسلمانوں کو لوٹتے تھے لہٰذا مجبورًا مسلمانوں کو بھی ان کے مقابلہ کیلئے تیار ہونا پڑا۔ حضورؐ بھی چھوٹے چھوٹے سریوں کو اطراف میں بھیجنے لگے تاکہ کفار کو پتہ چل جائے کہ مسلمان غافل نہیں ہیں ایک سریہ آپنے عبداللہ بن جحش کی قیادت میں روانہ کیا گو آپنے انکو قتال کی اجازت نہ دی تھی مگر اتفاقًا انھوں نے قریش کے قافلہ کو دیکھکر حملہ کر دیا اور اس میں عبداللہ بن حضرمی قتل کر دیا گیا۔ کفار مکہ کو اس واقعہ کی جب خبر ہوئی تو ان کی آتش غضب بھڑک اٹھی دوسرے وہ پہلے ہی سے اس بات کے متمنی تھے کہ کسی بہانہ سے مسلمانوں کو پیس دیا جائے مسلمانوں کا مدینہ میں رہنا کب گوارا تھا۔ اس بہانہ سے قریش نے دوسرے قبائل کو اکسانا شروع کیا اور آنًا فانًا ایک ہزار کا لشکر جرار مع ہتھیار و سواری وغیرہ کے تیار کر لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مدینہ میں آپ کو جب پتہ چلتا ہے تو آپ صحابہ کرام کو جمع کرتے ہیں اور ان حالات سے سب کو مطلع کرتے ہیں تمام اصحاب رسول اپنی جانیں لڑانے کیلئے تیار ہو گئے حضورؐ نے اور حضرت ابو بکرؓ وغیرہ نے جاں نثارانہ تقاریر کیں جن سے مسلمانوں پر بہت زیادہ اثر پڑا انصار کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہماری طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے تو حضرت سعد بن عبادہ جوش میں آکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں یارسول اللہ قسم خدا کی اگر آپ ہم سے یہ فرمائیں کہ سمندر میں کود پڑو تو ہم ذرا دریغ نہ کریں گے ہم موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح نہیں ہیں جنھوں نے کہدیا تھا کہ فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ۔ (موسیٰ! آپ اور آپ کے رب جاکر لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے) بلکہ ہم آپ کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے لڑیں گے۔ حضورؐ حضرت سعدؓ کی تقریر سنکر بہت متاثر ہوتے ہیں اور خوشی سے چہرہ چمک اٹھتا ہے۔ غرض آپ تین سو تیرہ جاں نثاروں کو لیکر شہر سے نکلتے ہیں۔ بعض کمسن بچے تھے ان کو واپس کر دیتے ہیں ان میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔

مقام بدر پر پہنچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کفار نے پہلے ہی سے آکر اچھی جگہ اپنے پڑاؤ کی منتخب کرلی چنانچہ آپ بھی اسی مقام پر مع اپنے اصحاب کے قیام فرماتے ہیں۔

دونوں طرف صف آرائیاں شروع ہونے لگیں ایک طرف نہایت کمزور مٹھی بھر جماعت ہے اصحاب صفہ جیسے کمزور لوگ ہیں سامان حرب کی یہ حالت ہے کہ دو گھوڑے اور چند اونٹ ہیں۔ دوسری طرف سرداران قریش کا مسلح ایک ہزار کا لشکر جرار ہے ہر قسم کے سامان حرب موجود ہیں ہر شخص جنگ آزمودہ ہے۔

اس منظر کو حضور دیکھکر متاثر ہوتے ہیں کبھی سجدہ میں خدا کے سامنے گر کر فرماتے ہیں۔ خدایا! اگر آج تو نے ہماری مدد نہ کی اور اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو آج سے تیرا نام لیوا بھی کوئی زمین پر باقی نہ رہیگا۔ اور کبھی اسقدر بے خودی طاری ہو جاتی ہے کہ کندھے پر سے چادر ہٹ جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر سے یہ منظر دیکھکر رہا نہیں جاتا عرض کرنے لگے کہ حضور بس کیجئے خدا آپ کی ضرور مدد کرے گا۔ آخر آپ ان الفاظ سے فتح و نصرت کی پیش گوئی کرتے ہیں سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔ کافروں کو شکست ہوگی اور یہ منہ پھیر بھاگیں گے۔

چنانچہ جب مقابلہ شروع ہوا تو مسلمانوں کو زبردست فتح ہوئی کفار کے سرآوردہ لوگ بری طرح قتل کئے جاتے ہیں جیسے ابوجہل اور بعض دوسرے رؤسا بھی تھے۔ جس سے تمام فوج کے قدم اکھڑ جاتے ہیں اور سب کے سب بھاگ جاتے ہیں مسلمان ان کا پیچھا کرکے ستر آدمیوں کو قید کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لشکر کی کفار کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہ تھی لیکن خدا تعالیٰ مسلمانوں کا ناصر و مددگار تھا فرماتا ہے وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ الآیہ مسلمانو اللہ نے تمہاری بدر میں مدد کی ورنہ تم تو بالکل حقیر اور ناچیز تھے۔ جن قیدیوں کو آپ نے قید کیا تھا ان کو جہاں اور قسم قسم کے فدیے لیکر چھوڑا وہاں ایک یہ فدیہ بھی مقرر کیا تھا کہ جو شخص مدینہ کے دس بچوں کو پڑھا لکھا دے گا اس کی بھی رہائی ہو سکتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب اسلام کسقدر علم دوست مذہب ہے جسکی نظیر تمام مذاہب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ (باقی)

ہندی اسلام

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خداداد

اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد

مسکینی و محکومی و نومیدیٔ جاوید
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

(ضرب کلیم)

دعوت و تبلیغ کا اسوۂ حسنہ

(از جناب مولانا خواجہ محمد عبدالحی صاحب فاروقی استاد تفسیر و ناظم دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی)

(۱)

آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا کا یہ حال تھا کہ سب طرف کفر و الحاد کا دور دورہ تھا شرک و بت پرستی کا غلبہ و استیلا تھا، فسق و فجور کا بازار گرم تھا، سابقہ ادیان و مذاہب کے اثرات زائل ہو چکے تھے، ان کی کتابیں تحریف لفظی و معنوی کی بنا پر فریضۂ تبلیغ و ہدایت ادا کرنے سے قاصر تھیں۔ اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ تھا رسولوں کا انکار تھا اور نیکی سے ہر ایک خالی ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (۶۲: ۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و نوازش کی نگاہ عرب کی بنجر زمین پر ڈالی اور قریش کے گھرانہ میں سے آمنہ کے پوت کو اپنی بخشائشوں اور کرم فرمائیوں کیلئے چن لیا، صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے غار حرا سے نکل کر توحید کی آواز کو بلند کیا، لوگوں کو حق کی طرف بلایا اور نیکی کی طرف دعوت دی تو سب کے سب حیران رہ گئے۔ ہر طرف سے انکار کی صدا بلند ہونے لگی۔ اور ہر گوشہ نے آپ کی مخالفت شروع کر دی آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے کہ رات کی تاریکی میں آپ کے پائے مبارک لہولہان ہو جائیں آپ نماز میں سربسجود ہوتے تو آپ پر کیچڑ ڈالی جاتی، آپ کو شاعر، کاہن اور جادوگر کہا جاتا۔

ان مخالف حالات میں آپ نے ہمت نہ ہاری اور برابر اپنے کام میں لگے رہے، جب دیکھا کہ آپ کی آواز پر لبیک کہنے والا کوئی نہیں تو آپ حضرت زیدؓ کے ساتھ طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کوئی سعید روح آپ کی بات کو مان لے مگر وہاں کے رئیسوں نے شہر کے لڑکوں کو آپ کے پیچھے کر دیا، جنھوں نے آپ پر اتنے پتھر مارے کہ آپ زخموں سے چور چور ہو گئے اور خون کے جم جانے کی وجہ سے آپ اپنے پاؤں کو جوتے سے الگ نہ کر سکے مگر آپ دل تنگ نہ ہوئے اور یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔

مکہ واپس آکر آپ پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے، لیکن یہاں اب اور زیادہ سختیاں اور تکلیفیں آپ کا استقبال کرنے کو تیار تھیں، جو لوگ آپ پر اب تک ایمان لا چکے تھے، ان کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کیا جاتا تھا۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا، اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کن حالات و واقعات میں لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا پڑا، اور آپ کو اس کٹھن کام کیلئے کس قدر مصیبتیں اٹھانی پڑیں اب آپ ان کے چند دوستوں کے حالات بھی سن لیجئے۔

حضرت بلال حبشی ایک کافر کے غلام تھے، جب یہ مسلمان ہو گئے تو اس نے ان کی گردن میں رسی ڈال کر

لڑکوں کے ہاتھ میں دیدی کہ وہ ان کو پہاڑوں میں لئے پھریں مکہ کی گرم ریت پر ان کو لٹا دیا جاتا، اور بھوکا رکھا جاتا۔ گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیئے جاتے، مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا، اور دھوپ میں بٹھایا جاتا، وہ ان تکلیفوں کو برابر سہتے، اور ایک ایک کا نعرہ لگاتے۔

عمارؓ ان کے والد یاسرؓ، اور ان کی والدہ سمیہؓ تینوں مسلمان ہوگئے تو ابوجہل ان کو مارتا، اور تکلیفیں دیتا، آخر اس کمبخت نے عمار کی والدہ کو نیزہ مار کر مار ڈالا۔

افلح کے پاؤں میں رسی باندھ دی جاتی اور انھیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔

مصعب بن عمیر کو ان کی والدہ نے صرف اس لئے گھر سے نکال دیا تھا کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے۔

اسی مخالفت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کو ایک مرتبہ حبشہ اور دوسری دفعہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی، اپنے مقصد کیلئے انھوں نے اپنے وطن اپنی قوم اور اپنے مال وجائداد کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا۔

یہ تمام تکلیفیں صرف اس لئے دی جاتی تھیں کہ آپ ان لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلاتے تھے، دین اسلام کی دعوت دیتے تھے، جس سے ان کو انکار تھا، لیکن ان کے مقابلہ میں آپ کے اخلاق و اعمال کا کیا حال تھا، مکہ کے چند نوجوانوں نے ایک انجمن بنائی جس میں ان باتوں کا اقرار لیا جاتا تھا۔

ہم ملک سے بدامنی کو دور کریں گے۔

مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

غریبوں کی امداد کریں گے۔

اور عاجزوں پر ظلم نہ ہونے دینگے۔

اس انجمن کے ایک رکن آپ بھی تھے، اپنے نبوت کے زمانہ میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس انجمن کے نام پر آج بھی کوئی بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی مدد کرونگا۔

خانہ کعبہ کی دیواریں سیلاب سے پھٹ گئیں تو قریش نے اس کو دوبارہ بنانا شروع کیا، حجر اسود کے رکھنے پر ہر قبیلہ صرف اپنا حق جتاتا تھا آخر ایک بوڑھے نے سب کو اس بات پر راضی کرلیا کہ اب جو شخص سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہو اسی کو پنچ مان لیا جائے، حسن اتفاق سے اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے: جاء الامین رضیناہ، آپ نے ہر مدعی قبیلہ میں سے ایک ایک سردار کو چن لیا، چادر بچھا کر اس پر پتھر کو رکھ دیا، اور سرداروں سے فرمایا، اس چادر کو اٹھاؤ، جب پتھر وہاں تک پہنچ گیا جہاں اسے رکھنا تھا تو آپ نے اسے اٹھا کر کونے میں لگا دیا۔

ایک دفعہ ایک صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو صحابہؓ نے ان کی تعریف کی، آپ نے فرمایا میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں، انھوں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ تجارت میں میرے شریک تھے مگر آپ نے معاملہ ہمیشہ صاف رکھا۔

جب آنحضرتؐ کے قلب مبارک پر اولین الہام اترا تو آپ کو اپنی عظیم وجلیل ذمہ داریوں کا احساس ہوا کہ آپ کو تمام دنیا میں کتنا بڑا انقلاب برپا کرنا ہے، قدرتی طور پر اس کا آپ کے دل پر اثر ہوا، اور آپ نے اپنے ان تاثرات کا ذکر اپنی پیاری بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا انھوں نے ان تمام باتوں کو سنکر کہا کہ اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہ ہونے دیگا اسلئے کہ

آپ نیکی کرتے ہیں۔

صدقہ اور خیرات دیتے ہیں۔

رانڈوں غریبوں اور یتیموں کی امداد کرتے ہیں۔

مہمانوں کی خاطر کرتے ہیں۔

لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ گھر کے اندر کیا کرتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ آپ گھر کے کام کاج میں لگے رہتے گھر میں خود جھاڑو دیتے دودھ دوہ لیتے بازار سے سودا خرید لاتے خود اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے ڈول میں ٹانکے لگا لیتے، اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ دیتے، اس کو چارہ ڈال دیتے اور غلام کے ساتھ ملکر آٹا گوندھتے تھے۔

(۲)

ایک زمانہ تھا جب لوگ علمائے دین کو انبیاء کا وارث کہتے تھے ان کی تعظیم وتکریم کو اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے تھے وہ دیندار تھے انھیں دین کی ضرورت تھی، انھیں قدم قدم پر دینی مسائل پوچھنے پڑتے تھے وہ اس کے محتاج تھے اور آپ اس کے حامل اسلئے وہ اپنی احتیاجات وضروریات آپ کے پاس لاتے تھے آپ کا جی چاہتا تو جواب دیتے ورنہ انکار کر دیتے وہ مجبور تھے کہ آپ کی خوشامد کریں تملق اور چاپلوسی سے کام لیں۔ ہدایا اور تحائف پیش کریں نذرانے دیں تاکہ آپ ان سے خوش ہوں اور ان کے دل کی تشفی کا سامان پیدا کریں۔

وہ آپ کے پاس آتے تھے کہ قرآن سنیں، حدیث پڑھیں، فقہ کے مسائل دریافت کریں آپ کا حق تھا کہ آپ غرور واستکبار کو کام میں لائیں، ان کے مطالبات کو ٹھکرا دیں اور ان کی کسی بات کا بھی جواب نہ دیں آپ کی خاموشی ان کیلئے وجہ حزن وملال ہوتی تھی، اور آپ کے ارشادات ان کے قلب وروح کی تسکین کا باعث۔

یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ان کا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان تھا وہ کتاب وسنت کو حرز جان بنائے ہوئے تھے وہ جانتے تھے کہ دین ضروری ہے، اور دنیا وآخرت کی زندگی اس کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔

لیکن اب زمانہ بدل چکا ہے، حالات میں تبدیلی آگئی ہے اور تغیر واقعات کے ساتھ ساتھ ایمان ویقین کی بنیادیں بھی متزلزل ہوچکی ہیں، اہلحدیث حضرات کو شکایت ہے کہ حدیث کا انکار کیا جارہا ہے میں کہتا ہوں کہ حدیث اور قرآن

تو ایک طرف خود دین ہی کی ضرورت سے انکار ہے، جدید تعلیم اور تمدن کا یہ اثر ہے کہ لوگ اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے یعنی جس دنیا میں آپ اس وقت ہیں وہاں نہ رسول پر ایمان ہے نہ اس کے خدا پر نہ انھیں قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی،

جب لوگوں کو دین کی ضرورت ہی نہیں تو وہ آپ کے پاس کیوں آنے لگے، کس لئے وہ آپ کی خدمت کریں تحفے اور نذرانے پیش کریں، آپ کے سکوت سے دل تنگ ہوں اور آپ کی باتوں سے خوش ہوں، آپ کی عزت کا ان کو خیال ہو، اور آپ کی تذلیل وتحقیر سے انھیں جہنم کا اندیشہ ہو، وہ آزاد ہیں جس طرح چاہیں گے زندگی بسر کرینگے اور جوان کی خواہش ہوگی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

یہ وہ دنیا ہے جس میں آپ اب داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے درمیان آپ کو رہنا اور زندگی بسر کرنا ہے جو متاع آپ بیچنے کیلئے بازار میں لئے جارہے ہیں اسکا کوئی گاہک نہیں، پھر نفع کی امید بے سود۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اپنی دنیا خود آپ بنانی ہے جس میں آپ امن واطمینان کی زندگی بسر کرسکیں، عزت وآبرو سے رہیں اور جب اس عالم سے رخصت ہوں تو سرخ رو ہوکر، یعنی دنیا دین سے منہ موڑ چکی ہے اللہ اور اس کے رسول کا عملاً انکار کرتی ہے قرآن کے الفاظ میں اس کے لئے کوئی شیرینی اور حلاوت نہیں آثار وروایات میں اسے کوئی دلچسپی نہیں اور مذہبی اعمال کو وہ بے اثر، بے نتیجہ اور ناکارہ سمجھتی ہے۔

آپ اس دنیا میں داخل ہوں تو لفظی وعظ وتلقین کو چھوڑ دیجیے کہ اب اس میں کوئی جاذبیت نہیں بحث ومناظرہ کی طرف توجہ نہ کیجئے کہ اس سے دل مضطر کو کبھی بھی تسکین نہیں ہوتی، ہاں ایک چیز ہے اور صرف ایک چیز جو خود بخود لوگوں کو آپ کی طرف کھینچے گی، ٹھیک اسی طرح جیسے مقناطیس لوہے کو، سورج سیارات وثوابت کو، شیریں چشمہ انسانوں حیوانوں اور کیڑوں مکوڑوں کو یہ لوگ آپ کے گرد وپیش جمع ہوجائیں گے جن کے دل میں دین کی لگن پیدا ہوگی اور خدا کی خدائی کا سچا جذبہ۔

یعنی آپ کا پیغمبرانہ عمل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا، لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۳۳: ۲۱) یہی وہ عمل ہے جس کے آگے نمرود کی آگ سرد پڑ گئی جس نے فرعون کے جادوگروں کو عین میدان جنگ میں موسیٰ کے مقابلہ میں یہ کہنے پر مجبور کردیا: امنا برب العالمین رب موسی وھرون (۷: ۱۱۸، ۱۱۹)

اور پھر یہ اسی پیغمبرانہ عمل کا نتیجہ تھا کہ جب فرعون نے ان جادوگروں کو ایمان لے آنے پر پھانسی کی دھمکی دی تو وہ والہانہ ومضطربانہ پکار اٹھے: لاضیر انا الی ربنا منقلبون، انا نطمع ان یغفر لنا ربنا خطینا ان کنا اول المومنین (۲۶: ۵۰، ۵۱) سورہ اعراف میں اور بھی زیادہ زوردار جواب ہے: انا الی ربنا منقلبون وما تنقم منا الا ان امنا بایات ربنا لما جاءتنا ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین (۷: ۱۲۲، ۱۲۳)

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام ایک غلام کی حیثیت سے فروخت ہوتے ہیں۔ لامات مصر کی سازش سے وہ بے گناہ کئی سال تک قیدخانہ کی تنگ وتاریک کوٹھری میں بند رہتے ہیں آخر وہاں کا بادشاہ ایک عجیب وغریب

خواب دیکھتا ہے جس کی تعبیر سے اس زمانہ کے تمام اہل علم اور کاہن عاجز رہتے ہیں حضرت یوسف نہ صرف تعبیر ہی بتاتے ہیں بلکہ ان مصائب و آلام کے رفع و انسداد کی تدبیر بھی بتادیتے ہیں، بادشاہ ان کے علم وفضل کا قائل ہوکر خود ان کی زبانِ مبارک سے اس کی تعبیر سننا چاہتا ہے، مگر وہ مجسمہ معصومیت اور پیکر حسن وجمال صاف انکار کر دیتا ہے کہ جب تک ان کے مقدمہ کا فیصلہ نہ ہوئے وہ جیل کی چاردیواری سے باہر نکلنے کو تیار نہیں اب آپ اس عمل کی بے پناہ قوت کا نتیجہ دیکھئے کہ وہی غلام تخت مصر پر جلوہ افروز ہے اور تمام اعیان مصر وارکان حکومت اس کے آگے سربسجود ہیں۔

یہی عمل تھا جس نے کفار و مشرکین مکہ سے کہلوا کے چھوڑا جاء الامین رضینا ہ جس نے اپنے مخالفین ومعاندین کے سامنے اپنی صداقت وحقانیت کی سب سے بڑی دلیل اسی عمل کو پیش کیا۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (۱۰: ۱۷) جس کے مبارک چہرہ ہی کو دیکھکر عبداللہ بن سلام پکار اٹھے کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا، جس عمل راسخ کے سامنے جب عرب کی حسین ترین لڑکیاں، اس کی ساری دولت اور اس کی غیر مسئول تاج داری پیش کی گئی تو وہاں سے جواب ملا مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دو پھر بھی اپنے مقصد کو نہ چھوڑوں گا۔

قریش نے کہا اے محمدؐ اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے تو ہماری ایک درخواست ہے آپ کو معلوم ہے کہ ہم کسقدر تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں پانی بہت کم ہے اور گزارہ کیلئے کوئی سامان نہیں، آپ اپنے خدا سے یہ سوال کریں کہ وہ ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹادے، منکرین مکہ صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے ہٹا کر اپنا صحن وسیع کرنا چاہتے تھے لیکن عمل والوں کیلئے جبل الطارق سے کوہ قاف تک کوئی پہاڑ اور دریا بھی روک نہ بن سکا اور تمام روئے زمین نے ان کے گھر کے صحن کا کام دیا:- ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون، نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ، ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون نزلا من غفور رحیم ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین (۴۱: ۳۰، ۳۱، ۳۲)

بس اس دنیا میں صرف ایک ہی چیز ہے جس سے آپ لوگوں کے دلوں میں دین کی تڑپ پیدا کرسکتے ہیں، اور وہ صرف عمل ہے کہنے سے زیادہ کرنا اثر رکھتا ہے، قرآن کے اوراق میں سب کچھ ہے، مگر وہ کتاب صامت ہے، اب ہمیں کتاب ناطق کی ضرورت ہے، قرآن نے خالی غور و فکر ہی کی دعوت نہیں دی، اس کا سب سے زیادہ زور عمل پر ہے: یا ایھا الرسل کلوا من الطیبت واعملوا صالحا (۲۳: ۵۲) یہ جو پورے ۲۳ سال میں قرآن پاک اتارا گیا تو اس کی حکمت بھی یہی تھی کہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے والے زیور عمل سے آراستہ ہوجائیں۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کس طرح قرآن پڑھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ ہم دس آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھتے، جب تک ان کے حلال وحرام سے واقف نہ ہوجاتے، اور ان پر

عمل نہ کر لیتے آگے نہ پڑھتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ پڑھنے میں دس سال لگائے اس کے ایک ایک حکم پر عمل کیا، جب اس طرح وہ اس کے درس اور عمل سے فارغ ہوگئے تو اس خوشی میں انھوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور دوستوں کی دعوت کی۔

حضرت عائشہؓ سے انک لعلی خلق عظیم کی نسبت سوال کیا گیا کہ خلق عظیم سے مراد کیا ہے انھوں نے جواب دیا: کان خلقہ القرآن، قرآن تو ایک خاموش کتاب ہے، لیکن اگر تم اسی قرآن کو ایک حی و قائم اور زندہ انسان کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو جن کا ایک ایک عمل قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ جب حضرت رکانہ آپ کی خدمت میں اسلام کی حقانیت معلوم کرنے کیلئے حاضر ہوئے جو عرب کے مشہور پہلوان تھے تو انھوں نے آپ سے صرف ایک ہی دلیل طلب کی کہ اگر آپ کُشتی میں مجھے تین دفعہ گرا دیں تو آپ کو سچا نبی مان لونگا، آپ نے ان کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ میں نبی ہوں نبوت کو ان باتوں سے کیا نسبت، بلکہ آپ کُشتی لڑے اور تین بار ان کو پچھاڑا چنانچہ یہی کُشتی ان کے اسلام قبول کرنے کا سبب بنی۔

ثمامہ بن اثال، نجد کے رئیس تھے، جب وہ گرفتار کرکے مدینہ لائے گئے تو انھیں مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا حال ہے؟ ثمامہ نے جواب دیا، میں اچھا ہوں، اگر آپ میرے قتل کا حکم دیں تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا۔ اگر آپ لطف و نوازش سے کام لیں تو ایک شکر گذار پر رحمت کریں گے اور اگر مال کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمایئے حاضر کردوں آپ نے دوسرے اور تیسرے دن برابر یہی سوال ان سے کیا اور وہ یہی جواب دیتے رہے آخر آپ نے ان کو چھوڑ دیا۔

وہ پاس ہی ایک کھجور کے باغ میں گئے، غسل کیا اور آکر کلمہ پڑھ لیا، پھر کہا، یا رسول اللہ، تمام دنیا میں آپ کی ذات آپ کے شہر اور آپ کے دین سے بڑھکر مجھے اور کسی چیز سے نفرت نہ تھی مگر آج آپ کی ذات آپ کے شہر اور آپ کے دین سے زیادہ مجھے اور کوئی چیز محبوب نہیں، یہ نتیجہ تھا اس عمل کا جو ثمامہ نے اپنی آنکھوں سے مسلسل تین دن تک دیکھا تھا۔

فتح مکہ کے بعد جب آپ بیت اللہ میں تشریف لائے وہاں تمام کفار جمع تھے، آپ چاہتے تو ان کو فوراً قتل کردیتے جیسے اس موقعہ پر بادشاہ عموماً کیا کرتے ہیں مگر آپ نے فرمایا آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے تخت مصر پر بیٹھنے کے بعد اپنے بھائیوں سے کہا تھا انتم الطلقاء، لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

فتح کے اگلے روز آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، فضالہ بن عمیر نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا جب وہ آپ کے بالکل قریب آگیا تو آپ نے فرمایا کیا فضالہ آتا ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے کہا تم ابھی ابھی اپنے دل میں کیا ارادہ کر رہے تھے، اس نے کہا کچھ نہیں، میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا، آپ یہ سُنکر ہنس پڑے اور فرمایا اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو، یہ فرماکر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ فضالہ کہتے ہیں کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بڑا ہی اطمینان قلب حاصل ہوا اور آپکی محبت میرے دل میں اس قدر جاگیر ہوگئی کہ حضورؐ سے بڑھکر میرا کوئی محبوب نہ رہا۔

اس عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عرب آپ کے آگے جھک گیا، اور ایک شخص بھی ایسا نہ رہا جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا دل سے قائل نہ ہو، یہ دین کی عظمت، کلمہ حق کی خسروی اور توحید کی زماں روائی صرف نتیجہ تھا آپ کے عمل کا اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ رسولؐ کے جو فرائض قرآن میں جا بجا بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے: ویزکیھم' (۲:۶۲)

علمائے کرام جس زندگی میں تم قدم رکھنا چاہتے ہو اس کا ذرہ ذرہ آپ کا چشم براہ ہے، انسانی زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس میں آپ کی ضرورت نہ ہو، تعلیم کا میدان، خلق خدا کی خدمت، اور ملک کی آزادی ہر جگہ آپ کی ضرورت ہے مگر یہاں اسی شخص کی قدر ہوگی جو عمل سے مسلح ہوگا صرف اس کے عمل سے لوگوں میں دین کا جذبہ پیدا ہوگا اور اسی کی قوت کے آگے لوگ جھکیں گے۔

تم اپنے عمل سے یہ ثابت کردو کہ تم کو لوگ امین سمجھتے ہیں اور اگر وہ اپنی امانتیں تمہارے پاس رکھیں گے تو وہ انھیں واپس مل جائیں گی۔ تم رانڈوں اور یتیموں کی امداد کروگے تم لوگوں کا بوجھ اٹھاؤگے اور مصیبت زدوں کی ہمدردی کروگے۔

آپ کا دیس مظلوم ہے، بے بس ہے، بے چارہ ہے، شل ہے، مفلوج ہے، اس کی خدمت آپ کا فرض ہے لیکن یہ خدمت اس لئے نہ ہو کہ آپ کی تعریف ہو، اور لوگ آپ کے آگے جھکیں، اس سے کام بگڑ جائے گا مدح وستائش کی طرف میلان ہوجانے کی وجہ سے اصلی مقصد نظروں سے اوجھل ہوجائیگا اور آخر کار وہ بیماری پیدا ہوجائیگی جس کی مذمت قرآن پاک نے بیان کی ہے: یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا، (۱۸۵:۳)

ہماری قوم اور ہمارے ملک کا ایک ایک جوڑ بیمار ہے، اس لئے جلد بازی سے کام نہ چلے گا کہ جلدی میں زخم کے اوپر پھایا رکھدیا اور اندر سے اس کو ویسے ہی رہنے دیا، بلکہ دھیرے دھیرے علاج کرنا ہوگا۔ صبر و استقامت کا دامن تھامنا ہوگا اور تحمل وبردباری سے کام لینا ہوگا، ممکن ہے مریض آپ کے سامنے اچھا نہ ہو تو ہمت نہ ہار دیجئے اور نہ اس مریض ہی کو ختم کرنیکا فیصلہ کیجئے کسی چیز کو بگاڑنا بہت آسان ہے مگر اس کا سنوارنا کہیں زیادہ مشکل ہے، آپ چند روز میں سر بفلک عمارت کو زمین کے ساتھ ملا دیسکتے ہیں لیکن جب بنانے کا خیال آئیگا تو اس میں بہت وقت صرف ہوجائیگا۔

ملک اور قوم کی خدمت میں آپ کی تمام عمر ختم ہوجائے لیکن پھر بھی آپ دیکھیں کہ آپس کا بیر، فرقہ بندی خودغرضی کینہ پروری اور باہمی بغض وحسد بدستور موجود ہیں، لوگوں کے دلوں میں ابھی دین کا سچا جذبہ نہیں پیدا ہوا تو ہمت نہ ہار دینا بلکہ اور زیادہ جوش اور ولولہ سے کام لینا تاکہ جب تم یہاں سے سدھارو تو تمہیں اطمینان ہو کہ تم نے اپنی بساط بھر خدمت کی، کوشش کرنا آپ کا فرض تھا، نتیجہ پر آپ کا قبضہ نہ تھا انك لا تھدی من احببت و لکن اللہ یھدی من یشاء (۵۶:۲۸) اور ولعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین (۲:۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حرام بن ملحان کو اپنا نامہ مبارک دے کر بنو عامر کے

حاکم عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، اس نے جبار بن سلمی کو حکم دیا کہ اس سفیر کو قتل کرا دو، جبار نے اس زور سے ان کی پشت میں نیزہ مارا کہ چھاتی سے صاف نکل گیا، حضرت حرام نے گرتے گرتے بلند آواز سے پکارا فزت ورب الکعبہ کعبہ کے خدا کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا، اس ایک فقرے نے قاتل کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ خود مدینہ میں آکر مسلمان ہوگیا۔

اس میدان میں صرف ایک دو آدمیوں سے کام نہیں چلے گا بلکہ دوسروں کی بھی مدد کی ضرورت ہوگی، اس لئے آپ ایسے اخلاق و اعمال سے آراستہ ہوں کہ دوسرے آپ کے گرویدہ ہو جائیں، اور پروانہ کی طرح آپ پر نثار ہوں آپ کی نظر ساتھیوں کے نقائص پر نہ ہو، ان کی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں سے چشم پوشی کریں، جنگ احد میں جو لوگ بھاگ گئے تھے جب وہ دوبارہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے انھوں نے اقرار کیا: نحن الفرارون، مگر آپ نے یوں کہکر ان کو تسلی کر دی کہ نہیں، تم اسلئے بھاگے تھے کہ دوبارہ تیاری کر کے دشمن پر حملہ آور ہو، پھر تمام عمر آپ نے کبھی ان کی اس فروگذاشت کا سرّا وجہرا ذکر نہیں کیا، اسی کے متعلق آتا ہے: فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك، فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر، فاذا عزمت فتوكل على الله، (۳: ۱۵۲، ۱۵۳)

اسی جنگ میں آپ کے دانت توڑے گئے اور چہرہ زخمی کیا گیا لوگوں نے درخواست کی، کاش آپ ان مشرکین پر بد دعا کریں، آپ نے فرمایا: انی لم ابعث لعانا ولكن بعثت داعيا ورحمة، اللهم اهد قومي فانهم لا يعلمون۔

جماعت آسانی کے ساتھ نہیں بنتی، اس کے لئے بڑے دل گردہ کی، اور بنا مارنے کی ضرورت ہے، سورۂ حجرات میں تفصیل کے ساتھ ان نقائص و ذمائم کو بیان ہے جو جماعتوں میں تفرق اور اختلاف کا باعث بنتے ہیں: یا ایها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى ان يكن خيرا منهن ولا تلمزوا انفسكم ولا تنابزوا بالالقاب، بئس الاسم الفسوق بعد الايمان ومن لم يتب فاولئك هم الظالمون يا ايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا ايحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه، واتقوا الله ان الله تواب رحيم (۴۹: ۱۱، ۱۲)

گلہ

معلوم کسے ہند کی تقدیر کہ اب تک
بےچارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے

دہقاں ہے کسی قبر کا اُگلا ہوا مردہ
بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمیں ہے

جاں بھی گروِ غیر، بدن بھی گروِ غیر
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے

(ضرب کلیم)

بادۂ عرفاں

قطعات

(محمد ادریس صاحب آزاد اللوی اعظمی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

(۱)

مے عرفاں کا کوئی جام پلادے ساقی!
مجھکو ہشیار سے بدمست بنادے ساقی!
صورت جام و سبو مجھکو دکھادے ساقی!
شوق کی آگ مرے دل میں لگادے ساقی!

(۲)

میں پیوں اتنی پیوں گر تو پلائے ساقی!
کہ کبھی بھی مجھے کچھ ہوش نہ آئے ساقی!
آتش دل کو کوئی کیسے بجھائے ساقی!
بادۂ تلخ ہی جب ہاتھ نہ آئے ساقی!

(۳)

کیسے مدہوش کوئی ہوش میں آئے ساقی!
تو اگر جام مئے نور پلائے ساقی!
ابر رحمت جو کبھی بن کے تو چھائے ساقی!
تیرے رندوں کو کبھی ہوش نہ آئے ساقی!

نادر شاہ اور اتحادِ ملّت

(از مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری)

ہرچند کہ نادر شاہ اپنی سفاکیوں کی بدولت چنگیز خاں، ہلاکو اور تیمور وغیرہ کی فہرست میں مندرج ہے لیکن باوجود ان خونریزیوں کے بھی اس کے دل میں مسلمانوں کا درد تھا اور چاہتا تھا کہ اسلامی فرقے باہم متحد ہو جائیں۔

ایران میں شاہان صفویہ نے اپنے اغراض کیلئے خلفائے ثلثہ اور صحابہ کرام کا سب وشتم رائج کر دیا تھا۔ نادر کو یہ دیکھکر سخت رنج ہوتا تھا کہ اس قبیح فعل کی وجہ سے ایرانی تمام عالم اسلامی کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔ ایران میں اور دیگر ممالک کے مسلمانوں مثلاً ہندوستانیوں۔ افغانیوں اور عثمانیوں میں عداوت کی خلیج زیادہ وسیع ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ سے ہر وقت مصادمت کا خطرہ ہے۔

چنانچہ دشمنوں کو مغلوب اور ممالک کو مفتوح کرنیکے بعد ۱۱۴۸ھ میں صحرائے مغان میں جہاں امرا ایران کا عظیم الشان اجتماع اس لئے ہوا تھا کہ اس کے سر پر ایران کی شہنشاہیت کا تاج رکھا جائے اس نے کہا کہ

"شاہ طہماسپ وشاہ عباس در عہد وسریر موجود اند ایشانرا یا ہر کس را کہ برازندۂ افسر سروری دانند بریاست و سلطنت بردارند۔ ما آنچہ حق کوشش بود دریں چند سال بجا آوردیم وولایات ایشانرا با اسرائے ایشان از دست افغان وروس وورمی خلاص کردیم (تاریخ جہاں کشائے نادری صفحہ ۱۹۶)

سب لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ اب ایران کا ایک بچہ بھی سوائے تمہارے کسی کی بادشاہی پر رضامند نہیں ہے لیکن وہ برابر انکار کرتا رہا۔ اس انکار واصرار میں تقریباً ایک مہینہ کا عرصہ گذر گیا اور جب لوگوں نے اس کا دامن نہ چھوڑنا چاہا تو اس نے کہا

"از زمان رحلت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چہار خلیفہ بعد از یکدیگر متکفل امر خلافت شدہ اند کہ ہند وروم و ترکستان ہمگی بخلافت ایشاں قائل اند در ایران ہم سابقاً ہمیں مذہب رائج ومتداول بود۔ شاہ اسمٰعیل صفوی در مبادی حال بنا بر صلاح دولت خود ایں مذہب را متروک ومذہب تشیع را مسلوک داشتہ بعلاوہ آں سب ورفض را کہ فعل بیہودہ ومایۂ مفاسد است در السنہ وافواہ عوام واوباش دائر وجاری کردہ شرر شرارت بجقماق زد وبرہم زنی انگیخت وخاک ایراں را بخون فتنہ وفساد آمیخت وتا دام کہ ایں فعل مذموم انتشار داشتہ باشد ایں مفسدہ از میانِ اہلِ اسلام رفع نہ خواہد شد۔ ہر گاہ اہالی ایران بسلطنت ما راغب وآسائش خود را طالب باشند باید کہ ایں ملت را کہ مخالف مذہب اسلاف کرام ماست تارک وبمذہب اہل سنت وجماعت سالک شوند۔ لیکن چوں حضرت امام جعفر صادق ذریۂ رسول اکرم وممدوح امم ہستند وطریقۂ اہل ایران بمذہب آنحضرت آشناست اورا سر مذہب خود ساختہ در فروعات مقلد طریقہ واجتہاد آنحضرت باشند" (تاریخ جہاں کشائے نادری صفحہ ۱۹۷)

اہل ایران نے اس کی بات قبول کرلی۔ اور محضر لکھکر سب نے اس پر مہر لگائی۔ اسوقت نادر نے ایران کا تخت قبول کیا اور کہا کہ چونکہ بادشاہ روم خلیفہ اسلام ہے اسلئے میں یہ تمام سرگزشت لکھکر اس کے دربار میں ایلچی بھیجتا ہوں تاکہ باہم مصالحت اور دوستی قائم ہوجائے اور اختلافات مٹ جائیں۔ نیز میں اس سے پانچ باتوں کی درخواست کرونگا۔

(۱) چونکہ اہل ایران اپنے سابقہ عقائد سے جو موجب عداوت تھے تائب ہوگئے اسلئے خلیفہ و علماء و قضاۃ عثمانی سے درخواست ہے کہ مذہب جعفری کو ایک پانچواں مذہب شمار کرکے اسکی صحت تسلیم کرلیں۔

(۲) کعبہ میں جہاں چار مصلے قائم ہیں وہاں ایک مصلّی جعفری مذہب کا بھی قائم کردیا جائے تاکہ ایران کے لوگ اس مصلے پر اپنے امام کے پیچھے نماز ادا کرسکیں۔

(۳) ایرانی قافلہ حجاج کسی ایرانی ہی میرحاج کی قیادت میں ہرسال مکہ جایا کرے اور عثمانی امراء اس کے ساتھ بھی وہی مراعات برتیں جو دوسرے ممالک مثلاً مصر یا شام کے قافلہ حجاج کے ساتھ مرعی رکھتے ہیں۔

(۴) دونوں دولتوں ایران و روم میں سے ہرایک دولت کے پاس دوسرے کے جو اسیران جنگ ہوں وہ آزاد رکھے جائیں غلام نہ بنائے جائیں۔

(۵) دونوں دولتوں کی طرف سے قنصل ایک دوسرے کے پایہ تخت میں رہا کریں تاکہ باہمی معاملات آسانی کے ساتھ طے ہوتے رہیں۔

نادر نے تخت نشیں ہونے کے بعد بار بار سفیر عثمانی دربار میں بھیجے مگر وہاں سے اس کے حسب منشا جواب نہ ملا۔ ۱۱۵۶ھ میں اس نے تیسری بار بغداد پر یورش کی تو وہاں کے والی احمد پاشا کے پاس برابر پیغام بھیجتا رہا کہ اس کے مطالبات تسلیم کئے جائیں۔ اس درمیان میں اس نے کرکوک وغیرہ کے متعدد قلعے فتح کرلئے۔ لیکن بغداد کو نہ لے سکا۔ آخر اس کے محاصرہ پر ایک کثیر فوج چھوڑکر خود نجف اشرف کی زیارت کیلئے گیا۔ اور وہاں ایک عرصہ تک مع لشکر در گاہ وخیمہ وخرگاہ کے قیام رکھا۔

چونکہ صحرائے مغان کے عہد کی پوری تعمیل ابھی تک نہیں ہوئی تھی اور ہندوستان، افغانستان، ترکستان اور ایران کے مختلف العناصر مسلمان ایک دوسرے کی تکفیر سے باز نہیں آتے تھے اسلئے اس نے تمام قلمرو میں فرمان بھیجا کہ مفتیان، علما، امراء، اور روسائے ہرملک اور ہرطبقہ کے دربار میں حاضر ہوں۔ جب چہار سمت سے یہ لوگ نجف میں آگئے تو اس نے ان سب سے پھر صحرائے مغان کے عہد کی تجدید چاہی۔ اور ہرفرقے کے علما سے کہا کہ تم آپس کے تفرقے مٹاڈالو۔ میں کسی طرح یہ جائز نہیں رکھ سکتا کہ میری سلطنت کے مسلمان باہم ایکدوسرے کو کافر بنائیں۔ اس نے احمد پاشا والی بغداد کے پاس لکھا کہ کسی ایسے ممتاز و معتبر عالم کو بھیجے جو ہمارے ان علماء کو ایک مرکز پر لاکر متحد کرسکے اور ان کے اختلافات کو مٹانے میں بطور حکم عادل کے شاہد رہے۔

احمد پاشا نے علامہ عبداللہ سویدی کو جو اس زمانہ میں بغداد کے سب سے نامور عالم تھے اس کام کیلئے منتخب کیا

اور نادر شاہ کے پاس بھیجا۔

علامہ موصوف نے وہ تمام باتیں جو اس مرحلہ میں پیش آئیں یا جو بحثیں ان کو کرنی پڑیں خود قلمبند کی تھیں مصر کے ایک مطبع نے اس کو الحجج القاطعہ فی اتفاق الفرق الاسلامیہ کے نام سے شائع کیا ہے۔ ہم اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

اسلم

۱۴ر شوال ۱۱۵۶ھ یکشنبہ کے دن مغرب سے قبل میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ احمد پاشا والی بغداد کا ایک آدمی مجھے بلانے کو آیا۔ میں مغرب کی نماز پڑھکر والی موصوف کے دربار میں گیا۔ وہاں ان کا ندیم احمد آغا ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ پاشا نے آپ کو کیوں طلب کیا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ بولا کہ پاشا آپ کو نادر شاہ کے حسب طلب اس کے دربار میں بھیجنا چاہتا ہے جہاں ہر طرف سے علماء عجم آکر جمع ہوئے ہیں۔ آپ کو ان کے ساتھ مذہب تشیع کے متعلق بحث کرنی ہوگی۔ اگر وہ غالب آگئے تو پھر پانچویں مذہب جعفری کی صحت کو تسلیم کرلینا پڑیگا میں نے جو یہ بات سنی تو میرا بدن کانپ اٹھا اور کہا کہ احمد آغا! تم کو خوب معلوم ہے کہ نادر سخت جابر اور بڑا سفاک ہے۔ اس کے دربار میں علماء عجم کے ساتھ جو اس کے ہم مذہب ہیں میں کس طرح بحث کرسکونگا اور کیسے اُن کے عقائد کے ابطال پر دلائل قائم کرنے کی جرأت کرونگا کیونکہ وہ نہ ہماری کسی حدیث کو مانتے ہیں نہ قرآن کی تاویل کو۔ پھر جب اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ ہمارے اور اُن کے ایک نہیں ہیں تو بحث کس بنیاد پر ہوگی؟ مثلاً فرض کرو کہ میں مسح علی الخفین کے جواز پر یہ دلیل پیش کروں کہ اس کو ۷۰ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں سے حضرت علیؓ بھی ہیں۔ وہ کہیں گے کہ عدم جواز کی روائتیں ہمارے یہاں ۰۰ اصحابیوں سے مروی ہیں جن میں سے ابو بکرؓ بھی ہیں۔ علیٰ ہذا ایک آیت کی تاویل بیان کرکے میں کسی روایت کی سند دونگا تو وہ اس کے خلاف تاویل بیان کرکے اس کی سند کسی روایت سے دینگے۔ لہذا جس طرح ممکن ہو احمد پاشا سے کہو کہ مجھے اس کام کے لئے نہ بھیجیں بلکہ حنفی یا شافعی مفتیوں میں سے کسی کو روانہ کریں آغا نے کہا کہ یہ ناممکن ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس میں آپ مطلق لب کشائی نہ کریں کیونکہ پاشا نے آپ کو بھیجنے کا قطعی فیصلہ کرلیا ہے۔ یہ سنکر میں دم بخود ہوگیا۔ اس کے بعد خود احمد پاشا آگیا۔ اس نے سارا حال سنا کر مجھے شاہ کے پاس جانے کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ تمہاری حجت کو قوی کریگا اور تم کو غلبہ عطا فرمائیگا۔ میں نے کہا لیکن نادر شاہ کی حالت تو آپ اچھی طرح سن چکے ہیں۔ پاشا نے کہا کہ ہاں۔ میں تم کو اس بارے میں آزاد چھوڑتا ہوں۔ موقع دیکھنا تو مناظرہ کرنا ورنہ باز رہنا۔ لیکن گریز کلیتہً نہ ہونی چاہئے بلکہ مناسب طریقہ سے ان کا ابطال کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ مغلوب ہوکر ان کے مذہب کی صحت تسلیم کرلو۔ پھر کہا کہ کل دوشنبہ ہے چہارشنبہ کی صبح کو تم کو شاہ کے پاس موجود ہونا چاہئے۔ اس لئے کل ہی صبح روانہ ہوجاؤ۔ اس کے بعد اس نے میرے لئے ایک خلعت کا حکم دیا اور سواری و خدام وغیرہ کا بندوبست کردیا۔ دوسرے دن سویرے میں ان عجمیوں کے ساتھ جو بادشاہ کے یہاں سے آئے تھے روانہ ہوگیا۔ راستہ بھر اسی خیال میں غرق رہا۔ دلائل سوچتا تھا اور اس کے جواب۔ پھر جواب الجواب۔ یہانتک کہ ہجوم افکار سے میرا سر چکرانے لگا۔ اور شام کو جو مجھے پیشاب آیا تو سرخ خون کی

طرح۔ اب ہم حلہ ابن مزید میں پہنچے۔ یہ آبادی اسوقت ایرانیوں کے قبضہ میں آچکی ہے۔ یہاں چند اہل سنت و جماعت سے ملاقات ہوئی جنکی زبانی معلوم ہوا کہ شاہ نے ایران کے ۷۰ مفتی جمع کئے ہیں جو سب کے سب شیعہ ہیں اور مذہب جعفری کی صحت پر دلائل پیش کرینگے۔ یہ بات سنکر مجھے اور پریشانی ہوئی۔ پھر میں نے سوچا کہ میں تو محتاط رہوں بحث نہ کرونگا لیکن میں نے دیکھا کہ میرا دل ترک بحث پر مطلقاً راضی نہیں ہوتا۔ اب میں سوچنے لگا کہ صاف صاف کہونگا کہ اگر بحث منظور ہے تو کسی ایسے ثالث کے سامنے ہو جو نہ سنی ہو نہ شیعہ۔ اور میں مناظرہ کرونگا خواہ اس میں میرے قتل ہی تک نوبت کیوں نہ پہنچے۔ وہاں سے چلکر ہم شہر ذی الکفل میں آئے اور آبادی سے باہر ہی ٹھہر کر کچھ دیر آرام لیا۔ رات کے پچھلے پہر روانہ ہوگئے اور بز ندان میں پہنچکر فجر کی نماز پڑھی۔ فارغ ہوتے ہی نادر شاہ کا ایک قاصد دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ جلد چلئے آپ کا انتظار ہے۔ اس مقام سے شاہ کا خیم دو فرسخ ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا شاہ کا یہی دستور ہے کہ جب کوئی آتا ہے تو اس کے استقبال کیلئے قاصد دوڑتا ہے یا صرف اس موقع پر ایسا کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کبھی نہیں۔ بلکہ لوگ آتے بھی ہیں تو عرصہ تک ان کو باریابی نصیب نہیں ہوتی۔ راستہ سے بجز آپ کے آج تک شاہ نے کسی کو نہیں بلایا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس عجلت سے بلانے کی غرض یہ ہوسکتی ہے کہ مجھ کو مذہب جعفری تسلیم کرنے پر مجبور کرے۔ پہلے ممکن ہے کہ دنیاوی لالچ دلائے۔ اگر میں نے اس کو قبول نہ کیا تو پھر سختی سے کام لیگا۔ بہت کچھ استغفار توبہ اور لاحول وغیرہ پڑھنے کے بعد آخر میں نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ حق کا دامن نہیں چھوڑونگا۔ دین اسلام پہلی بار اسوقت رک گیا تھا جب رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد ردّت کے معاملہ میں صحابہ نے ابوبکرؓ کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ اللہ نے انھیں کی بدولت اس کو چلایا۔ پھر دوسری بار اس وقت رکا جب خلیفہ مامون نے علماء کو خلق قرآن کے اقرار پر مجبور کیا۔ اسوقت احمد بن حنبل جیسا امام کھڑا ہوگیا۔ جس نے اس کو آگے بڑھایا۔ آج اگر میں بھی انھیں مثالوں کی پیروی کروں تو کیا عجب ہے کہ حق قائم رہ جائے۔ ورنہ میرے ساتھ لاکھوں مسلمان گمراہ ہو جائیں گے۔

آخر میں موت کیلئے ہر طرح پر تیار ہو کر کلمہ توحید و شہادت پڑھتا ہوا روانہ ہوا۔ کچھ دیر کے بعد دوا ونچے اونچے جھنڈے نظر آنے لگے۔ معلوم ہوا کہ یہی شاہی معسکر ہے۔ وہاں پہنچکر دیکھا کہ بڑے بڑے سات ستونوں پر شاہی خیمہ کھڑا ہے۔ راستہ پر کشک خانہ ہے جس میں پندرہ پندرہ خیمے بالمقابل کھڑے کئے گئے ہیں۔ شاہی خیمہ کے متصل رواق (شامیانہ) ہے۔ دائیں سمت میں چار ہزار سپاہی حفاظت کیلئے رہتے ہیں اور بائیں سمت میں خالی خرگاہیں ہیں۔ جن میں کرسیاں وغیرہ رکھی ہیں۔

جب میں کشک خانہ کے قریب آیا تو وہاں ایک درباری میرے استقبال کیلئے نکلا۔ اس نے مجھ سے بغداد کے امراء، رؤسا اور احمد پاشا اور اس کے متعلقین کے حالات نام بنام پوچھنے شروع کئے۔ میں اس کی واقفیت سے حیران ہوا۔ اس نے میرے تعجب کو دیکھکر کہا کہ شاید آپ مجھے نہیں پہچانتے میرا نام عبدالکریم بیگ ہے۔ میں مدتوں بغداد میں احمد پاشا کے پاس رہا ہوں۔ آجکل دولت عثمانیہ کی طرف سے شاہ کے پاس سفارت لیکر آیا ہوں۔ اسی اثنا میں نو اشخاص ہماری طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ عبدالکریم ان کی تعظیم کیلئے کھڑا ہوگیا۔ ان لوگوں نے سب مجھے سلام کیا

میں نے جواب دیا۔ عبدالکریم نے ان سب سے مجھکو ملایا اور یکے بعد دیگرے ان کا تعارف کرانا شروع کیا کہ یہ حسن خاں معیارالممالک ہیں۔ یہ مصطفےٰ۔ یہ نظر علی خان۔ یہ میرزا ذکی اور یہ میرزا کافی۔

معیارالممالک جو کرجی الاصل اور شاہ حسین کے موالی میں سے ہے نادرشاہ کا وزیر ہے۔ سرسری ملاقات کے بعد یہ لوگ مجھے شاہ کے دربار میں لیچلے۔ شامیانہ کے دروازہ پر پہنچکر پردہ اٹھایا گیا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ جب ہم چلیں تو آپ بھی چلیں اور جب ہم ٹھہر جائیں تو آپ بھی ٹھہر جائیں۔ شامیانہ سے گزر گئے تو ایک طرف کشادہ جگہ دیکھی وہاں حرم کے خیمے تھے۔ سامنے ایک شاندار خیمے میں نادر کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بلند آواز سے کہا، خوش آمدید عبداللہ آفندی۔ پھر قریب آنے کا حکم دیا۔ خوانین میرے دائیں طرف تھے اور عبدالکریم بائیں طرف۔ ہم سب دس قدم چلکر رک گئے پھر شاہ نے کہا کہ اور آگے آؤ۔ الغرض اسی طرح ہم چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلتے اور رکتے اس کے پاس پہنچ گئے۔ جب صرف پانچ ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تو ٹھہر گئے۔

شاہ کا قد بلند ہے۔ چہرہ سے بڑھاپا ٹپکتا ہے۔ آگے کے چند دانت بھی گر گئے ہیں۔ عمر تقریباً ۸۰ سال کی معلوم ہوتی ہے۔ ڈاڑھی حنا اور وسمہ سے رنگی ہوئی ہے۔ دونوں ابرو کمان کی طرح کشیدہ ہیں اور آنکھوں سے زردی نمایاں ہے ایک سفید چوگوشہ کلاہ عجمی سر پر ہے جس پر عمامہ ہے جو موتی، یاقوت الماس اور ہر قسم کے جواہر سے مزین ہے۔ گلے میں موتی کے ہار ہیں اور قبا کے دونوں مونڈھوں پر جواہرات ٹکے ہوئے ہیں۔ الغرض وہ اپنی شکل ولباس کے باعث پُر تمکنت وجلال معلوم ہوتا ہے۔ جب میں نے قریب سے اس کو دیکھا تو وہ تمام رُعب جو اُس کا میرے دل پر بیٹھا ہوا تھا جاتا رہا۔ اس نے ترکی زبان میں میرے ساتھ گفتگو شروع کی۔ پہلے احمد خاں (پاشا) کی خیریت دریافت فرمائی۔ پھر کہا آپ کو معلوم ہے کہ میری سلطنت میں ترکستان و افغانستان بھی ہیں۔ وہاں کے لوگ ایرانیوں کو کافر کہتے ہیں اور ایرانی ان کو کافر سمجھتے ہیں حالانکہ سب ایک ہی امت کے ہیں اور ایک ہی دین کے پیرو۔ اسلئے میں نہیں چاہتا کہ میری سلطنت میں ایسے مسلمان رہیں جو ایک دوسرے کو کافر بنائیں۔ میں نے آپ کو اسی غرض سے طلب کیا ہے کہ میری طرف سے وکیل بنکر ان کے باہمی تکفرات کو رفع کر دیجئے اور ہر فرقہ کو پابند کر دیجئے کہ وہ ان امور سے باز آجائے جن سے کفر عائد ہوتا ہے تاکہ کوئی ان کو کافر نہ بنا سکے جو کچھ آپ دیکھیں اور سنیں اس کو مجھ سے بھی آکر کہئے اور بغداد پہنچنے پر احمد پاشا کو بھی سنائیے۔

اس کے بعد ہم کو وہاں سے واپسی کی اجازت ملی۔ اور میری میزبانی کیلئے اعتمادالدولہ نامزد کئے گئے۔ میں وہاں سے نہایت خوش ہو کر نکلا۔ کیونکہ میرا جو خطرہ تھا اس کے برخلاف شاہ نے سارے مذہبی اختیارات میرے ہاتھ میں دیدئے اب ہم اعتمادالدولہ کی طرف روانہ ہوئے۔ نظر علی خاں عبدالکریم بیگ اور ابوذر بیگ جو تینوں میری خدمت کے لئے مامور تھے ساتھ ساتھ چلے۔ اعتمادالدولہ خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب دیا لیکن بدستور بیٹھا رہا۔ میرے دل میں اس سے سخت انفعال اور غصہ پیدا ہوا کہ اس شخص نے اپنی رعونت سے علم اور اہل علم کی اہانت کی اور میں سوچنے لگا کہ جبکہ نادرشاہ نے جملہ تکفرات کے اٹھا دینے کا وکیل مطلق مجھے بنا دیا ہے۔ میں اس سے

اس کی شکایت ضرور کرونگا اور اس کفر کو جو اسلامی شان کے بالکل خلاف ہے سب سے پہلے مٹاؤنگا۔ مگر جونہی کہ میں بیٹھ چکا اعتماد الدولہ کھڑا ہوا اور اس نے ادب سے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور میری طرف جھکتا ہوا مرحبا کہکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ ایرانیوں کا تعظیمی دستور یہی ہے۔ لہذا اب اس کی طرف سے کوئی شکایت مجھے نہیں رہی

اعتماد الدولہ دراز قامت، سفید رو، اور کشادہ چشم ہے۔ ڈاڑھی پر حنا اور وسمہ کا خضاب کرتا ہے۔ عاقل نرم خو اور خلیق ہے۔

جب کھانے سے فارغ ہوچکے تو حکم آیا کہ میں ملّا باشی (درباری علامہ ملّا علی اکبر) سے ملوں۔ میں سوار ہوا۔ میزبانوں کی جماعت رفاقت میں تھی۔ راستہ میں ایک شخص افغانی لباس میں ملا۔ اس نے سلام کیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ بولا کہ ملّا حمزہ افغانستان کا مفتی۔ میں نے کہا کہ شاہ نے مجھ کو وکیل مطلق بنایا ہے کہ ایرانیوں سے ہر قسم کے مکفرات اٹھا دوں۔ تم چونکہ سُنّی ہو اسلئے میں تم سے امید رکھتا ہوں کہ اگر وہ کوئی فعل اس قسم کا کرتے ہوں۔ جو منجر بہ کفر ہو اور مجھ سے اس کو چھپائیں تو مجھے مطلع کردینا۔ کیونکہ میں ان کے حالات۔ عقائد اور عبادات سے اسقدر واقف نہیں ہوں جسقدر کہ تم لوگ ہو۔

ملّا حمزہ نے کہا کہ آپ شاہ کی باتوں سے دہوکے میں نہ آجائیں درحقیقت اس نے آپ کو ملّا باشی کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ مناظرہ کرے۔ ایران کے تمام علما اس کا ساتھ دیں گے لہذا آپ ہوشیار رہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے بحث کا زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ صرف ڈر یہ ہے کہ وہ ناانصافی نہ کریں یا جو کچھ مجلس مناظرہ میں میں کہوں اس کے خلاف شاہ سے جاکر بیان کریں اس نے کہا کہ اس سے آپ خاطر جمع رہیں۔ اس مجلس میں شاہ کے مخبر ہیں پھران مخبروں پر مخبر ہیں ان کے علاوہ خاص جاسوس ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک لفظ بھی خلاف واقعہ شاہ کے سامنے کوئی بیان کرسکے۔

اب ہم ملّا باشی کے خیمہ کے قریب پہنچگئے۔ وہ منتظر تھا۔ استقبال کیلئے نکلا۔ گندم گوں اور پستہ قد آدمی ہے مجھکو بیجا کر صدر پر بٹھایا اور خود سامنے شاگردوں کی طرح ادب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ مجمع کثیر تھا۔ ہر ملک کے علما رجمع تھے پہلے اس نے مجھ سے رسمی باتیں کیں۔ اس کے بعد افغانی مفتی کو مخاطب کرکے کہا کہ تم نے ہادی خواجہ (قاضی بخارا) کو دیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ ملا باشی نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ اس نے اپنا لقب بحر العلم کیوں رکھا ہے اس کو تو علم سے ذرا بھی مس نہیں۔ بخدا اگر میں حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق دو دلیلیں بھی بیان کروں تو وہ ان کا جواب نہیں دے سکیگا۔ اور وہ کیا اہل سنت کے علمار فحول سے بھی ان کا جواب بن نہ پڑے گا۔ اس آخری جملہ کو اس نے تین بار دہرایا۔ اسلئے لازم آگیا کہ میں ان دونوں دلیلوں کو پوچھوں اور ان کے جو جواب ہوسکتے ہوں پیش کروں۔

میں:۔ جناب ذرا میں بھی سنوں کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے ثبوت میں آپ کی وہ کونسی دو دلیلیں ہیں جن کا جواب آپ کے خیال میں کسی بڑے سے بڑے سنی عالم سے بھی نہیں ہوسکتا۔

ملّا باشی:۔ میں آپ سے پہلے یہ پوچھ لینا چاہتا ہوں کہ آنحضرتؐ کا یہ قول حضرت علیؓ کے متعلق آپ کے یہاں مسلّم ہے یا نہیں کہ" انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي۔"

میں : ہاں یہ حدیث مشہور ہے ۔
ملاّ باشی :۔ تو کیا اس حدیث کا منطوق و مفہوم صریحاً اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ خلیفۂ برحق علی ابن ابیطالب ہیں؟
میں ۔ دلیل کی صورت معرضِ بیان میں لائیے ۔
ملاّ باشی :۔ جب آنحضرتؐ نے ہارونؑ کے تمام منازل و مراتب حضرت علیؓ کیلئے فرما دیے اور ان میں سے کوئی چیز بجز نبوت کے مستثنیٰ نہ کی تو ثابت ہو گیا کہ خلیفۂ برحق حضرت علیؓ ہیں کیونکہ ہارون کا اولین مرتبہ تو خلافت ہی تھا۔ اگر وہ زندہ رہتے تو ضرور حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کے خلیفہ ہوتے ۔
میں : آپ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو قضیہ موجبہ کلیہ سمجھتے ہیں لہذا یہ بتائیے کہ اس ایجاب کلی پر کونسا لفظ دلالت کرتا ہے کہ ہارونؑ کے تمام منازل حضرت علیؓ کو حاصل ہیں ۔
ملاّ باشی :۔ اسلئے کہ منزلتِ ھارون میں جو اضافت ہے وہ بقرینہ استثنا استغراقی ہے ۔
میں :۔ سنئے ۔ یہ حدیث اولاً تو نص جلی نہیں ہے اور آپ کے یہاں امامت یا خلافت کے ثبوت کے لئے نص جلی درکار ہے ۔ ثانیاً محدثین نے اس کے متعلق اختلافات کئے ہیں کسی نے اس کو صحیح کہا ہے کسی نے حسن اور کسی نے ضعیف ۔ یہانتک کہ ابن جوزی نے جو نقد حدیث کا بہت بڑا امام ہے اسکو قطعاً موضوع قرار دیا ہے ۔
ملاّ باشی :۔ نص جلی ہمارے یہاں شرط ہے نہ کہ آپ کے یہاں سو ہم حضرت علیؓ کی خلافت کیلئے دوسری حدیثیں پیش کرتے ہیں جو نص جلی ہیں لیکن چونکہ اہل سنت کے نزدیک وہ نامقبول ہیں اس لئے ان کے واسطے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ۔
میں : یہ حدیث مختلف وجوہ سے دلیل نہیں بن سکتی ۔ اولا یہ کہ استغراق کا دعوٰی جو آپ نے کیا وہ ممنوع ہے کیونکہ ہارون حضرت موسیٰؑ کے ساتھ نبی تھے اور حضرت علیؓ میں یہ بات نہ تھی حالانکہ استثنا تو نبوت بعد از وفات کا ہے ثانیاً ہارون حضرت موسیٰؑ کے ماں جائے بھائی تھے اور حضرت علیؓ نبی کے ساتھ یہ رشتہ نہیں رکھتے تھے لہذا استغراق کا دعوٰی تو قطعاً باطل ہوا اب اس کی دلالت ظنی رہ گئی جو اصولاً صرف ایک منزلت پر ہو گی جیسا کہ منزلۃ کی تا رو حدت سے خود ظاہر ہے اسلئے یہ اضافت عہد ہے نہ کہ استغراق اور مقصود یہ ہے کہ علیؓ خلافت جنگ تبوک میں میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہیں جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ اسوقت تھی جب انھوں نے حکم دیا تھا " اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ "۔
ملاّ باشی : تو پھر کیا اس استخلاف سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ صحابہ میں افضل تھے اور نبی کے بعد ان کی جانشینی کے سب سے زیادہ مستحق ۔
میں :۔ نہیں ۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے علاوہ اور صحابہ کو بھی آپ نے اپنی جانشینی کا زندگی میں شرف بخشا ہے مثلاً ابن ام مکتوم وغیرہ کو ۔ پھر وہ بھی بعد وفات کے اس دلیل سے خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہونگے ۔ علاوہ بریں اگر یہ استخلاف کوئی فضیلت ہوتی تو حضرت علی اس پر ناراضی کا اظہار نہ کرتے جیسا کہ

انھوں نے کہا کہ آپ مجھ کو کمزوروں، بچوں اور بوڑھی عورتوں کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی اس کبیدگی کو دفع کرنے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" فرمایا تھا

ملا باشی:۔ لیکن لحاظ عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔

میں:۔ خصوص سبب کو میں نے دلیل نہیں گردانا ہے بلکہ اس کو قرینہ بتلایا ہے کہ یہاں ایک منزلت جو مراد ہے اس سے صرف وہی خلافت مخصوصہ، جنگ تبوک ہے نہ کہ اور کوئی خلافت۔ اس کے بعد ملا باشی خاموش رہ گیا اور اس کے کثیر طرفدار علماء میں سے بھی جو اس کی حمایت کیلئے پس پشت بیٹھے ہوئے تھے کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔ اب اس نے اپنی دوسری دلیل شروع کی اور کہنے لگا کہ میری دوسری دلیل تو ایسی ہے کہ اس میں قطعاً کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔

میں:۔ اس کو بھی بیان فرمایئے۔

ملا باشی:۔ وہ آیت مباہلہ ہے قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ۔

میں:۔ استدلال کی شکل بیان کیجئے۔

ملا باشی:۔ جب نجران کے نصاریٰ مباہلہ کیلئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں حسینؓ کو اٹھایا اور حسن کا ہاتھ پکڑا۔ پیچھے فاطمہؓ تھیں اور ان کے پیچھے علی رضی اللہ عنہم۔ ظاہر ہے کہ دعا کے لئے وہی لوگ منتخب ہو سکتے ہیں جو سب سے افضل ہوں۔

میں۔ یہ منقبت ہوئی نہ کہ فضیلت۔ اکثر صحابہ بعض خصوصیات سے مختص ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں اور یہ باتیں ان لوگوں سے مخفی نہیں ہیں جو تاریخ و سیر کا مطالعہ کرتے ہیں مگر یہ خصوصیات فضیلت کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ فرض کرو کہ دو قبیلوں میں جنگ ہو۔ ان دونوں کے رؤسا صرف اپنے خاص خاص متعلقین کو ساتھ لیکر مبارزہ کریں تو یہ دلیل اس امر کی نہیں ہو سکتی کہ ان قبیلوں میں ان رؤسا کے خاص عزیزوں سے بڑھکر کوئی بہادر نہ تھا اور یہ چونکہ دعا کا موقع تھا جس میں خاص متعلقین کی موجودگی سے خشوع زیادہ بڑھ جاتا ہے اسلئے مقتضائے مقام یہی تھا کہ آنحضرتؐ انھیں حضرات کو اپنے ساتھ لے جاتے۔

ملا باشی:۔ ہاں تو خشوع نتیجہ ہے فرطِ محبت کا۔ اور ہم یہی تو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو یہی حضرات سب سے زیادہ محبوب تھے۔

میں۔ یہ طبعی اور جبلی محبت ہے نہ کہ اختیاری جس سے کوئی فضیلت ثابت ہو سکے۔ انسان یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس کے بیٹوں یا خاص عزیزوں سے دوسرے لوگ ہر لحاظ سے افضل ہیں پھر بھی طبعاً ان کی محبت پر مجبور ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جس کو سب جانتے ہیں۔

ملا باشی:۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں ایک خاص نکتہ ہے جس کی وجہ سے ہم حضرت علیؓ کی افضلیت کی

دلیل اس کو سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ ابنائنا سے مراد ہیں حسنؓ وحسینؓ۔ نسائنا سے فاطمہ اور انفسنا سے آنحضرت اور علیؓ۔ اسلئے حضرت علیؓ نفس نبی ہوئے اور یہ انتہائی فضیلت ہے۔

میں :۔ یہ تو میں پہلے سمجھ گیا تھا کہ تم اصول سے ناواقف ہو لیکن اب معلوم ہوا کہ عربیت سے بھی ناآشنا ہو۔ سنو! نفس جمع قلت ہے جو جمع متکلم کی طرف مضاف ہے اور جمع جب جمع کی طرف مضاف ہوتی ہے تو تقسیم آحاد کی مقتضی ہوتی ہے مثلاً "رکب القوم دوابھم" اس کے یہ معنے نہیں کہ جملہ اشخاص سب گھوڑوں پر چڑھ گئے بلکہ ہر ہر شخص اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور یہ قاعدہ متعارف ومتداول ہے اور کتب نحو میں بہ تصریح مذکور

یہ سنکر وہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب اس سے بن نہ پڑا۔ کہنے لگا کہ میرے پاس ایک دلیل اور بھی ہے میں نے کہا کہ اسے بھی پیش کیجئے۔

ملا باشی :۔ آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کی تفسیر میں جملہ اہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور آیت میں انما کلمہ حصر ہے جس سے ان کا افضل امت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

میں : اس دلیل کے متعدد جوابات ہیں۔

میں اسی قدر کہنے پایا تھا کہ اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے فارسی زبان میں اس سے کہا کہ یہ بحث چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ شخص تمہاری ہر دلیل کو توڑتا چلا جائیگا اور لوگوں کی نگاہوں میں تم اسی قدر گرتے جاؤگے یہ سنکر اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا کہ آپ فاضل شخص ہیں میری ہر دلیل کا جواب دیسکتے ہیں لیکن میرا روئے سخن تو دراصل بحر العلم کی طرف تھا۔ میں نے کہا کہ آغاز سخن میں آپ نے فرمایا تھا کہ فحول علما اہل سنت بھی میری دلیلوں کا جواب نہیں دیسکتے اس بنا پر میں نے گفتگو کی ورنہ مجھے کوئی بحث نہ تھی۔

ملا باشی : میں عجمی شخص ہوں۔ عربی بولنے میں کبھی کبھی مقصود کے خلاف بھی الفاظ میری زبان سے نکل جاتے ہیں۔

میں۔ اچھا اب میں دو سوال کرتا ہوں جس کی بابت مجھکو یقین ہے کہ علما شیعہ میں سے کوئی بھی ان کے جواب نہ دیسکیگا

ملا باشی :۔ وہ کیا ہیں ؟

میں :۔ کیا تمہارے یہاں روایت مسلم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام صحابہ (بوجہ حضرت علی کی خلافت پر بیعت نہ کرنے کے) مرتد ہو گئے بجز پانچ کے۔ حضرت علی۔ مقداد۔ ابوذر۔ سلمان فارسی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم۔

ملا باشی۔ ہاں۔ مسلم ہے۔

میں۔ اگر معاملہ یہا تو پھر کیوں حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر کے ساتھ کیا ؟

ملا باشی :۔ مجبوراً دبا ؤسے۔

میں :۔ بخدا تم نے حضرت علیؓ کی ایسی منقصت پر عقیدہ رکھا ہے جس کو ادنیٰ عرب بلکہ اجلاف بازاری بھی اپنے لئے

جائز نہ رکھیں گے۔ اگر جبراً کسی کی بیٹی کوئی بیاہ لے تو کیا اس کی زندگی بےعزتی کی زندگی نہیں ہے؟ پھر تم کیسے دعویٰ کر سکتے ہو کہ حضرت علی اسد اللہ۔ شیر خدا۔ شاہ مرداں اور شجاع دوراں تھے۔

ملا باشی: یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کے یہاں بجائے ام کلثوم کے کوئی چڑیل یا جننی رخصت کی گئی ہو۔

میں:۔ یہ جواب اس سے بھی عجیب تر ہے اگر اس احتمال کا دروازہ کھولا جائے تو شریعت کا کوئی لفظ اپنی جگہ پر باقی نہیں رہ سکتا۔ مثلاً ایک شخص اپنی منکوحہ کے پاس جاتا ہے وہ کہتی ہے کہ ممکن ہے کہ تم میرے شوہر نہ ہو بلکہ جن یا بھوت ہو۔ اگر وہ دو گواہ پیش کرے تو وہ کہہ سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ انسان نہ ہوں بلکہ غول بیابانی ہوں۔ علیٰ ہذا ایک قاتل عدالت میں پیش کیا جائے وہ بیان کرے کہ میں نے قتل نہیں کیا ممکن ہے کہ کوئی جن میرا ہمشکل بن گیا ہو۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مذہب جعفری جس کو تم حق سمجھتے ہو ممکن ہے کہ امام جعفر سے منعروی ہو بلکہ کسی جن سے ہو جس نے ان کی شکل اختیار کر لی ہو۔ الغرض وہ اب کے بھی ساکت ہوا۔ اور ایک حرف آگے نہ چل سکا۔ اب میں نے دوسرا سوال پیش کیا اور پوچھا کہ ظالم خلیفہ کے افعال کی بابت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟

ملا باشی:۔ غیر نافذ ہیں شرعاً اور دیانتاً۔

میں۔ یہ بتلائیے کہ حضرت علی کے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی والدہ کس قبیلہ کی تھیں؟ اور کس نے ان کو مال غنیمت میں حاصل کیا تھا؟

ملا باشی:۔ میں نہیں جانتا (میرے خیال میں اس نے صحیح نہیں کہا کیونکہ ممکن نہیں کہ وہ اس بات کو نہ جانتا ہو) لیکن علمائے شیعہ میں سے ایک نے کہا کہ وہ بنی حنیفہ میں سے تھیں۔ اور حضرت ابوبکر کے عہد میں ان کے حکم سے بنی حنفیہ کے ساتھ جو لڑائی ہوئی تھی اس میں گرفتار ہو کر قیدیوں کے ساتھ آئی تھیں۔

میں، پھر حضرت علیؓ نے یہ کیسے جائز سمجھا کہ خلیفۂ ظالم کے مال غنیمت میں سے کنیز لیکر اس سے اولاد پیدا کریں اس معاملہ میں تو نہایت احتیاط کی ضرورت تھی۔

ملا باشی۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو خود بنی حنیفہ سے بطور ہبہ کے مانگ لیا ہو۔

میں۔ اس کی کوئی دلیل؟

اس پر ہر طرف خاموشی تھی۔

میں:۔ میں نے قصداً احتیاط رکھی کہ کوئی حدیث یا کوئی آیت آپ کے سامنے پیش نہ کروں اسلئے کہ ممکن ہے کہ ہم دونوں اس کی صحت یا اس کی تاویل میں متفق نہ ہوں۔ اور استدلال صرف انھیں باتوں سے ہو سکتا ہے جو فریقین کے نزدیک مسلم ہوں۔ میرے یہ دونوں سوالات عقل وعرف کی بنا پر تھے۔

اس مناظرہ کی لفظ بہ لفظ صحیح خبریں شاہ تک پہنچ گئیں۔ اس نے حکم دیا کہ جملہ علماء باہم جمع ہو کر تکفرات کو اٹھا دیں اور ایک دوسرے کی تکفیر سے دستبردار ہو جائیں اور میں ان کا حکم رہوں۔ اسلئے ہم سب ملا باشی کے خیمہ سے نکلکر اس مجمع کی طرف چلے جو ضریح علیؓ کے متصل اس غرض کیلئے جمع ہوا تھا۔

علمار ایران کی تعداد ۷۰ تھی جن میں سے صرف ایک شخص مفتی اردلان سنی تھا اور باقی سب شیعہ۔ ان میں سے ممتاز حضرات کے نام میں نے اسی وقت لکھ لئے تھے۔

(۱) ملّا باشی علی اکبر (۲) مفتی رکاب آقا حسن (۳) ملا محمد امام لاہجان (۴) آقا شریف مفتی مشہد رضا (۵) میرزا برہان قاضی شروان (۶) شیخ حسن مفتی اردمیہ (۷) میرزا ابوالفضل مفتی قم (۸) حاجی صادق مفتی جام (۹) سید محمد مہدی امام اصفہان (۱۰) حاجی محمد زکی کرمانشاہ (۱۱) حاجی محمد شامی مفتی شیراز (۱۲) میرزا اسداللہ مفتی تبریز (۱۳) ملا طالب مفتی مازندران (۱۴) ملا محمد مہدی نائب صدر مشہد (۱۵) ملا محمد صادق مفتی خلخال (۱۶) محمد مومن مفتی استرآباد (۱۷) سید محمد تقی مفتی قزوین (۱۸) ملا محمد حسین مفتی سزاوار (۱۹) سید بہارالدین مفتی کرمان (۲۰) سید احمد مفتی اردلان شافعی۔

افغانستان کے علمار جو سب کے سب حنفی تھے حسب ذیل تھے:۔

(۱) شیخ فاضل ملا حمزہ قلنجانی مفتی افغانستان (۲) ملا امین قلنجانی قاضی افغانستان (۳) ملا دنیا خلقی (۴) ملا طٰہٰ افغانی مدرس مدرسہ نادرآباد (۵) ملا نور محمد قلنجانی (۶) ملا عبدالرزاق قلنجانی (۷) ملا ادریس ابدالی۔

تھوڑے عرصہ کے بعد علمار ترکستان آئے جن کی تعداد سات تھی۔ ان کے آگے آگے ایک شیخ تھا جس کے چہرہ سے رعب اور وقار برستا تھا۔ ایک بڑا عمامہ سر پر۔ دیکھنے والے کو خیال گزرتا تھا کہ امام اعظم کے شاگرد رشید امام ابویوسف چلے آرہے ہیں۔ ایرانیوں نے اس خیال سے کہ میں ان سے کوئی بات نہ کرسکوں۔ مجھ سے پندرہ آدمیوں کے فاصلہ پر بائیں طرف ان کو بٹھایا۔ اسی طرح افغانی علمار کو بھی دائیں طرف مجھ سے دور جگہ دی۔ ترکستانی علمار کے نام یہ ہیں:۔

(۱) علامہ ہادی خواجہ بحرالعلم قاضی بخارا حنفی (۲) میر عبداللہ صدور بخارا حنفی (۳) قلندر خواجہ بخاری حنفی (۴) ملا امید صدور بخاری حنفی (۵) بادشاہ میر خواجہ بخاری حنفی (۶) میرزا خواجہ بخاری حنفی (۷) ابراہیم بخاری حنفی۔

جب مجلس بیٹھ چکی ملّا باشی نے بحرالعلم کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ اس شخص (میری طرف اشارہ کرکے) کو پہچانتے ہیں بحرالعلم نے کہا کہ نہیں۔ ملّا باشی نے کہا کہ یہ فضلار اہل سنت میں سے ہیں شیخ عبداللہ آفندی۔ ان کو احمد پاشا والی بغداد نے شاہ کے حسب طلب بھیجا ہے تاکہ اس مجلس میں ہمارے نگراں اور شاہد رہیں۔ شاہ نے ان کو اپنا وکیل بنا دیا ہے جن امور پر ہمارا اتفاق ہوتا جائیگا یہ شاہد رہیں گے۔ لہٰذا آپ ان تمام امور کو بیان کریں جن کی بنا پر ہم شیعوں کی تکفیر کرتے ہیں تاکہ اگر واقعی وہ موجب کفر ہوں تو ہم اس سے باز آجائیں۔ ورنہ حقیقت میں تو ہم کافر نہیں ہیں خود امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی۔ چنانچہ جامع الاصول میں ہے کہ اسلام کے پانچ مذاہب ہیں جن میں سے ایک مذہب جعفری بھی ہے۔ اسی طرح صاحب مواقف نے بھی امامیہ کو اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کیا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کا قول فقہ اکبر میں ہے کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں سمجھتے۔ شرح ہدایہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امامیہ اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے لیکن باوجود متقدمین کی ان تصریحات کے بھی متاخرین نے غلو اور تعصب سے کام لیکر ہم کو کافر بنانا شروع کیا۔ جسطرح ہمارے فرقہ کے لوگوں نے آخر میں سنیوں کی تکفیر شروع کردی۔ حالانکہ نہ ہم کافر ہیں نہ تم۔ بہرصورت ہمارے اندر کفر کی جو باتیں آپ کے خیال میں ہوں ان کو ظاہر کیجئے۔

بحرالعلم۔ سب شیخین۔

ملا باشی۔ ہم نے اس کو چھوڑا۔

بحرالعلم۔ تم صحابہ کرام کو کفار، مرتد اور گمراہ کہتے ہو۔

ملا باشی۔ سارے صحابہ عدول ہیں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

بحرالعلم۔ متعہ کو حلال سمجھتے ہو۔

ملا باشی۔ متعہ حرام ہے جو اس کی حلت کا قائل ہو وہ سفیہ ہے۔

بحرالعلم۔ تم علیؓ کو ابوبکرؓ پر فضیلت دیتے ہو اور کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی خلیفہ برحق تھے۔

ملا باشی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ پھر عمرؓ۔ پھر عثمانؓ۔ پھر علیؓ رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کی خلافتیں بھی اسی ترتیب کے ساتھ ہیں۔

بحرالعلم؛ تمہارا اصول اور عقیدہ کیا ہے؟

ملا باشی؛ ہم ابوالحسن اشعری کے عقیدہ پر ہیں۔

بحرالعلم۔ شرط یہ ہے کہ شرع کی کسی حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال نہ بناؤ۔

ملا باشی۔ یہ شرط منظور ہے۔

بحرالعلم نے اس کے بعد کچھ اور شرطیں بھی پیش کیں جن کو کفر سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ ملا باشی نے ان سب کو قبول کیا پھر کہا کہ جب ان سب امور کے ہم پابند ہوگئے تو اب تم کو ہمارے مسلمان شمار کرنے میں کیا عذر ہے۔

بحرالعلم۔ شیخین پر تبرا کفر ہے۔

ملا باشی؛ ہم نے اس کو چھوڑا۔

بحرالعلم (کچھ دیر تک سکوت کے بعد) لیکن شیخین کو برا کہنا تو کفر ہے۔

ملا باشی؛ جناب ہم نے تو اس کو چھوڑ دیا پھر بھی آپ ہم کو کفار ہی کہتے رہیں گے۔

بحرالعلم؛ بہرصورت سب شیخین تو کفر ہے۔[1]

مراد بحرالعلم کی یہ تھی کہ سب شیخین چونکہ کفر ہے اور جس سے کفر صادر ہو مذہب حنفی کے مطابق اس کی توبہ قبول نہیں پھر میں کیسے تسلیم کرلوں کہ یہ شیعہ مسلمان ہیں جبکہ یہ کفران سے سرزد ہو چکا ہے۔

آخر مفتی افغان ملا حمزہ نے کہا کہ ہادی خواجہ! کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت موجود ہے کہ ان سے سب شیخین کا کفر صادر ہوا ہے جو تم ان کی توبہ نہیں قبول کرتے۔ بحرالعلم نے کہا کہ نہیں۔ ملا حمزہ نے کہا کہ جب وہ حتمی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تبرا نہ کہیں گے تو پھر اس کے قبول کر لینے میں کونسی شے مانع ہے۔ اس پر بحرالعلم نے کہا کہ اچھا۔ یہ لوگ بھی

---

[1] لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ سب شیخین کفر ہے نہ ناقابلِ توبہ۔ یہ فتاوے جن لوگوں نے دیئے ہیں ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خاص خاص اسباب سے وہ شیعوں سے ذاتی تعصب اور عداوت رکھتے تھے۔ اسلم

مسلمان ہیں جو ہمارے حقوق وہ ان کے حقوق۔

جب یہ بات طے ہوگئی تو شیعہ۔ حنفی اور شافعی تینوں فرقوں کے علما، امرا، اور اعیان کھڑے ہوگئے۔ باہم مصافحہ اور معانقہ کرنے لگے اور ایک دوسرے سے بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح بغلگیر ہونے لگے۔

اسوقت ہمارے پس پشت اردگرد عجمی امرا اور تماشائیوں کا ہجوم دس ہزار سے کم نہ تھا۔ جوسبکے سب جوش سرور اور فرط مسرت سے آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔

یہ مجلس بحسن وخوبی چہارشنبہ کے دن مغرب سے پہلے ختم ہوگئی۔ رات کو دس بجے شاہ کی طرف سے ایک آدمی آیا جس نے کہا کہ شہنشاہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ کی مساعی کے شکر گزار ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ کل کی مجلس میں جب آج کی باتوں کا عہدوپیمان ہوگا اور ہر فریق محضر پر دستخط کرے گا آپ بطور شاہد اور میرے وکیل کے موجود رہیں گے اور محضر کی پیشانی پر خود اپنے قلم سے اپنی شہادت تحریر کریں گے اور مہر لگائیں گے۔

میں نے کہا کہ بسروچشم میں اس حکم کی تعمیل کرونگا۔

دوسرے دن یعنی پنجشنبہ ۲۵ر شوال کو ضریح علیؓ کے سامنے دوپہر سے پہلے اجتماع ہوا۔ ہم سب لوگ وہاں پہنچے۔ حاضرین کی تعداد کم سے کم ساٹھ ہزار تھی۔ محضر نامہ سات بالشت کے کاغذ پر فارسی زبان میں لکھا گیا تھا۔ ملا باشی نے مفتی رکاب آقا حسین کو جو بلند آواز شخص تھا اس کے سنانے کا حکم دیا۔ اس نے مجمع عام میں پڑھا۔ اس کا مضمون یہ تھا:-

"اللہ جل شانہٗ اس دنیا میں سلسلہ وار رسول بھیجتا رہا۔ سب کے آخر میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے اپنا رسول بنا کر بھیجا جس پر رسالت ختم کردی۔ ان کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق ابوبکر صدیقؓ ابن ابی قحافہ کو ان کا جانشین بنایا اور ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ حضرت علیؓ نے بھی بطیب خاطر بلاجبرواکراہ بیعت فرمائی۔ اور باجماع صحابہ وہ امت کے امیر اور خلیفہ ہوگئے۔ پھر انھوں نے بذریعہ عہد کے عمر بن خطابؓ کو اپنا جانشین کیا۔ ان کے ہاتھ پر بھی جملہ اصحاب نے مع حضرت علیؓ کے خوشی کے ساتھ بیعت کی۔ عمرؓ نے خلافت کو اپنے بعد چھ امیدواروں میں بطور شوریٰ کے چھوڑ دیا جن میں سے ایک علیؓ بن ابیطالب بھی تھے۔ کثرت رائے سے حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوگئے جب وہ اپنے گھر میں باغیوں کے ہاتھ سے شہادت پاگئے اور امت بلاخلیفہ کے رہ گئی اسوقت صحابہ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ چاروں خلفا ایک زمانہ میں تھے۔ ان میں کبھی باہم کوئی جھگڑا نہیں ہوا بلکہ ہر ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھتا تھا اور اس کی تعریف کرتا تھا۔ یہانتک کہ جب علیؓ سے شیخین کی بابت سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ دونوں امام عادل اور برحق تھے اور اسی پر مرے۔ اسی طرح جب حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر لوگ بیعت کرنے لگے تو انھوں نے فرمایا کہ تم میں علی موجود ہیں پھر بھی تم میرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہو۔

اہل ایران! تم کو یقین رکھنا چاہیے کہ ان کی افضلیت اور خلافت اسی ترتیب پر ہے جس طرح بیان

لگیگی۔ سو جو شخص ان کی تحقیر یا ان کی بابت کوئی ناشائستہ کلمہ زبان سے نکالیگا۔ اس کا مال۔ اولاد اور خون سب شہنشاہ کیلئے حلال ہوگا اور اس کے اوپر اللہ۔ ملائکہ اور جملہ بنی نوع انسان کی لعنت ہوگی۔ میں نے صحرا رمغان میں تخت نشینی کے وقت یہی عہد لیا تھا۔ اب جو کوئی صحابہ کو برا یا شیخین پر تبرا کہیگا اسکو اس کے اہل وعیال سمیت قید کرونگا اور مال وجائداد ضبط کرلونگا۔ یہ بدعت ایران میں کبھی نہیں تھی۔ اسکا ظہور اسماعیل شاہ صفوی کے عہد ۹۰۶ھ سے ہوا جو اب تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔"

یہ حصہ شاہ کی طرف سے تھا۔ اس کے نیچے چند سطریں تھیں جن میں باشندگان ایران کی طرف سے عہد تھا کہ :۔

"ہم صحابہ کو برا نہ کہیں گے۔ اور تبرے سے دستبردار ہوئے خلفاء اربعہ کی فضیلت اور خلافت کے ہم اسی ترتیب کے ساتھ قائل ہیں جو اس محضر میں مندرج ہے جو اس کے خلاف کرے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سارے آدمیوں کی لعنت ہو اور شہنشاہ کیلئے اس کا مال۔ عیال اور خون حلال ہے"

اس کے نیچے علماء وعمائد ایران کے دستخط ہوئے، اور ان کی مہریں لگائی گئیں۔ پھر اس کے بعد یہی مضمون چند سطروں میں کربلا، نجف، حلہ اور خوارزم کے باشندوں کی طرف سے تھا۔ اس پر ان کی مہریں ثبت ہوئیں۔ مہر لگانے والوں میں سید نصر اللہ بن قطہ اور شیخ جواد نجفی وغیرہ ممتاز اشخاص تھے۔

پھر اس کے تحت میں چند سطریں علماء افغانستان کی طرف سے تھیں کہ ایرانی جب ان باتوں کی پابندی کریں گے جو اس محضر میں ہیں تو ہم ان کو کافر نہیں سمجھیں گے بلکہ ان کو اپنے بھائی مسلمانوں کا ایک فرقہ تسلیم کریں گے۔

اس کے نیچے ان کے دستخط ہوئے اور ان کی مہریں لگائی گئیں۔

بعینہٖ یہی مضمون ترکستانی علماء کی طرف سے بھی تھا۔ انھوں نے بھی اس پر مہریں لگائیں عنوان پر میں نے اپنی شہادت لکھکر دستخط کئے اور مہر لگائی

جب یہ تمام کارروائی ختم ہوگئی تو مجمع سے ایک خوشی کا نعرہ بلند ہوا۔ سنی اور شیعہ سب کے سب فرحاں تھے اور نہایت گرمجوشی سے باہم گلے مل رہے تھے۔ اس کے بعد شاہ کی طرف سے چاندی کی صینیوں میں خدام حلوے اور مٹھائیاں لئے ہوئے آئے اور خالص سونے کے جڑاؤ عطردان جو عنبر ومشک سے بھرے ہوئے تھے۔ اس سے مجمع کی خاطر کی گئی۔

پھر شاہ نے مجھ کو بلایا اور کہا کہ میں آپ کا اور ساتھ ہی احمد خاں (پاشا) کا شکر گزار ہوں کہ مسلمانوں کو باہمی تکفیر اور خونریزی سے بچانے میں سعی فرمائی۔ میں از راہ شکر نہ کہ از راہ فخر یہ کہتا ہوں کہ اس کام کو اللہ نے میرے ہاتھ سے کرایا کہ صحابہ کرام پر تبرا کرنے سے لوگ تائب ہوئے ورنہ سلاطین عثمانیہ نے کسقدر خونریز جنگیں کیں اور بارہا لشکر لیکر چڑھائی اور لڑائی کرتے رہے مگر یہ سعادت ان کے حصہ میں نہ تھی اور میں نے بلا ایک قطرۂ خون بہائے شاہانِ صفویہ کی اس بدعت قبیح پر جو سارے ملک پر چھائی ہوئی تھی فتح حاصل کرلی۔

میں نے کہا کہ انشاء اللہ سارا ایران جیسے پہلے سُنی تھا اب پھر ہو جائیگا۔ شاہ نے کہا رفتہ رفتہ۔

اس کے بعد سر اٹھا کر بولا کہ میں اگر فخر کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ میری ذات اسوقت مجموعہ ہے چار عظیم الشان سلاطین کا یعنی ہندوستان۔ افغانستان۔ توران اور ایران۔ کیونکہ ان چاروں ممالک کی زمام حکومت میرے ہاتھ میں ہے لیکن رفع تبرّا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ تائیدِ الٰہی سے یہ امر حاصل ہوا ہے اور چونکہ میں ذریعہ ہوں اسلئے تمام عالم اسلامی کی یہ خدمت مجھ سے ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ صحابہ کرام میرے اس فعل سے خوش ہوں گے اور آخرت میں میری شفاعت کرینگے۔

اس کے بعد مجھے کہا کہ تم ابھی ٹھہر جاؤ۔ کل جمعہ ہے اور میں نے حکم دیا ہے کہ جامع کوفہ میں جمعہ پڑھا جائیگا منبر پر حسب ترتیب خلفا کا نام لیا جائے آخر میں خلیفہ عثمانی کیلئے دعا کی جائے اس کے بعد میرے لئے کیونکہ میں ان کو اپنا بڑا اور بزرگ بھائی سمجھتا ہوں۔ ان کے باپ دادا پشتہا پشت سے اسلام کی خدمت کرتے چلے آئے ہیں اور تم جانتے ہو کہ میں جب دنیا میں آیا تو میرا باپ سلطان نہ تھا۔

میں دربار سے واپس آیا۔ دیکھا کہ ہر ہر خیمہ میں ایرانی بیٹھے ہوئے اسی میثاق کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل آیات و احادیث سے نکالتے اور شاہان صفویہ کی اس رسم تبرّا پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔

دوسرے دن اعتماد الدولہ ظہر کے وقت مجھے لینے کیلئے آیا کہ چل کر جمعہ میں شرکت کروں میں نے کہا کہ جامع کوفہ میں حنفیہ کے نزدیک بھی جمعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آبادی نہیں ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی کیونکہ باشندوں کی تعداد چالیس تک نہیں پہنچتی۔ اس نے کہا کہ آپ جمعہ نہ پڑھیں وہاں تو صرف آپ کی موجودگی درکار ہے۔ چنانچہ میں گیا۔ جماعت میں امراء خوانین۔ علماء اور عوام تقریباً پانچہزار تھے۔ منبر پر شاہی امام تھا۔ اس نے خطبہ میں خلفاء کا حسب ترتیب نام لیا اور ان کی مدح کی پھر خلیفہ عثمانی اس کے بعد نادر شاہ کیلئے دعا مانگی اور امامیہ کے قاعدہ کے مطابق نماز پڑھائی۔ شام کے وقت شاہ نے مجھے واپسی کی اجازت دی اور میں بغداد کو روانہ ہوگیا۔

صاحب جہاں کشائے نادری نے لکھا ہے کہ نادر شاہ نے مرزا محمد علی نائب وزیر کو روانہ کیا کہ وہ تمام ایران میں دورہ کرکے خطبوں میں خلفاء اربعہ کا نام داخل کریں اور سارے ملک میں اس محضر کی اشاعت کرکے تعمیل کرائیں۔

باب عالی میں بھی یہ ساری کیفیت لکھکر درخواست کی کہ اب خلیفہ کو اس کے پانچوں مطالبات منظور کر لینے چاہئیں ایک مدت تک سفیروں کی آمد و رفت ہوتی رہی مگر ترکی کے شیخ الاسلام اور سلطان محمود خاں نے اس کی دو باتوں سے انکار کر دیا یعنی نہ مذہب جعفری کی صحت تسلیم کی نہ کعبہ میں پانچواں مصلّی منظور کیا۔ باقی تین مطالبات تسلیم کر لئے۔

نادر شاہ بھی مصلحت وقت دیکھکر ان دو امور کے مطالبہ سے دست بردار ہوگیا۔ بالآخر محرم ۱۱۶۰ھ میں فریقین میں عہد مصالحت لکھا گیا جس پر سلطان کی طرف سے لطیف آفندی عثمانی سفیر نے دستخط کئے۔

جنسِ لطیف

(از جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب سعید بریلوی)

پھیلی ہوئی دنیا میں ہر سمت جہالت تھی ۔ دولت کی پرستش تھی، طاقت کی حکومت تھی
فرمان زمانے میں تلوار کا جاری تھا ۔ مال و زر و دولت کا ہر شخص پجاری تھا
ناداروں کے حصے میں تحقیر دوامی تھی ۔ کمزوروں کی قسمت میں کچھ تھا تو غلامی تھی
عورت! ید قدرت کی وہ صنعتِ لاثانی ۔ تھی موردِ صد آفت پامالِ ستم رانی
کمزور تھی، بے بس تھی، تقدیر کی ہیٹی تھی ۔ انسان کی ماں ہو کر "شیطان کی بیٹی" تھی
ہوتا تھا شمار اس کا بازار کی چیزوں میں ۔ ذی مرتبہ ہو تب بھی داخل تھی کنیزوں میں
بچپن میں جو بچ رہتی ماں باپ کے ہاتھوں سے ۔ پالا اسے پڑتا تھا خاوند کی لاتوں سے
کی دیوی نے کچھ عزت اس کی نہ کلیسا نے ۔ پوچھی کبھی بات اسکی موسیٰؑ نے نہ عیسیٰؑ نے

مظلوم کی آہوں میں ہونا تھا اثر پیدا ۔ آخر ہوا دنیا میں ایک فرد بشر پیدا
حامل تھا جو دنیا میں پیغامِ الٰہی کا ۔ لایا تھا جو مجموعہ احکام و نواہی کا
اُس نے کہا عورت حیواں ہے نہ بیجاں ہے ۔ مردوں کی طرح وہ بھی ذی روح ہے انساں ہے
وہ لایق عزت ہے، وہ قابلِ الفت ہے ۔ مرد اس کیلئے زینت وہ مرد کی زینت ہے
بیٹی سے محبت کی تاکید بھی فرمائی ۔ قدموں کے تلے ماں کے فردوس بھی بتلائی
بیوی سے سلوک اچھا کرنے کی ہدایت کی ۔ رنگت ہی بدل ڈالی مردوں کی طبیعت کی
مردوں کے حقوق اُسپر محدود کئے اس نے ۔ دل فرقۂ نسواں کے خوشنود کئے اس نے
عورت کے جو شایاں تھا وہ رتبہ دیا اسنے ۔ ذروں کو ضیا دیکر خورشید کیا اس نے
افسوس کہ آج اسکی امت کی یہ حالت ہو ۔ عورت کی نہ عزت ہو کچھ اسکی نہ وقعت ہو
محبوس وہ کی جائے یوں گوشۂ تنہا میں ۔ شامل ہی نہیں گویا اللہ کی دنیا میں

کچھ زیست کا اب اس کی مصرف ہے نہ مقصد ہے
اک طائرِ بے پر ہے پنجرے میں مقید ہے

مسلم حکمرانوں کا سلوک غیر مسلم اقوام کیساتھ

(از مولوی ضیاء الدین صاحب الہ آبادی متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ)

انسانیت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی کی ہمدردانہ عنایتوں اور برادرانہ مہربانیوں سے اسقدر متاثر ہو کہ پھر اسکی گردن محسن کے خلاف نہ اٹھ سکے اور نہ اس کی زبان کو ایسے کلمات کی تاب گویائی ہو جو اسے ادنی سا بھی زک پہنچائیں یہ جذبہ عام متفقۃ الوطن افراد یا متحد الدین اشخاص ہی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ کوئی بھی ہو، کسی قوم کا ہو کہیں کا رہنے والا ہو، کسی مذہب کا پیرو ہو اگر اس کے اندر اپنے غیر سے معاملہ مہر و فا ہے تو ضرور یہ جذبہ بھی ہوگا۔ مگر مجھے حیرت ہے ان بعض غیر مسلم مورخوں کی فطرت پر جنھوں نے مسلم بادشاہوں پر اعتراض کئے ہیں۔ حالانکہ ان کے ساتھ اور ان کی قوم کے ساتھ ان کے مذہب کے ساتھ اسلام اور اسلامی فاتحین نے وہ کچھ کیا جسے تاریخ کے روشن اور صاف وشفاف آئینہ میں اگر وہ منصفانہ اور غیر متعصبانہ نگاہ سے دیکھتے تو انھیں اسلام کے خلاف قلم اٹھانیکی جرأت نہ ہوتی اور وہ بھی انصاف پسند مورخین کی طرح یہی لکھنے پر مجبور ہوتے کہ اسلام غیر مسلم اقوام کی مذہبی آزادی سلب کرنے کی دعوت نہیں دیتا" اور اس کی اشاعت میں تلوار کی جھنکار کو قطعاً دخل نہیں، ہر ایک قوم کے ساتھ مساویانہ طرز عمل کا حامی ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر جب تعلیمات اسلامی میں جبر و تشدد اور غیر مساویانہ سلوک اور حریت ملیہ کے سلب کرنیکی اجازت ہی نہیں دی گئی تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ مسلمان جو اسلام کے ایک ایک حکم کو اپنے دل وجان دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں چھوڑ کر اس کے خلاف عمل کرینگے۔ قرآن میں ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (ترجمہ) اگر یہ لوگ سمجھانے سے بھی نہ مانیں تو تمہارے ذمہ اے محمدؐ صرف خدائی احکام پہنچا دینا ہے

اسلام کا سب سے بڑا اصل الاصول مسئلہ توحید ہے لیکن قرآن کریم منکرین توحید کیلئے جو حکم نافذ کرتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (ترجمہ) اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیدو تاآنکہ فرمان خداوندی سن لے پھر اسے امن گاہ تک پہنچا دو یہ (سلوک) اسکی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ ایک جگہ فرمایا۔ نحن اعلم بما يقولون وما انت عليهم بجبار یعنی تمہیں اذیت دینے کیلئے اور میرے فرمان کو سنکر کفار جو کچھ کہتے ہیں وہ سب ہمیں معلوم ہے وہ نہیں مانتے نہ مانیں اور جو کچھ کہتے ہیں کہیں تم ان پر کوئی حاکم جابر نہیں ہو۔ دوسری جگہ ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (ترجمہ) تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ ان فرامین خداوندی کے ہوتے ہوئے ناممکن ہے کہ رسول اللہ نے یا خلفائے راشدین یا اور دوسرے اسلامی فرمانرواؤں نے مذہب کی اشاعت پر این

طریقت سے نہ کی ہو اور اپنے دور حکومت میں رعایا پر ظلم وستم ڈھاکر مذہب کو وسعت دی ہو۔ اگر تمہارے اعتراضات صداقت پر مبنی ہیں تو بتلاؤ چین جہاں کم ازکم چار کروڑ مسلمان آباد ہیں کس نے فوج کشی کی جبش جہاں پرائی کی ہلاکت خیزیوں سے پہلے مسلمانوں کی نصف آبادی تھی کس نے خون کی ندی بہائی۔ ملایا جہاں پر چار کروڑ مسلمان آباد ہیں وہاں کسی اسلامی فوج کا گذر تک نہیں ہوا پھر کہاں سے مسلمان آئے یقیناً ان ممالک اور دوسرے ممالک کو اپنی طرف کھینچنے والی اور جذب کرنیوالی قوت حکومت اور تلوار نہیں بلکہ یہ وہ عظیم الشان طاقت روحانی تھی اور کلام خداوندی کی شیرینی تھی جس نے عمرؓ وابوبکرؓ بلالؓ وابوذرؓ ونجاشی وغیرہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

مشہور یورپین مورخ مسٹر بیل لکھتا ہے۔ وہ لوگ نہایت دہوکہ کھاتے ہیں جنھیں یہ خیال ہے کہ مذہب اسلام بزور شمشیر پھیلا بتلاؤ ان لوگوں نے اسلام کیسے قبول کیا جن پر مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی۔ اسی طرح ڈاکٹر لیبان کہتا ہے کہ مسلمان اپنی مفتوح اقوام کو آزاد چھوڑ دیتے تھے اگر عیسائیوں نے ان فاتحین کے دین کو قبول کیا اور ان کی زبان اختیار کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے قدیم حاکموں سے جدید حاکموں کو منصف اور نیز ان کے مذہب کو اپنے مذہب سے زیادہ سچا اور سادہ پایا۔ اور تلوار سے اشاعت مذہب تو درکنار یہ اعلان کردیا جاتا تھا کہ اقوام مفتوحہ اپنے اوضاع وطوار و مذاہب ورسوم کا پوری طرح احترام کریں۔ یہ لوگ اس کے بدلے میں ایک بہت خفیف سا خراج لیتے تھے جو ان پر شاق نہ گذرتا تھا۔

اس حقیقت کا نہ صرف ایک دو مورخ نے اعتراف کیا بلکہ ایک جم غفیر نے جنکا بالاستیعاب تذکرہ کرنے سے مضمون طویل ہوجائیگا۔ اسلئے میں اب واقعات کی روشنی میں بتلانا چاہتا ہوں کہ اہل اسلام کا سلوک اپنی محکوم غیر مسلم رعایا کے ساتھ ویسا ہی رہا جیسا کہ خود مسلمان رعایا کے ساتھ تھا غیر مسلموں کے ساتھ بعض حالتوں میں مسلمانوں کا جذبۂ عدل یہانتک تجاوز کرگیا تھا کہ سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز ہوتے اور مسلمان انہی کے ماتحت کام کیا کرتے۔ میں اس سے بھی منکر نہیں کہ مشکل سے دو ایک واقعات ایسے بھی ملیں گے جو مسلمان فرمانرواؤں کی بداعمالی کے سوا اور کوئی وقعت نہیں رکھتے اور ان کی طرف التفات نہیں کیا جاسکتا۔

خود رسول مدنی کی زندگی۔ مطالعہ کرجاؤ اور پھر فتح مکہ کی کیفیت کو بھی سامنے رکھو۔ پھر غور کرو کہ کیا یہ انصاف نہ ہوتا اگر آپ کافروں کو لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء (ترجمہ) تم پر آج کسی قسم کی گرفت نہیں، آزاد ہو۔ کی جگہ قتل عام کا حکم دیدیتے کیونکہ یہی کفار تھے جنھوں نے آپ کو یہانتک اذیتیں پہنچائی تھیں کہ آفتاب حیات کو گل کردینا چاہا تھا۔ آپ ان کافروں کیلئے جو اسلامی پناہ میں آگئے ہیں اور جزیہ قبول کرلیا ہے فرماتے ہیں۔ ان دماءکم کدماءنا واموالکم کاموالنا۔ یعنی تمہارے خون اور مال کی حفاظت ہم پر اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ خود اپنے خون اور مال کی۔ رحمۃ للعالمین کے وہ الفاظ بھی یاد رکھنے کے لائق ہیں جنکو یہود جیسی مخذول و مقہور قوم سے معاہدہ کرنیکے وقت فرمایا تھا۔ ان یھود بنی عوف امۃ مع المسلمین و ان

بینھم النصر علی من حارب وان بینھم النصح والنصیحۃ (ترجمہ) یہود بنی عوف مسلمانوں کی سی ایک جماعت ہیں۔ لڑائی میں ان کے ساتھ مدد اور بھلائی و خیر خواہی کی جائیگی اور نجران کے خراج گذار عیسائیوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ زوردار الفاظ میں معاہدہ کرتے ہیں ان لنجران جوار اللہ وذمۃ محمد النبی علی انفسھم وملتھم وارضھم واموالھم وغائبھم وشاھدھم وعشیرتھم وتبعھم (ترجمہ) نجران کے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں ہیں۔ ان کی جانیں ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے غائب و حاضر، ان کے قبائل اور متبعین سب محفوظ رہیں گے۔

برخلاف اس کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چار سال قبل رومن حکومت ننگی تلواریں لئے ہوئے ہر ایک علاقہ میں پہنچکر یہ دریافت کرتے کہ کیا تم رومی عیسائیت کو مانتے ہو۔ انکار یا شک کی صورت میں سر قلم کردیا جاتا چہ جائیکہ کسی غیر عیسائی فرد کو مذہبی آزادی یا پادشاہانہ الطاف و عنایات سے نوازا جاتا جسٹینین کی موت کے چار سال بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ آپ نے اسلام پیش کرکے اس ظلمتکدہ کو جس طرح تابناک بنایا اس کا تعلق تاریخ سے ہے، مذہبی آزادی راعی و رعیت کے تعلقات نظام حکومت اور حکمرانی کے اسباق کو یاد دلایا انھیں اصول کو لیکر مسلمان ایک سیلاب کی طرح غیر ممالک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ گویا ایک بجلی تھی جو عرب کے صحراؤں میں کوندی جس سے آن واحد میں آدھی دنیا چمک اٹھی۔ مسلمان جہاں کہیں بھی گئے اس ملک کیلئے امن و امان کے فرشتے ثابت ہوئے کیونکہ مسلمان ان فاتح عیسائیوں کی طرح نہ تھے جو مفتوح قوم کے مذہب میں مداخلت کرکے وحشیانہ برتاؤ کرتے جب صحابہ نے شام و مصر اور دوسرے ممالک فتح کئے تو معبدوں اور گرجاؤں کو انھیں کے قبضہ میں برقرار رکھا اور اہل شام و مصر کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اسپین پر تقریباً آٹھ سو سال تک اسلامی فرمانرواؤں کا تسلط رہا اور انھوں نے جس خوبی سے غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری اور غیر جانبداری کا طریقہ اختیار کیا اس کے متعلق خود ایک غیر مسلم مورخ کی زبان سے سنئے۔

مسٹر جارج ہنری لوئیس لکھتا ہے اسپین میں علم و حکمت کے کمال نے تعصب کو ایسا مٹا دیا تھا کہ آپ سنکر تعجب کریں گے۔ عرب یہود و نصاریٰ کے رسمیات اور فرائض مذہبی کی ادائیگی میں مانع نہ تھے اس وقت انکی دوستی اور آپس میں تعلقات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ مسلمان یہودی اور عیسائی میں بیاکانہ شادی و بیاہ ہونے لگے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان صلح نہ کرنیوالی اور جزیہ سے انکار کرنیوالی قوم سے جسوقت معرکے ہوئے تو قدرے گرجوں معبدوں عبادت گاہوں کے انہدام کے واقعات ملتے ہیں لیکن امن و امان صلح و مصالحت کے وقت مشکل سے کوئی واقعہ پیش کیا جاسکے گا مفتوحہ قوم کے حقوق کی نگہداشت اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا خیال ان کے دل سے محو نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس کا عملی نمونہ اُن واقعات سے پوشیدہ نہیں جو حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ و عمر ابن عبد العزیز وغیرہ مسلم خلفا کے دوران حکومت میں ظہور پذیر ہوئے کہ مسلمان قاتل کو ان عدل گستر حکمرانوں نے غیر مسلم مقتول کے ورثار کے حوالہ کردیا کہ خواہ اُسے معاف کریں یا قتل کردیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب مسلم قاتل

ص جسٹینین کے وقت عام موریوں کا نام جنگ مقدس رکھا جاتا۔ اصلح جنگ سے بچ بعد ادری

کو غیر مسلم ورثائے مقتول کے حوالہ کیا گیا تھا۔ انھوں نے اسے قتل کر ڈالا کیا کوئی غیر مسلم ان حالات کو دیکھکر یہ باور کرنے سے اعراض کرے گا کہ اسلام ایک رفق ونرمی کا مجسمہ اور عدل و انصاف کا پیکر ہے اور اپنوں اور غیروں میں سیاسی تفاوت وتشتت کا حامی نہیں بلکہ مساویانہ طریق عمل کا متمنی ہے خلافت بنی امیہ کا واقعہ ہے کہ جامع دمشق کے پاس ایک گرجا تھا جسے حضرت معاویۃ بادشاہ وقت نے عیسائی رعایا سے طلب کیا تاکہ مسجد میں اُسے داخل کرکے وسعت دیدی جائے لیکن عیسائیوں نے دینے سے انکار کردیا تو وہ خاموش ہوگئے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بھی عیسائیوں سے گرجے کی خواہش ظاہر کی لیکن عیسائیوں کے انکار پر وہ بھی خاموش ہوگیا۔ ولید نے اپنے عہد خلافت میں اس گرجے کو ایک بہت بڑی رقم کے بدلے لینا چاہا لیکن عیسائی اپنے انکار پر مصر رہے حتی کہ ولید بہت برافروختہ ہوا اور اس کو عیسائیوں کے اس قول نے اور زیادہ غضبناک بنا دیا کہ جو کوئی اس گرجے کو توڑے گا وہ اندھا ہوجائیگا چنانچہ اس نے اپنے ہاتھوں سے گرجے کو توڑنا شروع کردیا یہانتک کہ یہ گرجا مسجد میں شامل ہوگیا۔

مگر جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانۂ خلافت آیا اور عیسائیوں نے اس کی شکایت کی تو انھیں یہ گرجا واپس کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو اس سے بہت رنج ہوا کہ جہاں ہم نے ایک مدت نماز پڑھی اور اسے خدا کا گھر بنایا اب پھر وہ عیسائیوں کی عبادت گاہ بنے گا انھوں نے عیسائیوں سے بہت زیادہ عاجزی وانکساری کے ساتھ کہا کہ تم اس حصۂ مسجد کو نہ لو ہم تمہیں غوطۂ دمشق کے وہ گرجے جو ہمارے قبضے میں ہیں سب واپس کردینگے۔ اس چیز پر وہ راضی ہوگئے اور ان کے تمام گرجے واپس کردیئے گئے۔

جب اسلامی لشکر حضرت عمرو بن العاصؓ کی زیر قیادت اسکندریہ پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کرلیا تو اتفاق سے کسی مسلمان کے تیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمہ کی آنکھ ٹوٹ گئی اس پر عیسائیوں کو اسقدر رنج ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں سے کہا تم بھی اپنے پیغمبر کا مجسمہ بناؤ ہم اس کی آنکھ پھوڑیں گے مسلمانوں کے سردار نے اسے ایک مہمل مطالبہ سمجھکر خود اپنی آنکھ پیش کردی عیسائیوں نے اپنے حاکم اور فاتح کا انصاف اور معاولت پسندی دیکھکر مطالبہ کو واپس کرلیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے مشہور گورنر علی ابن سلیمان کو اس جرم میں معزول کردیا کہ اس نے صومعہ مریم اور چند دوسرے گرجوں کو توڑ دیا تھا۔ اس گورنر کے قائم مقام موسیٰ بن عیسیٰ نے علماء سے یہ فتویٰ دریافت کیا کہ ان شکستہ گرجوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے تو انھوں نے منہدم شدہ گرجوں کو ازسر نو تعمیر کا حکم دیا۔ غیر مسلم مورخین نے مسلمانوں پر اپنی تصنیفات میں فرضی اور بے اصل واقعات پیش کرکے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ مسلمان اپنے دور حکومت میں غیر مسلم رعایا پر بے جا ظالمانہ ٹیکس (جزیہ) باندھتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے اپنی مفتوح اقوام پر ٹیکس لگایا مگر وہ محض اسلئے کہ تاکہ اس کے عوض میں ان کے جان ومال کی مکمل حفاظت کی جائے اور وہ اس معمولی اور خفیف سے جزیہ کی وجہ سے فوجی خدمات سے بری ہوجائے اکثر ایسا ہوا ہے جب مسلمان اپنی غیر مسلم رعایا کی حفاظت نہ کرسکتے تو ٹیکس لینا بھی بند کردیتے اس پر حضرت عمر فاروق کے زمانہ کا وہ واقعہ شاہد ہے

کہ آپ نے باوجود سخت ضرورت ہونیکے کئی لاکھ کی رقم اہل حمص کو واپس کردی اور کہا کہ اسوقت ہم تمہاری حفاظت نہیں کرسکتے۔ قوم یہود ایک ذلیل قوم ہے جسے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اکثر وہ جلاوطن کیئے گئے چونکہ وہ ایک صاحب تجارت قوم ہے اس لئے جس ملک میں رہتی وہاں ان سے کافی سے زائد ٹیکس وصول کیا جاتا لیکن مسلمانوں کا سلوک یہودیوں کے ساتھ ایسا تھا جیسا کہ عام رعایا کے ساتھ۔ اسلامی یونیورسٹیوں میں یہود بڑے بڑے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوتے اور ان کے طلبار کو ان یونیورسٹیوں نے اپنی آغوش میں لیا مسلمانوں کی خلافت کے زمانہ میں جسقدر یہودی تھے وہ اپنے مسلم فاتحین کے سامنے ادب وسائنس کے دروازے کھولکر ادب سے بیٹھ گئے اور مسلمان بادشاہوں نے ان کے ساتھ حسن اخلاق ورواداری کی وہ مثال پیش کی جو زمانہ جاہلیت و مسیحیت میں انھیں کبھی نہیں ملی تھیں۔ عیسائیوں کی مسلمانوں نے بڑی قدر کی انھیں اسپین اور ترکی میں جو عزت نصیب ہوئی ان کے متعلق میں صرف یہی کہکر بس کرتا ہوں کہ اسلام سے پہلے ان کی گذشتہ زندگی میں اپنے ہم مشربوں سے بھی یہ اعزاز نہ حاصل ہوا تھا اسپین کی یونیورسٹیوں میں یورپ کے ہر حصہ سے عیسائی طلبار کھنچکر آتے۔ ان کیلئے قرطبہ کی یونیورسٹی کے دروازے کھلے ہوئے تھے مسلمان معلمین انھیں تعلیم دینے میں بخل نہ کرتے اور بلالحاظ عقائد یونیورسٹی کے اعزاز سے ہر ایک طالب علم کو نوازا جاتا۔

عہد اسلامی میں علمائے غیر مسلمین کی جتنی قدر کی گئی اس کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے تمام مدرسوں کا اعلیٰ نگران (ڈائرکٹر) حنا مسنیہ نام عیسائی عالم کو بنایا تھا۔ مامون رشید کا مصاحب اور مشیر خاص ایک عیسائی عالم یوحنا نامی تھا اور حنین بن اسحاق نصرانی عبادی کو مامون نے مترجمین کا افسر بنایا تھا۔ خلیفہ منصور و خلیفہ معتصم باللہ و خلیفہ متوکل کے شاہی طبیب تمام عیسائی علمار تھے جسوقت ہارون الرشید و مامون کے زمانہ میں دیگر علوم و فنون زبان عربی میں منتقل کرائے جارہے تھے اسوقت ہندوستان سے بھی سنسکرت کا ترجمہ کرنے والے علما رنہایت ہی عزت واحترام سے بلائے گئے جن میں منکہ اور ابن دھن مشہور مترجمین میں سے ہیں۔ اسپین کے بادشاہ عبدالرحمٰن ثالث نے ایک عیسائی کو قرطبہ کے قاضی القضاۃ جیسے عظیم الشان عہدے پر مامور کیا خلیفہ معتضد باللہ کا وزیر اعظم ایک صابی تھا۔ سلطان صلاح الدین کے دربار میں عیسائی بھرے ہوئے تھے خصوصاً ایک عیسائی وبن المطران تھا جس کی عزت سلطان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی حالانکہ یہی وہ سلطان صلاح الدین ہے جو مدتوں عیسائیوں سے دشمنی کرتا رہا اور عیسائیوں کو اس سے بہت دشمنی ہوگئی تھی۔ جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس دوسری بار فتح کیا تو چاہیئے تھا کہ وہ واقعہ جس میں عیسائیوں نے چالیس ہزار مسلمانوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے قتل کرڈالا تھا یاد کرتا۔ اور ان مفتوح عیسائیوں کو تہ تیغ کردیتا مگر نہیں۔ اسکا جذبہ انتقام تہور و وفا پر مغلوب ہوگیا اور اس نے امیروں سے فدیہ لیکر غریبوں کو بغیر فدیہ کے رہا کردیا۔ سلطان محمود ترکی کے وہ الفاظ بھی اس مسلم بادشاہ کی غیر مسلم پروری اور انصاف پسندی کی صریح دلیل ہیں۔ جسے اس نے مسلم اور غیر مسلم رعیت کے تعلقات کے متعلق فرمایا تھا "میں چاہتا ہوں کہ میری قلمرو

حکومت میں مسلمان اپنی مسجدوں میں مسلمان، نصرانی اپنے گرجوں میں نصرانی، یہودی اپنے معبدوں میں یہودی، تصور کئے جائیں لیکن وہ جسوقت اپنے معبدوں اور مسجدوں اور گرجوں سے علیحدہ ہوں تو وہ یکساں سیاسی حقوق اور میری پدرانہ اعانت سے بالمساوات فائدہ مند ہوں - ان شواہد کے ہوتے ہوئے بھی اگر فرمانروایان اسلام پر حرف لایا جائے تو اس کے علاوہ اور کیا کہا جائیگا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اب تک ہندوستان سے باہر کی اسلامی سلطنتوں کا تذکرہ کیا گیا اب میں یہ بتاؤں گا کہ ہندوستان کے حکمرانوں نے جس دریادلی سے دوسری مفتوح قوموں کو حریت ملی و انتظام سلطنت میں اپنے ساتھ رکھا اسی فیاضی سے اپنی ہندو رعایا کو بھی کامل مذہبی آزادی دی اور ان کو مراتب عالیہ پر سرفراز کیا. میں یہ مانتا ہوں کہ ہندوؤں کی بہت سی جانیں گئیں اور مندر بھی ٹوٹے مگر یہ پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حوادث امن وامان کی حالت میں ظہور میں آئے نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ واقعات جنگ کی حالت میں ہوئے جو اسلام کے روشن چہرے پر دھبہ نہیں بن سکتے بلکہ تاریخ سے ادنیٰ سا بھی لگاؤ رکھنے والوں سے پوچھو کہ متمدن سے متمدن قوم سے بھی حالت جنگ میں فوجوں کی بے احتیاطی سے ایسے واقعات ہو جاتے ہیں -

سخت تعجب ہے اُن حرف گیر ہنود پر جو اپنے خود ساختہ واقعات کو مسلمانوں کے مظالم کی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں اور جین و برہمن کی دشمنیوں کا تذکرہ بھی نہیں کرتے جو آپس میں لڑکر ایک دوسرے کے عبادتخانوں کو مسمار کر دیتے تھے اور بدھ مذہب نے ہندوؤں کے مندروں کو منہدم کر دیا تھا. شنکراچارج نے ہزار ہا بدھ مت والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے معابد و مآثر کو پامال کرنے میں انتہائی جد و جہد سے کام لیا. راجہ رام چندر نے لنکا کو جلا کر خاکستر کیا مگر آہ تعصب اور بے انصافی کا برا ہو کہ ان واقعات کو زبان پر بھی نہیں لاتے اور مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں. میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام کے اول ہندی حکمراں محمد بن قاسم سے لیکر آخری شہنشاہ بہادر شاہ تک ہندوؤں کو مذہبی آزادی ملی اور یہ ان کے مراحم خسروانہ سے متمتع ہوتے رہے - یہ غلط ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اپنے عہد حکومت میں مندر نہیں بننے دیئے. بلکہ دہلی، آگرہ، متھرا، بٹ وغیرہ میں جو اسلامی حکومت کے زیر اثر اور ماتحت تھے بندرابن گوبند جی. گوپی ناتھ. مدن موہن، مہا پربھو چیتیش جی جیسے زبردست مناد تعمیر ہوئے. اکبر کے طریق حکومت سے کون ناواقف ہے بابر کا وصیت نامہ جو اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کیلئے لکھا تھا نہ صرف اسی کی بلکہ کل اسلامی بادشاہوں کی انصاف پسندی اور رواداری کا آئینہ ہے جس کے بعض فقرے یہ ہیں (۱) مذہبی تعصبات سے اپنے دل و دماغ کو متأثر نہ ہونے دو اور ہر قوم و مذہب کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ایک غیر طرفدارانہ انصاف کرو (۲) تم کبھی بھی کسی قوم کے عبادتخانے کو منہدم نہ کرنا اور انصاف ور ہونا تاکہ حاکم و محکوم کے تعلقات خوشگوار رہیں اور ملک میں امن و آشتی کا دور دورہ ہو- (۳) گائے کی قربانی کا بند کرنا اہل ہند کے دلوں کو مسخر کرنیکا بہت بہترین آلہ ہے -

سلاطین مغلیہ نے ہندو اہل علم کی بعینہ وہی قدر کی جو مسلمان فضلا کے ساتھ کیا۔ شیر شاہ، سلیم شاہ، اکبر، شاہ جہانگیر شاہجہاں، محمد عادل شاہ۔ اورنگ زیب عالمگیر وغیرہ بادشاہوں نے ہندو علمار کو قدر و منزلت میں مسلمانوں کے دوش بدوش رکھا اور انھیں بڑے بڑے خطابات عطا کئے۔ ان کے فضل و کمال کی وجہ سے وظیفے اور جاگیریں دیں۔ خود ایک ہندو لالہ راجپت رائے لکھتے ہیں کہ شیر شاہ۔ اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہاں جیسے حکمرانوں کے دربار میں ہندوؤں کو ملک کے سب سے بڑے عہدے ملتے تھے وہ صوبوں کے گورنر بنتے افواج کے کمانڈر ہوتے اضلاع کے حاکم مقرر کئے جاتے سیاسی اور اقتصادی نقطۂ نگاہ سے مسلمانوں کی حکومت ہندوستانیوں کی حکومت تھی۔" سب سے زیادہ مغل بادشاہوں میں جو بادشاہ مطعون ہنود ہے وہ عالمگیر جیسا زاہد، پابند شرع، غیر جانبدار عدل و انصاف کا دلدادہ بادشاہ ہے اگر معترضین اور مورخین کے بہتانوں اور الزاموں میں حق و صداقت کی کسی قدر آمیزش ہے تو ان کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ عالمگیر کے دربار میں ۶۷ ہندو امرار ہفت ہزاری شش ہزاری پنج ہزاری وچہار ہزاری اور اس سے کم و زائد عہدوں پر کامزن تھے یقیناً تسلیم کرنا پڑیگا کہ اور سلاطین کی طرح عالمگیر بھی ہندوؤں کا سچا خیر خواہ اور ان کو امور سلطنت میں شریک کرنے والا تھا۔ اسے ہنود سے ذرا بھی نفرت اور دشمنی نہ تھی۔ مشہور ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دوستاں + گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اسلئے ایک انگریز مورخ مسٹر جیمس کی شہادت کو تحریر کرکے مضمون ختم کر دیا جاتا ہے وہ "برٹش انڈیا" میں لکھتے ہیں "مغلوں نے ہندوستان پر اس طرح حکومت نہیں کی کہ انھوں نے ہندوستان کو غیر ملک خیال کرکے اپنے اصلی ملک کی ترقی و بہبود کا ذریعہ اسے قرار دیا ہو۔ بلکہ ہندوستان کو اپنا ملک تصور کیا اسی وجہ سے انکا تعلق ہندوستان سے اتنا قریب ہو گیا جتنا کہ شخصی حکومت میں بادشاہ کو اپنی رعایا سے ہونا چاہئے۔ ہندوؤں کے ساتھ مغلوں کا برتاؤ اپنے ہم وطنوں کی طرح تھا۔"

مجاہد سے

(جناب۔ ایم۔ ایس۔ آزاد صاحب)

اٹھ مرد مجاہد اٹھ! محشر کو جگانا ہے　　پھر صفحۂ گیتی سے ظلمت کو مٹانا ہے
رحمت کی گھٹا بن کر آفاق پہ چھانا ہے　　بدعت کے نشیمن پر بجلی کو گرانا ہے
ہر رندِ ازل کو پھر صہبائے حقیقت کے　　اک ساغرِ رنگیں سے مدہوش بنانا ہے
جس نور سے روشن ہے کاشانۂ دل تیرا　　اس نور کے جلووں کو ملت کو دکھاتا ہے
تلوار کے سائے میں رعنائی جنت کا　　اک بار تماشا پھر مسلم کو دکھانا ہے
ہیں برق کے کاشانے اب تک تری تلواریں　　یہ زندہ حقیقت پھر غیروں کو بتانا ہے
پھر ظلم و تعدی کی ہر قوتِ باطل کو　　اس صفحۂ گیتی سے اک لخت مٹانا ہے
مظلوم کی آہوں میں ہوتا ہے اثر اب بھی　　یہ اصل حقیقت پھر دنیا کو جتانا ہے
مغرور سروں میں جو ہنگامے ہیں باطل کے　　تلواروں کی نوکوں سے ان کو بھی دبانا ہے
دریائے حوادث میں ہر ڈوبتی کشتی کو　　پھر امن کے ساحل پہ لیجا کے لگانا ہے

اٹھ مرد مجاہد اٹھ! ہنگامہ کو پیدا کر
آئینۂ حق ہو کر فطرت کو ہویدا کر

والدین اور اولاد

(از مولوی محمد حسن صاحب احسن گونڈوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

اولاد والدین کیلئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت اور خالق الکل کی طرف سے ایک گرانقدر اور انمول تحفہ ہے والدین خواہ کتنے ہی مفلس و قلاش بے زر و بے سرمایہ ہوں لیکن اگر قدرت نے انھیں اولاد جیسی بے بدل دولت دے رکھی ہے تو اپنے کو وہ دنیا کے خوش حال اور فارغ البال انسانوں میں سے شمار کرتے ہیں اور حقیقت میں ہیں بھی، ایک وہ شخص جو اولاد سے یکسر محروم ہے خواہ وہ کروڑپتی اور بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو لیکن اسکی زندگی تلخ اور مکدر رہتی ہے وہ بدنصیب اور بدقسمت انسان تصور کیا جاتا ہے اولاد ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ دل کی حرارت، طبیعت کا سکون، دماغ کی جولانی، بازو کی قوت رگوں کی حرکت جسم کا خون پژمردگی کی دوا اور ظفر و کامرانی۔ توقع و امید کی چلتی پھرتی جیتی جاگتی ہنستی کھیلتی تصویر ہوتی ہے جسے والدین رنج و غم درد و الم پر ترجیح دیتے ہیں اور جس کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی حقیر اور ایک مشت خاک سے بھی زیادہ وقعت نہیں رکھتی لیکن یہ منصوبے جبھی نکل سکتے ہیں کہ ان کی تعلیم و تربیت بات چیت صحبت و سنگت اور تمام طرز معاشرت کا لحاظ بچپن اور صغر سنی میں ہی کیا گیا ہو خدانخواستہ اگر اس میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیکر انھیں آزاد اور کھلے بندوں چھوڑ دیا گیا ہو تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہ کی گئی ہو تو والدین کے حق میں سم قاتل سے بھی زیادہ ضرر رساں ثابت ہوتی ہے خاندان پر نہ مٹنے والا بدنما دھبہ آجاتا ہے سوسائٹی میں قدر و منزلت گھٹ جاتی ہے بے بہرہ اور پستی کے طعن آمیز کلمات سنتے سنتے طبیعت اکتا جاتی ہے ایسی اولاد سے بہتری اور بھلائی کی امید رکھنا سراب کو پانی خیال کرنیکے مرادف ہوتا ہے ان کے سامنے اصلاح کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں ان کی سمجھ میں بجز فیصلہ خضر (حتی اذا لقیا غلاما فقتلہ) کے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی حقیقت بھی یہی ہے کہ جب وقت نکل گیا تو پھر کیا سکتا ہے مقولہ ہندی۔ اب پچھتائے کیا ہووت ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت

سر چشمہ باید گرفتن بمیل + چوں پر شد نشاید گرفتن بہ فیل

غرضیکہ والدین طبیعت مسوس کر اور حسرت و یاس کے ہاتھ ملکر رہ جاتے ہیں۔

ماں کا فرض ندرۃً بچوں کا لگاؤ بہ نسبت باپ کے ماں سے زیادہ ہوتا ہے اور وہ ماں سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں باپ ضروریات زندگی کی مجبوریوں سے زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ گھر کے باہر گذارتا ہے یا گھریلو پر ہوتا ہے لیکن کاروبار سے بچوں کی نگہداشت کی فرصت کم ملتی ہے بخلاف ماں کے کہ اس کا اور بچوں کا ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے بچے ہر وقت ماں کی نظروں کے سامنے رہتے ہیں اس کے اخلاق طرز عمل اور طرز کلام کا اثر عموماً بچوں پر پڑتا ہے اور اسی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس بنا پر ماں کیلئے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ وہ تعلیمیافتہ ہو اور اس تعلیم سے کام بھی لے۔ چار پائے بروکتا چند، کا مصداق نہ ہو۔ اس کی زبان میں ستھرائی طبیعت میں نرمی اور ذات پاکیزہ اخلاق سے مزین ہو، ناشایستہ کلمات اجتناب کرے اور فحش گوئی سے کوسوں دور بھاگے صفات مذکورہ سے متصف عورت کے ساتھ خندہ پیشانی سے اور دل کھول کر ملے اور ملنسار طبع واقع ہوئی ہو۔ یہ سب اسلئے ضروری ہے کہ بچوں کی طبیعت بالکل آئینہ جیسی ہوتی ہے کہ جس چیز کی صورت سامنے آئے آئینہ فوراً قبول کر لیتا ہے عام ازیں کہ وہ اچھی ہو یا بری۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ آئینہ کی وہ صورت عارضی ہوتی ہے اس چیز کے سامنے سے غائب ہونے ہی آئینہ کی تصویر بھی محو ہو جاتی ہے لیکن بچوں کے دل پر جس چیز کا عکس پڑتا ہے دل اسے فوراً قبول کر لیتا ہے اور طبیعت میں وہ چیز جم جاتی ہے مٹانے سے مٹ نہیں سکتی بلکہ دیرپا اور دائمی ہوتی ہے چونکہ ان بھولے اور معصوم بچوں میں بھلے اور برے کی تمیز کا مادہ نہیں ہوتا اسلئے جو چیز ان کے سامنے آتی ہے خواہ وہ کتنی ہی بری کیوں نہ ہو اسے فوراً دل میں جگہ دے لیتے ہیں اور ہمیشہ ہمیش کیلئے وہ چیز ان کے دلمیں جگہ پکڑ کر رہجاتی ہے۔ اس صورت میں ہر کام کے آغاز سے پہلے ماں کو یہ خیال کر لینا چاہئے کہ جو کام میں کرنا چاہتی ہوں وہ میرا کام ہی نہیں بلکہ درحقیقت اس میں بچوں کی تعلیم بھی ہے اب جس کام کے کرنیکا وہ ارادہ کر رہی ہے اگر مستحسن اور اچھا ہے تو بلا جھجک بلا تامل کر ڈالے بچوں کے حق میں بجز بھلائی کے مضر نہیں ہوسکتا اور اگر کسی معیوب اور برے کام کا قصد کر رہے ہی تو سوچ لے کہ بچے بھی اس کی نقل اتارینگے اسکے بعد اسکا اثر ان معصوم اور کچی کلیوں پر کیا ہوگا؟ اب اسے اختیار ہے خواہ رک جائے یا کر گذرے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مائیں اور بہنیں بیٹے کے پیار اور بیٹی کے دلار میں آکر کہہ بیٹھتی ہیں کہ بھیا انھیں گالی دیدو یا انھیں ماردو یا اسی قسم کی بہت سی بری چیزیں سکھلادیتی ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کر ڈالے تو اس میں شک نہیں کہ وہ بھولے پن کا مجسمہ اور معصوم بچہ جسے ابتک اس کام کے بھلے یا برے ہونے کا احساس نہیں بلکہ تمہارے ہر فرمان پر قربان ہونیکو تیار رہتا ہے اپنی ناعاقبت اندیشی سے بجلی بنکر گر ڈالیگا اور تم اسکی زبان کی شیرینی اور کیف آور اور فرحت بخش آواز سے لطف اندوز بھی ہولوگی لیکن اس کا ثمرہ آئندہ چلکر زقوم کے پھل سے بھی زیادہ تلخ اور بدمزہ ہوگا جسے تم یقیناً ناپسند کروگی، بلکہ روؤگی، پیٹوگی اور سر دھنوگی۔

یہ بات بھی تجربہ سے خالی نہیں کہ جب بچہ رونے لگتا ہے تو مائیں بلاؤ، ہونڈار یا کسی دوسرے خوفناک جانور کا نام لیکر بچہ کو ڈرایا کرتی ہیں جس سے بچہ پر رعب طاری ہو جاتا ہے اور فوراً چپ ہو جاتا ہے یہ حرکت بھی بچوں کے حق میں ضرر سے خالی نہیں اس کے دل میں چونکہ مضبوطی اور پختگی نہیں ہوتی اسلئے وہ متاثر ہو جاتا ہے اور دل میں ایک ایسی ہیجانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے اسکا مستقبل خراب ہو جاتا ہے اور وہ بزدل اور ڈرپوک بنجاتا ہے چپ کرانیکی خاطر اور صورتیں بھی اختیار کی جاتی ہیں مثلاً فوراً دودھ پلانے لگنا یہ بھی طبًا مضر ہے۔

اس ذراسی توجہ اور احتیاط کے بعد بچے کے لڑکپن کی زندگی بخیر و خوبی ختم ہو جاتی ہے اب وہ احساس اور تمیز کی دوسری دنیا میں قدم رکھتا ہے اور یہی زمانہ اسکی تعلیم کا ہے۔

بچوں کی تعلیم | والدین کو چاہئے کہ بچوں کی تعلیم کی طرف خاص توجہ کریں اور ہر ممکن طریقے سے انھیں بہتر سے بہتر تعلیم

دینے کی کوشش کریں اسلئے کہ تعلیم ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی ترقی کا معیار بن سکتی ہے ان پڑھ لوگوں کیلئے دنیا تنگ ہے اور انھیں دونوں جہان میں خسارہ ہے تعلیمیافتہ ہی زندگی کی حقیقی لذتیں اور جینے کی صحیح مسرتیں حاصل کر سکتا ہے یہ خصوصیت آمنہ ہی کے لال (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تھی کہ جنھوں نے امی ہوکر بڑے بڑے علم دانوں کو گمراہی اور ضلالت کے عمیق ترین غار سے نکالا اب سطح گیتی اور صفحۂ آفاق پر کوئی ماں ایسا خوش قسمت رشک ملائک بچہ نہیں جن سکتی۔

بچوں کیلئے ایسا لائق اور معلم اور استاد تجویز کرنا چاہئے جو تعلیم بھی دے اور تعلیم کا شوق اور اسکی وقعت بھی بٹھادے ان کی دلشکنی نہ کرے بلکہ ہمت بڑھاتا رہے بہت سے لڑکے ایسے بھی ہیں جنھیں تعلیم کا بیحد شوق ہوتا ہے لیکن استادوں کی نادانی اور ان کے طریقۂ تعلیم سے ناواقفیت کی بنا پر لڑکے کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی ہمت پست ہوجاتی ہے تعلیم سے جی چرانے لگتا ہے رفتہ رفتہ وہ دن بھی آتا ہے کہ تعلیم کو چھوڑ چھاڑ کر دوسرے مشغلہ میں لگ جاتا ہے اس طرح وہ ان پڑھ کا ان پڑھ رہتا ہے لڑکے کی تعلیم میں تو والدین کو اختیار ہے کہ جب تک خدا انھیں توفیق دے پڑھاتے رہیں البتہ غیر ضروری علم سے بچائیں۔

والدین اگر اس قابل ہیں کہ لڑکی کو تعلیم خود دیکیں تو پھر اسے بھی جب تک چاہیں خود پڑھاتے رہیں اور اگر مدرسے میں پڑھاتا ہے تو بلوغت سے پہلے پہلے تعلیم بند کردینی چاہئے خواہ معلم مرد ہو یا عورت اسلئے کہ اسکے نتائج برے ہوتے ہیں خواہ کتنی ہی احتیاط کیوں نہ برتی جائے لڑکیوں کی تعلیم ایسے مدرسے میں ہرگز نہ ہونی چاہئے جہاں لڑکے بھی پڑھتے ہوں والدین کو چاہئے کہ بچوں کو بری صحبت سے بچنے کی تلقین کیا کریں اسلئے کہ صحبت کا اثر لازمی ہوتا ہے ایک کتا اگر انسان کی صحبت اختیار کرلے تو انسان بن سکتا ہے لیکن ایک انسان بری صحبت میں ہوکر انسان نہیں رہ سکتا ؎

سگ اصحاب کہف روزے چند + پئے نیکاں گرفت مردم شد

لڑکے اور لڑکی دونوں کیلئے ورزش صحت کے اعتبار سے نہایت ضروری چیز ہے اس سے تندرستی قائم رہتی ہے اور جسم میں خون بڑھتا ہے اعضا مضبوط ہوجاتے ہیں لڑکوں کیلئے ورزش کی بہت سی صورتیں ہیں جو مناسب سمجھیں اختیار کریں رہ گئیں لڑکیاں تو انھیں وہی ورزش اختیار کرنا چاہئے جسے صدیوں پہلے زنان جنت کی سیدہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی لاڈلی اور اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اختیار کیا تھا اور نبی کریم نے بطیب خاطر اپنی نور نظر کیلئے پسند فرمایا تھا چنانچہ چکی پیستے پیستے اور گھر کا کاروبار کرتے کرتے ہاتھوں میں نشان پڑگئے تھے اگر کوئی خاتون عار سمجھکر یہ کہے کہ آپ کی طرح غریب کوئی نہ تھا تو میرا یہ کہنا یقیناً بجا ہوگا کہ آپ کی طرح کوئی امیر بھی نہیں ہوسکتا۔ خدا جانے انسان کو آئندہ زندگی میں کیا واقعات پیش آئیں گے اسلئے محنت ومشقت اور ہر قسم کے کام وکاج کا عادی بنانا چاہئے تعلیمی سلسلہ میں اس امر کی بھی کوشش ہونی چاہئے کہ لڑکے خارجی اوقات میں جس سے کہ تعلیم میں ہرج نہ ہو دستکاری بھی سیکھ لیں اسلئے کہ تعلیم کے بعد انسان ایسی پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے کہ باقی عمر کا پروگرام بنانا مشکل ہوجاتا ہے اور اس کے سامنے اس شعر کا مضمون بار بار پھرتا ہے ؎

نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کماکر + کھوئے گئے اور تعلیم پاکر

اگر وہ دستکاری جانتا ہے یا اس کے ہاتھ میں کوئی گن ہے تو پھر دوسروں کا دست نگر نہیں رہتا بلکہ اپنے بازو سے اپنی مشکلیں خود حل کر لیتا ہے فتح و کامرانی اس کے گلے کا ہار اور دنیا اسکی تابعدار بن جاتی ہے۔

شادی زمانۂ تعلیم کے بعد شادی کا دور شروع ہوتا ہے صغر سنی میں شادی کر دینا ایک حد تک مفید نہیں ہوتا ؎

علم آموز آں گہے زن کن　　گر توئی طالب نصاب علوم
زانکہ اندیشۂ مصالح زن　　باز دارد ز اکتساب علوم

شادی اپنی ہی بستی یا شہر میں کرنی چاہئے یا باہر اس کے متعلق کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی بسا اوقات پہلی صورت بہتر ہوتی ہے اور کبھی دوسری۔ والدین اس مصلحت کو دوسروں سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔

شادی لڑکوں اور لڑکیوں کے حق میں والدین کی عدالت کا ایک ایسا دائمی اور قطعی فیصلہ ہوتا ہے جسکی اپیل دوبارہ کسی دوسری عدالت میں نہیں کی جاسکتی شادی چونکہ بچوں کے ہاتھ کا کھلونا نہیں کہ جب چاہا بنا دیا اور جب چاہا بگاڑ دیا بلکہ زندگی شادی سے بنتی اور بگڑتی ہے اسلئے چاہئے کہ شادی میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کریں شادی کے متعلق آجکل ایسے معیار قائم کرلئے گئے ہیں جس سے بجز لڑکوں اور لڑکیوں کی بربادی کے اور کوئی بہتر نتیجہ نہیں نکلتا۔ مثلاً والدین کی نظر اولاً مال اور دولت جیسی فانی چیز پر ہوتی ہے وہ چاہتے ہیں کہ کسی رئیس گھرانے سے رشتہ جوڑیں حالانکہ اس کے نتائج ایسے حیا سوز ہوتے ہیں کہ بجز زندگی بھر افسوس کرنے اور کچھ نہیں بن پڑتی ادھر لڑکوں اور لڑکیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ رات دن خون کے آنسو روتے ہیں۔

اس اہم معاملہ میں سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ دونوں کے تناسب طبع اور عمر کا لحاظ ہونا چاہئے۔ یہ چیز بھی مدنظر رکھنی چاہئیں کہ صرف اپنی ہی مبارک رائے پر فیصلہ کی مہر نہ لگائیں بلکہ ان کے خیال کو بھی معلوم کرلیں جنھیں یہ کشتیٔ حیات کھینی ہے۔ اکثر شادیوں میں یہی ہوتا ہے کہ والدین اپنے معیار کے مطابق شادی کر دیتے ہیں حالانکہ ان دونوں کی عمر میں کوئی تناسب نہیں ہوتا۔ یہ ان کی طبیعت کے خلاف ہی نہیں بلکہ ان پر ظلم ہے اس سے اچھے سے اچھا گھر فتنہ و فساد کا مرکز بن جاتا ہے شادیوں میں ایسی بہت سی مثالیں آپ کو ملیں گی کہ میاں آٹھ سال کے ہیں تو بیوی سولہ سال کی۔ بھلا بتائیے کہ اس شادی سے کیا نتیجہ؟ والدین نے تو سمجھا کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا لیکن اس بے زبان کا کیا حشر ہوا؟ جو نہ جینے میں ہے اور نہ مرنے میں۔ پس ان معاملات میں بہت زیادہ احتیاط اور سوچ سمجھکر کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بسم اللہ نہ غلط ہونے پائے ورنہ اس کی کشتی حیات نادانی کے بھنور میں غرق ہوکر رہ جائیگی۔ شادی دو روحوں کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہوتا ہے اسلئے دیکھ بھال کر اقدام کرنا چاہئے

اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے

آمین

بچوں کی اصلاح و تربیت

(مترجمہ مولوی محمد امین صاحب شوق مبارکپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ)

" مختارات جرجی زیدان " میں بچوں کی اصلاح و تربیت کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کے بعض غیر ضروری حصص کو حذف کر کے اس کا خلاصہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ اور امید کرتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق جو اصول اس میں بیان کئے گئے ہیں صاحب اہل و عیال حضرات اس پر خاص توجہ سے غور کرینگے ۔

انسان میں فطرۃً چند ایسی قوتیں موجود ہیں جو اسے بھلائی یا برائی کی طرف لے جاتی ہیں ۔ اگر اس کا میلان بھلائی کی طرف ہے اور اسیوقت تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی گئی تو اس کے دل میں ایک نورانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور تعلیم کی مداومت اس کیفیت کو فطرت کی صورت میں بدلنے پر کامیاب ہو جاتی ہے اگر برائی کی طرف میلان ہے اور ابتداہی سے برائیوں کی مذمت اور بھلائیوں کی فضیلت کا سکہ اس کے دل پر بٹھا یا گیا تو ارتکاب معاصی پر دلیرانہ اقدام کرنے کی چنداں جرأت نہ ہوگی ۔ اور کرتے ہوئے خائف ہو کر اجتناب کی بھی سعی پیہم کریگا گرچہ اسکی رزالت پسند طبیعت اسے بار بار اپنے مسموم اثرات کی بدولت برائی پر برانگیختہ کریگی لیکن تعلیم و تربیت کے اثر سے اسکا وقوع شاذ ہی ہوگا ۔

بسا اوقات انسان میں فضائل کے ایسے جراثیم ہوتے ہیں کہ اگر جلد از جلد ان کی طرف توجہ نہ کیگئی تو وہ مبارک جراثیم زائل ہو جاتے ہیں ۔ جیسے کوئی نحیف اور کمزور آدمی ورزش وغیرہ کے ذریعہ اپنے بدن کی مقدار میں غیر معمولی اضافہ کر لیتا ہے ۔ اور روزمرہ کا مشاہدہ بھی شاہد ہے کہ ورزش اور ڈنڈ ، مگدر کے ذریعہ جسم میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے جس کی توقع بھی بہت کم ہوتی ہے ۔ لیکن اگر کوئی قوی الجثہ انسان اپنی قوت پر اعتماد کر کے اپنی قوت کی کما حقہ نگہداشت نہ کرے تو تھوڑے زمانہ میں اس کی جسمانی کیفیت بدل جاتی ہے اور چند دنوں میں ہی نحیف اور کمزور ہو کر رہ جاتا ہے ۔

انسان کی تربیت و اصلاح کیوقت دو قوتوں (قوت عاقلہ اور اخلاق) کا خاص طریقہ سے خیال رکھنا چاہیئے یہ دونوں قوتیں اخیر عمر تک ایک ہی حالت میں رہتی ہیں اور ان میں تبدیلی بالکل غیر ممکن ہے اگر کسی شخص میں یہ اوصاف بدرجہ اتم پائے جائیں تو وہ غیر معمولی شخصیت کا حامل ہوتا ہے لیکن فطرت کے اصول کے مطابق ان دونوں صفتوں کا کسی ایک ذات میں جمع ہونا شاذونادر ہی ہوتا ہے ۔ بڑے سے بڑے ماہرین فلسفہ و ریاضیات اور اعلیٰ سے اعلیٰ اہل دماغ کو جو علوم و فنون کا ماہر ہو ۔ دیکھیئے تو معلوم ہوگا وہ اپنی تمام قابلیتوں کیساتھ اپنے اخلاق کے اعتبار سے بالکل پست ہے لیکن بہت سے جاہل اور غیر تعلیم یافتہ حضرات اپنے اخلاق کے اعتبار سے بلند درجہ رکھتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض پست اخلاق تعلیم یافتہ لوگ اپنے علم کی مدد سے اپنے اخلاق کی کسی حد تک

اصلاح کرلیتے ہیں لیکن بہت کم۔

مذکورہ بالا سطور سے آپ کو معلوم ہوچکا ہے کہ بچوں میں عقل و اخلاق دو ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف ابتدائے تربیت ہی سے خیال رکھنا ازبس ضروری ہے

اگر والدین نے عقل کی جانب بروقت چنداں توجہ نہ کی تو اس کا تدارک بذریعہ مدرسہ کیا جاسکتا ہے لیکن اخلاقی حالت کا تدارک عہد طفولیت میں بہت ضروری ہے کیونکہ بچپن کے بعد تربیت کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔ اور اخلاق ہی ایسی چیز ہے جس پر انسانیت کی حیات مستقبلہ کے تاریک اور روشن ہونیکا دارومدار ہے اور اخلاق ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان کو سعید یا بدبخت بناتا ہے یا نافع ضار سے دوچار کراتا ہے۔

والدین کو اپنے ان بچوں سے مسرور اور خوش نہ ہونا چاہئے جو اپنی خداداد ذہانت وفراست کے باعث اپنے ہم سنوں سے علم وفضل میں سبقت لیجاتے ہیں۔ لیکن اُن کے اخلاق نہایت برے اور حیاسوز ہوتے ہیں اسلئے کہ انکی ذہانت وفراست اور علمی ترقی انکی بدخلقی کی مکافات ہرگز نہیں کرسکتی۔ کیا متکبر اور کاذب انسان کو زیادہ سے زیادہ لغتوں کا ازبر کرلینا اور علوم کے انتہائی منزل پر گامزن ہوجانا کچھ مفید ہوسکتا ہے؟ یا جسوقت اس کی اخلاقی حالت اچھی نہ ہو تو کیا اس کا علم اسے کچھ نفع پہنچا سکتا ہے؟ پس والدین کے اولین واجبات سے اخلاق کی درستگی کیطرف رجوع کرنا ہے۔ خصوصاً ماؤں کو، اسلئے کہ صغر سنی میں مائیں ہی زیادہ تر اسکے دیکھ بھال کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ تربیت اولاد کا معنی یہ ہے کہ والدین بچوں کے اندر خوبیوں اور بھلائیوں کی محبت، اور برائیوں ورذالتوں سے نفرت کا جذبہ پیدا کریں۔ لیکن یہ معنی اصل مفہوم کی پوری وضاحت نہیں کرتا اسلئے میرے خیال میں اس کی صحیح تعبیر وہ ہے جو ذیل کی عبارت میں بیان کی گئی ہے۔

(عَلِّمْ اِبْنَكَ الصِّدْقَ وَالتَّرْتِيْبَ وَالْمُحَافَظَةَ عَلَى الْوَقْتِ وَبَغِّضْ اِلَيْهِ الْكِبْرِيَاءَ) یعنی بچوں کو سچائی وراستبازی کی تعلیم دیجائے، کاموں کے انجام دینے میں نظم وترتیب کا خوگر بنایا جائے، وقت کی قدر کرنا سکھایا جائے کبر وغرور کی برائیاں ذہن نشین کرائی جائیں۔ اسلئے کہ سچائی ہی تمام خوبیوں کی جڑ اور بھلائیوں کی اساس ہے۔ صادق شخص کسی حال میں بھی خائن، چور، زانی، دھوکہ باز، چغلخور نہیں ہوسکتا۔ اور جسوقت تم سچائی سے کام کروگے تو تمہاری آبرو اولاد اور مال واسباب سب کچھ مامون ومحفوظ ہوں گے اور لوگ بھی تمہاری سچائی کی وجہ سے تمہارے ساتھ ہر قسم کا معاملہ کرنے کو تیار رہیں گے۔

ترتیب ۔ کاموں کے منظم اور درست ہونیکی اساس اور بنیاد ہے۔ جس بچے کو لڑکپن سے ہر چیز کو اس کی جگہ میں قرینے اور ترتیب سے رکھنے کی عادت ہوجائیگی وہ جوان بلکہ پوری زندگی میں ہر کام کو نہایت خوش اسلوبی اور سلیقے سے انجام دیگا۔ اور اسی میں اپنی ساری عافیت کا راز مضمر تصور کریگا۔ اور جب تک ہر چیز کو اپنی جائے مقررہ پر سلیقے سے نہ رکھ لیگا۔ اسوقت تک اسکے دل پر ایک قسم کا توحش طاری رہیگا۔

جس بچے کو اس کی ماں بچپن ہی سے اسبات کی تعلیم دیتی رہے کہ اپنے کپڑوں کو اتار کر زمین پر جہاں چاہے نہ

پھینک دیا کرے بلکہ ایسی جگہ جو کپڑے رکھنے کیلئے مخصوص کر دی گئی ہو مثلاً الگنی یا کیل پر آویزاں کر دیا کرے اور مدرسہ سے فرصت پاکر جس وقت گھر آئے تو اپنی کتابوں اور بستوں کو ایسے مقام میں نہ رکھدے کہ دوسری صبح کو مدرسہ جاتے وقت دیر تک تلاش کرنے کے بعد ملے۔ ایسا شخص اپنے تجارتی کاروبار، حساب وکتاب اور دیگر معاملات کو ترتیب و تنظیم اور سلیقہ مندی کے ساتھ انجام دے سکیگا۔ اور اسی طرح اس کے اوراق دفاتر اور دولت وثروت کے ضائع ہونیکا خطرہ واندیشہ باقی نہ رہے گا۔

اور جو شخص محافظت وقت کا عادی ہو اور فرصت کے اوقات کو بیکاری میں ضائع نہ کرے بلکہ ان اوقات میں کوئی نہ کوئی کام کرے تو وہ فقر اور محتاجی کا شکار ہونے سے ضرور محفوظ رہے گا۔

تکبر۔ اس دنیاوی زندگی کی راہ میں فراخی عیش اور وسعت رزق سے مانع ہے۔ تم کسی کامل الفن کو دیکھو جو اپنی صنعت میں مہارت کاملہ اور ید طولیٰ رکھتا ہو اگر اس نے بڑے بڑے دعاوی کرنے شروع کر دیئے تو تمہیں اس کی ذات سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور اس کی صنعت سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کے بجائے اسے بری اور نہایت حقارت کی نظر سے دیکھنے لگوگے اور اس سے معاملہ کرنے سے دور بھاگوگے۔ اگر تم اس کی مجالست سے رغبت یا نفرت کی بابت اپنے معلومات کے مطابق تحلیلی بحث وتمحیص کرو تو یقیناً تم ایسے نتیجے پر پہنچوگے جس میں کبر اور تواضع کا ایک زبردست دخل نظر آئیگا۔ اسلئے کہ متکبر ہر جگہ ہر حال میں نہایت ذلیل اور مکروہ سمجھا جاتا ہے۔ اور متواضع، منکسر المزاج ہر حال میں ہر شخص کے نزدیک مقبول ومحبوب رہتا ہے، اور تم کسی ایسے شخص کو نہ پاؤگے جو متکبر سے دوستی یا اس کے ساتھ میل جول اور مخالطت ومعاملات پر صبر کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ متکبر جاہل ہوتا ہے گرچہ دنیا کے سارے علوم وفنون پر حاوی کیوں نہ ہو، اور جدید وقدیم فلسفہ کے اندر کامل مہارت کیوں نہ رکھتا ہو۔ اس کے جاہل ہونیکی یہی بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ خود اپنے نفس کی مقدار اور حیثیت کو نہیں سمجھتا۔ اگر تم ان مقولوں کی نوعیت اور علت پر غور کرو فلاں ثقیل الروح یا خفیف الروح ہے تو ان میں بھی تکبر اور تواضع کا عنصر غالب نظر آئیگا۔ متکبر جو بلند دعاوی کا خوگر ہوتا ہے لوگ اس کو جماعتی حیثیت سے بوجھ اور بار تصور کرتے ہیں۔ اور متواضع اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جہاں رہتا ہے مقبول عام ہوتا ہے۔ اور اس حیثیت سے انسانی زندگی میں جو فوائد ونقصانات حاصل ہو سکتے ہیں کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

دارالکتب مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ

رسالہ
محدث دہلی
زیر ملکیت
شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ دہلی
مدیر مسئول
نذیر احمد املوی
رحمانی
نگران اصول
مولنا عبید اللہ صاحب رحمانی
شیخ الحدیث

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر ذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کیے جائینگے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کیے جائینگے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۶ | بابت ماہ جون ۱۹۳۸ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ | نمبر ۲

مناسبات

نسیم سحری کے سرد جھونکے، اور بادِ صبا کے نرم تھپیڑے، صبح کا سہانا وقت اور اس کی کیک رفتار ٹھنڈی ہوائیں خواہ اپنے اندر کتنی ہی دلفریبی و دل آویزی، فرخندگی و شادمانی کے سامان رکھتی ہوں لیکن ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح، نہ صرف لاہور اور پنجاب، یوپی اور سی پی، بنگال اور بہار ہی کیلئے بلکہ کل معمورۂ ارض کیلئے ایک نہایت غمناک صبح تھی۔ جبکہ اذان سحری کے ساتھ مرغانِ سحر نے یہ دردانگیز آواز بھی کانوں تک پہنچائی سے

محمل میں چھپا ہے قیسِ حزیں دیوانہ کوئی صحرا میں نہیں ✦ پیغام جنوں جو لایا تھا، اقبالؔ وہ اب دنیا میں نہیں

ہندوستان کی قسمت کو کن کن پہلوؤں سے رویا جائے کہ ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

قوت و سطوت، حکومت و سلطنت تو مدت ہوئی کہ کھو چکے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ علم و ہنر، دولت و ثروت، عقل و خرد، حتی کہ تہذیب و اخلاق بھی ہم سے چھن گئے۔ دنیا کی سوسائٹی میں ہماری کوئی وقعت نہیں۔ کسی علمی سٹیج تک ہماری رسائی نہیں اس غلامانہ ماحول اور مجبورانہ فضا میں قدرت نے پنجاب کے مشہور شہر سیالکوٹ میں ۱۸۷۶ء میں ایک جوہر نابندہ پیدا کیا جو بعد میں ہندوستان کا بلند "اقبالؔ" ستارہ ثابت ہوا۔ جس کی فلسفیانہ دقیقہ سنجیوں، اور علمی موشگافیوں کا لوہا یورپ نے بھی مان لیا۔ جس کی حریت پرور شاعری اور حیات بخش بلند خیالی نے اٹلی کے مستبد ڈکٹیٹر کی زبانی اس حقیقت کو واشگاف کیا، کہ اقبالؔ کی قدر ہندوستان کے غلام کیا جانیں؟

لیکن آہ! ہندوستان کا یہ مفکر اعظم، اسلام کا مایۂ ناز فرزند، میدان شاعرین کا بے مثل شہسوار۔ دریائے حریت کا

بے نظیر شناور اپنے "کارواں" کو عین اسوقت چھوڑکر چل بسا، جبکہ اپنی "متاعِ گرانمایہ کے زیاں کا احساس اس کارواں کو ہو چلا تھا۔ جس کا ماتم اقبال نے یوں کیا تھا ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا + کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس حقیقت کو کون نہیں جانتا کہ موت سے رہائی ممکن نہیں۔ خوابِ حیات کی آخری تعبیر یہی ہے۔ خود اقبال نے کہا ہے ؎

زندگی انسان کی ہے مانندِ مرغِ خوش نوا — شاخ پر بیٹھا کوئی دم، چہچہایا، اُڑ گیا

آہ! کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم، کیا گئے — زندگی کی شاخ سے پھوٹے، کھلے، مرجھا گئے

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستمگر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

پس رونا اس کا نہیں کہ اقبال ہم میں نہیں رہا۔ غم اس کا ہے کہ اقبال کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔ اقبال نے اگر بوڑھوں کو حسنِ تدبیر سے کام لینے کی دعوت دی، تو نوجوانوں کی رگوں میں بہنے والے گرم خون کو بھی سرگرم عمل ہونے کی تلقین کی۔ اس نے اگر تن پرور مولویوں کو یہ طعنہ دیا کہ ؎

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت + ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

تو مغرب زدہ لیڈروں پر بھی یہ تعریض کی ؎

سوال مے نہ کروں ساقیٔ فرنگ سے میں — کہ یہ طریقۂ رندانِ پاکباز نہیں

الغرض اب نہ اقبال جیسا کوئی حقیقی رہنما ہے۔ اور نہ اس جیسا سچا مفکر، اب تو کہیں لیڈریت کی ہوس ہے، تو کہیں امامت کا خواب ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں + کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ۔ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قَبْرَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِيْنَ۔ اللھم آمین (مدیر)

بقیہ صفحہ ۱۹: **سرورِ دو عالم کی مدنی زندگی** ۔ جب آپ نے یہ سنا تو تمام صحابہ کو ایک درخت کے نیچے جمع کرکے جان نثاری پر بیعت لیتے ہیں تمام اصحاب شوق سے بیعت کرتے ہیں۔ اور اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا۔ اور اسی کا تذکرہ قرآن پاک نے یوں کیا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرة الآیہ آخر کفارِ مکہ نے مسلمانوں کی ہیبت میں آکر سہیل بن عمرو کو صلح کیلئے بھیجا اس نے آکر نہایت سختی سے صلحنامہ لکھا جس میں بظاہر مسلمانوں کی کمزوری معلوم ہو رہی تھی مسلمان بھی جھنجھلا رہے تھے مگر حضور تسلی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ سب میں خدا کے حکم سے کر رہا ہوں مسلمان اسدفعہ مکہ میں داخل نہ ہوسکے اور ان کو واپس مدینہ جانا پڑا مگر اس سے اسلام کا بہت بڑا فائدہ ہوا کثرت سے لوگ حلقۂ اسلام میں آنے لگے۔ اسی کے متعلق اللہ فرماتا ہے انا فتحنا لک فتحا مبینا مسلمانو اس صلح میں اپنی پستی نہ سمجھو بلکہ اس میں تمہاری سب سے بڑی فتح ہے۔

قرآن اور توحید باریتعالیٰ

(۲)

(از مولوی عبد القیوم صاحب بستوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

وہ خدا جس کا جلوہ مشرق و مغرب شمال و جنوب میں پھیلا ہوا ہے وہ خدا جس کے آگے دریا پہاڑ جنگل سورج چاند سیارے زمین و آسمان پانی ہوا شجر و حجر ناطق اور غیر ناطق سر بسجود ہیں۔ وہ خدا جس کا ابر کرم مومن کافر دوست و دشمن سب پر برستا ہے۔ وہ خدا جو جسکو چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلت دے جسکو چاہے ثریا پر بٹھائے جسکو چاہے تحت الثریٰ تک پہنچائے جس کو چاہے ملک دے جسکو چاہے فقر دے اس کے ہاتھ میں ساری کائنات ہے اس کے علم سے ایک ذرہ بھی باہر نہیں اَللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اے پروردگار شہنشاہوں کے شہنشاہ تو جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے جسکو چاہے عزت دے جسکو چاہے ذلت دے تیرے قبضہ قدرت میں سب بھلائیاں ہیں تو یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن نے خدائے تعالیٰ کی عظمت کو کیسے کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (قصص) ساری چیزوں کو فنا ہے بجز اس کی ذات کے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (مومن ۷) اس کی مثال نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ تیسری جگہ ہے يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ زمین و آسمان ہر ایک کے باشندے اسکی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ باری تعالیٰ جس کے سامنے رسالت کی کوئی حقیقت نہیں وہ خدا جس کے بارے میں ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت۔ اور توحید و رسالت میں زمین و آسمان کا فرق بتایا۔ وہ خدا جس کی صفت اس آیت میں بیان کی گئی ہے الله لا اله الا هو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم الخ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ زندہ ہے اسکو اونگھ و نیند کچھ بھی نہیں محسوس ہوتی؟

پھر ان نفوس کو کیا ہوا جو پیپلوں اور بتوں کی طرف اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود سجدہ ریز ہیں پس اسے افسوس اس انسان کیلئے جسکو خلیفہ بنا کر بھیجا گیا جس پر فرشتوں نے رشک کیا وہ غیر خدا اپنے سے ادنیٰ مخلوق کی طرف سجدہ کرتا ہے اور اسکی تعظیم میں دریغ نہیں کرتا۔ فقاتلھم الله انی یوفکون۔

یوں تو سارے انبیائے کرام دنیا میں توحید پھیلانے کیلئے آئے لیکن اسلوں نے اسلام کی طرح توحید نہ پھیلائی اسلام ہی ہے جسکو توحید کی تکمیل کا شرف حاصل ہوا اور جس نے شرک کی ہر نوعیت کا ابطال کیا

عبادت میں شریک ٹھیرانا ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت جو خلوص اور نیک نیتی سے نہیں کرتا وہ بھی مشرک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صام یرائی فقد اشرک ومن صلی یرائی فقد اشرک ومن تصدق

یرائی فقد اشرک۔ یعنی جس نے روزہ یا نماز یا صدقہ ریا اور سمع کیلئے کیا تو وہ یقیناً مشرک ہے اس شہرت طلبی کا یہ نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن خدائے ذوالجلال کے سامنے پیش ہوگا اور خدا اس سے...... استفسار کریگا کہ دنیا میں تونے کیا کیا کام کیا اسوقت میں وہ گنانے لگے گا اور کہیگا میں نے تیری خاطر جان دیدی تیری رضا کیلئے لوگوں کو علم سکھایا اور قرآن پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ اسوقت فرمائیگا کہ تونے یہ سب محض نام کیلئے کیا تھا پھراسے گھسیٹ کر جہنم میں دھکیل دیا جائیگا پس جسکو خدائے تعالیٰ کے پاس سے انعامات حاصل کرنے ہوں اسے چاہئے کہ اس آیت کا مصداق بنے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ جسے خدائے پاک سے ملاقات کی امید ہے اسکو چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھیرائے۔ آنحضورؐ نے اسوجہ سے ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے جس میں صاف مذکور ہے ایاک نعبد وایاک نستعین ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ لیکن اگر ماسوی اللہ کسی دوسرے کی پرستش اور پوجا کی جائے تو وہ سارے شرکوں سے بڑھکر ہے۔ بعثت سے قبل کفار عام طور سے سورج چاند کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس عقیدے کے اب بھی بہت سے لوگ پائے جاتے ہیں قرآن نے اس سے منع کیا۔ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (فصلت) سورج اور چاند کو مت سجدہ کرو (بلکہ) اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ماسوی اللہ سجدہ کرنا مطلقاً حرام ہے اور اس کی یہ علت بھی بتادی گئی کہ خالق کے ہوتے ہوئے مخلوق کو کیسے سجدہ کیا جا سکتا ہے اگرچہ حضرت آدم کو فرشتوں نے حضرت یوسف کو حضرت یعقوب اور ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا لیکن اسلام چونکہ ادیان سابقہ کیلئے ناسخ بنکر آیا ہے اس سے حجت پکڑنا کم علمی کی دلیل ہے بلکہ ماسوی اللہ کو سجدہ مطلق حرام ہے نہ عبودیت کے لحاظ سے اور نہ تعظیم کے لحاظ سے دوسرے یہ کہ اسلام میں چونکہ توحید کو انتہائے کمال کو پہنچایا گیا ہے اسلئے سجدہ تعظیمی بھی ممنوع قرار دیا۔ اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو اپنے شوہروں کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ماسوی اللہ سجدہ کرنا مطلقاً حرام ہے۔ الغرض عبادت محض خدا کیلئے ہونی چاہئے اور اسی کی تابعداری کرنی چاہئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام زندان مصائب میں گرفتار ہونے کے باوجود خدا کی توحید لوگوں تک پہنچاتے ہیں يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ. ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۔ اے قیدخانے کے ساتھیو کیا جدا جدا معبود بہتر ہیں یا اللہ اکیلا اور زبردست نہیں عبادت کرتے تم سوائے اس کے مگر ایسے ناموں کی جن کو تم اور تمہارے آبا نے گڑھ لیا۔ اللہ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری حکم صرف خدا ہی کیلئے ہے اس نے حکم کیا کہ تم سوائے اس کے کسی کی پوجا مت کرو۔ یہ ہے سیدھا طریقہ لیکن اکثر عقل کے مارے نہیں جانتے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تو بے بس

اور بیار ہیں پھر تمہارا مقصد کیسے پورا کر سکتے ہیں جب یہ نہیں تو وہ ذات جس نے سارے جہان کو پیدا کیا اسی کی عبادت کرو اور اسی کے آگے گریہ وزاری کرو۔ اس آیت میں اندھی تقلید سے روکا گیا ہے۔ توحید ہی ہے جس کے متعلق حضور کا فرمان ہے کہ جب کوئی شخص اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا اور توحید کی ساری دنیا منکر ہو جائے گی اسوقت قیامت آپہنچے گی۔ لا تقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصہ۔ قیامت اسوقت تک نہ ہوگی جبتک دوس کی عورتوں کے سرین ذی الخلصہ کے اردگرد نہ حرکت کریں۔ یعنی جب تک کہ وہ بت پرست نہ ہو جائیں۔

تصرفات میں مشرکانہ اعتقاد۔ کفار نے جو یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ ہمارے سینکڑوں معبود خدا کے یہاں ہماری سفارش اور شفاعت کریں گے اسی سبب سے ان پر بھینٹ چڑھاتے تھے ان کیلئے نذریں مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعتقاد کی تردید کی اور فرمایا قُلْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ۔ کہدے اے محمد اللہ ہی کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔ اس آیت سے واضح ہوگیا کہ اس کے تصرف میں کوئی شریک نہیں اور جن کو یہ سب پکارتے ہیں وہ تو اپنے دفع حیات و ممات کسی چیز کے مالک نہیں۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ (سبا) کہدے اے محمد ذرا تم ان کو پکارو جو ذرہ بھر کے مالک نہیں نہ آسمان میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کے لئے ان دونوں میں کوئی ساجھا ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا بازو ہے۔ یہ معبودان باطل جو ذرہ بھر کے بھی مالک نہیں ان سے یہ کیسے توقع قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے پوجنے والوں کو بخشوائیں گے اور عذاب سے بچائیں گے پس معلوم ہوا کہ خدا اور بندے کے درمیان جو واسطے قائم کئے گئے ہیں وہ سراسر غلط اور جھوٹ ہیں حضور جیسی ذات جو افضل الانبیاء ہیں فرماتے ہیں کہ ہم تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتے جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص عام سب کو پکارا اور فرمایا اے کعب بن لوی کی اولاد اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے چھڑاؤ میں تمہارے اللہ کے ہاں کام نہ آؤں گا۔ اور اے کعب بن مرہ کی اولاد اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو چھڑاؤ میں اللہ کے ہاں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں اور اے بنی عبد مناف اور اے بنی ہاشم اور اے بنی عبد المطلب اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچاؤ میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں اور اے فاطمہؓ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچا لے کہ میں بھی اللہ کے یہاں (ایمان الٰہی) تمہارے کام نہ آؤنگا جب حضور نہیں کچھ کر سکتے تو پیر و مرشد کیا کر سکتے ہیں۔ خدا کے ہاں بغیر اجازت کوئی کسی کی شفاعت ہی نہیں کر سکتا یہ ہے اسلام کی سچی اور صحیح توحید جس میں درمیانی واسطوں کو کاٹ دیا گیا ہے اور خدا ہی پر توکل کا حکم دیا گیا۔

حضور فرماتے ہیں کہ بندہ اپنی ساری ضرورت کی چیزوں کو اللہ سے مانگے حتی کہ نمک اور جوتے کا تسمہ جب ٹوٹ جائے (مشکوٰۃ) یہ حدیث کسقدر صاف اور ستھری ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں اللہ کی مدد ضرور طلب کرنی چاہیئے اور کسی غیر سے کسی چیز کی درخواست نہ کرنی چاہیئے۔ آپ خدائے برتر نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ۔ اگر تم اے محمد شرک کروگے تو تمہارے سارے عمل ضائع اور بیکار ہو جائیں گے۔ اور فرمایا وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (یونس) اور مت پکار اللہ کے علاوہ اس چیز کو جو تجھے نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان پس اگر تو نے ایسا کیا تو اسوقت یقیناً تو ظالموں میں سے ہوگا۔ یہ ساری آیتیں بتلاتی ہیں کہ عبادت میں شریک ٹھہرانا اور خدا کا ساجھی بنانا

بہت بڑا جرم ہے۔

علم میں شریک ٹھہرانا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کو کسی دوسری ذات کیلئے بھی ثابت کرتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (نمل) کہدے اے محمدؐ کہ آسمان وزمین کے رہنے والوں میں سے کوئی بھی سوائے خدا کے غیب کو نہیں جانتا اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ کے سوا کسی نبی ولی پیر فقیر کو علم غیب حاصل نہیں اور فرمایا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ۔ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

ایک خطرناک غلطی کا ازالہ۔ بہت سے بے باک اور بے علم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہؐ علم غیب جانتے تھے اس لئے کہ آئندہ کی ایسی چیزوں کی خبر دی جسکو لوگ نہ جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی کئی آیتوں میں تردید کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیب کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور کسی کو نہیں قل لا املك لنفسي نفعا ولا ضرا الا ماشاء الله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير ومامسني السوء ان انا الا نذير وبشير لقوم يومنون (اعراف) کہدے کہ میں اپنی جان کا مالک نہیں ہوں نفع اور نقصان میں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں علم غیب جانتا تو میں یقیناً بہت سی بھلائیاں کر گذرتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی۔ میں تو صرف ڈرانے اور خوشخبری دینے والا ہوں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں۔ اس آیت میں علم غیب کے نہ جاننے پر دلیل بھی بیان کردی گئی اور حدیثوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور کو مکہ اور طائف والوں نے تکلیف پہنچائی اور احد میں چار دندان مبارک شہید ہوئے۔ اور مسنی السوء کے تحت میں داخل ہوئے۔ بس معلوم ہوا کہ علم غیب حضورؐ نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی بارش کو اتارتا اور جانتا ہے جو کچھ کہ مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس ملک میں مریگا آیت معلوم ہوا کہ سوائے خدا کے ان امور خمسہ کو کوئی بزرگ کوئی پیشوا کوئی ولی نہیں جانتا اور جو دعویٰ کرے وہ یقیناً کذاب ہے درحقیقت غیب یہی امور خمسہ ہیں اور ہوں بھی تو اس کے ملحقات سے ہیں۔

پھر ان نفوس کو کیا ہوا جو آنحضورؐ کے متعلق افتراپردازی کرتے ہیں ان قلوب کو کیا ہوا جو اس مسئلہ کو بنظر عمیق نہیں سوچتے اور ان کانوں کو کیا ہو جو حق بات سننے سے ناآشنا اور عاری ہیں سنو اور غور سے سنو۔ حضور فرماتے ہیں واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی وبکم۔ قسم خدا کی میں نہیں جانتا قسم خدا کی میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور سنئے ایک جگہ لونڈیاں کچھ اشعار گانے لگیں اور یہ پڑھنے لگیں۔ وفینا نبی یعلم ما فی غد۔ یعنی ہم میں ایسا نبی ہے جو کل کی بات کا جاننے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین۔ تو اس قول کو چھوڑدے اور وہی کہہ جسکو کہتی تھی۔ پس جو لوگ اس خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں ان کو چاہیئے کہ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور حقیقت کو معلوم کریں۔ حضورؐ سے محبت کے یہ معنی نہیں کہ جو اوصاف ان میں نہیں اسکو بھی ثابت کریں جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے کیا لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ

مجھے عیسائیوں کی طرح مت حد سے بڑھانا میں تو خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ پس خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

معجزات ۔ حضرت عیسیٰ کو جو معجزہ دیا گیا اس میں سے احیاء موتی بھی ہے اور بہت سی بڑی بڑی چیزیں ہیں جس کے باعث عیسائیوں نے ان کو خدا کا درجہ دیا اور اللہ کا بیٹا کہا یہی حال یہودیوں کا بھی ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو عیسائیوں نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہا اور یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ معجزات خود انکی طرف سے ہو رہے ہیں اور خود ہی ایسا کرتے ہیں۔ کسی نے ان کو یہ دیا نہیں ہے یہ تھا ان کا اعتقاد راسخ جس کی سبب سے وہ مشرک اور کافر ہوئے۔ لیکن قرآن نے بتلایا۔ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيٰتٌ مِنْ رَبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُبِيْنٌ ۔ کفار کا یہ قول ہے کہ محمدؐ پر معجزات کیوں نہیں نازل ہوتے آپ کہدیجئے کہ آیات اور نشانیاں تو اللہ کی طرف سے ہیں۔ میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزات اور آیات میں خدا کا ہاتھ ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۔ اللہ وہی ذات ہے جو تمہیں نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارتا ہے اور بار بار رجوع ہونیوالا ہی نصیحت پکڑتا ہے۔ جب یہ بات ہے تو خدا کا کسی کو بیٹا نہ ٹھہرانا چاہیئے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا چاہیئے بلکہ خالص اس کی عبادت کرنی چاہیئے۔ فَادْعُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ پس اللہ ہی کو پکارو دین کو خالص کر کے اس سلسلہ میں یہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے۔ تعدد خدا کا تصور جو مشرکین کے ذہن میں ہے وہ باطل ہے اور ان کی یہ دلیل کہ عالم میں خیر و شر دونوں پائے جاتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں کا خالق ایک ہو اسلئے دو خدا ایک خالق شر دوسرا خالق خیر ماننا لازمی ہے۔ یہ بھی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پیدا کیا۔ اللہ خالق کل شئی ۔ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے لیکن اس سے اس معبودیت میں کوئی فتور پیدا نہیں ہوتا اسلئے کہ اشیا غیر محل میں مستعمل ہونے کی وجہ سے بری ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید نے اسی بنا پر برائی کرنیوالے کی برائی اس کی طرف سے ٹھیرایا ہے مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ۔ جو تجھ کو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھکو برائی پہنچے وہ تیری طرف سے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خدا کا شر و خیر پیدا کرنا اس کی ذات کے منافی نہیں اور وہ ایک ہی ہے اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ اس کی کوئی نظیر۔ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ اَللهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ کہدو کہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا اور نہ اس کا کوئی نظیر ہے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو سچی توحید پر عمل کرائے ۔ آمین۔

پتے نہیں بدلے جائینگے ۔ آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محدث کوئی تجارتی رسالہ نہیں ہے محض آپ لوگوں سے محصول ڈاک کا خرچ لیا جاتا ہے لیکن پھر بھی بعض حضرات بار بار اپنے پتے بدلوا کر چھپی ہوئی چٹوں کو بیکار کر دیتے ہیں اور پھر نئی چٹیں چھپوا کر ہمکو خواہ مخواہ زیر بار کرتے ہیں اسلئے اطلاعاً اعلان کیا جاتا ہے کہ اب آئندہ سے ہم کوئی پتہ تبدیل نہیں کرینگے بلکہ جس صاحب کو اپنا پتہ بدلوانا ہو وہ بجائے دفتر محدث میں اطلاع دینے کے براہ راست اپنے یہاں کے ڈاکخانے میں لکھکر بھیجدیں کہ اب میری ڈاک اس پتہ پر بھیجی جائے اور نیچے اپنا وہ پتہ لکھدیں جس پتہ پر منگوانا چاہتے ہوں ہمارے دفتر میں اب تبدیل پتہ کی اطلاعات پر ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی خریداران محدث مطلع رہیں۔

منیجر

شانِ حدیث

(۳)

(از مولانا عبدالصمد صاحب مبارکپوری)

مختصر حالات بعض صحابہ و محدثین - اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ حدیث کی روایت کرنیوالے اور کتابوں میں جمع کرنیوالے یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین جن کے واسطے سے ہم تک حدیثیں پہنچی ہیں یہ لوگ کس صفت اور کس شان کے تھے اور کیا ان بزرگوں کی ذات کے ساتھ یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا گوارا کر سکتے تھے؟ میں میں علی وجہ الیقین بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ یہ تمام بزرگ شریعت کے نہایت متبع کذب وافترا سے بہت دور و تقوی و اخلاق حسنہ اور صفات فاضلہ کے ساتھ بکمال و تمام متصف تھے چنانچہ حضرت ابو الدرداء (صحابی) رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے۔

عن عمرو بن مرة قال قال ابو الدرداء بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا تاجر فاردت ان تجتمع لی العبادة والتجارة فلم یجتمعا فرفضت التجارة واقبلت علی العبادة و الذی نفسی بیدہ ما احب ان لی حانوتا علی باب ۔ ۔ ۔ ۔ لا تخطئنی فیہ صلوٰة اربح فیہ کل یوم اربعین دینارا واتصدق بھا کلھا قیل وما تکرہ من ذلک قال شدة الحساب (تذکرة الحفاظ)	یعنی عمرو بن مرہ حضرت ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ جس وقت نبی صلعم مبعوث ہوئے اسوقت میں تجارت کرتا تھا پس میں نے چاہا کہ عبادت بھی کروں اور تجارت بھی لیکن دونوں اکٹھا نہ ہو سکیں تو میں نے تجارت کو چھوڑ کر عبادت میں (ہمہ تن) لگ گیا۔ اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مسجد کے دروازہ پر (یعنی مسجد کے) دکان ہو اور کوئی نماز (با جماعت) مجھ سے فوت نہ ہو اور مجھے اس میں چالیس اشرفیاں روزانہ نفع ملیں اور ان سب کو صدقہ کردوں (ایک پیسہ انہیں سے اپنے مصرف میں نہ خرچ کروں) پوچھا گیا کہ آپ کو کونسی بات اس میں کی ناپسند ہے بولے حساب کی سختی۔"

اللہ اکبر! جس صحابی کے ورع اور تقویٰ کا یہ حال ہو کہ ایسی پاک اور بے آلائش تجارت کو محض شدت حساب کے خوف سے ترک کر کے عبادت خداوندی میں لگا رہے اسکی ذات سے کبھی یہ ہو سکتا ہے کہ برگزیدہ و برحق رسول پر جھوٹ باندھے یا اس کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرے۔ حاشا و کلا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ ان کی شان میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں" وکان یوازی ابن مسعود فی العلم" یعنی حضرت ابوذر علم میں عبداللہ بن مسعودؓ کے ہم پلہ تھے"

امام ذہبیؒ نے آگے چلکر انکا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو ایک مسئلہ بتلا رہے تھے کہ ان کو قریش کے کسی نوجوان نے ٹوکا کہ امیر المومنین نے آپ کو فتویٰ دینے سے روک دیا ہے پھر کیوں فتوے دیتے ہیں! اس کے جواب میں فرمایا" ارقیب انت علی فوالذی نفسی بیدہ لو وضعتم الصمصامة علی ھذہ واشار الی قفاہ ثم

ظننت انی منفذ کلمۃ سمعتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل ان تجیزوا علی لانفذتہا (تذکرہ ص۱۲ ج ۱) کیا تو میرے اوپر محافظ ہے؟ اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم لوگ میری اس جگہ (یعنی گردن کی طرف اشارہ کرکے) پر تلوار کو رکھدو اور مجھے یہ خیال ہو کہ میں نے جو کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسکو گردن کے کٹنے سے پہلے پورا پورا ادا کر سکتا ہوں تو اسکو ضرور ادا کردونگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ روایت حدیث میں اسقدر احتیاط کرتے تھے کہ سال سال بھر گذر جاتا تھا اور انکی زبان سے قال رسول اللہ کا کلمہ نہیں نکلتا تھا۔ جب کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو خوف سے تمام بدن میں رعشہ طاری ہوجاتا تھا حدیث کے الفاظ کو بجنسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ بسبیل احتیاط یہ کہدیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سے یا اس کے قریب قریب یا اس کے مشابہ فرمایا ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں "کان ممن یتحری فی الاداء ویشدد فی الروایۃ ویزجر تلامذتہ عن التہاون فی ضبط الالفاظ" (تذکرہ ص۱۳ ج۱) یعنی روایت حدیث میں بہت خیال اور احتیاط کرتے تھے اور بڑی سختی کرتے تھے اپنے شاگردوں کو اصل الفاظ حدیث کے ضبط کرنیکی سخت تاکید کرتے تھے اس میں سستی کرنے پر ان کو ڈانٹتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ ان کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "یاتی معاذ امام العلماء برتوۃ" معاذ (قیامت کے دن) تمام علماء سے بقدر ایک بار تیر پھینکنے کے آگے ہونگے؛ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا" یا معاذ واللہ انی لاحبک" اے معاذ واللہ میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں "

ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ اس میں قریب تیس صحابہ میانہ عمر موجود ہیں۔ اور ان میں ایک نوجوان ہے جسکی آنکھیں سرگیں دانت نہایت سفید ہیں جو خاموش ہے جب ان لوگوں کو کسی بات میں شبہہ ہوتا تو اس نوجوان سے دریافت کرتے ہیں (میں نے پوچھا یہ کون ہیں تو) لوگوں نے بتایا کہ یہ معاذ ہیں" حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ اپنے خطبہ میں فرمایا" من اراد ان یسأل عن الفقہ فلیات معاذا" جس کو فقہ کی بات دریافت کرنا ہو وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس جاکر دریافت کرے"

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ یمن کا عامل (نائب) بناکر بھیجا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کوفہ و بصرہ کے نائب تھے۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ علم چھ شخصوں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ۔ علیؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ زید بن ثابت۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے" نیز فرماتے ہیں امت کے قاضی چار آدمی ہیں۔ عمر۔ علی۔ زید بن ثابت اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم۔ انھوں نے قرآن کا درس دیا اور لوگوں نے ان سے حدیثیں روایت کیں۔

تابعین کا حدیث سے شغف اور کتابت۔ تابعین کے زمرہ میں بڑی بڑی جلیل القدر مایۂ ناز و قابل فخر ہستیاں گذری ہیں۔ ان لوگوں نے علوم دینیہ تفسیر قرآن اور فقہ وغیرہ صحابہ کرام سے حاصل کیا تھا۔ اور علم حدیث کو بڑے اہتمام و اعتناء اور توجہ خاص سے حاصل کیا تھا۔ اگرچہ اسوقت میں بھی کتابت کا رواج کم تھا اور زیادہ تر حافظہ پر اعتماد کرتے تھے

تاہم تابعین کی ایک بڑی جماعت حدیثوں کو قلمبند کر لیا کرتی تھی۔

حضرت سعید بن جبیر جو حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد رشید تھے اور جملہ علوم کو ان سے حاصل کیا تھا یہ حدیثوں کو قلمبند کر لیا کرتے تھے (مسند دارمی) امام ابن شہاب زہری جلیل القدر تابعی اور نہایت ممتاز بہت بڑے عالم اور امام تھے ابوالزناد کا بیان ہے کہ ہم لوگ زہری کے ساتھ علما کے آستانوں کا گشت لگاتے تھے زہری کے ساتھ تختیاں اور بیاضیں ہوتی تھیں وہ جو کچھ سنتے تھے سب کو لکھ لیا کرتے تھے (تذکرہ ص۱۰۳ ج۱)۔ رجاء بن حیوۃ بیان کرتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے ایک ماتحت کو لکھ بھیجا کہ وہ مجھ سے ایک حدیث پوچھے۔ رجاء کہتے ہیں کہ اگر وہ میرے پاس لکھی ہوئی نہ ہوتی تو میں اس کو بھول ہی گیا ہوتا (مسند دارمی) حضرت ابوقلابہ جرمی بڑے ذی علم آدمی تھے ان کے پاس کتابوں کا ذخیرہ تھا ان کا انتقال ملک شام میں ہوا۔ اور انھوں نے وصیت کی کہ کتابیں سب ایوب سختیانی کے پاس بھیج دی جائیں چنانچہ انھوں نے وہاں سے تمام کتابیں منگوائیں وہ ایک اونٹ کا بار تھیں۔

حضرت خالد بن معدان ایک عظیم الشان اور مشہور تابعی ہیں ان سے صحاح ستہ میں حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے پاس مصحف تھا جس میں ان کے معلومات قلمبند تھے (تذکرہ ص۸۷ ج۱) حضرت بشیر بن نہیک حضرت ابوہریرہ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ میں جو کچھ ابوہریرہ سے سنتا تھا سب کو لکھ لیتا تھا پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونا چاہا تو اپنی کتاب ان کے پاس لیگیا اور اسکو پڑھکر ان سے عرض کیا کہ یہ میں نے آپ سے سنا ہے (یعنی اس کے روایت کی مجھے اجازت ہے) بولے ہاں (مسند دارمی) حضرت ثمامہ بن عبداللہ بن انس کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے لڑکوں سے فرماتے تھے کہ تم لوگ اس علم کو (لکھکر) مقید کر لیا کرو (مسند دارمی) عبداللہ بن حنش بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ حضرت براء بن عازبؓ کے پاس نرسل کے ٹکڑوں پر سے اپنی ہتھیلیوں پر لکھتے تھے (مسند دارمی) مسلم علوی کہتے ہیں کہ میں نے ابان کو دیکھا کہ حضرت انسؓ کے پاس ہاتھی دانت کی تختی پر لکھتے تھے (مسند دارمی) اس کے علاوہ قرآن و حدیث کے پڑھنے اور سیکھنے کا ایسا جذبہ اور شوق تھا کہ اس کیلئے بڑے بڑے دشوار گذار سفر کو بھی آسان سمجھتے تھے طرح طرح کی صعوبتیں اور تکلیفیں اٹھا کر علوم دینیہ سیکھتے تھے چنانچہ حضرت عکرمہ کا (جو ابن عباس کے غلام تھے) بیان ہے کہ میں چالیس برس تک علم تلاش کرتا رہا۔ اور ابن عباس قرآن و حدیث سیکھنے کیلئے میرے پاؤں میں بیڑی ڈالدیتے تھے (تذکرہ ص۸۹ ج۱)

حضرت مکحول شامی بڑے نامور محدث اور وسیع العلم تابعی ہیں یہ کہتے ہیں کہ "طفت الارض فی طلب العلم" یعنی طلب علم کیلئے ساری دنیا کا میں نے چکر لگایا۔ خود ان کا یہ بھی مقولہ ہے کہ میں مصر میں آزاد ہوا تو وہاں کے سارے علم کو جمع کیا پھر عراق اور وہاں سے مدینہ آیا اور ان دونوں مقاموں کے تمام علم کو اپنی دانست میں جمع کر لیا۔ پھر ملک شام میں آیا پس اسکو اچھی طرح چھان لیا۔ (تذکرہ ص۱۰۱ ج۱)

حضرت نافع مدنی جو حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام تھے علم کے دریا تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ان کو حدیث و سنت کی تعلیم کیلئے اہل مصر کے پاس بھیجا تھا۔ امام بخاری اور دیگر محدثین نے کہا ہے کہ اصح الاسانید مالک عن نافع عن ابن عمر ہے" یعنی یہ سلسلہ اسناد تمام اسنادوں سے صحیح تر ہے۔ ابن شہاب زہری جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے ان کا یہ حال تھا کہ

حضرت ایوب سختیانی کہتے ہیں "مارأیت اعلم منہ" یعنی زہری سے بڑھکر علم والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ خود زہری کا بیان ہے کہ "علم کیلئے جس قدر میں نے صبر کیا اور کوئی نہیں کر سکتا اور جسقدر میں نے علم کو پھیلایا اور کسی نے نہیں پھیلایا نیز بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے قلب میں جو کچھ جمع کیا اس کو کبھی نہیں بھولا۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ" زہری کا دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے"

سعید بن مسیب بڑے جلیل القدر تابعی ہیں حضرت عمرؓ کی خلافت میں پیدا ہوئے نہایت فراغ علم ہیں۔ سعید بن مسیب کہا کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلعم کے فیصلہ کا کوئی جاننے والا نہیں ہے اور نہ حضرت ابوبکر اور نہ حضرت عمرؓ کے فیصلوں کا کوئی جاننے والا ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حسن بصری کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو سعید بن مسیب کے پاس لکھکر دریافت کرتے تھے، امام مالکؒ بیان فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب کے متعلق مجھکو یہ بات پہنچی ہے کہ وہ کہتے تھے میں ایک حدیث کے معلوم کرنے کے واسطے کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں برابر چلتا رہتا تھا (تذکرہ ص۵۵ ج۱) حضرت قتادہ بصری بہ علمار تابعین سے ہیں۔ بڑے غضب کا حافظہ تھا۔ خود قتادہ کا قول ہے کہ میں نے کسی محدث سے کبھی یہ نہیں کہا کہ حدیث کو مجھے دوبارہ سنایئے جو حدیث ایک مرتبہ سن لیتا ہوں دل میں یاد رہتی ہے۔ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ قتادہ سب سے زیادہ یاد کرنیوالے ہیں۔

الحاصل۔ دین اسلام امانت الہی قرآن وحدیث ان مذکورہ بزرگوں جیسے لاکھوں بلکہ کروڑوں مقدس و پاکباز ہستیوں کے سلسلہ اور واسطہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ مگر ہمیں افسوس اور رونا اس بات کا ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں اور سلف صالحین کے حالات سے ناواقف ہیں اور انکی سیرت، اسلامی خدمات، اتباع شریعت، اطاعت الہی اور دیگر اخلاق حمیدہ و شمائل حسنہ سے بے خبر ہیں جس کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کو یہ جرأت ہو رہی ہے کہ ہماری شریعت اور اس کی پاکیزہ تعلیم کی بیخ کنی پر کمربستہ ہیں۔ مخالفین ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، لیکن جب ہم خود اپنے بننے اور سنورنے کی سعی و کوشش کریں۔ آج ہماری یہ حالت ہے کہ لباس میں وضع میں طرز معاشرت میں اور دوسرے صدہا امور میں دوسری قوموں کے نقش قدم پر چلنے کی عادت ڈال لی ہے اور قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ برائے نام اسلام کا دم بھرتے ہیں پس سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر جذبۂ اسلام پیدا کریں اور اپنا رہبر قرآن وحدیث کو بنائیں یعنی اس پر عمل پیرا ہوں۔ اور عملاً سلف صالح کے نمونہ بنیں۔ دنیا اور دنیا کی تمام ترقیاں فانی ہیں ان کو ذرا بھی خاطر میں نہ لائیں "

قطعہ

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی ✤ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ ✤ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی
آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی ✤ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(بال جبریل)

مذہب اور سائنس

(از مولوی عبد الغنی صاحب امرتسری متعلم جماعت ششم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

آجکل یہ ایک فیشن ہے کہ ہر پڑھا لکھا آدمی اپنی بساط کے مطابق مناظر قدرت کی حکمت وماہیت بیان کرنے لگتا ہے۔ اگر اسے کچھ کامیابی نظر آتی ہے تو جھٹ خدا کی ذات کے متعلق قیاس آرائیاں کرنے لگتا ہے اور اس طرح وہ اپنے آپ کو ایک ایسے بحر ظلمات میں پھینک دیتا ہے جسکی گہرائیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ عام طور پر اس قسم کی کاوشوں کا نتیجہ الحاد ہوتا ہے۔ یہ تمام فساد دراصل اس قدیم بحث کی وجہ سے شروع ہوتا ہے جسے ہم معرکۂ مذہب و سائنس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

انسانی دماغ فطرۃً اس قسم کا واقع ہوا ہے کہ اسے ہر شے کی کنہ اور حقیقت معلوم کرنیکے لئے ایک خاص قسم کی لو لگی ہوئی ہے۔ وہ ہزارہا برس سے اسی تگ ودو میں مصروف ہے کہ مناظر قدرت کو کس طرح مسخر کرے۔ اول اول جب انسانی دماغ نے اعلیٰ ارتقائی مدارج طے نہیں کئے تھے تو اس کے دل میں مناظر قدرت وہی حیثیت رکھتے تھے جو آج 'خدا کی ذات' ہمارے دلوں میں درجہ رکھتی ہے وہ ان طاقتوں کو ناقابل تسخیر سمجھ کر ان کی پرستش کرتا تھا اور اس طرح اسنے مذہب میں کثرت ارباب کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ زمانہ بدلتا گیا۔ انسان ترقی کرتا گیا اور جب ارتقائی مدارج ایک خاص حد پر پہنچ گئے تو توحید کا سبق شروع ہوا۔ اور مذہبی ترقی کامل ہوگئی۔ اب اگر کوئی انسان پھر ان ناقابل تسخیر طاقتوں کی کنہ اور حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو یقیناً اس پر گمراہی کا فتویٰ لگ جائیگا۔ کیونکہ وہ ایک ایسے فعل کا مرتکب ہوگا جس کے عواقب ونتائج توحید کو نقصان پہنچائینگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذہب وسائنس کا جھگڑا کسی حد تک بجا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ اگلے پیراگراف میں اس پر روشنی ڈالی جائیگی۔ فی الحال اتنا تسلیم کرنا ضروری ہے کہ مذہب اور سائنس کی جنگ قدیم الایام سے چلی آرہی ہے۔ اور مذہبی پیشوا ہمیشہ مادہ پرست اصحاب کے خلاف علم جہاد بلند کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ انتہائی تعصب سے کام لیتے رہے ہیں اور انھوں نے کبھی حقیقت معلوم کرنیکی کوشش نہیں کی۔ عیسائیوں کے پادریوں نے تمام یونانی علوم وفنون کو فنا کر دیا اور ان علوم کی درسی کتابوں کو قسطنطنیہ کی ایک کوٹھڑی میں مقفل کر دیا گلیلیو (Galileo) نے جب کرۂ ارضی کی حرکت محوری کے متعلق اپنا نظریہ پیش کیا تو تمام دنیائے عیسائیت میں ایک شور مچ گیا اور مذہبی عدالت کی طرف سے اسے سنگین ترین سزا کا حکم ہوا۔ اس قسم کی دیگر باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علم سائنس میں کمال حاصل کرنا یکسر خلاف مذہبیت سمجھا جاتا تھا۔

اس سلسلہ میں سائنس اور مذہب کی ایک مختصر سی تعریف بیان کر دینا خارج از بحث نہ ہوگا۔ سائنس کے لغوی معنی مطلق 'علم' کے ہیں۔ اصطلاح میں 'سائنس' ان علوم کیلئے استعمال ہوتا ہے جنھیں ہم 'نیچرل سائنز' کہتے ہیں۔

یہ علوم مطلق مشاہدات اور تجربات پر بنی ہوتے ہیں۔ مثلاً طبیعات (Physics.) علم کیمیا (Chemistry.) علم الحیوانات (Biology.) وغیرہ۔ ان علوم میں قیاس کو بہت کم دخل ہے۔ مثلاً علم طبیعات میں ہم یہ تو فرض کر لیتے ہیں کہ مادہ کوئی شی ہے جس کا وجود عالم امکان میں پایا جاتا ہے لیکن اس کے بعد تمام نتائج عملی تجربات پر بنی ہوتے ہیں اور اب تو مادہ کی تحقیق بھی تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ غرض ان علوم میں کسی نتیجہ کے وجوہ قیاسی نہیں ہوتے بلکہ خالص عملی تجربات کے بعد معلوم کئے جاتے ہیں۔ یہ تجربات آئے دن نئی نئی تبدیلیاں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ ہر ماہر طبیعات نئے نئے کیمیاوی طریقوں سے تجربات کا مشاہدہ کرتا ہے اور نئے نئے نتیجے حاصل کرتا ہے۔ اس علم کو ہمارے جسم کے ساتھ تو ضرور تعلق ہے لیکن اس میں کوئی ایسا جزو موجود نہیں جو اس لطیف شے کی جسے ہم 'روح' کہتے ہیں تسلی کر سکے۔ یہ علم اخلاق سکھانے سے بالکل عاری ہے لہذا ہمیں ایک ایسے دستور العمل کی ضرورت ہے جو ہماری باطنی آلائشوں اور کدورتوں کو دور کر سکے اور ہمیں اس قسم کے افعال سکھائے جسمیں ہمارے اندر وہ جذبہ پیدا ہو جسے ہم 'روحانی مسرت' کہتے ہیں یہ ایک طویل بحث ہے جو مذہب کی ضرورت کے عنوان کے تحت میں مفصل بیان کی جا سکتی ہے۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ سائنس کی تمام ترقیوں اور ضرورتوں کے باوجود مذہب ایک لابدی چیز ہے۔ آؤ اب ہم غور کریں کہ آجکل مذہب اور سائنس میں کیوں زیادہ جھگڑا ہے اور اسے کیسے مٹایا جا سکتا ہے۔

ہمارے سائنس کے مخالف اصحاب ایک بڑی فحش غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ لفظ سائنس اور فلسفہ کو ملتبس کر دیتے ہیں یونانیوں کے زمانے میں علوم کی باقاعدہ چھانٹ نہیں کی گئی تھی ایک فلسفی لازمی طور پر سائنسداں حساب داں اور منجم ہوتا تھا اور وہ کامل عالم نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ وہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل نہ کر لے یونان کے کسی بڑے حکیم کا نام لو وہ آپکو ہر فن مولا نظر آئیگا (مزید واقفیت کیلئے مقالات شبلی کی جلد اول و دوم کا مطالعہ کرنا چاہئے)۔

یونانیوں کے بعد ایک عرصہ تک علوم کی ترقی مسدود ہو گئی بالآخر خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں ان علوم کی تجدید شروع ہوئی۔ لیکن باقاعدہ کانٹ چھانٹ پھر بھی نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ ہمارے مکتبی علماء فلسفہ اور سائنس میں خاص امتیاز نہیں کرتے۔ موجودہ زمانے میں فلسفہ کا اطلاق۔ منطق۔ علم اخلاق۔ علم نفسیات اور تصوف پر ہوتا ہے۔ اور یہ ایسے علوم ہیں جن میں کافی قطع و برید کی جا سکتی ہے۔ ہر شخص اپنا نظریہ پیش کرتا ہے۔ اور اسی نظریے کی روشنی میں تمام انسانی افعال کا مطالعہ کرتا ہے۔ دراصل مذہب کا جھگڑا آجکل فلسفہ سے ہے سائنس سے نہیں۔ یہ دہریت اور اعتزال یورپ کے علم اخلاق پڑھنے والوں کی تعلیم سے پیدا ہو رہا ہے۔ یہی وہ علم ہے جسمیں خدا کی ذات کی کنہ تلاش کی جاتی ہے جس سے بعد میں ناخوشگوار نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا ہمیں آجکل کے فلسفیوں کا مقابلہ کرنا چاہئے سائنسدانوں کا نہیں۔

اب ہم عام سے خاص کی طرف رجوع کرتے ہیں اور معلوم کرنیکی کوشش کرتے ہیں کہ آیا اسلام اور سائنس میں کوئی مناقشت ہے یا نہیں۔ جہانتک میرے علم نے میری رہبری کی ہے میں تو اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام اور

سائنس میں کوئی ایسی عداوت نہیں جو ان دونوں کے اتحاد کو ناممکن کر دے۔ اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کے مشاغل میں مصروف رہ کر روحانی پاکیزگیوں کی طرف متوجہ کرتا ہے بلکہ بعض ارکان ایسے ہیں جو صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ اسلام اور سائنس میں چولی دامن کا ساتھ ہونا چاہئے۔

نماز کا اصلی مقصد رجوع الی اللہ ہے اور میرے خیال میں بجائے نشست و برخاست کے گوشۂ تنہائی میں بیٹھکر رجوع الی اللہ کیا جائے تو زیادہ روحانی مسرت ہوگی پھر اس طرح ایک خاص جگہ (مسجد) میں جمع ہوکر باقاعدہ قطاریں باندھ کر نیچے اوپر ہونیکے کیا معنیٰ؟ درحقیقت اسلام نے یہ ایک تعلیم دی ہے کہ روحانی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ مادی حرکت کے اسلام میں ناقص اشیا ہیں اسی لئے نفل پڑہنا تسبیح پڑہنے سے زیادہ بہتر ہے۔ علاوہ ازیں حج کے تمام مراسم۔ طواف۔ سعی۔ جمرہ وغیرہ اس بات پر دال ہیں کہ اسلام میں عبادت جسمانی اور روحانی دونوں حرکتوں سے مل کر کامل ہوتی ہے۔ لہذا اسلام اور مادیت میں کوئی بہت بڑا جھگڑا نہیں

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ سائنس کے طلبا اکثر لا مذہب ہوتے ہیں۔ اسکی وجہ سائنس کی تعلیم نہیں بلکہ وہ فضا ہے جسمیں یہ تعلیم دی جاتی ہے۔ یورپ سے دہریت کا ایک بے پناہ سیلاب امنڈتا آرہا ہے۔ وہاں نہ عیسائیت ہے نہ یہودیت نہ اسلامیت۔ مذہب کی حفاظت کیلئے ہمیں ایک ایسی فضا پیدا کرنا چاہئے جس میں لا مذہبیت کے زہریلے جراثیم سرایت نہ کرسکیں۔ سائنس ایک لابدی چیز ہے اس کے بغیر کسی کا گذارہ نہیں۔ جو قوم اسکی تعلیم سے غافل رہیگی اس کا وجود جلد دنیا سے محو ہو جائیگا۔ لہذا مذہب کو برقرار رکھتے ہوئے سائنس کی تعلیم کی صرف یہی صورت ہے کہ یہ تعلیم خالص مذہبی فضا میں دی جائے اور یورپ کی لا مذہبیت کی فضا سے احتراز کیا جائے۔

کی ضرورت ہے۔ مادی حرکت بغیر روحانی جذبہ کے اور روحانی عبادت بغیر مادی حرکت

پیغام حقیقی ہے پیغام محدث کا

(از جناب بہزاد صاحب لکھنوی)

ایمان کی مے سے ہے پُر جام محدث کا — پیغام حقیقی، ہے پیغام محدث کا
اسلام کی خاطر ہے، ہے دین سے وابستہ — آغاز محدث کا، انجام محدث کا
ہر لفظ میں اسکی ہے ایماں کی ضیا کاری — اک اشک ندامت ہے انعام محدث کا
ایمان بھرے لوگوں میں بس تذکرہ رہتا ہے — ہر صبح محدث کا ہر شام محدث کا
چھ سال سے کرتا ہے یہ خدمت اہل دین — رہتا ہے یہی طرز خوش کام محدث کا
ہر مرد مسلماں کو، یہ مفت ہی ملتا ہے — حق بات کو بتلانا ہے کام محدث کا
بانی محدث ہیں بس شیخ عطاء الرحمن — ان کی ہی بدولت ہے یہ نام محدث کا
اچھی ہے طباعت بھی اچھی ہے کتابت بھی — مقبول زمانہ ہے یوں نام محدث کا

بہزاد محدث کا انداز نرالا ہے
کیونکر نہ سنے دنیا، پیغام محدث کا

سرورِ دوعالم کی مدنی زندگی

(۲)

(از مولوی حافظ عبدالخالق صاحب متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

جنگ احد۔ جنگ بدر میں کفار کے افسر مارے گئے تھے اور ایک مختصر سی مسلمانوں کی جماعت کے سامنے ان کو بری طرح شکست کھانی پڑی تھی یہ ایک ایسا دھبہ تھا جو ان کے قلوب سے کسی طرح محو نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ کفار کو جوش انتقام نے مجبور کیا اور ابو سفیان نے قسم بھی کھالی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لیلوں گا اسوقت تک غسل کرنا میرے لئے حرام ہے۔ لہذا نہایت اہتمام سے تین ہزار کا لشکر جرار مع ہر قسم کے سازو سامان کے مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے تیار کیا گیا اور کفار نے اپنا کل تجارتی نفع لشکر کی تیاری میں صرف کردیا اور یہ لشکر مقام احد کی طرف روانہ ہوگیا۔

اس لشکر میں عورتیں بھی تھیں جو رجزیہ اشعار پڑھتی تھیں۔ احد ایک پہاڑ کا نام ہے جسکی مناسبت سے اس مقام کا نام احد ہے جرنیلِ دوعالم کو جب ان حالات سے آگاہی ہوتی ہے تو تمام صحابہ کرام کو جمع کر مشورہ کرتے ہیں بعض نے کہا یا رسول اللہ مدینہ میں رہکر ان سے مقابلہ کرنا چاہیئے یہی آپ کا بھی خیال تھا اور عبد اللہ بن ابی منافق بھی حضور کی تائید میں کہنے لگا اتنے زبردست لشکر کا مقابلہ کرنا کارے دارد۔ لیکن اکثر نوجوانان انصار و مہاجرین نے یہ مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ کفار ہمارے مقابلہ میں آکر ہماری کھیتیوں کو اجاڑ رہے ہیں اگر ہم مدینہ میں رہیں اور ان کے مقابلہ میں نہ جائیں تو یہ ہماری عین بزدلی کا ثبوت ہوگا لہذا آپ مدینہ سے باہر چلکر ان کا مقابلہ کیجئے ہم اپنی جانیں لڑانے کیلئے تیار ہیں چنانچہ حضور اپنی رائے کے خلاف کثرت رائے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی پر عمل کرتے ہیں اور ایک ہزار اصحاب کو لیکر مقابلہ کیلئے روانہ ہوجاتے ہیں لیکن اسمیں سے بھی عبد اللہ بن ابی منافق اپنی تین سو کی پارٹی کو لیکر واپس ہوگیا اسوقت مسلمان صرف ۷۰۰ کی تعداد میں رہ گئے۔ اگرچہ اس لشکر اسلام میں اکثر نوجوان ناتجربہ کار تھے اور بعض بوڑھے بھی تھے مگر رسول اللہ کی محبت و عشق اور اسلامی جوش نے ان کو نہایت باہمت بنا دیا تھا کفار بدھ کے روز سے میدان میں آئے ہوئے تھے اور حضور بھی نماز جمعہ پڑھکر مقابلے کے لئے نکل پڑے تھے آخر جانبین سے صف آرائیاں شروع ہونے لگیں۔ ابو جہل اور دیگر کفار بہت خوش تھے نہایت مسرت سے صفوں کو مرتب کر رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ابھی مسلمانوں کو برباد کردینگے۔ حضور بھی اپنی قلیل جماعت کو لئے ہوئے خدا کے بھروسے پر لشکر کی ترتیب میں مشغول تھے۔ پچاس تیر بازوں کو ایک درہ پر قائم کیا اور ان سے فرمایا کہ تم یہاں سے کسی حالت میں نہ ہٹنا خواہ مسلمانوں کو شکست ہو یا فتح۔ جنگ کا آغاز ہوتا ہے۔ اور قریش کی شریف خاتونیں مقتولین بدر پر ماتم کرتی ہوئی اور انتقام پر ابھارتی ہوئی یہ اشعار پڑھتی ہیں ؎

نحن بنات طارق + نمشی علی النمارق + ان تقتلوا نعانق + او تدبروا نفارق

ہم طارق کی لڑکیاں ہیں اور نرم و نازک قالینوں پر چلنے والی ہیں اگر تم ڈٹ کر مقابلہ کروگے تو ہم گلے سے ملائیں گی اور اگر فرار ہوگئے تو ہم تم سے بالکل جدا ہوجائیں گی۔ قریش کا علمبردار سب سے پہلے مقابلہ میں آتا ہے اور فخر یہ

کلمات اپنی زبان سے ادا کرتا ہے حضرت علیؓ اس کے مقابلہ میں نکلتے ہیں اور آناً فاناً جہنم رسید کر دیتے ہیں اس کے بعد اس کا بیٹا عثمان آتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے عورتیں دف بجا کر گاتی ہوئی جوش دلاتی ہیں اس کے مقابلے میں حضرت حمزہؓ آتے ہیں اور ایک تلوار مارتے ہیں جو اس کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے اب جنگ عام ہو جاتی ہے حضرت ابو دجانہ جیسے پہلوان اسلام اور حضرت علیؓ جیسے خیبر شکن صفوں کو چیرتے پھاڑتے الٹتے ہوئے کفار کا صفایا کر دیتے ہیں۔ آخر تمام کفار کو مجبوراً بھاگنا پڑتا ہے لیکن اسوقت مسلمانوں سے ایک زبردست اصولی غلطی ہو گئی وہ یہ کہ جن تیراندازوں کو آپ نے درہ پر کھڑا کیا تھا انھوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ اس اجتہادی غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار نے اس موقع کو غنیمت جان کر دوبارہ حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست کا منہ دیکھنا پڑا حضور کے شہید ہونے کی غلط خبر لشکر میں پھیل گئی اور مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے لیکن جب حضورؐ نے اس منظر کو دیکھا تو آپ نے باآواز بلند یہ ندا دی الیّ عباد اللہ انی رسول اللہ۔ مسلمانو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں حضورؐ کو بھی اس جنگ میں زخم لگا اور دندان مبارک شہید ہوئے لیکن آپ کی زبان پر اسوقت بھی کافروں کے حق میں بجز اظہار افسوس کے اور کچھ نہ تھا . . . . مسلمانوں کے ستر آدمی اس جنگ میں شہید ہوئے پھر مسلمان غیرت میں آئے اور ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دوبارہ کفار کو بھگایا ابو سفیان نے پھر حملہ کرنا چاہا مگر ہمت نہ ہوئی آخر کفار کو خائب و خاسر ہو کر واپس مکہ آنا پڑا۔

اس جنگ میں خاتونان اسلام نے بھی نہایت زبردست ایثار کا ثبوت دیا مجاہدین جو زخمی ہو چکے تھے ان کی خدمتیں کیں اور برابر مجاہدین کی معاونت کرتی رہیں حضورؐ کی کیا حالت ہے حتیٰ کہ ایک عورت انصاریہ جس کا شوہر اور بھائی شہید ہو گئے تھے سرور کائنات کا چہرہ دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھیں کل مصیبۃ بعدک جلل۔ اب تو کل مصیبتیں آسان ہیں۔

جنگ احزاب۔ گو اس سے قبل متعدد غزوات ہو چکے تھے بہت سے سریے آپ نے جگہ جگہ کفار کے مقابلے کے لئے روانہ کئے تھے محض اسلئے کہ کسی زبردست جنگ کا آغاز نہ ہو مگر کفار کب چاہتے تھے کہ مسلمان کسی حالت میں بھی چین کی زندگی گذاریں یہودیوں کو جلاوطن کرنے کی وجہ سے وہ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے وہ الگ جھنجلائے ہوئے تھے غرض یہ کہ تمام کفار یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے اور دنیا میں اسلام کا نام باقی نہ رہے لہذا ۵ھ ذیقعدہ کے مہینہ میں کفار مکہ نے مدینہ پر حملہ کیا اور ان کے ابھارنے پر دیگر ان قبائل نے بھی ان کا ساتھ دیا جو مدینہ کے آس پاس آباد تھے یہ تمام کفار کی مشترکہ طور پر مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنیکی آخری کوشش تھی۔ قریباً ان کی تعداد چوبیس ہزار تھی سرور کائنات کو اطلاع ہونیکے بعد آپ اصحاب کرام کو جمع کرتے ہیں اور مشورہ کرتے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ نے یہ مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ اس عظیم الشان سیلاب کو فوری طریقہ پر روکنے کا ذریعہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ مدینہ کے اطراف میں خندق کھدوا دی جائے چنانچہ آپ نے اپنے تمام اصحاب کو خندق کھودنے کا حکم دیدیا اور خود بھی نہایت جانفشانی سے خندق کھودنے میں شریک ہو گئے۔ اس حالت میں بھی مسلمان اسقدر خوش تھے کہ وہ خوشی بڑے سے بڑے تخت و تاج والے بادشاہ کو نصیب

نہیں ہو سکتی تمام کی زبان پر رجزیہ اشعار تھے۔ واللہ لولا انت ما اھتدینا ٭ ولا تصدقنا ولا صلینا ٭ فانزلن سکینۃ علینا ٭ وثبت الاقدام ان لاقینا ٭ حضور بھی ان کے ساتھ ساتھ مہاجرین وانصار کو دعائیں دے رہے تھے اللھم لاخیر الا خیر الآخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ۔ ایک ایسا بادشاہ جو قوم کا ہادی ہو اور ان کا بادشاہ ہو اور پھر مصیبت کے وقت ادنیٰ مزدور بنکر کام کرنے والا سوائے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے آجتک دنیا میں کوئی نہیں پایا گیا اسوقت مسلمانوں کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ حضور کی بھی یہی حالت ہے سارا عرب خون کا پیاسا ہو رہا ہے مگر ایسے وقت حضور پیشین گوئی سناتے ہیں کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں یمن و ایران کا تخت و تاج ہمارے قدموں میں آکر گریگا کفار مدینہ کو آکر گھیر لیتے ہیں، خندق کی وجہ سے یکایک کسی صورت سے مدینہ میں داخل نہ ہو سکتے تھے باہر ہی سے مقابلہ ہوتا رہا اس میں مسلمانوں کا غلبہ رہا۔ حضرت علیؓ نے کافروں کے مشہور پہلوان عمرو بن دو کو قتل کر ڈالا تھا آخر کفار نے انتہائی کوشش سے حملہ کیا تیر اور پتھر بیشمار مسلمانوں کے مقابلے میں پھینکے، مسلمان نہایت ثابت قدمی اور ہمت سے کام لیتے رہے اسی اثنا میں خدا تعالیٰ نے ایک زور کی آندھی بھیجی جس سے تمام کفار منتشر ہو گئے اور بھاگ گئے۔ کفار کو ان متواتر ناکامیابیوں کے بعد کبھی مسلمانوں سے مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔

صلح حدیبیہ۔ اس صلح سے قبل چونکہ یہودیوں کی شرارت انتہا تک پہنچ چکی تھی مسلمانوں کو ستانے میں انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا بنو قریظہ نے باوجود صلح کے صلحنامہ توڑ کر کفار مکہ کے ساتھ ملے اور مسلمانوں کے کچل ڈالنے کی کوششوں میں برابر حصہ لیا جنگ احزاب کے موقع پر جہاں کفار آئے تھے وہاں بنو قریظہ بھی مدینہ کے اجاڑنے کا قصد لیکر آئے ہوئے تھے اسلئے آپنے یہودان بنو نضیر کو جلاوطن کیا اور بنو قریظہ کو انتقاماً قتل کیا اب آپ یہ سمجھ رہے تھے کہ کفار نے مشترکہ کاوشیں بھی کرلیں مگر مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے اسلئے ضرور اسلام کی صداقت انکے دل میں اثر کر گئی ہوگی دوسرے آپنے خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے اصحاب کیساتھ طواف کر رہے ہیں چنانچہ آپ چودہ سو جان نثاروں کو لیکر عمرہ کرنیکے ارادہ سے مدینہ سے نکل پڑتے ہیں آپنے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ لیں چنانچہ سبؓ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور قربانی کے جانور ساتھ لیلئے اور مقام حدیبیہ پر جاکر پڑاؤ ڈالدیا کفار مکہ نے جب اس منظر کو دیکھا تو انھوں نے سمجھا کہ حضور لڑائی کرنے آئے ہیں لہذا وہ بھی تیاری شروع کر دیتے ہیں آپ انکو خبر بھیجتے ہیں کہ ہمارا لڑائی کا ارادہ ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم صرف عمرہ کرنیکے لئے آئے ہیں چنانچہ عروہ مکہ سے آیا اور کچھ گفتگو حضورؐ سے کی اثنائے گفتگو میں مسلمانوں کی شان میں چند ناشائستہ کلمات ادا کئے جس سے بعض صحابہ کو نہایت غصہ آیا اتنے میں نماز کا وقت آگیا اور حضور وضو کرنے لگے صحابہ کرام کی حالت یہ تھی کہ حضورؐ کے غسالہ کو اپنے بدن پر انتہائے عشق کی بنا پر مل رہے تھے۔ عروہ اس منظر کو دیکھکر سہم جاتا ہے اور اپنی قوم سے جاکر کہتا ہے کہ قسم خدا کی میں نے بڑے بڑے شاہی دربار دیکھے ہیں مگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح کسی کو نہ پایا۔ تاجدار مدینہ نے ایک قاصد بھیجا مگر اس کے ساتھ بھی کفار مکہ نے برا سلوک کیا اسکی سواری کو ذبح کر ڈالا ایک دستہ بھی انکی طرف سے حملہ کرنیکی غرض سے آیا مگر دربار نبوی میں گرفتار کر لیا گیا اور پھر اسکو چھوڑ دیا گیا کیونکہ لڑائی کرنا آپ کا مقصد نہ تھا۔ آخر میں حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا ان کو بھی کفار نے نظر بند کر لیا اور یہ خبر غلط پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ (بقیہ مضمون صفحہ پر ملاحظہ فرماویں)

خواتین اسلام کیلئے ایک مفید لائحۂ عمل

(از محترمہ رقیہ بنت خلیل بن محمد صاحب یمنی۔ حال وارد بھوپال)

(۱)

مولانا خلیل بن محمد صاحب یمنی کی صاحبزادی جنابہ رقیہ صاحبہ زمانہ کی ان مقتدر خواتین میں سے ہیں جن کا علم وفضل نہ صرف عورتوں کیلئے بلکہ اس زمانے کے بہت سے مردوں کیلئے بھی قابل رشک ہے۔ آپ نے اپنی جنس عورتوں کیلئے ایک علمی و اصلاحی لائحۂ عمل مرتب فرماکر ہمارے پاس بھیجا ہے۔ جسے ہم شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کرتے ہیں اور قارئین محدث سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خود بھی بغور ملاحظہ فرمائیں اور اپنے حلقے کی صاحب ذوق خواتین تک بھی موصوفہ کا یہ پیغام پہنچانے کی کوشش کریں۔ مضمون کی ابھی یہ پہلی قسط ہے۔ اس کی دوسری اور تیسری قسط انشاء اللہ آئندہ شائع ہوگی۔ جو اپنی اہمیت اور افادی حیثیت کے لحاظ سے اور بھی زیادہ قابل توجہ ہے۔ "مدیر"

کسی قوم کی ترقی کا دائرہ صرف اسکی اقتصادی ترقیوں اور اس کے افراد کی علمی سرگرمیوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ حقیقی معنٰی میں ترقی یافتہ کہلانے کی وہی قوم مستحق ہوسکتی ہے جسکے ابناء علوم وفنون سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ آئین معاشرت کو بھی بہتر سے بہتر بنانے میں کوشاں ہوں کیونکہ اصول معاشرت کا استحکام قوم کو حقیقی راحت بخشتا ہے اور اس کی کمزوری اور نقائص رفتہ رفتہ اس کیلئے ضرر رساں ثابت ہوکر آخر اسے قعر ضلالت میں گرا دیتے ہیں اور بہت سی معمولی معمولی بے عنوانیاں جنہیں وہ ترقی کے جوش وخروش میں نظر انداز کردیتی ہیں۔ انکا انجام ندامت وپشیمانی کی صورت میں اسکے سامنے آتا ہے یورپ جس کی علمی تمدنی ترقیوں کا چاردانگ عالم میں شہرہ ہے۔ آج ہر ذی عقل اس کے اصول معاشرت اور خانگی زندگی کے غیر مستحکم ہونے پر انگشت بدنداں ہے اور وہ خود بھی اپنی خانگی زندگی کے خوشگوار بنانے کی کوششوں میں ناکامی پر پریشان نظر آتا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور سے میرے اس دعوے کی بخوبی تصدیق ہوسکتی ہے۔

اخباری دنیا پر واقفیت رکھنے والوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ وہاں سامان عیش وعشرت کی فراوانی اور نت نئے فیشنوں کی آئے دن تبدیلی نے باوجود سرمایہ کی کثرت کے نفسی نفسی کا میدان گرم رکھا ہے اور وہاں کی متوسط اور معمولی طبقہ کی عورتوں کے نازک شانے خانداری۔ پرورش اولاد۔ نمائش حسن تحصیل علم وہنر وغیرہ اپنے اہم مشاغل کے ساتھ ساتھ فکر معاش کا بار گراں اٹھانے پر بھی مجبور ہیں اور اس کشمکش میں مبتلا ہوکر وہ اپنے بعض اہم فرائض اور خانہ داری پرورش اولاد کی طرف کماحقہ توجہ کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔

البتہ جرمنی کے ڈکٹیٹر "ہر ہٹلر" نے عورتوں کو اپنی خانگی زندگی کو سنوارنے اور زیور علم سے آراستہ ہوکر حسب طاقت مناسب کاموں کے انجام دینے پر زور دیا ہے اور کان کنی یا اسی قسم کے سخت اور طاقت طلب پیشوں سے منع کیا ہے اٹلی کے قائد اعظم "مسولینی" کے بھی اسی کے قریب خیالات اخبارات میں دیکھے گئے ہیں

بہرحال مغربی خاتون نے ہر شعبہ زندگی میں خوب ترقی کی لیکن اسی علمی اور سیاسی جدوجہد اور مردوں سے سبقت

لیجانے کی دھن میں وہ اپنے فطری وقار یعنی خانہ داری کی زندگی سے تقریباً دست بردار ہوگئی اور ابھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اختلاط باہمی کے یقینی اثرات نمایاں نظر آنے لگے یعنی شرم وحیا کے پردے آنکھوں سے اٹھ گئے اور حسن کی نمائش ہونے لگی جسکا نتیجہ عریانی تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور برہنگی کو روز افزوں ترقی ہے۔ عریاں باٹیوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے جس کی ممبر شوقِ خود نمائی اور ذوق خود آرائی رکھنے والی عورتیں ہی ہیں۔

چونکہ خواتین مغرب ترقی کی رو میں پورے طور پر میدان میں اتر آئی ہیں اور ان میں سے اکثر تعلقات باہمی کو مستحکم رکھتے ہوئے خانگی زندگی بسر کرنیکی عادی نہیں رہیں بلکہ اسے قید سلاسل سمجھ کر اس سے دور بھاگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں ازدواجی تعلقات خوشگوار نہیں رہنے پاتے اور طلاق وخلع کی صورت میں آئے دن ان تعلقات میں بدمزگی پیدا ہوا کرتی ہے اور اس طرح انکی خانگی زندگی کا روزانہ جنازہ اٹھا کرتا ہے نامناسب طریقوں پر بے پردگی اور افراط و تفریط کی یہ انتہا کوئی غیر متوقع نہیں ہے بلکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا میں مذہب سے بڑھکر (اگر وہ مذہب تہذیب وشائستگی کے سانچہ میں ڈھلا ہو) کوئی شے نفس امارہ کو دبانے اور دلوں پر حکومت کرنیوالی نہیں۔ پھر جب مذہب کی طرف سے بے پرواہی۔ دولت میں فراوانی۔ آزادی میں افراط یہ چیزیں جب بھی باہم جمع ہونگی ہمیشہ زندگی کی راہ میں بد سے بدتر نتائج رونما ہوسکتے ہیں۔

اخبار صدق کے ایک مضمون نگار نے امریکہ کے ایک اخبار میں سے ترجمہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ امریکہ کے مذہبی پیشوا اس بڑھتی ہوئی بے باکی بے محابا اختلاط کے برے نتائج کو جو خطرناک صورت اختیار کر رہے ہیں قابو میں لانیسے قاصر ہیں۔

ہندوستانی عورت میں بیداری کے آثار

فی زمانہ ہندوستانی عورت بڑی کشمکش میں گرفتار ہے ایک طرف تو اسے ہندوستانی قدیم معاشرت کا بھیانک منظر نظر آتا ہے۔ اس میں عورت کے وجود کو ایک زحمت قرار دیا گیا ہے اور اسکی وقعت ایک زرخرید کنیز سے زیادہ نہیں جو اپنے آقا کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے اسے رکھے۔ غرض آقا کے رحم وکرم پر اسکی نظر لگی رہتی ہے ترکہ اور ورثہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے اور وہ ایک مملوکہ ہے۔ جس کی ملک میں کسی شے کا ہونا تو درکنار وہ خود اپنی مختار نہیں اگر وہ گھر کی چاردیواری میں گھٹ گھٹ کر زمانہ دنیاں سہتے ہوئے اپنی جان شیریں کو جان آفریں کے سپرد کردے تو یہ اس کی سب سے بڑی سعادت تصور کی جاتی ہے۔

دوسری طرف تہذیب مغرب کے سبز باغ اس کے پیش نظر ہیں جن میں وہ کامل آزادی کا سانس لے سکتی ہے۔ کیونکہ مشرقی قدیم معاشرت کی بندشوں سے وہ اکتا چکی ہے اور عرصہ دراز تک پرآشوب زندگی بسر کرتے کرتے اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا ہے لہٰذا تہذیب مغرب کے ہی دامن میں اسنے پناہ لینا مناسب سمجھا۔

اور یہ امر مسلمہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنی قومی خصوصیات دولت تہذیب وجاہت کھو بیٹھتی ہے تو اس بیچارگی کی حالت میں وہ اس قوم کی بلا تامل تقلید شروع کردیتی ہے جس کے دامن میں اسکو آزادی کا سانس لینے کی امید ہو اور اس کی پیروی اپنا شعار بنا کر عوام میں سرخرو اور اس کی نظر میں وجیہہ بننا اس کا اعلیٰ ترین مقصد رہ جاتا ہے مشرقی

ورت اس سے مستثنیٰ نہیں ہے وہ بھی رسم ورواج کی شدید بیڑیوں اور چاردیواری کی تاریکیوں سے نکل کر روشنی کے میدان میں آکردم لینا چاہتی ہے۔ اور اپنی مغربی بہن کی آزادی سے متاثر ہوتے ہوئے جلد سے جلد اسی ترقی اور آزادی کی معراج کمال پر پہنچ جانے کی خواہشمند ہے

غرض مشرقی خاتون کی نظر میں مغربی عورت کی زندگی قابل رشک زندگی ہے جس کے حصول کی وہ متمنی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مشرق میں اس کی اس زبوں حالی کے ہوتے ہوئے اس کی یہ آرزو فطرت انسانی کے منافی نہیں بلکہ اس کے عین مطابق ہے درحقیقت مشرق کی اپنی خواتین کے حقوق کی طرف سے بے اعتنائی سرد مہری اور ناقدردانی نے اس کی عورت کو جنگ آزادی پر مجبور کیا ہے۔ جب اسے علوم وفنون سے ایک عرصے تک محروم رکھا گیا اور چاردیواری میں مقید کرکے جہالت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا گیا اس کی ہستی اور اس کے احساسات کو پائے استحقار سے ٹھکرایا گیا تو اس نے اپنے آپکو زمانے پر بارگراں تصور کرتے ہوئے دنیا پر اپنی وقعت اور اپنی ہستی کے اظہار کرنے کا فیصلہ کرلیا اور یہ باور کرانیکا کہ جس طرح مغربی خاتون زندگی کے ہر شعبے میں مردوں کے دوش بدوش کام کرسکتی ہے مشرقی عورت اس سے قاصر نہیں ہے۔

اب اس ارادہ کی تکمیل کے لئے اس نے مغربی تہذیب کے ہی گوشۂ عافیت میں کہیں پناہ لینا چاہی ہے اور اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر مغربی عورت کو اپنا مقتدا بنائے ہوئے میدان عمل میں اتر رہی ہے اور ٹرکی مصر اور ایران وغیرہ ممالک کی عورتوں کو مغربی تہذیب پر عمل پیرا دیکھکر اسکو تہذیب جدید کے پرمنافع ہونیکا اور زیادہ یقین کامل ہوگیا ہے۔

چنانچہ اس کا مشرقی قدیم روایات کو پاافتادہ سمجھکر نسے بیزار ہونا تعلیم جدید پاکر تہذیب جدید کے رنگ میں رنگ جانا اور حرم کی چاردیواری سے نکلکر پارکوں ہوٹلوں سنیما گاہوں اور مردانہ جلسوں میں بے باکی سے شریک ہونا۔ نیز افزائش حسن کے لوازمات کا ہندوستان میں عام ہوجانا اور لباس میں بے حجابانہ تغیر یہ تمام باتیں اسپر شاہد ہیں کہ ہندوستانی عورت کس سرعت سے مغربی تہذیب کا اثر قبول کررہی ہے۔

"ہمیں کیونکر شاہراہ ترقی پر گامزن ہونا چاہیے"

کسی جماعت کا پستی کے بعد شاہراہ ترقی پر گامزن ہونا اور اپنی تعلیمی وتمدنی خامیوں میں درستی اور اصلاح کا قدم بڑھانا ایک مستحسن اقدام ہے لیکن اس جماعت کو اپنا اصلاحی قدم بڑھاتے وقت تعمیر عمارت کی مثال اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے جسمیں ادنیٰ سی ابتدائی خامی چشم زدن میں تمام محنتوں اور کاوشوں کو اکارت کرسکتی ہے۔

جب میں اپنی مشرقی بہن کی اس اصولی غلطی پر غور کرتی ہوں جو حصول آزادی اور کسب مراتب کے جوش وخروش میں اس سے سرزد ہورہی ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے تو میرے افسوس کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اسنے اصلاحی قدم بڑھانے کی ابتدا ترک نقاب اور مغربی تہذیب میں جذب ہوجانے سے کی ہے حالانکہ دنیا کو اپنی وقعت باور کرانے اور زیور علم وفن سے آراستہ ہونے میں افزائش حسن کے لوازمات کے ساتھ باہر نکلنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اس اعلیٰ ترین مقصد کی جدوجہد کے ضمن میں زیب وزینت کے ساتھ آئے دن نئی نئی طرز وادا میں بلاضرورت باہر نکلنا ہرگز شامل نہ تھا۔ کیونکہ یہ طریقہ تو دوسروں کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے کا باعث ہے پھر یہ ذلیل جذبہ ان شریف

ر اعلیٰ مقاصد میں کیسے شامل ہو سکتا ہے بلکہ یہ انتہائی کمزوری اور نادانی کی دلیل ہے جس سے ایکطرف امن مشرق
د اغدار ہوتا ہے تو دوسری طرف شرف نسوانی کو بٹہ لگتا ہے۔
لہذا مشرقی خاتون اگر قبول کرے تو میرا اسکو یہ خیر سگالانہ مشورہ ہے کہ مشرقی قدیم تہذیب و اصول معاشرت کو چھوڑتے
ئے اور جدید تہذیب و اصول معاشرت کو اختیار کرتے وقت ان پیچیدگیوں اور دشواریوں کو نظر انداز نہ کردیں جن
سبب سے آج یورپ پریشان نظر آتا ہے نیز خود مغربی خاتون کیلئے حسن معاشرت سخت تکلیف دہ ثابت ہو رہی
کیونکہ اس نے خانگی زندگی کو تقریباً خیرباد کہکر بیرونی زندگی اختیار کی ہے اور اس طرز کو اختیار کرنے کے بعد اس
زندگی کا آخری دور جس حسرت اور تاریکی میں گذرتا ہے اس سے وہی خوب واقف ہونگی۔ مغربی عورت اگر مالدار اور
بن ہے تو اپنی درمیانی عمر میں خوشحال رہ سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہے تو اجتماعی زندگی کے فقدان اور مصارف
زیادتی کی وجہ سے اسے انتہائی تنگدستی اور کس مپرسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ اپنے کو دنیا میں بدقسمت ترین انسان
سور کرتی ہے۔ محمود بریلوی صاحب نے رسالہ سہیلی میں ایک عظیم المرتبت مغربی شاعر اور ماہر نفسیات اسکرو وائلڈ کی
طر میں جو مغربی عورت کے متعلق خیالات ہیں ان کا ترجمہ کیا ہے اس میں صرف دو سطریں نقل کرتی ہوں اسکرو وائلڈ
تا ہے "آج کل مغربی عورتوں کے اخلاق حسن کی سالانہ نمائشوں جسمانی ورزشوں کے اکھاڑوں اور عریانی فطرت کیطرف
جت قہقرای کے دیوتا پر بھینٹ چڑھائے جا رہے ہیں۔
نیز کہتا ہے کہ مالدار اور حسین عورتیں آفتاب شباب کے ڈھل جانے کے بعد سیاسیات سماجی انجمنوں اور خیراتی
دروں میں حصہ لیکر اپنی شہرت اور ہردلعزیزی کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ اسلئے ہر خوشجمال رضاکار عورت پبلک اخلاق
یلئے خطرہ اور مجلسی زندگی کا ایک مجسم فریب ہے پھر انگلستان کے وزیر حرب کے شادی نہ کرنے کی علت اگر دریافت
جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسوقت تک اسلئے شادی نہیں کی ہے کہ میں ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں
کھانا پکانا بھی جانتی ہو کیونکہ فوجیوں کیلئے ڈبوں کی بند غذائیں مضر ثابت ہوتی ہیں۔
لہذا مشرقی عورت کو خذ ما صفا و دع ما کدر کے مقولے پر عمل پیرا ہو کر ان تمام باتوں سے عبرت حاصل کرتے
وئے ایک ایسی شاہراہ اختیار کرنا چاہئے جس پر گامزن ہو کر علمی ترقیوں کے ساتھ ساتھ وہ اپنی خانگی زندگی کو بھی
شگوار رکھ سکے۔ اور خصوصاً ہماری مسلمان بہنیں صرف علوم مشرقیہ و مغربیہ حاصل کر کے اکتفا نہ کریں بلکہ انھیں
ہبی علوم سے بھی کماحقہ واقفیت لازمی ہے کیونکہ علوم خواہ مغربیہ ہوں یا مشرقیہ وہ صرف تربیت دماغ اور ذہنی
رتقا کا بہترین ذریعہ ہیں اور اصلاح دنیوی یا اور اسی قسم کے مفاد جو انسان کی ظاہری اصلاح سے تعلق رکھتے ہیں اس
سے وہ بھی حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اصلاح معاشرت ارتقائے روحانی اور ظاہری و باطنی اخلاق کی اصلاح سے
ہ بالکل قاصر ہیں۔
کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ یورپ تمام علوم و فنون کا احاطہ کر چکنے کے بعد بھی باطنی اخلاق و ارتقائے روحانی

معاشرتی اصلاح سے قاصر رہا۔
لہذا ارتقائے روحانی۔ اصلاح معاشرت اور تہذیب اخلاق کیلئے مذہبی تعلیم ناگزیر ہے قبل اس کے کہ میں تعلیمی
مئلہ پر روشنی ڈالوں پردہ کی اہمیت اور اس کی نزاکت پر غور کرتے ہوئے اس کے متعلق مختصراً اپنے خیال کا اظہار
ضروری سمجھتی ہوں۔
آجکل مسلمان عورتوں کیلئے تعلیم اور دیگر فنون حاضرہ حاصل کرنے کی راہ میں جنکا حاصل کرنا اس پر آشوب
زمانے میں بقائے ناموس کیلئے ازلبس ضروری ہے۔ پردہ ایک خلیج سمجھا جاتا ہے جس کے حائل ہونے کے سبب سے ان کا
حصول تقریباً محال ہے پھر یہ زمانہ پر آشوب ہے اگر مسلمان عورت ویسی ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے اور جہالت کی پٹی آنکھوں
پر باندھے بیٹھی رہی جیسی بیٹھی تھی تو اسکو آئندہ صرف اپنی ہی نہیں بلکہ اپنی قوم کی ہستی برقرار رہنے سے نا امید ہو جانا
چاہئے کیونکہ دوسری قومیں زن و مرد کے ساتھ میدان عمل میں اتر چکی ہیں اور اپنے کو علمی عملی ہر حیثیت سے استوار کرنے
کی فکر میں ہیں اور اسی کو انھوں نے دور اندیشی سمجھا ہے۔
غرض زمانے کی نزاکت کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان عورت بھی اپنے مذہبی شعار کو نہ ترک کرتے ہوئے علمی سرگرمیوں
کے ساتھ عہد حاضرہ کی اس سب سے اہم ضرورت کیلئے اپنے آپ کو حتی الامکان تیار رکھے اگر اس نے زمانے کی ہر نئی
مصیبت اور متوقعہ مشکلات پیش آنے پر اپنے آپ کو تیار نہ رکھا اور اپنی مدافعت کی امکانی تدابیر سے وہ ابھی سے غافل
رہی تو یہ اس کی کوتاہ بینی اور ناعاقبت اندیشی پر محمول ہوگا۔ لہذا زندگی کے کارزار اور نازک دور میں مسلم خاتون اسی طرح
آزاد ہے جس طرح عہد اسلام کی مایہ ناز فخر اسلام خواتین یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا
حضرت خولہ ام خیر با رقیہ وغیرہ آزاد تھیں۔ اور ان اوقات میں نقاب ان کی سد راہ نہیں تھی۔
اور اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمان عورت خواتین اسلام کی برگزیدہ ہستیوں کی اقتدا
کرتے ہوئے امن و آشتی کے زمانے میں اپنے گھر کی ملکہ اور اسکی زینت اور اپنے آقائے مجازی کی مونس و غمگسار رہے
اور زمانے کی کجروی اور اس کے پر از شدائد و محن ہونے کے وقت انھیں برگزیدہ ہستیوں کی اتباع میں عفت و عصمت کی
اپنی چادر اوڑھکر اپنی اور اپنی قوم کی ہر ممکن طریقے پر مدافعت کر سکتی ہے اسی طرح اسلامی حدود سے تجاوز نہ کرتے
ہوئے افراط و تفریط سے بچکر آج بھی مسلمان عورتیں علمی اور قومی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہیں بلکہ ہندوستان کے
طول و عرض میں باوجود اس بے اعتدالی اور حد سے تجاوز کے زمانے کے چند ایسی خواتین موجود ہیں جو اسلامی شعار کو
برقرار رکھکر حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکی ہیں اور قومی سرگرمیوں میں بھی حصہ لے رہی ہیں۔

(باقی)

شیخ عطاء الرحمن صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ سے شائع کیا

Rega. No. 3204

4 ANNAS
رسالہ
محدث
دہلی
زیر ملکیت
شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ دہلی
مدیر مسئول
نذیر احمد املوی
رحمانی
نگران اصول
مولنا عبید اللہ صاحب رحمانی
شیخ الحدیث

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہوں گے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصول ڈاک آنے پر واپس کئے جائیں گے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۶ | بابت ماہ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق جمادی الاولی ۱۳۵۷ھ | نمبر ۳

درد و کرب کی غم انگیز داستان

(از نذیر احمد املوی رحمانی ایڈیٹر رسالہ محدث دہلی)

ٹپک اے شمع! آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں، حسرت بھری ہے داستاں میری

حکیم مشرق سر اقبال مرحوم پر ماتم کرنے والوں کے نالہ و شیون کی آوازیں ابھی کانوں میں گونج ہی رہی تھیں کہ قدرت نے ایک اور چرکہ لگایا۔ ابھی یہ زخم کاری مندمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دل کی گہرائیوں میں رنج والم کا ایک دوسرا ناسور پیدا ہوگیا۔ ابھی اس ھم و غم کی چبھن باقی ہی تھی کہ درد و کرب کی ایک دوسری ٹیس پیدا ہوگئی۔ ابھی ہم سفینۂ علم و حکمت کے ڈوب جانے کا ماتم ہی کر رہے تھے کہ گنجینۂ دولت و ثروت، خزینۂ جود و سخا بھی ہم سے چھن گیا۔ یعنی وحی الٰہی کا خادم، رسول عربی کا عاشق، وقت کا سخی، زمانے کا حاتم، بیواؤں کا سہارا، یتیموں کی آس، غریبوں کی مراد، بے کسوں کی پناہ، دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے مہتمم، رسالہ محدث کے مالک عالیجناب شیخ عطاء الرحمن صاحب [illegible] آٹھ روز تک صاحب فراش رہ کر یکم ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق یکم جون ۱۹۳۸ء بروز بدھ کی رات میں ۱۱½ بجے کے قریب، اپنے رب کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اعلیٰ علیین کو سدھار گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

قدرت نے مرحوم کو وہ دل دیا تھا جس میں رحم و کرم لطف و عطا اور غربا پروری کا جذبہ روز اول ہی سے کارفرما تھا

اور جاننے والے اسے جان بھی رہے تھے لیکن ۱۹۲۱ء میں جبکہ ملت کا شیرازہ منتشر، علم دین کی بے قدری، طالبان علم کی بے سرو سامانی، قرآن حکیم کی تعلیمات سے بیزاری، احادیث نبویہ کی ضیا باریوں سے بے توجہی کا احساس آپ کے اور آپ کے برادر بزرگ حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم غفراللہ ورحمہ کے دردمند دلوں میں پیدا ہوا۔ اور پھر ان دونوں کی متفقہ حوصلہ مندیوں سے دارالحدیث رحمانیہ جیسی عظیم الشان مستقل علمی درسگاہ کی بنیاد رکھی گئی۔ تو اس وقت سے دنیا نے خاص طور پر آپ کو پہچاننا شروع کیا۔ اور پھر اسی سال آپ کے بڑے بھائی حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم جب اپنے رب سے جا ملے۔ اور مدرسہ کے اخراجات کا بار گراں تنہا آپ کے کندھوں پر ڈال گئے، تب تو دنیا کے سامنے آپ اس شان سے نمایاں ہوئے کہ آج مرنے کے بعد آپ کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ آپ کو خلق خدا، دین اور علم دین کی خدمات کا جتنا موقعہ ملتا گیا، اتنا ہی آپ کے اس جذبے میں ترقی ہوتی گئی۔ اور آہستہ آہستہ یہ فیض اتنا بڑھا کہ آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ حجاز و نجد، شام و عراق، مصر و یمن، سندھ و سماٹرا، چین و جاوا، رنگون و آسام غرض مشرق و مغرب شمال و جنوب کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اس مرد خدا کا دست کرم کسی نہ کسی نوعیت سے نہ پہنچا ہو، اور کوئی ایسی جماعت نہیں جو اس کی بخشش و عطا سے بالکل ہی محروم رہی ہو۔

حقیقت حال سے ناواقف حضرات ممکن ہے میری اس تحریر کو مبالغہ سمجھیں لیکن میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس میں قطعاً مبالغہ نہیں۔ یہ نہ سمجھئے کہ صرف اپنا ہی مدرسہ اس کے اخراجات کا مرکز تھا، یا صرف رسالہ محدث ہی کے ذریعہ وہ دین و ملت کی خدمتیں انجام دے رہا تھا۔ نہیں نہیں بلکہ کم و بیش ایک ہزار روپیہ ماہوار خود اپنے مدرسہ کے خرچ کے علاوہ، مبلغین کی تنخواہیں تبلیغی کتابوں اور رسالوں کی اشاعت، دوسرے مدارس اور تبلیغی انجمنوں و یتیم خانوں کی امداد وغیرہ تو ایسے مصارف ہیں جنہیں ہم بھی جانتے ہیں۔ لیکن اس کے سوا اس کے اخراجات کی بہت سی مدیں تو ایسی خاموش اور خفیہ تھیں کہ مطابق حدیث نبوی لَا تَعْلَمُ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ یعنی داہنے ہاتھ سے خرچ کرتا ہے اور بائیں کو خبر نہیں ہوتی۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جاڑے کے موسم میں چار چار اور پانچ پانچ سو لحاف اور کمبل بنوائے اور خریدے جاتے ہیں اور پھر خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کہاں تقسیم ہو جاتے تھے۔ رشتے کی بیواؤں اور غریبوں کے علاوہ، محلے کے محتاجوں اور شہر کے ناداروں کو کبھی نہیں بھولتے تھے رومال میں ہر وقت روپے بندھے ہوتے تھے اور حسب موقع اور حسب توفیق دن بھر اس میں سے ضرور تمندوں پر خرچ کرتے رہتے اور خصوصاً ان سفید پوش مصیبت زدوں پر زیادہ توجہ رکھتے تھے جو باوجود ناداری اور انتہائی غربت کے اپنی شرافت اور غیرت کے باعث کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ مدتوں یہ دستور رہا کہ ہفتہ میں ایک روز شہر کے بچوں میں پیسے تقسیم کرتے تھے۔ جب یہ دن آتا تو بچوں کا ایک جم غفیر مدرسہ کے سامنے آکر جمع ہو جاتا اور تقریباً گیارہ مرحوم کے آنے کے وقت ان کی موٹر کا ہارن سنکر اک شور برپا ہو جاتا، اور بچے مسرت کے مارے اچھلے پڑتے۔ موٹر سے پیسوں کی تھیلی ہاتھ میں لیکر خود اپنے ہاتھوں سے ایک طرف سے سب کو بانٹنا شروع کر دیتے اور انتہا یہ ہے کہ وہ بچے کسی اسکول یا مدرسہ میں پڑھنے جاتے تھے اور عام تقسیم کے وقت نہ پہنچ سکتے تھے۔ ان کا حصہ الگ محفوظ رکھ دیتے۔ اور شام کو چار بجے وہ واپس آتے تو پھر ان کے حصے کے پیسے ان کو دیتے۔

لیکن آہ! داد ودہش کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آج یکایک رک گیا۔ مظلوموں اور بے کسوں کے سروں سے رحمت یزدانی کا یہ مبارک سایہ اچانک اٹھ گیا۔ پس یہ غم میرا ہی غم نہیں بلکہ ملت کا غم، قوم کا سوگ اور جماعت کا ماتم ہے ؎

آ عندلیب! مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار، میں چلاؤں ہائے دل

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کا افتتاح شوال ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں ہوا۔ اور اسی سال تقریباً دو مہینے کے بعد ذی الحجہ میں میں مدرسہ میں بغرض تعلیم داخل ہوگیا۔ ابتداء سے انتہا تک اپنی دینی تعلیم کا بیشتر حصہ یہیں مکمل کرنے کے بعد شعبان ۱۳۴۶ھ میں میں نے مدرسہ سے سند فراغت حاصل کی۔ اور پھر اسی سال مدرس کی حیثیت سے مدرسہ کی خدمت پر مامور ہوگیا۔ اور ابتک بحمد اللہ اسی درجے پر فائز ہوں۔ اس اٹھارہ سالہ زندگی میں شاید ایک آدھ سال میں مدرسہ سے غیر حاضر رہا۔ ورنہ اکثر حصہ اسی گلشن علم کی بلبلوں، باغ حکمت کے پھولوں، اور ریاض ملت کی کیاریوں میں گذارا ہے۔ اس درمیان میں محترم مرحوم کے لطف وکرم کی بدلیاں، میری جسمانی وروحانی اصلاح وفلاح، نجاح وبہبود کیلئے، مجھ پر جس طرح جھوم جھوم کر برسی ہیں، بخدا اس کے شکریے کیلئے اگر میرے جسم کا ایک ایک بال، اور رگوں میں دوڑنے والے خون کا ایک ایک قطرہ مجسم دعا بنجائے، تب بھی کبھی اس کا معاوضہ نہیں بن سکتے۔ اللہ، اللہ جس کے فیض نے جہل ونادانی کی تاریک گہرائیوں سے نکالکر، علم وہدایت، عزت ورفعت کے بلند میناروں پر پہنچا دیا ہو، بھلا اس کا معاوضہ کسی انسانی طاقت کے بس میں ہے؟ مجھے فخر ہے کہ میرے رب نے مجھے رحمانیہ کی خدمت کی توفیق بخشی، اور میں نے اپنے محترم محسن کی شفقت ومحبت کے زیر سایہ رہ کر اپنی علمی ترقیوں کے بہت سے مدارج طے کرلئے۔ لیکن کاش قدرت نے کچھ اور مہلت دی ہوتی، تو نہ معلوم ہم کہاں سے کہاں پہنچتے۔ محترم مرحوم کو مجھ عاجز اور میرے محترم دوست مولانا عبید اللہ صاحب کے ساتھ خاص انس تھا۔ انس ہی نہیں بلکہ دلی محبت اور قلبی تعلق تھا۔ ان کی یہ ہمیشہ تمنا اور خواہش رہی کہ وہ ہمیں عروج وترقی کے بلند سے بلند مقام پر دیکھیں۔ لیکن وائے قسمت! ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد ✣ روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

قارئین! ابتک جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ مرحوم کے مالی ایثار وقربانی سے متعلق تھا۔ لیکن ان کی زندگی کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جو اس سے بہت زیادہ اہم، اور زمانے کے لحاظ سے نہایت تعجب خیز اور عبرت انگیز ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج دنیا میں دولت کا غرور، ثروت کا نشہ ایک طرف اگر اللہ کے غریب بندوں پر حقارت کی نگاہ ڈالتا ہے۔ تو دوسری طرف خود خدا سے بھی آمادۂ پیکار رہتا ہے۔ یہ تجوریوں کے مالک یہی نہیں کہ حاجتمندوں اور فاقہ مستوں ہی کو دھتکار دیتے ہوں، بلکہ اسلام اور شعائر اسلامی کا بھی مضحکہ اڑاتے ہیں۔ طالبانِ دین کو ساتھ بٹھانا تو درکنار، ان سے بات بھی کرنا اپنی ہتک اور باعث عار سمجھتے ہیں۔ لیکن مدرسہ رحمانیہ کا مرحوم مہتمم اپنے اس اخلاقی کیرکٹر اور دینی اسوہ میں بھی اپنی نظیر آپ تھا۔ پنجگانہ نمازوں میں پابندیٔ جماعت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جبکہ یہ اللہ کا بندہ باوجود عیش وعشرت کے جملہ اسباب فراہم ہونے کے بھی، رات کے

اس حصے میں جبکہ تمام آبادی پر سناٹا چھایا ہو لوگ نرم گدوں یا پھول کی سیجوں پر مصروف راحت ہوتے۔ اور رات بھر کی سرمستیوں کا خمار ان کو دبوچے ہوتا، تو اللہ کا یہ مخلص بندہ اپنے رب کی چوکھٹ پہ سجدہ ریز ہوتا۔ مالک کی یاد میں لگا رہتا۔ نمازیں پڑھتا اور دعائیں کرتا رہتا تا آنکہ جب صبح صادق کا وقت قریب ہوتا تو اس خیال سے کہ فجر کی نماز اول وقت ہو ڈیڑھ میل پیدل چلکر مدرسہ میں پہنچتا اور ایک طرف سے سب کو نہایت شفقت و محبت سے کسی سے یہ کہکر "اٹھو بیٹے نماز پڑھ لو" اور کسی کان میں یہ آواز ڈالکر کہ "چلو بھائی نماز پڑھ لو" جگانا شروع کرتا۔ اور ایک بار نہیں، بلکہ دو دو تین تین چکر لگا کر مدرسے کے ایک ایک فرد کو اٹھاتا۔ اور کبھی کسی پر اس لئے ناراض نہیں ہوا کہ تم با وجود بار بار آواز دینے کے بھی جلدی کیوں نہیں اٹھتے اور یہ نہیں کہ دو چار مہینے یا سال دو سال کر کے چھوڑ دیا ہو۔ بلکہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اس کو جاری رکھا۔ آندھی آئے یا بدلی ہو، سردی ہو یا سخت گرمی اس وظیفے کو کبھی ترک نہیں کیا۔ یہ مرد خدا خود پابند شرع تھا اور اپنے ہر ماتحت کو پابند شرع دیکھنا چاہتا تھا۔ کبھی کسی کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے دیکھا تو اس پر ٹوکا۔ کبھی کسی کی نماز میں غفلت دیکھی تو اس پر تنبیہ کی۔ الغرض وہ عالم تو نہ تھا لیکن عملی حیثیت سے بہت سے علماء کے لئے نمونہ تھا۔ غفر اللہ لہ ورحمہ

اخلاق کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ ہر روز صبح کی نماز پڑھکر جب گھر واپس جاتے، اور پھر دس، گیارہ بجے مدرسہ میں آتے تو بغیر کسی تکلف کے ایک کھری چارپائی پر بیٹھ جاتے۔ اور شام تک انھیں غریبوں اور بے وطن طالب علموں کے ساتھ خوش خوش باتیں کرتے رہتے۔ جنھیں دنیا حقارت سے ٹھکرا دیتی ہے۔ ہر ایک کی خیریت پوچھتے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ اور حتی الوسع کسی کو یہ حسرت پیدا ہونے کا موقع نہیں دیتے کہ ہم پردیس میں ہیں۔ اگر کبھی کسی کو کوئی رنج دہ حادثہ پیش آتا تو اسے بلا کر ایسی دل بہلاوے کی باتیں کرتے جس سے اس کا غم غلط ہو جاتا۔ خود بھی نہایت زندہ دل انسان تھے، اور زندہ دلی ہی کو پسند کرتے تھے تقشف اور خشک مزاجی اونھیں نہیں بھاتی تھی۔ دن رات مدرسہ ہی کا خیال رہتا اور ہمیشہ طلبہ و مدرسین ہی کی خاطر و مدارات کی فکر میں رہتے چنانچہ اپنی اس آخری بیماری میں بھی وفات سے دو روز پیشتر جب مولانا محمد صاحب عیادت کے لئے گئے، تو اپنی کمزور آواز میں سب سے پہلے طلبہ کی خیریت اور مدرسہ کا حال پوچھا۔ الغرض مرحوم کی شخصیت اپنی ممتاز خصوصیات کے لحاظ سے ایک مغتنم ہستی تھی۔ جس کی ذات سے بڑی بڑی ملی و قومی امیدیں وابستہ تھیں۔ لیکن حیف! ع

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

مرحوم کی اہم یادگاروں میں سب سے بڑی اور مستقل یادگار مدرسہ رحمانیہ ہے۔ جس کا دائمی اجر انشاء اللہ ان کے رفع درجات کا سبب بنے گا۔ مرحوم نے آج سے دو سال پیشتر ہی اس کی تولیت کا حق اپنے منجھلے صاحبزادے عالیجناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب وفقہ اللہ و بارک کے حوالہ کر دیا تھا۔ جو اپنی فطری قابلیت اور طبعی مستعدی، نیک دلی اور خوش اخلاقی کے باعث ہر طرح اسکے اہل بھی ہیں امید ہے کہ انکے ساتھ ان کی معاونت و تائید میں انشاء اللہ انکے بڑے بھائی جناب حافظ فضل الرحمن صاحب اور چھوٹے بھائی خانصاحب جناب شیخ حبیب الرحمن صاحب میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ بھی ہر طرح انکا ساتھ دینگے اور اس اہم ذمہ داری کے نباہنے

میں تینوں بھائی متفقہ طور پر دلچسپی کے ساتھ کوشاں رہیں گے۔

آخر میں ہم مرحوم کے لئے خلوص وعقیدت کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! ان پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بدلیاں برسا۔ ان کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر کر، خدایا! ان کی قبر میں وسعت وفراخی دے۔ اسے نور سے بھر دے انھیں ہر طرح کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ مولا! انھیں جنت میں بلند ترین مقام عطا فرما، اور انھیں اپنے دیدار سے نواز۔ الٰہی! ان کے سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے ساتھ ہی دربار الٰہی میں ہماری یہ التجا بھی ہے کہ خدایا! مرحوم کے اس صدقہ جاریہ کو قائم رکھ۔ ان کے بچوں خصوصاً جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب کو ہمت دے کہ وہ اس نقش کو باقی رکھیں۔ ان کے دل میں مدرسہ اور اہل مدرسہ کے ساتھ محبت کا جذبہ پیدا کردے اور انھیں بھی باپ کی طرح دین الٰہی کی خدمت کی حلاوت سے لذت آشنا کردے۔ کہ بقول اقبال مرحوم ؎

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی ✢ نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو ✢ ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو ✢ وہ رونق انجمن کی ہے انھیں خلوت گزینوں میں
کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

حضرت میاں شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم

کی وفات سے اسلام کو ایک تازہ مصیبت

(از مولانا محمد یوسف صاحب) (مسنف مغرب تربیتی)

یہ خیال ہی نہ تھا کہ یہ مجسم رحم وکرم سراپا اخلاق ہستی ہم سے یک بیک جدا ہو جائیگی کہ یکایک عزیزم مولوی نذیر احمد صاحب مدیر رسالہ محدث کا خط پہنچا کہ وہ منبع لطف وکرم ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہوگیا فوراً زبان سے نکلا کہ آہ یہ کیا ہوگیا؟ جس سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں جس سے علم کی کشت زار ہری بھری ہورہی تھی جو علماء وطلباء کے لئے دروازہ ہائے لطف عمیم کھولے ہوئے تھا جس کا خزانہ ہی نہیں بلکہ وہ خود وقف خدمات دینیہ تھا ہم سے رخصت ہوگیا۔ یہ خبر سنتے ہی رنج وغم کے دریا ٹھاٹھیں مارکے بہہ نکلے۔ دل مضطرب کو قرار کہاں۔ فوراً برائے تعزیت طیار سفر ہوگیا

سفر تعزیت دھلی پہنچا مدرسہ کو دیکھتے ہی مرحوم کی یاد اور بھی موجزن ہوئی کہ ان کو فنا فی المدرسہ کہتے تو بجا تھا۔ وہ رئیس اعظم اس مدرسہ کا خادم بنا ہوا مثل دربان مدرسہ کی ڈیوڑھی میں بیٹھا رہتا۔ طلباء کا خیال رکھتا۔ علماء کی قدر وعزت کرتا آہ سب ہیں وہی جو اس جسم بے جاں کیلئے روح رواں تھا نہیں ہے۔

مرحوم کے مزار پر صبح ہوتے ہی مرحوم کے مزار پر گیا۔ قبر پر حسرت وبیکسی نہیں پائی بلکہ جیسے کوئی مسکرا رہا ہو اس طرح کی

شادمانی کی لہریں اٹھتی ہوئی دیکھیں یا یوں کہئے کہ مرحوم کے اخلاق کی تصویر آپ کی تربت پر سایہ ڈال رہی تھی۔

مدرسہ کی حالت دارالحدیث رحمانیہ کی فکر تھی کہ اس کا آل کیا ہوگا۔ بحمد اللہ اسکو سابق دستور یا طلبا ویسے ہی بعزت سبق وطبق پارہے ہیں۔ علما اسی خوش دلی سے اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ تمام مدرسین وملازمین مدرسہ کو اسی طرح سرگرم عمل پایا جیسے مرحوم کی زندگی میں خصوصاً شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ صاحب سلمہ ربہ ومولوی محمد بشیر صاحب سلمہ ربہ ومولوی نذیر احمد صاحب مدیر محدث کی نسبت تو صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ یہ اس مدرسہ کی خدمات کو اپنا خاص ذاتی کام سمجھتے ہوئے مصروف تندہی وجان نثاری ہیں۔

اب مدرسہ کی باگ انتظام واہتمام عزیزم میاں شیخ عبدالوہاب صاحب رئیس اعظم نے اپنے پُرہمت ہاتھوں میں لی ہے۔ آپ مرحوم کے منجھلے صاحبزادے ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلکر ان کی ان روایات کو زندہ رکھیں گے جن کو سنکر دنیا ان کی تعریف کر رہی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات جناب میاں صاحب عطاء الرحمن صاحب نور اللہ مرقدہ

(از حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحب شمس محمدی فیض آبادی)

رفت از دار فنا شیخ عطاء الرحمن ۔۔۔ آنکہ زو مدرسہ رحمانیہ را بود قیام
دولتش وقف برائے علما و طلبا ۔۔۔ بلکہ خود ذات گرامیش شدہ وقف مدام
ہمتش بود وسیع آنکہ بصد عجز ونیاز ۔۔۔ سربسجدہ بدر خالق کونین دوام
از وفاتش شدہ مجروح دل احبابش ۔۔۔ بلکہ اغیار گرفتار غم ورنج تمام
فکر تاریخ چو کردم شدہ از غیب سروش ۔۔۔ باغ فردوس بریں نیک آرام

۱۹۳۸ء

دیگر

آہ ہم سے چھٹا، تھا جو حق کی عطا ۔۔۔ سایہ اس کا اٹھا۔ تھا جو ظل ہما
مدرسہ کی بنا اس کی ہمت پہ تھی ۔۔۔ اور سب بار اس کی گردن پہ تھا
عالموں کا خیال اور عزت تمام ۔۔۔ اُس نے اس طرح کی مرحبا مرحبا
طالب العلم سب اسکے مدحت کناں ۔۔۔ ان کو عزت سے آرام دیتا رہا
یک بیک رشتۂ زندگی توڑ کر ۔۔۔ دار فانی سے دار بقا کو چلا
اپنے احباب واولاد طلاب کو ۔۔۔ داغ اپنا وہ دیکر جہاں سے گیا
شمس تاریخ کی فکر میں غرق تھا ۔۔۔ کہنے ہاتف لگا۔ باغ فردوس جا

۱۳۵۷ھ

تاریخہائے

وفات حسرت آیات جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مرحوم و مغفور

مہتمم دار الحدیث رحمانیہ دہلی

(از جناب مولوی حافظ عبید اللہ صاحب بصیر ٹونکی)

"عطا را عطا باغ فردوس کرد"

۱۹۳۸ء

چوں شنیدم خبرِ فوتِ عطاء الرحمن　جانم افسردو دلم مرد ز رنج و آلام

کوچ فرمودہ سوئے ملک بقا زیں عالم　نزد رب یافتہ مرحوم بفردوس مقام

فکر تاریخ مرا بود کہ ہاتف فرمود　ہر دو سن ہجری و انگریزی زروئے الہام

"شد ز دنیا بارم شیخ عطاء الرحمن"

۱۹۳۸ء

جاوداں باد براں رحمتِ رحمان مدام

۱۳۵۷ھ

آہ! الشیخ عطاء الرحمٰن

۱۳۵۷ھ

(از مولوی محمد ادریس صاحب اعظمی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

کہوں فسانۂ رنج و الم تو کس سے کہوں ــــ سہوں زمانہ کے جور و ستم تو کیسے سہوں

جگر کے خون سے آنکھیں بنی ہیں لالہ فروش ــــ تڑپتے دل میں ہے طوفانِ غم کا جوش و خروش

الٰہی لالہ و گل آج کس کو روتے ہیں ــــ چمن میں نالے یہ پیدا کہاں سے ہوتے ہیں

رباب و چنگ کے نغموں میں سوز و ساز نہیں ــــ الٰہی دہر میں کیا کوئی مے نواز نہیں

نہیں ہے میکدۂ علم و فن میں "شیخ عطا" ــــ اسی سے "رندوں" میں شاید ہے آج حشر بپا

زباں پہ نالۂ غم چشم خوں فشاں ہے آج ــــ ہر ایک رندِ ازل پیکرِ فغاں ہے آج

رہا نہ ملتِ بیضا کا قدر داں نہ رہا ــــ وہ اہلِ علم کا افسوس مدح خواں نہ رہا

رہا نہ میکدۂ علم و فن کا وہ ساقی ــــ مگر ہے اس کا کوئی ہمنوا[۱] ابھی باقی

جگر میں جوش لئے دل میں جذبۂ ملت ــــ اٹھا ہے کرنے محمدؐ کے دین کی خدمت

بہار گلشنِ علم و ادب میں آئے گی ــــ چمن میں آج کلی پھر سے مسکرائیگی

الٰہی دے اسے ملت کا اپنی سوز و گداز ــــ وہ عمر بھر رہے تا تیرے دیں کا نغمہ نواز

وہ آج جس کو زمانہ تمام روتا ہے ــــ وہ جس کے غم میں ہر اک شخص جان کھوتا ہے

رہے الٰہی تری خلد میں مقام اسکا ــــ کہ تھا زمانہ میں ہر سمت فیض عام اسکا

بہشت میں تری یارب وہ شاد کام رہے

اور اُس پہ فضل، الٰہی ترا مدام رہے

[۱] مرحوم کے لائق فرزند جناب شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی کی طرف اشارہ ہے۔

خواتین اسلام کیلئے ایک مفید لائحہ عمل

(از محترمہ رقیہ بنت خلیل بن محمد صاحب یمنی)

۲

"صنفِ لطیف کے متعلق اسلام کا زاویہ نگاہ"

ہمارے برگزیدہ مذہب اسلام نے صنف نازک کی ان مجبوریوں پر نظر کرتے ہوئے جواس کے ساتھ خاص ہیں ان کی بناپراسے زمانے کے دست بردسے بچانے اورتحصیل معاش کی دقتوں کو برداشت کرنے۔ نیز محنت شاقہ میں پڑکر تکلیف مالا یطاق کی زحمت سے محفوظ رکھنا چاہاہے۔ اسی لئے طبقہ ذکور کو اس کی کفالت اوراس کی دیگر ضروریات کی فراہمی پر مجبور کیاہے اوراسی امر کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت سے ایسے مذہبی فرائض ہیں جن کی ذمہ داری صرف مردوں پر عائدکی ہے اورطبقہ نسواں سے ان کی بازپرس نہیں ہے یہی وہ علت ہے جس کی بناپر طبقۂ ذکور کو بعض معاملات میں عورتوں پر فوقیت دی گئی ہے اوراسی جانفشانی کے صلہ میں انھیں سراہا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کے حقوق عطا کرنے میں اور اس کیلئے ترقی کی راہ کشادہ کرنے میں اسلام کا زاویہ نگاہ تنگ ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں خواتین اسلام کا تبلیغ اسلام اورتدوین حدیث میں حصہ لینا اورمیدان جنگ میں کارنمایاں انجام دینا نیز اپنے زمانے کی سیاسیات سے باخبر ہونا اورتحصیل معاش کے ذرائع اختیار کرنا یہ تمام باتیں اس پر شاہد ہیں کہ مسلم عورت حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے تقریبًا ہر شعبۂ حیات میں حصہ لے سکتی ہے۔ درحقیقت اسلام ایک لائحۂ عمل اورمکمل قانون ہے اورقانون میں ہمیشہ اکثریت کا لحاظ رکھا جاتا ہے لہٰذا فریقین کی فطرت کا بغور مطالعہ کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں کہ قدرت کا دونوں میں سے ہرایک کی طاقت وقوت اور ان میں سے ہرایک کی خاص خصوصیات کا جنکے سبب سے ایک کو دوسرے کے مقابلے میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے ان تمام امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذکورۂ بالا تقسیم عمل کسقدر مناسب اور موزوں ہے اورعدل وانصاف کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔

اب یہ اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا کہ اسلام نے عورت کو فکر معاش سے آزاد رکھاہے لیکن اگر وہ تحصیل معاش چاہے تواس میں اس کو عام اجازت ہے اللہ تعالیٰ فرماتاہے لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔ مرد اپنی کمائی میں حقدار ہیں اورعورتیں اپنی کمائی میں حقدار ہیں۔

اوراپنی کمائی ہوئی روزی میں وہ مختار ہے خواہ اسراف وتبذیر سے بچتے ہوئے اپنے مصرف میں لائے یا اپنے کنبے کی پرورش کرے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی عرض کیا حضور میں دستکار عورت ہوں کیا اپنے کمائے ہوئے مال میں سے اپنے غریب شوہر اوربچوں نیز اپنے بھائی کے یتیم بچوں پر صدقہ کرسکتی ہوں فرمایا ہاں اورتمہیں اسکا دوہرا ثواب ہوگا۔ ایک صدقے کا دوسرا صلۂ رحمی کا۔ (ابن ماجہ ابواب الصدقات)

طبقۂ نسواں پر اسلام کے عام لطف وکرم کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ قافلے کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور سب اونٹوں پر سوار تھے ہانکنے والے نے غیر معمولی تیزی سے ہانکنا شروع کیا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کی تکلیف محسوس کرتے ہوئے فرمایا رویدك سوقك بالقواریر۔ ان آبگینوں کا خیال کرتے ہوئے آہستہ ہانکو (صحیح مسلم) حجۃ الوداع میں رحمۃ للعالمین نے لاکھوں مسلمانوں کو جمع کر کے دل ہلا دینے والی وصیتیں فرمائی تھیں ان وصایا میں طبقۂ نسواں کو فراموش نہ کرتے ہوئے فرمایا لوگو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام عربوں کی عام ذہنیت سے واقف تھے کہ وہ عورتوں کو دنیا کی ذلیل ترین اور باعث ننگ و عار ہستی تصور کرتے تھے لہذا یہ فرما کر کہ المرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ عورت اپنے شوہر کے گھر بار اور اولاد کی مالک ہے (صحیح بخاری) نیز یہ ارشاد فرما کر کے اپنے سالے اور سسر کی عزت کیا کرو ان کے اس نظریے کی تردید فرما کر عورت کو معزز ثابت کیا اب عورتوں کو بے دست و پا سمجھ کر ان پر بلا وجہ ظلم اور تشدد روا رکھنے والے اور انھیں زبانی اور جسمانی اذیتیں پہنچانے والے اپنے گریبانوں میں مونہہ ڈالیں۔ اور غور کریں کہ ان کے اس ناروا عمل کو اسلام کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ ہے؟ غالباً سطور بالا سے ایک حد تک یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ اسلام نے عورت کو کتنا سراہا ہے اور اس کے قوانین کس قدر مستحکم اور عالمگیر ہیں۔ نیز یہ کہ عورت کیلئے ترقی کی راہ کشادہ کرنے میں اسلام نے نہایت سیر چشمی اور وسعت ظرفی سے کام لیا ہے۔ اور یہ بھی اچھی طرح واضح ہے کہ عورت کو اگر کہیں اطمینان قلب اور دائمی راحت میسر آسکتی ہے تو اسلام ہی کی آغوش رحمت میں (بشرطیکہ مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی حدود میں رہ کر اسلام کے پیرو کار رہیں)۔

کیا پردہ تعلیم نسواں کی راہ میں حائل ہے"

کسی مختلف فیہ مسئلہ میں دو مخالف و موافق فریقوں کا تبادلۂ خیال اسوقت کارآمد اور مفید ہو سکتا ہے جب دونوں کا نصب العین ذاتیات سے بلند و بالا ہو کر آپس کے اختلاف کو دلائل و براہین سے رفع کر کے ایک معقول رائے پر متفق ہونا ہو لیکن اس کے برعکس اگر ہر فریق متعصبانہ طور پر اپنی رائے پر سختی سے ثابت قدم رہنے پر اور دوسرے کو مغلوب کرنے کے درپے ہو تو ایسی صورت میں تبادلۂ خیال امر اور فعل عبث سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا پردہ کے مسئلہ پر ایک عرصۂ دراز سے سینکڑوں معرکۃ الآراء مضامین لکھے جا چکے اور لکھے جا رہے ہیں لیکن ہنوز روز اول اختلافات کا سلسلہ اگرچہ ہمیشہ سے جاری ہے اور آئندہ اس کے منقطع ہونے کی امید موہوم ہے۔ لیکن اصلاحی امور میں ایسے امور میں اسے طول دینا دانشمندی کے خلاف ہے۔

ذیل میں اپنی علمی واماندگیوں کا اعتراف کرتے ہوئے پردہ کے مسئلہ پر اپنے ناچیز خیال کا اظہار کرنا چاہتی ہوں۔ مندرجہ ذیل آیت سے ہاتھ اور چہرہ کھول کر عورت کے باہر نکلنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ایمان والوں سے کہدیجئے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ الی قولہ تعالیٰ ان اللہ غفور رحیم وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ایمان والیوں سے کہدیجئے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ الی قولہ تعالیٰ۔ الا ما ظہر منہا ؕ

آیات مسطورۂ بالا میں الا ما ظھر منھا کا استثنا رچہرہ اور ہاتھ کھولنے کی دلیل ہے چنانچہ امام المفسرین امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر جمہرہ میں اورامام فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اسی کی تائید فرماتے ہیں۔ مزید براں مندرجہ ذیل احادیث اور اسلام کے ابتدائی عہد کے واقعات بھی اسی کے موید ہیں کہ حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ باریک لباس میں ملبوس ہوکر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے منہ پھیر کر فرمایا کہ عورت کو چہرہ اور ہاتھ کے سوا کسی عضو کے نمایاں کرنے کی اجازت نہیں ہے یہ روایت فتح القدیر شرح ہدایہ اور ابوداؤد دونوں میں ہے۔ صحیح بخاری جزء سابع۔ باب حج المرأۃ عن الرجل۔ میں ہے عن عبد اللہ بن عباس قال کان الفضل ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصرف وجہ الفضل الی الشق الاخر فقالت ان فریضۃ اللہ ادرکت ابی شیخا کبیرا افاحج عنہ قال نعم وذلک فی حجۃ الوداع۔ ترجمہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری میں) حضرت فضل بیٹھے تھے اتنے میں ایک خثعمیہ عورت حاضر ہوئی اور حضرت فضل اور وہ عورت دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور حضور اقدس حضرت فضل کا چہرہ دوسری جانب پھیرنے لگے اس عورت نے کہا حضور میرے والد بہت بوڑھے اور ضعیف ہیں حتیٰ کہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فریضۂ حج ہے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں فرمایا ہاں یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ ابن جریر طبری میں یہ حدیث اس طرح وارد ہوئی ہے۔ وکان الفضل غلاما جمیلا فاذا جائت الجاریۃ من ھذا الشق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجہ الفضل الی الشق الاخر۔ فاذا جائت الی الشق الاخر صرف وجھہ عنہ وقال فی اخرہ رأیت غلاما حدثا وجاریۃ حدثۃ فخشیت ان یدخل بینھما الشیطان (ترجمہ) فضل خوبصورت نوجوان تھے جب وہ عورت اس طرف آتی تھی تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا چہرہ اس جانب سے پھیر دیتے تھے اور آخر میں ارشاد فرمایا میں نے نوجوان مرد اور نوجوان عورت کو (مقابل) دیکھا تو ڈرا کہ ان کے درمیان شیطان نہ داخل ہوجائے علاوہ ازیں حج میں جس طرح مرد کیلئے لازمی ہے کہ اس کے سر پر کپڑا نہ پڑنے پائے اسی طرح عورت کیلئے بھی لازمی ہے کہ اس کے چہرہ سے کپڑا نہ مس ہو۔ فتح القدیر میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المحرمۃ لا تنتقب ولا تلبس القفازین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ احرام والی عورت نہ چہرہ پر نقاب ڈالے نہ دستانے پہنے ایک اور جگہ آپ کا ارشاد ہے احرام الرجل فی رأسہ واحرام المرأۃ فی وجھھا۔ مرد کا احرام اس کے سر سے اور عورت کا چہرہ سے متعلق ہے یعنی مرد کے سر اور عورت کے چہرہ سے کوئی کپڑا وغیرہ مس نہ ہونے پائے۔

غرض یہ تمام امور اس پر شاہد ہیں کہ عورت اپنی ضروریات کیلئے باہر جاسکتی ہے چنانچہ ایک خاتون حضرت قیلہ حضور اقدس صلعم کی خدمت میں آداب بیع وشرا سیکھنے حاضر ہوئیں عرض کیا حضور جب میں کوئی شے خریدتی ہوں تو پہلے اس کے دام کم لگاتی ہوں پھر آہستہ آہستہ بڑھاتی رہتی ہوں اور جب کوئی شے فروخت کرتی ہوں تو پہلے زیادہ دام بولتی ہوں پھر گھٹاتی جاتی ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں قیلہ کوئی چیز خریدو فروخت کرو بس ایک ہی دام بولا کرو۔ نیز

احادیث نبویہ سے عورتوں کا صبح وعشا کی نمازوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں شریک ہونا اور میدان کارزار میں
زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ عورتیں بعض اہم کاموں میں بھی مردوں کی شریک رہا کرتی تھیں۔ پھر
فحوائے آیہ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم الخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ضرور کوئی قابل احتراز شئے آنکھوں
کے سامنے ہے جس کی وجہ سے آنکھیں نیچی رکھنے کے متعلق ارشاد باری ہوا ہے اور اگر چہرہ پر نقاب ہوتی تو نظریں نیچی
کرنے کا خاص طور پر حکم نہ دیا جاتا پھر اسی کے ساتھ مومنات کو بھی مردوں کے مقابلے میں نیچی نظریں کرنے کا حکم یہ تقابل
اس بات پر بصراحت دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم اس وقت کیلئے ہے جب مرد کے پیش نظر عورت کا چہرہ ہو اور عورت
کے پیش نظر مرد کا چہرہ ہو۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی عورت کے ہاتھ اور چہرہ کھول کر باہر نکلنے کی تائید فرمائی ہے
جس کی تصریح وتفصیل کتاب الکراہیہ ہدایہ میں ہے میں نے اپنے محدود معلومات جو چہرہ کھول کر باہر نکلنے کی اجازت میں
تھے قارئین کرام کے سامنے پیش کردیئے اب فریق مخالف جو چہرہ اور ہاتھ کھول کر عورت کے باہر نکلنے کے خلاف ہے
اس کے دلائل حسب ذیل ہیں قولہ تعالیٰ یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن
من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان لا یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما۔ اس آیہ کریمہ کی شان نزول امام
ابن جریر طبری اور امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیروں میں یہ فرمائی ہے کہ عورتیں جب نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر
واپس ہونے لگتی تھیں تو ایک اوباشوں کی جماعت سر راہ بیٹھ کر ان پر آوازے کسا کرتی تھی اس بے جا روش پر اللہ تعالیٰ
نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ وحی نازل فرمائی۔ فریق مخالف کے استدلال کیلئے یہی ایۃ کریمہ اتنی کافی اور
وافی ہے کہ اس کے بعد ہم دوسرے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے سورۂ نور کی مذکورۃ الصدر آیۃ جس میں
عورت کو چہرہ اور ہاتھ کھول کر باہر نکلنے کی اجازت دی گئی تھی اس سے وہ فوائد حاصل کر سکتی تھی اور اپنی ضروریات میں
اس سے امداد لے سکتی تھی لیکن فطرتاً اوباشوں کی اس ناروا حرکت کی وجہ سے اور آئندہ کیلئے بہت سے ایسے شر و
فسادوں کا جن کا فریقین میں سے ہر ایک سے سرزد ہونے کا احتمال تھا۔ باری تعالیٰ نے یدنین علیھن من جلابیبھن
آیۃ کریمہ نازل فرما کر ہمیشہ کیلئے ان کا قلع قمع کردیا۔ کیا ان واقعات کو جمع کرنے کے بعد ہر ذی عقل کے سامنے یہ اصول
منتزع کر کے نہیں پیش کیا جا سکتا کہ ایک مباح امر سے جب ناجائز فائدہ اٹھایا جانے لگے تو وہ حکم اباحت سوخت کیا
جا سکتا ہے میں اس اصول کو باور کرانے کے ثبوت میں قارئین کرام کی توجہ مذکورۂ بالا خثعمیہ کے قصے کی طرف لوٹانا چاہتی
ہوں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت فضل اور خثعمیہ کو آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا
تو فتنہ کے خیال سے اپنے دست مبارک سے انکا چہرہ پھیر دیا نیز عہد فاروقی کی ایک زریں مثال پیش کرتی ہوں رسول اللہ
صلعم کے عہد مبارک میں نیز صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں اور فاروق اعظم کے ابتدائی دور تک اسی قانون خداوندی پر
عمل ہوتا رہا کہ ایک جلسے میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین یا تین سو یا تین ہزار طلاقیں بھی دیدے تو وہ ایک ہی شمار
کی جاتی تھی بلکہ ہر ماہ میں ایک طلاق کے حساب سے تین ماہ میں طلاق واقع ہوجاتی تھی اس صورت میں دو طلاقیں
تک آپس میں اگر تعلقات خوشگوار ہوجاتے تھے تو فبہا ورنہ تیسری طلاق تک رجعۃ ناممکن تھا لیکن حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرد اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگے اور عورتوں پر اس ذریعے سے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا یعنی تین طلاقیں دیکر جب دیکھتے کہ مدت طلاق قریب الاختتام ہے تو رجعت کر کے پھر طلاق دیدیتے تھے اور اس طرح ایک عرصۂ دراز تک اسے معلق رکھتے تھے اس ناروا حرکت کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا تو فرمایا کہ اب جو شخص بھی ایک جلسے میں تین طلاقیں دیگا وہ تین ہی شمار کی جائیں گی یہ فیصلہ اس حد تک مقبول ہوا کہ ائمہ اربعہ نے اسی تسلیم کر لیا اور مذکورہ بالا تین ماہ میں تین طلاقیں دینے کے طریقہ کو طلاق سنت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسرے طریقے یعنی ایک جلسے میں تین طلاقیں دینے کو فقہائے کرام اصطلاحاً طلاق بدعی کہتے ہیں۔ اہلحدیث کرام ایک جلسے میں تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صرف سزاءً اسے ایجاد کیا تھا اور دواماً اسے رائج کرنے کا آپ کا منشا نہ تھا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

سطور بالا سے ایک حد تک یہ واضح ہو گیا کہ شریعت میں مصالح اور وقت کا کتنا لحاظ رکھا گیا ہے اور شریعت نے بے نقابی کو گھونگھٹ ڈالنے یا انچل لٹکانے کے غیر مکلف نقاب سے صرف انسداد فتنہ کی غرض سے بدل دیا بلکہ اگر میں یہ عرض کروں تو بے جا نہ ہوگا کہ جن کی طبیعتیں خونچکانی بداعمالی خطاکاری کیلئے وقف تھیں اور جن کے قلوب جبر و تعدی ظلم و زیادتی سے ملوث تھے اور آفتاب نبوت کی ضیا پاش کرنوں نے دلوں سے اعمالوں کی سیاہی طبائع سے فتنہ و فساد استیصال کر کے انھیں نور ایمانی سے مملو کر دیا تھا اور بہیمیت کے ذلیل ترین رتبہ سے نکال کر انسانیت و اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر مشرف کیا تھا اس مبارک عہد میں اشرار کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے احتیاطی تدابیر عمل میں لانے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہی نہیں کہ طبقہ ذکور میں اس جماعت کی کثرت تھی بلکہ خواتین میں بھی عہد اسلام ہی میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا تھا چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خواتین کی بعض بے عنوانیاں دیکھکر نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ عورتوں نے جواب نئے نئے زیبائش کے طریقے نکالنا شروع کر دئیے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو یقیناً انھیں مسجد جانے سے منع فرما دیتے۔ (صحیح بخاری) پھر خیال فرمائیے کہ آج جبکہ اختلاط باہمی تہذیب نو کے خصوصیات میں داخل ہے اور جذبات کو آزاد اخلاق کو برباد کرنے کے سینکڑوں وسائل موجود ہیں اور مذہب جس پر انسان کی ظاہری اور باطنی اخلاق کی اصلاح کا انحصار ہے اس کی طرف سے بے التفاتی برتی جا رہی ہے اس صورت حال کے باوجود نقاب کو ترک کر دینا کہاں تک قرین مصلحت ہے۔ اور کیا آزادی اور ترقی کی اس ابتداء کو دیکھکر مستقبل میں اس کی وہی انتہا نظر نہیں آتی جس سے خود بعض مدبران یورپ پریشان ہیں میرے خیال میں مسلمان خواتین ان تمام باتوں سے عبرت حاصل کرتے ہوئے ہندوستان کی ان تعلیمیافتہ خواتین کو اپنا مقتدا بنائیں جنھوں نے نقاب میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور بے پردہ تعلیم حاصل کرنے والی خواتین سے گوئے سبقت لے گئیں۔ تو یقیناً وہ بہت سی مسلمان لڑکیوں پر احسان کریں گی کیونکہ مسلمانوں کا ایک بڑا قدامت پسند طبقہ اس بے پردگی کا ہرگز روادار نہیں جس کا آخری نتیجہ فیشن پرستی وغیرہ کی صورتوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے اور اسی انجام کا خیال کر کے وہ اپنی ہونہار بچیوں کو تعلیم سے کورا رکھنا ہی مناسب سمجھتے

ہیں ان میں ایسی بچیاں بھی پائی جاتی ہیں جنھیں اگر تہذیب اور تربیت کے ساتھ علوم مغربیہ و مشرقیہ پڑھائے جائیں تو وہ قوم کیلئے باعث فخر خواتین ثابت ہو سکتی ہیں۔

یہ عذر بجا ہے کہ مسلمانوں کا اکثر حصہ اس قدر مفلوک الحال ہے کہ وہ لڑکوں کو بمشکل تعلیم دلا سکتا ہے چہ جائیکہ لڑکیوں کی تعلیم اور وہ بھی پردہ کے انتظام کے ساتھ۔

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کوئی کام ایثار و کوشش کے بغیر انجام نہیں پا سکتا اگر ہمارے علماء اپنی بچیوں اور بہنوں وغیرہ کو علوم دینیہ کی تعلیم دینے کیلئے اور جدید علوم و فنون حاصل کئے ہوئے بھائی اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو جدید علوم و فنون سکھانے کیلئے اپنا کچھ وقت صرف کیا کریں تو یہ دشواریاں ایک حد تک رفع ہو سکتی ہیں۔ نیز ہمارے رؤسا اور فارغ البال مرفہ حال بہنیں اپنی نادار اور مفلوک الحال بہنوں کی تعلیم کیلئے دامے درمے امداد فرمائیں تو اس طرح وہ پردے کے ساتھ زنانہ مدارس میں بھی تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔

سرزمین لاہور مبارک ہے جس میں محترمہ فاطمہ بیگم ایسی سرگرم عمل خاتون نے بمبئی کی ملازمت[ف] سے استعفیٰ دیکر اپنے وطن لاہور میں زنانہ مسلم کالج کی بنیاد ڈالی اور اس میں مغربی و مشرقی تعلیم کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کر رہی ہیں۔ میں اپنی محترم اور بزرگ خواتین سے التماس کرتی ہوں کہ وہ محترمہ موصوفہ اور ان کی ممد و معاون خواتین سے قومی ایثار اور علمی خدمات کا سبق حاصل کریں۔ ذیل میں یمن کی دو فاضلہ عالمہ عورتوں کی مختصر سوانح کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتی ہوں۔ جو بھی تقریباً دو صدی پیشتر گذری ہیں۔ انھوں نے اپنے گھروں میں باپ اور بھائیوں سے علم حاصل کر کے علمی دنیا میں نام پیدا کیا اور پس پردہ مردوں کو اپنے درس و تدریس سے مستفید کیا۔

شریفہ دھماء بنت یحییٰ آپ امام مہدی احمد ابن یحییٰ کی بہن تھیں اور ان ہی سے پڑھا بڑی فاضلہ عالمہ خاتون گذری ہیں۔ چنانچہ ازہار کی شرح چار مجلدات میں شرح منظومۃ الکوفی فقہ و فرائض میں اور شرح مختصر المنتہیٰ آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ شہر ثلا میں طلبا کو درس دیا کرتی تھیں اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر مشہور ہے اس پر قبہ ہے اور لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔ آپ شاعرہ بھی تھیں ہمیں ان کے صرف دو شعر ملے ہیں جو انھوں نے اپنے بھائی کی تصنیف ازہار کی مدح میں کہے تھے وہ یہ ہیں ؎

یا کتابا فیہ شفاء النفوس ✣ ونتیجۃ لفکر من المحبوس
انت للعلم فی الحقیقۃ نور ✣ وشفاء وبھجۃ للنفوس

ترجمہ: "اے وہ کتاب جس میں نفوس کی شفا ہے اور یہ اس شخص کے افکار کا نتیجہ ہے جو قید و بند میں گرفتار ہے۔ در حقیقت تو علم کی مشعل اور دلوں کیلئے تازگی اور شفا ہے۔" شریفہ زینب بنت محمد ابن احمد ابن الامام الحسن ابن علی ابن داؤد المؤیدی یہ بڑی ادیب اور شاعرہ خاتون گذری ہیں۔ ان کا ایک قصیدہ جو انھوں نے اپنے شوہر سید علی بن الامام

[ف] نوٹ - محترمہ موصوفہ بمبئی میں سپرنٹنڈنٹ آف اسکولس تھیں۔

المتوکل علی اللہ اسماعیل ابن القاسم کو لکھا تھا اس کا مطلع یہ ہے۔

اصخ لی ایہا الملک الھما م　＊　علیک صلوٰۃ ربک والسلام

ترجمہ:۔ اے ذی مرتبت شاہ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے رحمتیں اور سلام نازل ہوں میری بات بغور سنئے"
افسوس ہے کہ شریفہ زینب کا یہ پورا قصیدہ اور دوسرے اشعار ہمیں نہ مل سکے اشعار کی مشکل ترین صنعت توریہ میں بھی آپ کے صرف دو شعر مل سکے ہیں ؎

وقائل لی ازال لیس تشبھھا　＊　شھارۃ قلت تفل واستمع مثلی
الیس صنعاء تحت الظھر من ظلع　　اما شھارۃ فوق النحو والمقل

ترجمہ:۔ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ مقام شہارہ کو موضع ازال سے کوئی نسبت نہیں۔ میں نے جواب دیا ذرا ٹھہرو اور میری بات سنو۔ کیا مقام صنعا وادی ظہر اور ضلع کے نیچے حصہ میں نہیں واقع ہوا ہے اور کیا شہارہ نحر و مقل کی اونچائی پر نہیں ہے۔ اس میں توریہ یہ ہے کہ ضلع اور ظہر اور نحر اور مقل اطراف یمن میں گاؤں کے نام ہونے کے علاوہ عربی میں ظہر پیٹھ کو اور نحر سینہ کے اوپری حصہ کو کہتے ہیں اور مقل کے معنی آنکھ کا ڈھیلا ہیں لہذا جن معنی کی طرف شاعرہ کا اشارہ ہے وہ یہ ہیں کہ صنعا پیٹھ کے نیچے اور شہارہ سینہ اور آنکھوں پر واقع ہوا ہے۔ آپ کے اشعار بہت ہیں اور ادیبہ اور شاعرہ ہونے کے علاوہ آپ علم نحو و اصول منطق اور نجوم نیز رمل میں بھی کامل دستگاہ رکھتی تھیں۔

میں انھیں دو خواتین کے مختصر تذکرے پر اکتفا کر کے اپنی محترم بہنوں کو جو بار بار کرانا چاہتی ہوں اس کا لب لباب یہ ہے کہ ضرورت اور وقت اگر اس کے متقاضی ہوں تو حتی الامکان احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نکل سکتے ہیں لیکن بلا ضرورت اظہار زینت و زیبائش کرتے ہوئے اس پر آشوب زمانے میں عورت کا باہر نکلنا!! تو میں بلا خوف لامۃ لائم کہتی ہوں کہ مسلمان عورت اس سے کہیں بلند و بالا اور اس کا مقصد حیات اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے۔

کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ یہی وہ پر خار جنگل ہے جس میں داخل ہو کر ہم ضلالت کی بھیانک وادی میں گر سکتے ہیں اور پھر اپنی اخلاقی اور معاشرتی تباہی کا خود ہی باعث ہونگے نیز یہ کہ

تحصیل علم میں ترک نقاب شرط نہیں بلکہ علم کا صرف علم کیلئے حاصل کرنا شرط ہے۔ (باقی)

ایک ضروری تصحیح

گذشتہ ماہ جون ۳۸ء کے محدث میں صـ۱ سطر ۱۶ میں ابوجہل کا لفظ غلط چھپ گیا ہے۔ بجائے اس کے ابوسفیان ہونا چاہئے۔ ناظرین اسے ضرور درست کرلیں۔

مدیر

سرور دو عالم کی مدنی زندگی

(از مولوی حافظ عبدالخالق صاحب متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

(۳)

فتح مکہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے متعدد بادشاہوں کے پاس اسلام کے دعوت نامے بھیجے جس میں ہر بادشاہ کو اسلام کی طرف بلایا جا رہا تھا اور اسی سلسلہ میں جنگ موتہ کا وقوع عمل میں آیا۔ اسوقت بھی کفار مکہ اسلام کا نام سننا نہیں چاہتے تھے بلکہ مسلمانوں کا اور اسلام کا دنیا سے خاتمہ کرنے پر تلے ہوئے تھے صلح حدیبیہ کے شرائط نامہ کو توڑ دیتے ہیں اور عہد شکنی کرتے ہیں آخر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کی جماعت کو لیکر مکہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں اور ایک منزل جس کا نام مرالظہران تھا پڑاؤ ڈالدیتے ہیں سب سے پہلے آپ کے سامنے جو شخص آتا ہے وہ ابو سفیان تھا جو اسلام کو برباد کرنے کی ہر ممکن تدبیر کر چکا تھا اسکو مسلمان گرفتار کرتے ہیں مگر حضورؐ اس کو رہا کر دیتے ہیں یہ دیکھکر ابو سفیان فوراً مسلمان ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔

لشکر اسلام مکہ میں فاتحانہ داخل ہوتا ہے باوجود اس کے حضور اعلان کروا دیتے ہیں من دخل دار ابی سفیان فھو امن من اغلق الباب فھو امن من دخل فی البیت فھو امن جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اور جس شخص نے اپنے دروازہ کو بند کر لیا اور جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوگیا یہ سب امن میں دنیا کے فاتحین کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ جس شہر میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں اس کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں اور پھر ایسے اشخاص جنھوں نے مسلمانوں کو اور خود سرور کائنات کو اتنی ایذائیں دیں جس کا مرتکب ایک وحشی سے وحشی انسان بھی نہیں ہو سکتا جنھوں نے حضورؐ کے چچا کے کلیجہ کو چبایا جنھوں نے آپکی چہیتی اور پیاری بچی کے حمل کو گرایا غرض وہ کون سے ایسے مصائب تھے جو مسلمانوں کو کفار مکہ کی طرف سے نہ پہنچے ہوں یہ تو یقیناً اس قابل تھے کہ فوراً تہ تیغ کر دیے جاتے لیکن آہ قربان جایئے اس رحمۃ للعالمین کے رحم و عفو پر جو مکہ میں داخل ہوتے ہی اعلان کر دیتا ہے لا تثریب علیکم الیوم الآیہ اے اہل مکہ تم امن سے رہو اور کچھ غم نہ کرو۔

یہ رحمۃ للعالمین کے رحم کی وہ نظیر ہے جس کی مثال دنیا کے کسی حصہ پر نہیں مل سکتی جسوقت آپ مکہ میں داخل ہوئے تمام مکہ آپ کے قبضہ میں تھا اگر آپ کی خواہش ہوتی تو ایک ایک کو بلا کر نہایت ذلت سے قتل کرا سکتے تھے مگر رحمت عالم کی رحمت نے اس بات کا تقاضا نہیں کیا اسوقت اسلام کی صداقت ہر شخص پر ظاہر ہو چکی تھی چنانچہ لوگ جوق در جوق آکر مسلمان ہوتے ہیں جس کی تصویر قرآن پاک نے یوں کھینچی ہے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا الآیہ نیز اس فتح سے حضورؐ کا اصلی مقصد یہی تھا کہ اعلاء کلمۃ اللہ ہو شرک دنیا سے مٹ جائے اس لئے آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور ان تین سو ساٹھ بتوں کو گرایا جنکو اہل مکہ نے معبود بنا رکھا تھا اور خدا کے گھر کو ان نجاستوں

سے پاک کیا آپ بتوں کو گراتے جاتے تھے اور یہ کلمہ زبان پر تھا۔ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ الآیہ

جنگ حنین کفار مکہ کے اکسانے کی بنا پر ابھی تک اکثر قبائل مشتعل تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو پیس ڈالیں جب انھوں نے فتح مکہ کو ملاحظہ کیا تو اسلام کی اس زبردست کامیابی کی وجہ سے انھیں خطرہ پیدا ہوگیا کہ اسلام کو اب بھی اگر نہ دبایا گیا تو اپنی اسی رفتار پر دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا چلا جائیگا چنانچہ قبیلہ ہوازن کے لوگ مسلمانوں کے مقابلے کیلئے ایک مقام پر جمع ہوئے جس کا نام وادی حنین ہے حضور نے بھی فتح مکہ کی واپسی پر ہر قسم کی تیاریاں شروع کر دیں اسوقت آپ کے پاس کافی سامان موجود تھا اور دس ہزار مسلمانوں کی فوج تھی اور دو ہزار نو مسلم بھی آپ کے مددگار تھے۔ مسلمانوں کو اپنی اس حالت پر ناز تھا اور سمجھتے تھے کہ جب ہم بالکل معمولی تھے اس وقت ہم نے کافروں کے چھکے چھڑا دیئے اب تو ان سے زیادہ اشخاص اور اجباب موجود ہیں ذراسی دیر میں کچل ڈالیں گے۔ لیکن اس وقت خدا کو یہ بتانا تھا کہ مسلمانو تم اپنی طاقت پر نازاں مت ہو بلکہ جسقدر تم کو فتوحات حاصل ہوئیں وہ محض خدا کی نصرت کا نتیجہ ہے۔

آخر مسلمان بھی وادی حنین میں تیار ہو کر پہنچتے ہیں مقابلہ شروع ہو جاتا ہے چونکہ ہوازن نے پہلے سے آکر بلند مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور تیراندازی کا ان کو کافی ملکہ تھا اس لئے ہر طرف سے مسلمانوں پر تیر چلانا شروع کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست کھانی پڑی اسوقت میدان جنگ میں صرف حضور موجود تھے اور چند آپ کے اقربا تھے کفار جھنجلائے ہوئے نہایت جوش سے حملہ کر رہے تھے حضور نے اس تنہائی میں کفار کے ساتھ نہایت عزم و استقلال سے مقابلہ کیا نصرت الٰہی کا چشمہ پھر جوش مارنے لگا اور آپ یہ کہتے ہوئے انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب آگے بڑھے اور کفار کو بری طرح شکست دی اتنے میں حضرت عباسؓ کی پکار پر مسلمان پروانہ وار آکر جمع ہوگئے اس حالت میں کفار کو بھاگنا پڑا اور مسلمانوں کو بہت سا را مال غنیمت حاصل ہوا۔ یہاں سے بھاگ کر ہوازن مختلف مقامات میں چلے گئے لہذا آپ نے طائف میں جاکر پھر ان سے مقابلہ کیا اور فتح حاصل کی اگرچہ اہل طائف نے جو معاملہ آپ کے ساتھ کیا وہ بڑا ہی دردناک تھا مگر آپ نے ان کے ساتھ عفو و کرم سے کام لیا اور ان کے حق میں دعا کی جس کی وجہ سے یہ لوگ بہت قلیل مدت کے بعد مسلمان ہوگئے۔

جنگ تبوک جب چاردانگ عالم میں اسلام کا غلغلہ ہونے لگا تو عیسائیوں کو اس کا حسد ہوگیا جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ سارا عرب اسلام کے زیر سایہ ہوگیا ہے تو صلیب کے پرستاروں نے یہ خیال کیا کہ اسلام کو مٹانا آسان بات ہے تلوار کے زور سے سارے عرب کو اپنے دین میں داخل کر سکتے ہیں جب حضور اکرم کو قیصر کی تیاریوں کا پتہ چلتا ہے تو آپ اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں کہ سرحد کی حفاظت کیلئے تیار ہو جائیں آپ نے اور قبائل کو بھی شرکت کی دعوت دی کیونکہ یہ معاملہ سارے عرب کا معاملہ تھا سخت گرمی کا موسم تھا فصلیں بالکل پک چکی تھیں اور کاٹنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور سب سے زبردست امر یہ کہ قیصر روم کی اسقدر منظم فوج کا مقابلہ کرنا ہے سفر بھی دور کا کرنا پڑیگا لہذا سواریوں کی بھی ضرورت ہے اگرچہ حضرت عثمان غنیؓ وغیرہ نے بہت سا سامان مسلمانوں کی راحت کیلئے وقف کر دیا تھا مگر پھر

بھی مسلمانوں کی تکالیف اس موقع پر بہت زیادہ تھیں آخر سرورکائنات ۹ھ ہجری میں تیس ہزار فوج کو لیکر مدینہ سے شام کی طرف روانہ ہوتے ہیں منافقین کے علاوہ جتنے آپ کے جان نثار تھے سب ساتھ تھے جب مقام تبوک میں پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ دشمن کا کچھ پتہ نہیں مسلمانوں کے ہیبت و جلال کو دیکھکر اس کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ مقابلے کیلئے آئے چنانچہ آپ بیس دن تک تبوک میں رہ کر واپس مدینہ تشریف لے آتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی فتوحات ہوس اور ملک گیری کیلئے نہ تھی کیونکہ اس سے بڑھکر کیا موقع ہو سکتا ہے کہ دشمن سرحد پر موجود نہیں ہے اگر چاہتے تو فوراً فوج کو حکم دیدیتے اور اپنی مملکت میں وسعت پیدا کر سکتے تھے لیکن جسقدر اسلامی فتوحات عمل میں آئیں محض اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے تھیں اور کوئی مقصد نہ تھا۔

حجۃ الوداع جنگ تبوک کے بعد اسلام کی صداقت سارے عرب پر ظاہر ہو چکی تھی اسلام کی حقانیت میں کسی کو کچھ شبہ نہ تھا اس لئے عرب کے مختلف اقطار سے وفود آتے تھے اور مشرف باسلام ہو کر چلے جاتے تھے وفود کی اسقدر کثرت تھی کہ اس سال کا نام عام وفد پڑگیا ابھی تک مسلمانوں نے ہجرت کے بعد کوئی حج نہیں کیا تھا جب عرب میں اکثر مقامات پر اسلام ہی اسلام نظر آنے لگا اور کفار کی بے حد قلت ہوگئی اس وقت سرورکائنات نے حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں کا امیر مقرر کرکے ایک قافلہ حج کیلئے روانہ کیا ۹ھ ہجری کے اواخر تک تو قدرے کفار دکھائی بھی دیتے تھے لیکن ۱۰ھ ہجری میں تمام عرب مسلمان ہو چکا تھا اسوقت حضور اکرم بذات خود ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب لیکر حج کو تشریف لیگئے عجیب نظارہ تھا ہر طرف سے لبیك اللھم لبیك لا شریك لك لبیك کی سہانی صدائیں فضائے آسمانی میں۔۔۔ ۔۔۔ گونج رہی تھیں جدہر نظر اٹھاؤ اسلام ہی اسلام نظر آتا تھا۔ ایک وہ زمانہ تھا جس میں آپ کی کوئی بات نہ سنتا تھا ہر شخص آپ کے خون کا پیاسا تھا آج اسی مقام پر ایک لاکھ چوبیس ہزار کا اجتماع عظیم آپ کی زیر قیادت ہے اور ان میں سے ہر شخص پروانہ وار آپ پر اپنی جان قربان کرنے کیلئے تیار ہے یہ وہ کامیابی ہے جو سوا آپ کے کسی رسول کو کسی نبی اور ھادی کو حاصل نہیں ہوئی اس موقع پر آپ نے حج سے فراغت کے بعد نہایت بلیغ خطبہ دیا جس میں تمام مسائل پر کافی روشنی ڈالی اور پھر فرمایا الا ھل بلغت سب لوگوں نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا میں نے اپنے فریضہ کو ادا کر دیا اس کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں فلیبلغ الشاھد الغائب تم میں کا جو موجود ہو وہ غائب کو مطلع کر دے۔ عین اس موقع پر اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا الآیہ مسلمانو! آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کمل کر دیا اور ہر قسم کی نعمتوں سے تم کو نواز دیا اور تمہارے اسی دین اسلام سے خوش ہوگیا۔

وفات حجۃ الوداع کے موقعہ پر دین کامل ہو چکا تھا الیوم اکملت لکم الآیہ اس آیت کا نزول ہو چکا تھا تمام نفوس کا تزکیہ حضورؐ کے ہاتھوں ہو چکا تھا ـــــ اس لئے اب آپ بھی اپنے رب سے ملاقات کے مشتاق تھے حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آپ حضرت اسامہ کی زیر قیادت ایک لشکر تیار کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے باپ جعفرؓ کا بدلہ کفار سے لیں۔ حضرت اسامہ جو ایک غلام زادے تھے ان کی قیادت میں بڑے بڑے کبار صحابہ مثلاً حضرت ابوبکرؓ

اور عمر جیسوں کو روانہ کرتے ہیں یہ ساوات کا آخری سبق تھا ابھی لشکر نے باہر جا کر پڑاؤ ڈالا تھا کہ حضور کی علالت میں اضافہ ہوجاتا ہے اسلئے لشکر واپس آجاتا ہے جب دن بدن آپکا مرض ترقی کرتا گیا تو آپ نے اپنی بیویوں کو جمع کیا اور حضرت عائشہؓ کے پاس رہنے کی خواہش ظاہر فرمائی سب نے باخوشی اجازت دیدی آخر آپکے مرض میں بہت شدت ہوگئی بار بار غشی آتی تھی اور پھر ہوش ہوجاتا تھا اس حالت کو دیکھکر حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں واکرب اباہ ہائے میرے ابا کی تکلیف۔ آپ فرماتے ہیں اے پیاری فاطمہؓ آج کے بعد تمہارے ابا کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ حضرت عائشہؓ اپنی ران پر حضورؐ کو لٹائے ہوئے تھیں اتنے میں عبدالرحمن بن ابوبکر آتے ہیں ان کے ہاتھ میں مسواک تھی آپ مسواک کی خواہش کرتے ہیں حضرت عائشہؓ نے مسواک کچل کر آپ کے ہاتھ میں دیا آپنے آہستگی سے ضعف کی بنا پر مسواک کی۔ آپ کی موت کا وقت بالکل قریب آچکا تھا آثار نمودار تھے آخر یہ کہتے ہوئے اللھم الرفیق الاعلی اس دنیا سے کوچ کر کے عالم قدس میں پہنچ گئے۔ اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم +

وفات حسرت آیات ملک التجار شیخ عطاء الرحمن صاحب مرحوم و مغفور

(از قلم منشی محمد صدیق حسن صاحب صدیق دہلوی۔)

کر دیا دل کو غضب تیر الم نے چھلنی	کر گئی چاک جگر کو غم تیغ براں
فضل رحمن کا کلیجہ ہوا غم سے ٹکڑے	دل شکستہ ہیں جدا آج حبیب الرحمن
مضطرب باپ کے مرنے سے ہوئے عبدالوہاب	اور یحییٰ۔ شفیع۔ نور۔ خلیل الرحمن
ہائے کیا داغ جدائی سے شکستہ خاطر	چھوڑ کر اپنے عزیزوں کو جہاں میں گریاں
نیک کاموں کی جزا تم کو ملی یہ حق سے	رونق خلد ہو تم شیخ عطاء الرحمان
ظل رحمت میں چھپایا ہے خدا نے تم کو	ہوگیا بخشش عصیاں کا تمہاری ساماں
کر دیا ہائے تمہیں پاس وفا نے مجبور	تم نے جاں دیکے کیا موت کا پورا پیماں
ذوق تھا درس احادیث کا ہر دم تم کو	کام تھا خدمت اسلام سے تمکو ہر آں
خون تھا دیں کی حمایت کا رگوں میں جاری	اور غم تھا غم ملت کا جگر میں پنہاں
پیرو دین نبیؐ عامل سنت تم تھے	پیکر علم و عمل صاحب عزت انساں
روشنی نور حقیقت کی تھی دل میں ایسی	بزم عالم میں رہے مست شراب عرفاں
کی تھی خاموش طریقے سے اشاعت دیں کی	دہر میں نام و نمائش کے نہ تم تھے خواہاں
لکھدے صدیق حزیں سال وفات ہجری	بعد مرنے کے ہوا تم پہ یہ حق کا احساں

جانب خلد بریں باغ جہاں سے تم کو
لے گئی آج اجل شیخ عطاء الرحمن

۱۳۲۱ و ۱۳ (مرحوم کے صاحبزادے) — ۱۹۵۶ء (مرحوم کے پوتے)

ششماہی امتحان

(از مدیر)

محدث کی اسی اشاعت میں ہم نے کسی جگہ آپ کو بتایا ہے کہ جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مدرسہ کے اہتمام و انصرام کی زمام ان کے جواں سال و جواں ہمت فرزند جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے تھام لی ہے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ پوری مستعدی و دلچسپی کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے ہاتھوں لگائے ہوئے اس مبارک پودے کی آبیاری کر رہے ہیں اور ان کی پوری کوشش ہے کہ مرحوم کا یہ جاری کردہ چشمۂ فیض اپنی اُسی شان کے ساتھ قائم و دائم رہے جس طرح مرحوم کی زندگی میں تھا۔ چنانچہ مرحوم کی وفات کے چند ہی دنوں کے بعد ان کو خیال آیا کہ ششماہی امتحان کا زمانہ آگیا ہے۔ لہٰذا حسب دستور اس سال بھی امتحان ہونا چاہیئے۔ گو طلبہ میاں صاحب مرحوم کی جدائی کے صدمے سے نڈھال ہو رہے تھے لیکن ہمارے اس جواں ہمت سرپرست کی حوصلہ افزا باتوں نے ان پردیسیوں کی غمگساری کی اور ان کی ہمت بندھائی۔ چنانچہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ سے ۱۲ تک امتحان کی تیاری کیلئے مدرسہ میں تعطیل رہی اور ۱۳ سے باقاعدہ تحریری امتحان شروع ہوا۔ تین روز امتحان ہوتا رہا۔ اور پھر ۱۶ اور ۱۷ کو طلبہ نے آرام کیا۔ اور ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۳۸ء یوم ہفتہ کو عالیجناب مہتمم صاحب خود مدرسہ میں تشریف لائے اور امتحان کا نتیجہ سب کو سنا دیا۔ جیسی پریشانی اور ذہنی و دماغی انتشار کی حالت میں یہ امتحان ہوا تھا۔ اس کے لحاظ سے اللہ کا شکر ہے کہ نتیجہ نہایت شاندار رہا۔ جماعت میں اول آنے والوں کو مہتمم صاحب نے بڑی فیاضی اور دریادلی سے انعامات دیئے اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدرسہ رحمانیہ کے اس جواں بخت و جواں عمر مہتمم کی عمر و حیات میں برکتیں عطا فرمائے۔ ان کے عہد میں مدرسہ کو روز افزوں ترقیاں بخشے۔ اور ان کو علم اور طالبان علم کی بیش از بیش خدمتیں انجام دینے کی توفیق دے۔ آمین اللّٰہم آمین

جماعت میں اول آنیوالوں کو حسب تفصیل ذیل انعامات دیئے گئے

جلال الدین بنگالی متعلم جماعت ہشتم . عہ ر
اقبال احمد گونڈوی متعلم جماعت ششم . ۵ر
محمد مالا باری متعلم جماعت چہارم . . ۵ر
میزان الرحمٰن بنگالی متعلم جماعت دوم ۵ر
عبدالغفور متعلم جماعت اولیٰ . . ۵ر
عبدالرحیم پنجابی متعلم جماعت ہفتم . . . ۵ر
عبدالحمید بستوی متعلم جماعت پنجم . ۵ر
غلام اللہ پنجابی متعلم جماعت سوم . . ۵ر
محمد یوسف پنجابی متعلم جماعت اولیٰ . ۵ر

میزان کل ۵۵ر

پیغاماتِ تعزیت

ہر چند کہ محترم جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب غفر اللہ ورحمہ دین اور علم دین کی خدمتیں نہایت خاموشی کے ساتھ انجام دے رہے تھے اور کبھی ان کے دل میں نام ونمود کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن مرحوم کا خوان کرم اتنا وسیع اور دستِ فیض اتنا عام تھا کہ قدرتی طور پر ان کی ہستی تمام عالم میں ایک غیر معمولی شہرت کی مالک بن گئی تھی۔ جس کا اندازہ ان ہزاروں خطوط اور تعزیت کے پیغامات سے ہو رہا ہے، جو مرحوم کی وفات کے بعد سے مسلسل آرہے ہیں مرحوم کے پسماندگان کیلئے ہر ہر خط کا الگ الگ جواب دینا بہت مشکل ہے۔ اسلئے ہم اپنے ادارے، اور نیز مرحوم کے لائق فرزندان جناب شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ اور جناب صاحب جناب شیخ حبیب الرحمٰن صاحب کی طرف سے ان سب حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے مرحوم کی وفات پر ان کے پسماندگان کے ساتھ کسی نوعیت سے اظہار ہمدردی کیا ہے۔ اور درخواست کرتے ہیں کہ آپ لوگ مرحوم کی مغفرت اور ان کے فرزندان کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق کی دعا بارگاہ الٰہی میں خلوص سے کرتے رہیں۔ (ایڈیٹر رسالہ محدث دہلی)

قطعۂ تاریخ وفات

(امین الانام شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم)

۱۹۳۸ء

(از مولوی محمد امین صاحب شوق مبارکپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حامیِ دینِ متیں شیخ عطاء الرحمٰن ۔۔۔ منبعِ جود و کرم رحمتِ ربِّ ذیشاں
دار فانی سے سوئے ملکِ بقا کوچ کیا ۔۔۔ اپنی فرقت میں گئے چھوڑ کے سکو گریاں
تھے وہ طلبا کیلئے باپ سے بھی زیادہ شفیق ۔۔۔ انپہ رکھتے تھے بہر حال وہ نظرِ احساں
قبر کو ان کی خدا نور سے معمور کرے ۔۔۔ رحمتِ حق کا برستا رہے انپر باراں

شوق لکھدو سرِ "اندوہ" سے سالِ رحلت
آہ (دنیا سے) گئے شیخ عطاء الرحماں

۱۳۵۷ھ

ایضاً

کرد از جہان رحلت شیخ عطاء رحمٰن ۔۔۔ قلب وجگر ہمہ شد اندوہگیں بگفتا
آخر بلفظ "ھدیہ" تاریخ ارتحالش ۔۔۔ "مغفور باد" یارب شوق حزیں بگفتا

۱۳۵۷ھ

دروح اخبار

— ایک اطلاع مظہر ہے کہ مکہ مکرمہ میں آگ بجھانے کیلئے حکومت سعودیہ نے ساڑھے پانچ پانچ سو گنی کی چار موٹریں خریدی ہیں
ہے تین میونسپل فائر بریگیڈ کے ساتھ رہیں گی اور چوتھی جمعیۃ الاسعاف الخیری کے ساتھ۔ پانی کی بہم رسانی کیلئے نہر زبیدہ کی
لاح کی جارہی ہے اور کہیں کہیں ٹینکیاں بھی بنائی گئی ہیں۔
— شاہ مصر کی بہن ملکہ فوزیہ کی منگنی ایران کے ولیعہد شہزادہ شاپور محمد رضا سے ہوگئی ہے۔ اس رشتے کے باعث دو اسلامی سلطنتوں
تعلقات بہت خوشگوار ہوجانے کی امید ہے۔
— آئندہ جنگ عظیم سے ملک کی حفاظت کیلئے حکومت ترکی نے دنیا کے سب سے زیادہ تیز رفتار بمبار ہوائی جہاز خریدے ہیں اس
سلہ میں حکومت ۱۰ لاکھ ساٹھ کروڑ پونڈ کی رقم بھی منظور کرنیوالی ہے۔
— حکومت مصر نے جبری تعلیم کو لازمی بنا کر مصر سے ناخواندگی کے ختم کردینے کا عزم راسخ کرلیا ہے معلوم ہوا ہے کہ اس سلسلہ
ں ڈاکٹر حسین ہیکل وزیر تعلیم مصر کے حکم سے مصر میں چار سو نئے مدارس کھولے جائیں گے۔ آئندہ اور مدارس کے کھلنے کی بھی امید ہے
— کچھ مدت سے عراق اور حجاز کی حکومتوں کے مابین سرحدی علاقوں کی آبپاشی سے متعلق بعض امور تصفیہ طلب تھے
معلوم ہوا ہے کہ دونوں حکومتوں نے سرحدی معاملات کے ہر ایک جزو پر اتفاق کرلیا ہے۔
— محکمہ آثار قدیمہ کی مدد سے سندھ میں اسلامی عہد حکومت کے بہت سے قابل قدر کتبات دستیاب ہوئے ہیں جو اس زمانے
، اولوالعزم مسلم خاندانوں پر مشتمل ہیں عنقریب محکمہ آثار قدیمہ کیطرف سے انہیں کتابی صورت میں شائع کیا جائیگا۔
— محکمہ پیمائش ارضیات ہند کی رپورٹ بابتہ ۳۷ء دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ایک سال میں ۸۲ زلزلے آئے
— موٹر کمپنی نے مکہ معظمہ میں ٹیکسی سروس کا سلسلہ جاری کردیا ہے اب ہر شخص مناسب کرایہ پر بہترین موٹر کار حاصل کرسکتا ہے
— جو غیر ملکی طالبعلم تعلیم کی غرض سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں جلالۃ الملک سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف سے
ں ان پابندیوں سے مستثنیٰ کردیا گیا ہے جو حال ہی میں غیر ملکیوں کی اقامت کے متعلق رائج کردہ قانون کی رو سے
ن پر عائد ہوتی تھیں۔
— ۲۷ ربیع الاول کو جشن استقلال افغانستان پورے جوش و خروش سے منایا گیا۔ نماز عصر کے بعد وزیر فوق العادۃ
طرف سے شاندار ٹی پارٹی کا انتظام کیا گیا۔
— جلالۃ الملک المعظم سلطان ابن سعود کے حکم سے قبہ ظفیر و عقیر میں تین لاسلکی سٹیشن کھولدیئے گئے ہیں ان تینوں میں عوام
برقی پیغامات بھی وصول کئے جائیں گے۔
— یہ افواہ گرم ہے کہ لندن اور واشنگٹن میں سونے کی قیمت بڑھنے والی ہے اسلئے بمبئی کے بازار صرافہ پر بہت گہرا اثر پڑ رہا ہے۔
تہ تین دن میں یہاں ۷۵ ہزار اونس سونا خریدا جاچکا ہے۔

[illegible] مطبع [illegible] میں چھپا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ سے شائع کیا

RGD. L No. 3204

جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور ا اگست ۳۸

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے
(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔
(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔
(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کئے جائینگے۔
(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔
(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط وکتابت کا پتہ

مینجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۶ | بابت ماہ اگست ۱۹۳۸ء مطابق جمادی الاخری ۱۳۵۷ھ | نمبر ۴

یاس و امید

(از مدیر)

دار الحدیث رحمانیہ کے مرحوم مہتمم جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال جس طرح حقیقتاً ایک جماعتی اور ملی حادثہ ہے صد شکر کہ قوم نے اس کو اسی طرح محسوس بھی کیا ہے۔ چنانچہ جب سے یہ خبر شائع ہوئی ہے ملک کے طول وعرض میں رنج وغم کا ایک طوفان بپا ہے۔ ابتک ہمدردانہ خطوط اور تعزیتی پیغامات کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ جگہ جگہ جلسے ہو رہے ہیں جس میں مرحوم کے جود وسخا ایثار وقربانی، غربانوازی اور علم پروری کا ذکر کر کرکے لوگ اشکبار ہو رہے ہیں۔ مرحوم کی زندہ یادگار "مدرسہ رحمانیہ" کے بقا واستحکام کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ مرحوم کے پسماندگان کو صبر وشکر کی تلقین کے ساتھ ساتھ ان سے مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی امیدیں ظاہر کی جارہی ہیں۔ جناب شیخ عبد الوہاب صاحب مدظلہ العالی کو اپنے محترم باپ کے جاری کردہ چشمۂ فیض کو پوری ہمت اور شوق جذبے اور ولولے کے ساتھ اپنے ہاتھوں میں لے لینے پر مبارکبادیں دی جارہی ہیں، تبریک وتہنیت کے رزولیوشن پاس ہو رہے ہیں۔ اخبارات اور رسالوں میں شذرات ومقالے لکھے جارہے ہیں۔ شعراء اور تاریخ نگار مرثیے اور تاریخہائے وفات بھیج رہے ہیں، کتنے بچارے ایسے ہیں جو مرحوم کی دینی خدمات اولوالعزمانہ روایات کو سن سنکر ان سے ملاقات کا ارمان دل میں لئے بیٹھے تھے اور منتظر تھے کہ کوئی موقع ہاتھ لگے اور ہم اس مرد خدا کا دیدار حاصل کریں، لیکن اچانک خبر مرگ سنتے ہی ان کے دل مسوس کر رہ گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یقین مانئے کہ اگر ہم بالتفصیل ان تمام کارروائیوں کو محدث میں شائع کرنا شروع کریں تو کئی مہینے تک یہ سلسلہ ختم نہیں

ہوگا اس لئے صرف اس اجمالی فہرست پر ہی اکتفا کرتے ہوئے ہم ان تمام حضرات سے معافی کے خواستگار ہیں جن کے پیغامات تعزیت وغیرہ محدث میں شائع نہیں ہو رہے ہیں مطابق حدیث نبوی مَنْ عَزّٰی مُصَابًا فَلَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ (جو کسی مصیبت زدہ کے ساتھ اس کی مصیبت میں اظہار ہمدردی کرے اور اسے تسکین دے تو اس کے لئے بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس مصیبت کے مارے کو) آپ کا اجر انشاء اللہ اللہ کے یہاں ثابت ہو چکا +

محدث کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مرحوم کی زندگی کے اہم حالات کی طرف مختصر الفاظ میں اشارے کر دیئے ہیں لیکن حق تو یہ ہے کہ اس جلیل القدر ہستی کی زندگی کے واقعات جو محض شخصی حالات ہی نہیں ہیں بلکہ اس زمانے کے امراء، امراء ہی نہیں بلکہ بہت سے علماء اور طلباء کے لئے بھی عبرت و نصیحت کے عملی نمونے ہیں۔ اس لائق ہیں کہ ان کو اس شرح و بسط کے ساتھ دنیا کے سامنے اجاگر کیا جائے کہ لوگوں کے لئے سبق آموز اور بصیرت افروز ثابت ہوں۔ اسلئے ہمارا ارادہ ہے کہ دو مہینے کے بعد انشاء اللہ جب ہم "تاریخ رحمانیہ" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کرینگے، اسی کے ساتھ مرحوم کے سوانح حیات پر بھی ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیں گے اور کوشش کریں گے کہ اس گہوارۂ علم (رحمانیہ) میں ہم اپنی اٹھارہ سالہ زندگی کے چشم دید حالات اور قلبی تاثرات کو صدق و دیانت کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر آپ کے سامنے رکھدیں۔ وباللہ التوفیق۔

مرحوم کی وفات کے بعد دین اور علم دین سے محبت کرنے والوں، حدیث اور اہل حدیث کا درد رکھنے والوں کو سب سے بڑا خطرہ مدرسہ کے متعلق پیدا ہو گیا تھا اور سخت تشویش تھی کہ الٰہی اس شجر بار آور کا کیا ہوگا؟ جس کے پھلوں کی شیرینی سے دنیا لذت آشنا ہو چکی ہے اور دن بدن اس کی حلاوت کی لطف اندوزیاں بڑھتی ہی جارہی ہیں۔ لیکن اللہ کا شکر اور صد ہزار شکر اس کا احسان اور ان گنت احسان ہے کہ حاسدوں اور دشمنوں کے علی الرغم یہ تشویش بہت ہی جلد دفع ہو گئی۔ **وہّاب کا بندہ**، اپنے اولو العزم باپ کا جوان بیٹا، کمر ہمت باندھ کر آگے بڑھتا ہے اور اپنے باپ کی سونپی ہوئی امانت کو اسی آن بان کے ساتھ اپنے مضبوط ہاتھوں سے تھام لیتا ہے جیسی اس کی شایان شان تھی۔ اللہ اللہ وہی عبد الوہاب جو دن بھر دکان پر بیٹھکر سوائے اپنے کاروبار کی دھن میں لگے رہنے کے جانتا بھی نہ تھا کہ مدرسہ کہاں ہے اور طلبہ کدھر ہیں۔ اب دن میں دو دو مرتبہ آکر مدرسہ کی ڈیوڑھی کی زیارت کرتا ہے۔ پردیسیوں کا حال پوچھتا ہے ان کی ہر طرح کی آسائش کے لئے بے چین رہتا ہے۔ وہی عبد الوہاب کہ جس غریب کو شاید یہ پتہ بھی نہ رہا ہو کہ مدرسہ میں مدرس کتنے ہیں اور کون کون ہیں اب اس کا یہ حال ہے کہ ان کی ہم نشینی اپنے لئے باعث عزت سمجھتا ہے۔ ہر جمعہ کو شام کی شاندار دعوت کرتا ہے۔ اپنی خاص کار پہ بلاتا اور پھر اسی پہ واپس کرتا ہے سچ ہے کہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات ؎

رہا نہ میکدۂ علم و فن کا وہ ساقی مگر ہے اس کا کوئی ہمنوا ابھی باقی
جگر میں جوش لئے دل میں جذبۂ ملت
اٹھا ہے کرنے محمد کے دین کی خدمت

(آزاد دہلوی)

ابھی بالکل تازہ واقعہ ہے کہ قطب (دہلی) کی سالانہ تفریح کے لئے ۲۹ر جون ۳۸ء کو بدھ کے دن شام کو تمام طلبہ و مدرسین چار لاریوں میں بیٹھکر آرام سے گئے۔ ہمارے پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد خود بھی بذریعہ کار تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے اترے اور طلبہ کے مجمع میں آکر کھڑے ہوگئے ساتھ ہی پیسوں سے بھری ہوئی ایک وزندار تھیلی بھی لائے۔ وہیں فرش بچھواکر طلبہ اور مدرسین کے مجمع میں خندہ پیشانی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور باتیں کرتے رہے۔ تھیلی کی رقم طالب علموں پر تقسیم کرنے کے لئے لائے تھے لیکن چونکہ بہت سے لڑکے لاریوں سے اترتے ہی پہاڑیوں میں تفریح کے لئے منتشر ہوگئے تھے۔ اسلئے وہ امانت میرے حوالہ کرگئے کہ یہ چالیس روپے ہیں آپ ان کو لڑکوں میں تقسیم کردیجئے گا۔ گویا ان کے کھانے پینے کے اہتمام میں سینکڑوں روپے خرچ کرنے کے علاوہ یہ رقم ان غریب بے وطنوں کو اس تفریح کے موقع پر محض جیب خرچ کے لئے دی گئی تھی اس تفریح کی پوری تفصیل تو مولوی محمد اکبر صاحب کے مضمون میں پڑھئے یہاں تو میں نے ضمناً صرف اسلئے ذکر کردیا ہے کہ محترم مرحوم کے بعد بھی خدائے "وہاب" نے مدرسہ رحمانیہ کو وہ سرپرست "عطا" فرمایا ہے جس کی بلند خیالیاں بہت حوصلہ افزا اور عزت افزائیاں بے حد قابل تحسین ہیں اسلئے ہمیں امید ہے کہ انشاءاللہ ؎

بہار گلشن علم و ادب میں آئیگی ✽ چمن میں آج کلی پھر سے مسکرائیگی

پس آئیے ہم سب ملکر اپنے نیک باپ کے اس سچے جانشین کیلئے دل سے دعا کریں ؎

الٰہی دے اسے ملت کا اپنی سوز و گداز ✽ وہ عمر بھر رہے تا تیرے دیں کا نغمہ نواز

امواج الم

(از مولوی ضیاءالدین صاحب ضیاؔ الہ آبادی متعلم مدرسہ رحمانیہ)

میری دنیائے تخیل اے ضیاؔ ہے سوگوار　　مرتعش دست و قلم ہیں اور آنکھیں اشکبار

کیا قیامت ہے کہ ساز دل نہیں ہے نغمہ بار　　دیکھتا ہوں اب جہان رنگ و بو کو تیرہ تار

کیوں غم و حرماں میں اک اک شخص ہے ڈوبا ہوا　　جوشش غم سے ہے ہر پیر و جواں سینہ فگار

آہ میں افسانۂ درد و الم کو کیا کہوں　　ہوگیا ہم سے جدا اسلام کا خدمت گذار

دردمندوں بینواؤں کی کفالت کے لئے　　مستعد تھا دور کرکے عیش و عشرت کا خمار

وہ کہ جس کی زندگی کے واسطے روح رواں　　پرورش تھی طالبان علم کی لیل و نہار

جسکا فیض عام تھا مخلوق پر چھایا ہوا　　جو سخاوت میں تھا بیشک بحر ناپیدا کنار

اسکے عادات و خصائل قابل صد رشک تھے　　پیکر اخلاص تھا اخلاق تھا اس کا شعار

گلشن رحمانیہ اس کے ہی لطف عام سے　　دیرپا ہے آجتک دنیا کو پیغام بہار

سرخرو تیری عطا سے تھا یہاں بھی وہ بزرگ　　اب وہاں بھی ہو عطا جنت اسے پروردگار

عطاء رحمان قد لاقیت مغفرۃ

(از علامہ خلیل بن محمد صاحب یمنی حال وارد بھوپال)

لما غترارك بالآمال یاوسن ... ان الحیاۃ تفطن کلها وسن

اے محو خواب! سراب آرزو پر گھمنڈ کس لئے؟ سمجھ لے کہ زندگی تو ساری خواب ہی خواب ہے

العیش نوم وموت المرأیقظته ... وانت بینهما کالوهم یا فطن

زندگی نیند ہے اور موت عالم بیداری اور اے خردمند اس موت وحیات کی کشمکش میں تیری زندگی وہم سے زیادہ نہیں

ماذا تؤمل فی الدنیا وبهجتها ... ولا یصاحب منها المال والوطن

دنیا اور اس کی مسرتوں سے تو کیا امیدیں باندھتا ہے حالانکہ تیرے ساتھ یہاں سے نہ مال ہی جائیگا نہ وطن

ولا یساعد اخوان ولا ولد ... اذا تربت وخلی روحك البدن

جب تو سپرد خاک کردیا جائیگا اور جسم کی روح سے جدائی ہوجائیگی تو بھائی بند یا اولاد کوئی بھی تیرے کام نہ آئے گا

فدع زخارف ذی الدنیا فلیس بها ... ماینفع المرأ الا البر والکفن

زخارف دنیاوی کو چھوڑدو کیونکہ کفن اور نیکی کے سوا کوئی شے انسان کے کام آنے والی نہیں

علام حزنك فیما فات من امل ... ولا یرد علیك الغائب الحزن

آرزوؤں کی ناکامی پر تو کیوں مبتلائے غم رہتا ہے حالانکہ رنج وغم فوت شدہ شے کو واپس نہیں لاسکتے

ماذا یقیك اذا ماحان حینك من ... رب الوری لا جیوش ولا حصن

جب رب العالمین کی طرف سے تیرا وقت آپہنچے گا تو اسوقت نہ قلعے تجھے پناہ دیسکتے ہیں نہ لشکر ہی تجھے بچا سکتا ہے

عطاء رحمان قد لاقیت مغفرۃ ... من غافر ساتر رب له المنن

اے عطاء الرحمن اس غفار الذنوب ستار العیوب کی جانب سے تو ملگیا جسکے انعامات بیکراں ہیں خدا تمہیں اپنی مغفرت سے ہمکنار فرمائے

وبل رمسك شؤبوب الجنان وقد ... وافاك من ربك الرضوان والعدن

اور تمہاری قبر کو مہر ونوازش باری تعالیٰ کے ریلے نصیب ہوں اور رب کریم کی رضا اور جنت کا تحفہ تمہیں ملے۔

انی بعدت وقد خلفت مدرسۃ ... دینیۃ تتهادی سوحها السنن

آپ کیسے دور ہوسکتے ہیں حالانکہ آپنے ایسا دینی مدرسہ چھوڑا ہے جسکے میدانوں میں سنن خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوم جھوم کر چل رہی ہیں۔

احییت سنۃ طه بعد موتها ... وانت ما بقیت من اجرها قمن

آپنے اس مدرسہ کے ذریعہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو زندہ کیا اور جبتک یہ مدرسہ باقی ہے آپ اس کے ثواب کے مستحق رہیں گے

فیہا من العلماء الغر ترا سہا عنا ثم الخیر والاخلاص والمنن

اس مدرسہ میں نامور علما ہیں جن کی قیادت کا فریضہ نیکی کے جذبات وخلوص واحسان ادا کر رہے ہیں۔

کذالک خلفت اولادا مکرمۃ ہم یأتسون بکم والخیر قد لقنوا

اسی طرح آپنے ایسی نیک اولاد چھوڑی جو آپکے نقش قدم پہ چلیگی اسلئے کہ نیکیاں ان کی رگ و پے میں سرایت کی ہوئی ہیں

وخیر الاولاد من یتبع اباکرما ان الکریم بخیر الخلق مرتھن

اور اولاد میں نیک اولاد وہ ہے جو بزرگیوں میں باپ کی پیروکار ہو اور کیوں نہ ہو مرد کریم تو اخلاق عالیہ کے ہاتھوں مقید ہے

ثم الصلوٰۃ علی المختار من مضر

تحفۂ درود وسلام اس ذات اقدس کو پہنچے جسے رب الارباب نے مضر سے منتخب فرمایا

ما غرد الطیر وما اھتزت الغصن

اور اسوقت تک پہنچا رہے جبتک پرند نواسنج اور ڈالیاں جھومتی رہیں

حضرت میانصاحبؒ اور تمہیدات موت

(از مولوی ضیاء الدین صاحب ضیا الہ آبادی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

محفل عیش وطرب میں موت ہے نغمات یاس سلب کر لیتی ہے وہ دنیا کی ساری کیفیات
مرد مومن بھی نہیں بچتا ہے اسکے قہر سے ہاں مگر ہوتی ہے اس کی موت میں مضمر حیات ضیاؔ

میرے قلم کی جنبش بند ہو جاتی ہے فکر وتخیل میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے آنکھیں اشکہائے غم بہاکر محو تلاش ہو جاتی ہیں دل کو یقین نہیں ہوتا جب کسی سے یہ آواز کانوں تک پہنچتی ہے کہ میانصاحب (جناب شیخ عطاء الرحمن صاحبؒ مرحوم اسی لقب سے مشہور تھے) اب نہیں ملیں گے وہ ہم سے جدا ہو کر اور کسی دنیا میں چلے گئے۔ اب انکا چلنا پھرنا ہنسنا بولنا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا ہمارے ساتھ نہ ہوگا بلکہ انشاء اللہ ان کے ساتھ جنھیں نفوس قدسیہ کہتے ہیں ان کے ساتھ جن کے لئے خدا کی نعمتیں مخصوص اور ابواب جنت وا ہیں اُن کے ساتھ جنھیں شہداء اور صدیقین کہا جاتا ہے۔

کاش! ہم نے میانصاحبؒ کے ان بعض اقوال وافعال سے جو وقتاً فوقتاً سننے اور دیکھنے میں آئے تھے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہوتا کہ اب وہ ہمیں چھوڑ کر اس عالم فانی سے رخصت ہونے والے ہیں اور پھر وہ کچھ ان کی خدمت کر لیتے جو قدرت سے بھی باہر ہوتا تاکہ حسرت وحرماں غم واندوہ کی فراوانی میں کسی قدر کمی ہو جاتی۔ عرصہ ہوا ایک دن میانصاحبؒ طلباء کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ پاجامہ کی مہری پنڈلی تک اٹھا کر فرمایا دیکھو میری پنڈلیوں نے گوشت چھوڑ دیا ہے۔ اب میرا وقت قریب آگیا ہے خدا جانے کس دن چلدیں۔ لیکن کیا خبر تھی کہ یہ کلمات محض قیافہ اور اندازہ ہی پر مبنی نہ تھے بلکہ ایک حقیقت تھی جسے ان کی زبان سے ادا کرایا جا رہا تھا۔ علماء کی صحبت اور ان کی محبت نے

آپ کے قلب و جگر میں اسدرجہ جگہ پیدا کرلی تھی کہ آپ موت کے بعد بھی اپنے ذرہائے خاک کو کسی عالم کی نزدیکی اور صحبت سی وابستہ دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد کے قریب کی وہ جگہ جسے ایک شخص نے اپنے لئے منتخب کر رکھی ہے اسے پانچسو روپیہ دیکر اپنی آئندہ آرام گاہ کیلئے مخصوص کرنیوالے تھے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ علالت سے کچھ ہی دن پہلے ایک موقع پر میاں صاحب فرمانے لگے آخر میری موت کے بعد بھی تو یہی چیز پیش آئے گی۔ بلّی کے ایک معزز حاجی فیاض الدین کو ابھی چند ایام ہوئے کہ دفن کرتے وقت شیخ عبداللہ صاحب نے جو دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں دہلی کے عام دستور کے خلاف اسبات پر بہت اصرار کیا کہ ان کیلئے قبر میں لحد (بغلی) بنائی جائے اور بارہا لوگوں سے کہا اللحد والحدًا لیکن جب لوگوں نے توجہ نہ کیا تو اس وقت میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ چھوڑو تمہیں لحد کا خیال ہے تو میری قبر میں بنا دینا۔

جس طرح آپ کا ایک ایک منٹ خلق خدا اور دین اسلام کی خدمت میں صرف ہوتا تھا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ شاندار تھا اسی آن بان اور اسی شان کے ساتھ اپنی شہادت کے بھی متمنی تھے۔ چنانچہ ہیضہ کے پہلے حملے کے بعد جب آپ کو ایک دن کیلئے افاقہ ہوا اور مدرسہ میں تشریف لائے تو فرمانے لگے مجھے دست آئے تھے اگر میں اس سے جانبر نہ ہوتا تو مطابق حدیث شریف شہدار کے گروہ میں داخل ہو جاتا۔ مگر کون جانتا تھا کہ خداوند قدوس اپنے اس مخلص بندے کی تمنائے شہادت کو پامال نہیں کرے گا چنانچہ دوسرے دن کے دوسرے حملہ میں چند دن بیمار رہ کر خدا کے اس محبوب نے صبح قیامت تک کیلئے آنکھیں بند کرلیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایثار مجسم کی زندگی کے مختصر حالات

(از مولوی عبدالقیوم صاحب بستوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرت میاں صاحب مرحوم کی پیدائش ۱۸۸۲ء کو شہر دہلی میں ہوئی آپ کی کل عمر ۵۵ سال کے قریب تھی آپ کے بال دین ربانی کی توسیع اور پھیلانے میں سفید ہوئے بچپن میں تھوڑی بہت تعلیم حاصل کرکے تجارت کے کام میں لگ گئے آپ کی طبیعت ابتدا ہی سے دین کی طرف راغب تھی اور ہمیشہ سے علماء کے ہمنشین رہے۔

آپ کی صحبت خصوصاً مولانا عبدالعزیز صاحب محدث رحیم آبادی کے آپ بیحد معتقد تھے اور ان کی صحبت کا اتنا اثر پڑا کہ آپ محبت الٰہی کے رنگ میں رنگ گئے جیسے وہ ولی اللہ صاحب ہمت اور سخی تھے ایسے ہی ان کی صحبت کی وجہ سے آپ بھی ایک صاحب ہمت وسخا اور مخلص دیندار بنگئے۔ مولانا کو بھی آپ سے اتنی محبت اور الفت تھی کہ کئی ایک چیزیں اپنی زندگی میں بطور یادگار آپ کو دے گئے تھے جو انگوٹھی آپ ہمیشہ پہنتے تھے وہ مولانا ہی کی عطا کردہ تھی یہ آپ کے ہاتھ میں آخیر وقت تک رہی۔

والد اور محترم بھائی کی عزت آپ نے اپنے والد کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور اپنے محترم

بھائی حاجی عبدالرحمن صاحب مرحوم کی بھی بیحد عزت کرتے تھے جس کام کے لئے آپ کو حکم دیتے آپ فوراً سرتسلیم خم کر دیتے ایک مرتبہ ایک مقام پر زمینداری خریدی گئی یہ مقام قدرتاً ایسے موقع پر واقع تھا جہاں ہر قسم کی مصیبت کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا آپکے بڑے بھائی صاحب نے آپ کو وہاں جانے کا حکم دیا آپ کو اگرچہ اس مقام کی نگہداشت ناگوار تھی لیکن پھر بھی بڑے بھائی کا حکم نہیں ٹالا اور وہاں جاکر رہے۔

مدرسہ سے دلچسپی آپنے ۱۹۲۲ء میں مدرسہ کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے بام عروج پر پہنچایا آپ کا ارادہ موجودہ زمانے کی بے روزگاری کو دیکھکر طلبہ کے لئے شعبہ صنعت کھولنے کا تھا آپ نے عربی اگرچہ نہیں پڑھی تھی لیکن طلبہ کی صحبت کے باعث آسان عربی اکثر سمجھ جاتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی عبداللہ صاحب نجدی نے مسجد میں عصر کے بعد کھڑے ہوکر عربی میں کچھ نصیحت کی ہم میں سے بعض نے پوری بات نہیں سمجھی لیکن میاں صاحب مرحوم مقصود بیان کو سمجھ گئے اور جواباً خود بھی کچھ فرمایا۔ کیسی ہی الجھی بات آپ کے سامنے کوئی کرتا آپ فوراً سمجھ جاتے تھے۔ آپ کی نیک کوششوں نے علم کو بہت پھیلایا آپ طلبہ کو اچھی اچھی نصیحتیں کرتے تھے اور ساتھ ہی عمل کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ آپنے مدرسہ کی مسجد میں کئی ایک مرتبہ خطبہ دیا اور طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ازار ٹخنہ سے نیچے تک پہننے سے بچو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔ جب کوئی تمہارا مسلمان بھائی ملے تو اسے سلام کرو یہ کیوں اسلئے کہ تم آئندہ قوم کے رہبر اور پیشوا ہونگے تمہارے والدین نے تمہیں علم دین سیکھنے کے لئے بھیجا ہے اسلئے خوب دل لگاکر پڑھو ایسی چیزیں کھانے سے بچو جو تمہاری صحت میں مخل ہوں۔ اسی قسم کے اور بہت سے نصائح آپ طلبہ کو کہا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی اگرکسی طالب علم کو ادنیٰ سی شکایت ہوتی تو آپ کو اسقدر تکلیف ہوتی گویا کہ پہلو میں خنجر نے شگاف کر دیا ہے طلبہ کی خوشی آپ کی خوشی تھی طلبہ کی تکلیف آپ کی تکلیف تھی۔

آپ کے اخلاق کریمہ اور انکساری کے متعلق قلم کو ہمت نہیں کہ لکھ سکے آپ طلبہ کی جوتیاں اپنے مبارک ہاتھوں سے سیدھی کر دیا کرتے تھے آپ طلبہ کے جھوٹے اور بچے ہوئے روٹی و سالن کو بے تکلف کھا لیا کرتے تھے آپ کی صبح وشام کی غذا اکثر معمولی ہوتی تھی چپاتی اور سبزی اکثر کھاتے تھے۔

اوقات صبح کا کھانا سات بجے اور شام کا مغرب کے بعد فوراً کھاتے تھے وقت کے بہت پابند تھے صبح سے دس بجے تک گھر کے بعض کاموں رشتہ داروں اور قرابتداروں کی ملاقاتوں میں مشغول رہتے بعدازاں مدرسہ میں تشریف لاتے اور ظہر تک طلبہ سے گفتگو کرتے ان کی ضرورتوں کی طرف توجہ کرتے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کے ایک حجرہ میں آرام فرماتے عصر سے پہلے بیدار ہوجاتے اور نماز عصر پڑھکر ایک آدھ گھڑی بیٹھ کر سیر کرنے کیلئے تشریف لیجاتے مغرب کی نماز پڑھکر کھانا تناول فرماتے رات کو گھر رہتے اور بوقت تین بجے بعض موسم میں ۲½ بجے تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تہجد سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتے بعدازاں مدرسہ میں لڑکوں کو بیدار کرنے کیلئے تشریف لاتے اور نماز فجر ادا کرکے ایک آدھ گھنٹہ بیٹھتے پھر گھر تشریف لیجاتے آپ کے ہر روز کا پروگرام یہی تھا۔

اشارات شہادت یہ حقیقت ہے کہ مومنین صادقین کی زبان سے رب السماوات والارض ایسی باتیں نکلواتا ہے جو واقع ہو کر رہتی ہیں ابتدائے مرض سے چند ہفتہ پیشتر میاں صاحب کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ نکلوائے جو بعد میں واقع ہو کر رہے۔ ایک مرتبہ سیدنا میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اپنی زندگی میں اپنی قبر کھدوا لوں تو کیا کوئی حرج ہے آخر کار میں نے آپ کی اس گفتگو کو بات ہی بات میں ٹال دیا۔ بیماری سے تھوڑے روز قبل بطور وصیت فرمایا تھا کہ جب میری موت کی خبر پہنچے تو جہاں کہیں رہنا نماز جنازہ پڑھ لینا۔ اسی طرح بیماری سے تھوڑے روز پہلے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمانے لگے کہ مدرسہ پر عذاب آنیوالا ہے اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جو میاں صاحب کی کرامت پر دال اور بین ثبوت ہیں مدرسہ پر عذاب آیا اور بہت بڑا عذاب آیا مدرسہ کی ساری کنکریاں اور سارے در و دیوار اور جملہ اہل مدرسہ نے آپ کے فراق میں آنسو بہایا۔ ایک مرتبہ اسی سال دہلی میں ایک سوداگر کا انتقال ہوا میاں صاحب ان کے جنازہ میں شریک ہوئے جب قبر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ یہاں کے دستور کے مطابق ان کی قبر صندوقی تیار کی گئی ہے اس پر عرب صاحب مذکور نے اعتراض کیا کہ لحد (بغلی) ہونی چاہئے۔ آخر اختلاف بڑھتا ہوا معلوم ہوا تو فوراً میاں صاحب آگے بڑھے اور عرب صاحب کو سمجھایا کہ چھوڑ دو۔ اگر ایسا ہی خیال ہے تو میری قبر میں لحد بنوا دینا۔ بیماری سے دو ماہ قبل مردہ کے حق میں کھانا کھلانے کا مسئلہ میں نے چھیڑ دیا اس پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی میں کہہ رہا تھا کہ فی زمانہ طلبہ کو اس قسم کا کھانا کھانا ٹھیک نہیں اسوقت میں میاں صاحب نے مزاحاً فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد میرے حق میں جو کھانا کھلایا جائے گا اس کو تم کھاؤ گے یا نہیں۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اس قسم کی باتیں پہلے ہی سے ڈالدی تھیں یہ کسے معلوم تھا کہ یہ سب تمہیدات موت ہیں یہ کسے معلوم تھا کہ یہ غم خوار دین عمر کی پچپن بہاریں دیکھ کر یکم جون کی ساڑھے گیارہ بجے شب کو سب کو روتا مگر خود ہنستا اور مسکراتا ہوا ہم سے جدا ہو جائیگا۔

مرض الموت آپ کو ۲۳ مئی ۱۹۳۸ء کو کئی دست آئے عصر کے بعد میں نے آپ سے ملاقات کی حالت دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا آج کئی ایک دست آئے ہیں ڈاکٹر نے دوا بھی دی لیکن دست برابر جاری رہا آپ رات کو اپنے صاحب زادے حبیب الرحمن صاحب کی کوٹھی پر تشریف لیگئے اور وہیں رات گذاری دوسرے روز خدا کے فضل و کرم سے اچھے اور تندرست ہوگئے اس روز آپ سے ڈھائی گھنٹہ تک گفتگو ہوئی اس دن آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ انشاءاللہ مدرسے میں فاضل کا شعبہ قائم کرینگے میں یہ سنکر بہت خوش ہوا۔

لیکن آہ افسوس اسی رات کو پھر دست شروع ہوگئے صبح کے آٹھ بجے مدرسے میں خبر آئی کہ آپ سخت علیل ہیں لڑکوں نے اپنے اپنے قرآن شریف لیکر پڑھنا شروع کردیا اور میاں صاحب کی شفا کیلئے دعائیں کرنے لگے۔ تیسرے روز جب آپ سخت بیمار ہوئے تو لڑکے اور ان سے سارے تعلق رکھنے والے گھبرا گئے اور اسی دن کئی دفعہ قرآن شریف اور بخاری شریف ختم کی گئی پنجشنبہ کے روز اجلاس میں استاذی جناب مولنا نذیر احمد صاحب نے آنسو بہاتے

ہوئے لڑکوں کے سامنے ایک نہایت رقت انگیز اور پر درد دعا کی جس پر لڑکوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اس روز عشاء کے بعد پھر موصوف نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ رات کو اٹھکر دو رکعت نماز ادا کرکے شفا کیلئے دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ آخری شب میں آسمان پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے اور میں اُسے دوں لہٰذا اسوقت دعائیں کرنے کیلئے اٹھو یہ قبولیت کا وقت ہے۔ آخر کار شاید علوکلانا اثر ہوا کہ حالت درست ہوگئی جلد شفایاب ہوجانیکا سب کو یقین ہوگیا لیکن ہیضے نے دوبارہ حملہ کیا جس سے حالت ناگفتہ بہ ہوگئی سب گھبراگئے اور یکم جون کی شب میں دس بجے خبر آئی کہ تم سب چلے آؤ لڑکے مع قرآن کے حاضر ہوگئے اور تھوڑی دیر کہ یٰسین پڑھنے پائے تھے کہ میاں صاحب رح جنت الفردوس میں پہنچ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ اللہ یہ کتنی وحشتناک خبر تھی جس کے سنتے ہی دل پھڑکنے اور آنکھیں آنسو بہانے لگیں اور پاؤں ڈگمگانے لگے

وفات کے بعد | لڑکوں کو اس حادثہ فاجعہ سے رات بھر نیند نہ آئی آپ کو فوراً غسل دے کر کفنایا گیا لڑکوں نے چہرہ مبارک دیکھنے کی درخواست کی بھائی حبیب الرحمٰن صاحب نے چہرہ کھولا دروازے پر بھائی عبدالوہاب صاحب کھڑے تھے سینہ پر ہاتھ تھا اور آنکھوں میں آنسوؤں کا تلاطم لڑکے یکے بعد دیگرے دیکھ رہے تھے۔ وہ کس قدر رقت انگیز وقت تھا سب کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے چہرہ کیا تھا ایک نور کا ٹکڑا اور لبوں پہ مسکراہٹ آپ کو اگرچہ ایک ہفتہ میں کئی سو دست آئے تھے لیکن چہرہ پر سبحان اللہ نور برس رہا تھا۔ جنازہ آٹھ بجے یکم جون کو اٹھایا گیا راستہ میں ہجوم کا ہجوم ہر گلی سے جنازہ میں شرکت کیلئے آتا یہاں تک کہ جنازہ مدرسہ رحمانیہ کے قریب پہنچا لوگوں کا ارادہ تھا کہ وضو قبرستان میں کیا جائے لیکن اتفاق سے مدرسہ کا دروازہ دیکھکر سب نے اس کی طرف رجوع کیا اور جنازہ عین اس مقام محترم پر جہاں مرحوم بیٹھا کرتے تھے رکھا گیا اس وقت اس منظر کو دیکھکر جگر پارہ پارہ ہوگیا آخر کار سب نے وضو کرلیا اور آدمیوں کی کثرت کے باعث نماز شاہی عیدگاہ میں ادا کی گئی اگرچہ شہر میں اچھی طرح اعلان نہیں کیا تھا لیکن پھر بھی جنازہ میں ایک انبوہ کثیر شامل ہوا جب جنازہ قبرستان میں پہنچا تو جو لوگ نماز میں شامل نہ ہوسکے تھے پھر سے پڑھنے کی درخواست کی مولانا محمد صاحب نے پہلے کی طرح یہاں بھی نماز پڑھائی۔ جنازہ دفن کرنے کے بعد پر خلوص دعائیں کی گئیں۔ مرحوم کے حق میں بہت سے صدقات و خیرات کئے گئے مولانا محمد صاحب کی مشہور ترجمہ کردہ کتاب یعنی دین محمدی لوگوں میں تقسیم کی گئی لیکن یاد رہے کہ رحمانیہ سے فیض اٹھانے والے طالبعلموں اور یہاں سے فارغ شدہ فاضلوں میں جب تک خون کا قطرہ بھی باقی رہے گا مرحوم کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

آپ کی قبر مدرسہ رحمانیہ کے جنوب اور شاہی عیدگاہ کے غربی جانب میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان پر بے انتہا رحمتیں برسائے آمین ثم آمین

آپ کی صلبی یادگار | خدا کے فضل و کرم سے آپ پر دادا ہوچکے تھے۔ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے علاوہ تین بیٹے یعنی حافظ فضل الرحمٰن صاحب و . . . .

حاجی عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ و خانصاحب شیخ حبیب الرحمن صاحب آنریری مجسٹریٹ اور چار لڑکیاں اور کئی ایک پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں چھوڑے۔

موجودہ صورت حالات مرحوم اپنی زندگی میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد مدرسہ کے نگراں اور مہتمم حاجی عبدالوہاب ہوں گے مرحوم اگرچہ بحالت مرض کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے لیکن مدرسہ کی محبت چونکہ آپ کے اندرون قلب میں بس گئی تھی اسلئے خاصکر مدرسہ کے لئے یہ وصیت لکھوائی کہ میرے بعد مدرسہ کے سرپرست حاجی عبدالوہاب ہونگے آپ نہایت سنجیدہ، متین اور تجربہ کار ہیں اور والد بزرگوار کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی عمر کو دراز کرے آمین۔

قطب کی سیر

(از مولوی محمد اکبر صاحب فارانی متعلم جماعت خامسہ دارالحدیث رحمانیہ)

دارالحدیث رحمانیہ جن اشیاء کی وجہ سے دیگر مدارس عربیہ سے ممتاز و فائق ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں جب امتحان سہ ماہی، یا ششماہی کے موقعہ پر طلبا رغیر معمولی انہماک اور محنت و مشقت سے کام لینے کی وجہ سے تھک جاتے ہیں تو کسی پر فضا مقام یا مرغزار کی سیر کرا کر فوراً ہی اس کی تلافی کردی جاتی ہے یعنی ہر سختی کے بعد آسانی کا بھی اہتمام ہے محرم میں روشن آرا باغ کی سیر کرا کر اور وہیں دیگر اسباب راحت و آسائش بھی مہیا کرکے امتحان سہ ماہی کی تلافی کی جاتی ہے اسی طرح امتحان ششماہی کے بعد مضافات دہلی کی سیر کا اہتمام کرکے "عیش حال" سے "غم ماضی" کو غلط کیا جاتا ہے۔

ہمارا سال رواں کچھ ایسے حالات سے گذر رہا تھا جنکی وجہ سے ہمیں ایک حد تک یقین ہوگیا تھا کہ اس سال ششماہی امتحان نہیں ہوگا۔ اس لئے جولائی سے (جبکہ ہم لوگ مضافات دہلی کی سیر کرنے جاتے ہیں) دو ماہ بیشتر ہی ہم نے تخیل کی مدد سے اپنے دماغ میں عظیم الشان اور فلک بوس قصر تعمیر کر لئے تھے اور ارادے اسقدر بلند تھے کہ اگر وہ وقوع پذیر ہوجاتے تو سابقہ ریکارڈ یقیناً مات ہوجاتے اور شاید مستقبل بھی اس کی نظیر نہ لاسکتا۔ لیکن قدرت ہمارے تخیل پر ہنس رہی تھی اور اگر ہم کچھ زیادہ دور اندیشی سے کام لیتے تو کتابوں میں نہیں بلکہ لوح دماغ ہی پر راز فطرت کے غماز فقرے ہمیں منقوش نظر آجاتے۔

تجری الریاح بما لا تشتھی السفن۔

مگر افسوس کہ "بادہ کش" ابھی تشنہ لب ہی تھے کہ ساقی بزم اٹھ گیا۔ مجلس بے کیف ہوگئی اور محفل نشاط مبدل بہ غم ہوگئی وہ عظیم ولولے اور بلند ارادے عملی صورت میں آنا تو در کنار منت کش اظہار بھی نہ ہونے پائے تھے کہ دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور پھر "میر" کے بعد کارواں کے کسی فرد میں اسقدر تاب و تواں اور جرأت کہاں تھی کہ وہ مجلس عیش قائم کرسکے؟

چنانچہ امتحان ششماہی کے بعد جب حسب دستور قدیم طلبا کی زبانوں پر "قطب کی سیر" کا لفظ آیا تو مدرسہ کی انجمن

ہوائیں کشتیوں کو ان کی مرضی کے خلاف لیجاتی ہیں ۱۲

"جمعیۃ الخطابۃ" کی "مجلس عاملہ" کے اراکین کو یہ خیال ہوا کہ ناسمجھی کی بنا پر یہ غلط خواہش کی جارہی ہے اور مناسب یہی ہے کہ اس سال اس قسم کی تمام تقریبات منسوخ کردی جائیں مگر جب ہمیں اس امر کا علم ہوا کہ خلد آشیاں حضرت میاں صاحب مرحوم کی خرم محترم اور ان کے فرزندان عالی قدر مرحوم کی جاری کردہ کسی شئے میں قطع وبرید کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور مہتمم صاحب مدظلہ نے امتحان ششماہی کا نتیجہ سنانے کے بعد جب خود ہی اسکے متعلق اپنا خیال ظاہر فرمایا اور ہم لوگوں سے استصواب کیا تو ہمارے لئے یہ ناگزیر تھا کہ ہم ان کی رائے کو ٹھکرا دیں۔ چنانچہ ہم لوگوں نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے جانے کا فیصلہ کرلیا۔ یوم روانگی کئی روز پیشتر ہی سے متعین کرلیا گیا تھا اور اتنا عرصہ تیاری کے لئے کافی تھا مگر اس سال چونکہ ہم سب کا دل بیٹھا ہوا تھا اس لئے اس تقریب کا اہتمام کچھ زیادہ نہیں کیا گیا بلکہ ۲۹ ربیع الثانی بدھ کے دن ہم لوگ فوراً جو کچھ تیاری کرسکے اسی کو کافی سمجھا۔ اسدن تعطیل کردی گئی تھی اس لئے صبح سے عصر تک وقت اسی کی تیاریوں میں گذرا۔ عصر کے بعد لاریاں آئیں اور ہم لوگ سوار ہو کر یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے اس موقعہ پر ہمیں میاں صاحب کی مفارقت کا احساس شدت سے ہوا۔ کیونکہ اس موقعہ پر وہ بنفس نفیس خود موجود رہا کرتے تھے اور سوار ہونے اور روانگی کے وقت ہم لوگوں میں جو مسابقت ہوتی تھی اس سے صد درجہ محظوظ ہوتے تھے۔ چند فرلانگ کے بعد شیدی پورہ کا قبرستان آگیا (جہاں مرحوم دفن ہیں) اور ہماری زبانوں پر بے اختیار دعاء مغفرت جاری ہوگئی۔

۵ بجے کے قریب ہم لوگ "قطب" پہنچ گئے۔ آخری لاری کے ساتھ ہی موجودہ مہتمم جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب بھی پہنچ گئے۔ آپ نے اگرچہ دہلی سے اپنا باورچی بھیجکر بہترین طعام کا انتظام کردیا تھا اور کسی دوسری چیز کی بھی تکلیف نہ تھی لیکن اس کے باوجود ہم لوگوں میں تقسیم کرنے کیلئے اپنے ساتھ روپیہ لیکر آئے تھے۔ چونکہ پہلے آنیوالی لاریوں میں آنیوالے طلباء اکثر نئے تھے اس لئے وہ "لاٹ" دیکھنے کے شوق میں آپ کا انتظار کئے بغیر پہلے ہی چلے گئے اس لئے مہتمم صاحب نے خود تقسیم نہیں کیا اور کچھ دیر ہم میں بیٹھے رہے اور پھر لائے ہوئے روپے استاذنا المحترم حضرت مدیر محدث کو تفویض کرکے چلے گئے تاکہ جب سب لڑکے جمع ہو جائیں تو آپ تقسیم کردیں۔ مغرب تک طلباء عہد آزادی اور اسلاف کے بچے کھچے خراب وخستہ مکانات دیکھتے رہے جو کہ ہمارے عروج وزوال کی خاموش مگر مکمل داستانیں ہیں اور جنھیں اہل نظر بلاتکلف اسی طرح پڑھ لیتے ہیں جس طرح کہ آپ میرے اس لکھے ہوئے مضمون کو پڑھ رہے ہیں اور جن کی ٹوٹی ہوئی اینٹیں شکستہ پتھر اور بکھرے ہوئے چونے ہزارہا کتابوں سے بھی زیادہ اپنے اندر عبرت وموعظت کے ابواب پوشیدہ رکھتے ہیں۔ راقم اور چند دیگر قدیم طلباء حضرت محترم مدیر محدث کے پاس ہی رہے کیونکہ ہم لوگ ان چیزوں کو بارہا دیکھ چکے تھے۔

بعد مغرب دسترخوان بچھا اور سب سے پہلے ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ اساتذہ ہمیں کھلانے میں مصروف ہوگئے اسکے بعد وہ خود اور ان کے ساتھ شہر کے چند شرکاء بزم نے کھایا۔

عشاء کے بعد ہم لوگ مختلف ٹولیوں میں منقسم ہوگئے۔ ایک۔ دو بجے تک خوش الحان طلباء و شعراء نے نغمہ سرائی کی اور احباب سے داد تحسین حاصل کی۔ راقم کی بزم کے شیریں نوا رکن اور ثانی داؤد حافظ خالدی نے آل انڈیا ریڈیو کے خاص

شعرا بہزاد نظامی احسان و دانش کاندھلوی کے طرز پر غزلیں ونظمیں سنا کر خراج تحسین حاصل کیا۔ مولوی محمد صاحب کے ایک دوست الٰہی بخش صاحب نے یادگار سلف حضرت سائل دہلوی کا کلام اس خوبی سے ان کے طرز پر سنایا کہ اصل ونقل میں فرق کرنا محال ہوگیا۔

جمعرات کے دن نماز فجر کے بعد باغات کی طرف گئے اور جھرنا، مسجد اولیا۔ جہاز۔ حوض شمسی۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی (جو ہندوستان میں سب سے پہلے علم حدیث کے لانیوالے ہیں) کا مزار اور دیگر چیزیں دیکھیں بھول بھلیاں (جائے قیام) پر ۸ بجے تک واپس آگئے یہاں حضرت مہتمم صاحب موجود تھے اس وقت آپ اپنے ساتھ ہم لوگوں کیلئے دہلی سے بہترین اور کافی آم لیکر آئے تھے۔ دس بجے دستر خوان بچھا اور کھانا کھایا گیا اسوقت پراٹھے اور قورمے کے ساتھ کھیر کا مستحسن اضافہ بھی تھا۔

قریب ظہر کچھ لڑکے غسل کرنے بھی گئے مگر اس کا منظر بے کیف اور رنجیدہ تھا۔ کیونکہ اس موقعہ پر خلد آشیاں حضرت میاں صاحب مرحوم خود موجود رہا کرتے تھے۔ گندھک کے کنویں میں تو طلبا کے ساتھ ہی غسل فرماتے لیکن جھرنے میں آپ چارپائی پر بیٹھ جاتے اور طلبا حوض میں اس کی چھت سے کودتے۔ اچھا کودنے والوں کو انعام دیتے یہ دیکھکر دوسرے لوگ بھی آجاتے اور وہ اور زیادہ اونچے مقام درخت وغیرہ سے کودتے میاں صاحبؒ انھیں بھی انعام دیتے۔ مگر اب کہ ایک تو ابھی تک کافی بارش بھی نہیں ہوئی۔ اور جھرنا میں پانی نہیں آرہا تھا۔ دوسرے موجودہ مہتمم صاحب عدیم الفرصتی کی وجہ سے کھانے سے پہلے ہی واپس چلے گئے تھے۔ قریب عصر تک ہم لوگ مختلف تفریحات اور کھیل کود میں مصروف رہے عصر سے کچھ پیشتر لاریاں آگئیں اور ہم لوگ خوش وخرم صفدر جنگ یعنی مقبرۂ منصور۔ سلطان الاولیا نظام الدینؒ کا مزار۔ مقبرۂ ہمایوں، کورو پانڈو کا قلعہ۔ اکبری مسجد دیکھتے ہوئے شام تک مدرسہ آگئے

اس تفریح میں بھی حضرت مہتمم صاحب نے اپنے عہد کے مطابق حضرت میاں صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کی اور اس معمولی سی تفریح پر کئی سو روپے خرچ کر دئیے آپ نے ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کی۔ گذشتہ چیزوں میں سے کسی کو حذف نہیں کیا بلکہ بعض چیزوں کا اضافہ بھی کیا۔ کمی صرف اس وجود گرامی کی تھی۔ جسے بھول بھلیاں کے در و دیوار نگاہیں ٹکٹکی لگائے ہوئے دیکھتی تھیں اور آخر مایوس اور تھک کر گر پڑتی تھیں۔

درگاہ ایزدی میں ہماری مخلصانہ دعا ہے کہ وہ انھیں بے حساب نعمتوں اور عطاؤں سے نوازے۔ اور لا تعدو لا تحصی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے جانشینوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ ان کی خالی کردہ نشست کو پر کر سکیں اور ہر طرح سے سعادت مند اور لایق فرزند ثابت ہوں۔ اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۵

خواتین اسلام کیلئے ایک مفید لائحہ عمل

(از محترمہ رقیہ بنت خلیل بن محمد صاحب یمنی)

(۳)

نصاب تعلیم | اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تعلیم ہی انسان کو انسان بناتی ہے اور اس کے مفید اور موثر ہونے نیز نہضت اور بیداری کے آثار پیدا کرنے میں نصاب تعلیم اور طریق تعلیم کو بڑا دخل ہے اسلئے ہمیں ایک ایسے جامع نصاب کی ضرورت ہے جو ہماری دینی اور دنیاوی دونوں بھلائیوں کو محیط اور کافی ہو۔ لیکن موجودہ طریق تعلیم کا نتیجہ ہماری آنکھوں کے سامنے یہ ہے کہ ایک طرف ہمارا جدید تعلیم یافتہ متمول طبقہ زن و مرد کے ساتھ مذہبی تعلیم سے تقریبًا بیگانہ رہتے ہوئے علمی اور معاشرتی ہر حیثیت سے یورپ کے قدم بقدم نظر آتا ہے تو دوسری طرف اسکے برعکس قدامت پسند طبقے نے ترقی کا معیار صرف مذہبی تعلیم تک محدود سمجھ رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اول الذکر اور ثانی الذکر دونوں طبقے غیر محسوس طریقے پر آپس میں برسر کار ہیں۔

ہمیں اس بے گانگی اور انتشار کو حتی الامکان جلد رفع کرکے ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے اور اس مقصد کے حصول کیلئے سب سے پہلے نصاب تعلیم میں اصلاح ضروری ہے اسلئے کہ جس طرح یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ تعلیم ہی وہ اہم مسئلہ ہے جس پر قومی دملی دماغوں کی صحیح تربیت اور تہذیب کا انحصار ہے۔ اسی طرح اس سے بھی نہیں انکار کیا جا سکتا کہ تعلیم کو اگر ہر حیثیت سے مفید تر بنانے کی کوشش کی گئی تو مذکورۂ بالا تفرقے کے اسباب کا ایک حد تک ازالہ ہو سکتا ہے۔ نصاب تعلیم پر بحث و تمحیص ایک مستقل مضمون کی محتاج ہے اس مضمون میں اس کی تفصیل باعث طوالت ہو جائے گی لہذا میں اس اہم مسئلہ میں اپنی علمی بساط کے محدود ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے مختصرًا کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔

(۱) علوم مغربیہ کے طلبا یا طالبات کیلئے مذہبی تعلیم ایک حد تک لازمی ہے۔

(۲) اسی طرح مذہبی تعلیم حاصل کرنیوالے طلبا یا طالبات کیلئے انگریزی سے اتنی واقفیت لازمی ہے کہ وہ انگریزی بخوبی لکھ اور بول سکیں۔

(۳) جو طلبہ یا طالبات کالج یا یونیورسٹی کی انتہائی تعلیم حاصل کر رہے ہوں اور انھیں اس عرصے میں مذہبیات کے مطالعے کا موقع نہ مل سکا ہو انھیں مندرجہ ذیل کتابیں سیرت نبوی، تاریخ اسلام۔ سراج منیر رحمۃ للعالمین، اسوۂ صحابہ و صحابیات۔ الفاروق۔ سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ تاریخ ابن خلدون۔ الحقوق والفرائض۔ خطبات مدارس اور اسی قسم کی مصنفات جدیدہ میں سے مفید کتب وقتًا فوقتًا زیر مطالعہ رکھنا چاہئیں۔ مذکورہ بالا کتب قدیم و جدید خیال کے لوگوں کیلئے یکساں مفید ہیں اور اس قوت کی کتابیں ہیں کہ اگر کوئی عربی کے ذریعے سے مذہبی تعلیم

نہ حاصل کرسکے تو یہ کتابیں اسے اسلام اور پیغمبر اسلام کا گرویدہ بنا سکتی ہیں۔ درحقیقت نصاب میں اس تھوڑے سے تغیر سے قدیم وجدید خیال کے لوگوں میں ایک خوشگوار فضا اور یگانگت پیدا ہوسکتی ہے اور وہ مجموعی حیثیت سے تبلیغ اسلام کا فریضہ بھی بخوبی انجام دے سکیں گے۔

اب ایک اور اہم مسئلہ باقی ہے جس پر قلم اٹھانے کی جرأت کرتی ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری بہنوں میں عربی زبان کی واقف کار بہنوں کا فقدان ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر ہماری بہنوں میں انگریزی کے ساتھ ساتھ عربی جاننے والیاں بھی پائی جاتیں لیکن باوجودیکہ ہندوستان میں عربی جاننے والوں کی کمی نہیں اگر وہ قرآن کریم کی زبان کی خدمت کیلئے اپنی بہنوں اور بچیوں کو عربی پڑھا کر انھیں تاریخ وتفسیر فقہ وحدیث کی اعلیٰ کتابوں پر مطلع ہونے کا موقع دیتے تو وہ نہ صرف اپنی صنف کی خدمت گذار ہوتیں اور ان کی اصلاح کا باعث بنتیں بلکہ اپنی قوم کیلئے باعث فخر وناز خواتین ثابت ہوتیں۔ اور اسلام کی تبلیغی خدمات بھی انجام دیتیں اور یہ مشاہدہ ہے کہ بہت سے علماء کے خاندانوں میں زیادہ سے زیادہ دو یا تین پشتوں تک علم باقی رہ سکا اس کے بعد بھی اندھیرا تھا۔ یہ مانا کہ کسی خاندان میں ہمیشہ علم نہیں رہا ہے اور علمی تبحر میں وہ سدا مشہور نہیں رہ سکا۔ لیکن میں یقین دلاتی ہوں بلکہ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو یہ ثابت کردیتی کہ ظاہری اسباب کا جہانتک تعلق ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی علمی تباہی کا باعث ان کی عورتوں کی جہالت اور اولاد کے اخلاقی معاملے میں بے جا خطا پوشی اور اور تعلیمی معاملات میں نامناسب جنبداری اور ناعاقبت اندیشی تھی۔ اور اسی سبب سے اکثر علماء اپنا علم اپنے سینوں میں لئے چلے گئے اور دنیا میں اپنا خلف صالح نہیں باقی رکھ سکے۔ مناسب ہوگا اگر اس موقع پر میں اپنی جدہ ماجدہ محترمہ رقیہ بنت قاضی زین العابدین الیمانی مرحوم کا مختصر تذکرہ کردوں حضرت والد مولانا خلیل بن محمد عرب اکثر یہ فرمایا کرتے ہیں کہ میری علمی ترقیاں تمامتر میری والدہ مرحومہ کی انتھک کاوشوں کا نتیجہ ہیں اور انھیں کی توجہات کی منت کش ہیں مرحومہ عربی میں فصاحت سے گفتگو کرتی تھیں حدیث اپنے چچا حضرت جدنا علامہ شیخ حسین بن محسن الیمانی الانصاری الخزرجی سے پڑھی تھی (جنکا نام ہندوستان وعرب کے علمی طبقوں میں محتاج تعارف نہیں) بڑی ذی حوصلہ سمجھدار باوقار خاتون تھیں۔ میری تعلیم کی فکر ہمہ وقت انھیں دامنگیر تھی اور میرے اوقات کی تضییع انھیں بالکل گوارا نہ تھی حتیٰ کہ میں جب دن بھر اپنے اساتذہ اور والد سے پڑھکر فرصت پاتا تھا تو شام کو میرے تمام اسباق سنتی اور یاد کرواتی تھیں اور میرے تعلیمی معاملہ میں وہ حضرت والد علامہ محمد بن حسین الیمانی سے زیادہ سخت واقع ہوئی تھیں۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ عورتوں کو اپنے خاندانی وقار اور دیگر خصوصیات کے باقی رکھنے یا نہ رکھنے میں بڑا دخل ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ ہماری کچھ بہنیں عربی زبان میں بھی مہارت حاصل کریں تاکہ اس کے ذریعہ سے علوم مذہبیہ سے واقف ہوکر اپنی صنف میں مذہبی ماحول اور اسلامی معاشرت قائم رکھ سکیں اور اپنی صنف کیلئے بہترین مثال ثابت ہوں۔ ہندوستان میں عام طور سے عربی زبان کی صرف ونحو کی دشواریوں کی بنا پر اسے دیگر زبانوں کے مقابلہ میں مشکل الحصول قرار دیا گیا ہے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ عربی زبان دنیا کی وسیع ترین زبانوں میں سے ہے اور اسی لحاظ سے وہ دشوار ضرور ہے لیکن نہ اسقدر جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت والد مولانا خلیل بن محمد عرب عربی زبان کے طرز تعلیم میں جو خاص

ملکہ رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے عربی داں طبقہ پر مخفی نہیں اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت والد نے اپنے اکثر تلامذہ اور میرے اعمام وغیرہ کو چار سال کی قلیل مدت میں فاضل ادب پاس کرایا ہے اور خود راقمہ نے اور اس کی شریک درس بہنوں نے تیسرے سال مجموعہ من النظم والنثر (یہ کتاب لکھنؤ یونیورسٹی کے بی۔اے کے کورس میں داخل تھی) ابوداود (حدیث) حماسہ باب الحماسہ کلیلہ ودمنہ۔ وغیرہ کتب ان کی شرح اور قاموس سے مطالعہ کرکے پڑھی تھیں ان کے طرز تعلیم کی خصوصیات یہ ہے کہ طالب علم کو بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل بنا دیتے ہیں یہاں بہت مختصر طور پر حضرت والد مدظلہ کے طرز تعلیم ونصاب تعلیم عربی کو سپرد قلم کرنا مناسب خیال کرتی ہوں حضرت والد طالب علم کو ابتداء سے صرف ونحو کی الجھنوں میں نہیں ڈالدیتے بلکہ مبتدی کے لئے جتقدر صرف ونحو کافی ہو سکتی ہے اس سے واقف کردیتے ہیں اور اسی کے ضمن میں عملی مشق ضرور دیتے ہیں۔ لیکن ابتداہی سے وہ اس کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے ہیں کہ طالب علم اپنی استعداد کے موافق عبارت پڑھکر مطلب نکال سکے

کتبہائے نصاب چہار سالہ

ادب | مطالعۃ العربیہ مع تسہیل العربیہ۔ الطریقۃ المبتکرۃ طبع قدیم دوم سوم۔ چہارم۔ یا مدارج القراۃ دوم۔ سوم۔ وچہارم کلیلہ ودمنہ۔ المحاسن والاضداد للجاحظ۔ مدارج القرأۃ حصہ پنجم۔ حماسہ باب الحماسہ باب المراثی۔ باب الادب۔ سقط الزند للمعری نصف الاول۔ نحو وصرف | پنج گنج ضریری۔ ھدایۃ النحو۔ ملحۃ الاعراب مع شرح للحریری۔ بلاغت | حسن التوسل الی صناعۃ الترسل تافن بدیع۔ فقہ | قدوری۔ حدیث | بلوغ المرام۔ انگلش | نیو ڈائرکٹ میتھڈ ریڈرس سیریز۔ برائے مطالعہ | کتب دار المصنفین وعلیگڈھ۔

درجہ تکمیل ادب۔ نصاب سہ سالہ | دیوان نابغہ۔ علقمۃ الفحل امرأ القیس۔ اسرار البلاغہ۔ دیوان المعانی لابی الہلال العسکری۔ تاریخ اداب اللغۃ العربیہ للزیات۔ منتخب از کامل للمبرد۔ وامالی للقالی۔ کتاب العمدہ لابن الرشیق القیروانی رسائل بدیع الزماں الھمدانی۔ وابی بکر الخوارزمی۔ برائے مطالعہ | بلوغ الارب فی احوال العرب۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ لجرجی زیدان۔ مولفات جدیدہ۔ سیرت ابن ہشام۔

نصاب دو سالہ تکمیل حدیث | صحیحین۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابی داود۔ موطا امام مالک۔ معانی الآثار للطحاوی۔ مفتاح السنہ۔ شرح نخبہ۔ برائے مطالعہ | اعلام الموقعین۔ زاد المعاد۔ بدایۃ المجتہد لابن رشد۔ السنن الکبریٰ للبیہقی۔ المحلی للامام ابن حزم

نوٹ:۔ ہندوستان میں خواتین کیلئے عربی تعلیم کے وسائل بہم نہ پہنچنے کے باعث بہت کم ایسی مسلمان خواتین پائی جاتی ہیں جو اپنی بہنوں کو عربی کے ذریعے سے علوم دینیہ اور فنون ادبیہ سے روشناس کرسکیں لیکن مجھے امید ہے کہ جو بہنیں اس مسئلہ میں تعلیمی حیثیت سے حصہ لے سکتی ہیں وہ اپنی بہنوں کی امداد فرمانے میں دریغ نہ فرمائیں گی۔ راقمہ علیہ میں بھی حتی الامکان خصوصاً معلمات بہنوں کیلئے آنریری طور پر اپنی خدمات پیش کرنا قومی اور مذہبی فریضہ خیال کرتی ہوں جس کی ادائگی کیلئے ہر ممکن صورت میں بسروچشم حاضر ہوں۔

اگرچند ایسی معلمات بہنیں جنھیں عربی سے شغف ہو کم ازکم ڈیڑھ سال کیلئے اپنا وقت دے سکیں تو اس عرصہ میں انشاء اللہ ان میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے گی کہ وہ بی اے۔ کی لڑکیوں کو بخوبی تعلیم دے سکینگی۔ اس ڈیڑھ سال کی مدت میں وہ بحول اللہ وقوتہ عربی نوشت وخواند پر بخوبی قادر ہو جائینگی۔ نیز چند پارہ قرآن کریم مع ترجمہ اور ایک فقہ ایک حدیث کی جامع کتابیں بھی پڑھا ئینگی۔ مدت تعلیم تک بحالت موجودہ انھیں بھوپال میں ہی رہنا ہوگا اور اخراجات کے تکفل کا انتظام بھی انھیں کے ذمے ہوگا۔

تجارت اور مسلمان

(از جناب حافظ عبدالمالک صاحب کاظم چکنہروی)

عزیزان ملت! قوموں کا عروج وزوال ۔ فنا و بقا ۔ تمدن ومعاشرت کی تہذیب وتنظیم یہ سب امور تجارت پر موقوف ہیں ۔ بلکہ دور حاضرہ میں سلطنتیں تک اسی تجارت کی بدولت قائم ۔ اور اپنے حلقۂ فرمانروائی کو وسیع کر رہی ہیں ۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے پہلے ہم کو اپنی ہمسایہ قوم ہنود پر نظر ڈالنی چاہئے کہ آج تجارت اس کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا عیش وآرام اس کے رحم وکرم پر موقوف ہے ۔ ہندوستان کے اس حصہ کو نظر انداز کیجئے ۔ جہاں ہنود بحیثیت مردم شماری مسلمانوں سے زیادہ ہیں بلکہ اس گوشہ پر غور کیجئے جہاں مسلمان مردم شماری میں ہندوؤں سے زیادہ یا برابر ہیں ۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہاں ہنود قلت آبادی کے باعث مفلوک الحال اور مسلمانوں کے دست نگر ہوتے ۔

مگر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں بھی ہنود کی قلیل جماعت متمول ۔ صاحب جائیداد ۔ اور محتاج الیہ بنی ہوئی ہے ۔ ہر مسلم کی گردن قلادۂ رہن وسود میں مربوط دکھائی دیتی ہے ۔ سر سے پیر تک کی ہر ضروری چیز اسی قوم سے لی جاتی ہے ۔ مسلمانوں کا شریف سے شریف خاندان بھی قرض ۔ رہن ۔ ناداری کی پریشانی میں مبتلا ہے ۔ دوسری جانب ہر رذیل سے رذیل شخص آسودگی اور بے نیازی کی زندگی گذارتا ہے ۔ اس قوم کے تمول ۔ صاحب جائیداد ۔ اور آسودگی کے اسباب محتاج دلائل نہیں بلکہ بلا کسی برہان کے صاف معلوم ہو رہے ہیں کہ اس قوم کے قبضہ میں تجارت ہے ۔ اسلئے یہ ہر جگہ عیش وعشرت سے زندگی بسر کرتی ہے ۔ مسلمان قومی حیثیت سے تنزل میں ہیں اور ہنود یوماً فیوماً تمدنی زندگی میں ہم سے ترقی پر ہیں اور ترقی کر رہے ہیں ۔ مسلمانوں کی تمدنی ومعاشرتی زندگی بالکل تباہ وبرباد ہوتی جاتی ہے اسی کے ساتھ ہی یورپ کی اقوام کا مطالعہ بھی نہایت ضروری ہے ۔ جنکی اجتماعی اور انفرادی زندگی قابل رشک معلوم ہوتی ہے ۔ یورپ کا تمول اس کی سرمایہ داری محکوم اقوام کی زندگی کے ہر شعبہ پر قابض ہے تاآنکہ مہد سے لیکر لحد تک کے طویل زمانہ میں ہر قدم پر یورپ کی محتاج ہیں ۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ محض تجارت ہے ۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ جب سر طامس رو ہندوستان میں آیا تو بڑے عجز وانکسار سے دربار جہانگیری میں داخل ہوا ۔ اور ایک کاغذ حضور عالی میں پیش کیا وہ کیا تھا؟ یہ کہ ہم انگریزوں کو بندرگاہ سورت پر چند کوٹھیاں بنانے کی اجازت اور انڈیا میں ہماری تجارت پر محصول معاف ہو ۔ دریادل بادشاہ نے سب کچھ منظور کر لیا ۔ اور آج آپ دیکھتے ہیں کہ انگریز اسی تجارت کرنے کی وجہ سے ہم پر حکومت کر رہے ہیں ہندوستان کیا بلکہ یہانتک کہ ان کی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا ۔ غرض کہ دنیا کی تمام قومیں میدان تمدن میں انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے نہایت سرعت کے ساتھ پیش قدمی کر رہی ہیں صرف مسلمانوں کی ایک قوم ایسی ہے جو اس ترقی کے دور میں تنزل اور پستی کی جانب گری جا رہی ہے ۔ اجتماعی حیثیت سے مسلمانوں میں تجارت نام کو نہیں ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ

ان کی تمام دولت دوسروں کے ہاتھ جاکران کو متمول کررہی ہے اوران میں افلاس وتنگدستی کی تخم پاشی ہورہی ہے
میری سمجھ میں نہیں آتاکہ آخر مسلمانوں کو تجارت سے اس قدر نفرت اور بُعد وہجر کیوں ہے۔ بعض مسلمانوں کو یہاں تک کہتے سنا ہے کہ تجارت ہمارا پیشہ نہیں ہے۔ یہ تو بنیوں اور مہاجنوں کے شایانِ شان ہے۔ لیکن اس انکار کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ جبکہ ہم قرآن کریم میں اس کے وجوب اور لازمی ہونے کے احکام پاتے ہیں اگر ہمارے دماغوں کا اختلال اس درجہ متجاوز ہوچکا ہے کہ ہم دیگر اقوام کی ترقی کے اسباب کو روز روشن کیطرح صاف دیکھکر بھی اپنی حالت میں تبدیلی نہیں پیدا کرسکتے تو ہمیں ہوشیار اور بیدار ہوکر احکام قرآن حکیم اور اسوۂ رسولؐ وصحابہؓ پر تو ضرور غور وفکر کرنا چاہئے کہ ہماری ترقی واصلاح کا طریقہ ان سے بہتر کوئی نہیں بتلا سکتا۔ اور نہ ان کے فرمودہ احکام کے سوا ہم کسی اور کی اتباع وپیروی کرسکتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً (سورہ النساء) — ناحق ایک دوسرے کا مال خورد برد نہ کیا کرو ہاں تجارت کے ذریعہ رضامندی کے ساتھ کھاؤ۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ (سورہ جمعہ) — جب نماز ہوچکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کے فضل یعنی معاش کی تلاش میں لگ جاؤ۔

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (بنی اسرائیل) — تمہارا پروردگار وہ قادر مطلق ہے جو جہازوں کو سمندروں میں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل میں معاش تلاش کرو۔

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ (سورہ البقرہ) — اور وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لیکر دریا اور سمندر میں برابر چلتی ہیں۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورہ المائدہ) — اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے۔ اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ وہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری پوری بھیجے تاکہ شکر کیا کرو۔

داعی اسلام حضور پرنور علیہ السلام نے تجارت ہی سے اپنی زندگی کا آغاز فرمایا تھا۔ آپ تجارت ہی کو پسند فرماتے تھے اور دنیا جانتی ہے کہ آنحضورؐ نے پیاری امت کیلئے کیسا کامیاب اور قابل تقلید عملی نمونہ تجارت پیش کیا تھا۔

کاش وہ مسلمان جو عملاً گدائی کو تونگری اور فقر کو غنا پر ترجیح دیتے ہیں اور اسے اسلام سمجھتے ہیں۔ حضور پرنور کے اس ارشاد پر غور وفکر کریں اور شرمندہ ہوں۔ اِنَّ تَدَعَ اَنْتَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ . . . . . لیعنی یہ بہتر ہے کہ تم اپنے وارث کو غنی اور مالدار چھوڑکر مرو بہ نسبت اس کے کہ وہ تہیدست و محتاج ہوں۔ اور لوگوں کے سامنے سوال کیلئے ہاتھ پھیلائیں (صحیح بخاری کتاب الوصایا)

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ تاجر تھے اور آپ ہمیشہ اسی تجارت کے ذریعہ سے اسلام کی وہ شاندار خدمات بجالاتے رہے جو قیامت تک مایۂ ناز اسلامیاں رہیں گی۔

حضرت عمر فاروقؓ جب خلیفہ ہوئے تو فرمایا لوگو تمہیں معلوم ہے کہ میں تاجر تھا۔ اور اسی کے ذریعہ سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا تھا۔ (الریاض النظرہ)
حضرت عثمان غنیؓ بہت بڑے تاجر تھے اور ان کی غنا کا راز اسی تجارت میں مضمر تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ ہزار اونٹ غلہ لیکر شام سے آئے۔ مدینہ کے تجار یہ سنکر آپ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ سب غلہ فروخت کردیں حضرت نے فرمایا کہ تم شام کی خریداری پر فیصدی کیا نفع دوگے۔ انھوں نے کچھ مقدار بتائی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک خریدار مجھے اس سے زیادہ نفع دے رہا ہے۔ تاجرو گواہ رہو کہ میں نے یہ سب غلہ راہ خدا میں دیدیا (الریاض النظرہ)
حضرت زبیرؓ بہت بڑے تاجر تھے۔ آپ کی تجارت بہت کامیاب تھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی تجارت میں اسقدر ترقی کیونکر ہوئی۔ آپ نے جواب دیا کہ اول تو میں خراب مال نہیں لیتا۔ دوسرا یہ کہ نفع ہی کے پیچھے نہیں پڑا رہتا (الریاض النظرہ) خود جناب رسول خدا صلعم نے بھی حضرت خدیجہ الکبریٰ کے مال سے تجارت کی (سیرۃ النبی) حضرت طلحہ کی تجارت بھی بڑے اعلیٰ پیمانہ پر تھی چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ایک دن میں لاکھ درہم اللہ کی راہ میں خرچ کئے۔ اور اسی تجارت سے ان کی زمینداری بھی بہت ترقی پر تھی۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں فروخت کی (طبقات ابن سعد جلد ۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے اکثر و بیشتر تجارت ہی کرتے تھے جس سے نہ صرف ان کی مالی و تمدنی حالت درست ہوئی بلکہ اس کثرت سے ان کو نفع ہوتا تھا کہ قوم کے بڑے بڑے کام نکلتے تھے۔ اس عملی زندگی کے بعد بھی اگر ہم کروٹ نہ لیں۔ اور اپنی اصلاحی تدابیر پر نظر ثانی نہ کریں تو ہم سے بدبخت دنیا میں کون ہوسکتا ہے۔ صحابہ کرام کا اسوۂ حسنہ ہماری تمام خرابی وبربادی کا سب سے آخری علاج ہے بس اے معزز دوستو خدا تمہارا مددگار رہے" ہمت مرداں مددِ خدا" راہ صاف ہے تجارت شروع کردو۔ اور تنگدستی وافلاس کی جڑ اکھیڑ پھینکو۔ اور اس طرح اکھیڑو کہ تمہاری آئندہ نسلوں کو اس منحوس شجر تنگدستی کا سایہ نصیب نہ ہو۔

مفت

موجودہ مہتمم صاحب مدظلہ نے کتاب "نکاح محمدی" از تصانیف مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی چھپوا لی ہے یہ کتاب پورے ایک سو صفحات کی ہے اس میں دو سو دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ ایک ساتھ جو تین طلاقیں دی جائیں وہ شرعاً ایک ہی شمار ہوتی ہیں اس کے خلاف جو دلائل دیئے جاتے ہیں ان کے کافی شافی جواب اس میں ہیں پھر گم کردہ شوہر اور خوراک پوشاک نہ دینے والے شوہر اور اسی طرح معلق رکھنے والے شوہر سے چھٹکارے کی شرعی صورتیں بھی اس میں بیان کردی گئی ہیں مصنف صاحب سے بہ قیمت بارہ آنے ملتی ہے اور صرف ایک آنہ محصولڈاک کے لئے بھیجکر آپ اس پتہ سے اس کارآمد اور مفید کتاب کو مفت حاصل کرسکتے ہیں۔ پتہ یہ ہے۔

"مہتمم صاحب مدرسہ رحمانیہ صدر دھلی"

سلطان نجد و حجاز کی عظمت شان

(فضل الرحمن صاحب متعلم مدرسہ دار التعلیم مبارکپور - اعظمگڈھ)

ناظرین کرام! ہر قوم کی اصلاح اور اسکے عروج و زوال کے اسباب فی الحقیقت اس کے قائد اور حکمراں کی نکتہ رس نگاہوں اور سیاسی دقیقہ شناسیوں اور قائدانہ صلاحیتوں میں کچھ اس طرح محبوس اور منحجب ہوتے ہیں کہ اگر وہ اپنی حیات کا ایک لمحہ بھی تغافل شعاری میں خرچ کرے تو اس کی قوم کی وہی حالت ہوتی ہے جو حضرت موسیٰ کی ذراسی تاخیر پر ہوئی تھی۔ میں اس عنوان کے ماتحت اگرچہ قرن اولی اور وسطی کی بہت سی ایسی مثالیں پیش کر سکتا ہوں مگر اسوقت اپنی ہندوستان کے آخری حکمراں اور سرزمین عرب کے ابن سعود کے قبل کے بادشاہ شریف حسین کو دیکھو جنکے عہد حکومت میں رعایا نکبت و افلاس سے جسقدر دوچار ہوئی اور اسے اپنی بداعمالیوں کی بنا پر ذلت و خواری کا منہ دیکھنا پڑا اس کا حال تاریخ کے صفحات اور اسوقت بھی زندہ رہنے والے اصحاب سے پوچھو۔

حدیث میں ہے کہ جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسپر ویسا ہی حکمراں مسلط کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم اپنی مطلق العنانی کی بدولت شر و فساد، بغض و عناد، افتراق و شقاق، تباہی و بربادی کے ہلاکت آفریں اسباب مہیا کرنے لگتی ہے۔ ہمارا مطالعہ جہاں تک ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ شاہ حجاز کے تسلط سے کچھ دنوں قبل تمام حجاز رہزنی، غارتگری کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ملک میں آمدنی و ترقی کے وسائل منقطع اور محدود تھے آمد و رفت کی راہیں وحشیوں کی چیرہ دستیوں اور ان کے ظلم و استبداد کیوجہ سے مسدود تھیں۔ حجاج کو مکہ و مدینہ کے سفر میں جسقدر دشواریوں اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا وہ ناگفتہ بہ ہے۔ شتربانوں کی ناراضگی۔ معلم کا حجاج کے سرمایوں سے کچھ نہ ملنا، مسافروں کیلئے پیام موت تھا۔ ریگستانوں کے نشیب و فراز سے اونٹوں کی حرکت زیادہ ہوکر کبھی کبھی جو مال گرجایا کرتا تھا پھر اس کا ملنا دشوار تھا، وحشت و بدویت نے ان سے صلاح و خیر، شائستگی و تہذیب کل محرکات علمیہ کو سلب کر لیا تھا۔

کیا۔ یہ ابتر حالت اس وقت تھی جبکہ ان کے پاس کوئی رہنما اور مصلح نہ تھا؟ کیا یہ حالات اسوقت رونما ہو رہے تھے جبکہ ان کے دفعیہ کیلئے سرزمین عرب میں صلح و آشتی کا کوئی علم بردار نہ تھا؟ نہیں نہیں یہ واقعات اس وقت ظہور میں آئے تھے جبکہ ان کے پاس ان کا حکمراں موجود تھا یہ کیفیت اس وقت رونما ہوئی جبکہ ان کے پاس مدعی سلطنت کا وجود تھا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر پھر ایسی حالت کیوں تھی، ان ذلیل پیشوں کو قوم نے کیوں اختیار کیا تھا تو اس کا اصل سبب یہی ہے کہ کسی صاحب سلطنت کی تغافل شعاری اور اس کی توجہ کا اصلاح حال سے ہٹ جانا رعایا کی ذلت و خواری کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اب آئیے اور سلطان المعظم حضرت الملک عبدالعزیز ابن سعود کے عہد امن مہد پر نظر ڈالیں تو قرن اولی کی محبت، مودۃ، مساوات، اخوت اور جمہوریت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ عرب میں رعایا کو

وہ امن وامان حاصل ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں جو اپنی شائستگی اور تہذیب وسیاست مدنیت میں کسی کو ہمسر اور مماثل نہیں سمجھتیں وہ بھی سرنگوں ہیں۔ ترکوں نے اپنے ایام اقتدار میں، گرچہ سطوت وحریت کا سکہ جما یا مگر ان سے بدوؤں کی وحشیانہ حرکتیں روکی نہ جاسکیں، شریف حسین کے زمانہ میں بھی اس کا انسداد نہ ہوسکا۔ ایسے زمانہ میں سفر کرنے والوں کی زبانی اور تحریروں سے ہمارے سامنے ایسے ایسے سنسنی خیز واقعات سننے اور دیکھنے میں آئے ہیں جن کے تصور سے بھی روح کانپ جاتی ہے لیکن سلطان ابن سعود کے حسن انتظام کا ہر مشرقی اور مغربی روشن دماغ انسان مداح ہے آپ کی دور بینی فراخ حوصلگی و رواداری کا ثبوت دیتے ہوئے انگلستان کا اخبار ٹائمز لکھتا ہے کہ ”حجاز و یمن کا معاہدہ عقل وتدبر کی ایک بڑی مثال ہے اس معاہدہ نے ظاہر کیا ہے کہ عربوں میں رشتۂ اخوت مشترک ہے اس سعودی یمنی معاہدہ میں جو روح کام کررہی ہے اس پر ہمارے یورپ کے سیاسی مدبرین کو غور کرنا چاہئے اور اس اسلامی معاہدہ کو یورپین معاہدین دیکھیں اور نگاہیں نیچی کرلیں ۔ گویا جلالت الملک کی اسوقت ایسی زبردست شخصیت ہے کہ یورپین میدان سیاست میں انکے مقابلہ میں سر اٹھانے کے قابل نہیں۔ جلالت الملک کا عملی جذبہ کسقدر زبردست ہے کہ بڑے بڑے مدبرین جنھیں اپنے تدبر پر ناز تھا اپنے تدبر پر خود نادم اور شرمسار ہیں۔

مگر افسوس جن کو قبر پرستی کا چسکا ہوگیا ہے، توحید وسنت سے بیر ہے۔ مومنوں اور اللہ کے سچے بندوں سے دشمنی ہے عجیب ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں۔ عرب کے متعلق حسن انتظام کے بجائے سوء انتظام، محصلوں کی زیادتی اور انہدام قبب و عیاشی وغیرہ کی بے جا اور ناپاک تہمت لگا کر بدنام کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ تمام باتیں سرتا پا غلط ہیں۔ اس نے جو کچھ کیا ہے اس پر شرعی حیثیت سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

یہی سلطان ہے جس نے درندوں میں انسانیت غارتگروں میں پاسبانی، بھیڑوں میں گلہ بانی۔ بزدلوں میں قوت جرأت فاسقوں میں قوت ایمانی پیدا کردی۔ سلطان ابن السعود ایدہ اللہ بنصرہ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ بعض مسلمان بھائی مجھ سے اسلئے خفا اور ناراض ہیں کہ میں خالص عبادت الٰہی کی دعوت دیتا ہوں ان کی نفسانی خواہشات سے منہیات کے قریب نہیں جاتا، میرا قانون اور دستور، نظام حکومت دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور اسی پر استوار رہونگا میں خالص عرب اور ایک بلند ترین خاندان کا فرزند ہوں۔ بہادری اور بادشاہی مجھے ورثہ میں ملی ہے مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ حسب ونسب میں اونچا ہوں مجھے سرداری وحکمرانی کی مطلق طلب نہیں اور نہ میں اس زمین میں برتری کا آرزومند ہوں۔ میرے سانسوں سے ہر وقت یہی صدا نکلتی ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو، اس کی توحید کا پرچار ہو، شرک باللہ کی آواز پر اوس پڑجائے۔ مسلمانوں کی باہمی اخوت، ہمدردی اور محبت کی خوشبو سے سارا عرب معطر اور مشک زار ہوجائے۔ میں اس مقدس فریضہ کی توسیع میں ہمہ وقت سرگرم کار رہونگا۔ اگرچہ بڑی بڑی رکاوٹیں کیوں نہ حائل ہوں الغرض مشکلات کے نہ ٹلنے والے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرکے اس پاک مقصد کی تکمیل کیلئے آخری سانس تک سرگرم عمل رہونگا“ امیر نجد وحجاز سے خواہ مخواہ کا بغض رکھنے والے حضرات اگر اس کی زندگی کے نہ مٹنے والے کارناموں سے آنکھیں بند کرکے صرف اسی ایک خطبے پر ہی انصاف و رواداری کی نگاہ ڈالیں تو مجھے یقین ہے کہ انھیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس کے ایک ایک لفظ سے خلوص وایمان کی حلاوت اور اسلامی اخوت ومحبت کی چاشنی ٹپک رہی ہے پھر ایک ایسے بندۂ خدا سے اپنے ذاتی اغراض کی خاطر رنج وعداوت کہاں تک مناسب ہے؟

نماز کا اعجاز

نفسیات واجتماعیات کا امریکی ماہر ڈنیس لکھتا ہے :۔

" جملہ مورخین کہتے ہیں کہ اسلام کو جو حیرت انگیز کامیابی دنیا کے مسخر کرلینے میں ہوئی وہ اس اثنا پر ہوئی کہ اس نے اپنے حلقہ میں زبردست وحدت وتنظیم پیدا کر دی تھی لیکن خود یہ معجزہ کیونکر ممکن ہوا، اسے کوئی نہیں کھولتا۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اسکا بڑا اور نہایت موثر ذریعہ نماز تھی۔ روزانہ پنجوقتہ نمازیں، مومنین کہیں بھی ہوں، خواہ جنگل بیابان میں اکیلے ہوں یا گنجان شہروں کے بڑے بڑے مجمعوں کے درمیان سب کے سب کا مکہ کی طرف رُخ کر کے رکوع وسجود کرنا، خدا کی عبادت اور رسول کی تصدیق کا اقرار اسی ایک عبارت میں کرنا اس منظر کا نہایت گہرا اثر تماشائیوں تک پر پڑتا ہے۔ اور ایک مشترک عبادت وتصدیق کے واسطہ سے اہل ایمان کے قلوب کی شیرازہ بندی کا نفسیاتی اثر حقیقۃً نہایت عظیم الشان ہوتا ہے۔ محمدؐ (صلعم) پہلے شخص ہیں جنہوں نے نظم ووحدت کے باب میں، نماز باجماعت کی حیرت انگیز قوت کا احساس کیا۔ اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اسلام کی طاقت اسی نماز پنجگانہ کی شدید پابندی کا نتیجہ ہے۔ مساکین کو صدقہ (زکوٰۃ) دینا بھی مواخات کی ترقی واشاعت میں بہت معین ہوا " (ترجمہ جذبہ بطور بنیاد تمدن ص۲۷۵)

نماز اور نماز باجماعت کی اس حیرت انگیز قوت، اس اعجازی اثر کا بیان کس کی زبان سے ہورہا ہے؟ کسی مولوی کی نہیں۔ ایک کھلے ہوئے بیگانہ اسلام، فاضل عصر ومحقق نفسیات کی زبان سے ـــــ " ترقی قوم کی فکر میں شب وروز گھلے جانے والے بے نماز نوجوان کیا اب بھی کوئی سبق نہ لیں گے؟ (صدق لکھنؤ)

قوم مسلم سے خطاب

(حافظ محمد یونس صاحب انصاری حافظ مبارکپوری)

تا بکے سوئیگی تو اے قوم اب بیدار ہو
خواب غفلت سے خدا کیواسطے ہشیار ہو

خاک میں یوں مل رہی ہے عزت وحشمت تری
اب سنبھل ہشیار ہو مت تو ذلیل وخوار ہو

چاہِ ذلت سے نکلنے کی تو اپنی فکر کر
اوج کے زینہ پہ چڑھنے کیلئے تیار ہو

ناس کرڈالا خزاں نے گلشنِ اسلام کو
پھر سعی اکبار کر کہ یہ چمن گلزار ہو

تھے کبھی مخمور جس مے سے ترے اسلافِ دیں
تو بھی اس بادہ سے مسلم مست ہو سرشار ہو

غیر مسلم قوم پر چھاجائے تیرا دبدبہ
رعب فاروقی تو ہو سیف اللہؓ کی تلوار ہو

سلک میں تنظیم کی ہو جا منظم قوم تو
تاکہ آسانی سے ہر مشکل کا بیڑا پار ہو

دست بستہ حافظِ احقر کی ہے یہ التجا
خدمتِ دین کیلئے اے قوم تو تیار ہو

—— جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے فرانسیسی حکومت نے فلسطین کے مفتی اعظم حضرت سید امین الحسینی کو قصبہ ذوق سے رہا کر دیا ہے۔

—— حکومت ترکی نے حکم جاری کیا ہے کہ سترہ سال کی عمر سے لیکر پچپن ۵۵ سال کی عمر تک ہر ترک کیلئے اسلحہ کا استعمال ضروری ہے اس کی مخالفت کرنے والے کو سخت سزا دیجائیگی۔

—— قصبہ اسکندرونہ کے سلسلہ میں فرانس اور ترکی میں صلح ہوگئی ہے جسکی رو سے اسکندرونہ ایک ترکی حاکم کے ماتحت کر دیا جائیگا۔ اور قیام امن کی ذمہ داریاں مشترک طور پر ترکی اور فرانس کی فوجیں انجام دینگی۔

—— مکہ معظمہ میں سوق الصغیرہ کی جانب شاندار مارکیٹ تیار کیا گیا ہے تاکہ وہاں گوشت اور سبزی سر رشتہ حفظان صحت کی نگرانی میں فروخت ہوا کرے رسم افتتاح شیخ عباس رئیس بلدیہ نے انجام دی۔

—— چین اور جاپان کی جنگ دن بدن طول پکڑتی جا رہی ہے جس سے جاپانی حکومت نے سخت ہراساں ہو کر اپنے ملک میں ایسے قوانین نافذ کر دئے ہیں جو کہ سخت تکلیف دہ ہیں چنانچہ جاپان کے عام باشندے آج کل اس جنگ کی مخالفت کر رہے ہیں۔

—— حکومت یوپی نے صوبہ سے جہالت کو دور کرنے اور موجودہ نظام تعلیم کے اصلاح کرنیکی ایک اہم اسکیم بنائی ہے اس اسکیم پر سات لاکھ روپیہ صرف کیا جائیگا۔

—— آجکل کانگریسی صوبوں میں رشوت ستانی کے خلاف جہاد بہت زوروں پر ہے چنانچہ حکومت مدراس نے سول سروس کے ممبروں کو ایک سرکلر میں یہانتک لکھ دیا ہے کہ اگر جوڈیشنل طور پر کسی افسر کے خلاف جس پر رشوت لینے کا شبہ ہو اور رشوت لینا ثابت نہ ہو تو بھی اس شبہ کو ہی اس کو برطرف کرنیکا بالواسطہ ثبوت سمجھا جائے۔

—— مسلمانوں کی مفلس غریب تنگدست اور جاہل قوم رسم و رواج کے نام پر کس قدر تباہ کن فضولخرچی سے کام لیتی ہے اس کا اندازہ حسب ذیل اعداد و شمار سے ہو سکتا ہے۔ ولادت آٹھ کروڑ روپیہ۔ شادی چھ کروڑ روپیہ۔ ختنہ دو کروڑ روپیہ۔ وفات دس کروڑ روپیہ۔ نیاز گیارھویں و فاتحہ دو کروڑ روپیہ۔ کل میزان اٹھائیس کروڑ روپیہ ہر سال اٹھائیس کروڑ روپیہ کی گرانقدر رقم رسم و رواج کی دیوی کے بھینٹ چڑھانے کے بجائے اگر صنعتی اداروں اور دوسرے مفید کاموں پر صرف کی جائے تو مسلمان غریب مفلس تنگدست اور جاہل کبھی نہیں رہ سکتے۔ کیا رسم و رواج کے متوالے اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے!

(اقبال احمد امین گونڈوی)

جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ سے شائع کیا

RGD.L.No.3204. بیادگار فدائے علم و دین جناب شیخ عطاالرحمن صاحب مرحوم و مغفور نمبر ۳۸

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی علمی اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنیپر واپس کیے جائینگے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کیے جائینگے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۶ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق رجب المرجب ۱۳۵۷ھ | نمبر ۵

ورفعنا لک ذکرک

(مولوی عبدالجلیل صاحب رحمانی لبستوی)

جو جنود مجندہ اور زور و طاقت والے تھے ان کو نیچا دکھانے کیلئے جو شوکت و صولت اور بادۂ حکمت و حکومت سے مست تھے ان کی ساری سربلندیوں کو خاک میں ملا دینے کیلئے، جو طاغوتی قوتوں اور قہرمانی سطوتوں پر نازاں تھے ان متمردین کو اپنی عبدیت، بیچارگی، اور بیکسی کا درس دینے اور ان کے عجب و غرور کو ملیا میٹ کردینے کے لئے، سرزمین حجاز مقدس، اور ساکنان وادی غیر ذی زرع کی ایک بیوہ خاتون کے بطن سے ایک یتیم بچہ خلعت نبوت و نیم رسالت اور پیغمبرانہ شان کے ساتھ، اعلاء کلمۃ اللہ، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب، تدریس حکمت، اور ہدایت الی صراط مستقیم کیلئے مجسمہ نعمت اللہ بنکر بشریت عظمیٰ اور انسانیت کبریٰ کا وہ پیکر عزم و استقلال اور وہ وجود مقدس نمودار ہوتا ہے جو اپنے اعزا و اقارب ہی کی نہیں، اپنے خاندان اور قبیلہ کی نہیں، بلدہ مبارکہ کے رہنے والوں کی ہی نہیں، بادیہ نجد و حجاز کے بسنے والوں، باشندگان یثرب، ساکنان طائف، عکاظ اور ذوالمجنۃ کے تماش بینوں ہی کی نہیں بلکہ چرخ نیلوفری کے نیچے رہنے والوں، خدا کی وسیع زمین کے ایک ایک چپہ پر اقامت گزینوں، مشرق، و مغرب، شمال، و جنوب، بحر و بر، دشت و جبل پر سکونت اختیار کرنیوالوں کو۔ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا کا فرمان شاہی سنا کر اپنی ذمہ داری کا اعلان کرتے ہوئے ان سب کی ہدایت پر کمربستہ ہوتا ہے یا کم از کم نغمۂ توحید کی سریلی آواز ان کے کانوں تک پہنچا کر اتمام حجت کا پیغمبرانہ کام سرانجام دینے کا بیڑا اٹھاتا ہے، وہ چشم ظاہر بیں والے جنھوں نے محمدؐ کو محض آمنہ بی بی کا ایک یتیم بچہ اور آب و گل کا ایک مجسمہ، گوشت و پوست کی ایک چلتی پھرتی تصویر سے زیادہ وقیع نہ سمجھا تھا۔ انھوں نے تالیاں بجائیں، ہنسے، ہنسی کیں، چیک چیک کر اچھل اچھل کر بکنے لگے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تخیلات کو دیکھو، اس یتیم قلاش کے

بلند بانگ وعادی پر غور کرو، یہ جنون نہیں تو کیا ہے یہ مالیخولیا نہیں پھر کیا ہے۔ الغرض مجنوں دمفتری ساحر و کاہن وغیرہ القاب سے آپ کو یاد کیا جانے لگا۔

اس زمانہ قحط الرجال میں حقیقت شناس اور دیدہ وروں کا فقدان تھا ورنہ دکھلا دیا جاتا کہ یہ جسم خاکی اپنے عنصری لفافہ کے اندر ایسی روح مطہر کو بھی ڈھلکے ہوئے ہے کہ جس کی تابانی سارے عالم کیلئے ضیاپاش ثابت ہو کر رہیگی وہ اصنام پرست اپنی مادہ پرستی کی وجہ سے یہ نہ سمجھ سکے کہ یہی وہ وجود اعظم اور برگزیدہ ہستی ہے جس کے لئے سیدنا ابراہیم خلیل نے انتہائی الحاح وتضرع، گریہ وزاری کے ساتھ وادی غیر ذی زرع میں اپنے رب کو پکارا تھا ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم آیاتك ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم۔ وہ لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہی تو آفتاب رشد وہدایت ہے اور یہی سراج منیر اور داعیا الی اللہ باذنہ سراجا منیرا کی مراد اور ناصرہ کے نوجوان اسرائیلی نبی کی بشارت اور پیغمبرانہ پیشینگوئی کا حقیقی مصداق ہے۔ ان کور بصروں نے چونکہ بصارت عینی اور بصیرت قلبی سے اپنے آپ کو کوسوں دور پھینک دیا تھا۔ اس لئے ان کی مادی آنکھیں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف ایک زندہ تصویر کے ڈھانچے میں دیکھتی تھیں۔ اس لئے رسول مقدس فداہ روحی کو کہا جاتا تھا یہ تو منقطع النسل اور ابتر ہے۔ اس کے کام کا چلانے والا اس کی اسکیم کا جاری رکھنے والا کوئی نہیں۔ اولاد صلبی کا خاتمہ، کنبہ قبیلہ تو برگشتہ ہی ہے اس لئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس دینی مشن کو بیت عنکبوت ہی سمجھو اسکا نام مٹ جانیوالا اس کی یاد فنا ہو جانیوالی ہے۔

پیارے عزیزو! اگر تم کفار مکہ اور سرداران قریش کی یاوہ گوئیوں اور ہفوات پر عبور کرنا چاہتے ہو تو ایک سرسری نظر سے عاص بن وائل، نضر بن حارث، اسود بن مطلب، عاص بن منبہ، ابی ابن خلف، امیہ بن خلف۔ عقبہ بن معیط، ولید بن مغیرہ۔ ابوجہل ابولہب وغیرہ کے واقعات اور کفری کارناموں کا مطالعہ کر جاؤ ہمارے قول کی تصدیق پر تم مجبور ہو جاؤ گے۔ ہم ان جزئیات اور کفار کی کثیرۃ الأبال ہرزہ سرائیوں کو یہیں پر ختم کر کے آیۃ زیب عنوان کے ماتحت آپ کو یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ اسی محبوب الٰہی بوریا نشین دلق پوش کی سے بھی بڑھکر کیا کوئی فاتح کوئی منی رشی نبی ولی مہا بلی شہور منطقی فلسفی جوگی بیراگی ایسا گذرا ہے جس کی یاد و تذکار زندہ۔ جسکا نام بلند، جس کا مذہب بالا، جس کی ملت غالب، جس کے اعوان وانصار اور اولاد معنوی کی یہ کثرت ہو کہ زمین کا کوئی گوشہ ارض اللہ کا کوئی چپہ، دریائے گنگ تڑ سے جزیرہ خالدات اور لنکا و سراندیپ سے غرض تسعین کی ساری آبادی تک جتنے امکنہ مسکونہ اور ممالک معمورہ ہیں ہر جگہ اس کے پیروکار، عقیدتمندوں اور نام لیواؤں کا وجود ہو۔ انصاف سے بتلاؤ دنیا کا کونسا پیشوا، رہبر و مرشد، سنیاسی مین و رہبا ورا ایسا ریفارمر گذرا ہے جس کے نام پر یوم ولیلہ کی ہر ساعت اور ہر ساعت کے ہر آن وہر لحظہ علی التواتر ہزار عل نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں بار درود وسلام صلوات وتحیات تبریک تحسین کے گلہائے عقیدت نثار کئے جاتے ہوں، وہ کونسا پیر و مرشد ایسا گذرا ہے جس کے کام کی صفائی، نام کی بلندی، رفعت ذکر، علو مرتبت، قول کی صداقت، فعل کی خوبی پر ارض وسما شمس وقمر بحر وبر، حجر وشجر، دشت وجبل، وحوش وطیور، وادی و عمران کے رہنے والے شواہد عادلہ اور آیات باہرات کا کام دیتے ہوں، واقعہ اسرار، ظل سحاب، شق قمر۔ نبع الماء، تکلم حجر، انحنار شجر، حنین جذع، تکثیر طعام، تضرع جمل، واقعہ سفینہ وغیرہ دلائل کے پیش نظر بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ان تمام

اوصاف حسنہ اور خصائص کبریٰ کا جامع سیدنا محمد عربی علیہ الوف التحیات والتسلیمات ہی ہیں۔ ان صفات میں آپ کا کوئی بھی سہیم وشریک نہیں، تاریخ کے صفحات، کتب سیر کے واقعات مقتدایان عالم کی ہسٹریوں پر نظر غائر ڈالنے والے بھی ہمارے دعوے کی تصدیق کئے بغیر نہیں رہ سکتے،

معشر مسلمین! آپ رسالتمآب علیہ السلام کے سوانح، رفعت ذکر کا اسی سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا اسم گرامی خالق کون ومکان کے نام کے ساتھ ساتھ شب وروز صلوات خمسہ کے وقت کامگاران ازلی۔ موذنان مساجد کے کام ودہن سے نکلکر انتہائی ترنم وتغنم اور سرکیساتھ نسیم صبا کے جھونکوں کا ہمنوا بنکر ہم آہنگ ہو کے ساحل شرقی سے لیکر بحر الکاہل کے غربی کنارے تک کے رہنے والوں کے لئے روح پرور اور سرور بخش ہوتا رہتا ہے، جامع مسجد دہلی اور جامع دمشق کے بلند کنگوروں کو دیکھو اور پھر ان کی علت تعمیر پر غور کرو یہ بلند بلند عمارات صرف اسلئے تعمیر پذیر ہوئی ہیں تا کہ خدا کے نام کے ساتھ اس کے محبوب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بھی بلند کیا جائے۔ پیارے عزیزو! تم جنت نشان پیرس، جرمن، ولندن کے جوامع مساجد کو دیکھو ان مقامات پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رب کے دشمنوں کا قبضہ ہے۔ ان طاغیوں اور باغیوں کے پایہ تخت ہونے کے باوجود قافلہ سالار، راحت گزین گنبد خضرا، یثربی آقا کے مبارک نام کو یہاں بھی بلند کیا جاتا ہے۔ - عاشقان رسول ہیں جو کہ بالالتزام اشہد ان محمدا رسول اللہ کی سریلی آواز سنا سنا کر دعوت الی الحق اور تبلیغ رسالت کا کام انجام دیتے ہیں۔ شاہزادہ فرانس، صدر جمہوریہ ہر ہٹلر جرمنی، ایڈورڈ ہشتم شاہ انگلستان جیسے جابرہ کو اتنی طاقت نہیں کہ اس ذکر کو دبا دیں، سچ تو یہ ہے" فاعل کل جس کے نام کو زندہ جس کے کام کو پائندہ جس کی رفعت ذکر کا بذات خود ضامن ہو اس کا نام کیونکر نہ بلند ہو ؎

وضم الالہ اسم النبی مع اسمہ　　اذا قال فی الخمس الموذن اشھد

وشق لہ من اسمہ لیجلہ　　فذو العرش محمود وھذا محمد

عنوان زیر بحث کے ماتحت فلاسفران یونان کو بھی یاد کیجئے۔ اساطین حکمت متاہین یونان، بیذقلس۔ فیثاغورس سقراط، افلاطون، بقراط حکیم، امیرس شاعر، دیمقراطس طبعی، یوسف منجم، ارشمیدس مہندس، بانی حکمت، موجد فلسفہ ہرمس الہرامہ سیدنا ادریس علیہ السلام کو دیکھو اپنے "قول وفعل" علم وعمل" کی بڑی بڑی یادگاریں چھوڑ گئے۔ مگر مرور زمانہ اور گردش ایام نے سب کی روشنی دھیمی کردی، سب کا ذکر پژمردہ ہوگیا۔ ہلاکو خاں، منکو خاں، ایاقا ان خان، دارا۔ سکندر چنگیز، جولیس، نپولین بونا پارٹ، جیسے کشور کشایان عالم کی تاریخ پڑھو ان کے کروفر اور معرکہائے خونین کو دیکھو ان کے جنگی کارناموں اور ملکی ماثر پر غور کرو، ان کے نام کی بلندی ان کے ذکر کا آوازہ اینٹ پتھر چونے گارے کی دیواروں کے ساتھ وابستہ تھا اسلئے انکا نام مٹ رہا ہے ان کی یاد فراموش کی جارہی ہے ان کے نام پر درود وسلام بھیجنے والا ان کا کلمہ پڑھنے والا کوئی بھی نہیں، یہ شرف تو صرف سید ولد آدم مکی مدنی علیہ السلام ہی کیلئے مخصوص ہے۔ رفعت ذکر علو شان کو اگر بالتفصیل دیکھنا چاہو تو نبوت ورسالت کی پہلی کڑی ابو البشر آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ مسیح ناصری تک کے انبیاء و رسل پر ایک نظر ڈالو، کونسا پیغمبر گذرا ہے جس کے دہن مبارک کی نکلی ہوئی باتیں جس کے قول وفعل نقل وحرکت کا ایک

ایک جزئیہ من وعن انتہائی صحت و استناد کے ساتھ محفوظ اور مدون ہو، اس خصوصیت میں بھی ہم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو پاتے ہیں آپ ہی کے ارشادات گرامی، خورد و نوش، اوڑھنے، پہننے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے، چلنے پھرنے، قضایا فیصلہ جات، ملکی فرامین، خانگی معاملات، عبادات و ریاضات کے ایک ایک جزئیہ کی جانچ پڑتال تدوین و تصنیف کے لئے سینکڑوں نہیں ہزاروں محدثین کو ہم سرگرم عمل پاتے ہیں۔ بخاری مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور سینکڑوں کتب سیر و مغازی آپ کے نام نامی ہی کی یاد میں ظہور پذیر ہوئی ہیں یہ ہے رفعت ذکر عالیشان"

مسئلہ زیر بحث کی توضیح اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے جبکہ ہم جارج سیل، سر ولیم میور، جون ڈیون پورٹ۔ ڈاکٹر سموئیل، واشنگٹن، ایڈورڈ گبن، مسٹر طامس کارلائل جیسے بدیاک اصحاب قلم حضرات کو بھی مدحت سرائے "نبی امی" اور ثناخوان "رسول عربی" دیکھتے ہیں ؎ الفضل ما شهدت به الاعداء"

ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر کے ماتحت ضروری ہے کہ آنحضور علیہ السلام کے نام لیواؤں آپ کے اتباع اور عقیدتمندوں کی ایک فہرست درج کی جائے جو کہ دنیا کے ہر گوشہ میں آپ کے نام پر صلوات و تحیات بھیجتے رہیں" سب سے پہلے افریقہ کا ملک لو جسے عبداللہ بن زبیر اور ابن ابی سرح نے دشمنوں سے چھین لیا تھا آج اس ملک میں ۵ کروڑ ۲ لاکھ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اسی طرح مشرقی یورپ میں ۳ کروڑ ۳ لاکھ روس میں ۲ کروڑ ۵ لاکھ مشرقی قریب میں ۴ کروڑ ۱۷ لاکھ۔ برطانوی ہند میں ۹ کروڑ ۱۳ لاکھ۔ برطانوی مقبوضات میں ۷ کروڑ۔ چین میں ۱ کروڑ ۳۳ لاکھ ولندیزی علاقہ میں ۴ کروڑ ۷۰ لاکھ۔ دیگر ممالک میں ۲ کروڑ ۷۵ لاکھ منجملہ ۴۰ کروڑ مسلمان آباد ہیں جو کہ اپنے آپ کو مکی مدنی علیہ السلام کی عزت و ناموس کی حفاظت کیلئے ہر وقت نثار کر دینے پر تیار رہیں اور ورفعنا لک ذکرک کی صحیح تفسیر بنے ہوئے ہیں" ؎

موضوع بحث کی بے پایانی، آئینہ زیب عنوان کی جزالت اور اپنی علمی بے مائگی اور قصور علم، قلت معلومات کے پیش نظر ایک شعر پر اس موضوع کو ختم کرتا ہوں ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ٭ گلچین تو از تنگی داماں گلہ دارد

پتے نہیں بدلے جائینگے

آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محدث کوئی تجارتی رسالہ نہیں ہے محض آپ لوگوں سے محصول ڈاک کا خرچ لیا جاتا ہے لیکن پھر بھی بعض حضرات بار بار اپنے پتے بدلوا کر چھپی ہوئی چٹوں کو بیکار کر دیتے ہیں اور پھر نئی چٹیں چھپوا کر ہم کو خواہ مخواہ زیر بار کرتے ہیں اسلئے اطلاعاً اعلان کیا جاتا ہے کہ اب آئندہ سے ہم کوئی پتہ تبدیل نہیں کرینگے بلکہ جس صاحب کو اپنا پتہ بدلوانا ہو وہ بجائے دفتر محدث میں اطلاع دینے کے براہ راست اپنے یہاں کے ڈاکخانے میں لکھکر بھیجدیں کہ اب میری ڈاک اس پتہ پر بھیجی جائے اور نیچے اپنا وہ پتہ لکھدیں جس پتہ پر منگوانا چاہتے ہوں ہمارے دفتر میں اب تبدیلی پتہ کی اطلاعات پر ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی خریدان محدث مطلع رہیں۔

منیجر

؎ یہ تعداد اور تفصیل "مدینہ" مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء سے ماخوذ ہے۔ (منہ)

اسلام ہی مساوات کا حامی ہے

(از مولوی عبداللہ صاحب مبارکپوری متعلم جماعت چہارم مدرسہ رحمانیہ)

ناظرین کرام! مادر گیتی نے ایسے بہت سے بڑے بڑے اور جلیل القدر اصحاب پیدا کئے جنھوں نے قوم وملت کی بہت کچھ خدمتیں انجام دیں۔ اور اپنے لمحات زندگی کی یادگار میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں چھوڑ گئے۔ جن کے نہ مٹنے والے نقوش صفحات تاریخ پر آج بھی یوں ہی روشن ہیں جس طرح اپنی پیدائش کے وقت میں تھے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان مصلحین اقوام اور رہنمایان ملت کی تعلیمات نے معاشرت انسانی کے اس اہم شعبہ کے متعلق کیا انقلابات پیدا کئے؟ جس کو آج ہم مساوات عامہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ سماج اور سوسائٹی کے اس غلط نظریہ کی کیونکر اصلاح کی؟ جس نے نسل انسانی کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے عالم میں فتنہ وفساد کا طوفان بپا کر رکھا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ آج تہذیب وتمدن اصلاح وتنور کے زمانے میں دنیا کی ہر قوم اپنے دین ومذہب کے دامن کو اس شرمناک دھبے سے پاک کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ اس کے یہاں مساوات کی تعلیم نہیں۔ لیکن دوستو واقعات اور حقائق پر پردہ ڈالکر لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنا اور ہے۔ امتحان وتحقیق کی کسوٹی پر پورا اترنا اور ہے۔ پس آئیے! واقعات وشواہد حقائق وبراہین کی روشنی میں، میں آپ کو بتاؤں کہ سچی مساوات کا حامی کون ہے؟ اور کونسا مذہب ہے جس کا دامن اس جنس گراں مایہ سے بھی اسی طرح مالامال ہے۔ جس طرح اور بے شمار عطر بیز پھولوں سے پر ہے۔

حضرات! ہندوستان کی تاریخ پر عبور رکھنے والے اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ ہندوستان میں بھی ایک دفعہ اخوت ومساوات کی آواز گونج چکی ہے۔ گوتم بدھ نے مذہبی، قومی، سیاسی حقوق میں مساوات پیدا کرنے کی غیر معمولی اور نہایت موثر کوشش کی تھی۔ اسی واسطے ہم گوتم بدھ کو قدیم ہندوستان کا مصلح اعظم کہہ سکتے ہیں۔ مہاراجہ اشوک کے زمانہ میں اس کے قائم کئے ہوئے مذہب کو بہت کچھ عروج حاصل ہوا ہے۔ مہاراجہ اشوک اور چندر گپت کے زمانے ہی سے ہندوستان میں شہنشاہی قائم ہوسکی۔ گوتم بدھ سے قبل اور اس زمانہ کی موجودہ حکومت کے زوال کے بعد مسلمانوں کی سلطنت قائم ہونے تک اس ملک میں ایسا تیرہ وتاریک زمانہ گذرا ہے کہ نہ یہاں کوئی سلطنت قائم ہوسکی اور نہ اخوت اور مساوات ہی باقی رہی۔

منو مہاراج کی تعلیم۔ اس وقت ہم کو اس بحث میں پڑنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ ویدوں کے زمانہ کے عام اخلاق کیا تھے۔ لیکن اچھے اور برے کھرے اور کھوٹے حق وباطل کی تمیز اپنے اضداد سے ہوا کرتی ہے اس لئے مساوات کے متعلق جب تک دوسری مذہبی تعلیمات کا مختصر چربہ آپ کے سامنے نہ پیش کروں اس وقت تک حقیقت پوری طرح بے نقاب نہیں ہوسکتی۔

پس عرض ہے کہ ہندو مذہب کے روشن پہلو اور اعلیٰ اخلاق کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ قوائے ملکیہ اور بہیمیہ سے

مرکب ہے۔ انکی تعلیم یہ ہے کہ تارک الدنیا بنکر تمام علائق دنیوی کو توڑ کر جنگلوں۔ پہاڑوں اور غاروں کی عمیق گہرائیوں میں تنہا ہو کر اپنی زندگی گذارے۔ اسی وجہ سے ہندوستان کی قدیم تاریخوں میں کسی جگہ مذہبیت اور جمہوریت کی کوئی قابل ذکر نشان نہیں ملتی۔ ہندوؤں کے چھوت چھات۔ چھتری۔ برہمن کی تقسیم نے ان کی اخلاقی۔ سیاسی۔ روحانی تنزل پر غیر معمولی اثر ڈالا۔ بلکہ ان کے تنزل کا اصل راز اسی میں تھا کہ ہندوستان کے مقنن اعظم" منو مہاراج" نے اپنے شاستروں میں برہمنوں کا اقتدار بڑھانے اور شودروں کے حقوق پامال بلکہ برباد کرنے کیلئے ایسے سخت سے سخت قوانین بنائے کہ ان سے بڑھکر شاید ہی بنی نوع انسان پر ظلم ہوا ہو۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ وہ ایسے قوانین بنا کر مقنن اعظم مشہور ہوئے اور افسوس تو یہ ہے کہ ہندوستان کی تاریک ذہنیتوں نے اس عظیم الشان خطاب کا ان کو مستحق بھی سمجھا۔ قوانین منوجی کے لحاظ سے شودر جہنمی ہیں۔ ان کا طبعی حق غلامی ہے۔ مالک کے آزاد کر دینے پر بھی وہ آزاد نہیں کہلا سکتے۔ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے لئے ان کا چھونا تو کجا سایہ بھی ناپاکی کا باعث ہے۔ یہ شودر جن کی مٹی اس طرح پلید کی گئی تھی۔ وہ قوم تھی جو آریوں کے بیشتر ایران کی طرف سے آکر اس ملک میں اپنی باعزت زندگی آزادانہ طور پر گذار رہی تھی۔ جس طرح آج سفید چمڑے والی قوم ہندوستان پر قبضہ کر کے چاہتی ہے کہ کوئی صنعت وحرفت یا کسی قسم کا کمال ہندوستانی قوم کے ہاتھ میں نہ رہے۔ اس غرض کے پورا کرنے کیلئے اس نے ہر قسم کے جور و جفا کا استعمال بھی کیا اور آج تک کر رہی ہے۔ اسی طرح آریوں نے جب شودروں کو مغلوب کر کے اپنا محکوم بنایا تو انھوں نے ان کو اپنے علوم اپنے کمالات اپنے اخلاق سکھانا نہ چاہا۔ بلکہ ہر اعتبار سے ان کو پست و ذلیل ہی رکھنا چاہا۔

ہاں آریوں اور مہذب انگریزوں کے درمیان اس امر میں صرف اتنا فرق تھا کہ انگریزوں نے عام نفع رسانی اور ترقی کے پردہ میں چھپ کر کالی قوم کو برباد کیا۔ اور آریوں نے علی الاعلان ایسے قوانین کو مذہبی امور بنا کر ان کی تذلیل کیلئے مواد جمع کیا۔ اور شودر کا خطاب دیکر ان سے اس طرح خدمت لی جس طرح کوئی انسان کسی حیوان سے لیتا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق منو شاستر کے وہ ابواب جو برہمنوں اور شودروں کے حقوق کو واضح اور متعین کرتے ہیں کافی سے زیادہ شہادت دے رہے ہیں۔ منو شاستر کی رو سے برہمن کا کام شاستر پڑھنا اور پڑھانا ہے۔ اعلیٰ ذاتوں کی پروہتی کرنا اور تحائف لینا تھا۔ یہ خود دیوا اور ان کی عورتیں دیویاں کہلاتی تھیں۔ کوئی شودر پکی ہوئی روٹیاں چھو دیتا تو نجس سمجھی جاتی تھیں۔ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں خواہ کسی ذات کی ہوں ذلیل سمجھی جاتی تھیں۔ شودروں کو وید سننے کی اجازت نہ تھی۔ اگر بلا ارادہ ان کے کان میں پڑھنے والے کی آواز پڑ جاتی تو اس کو نہایت تکلیف دہ صورت سے بہرہ بنا دیا جاتا تھا۔ دنیا میں کوئی چیز شودر کی ملکیت نہ بن سکتی تھی۔ برہمن بڑے بڑے جرم کر کے بھی قابل قتل نہ ہوتا تھا۔ منو شاستر کے پانچویں باب میں صاف صاف کہا گیا تھا کہ شودر کو جھوٹا کھانا، پرانے کپڑے پہننا اور نکما اسباب رکھنا چاہیئے۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن کے متعلق کوئی برا لفظ استعمال کرے تو اس کی زبان کاٹ لینی چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ نیچی ذات کا آدمی ہے۔

آٹھویں باب میں مذکور ہے کہ اعلیٰ ذات کے آدمی کے برابر ان کے ساتھ نیچی ذات کا آدمی بیٹھے تو اس کی پیشانی

پر داغ لگا کر جلا وطن کر دینا چاہئے۔ یا راجہ اس کے پیٹھ سے ایک حصہ گوشت کا کاٹ ڈالے۔ کوئی برہمن اگر کسی شودر کو بلا وجہ قتل کر ڈالے تو اس کے قصاص میں برہمن قتل نہ کیا جائیگا۔ زیادہ سے زیادہ جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ جب شودر لوگ کسی راستہ یا گلی سے گذریں تو ان کے لئے لازمی تھا کہ ایک خاص قسم کی آواز لگاتے جائیں۔ تاکہ اعلیٰ ذات کے لوگ خبردار ہو کر بچ رہیں۔ اور شودروں کا ان پر سایہ نہ پڑے۔ غرض اسی قسم کے قوانین تھے جن کا کچھ کچھ مٹا ہوا نشان جنوبی ہند کے ہندوؤں میں پایا جاتا ہے۔

الغرض منوجی کے قوانین کے لحاظ سے ہندوؤں کی آبادی کا ایک حصہ حکماً مجبور ہے کہ اپنی زندگی وحشیانہ طریقہ پر گذارے۔ اور اس کے ساتھ نہایت ظالمانہ برتاؤ کیا جائے۔ ہندوؤں کی مذہبی تعلیم کا یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جو چشم بصیرت رکھنے والے حضرات کو یہ دکھلا رہا ہے کہ ہندوؤں کے مذہب میں اخوت اور مساوات کی قطعاً گنجائش نہیں اور وہ انسانیت اور تمدن کا بالکل روادار نہیں۔ ہاں گاندھی جی اور دوسرے کانگریسی ہندو آج مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کا الّو سیدھا کرنے کیلئے ہریجن تحریک کا بڑے زور شور سے پرچار کر رہے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ محض سیاسی چال ہے۔ مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

عیسائی مذہب اور مساوات۔ ظہور اسلام سے قبل جو عیسائی مذہب کی حالت تھی۔ اور عیسائیوں نے جس طرح اخوت اور مساوات کو پامال کیا تھا۔ اس کے تصور سے سینہ میں دل اور دل میں درد رکھنے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی کے درمیانی حصہ میں قیصر قسطنطنیہ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ جو شخص بھی کیتھلک مذہب اختیار نہ کریگا اس کو سرکاری عہدہ نہ دیا جائیگا۔ جارڈیس کے قیصر نے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) یہودیوں کو صرف اسی وجہ سے جلا وطن کیا تھا کہ انھوں نے اپنا مذہب حکومت کے رعب سے مرعوب ہو کر بدلنا قبول نہ کیا تھا۔ یہودی یا غیر کیتھلک مذہب والے عیسائی بھی کوئی اپنی مذہبی رسم قیصر روم کی عملداری میں ادا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی مذہبی کتب جبراً چھین کر جلا دی جاتی تھیں۔ تمام دنیا کے عیسائی علماء ۵۸۶ء میں اس بات کا فیصلہ کرنے کیلئے جمع ہوئے کہ عورت میں روح ہے یا نہیں۔

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں کہ وہ قوم جو آج گویا عورتوں کی پوجا کرتی ہے اس کے آباء واجداد میں عورت کیا حیثیت رکھتی تھی؟ کہ ان کے جاندار ہونے میں بھی مباحثہ کیا جا رہا ہے۔ بڑے مباحثہ اور بڑے غور و خوض کے بعد یہ بات طے پائی کہ عورت میں روح ہے۔ بڑے بڑے پادری پوپ اور بشپ جنت کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ اور ان کے خلاف زبان اٹھانا بھی ان کے حق میں موت تھی۔ امیروں اور مذہبی سرداروں کی خوش طبعی کے لئے عوام کو ہلاک کرنا اور شیروں سے لڑوانا معمولی باتیں تھیں۔ محکوم لوگوں کو جانوروں سے زیادہ مرتبہ حاصل نہ تھا۔ عیسائی یہودی مجوسی وغیرہ مذاہب اور ایرانی اور یونانی آدمی وغیرہ قوموں پر اگر نظر کی جائے تو ان کی اخلاقی حالت ہندوؤں سے بھی بدتر نظر آتی ہے۔ لیکن ہمکو تمام مذاہب اور اقوام کی حالت کا مفصل تذکرہ کرنا مقصود نہیں اس وقت تو ہم کو صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس معاملہ میں ہم کو اسلام کیا تعلیم دیتا ہے۔

اب ذرا مذہب اسلام کی تعلیمات پر غور کریں کہ اس نے اخوت اور مساوات کی کتنی اعلیٰ اور بے نظیر تعلیم دی ہے

مذہب اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے تکبر اور نخوت کی دیوار کو پاش پاش کر دیا۔ اور اخوت و مساوات کا جھنڈا لہرایا۔ اور صاف صاف لفظوں میں یہ اعلان کر دیا۔ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی یعنی کسی عربی النسل کو کسی عجمی النسل پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی تفوق اور فضیلت حاصل نہیں اگر معیار فضیلت کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہ تقویٰ اور دینداری ہے۔

ہر امیر و غریب عربی زنگی کو دینی حیثیت سے ایک ہی مرتبہ حاصل ہے۔ اسلام نے صرف مساوات کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ اس کو عملی جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ چنانچہ مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبیلہ قریش کی ایک عورت کے متعلق چوری کا جرم ثابت ہو گیا آپ نے بحکم اسلامی قانون اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر دیا۔ ایسے شریف قبیلہ کی عورت سے ایسے قبیح فعل کا سرزد ہونا اور پھر ہاتھ کا ٹکر ہمیشہ کے لئے داغدار کر دینا کچھ کم باعث عار و ننگ نہ تھا۔ اس لئے قریش نے دربار رسالت میں سفارش کرنے کیلئے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو اللہ کے رسول کے نزدیک محبوب تھے یعنی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما۔

جب حضرت اسامہؓ سفارش کی غرض سے دربار نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور اس عورت کے بارے میں اپنی سفارش پیش کی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے فرمایا" اتشفع فی حد من حدود اللہ" یعنی اے اسامہؓ کیا تم اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سفارش کرتے ہو؟ اور اسی پر بس نہیں فرمایا بلکہ ایک بسیط خطبہ دیا جن کے الفاظ یہ ہیں۔ انما اھلک الذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا یعنی پہلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اس پر قطع ید کا حکم جاری نہ کرتے۔ اور جب کوئی غریب چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ آپ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ اگر میری بیٹی فاطمہؓ (اعاذھا اللہ) بھی چوری کرتی تو واللہ میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ اسلام میں اس قسم کے واقعات بہت ملیں گے۔

غزوہ ذات الرقاع کے موقعہ پر سواریاں بہت کم تھی۔ ایک ایک اونٹ تین تین شخصوں کے لئے منقسم کیا گیا تھا۔ دو شخص سوار ہوتے اور ایک شخص پیدل چلتا۔ اسی طرح ہر شخص نوبت بنوبت پیدل چلا کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں حضرت علی مرتضیٰؓ اور ابو الدرداءؓ کا حصہ تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی نوبت آتی تو حضور پیدل چلتے اور وہ دونوں سوار ہوتے۔

دیکھنا یہ ہے کہ لشکر میں جو کوئی بھی تھا وہ اپنی جان و مال حضورؐ پر فدا کرنیوالا۔ اور اس فدائیت ہی کو اپنا عزو شرف جاننے والا تھا۔ پھر وہ کیونکر گوارا کرتے تھے کہ حضورؐ پیدل چل رہے ہوں۔ اور دوسرے لوگ جنکی باری تھی اونٹوں پر سوار ہوں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا رسولؐ اس موقعہ پر سب کو مساوات کا سبق دیرہا تھا اور الامر فوق الادب کا نظارہ جلوہ آرا تھا

ایک مرتبہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی خود (جنگ کے موقع پر پہننے کے لئے لوہے کی ٹوپی) اونٹ سے گر کر کھو گئی تھی۔ حسن اتفاق سے آپ کو گم شدہ خود ایک یہودی کے ہاتھ میں نظر آئی۔ آپ نے اسے دیکھکر فوراً پہچان لیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ

یہ میری خود ہے اونٹ سے گر کر کھو گئی تھی انہیں کہاں سے ملی ؟ اس یہودی نے جواب دیا واہ یہ تو میری خود ہے اور بالفعل میرے قبضے میں ہے۔ معاملہ کے طول پکڑنے کے خوف سے یہودی نے کہا کہ ہم دونوں کا حاکم مسلمان ہے مقدمہ حاکم وقت کے پاس دائر کرنا چاہیئے حاکم وقت جو فیصلہ دیگا مجھے منظور ہوگا۔ چنانچہ مدعی اور مدعا علیہ حاکم وقت حضرت شریح کے پاس بغرض تصفیہ عدالت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شریح نے پوچھا اے امیر المومنین کس وجہ سے عدالت تک قدم رنجہ فرمائی کا اتفاق ہوا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ یہ خود جو یہودی کے ہاتھ میں نظر آرہی ہے۔ میں اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں یہ میری ہی خود ہے اونٹ سے گر کر کھو گئی تھی۔ جسے یہودی نے اٹھالی ہے۔ لیکن مدعی علیہ اس کا منکر ہے۔ قاضی شریح نے یہودی کا اظہار طلب کیا۔ اس نے کہا کہ یہ میری ذاتی خود ہے۔ کہیں مجھے کھوئی ہوئی نہیں ملی ہے۔ اس کے بعد قاضی نے حضرت علی رض سے قسم کھا کر کہا کہ آپ بالکل سچ فرمارہے ہیں۔ یہ خود آپ ہی کی ہے۔ لیکن قانون شریعت کی رو سے آپ کو دو شاہد پیش کرنے چاہئیں۔ امیر المومنین رض نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رض اور اپنے آزاد کردہ غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ دونوں گواہوں نے حضرت علی رض کی خود ہونیکی قطعی شہادت دی۔ قاضی شریح نے حضرت امیر المومنین رض سے کہا کہ آپکے غلام قنبر کی شہادت تو معتبر ہوجائے گی لیکن آپکے صاحبزادہ حضرت حسن رض کی شہادت آپ کے متعلق شرعاً نہیں مانی جاسکتی۔ یہ سنکر حضرت علی رض نے فرمایا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بانی شریعت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کے متعلق سیدا شباب اہل الجنۃ (یعنی یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں) کی بشارت دی ہے۔ قاضی نے جواب میں کہا جی ہاں میں نے سنا ہے حضرت علی رض نے کہا تو پھر ان کی شہادت میرے متعلق کیوں معتبر نہیں ہوسکتی ؟ قاضی نے کہا کہ شریعت اسلام کا قانون یہی ہے کہ بیٹے کی شہادت باپ کے لئے معتبر نہیں یہ کہنے کے بعد خود کو اٹھا کر یہودی کے حوالہ کردی۔ یہودی کا بیان ہے کہ امیر المومنین مسلم قاضی کے پاس تشریف لائے تھے۔ لیکن اسلام کا انصاف دیکھو کہ ڈگری میرے حق میں ہوئی۔ خوش ہوکر اب اس نے حقیقت واقعہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ واقعی یہ خود اونٹ سے گری ہوئی ملی تھی اور یہ حضرت علی رض ہی کی ہے۔ قاضی کے اس منصفانہ فیصلے سے وہ ایسا متاثر ہوا کہ فوراً کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خود واپس دیدی اور آپ ہی کے ہمراہ جنگ صفین میں شہید بھی ہوا۔

حضرات! ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں دوست اور دشمن یگانہ و بیگانہ سب کے ساتھ عدل و انصاف کا حکم ہے۔ کسی کے ساتھ بھی ناانصافی جائز نہیں۔ ادہر قانون منو میں شودر اور برہمن میں کوئی برابری نہیں اور ادہر قرآن شریف میں النفس بالنفس الخ فرماکر مساوات قائم کی گئی۔ دوسرے موقعہ پر اَلْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰی الخ فرماکر کسی قاتل کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رکھی۔ اگر کوئی سید بھی کسی مسلمان کو قتل کریگا تو اس سے ضرور قصاص لیا جائیگا۔ یہی نہیں کہ یہ احکام فقط لکھے ہوئے ہوں اور اس پر عمل نہ ہوا ہو۔ بلکہ قرآن کا ہر ہر حرف مسلمانوں کی زندگی کا دستور العمل بن چکا ہے۔

ایک مرتبہ سفر میں کھانا پکانے کیلئے کام تقسیم ہوا اس میں سب کے آقا شاہ کونین بھی موجود تھے۔ انھوں نے اپنے ذمہ لکڑیاں لانے کا کام لیا۔

خلیفۂ چہارم امیر المومنین حضرت علیؓ کو مدعی بنکر مدعا علیہ کے سامنے کھڑا ہونا پڑا۔ اسلام میں ایسے بہت سے سلاطین گذرے ہیں کہ ایک معمولی آدمی کے دعوے دائر کر دینے پر عدالت میں آگران کو کھڑا ہونا پڑا ہے۔

ہمارا سردار ہم میں کا ایک فرد ہے۔ اگر ہمارے مذہب کی کتاب اور ہمارے پیغمبر صلعم کے طریقہ کی پیروی کرے تو ہم اس کو اپنا سردار باقی رکھیں۔ اور اگر اس کے سوا کسی اور چیز پر عمل کرے تو ہم اس کو معزول کر دیں۔ اگر وہ چوری کرے تو ہاتھ کاٹیں۔ اور اگر زنا کرے تو سنگسار کر دیں۔ وہ بھی حدود الٰہیہ میں ہمارے ہی جیسا رتبہ رکھتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ پر ایک معمولی سی بدگمانی کی وجہ سے مجمع عام میں ایک شخص نے اعتراض کیا۔ اور کہا کہ جبتک اس پورے سوال کا جواب نہ دینگے ہم آپ کی تقریر ہرگز نہ سنیں گے۔

فاروق اعظم کی حکومت بیس لاکھ مربع کے رقبہ پر تھی۔ اسقدر وسیع سلطنت کے فرمانروا اور اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ طاقتور بادشاہ کو کسی شخص نے کسی مرض کیلئے شہد بتایا۔ آپ کے یہاں شہد نہ تھا اور کسی جگہ بھی نہ مل سکا۔ البتہ بیت المال یعنی سرکاری خزانے میں شہد موجود تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کا استعمال کریں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ جب تک تمام اجازت نہ دینگے میں ہرگز استعمال میں نہیں لا سکتا۔ یہ ہے اسلام میں انسانی مساوات کا مرتبۂ رفیع جسکو دشمنان دین داغدار بنانیکی کوشش کرتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں مَیں بلند آواز سے کہونگا کہ مساوات اسلام کی خصوصیات سے ہے اور اسلام ہی مساوات کا حامی ہے۔

طوفانِ غم

اللہ انھیں گلشن جنت بخشے   دل شاد ہوں ہر آن عطا الرحمٰن
رکھتے تھے وہ اسلام کا صادق جذبہ   تھے سچے مسلمان عطاء الرحمٰن

ہے مسرت کے چمن پر اک خزاں چھائی ہوئی   پتی پتی غنچۂ دل کی ہے مرجھائی ہوئی
باغ عالم میں وہ اگلی سی ادا باقی نہیں   وہ ہوا باقی نہیں ہے وہ فضا باقی نہیں
کس کے غم میں ہیں در و دیوار سب ماتم کناں   کس کی فرقت میں عنادل آج ہیں موفغاں
پارہ پارہ ہو رہے ہیں کس لئے قلب و جگر   مورنج وغم نظر آتا ہے کیوں اک اک بشر
بس انھیں سب وسوسوں میں تھا پریشاں سرنگوں   اک صدائے دل خراش آئی کچھ ایسی کیا کہوں
کان میں آکر مرے فوراً کسی نے یہ کہا   اٹھ گیا دنیا سے ملت کا نگہباں اٹھ گیا
آہ وہ جود و کرم کا بحر نا پیدا کنار   دے گیا داغ جدائی لے گیا صبر و قرار
کیا کہوں کیا کیا محاسن رکھتے تھے شیخ عطا   جذبۂ ملت سے ہر دم جس کا دل مخمور تھا
خدمت قومی و ملی خاص تھا جس کا شعار   سُن کے ہو جاتا تھا غمگیں قوم کا جو حال زار
جس کو تھا ہر آن پاس خدمت علم حدیث   جس کا شاہد آج بھی ہے "گلشن علم حدیث"
جوش جس کے دل میں ہر دم خدمت دیں کا رہا   راہ ملت کا ہمیشہ جس نے ہر صدمہ سہا
آہ وہ خلق مجسم آج ہے نظروں سے دور   مدح اس کی ہو سکے مجھ سے کہاں مجھ میں شعور
آج گو دنیا کی نظروں سے ہے وہ ہستی نہاں   ہے زباں پر نام اس کا دل میں ہے اسکا نشاں

طالب محزوں دعا گو ہے خدا سے صبح و شام
باغ جنت میں عطا کو ہو عطا اعلیٰ مقام

عبدالرحمٰن طالب اعظمی

سلطان صلاح الدین کی حیات مقدسہ کا ایک زریں ورق

(از مولوی عبدالعزیز صاحب بسکوہری متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ)

۵۵۰ھ میں مصر کی حالت - مصر میں خلفائے علویین کا ٹمٹاتا ہوا چراغ گل ہونے کے قریب ہو گیا تھا۔ غافل خلیفہ عاضد لدین اللہ عیش ونشاط میں مخمور ہو کر عالم اسلامی کی کمزوری کا سبب بن رہا تھا۔ خود اس کی غفلت اور اندرونی کمزوری وشقاوت نے نصرانیوں کے حوصلے بہت بلند کر دیئے تھے۔ ممالک اسلامیہ پر بڑھ بڑھ کے حملہ کرنا اور اس پر اپنا اقتدار جمانا معمولی بات ہو گئی تھی۔ اسی بلند حوصلگی نے بیت المقدس میں جو خونی سانحہ پیش کیا وہ ابھی اہل اسلام کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا۔

اسی غفلت وعیش پرستی کا نتیجہ تھا کہ بہادر شاور جیسے عقلمند وزیر کے ہوتے ہوئے بھی مصر بغاوتوں سے نہ بچ سکا اور باغیوں نے اپنا اقتدار جما کر شاور کو خارج البلد کر دیا۔ لیکن اسوقت شام میں نور الدین زنگی جیسا شجاع بادشاہ مظلوموں اور مصیبت زدہ لوگوں کی فریاد سننے والا موجود تھا۔ چنانچہ شاور نے وہاں پہنچکر امداد طلب کی۔ نور الدین کے دل میں حمیت واخوت کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوا چنانچہ اس نے شاور کی امداد کیلئے ایک بڑی فوج اسدالدین اور صلاح الدین کی معیت میں مصر پر دھاوا بولنے کیلئے روانہ کیا۔ چنانچہ پھر مصر آزاد ہو کر شاور کے ماتحت ہو گیا۔ اور جب اس کی خبر خلیفہ عاضد کو پہنچی تو وہ اس ناگہانی امداد سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کے عوض اسدالدین شیرکوہ کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ لیکن اس کی زندگی نے زیادہ دن تک وفا نہ کی اور وہ آخر کار انتقال کر گیا۔

سلطان صلاح الدین جیسے ہونہار نوجوان کی اولوالعزمی اور جوانمردی نے لوگوں کے دلوں پر پورا پورا قبضہ کر لیا تھا اور اس کی شجاعت اور دلیری سے بہت جلد لوگوں نے معلوم کر لیا کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اس کی فاتحانہ یلغار بتلا رہی تھی کہ عنقریب عہد فاروقی جیسا دور آنے والا ہے کہ پھر بیت المقدس پر اسی طرح پھر پرچم ہلالی لہراتا ہوا نظر آئیگا جیسا دور فاروقی میں لہرا رہا تھا۔ اس کی زیرکی اور ہوشیاری سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ نوجوان اس دور کا ثانی عمرو بن عاص اور ابو عبیدہ فاتح بیت المقدس بنے گا۔ یہی وجہ تھی کہ صلاح الدین بہت جلد خلیفہ عاضد کا وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ مگر افسوس اندرونی بغاوت اور عیسائیوں کی زبردستی نے اسے مطلق آرام سے بیٹھنے نہ دیا اور ملکی معاملات کے غور وفکر نے از حد پریشان کر دیا تھا۔ ایکطرف نصاریٰ کی یہ خواہش کہ جلد از جلد تمام ممالک اسلامیہ پر قبضہ کر لیا جائے اور دوسری طرف اندرونی بغاوت اور اس کے خلاف سیاسی تحریکیں اور ادھر ہر طرف عیسائیوں کی فاتحانہ یلغار بتلا رہی تھی کہ عنقریب یہ ملک جنگ کے شعلوں میں کودنے والا ہے اور جس سے ابتک جو کچھ اسلامی ممالک ہیں وہ بھی فنا ہو جائیں گے سچ تو یہ ہے کہ صلاح الدین کے علاوہ اگر اور کوئی شخص ہوتا تو وہ اس پریشان کن حالات سے مرعوب ہو جاتا اور

اس کی ساری قوت زائل ہوجاتی۔ لیکن صلاح الدین جیسے بہادر شخص کے جبیں پر شکن تک نہ آیا اور نہ وہ ان باتوں سے مرعوب ہی ہوا۔ چنانچہ سب سے پہلے وہ بہت جلد اپنی ہوشیاری و شجاعت سے اندرونی بغاوتوں کو فرو کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اور دمشق پر قبضہ کرکے اپنی قوت کو بڑھانے لگا۔ اور آہستہ آہستہ تمام بغاوتوں کا سدباب کردیا۔ اس کے بعد عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا جو کہ اسلامی ممالک پر قبضہ کرنے میں مشغول تھے۔ جب نصرانیوں کو اس کی بہادری اور دلیری کا علم ہوا تو وہ بہت گھبرائے اور بہت جلد اپنی قوت جمع کرکے اسلام کی بیخ کنی پر تیار ہوگئے۔

فتح ایلہ۔ نصاریٰ کی اس فاتحانہ یلغار اور بیت المقدس کے خونی واقعات نے مسلمانوں میں اس طرح ضعف و کمزوری پیدا کردیا تھا کہ ان میں عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کی بالکل طاقت باقی نہ رہی تھی یہی وجہ تھی کہ اکثر مسلمان بلا کسی مزاحمت اپنے کو عیسائیوں کی غلامی میں دیدیتے تھے اور ان کا اقتدار قبول کر لیتے تھے۔ لیکن ہمارے اس نوجوان سلطان کی شجاعت و ہمت نے بہت جلد مسلمانوں کے خیال پریشاں کو یکجا جمع کردیا اور ان میں بجائے ضعف و کمزوری کے ہمت و استقلال اور ایمانی قوت روز بروز ترقی کرنے لگی۔ وہ ان ملکوں کو جوان کے ہاتھوں سے نکلکر عیسائیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے واپس لینے پر تیار ہوگئے۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین ایک قلیل فوج مرتب کرکے نصرانیوں کی اس یلغار کو روکنے پر تیار ہوگیا۔ اور سب سے پہلے ایلہ کی طرف بڑھا جو کہ عیسائیوں کا ایک بہت بڑا فوجی مرکز تھا۔ اثنائے راہ میں شاہ فرانس کی بے شمار افواج سے جو کہ مسلمانوں کو کچلنے کیلئے آرہی تھی مڈبھیڑ ہوگئی۔ لیکن چونکہ سلطان کے دل میں ایمانی جہاد کا جذبہ تھا اور شہادت کیلئے مسلمانوں کو جوش دلا رہا تھا۔ اسلئے اس معمولی جماعت نے نہایت شجاعت و استقلال سے انکا مقابلہ کیا اور خدا کے فضل سے بہت جلد انکا خاتمہ کردیا۔ اور مسلمان فاتحانہ ایلہ میں داخل ہوگئے۔

اللہ اکبر اس فتح کے بعد نصاریٰ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ ان کے سامنے وہ ظلم و ستم جوان کی قوم نے بیت المقدس کے مسلمانوں پر کیئے تھے کھڑے نظر آرہے ہوں گے وہ یقین کررہے ہوں گے کہ مسلمان ضرور اس کا بدلہ لیں گے یا تو وہ ہم کو ایک دم فنا کردیں گے اور یا ہم کو زبردستی دین مسیح سے محروم کرکے مسلمان کرلیں گے۔ لیکن ہمارے رحمدل سلطان نے ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کو تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی ہی نہیں کہ سلطان نے ان کے ساتھ احسان کیا بلکہ ان کے جان و مال کو محفوظ رکھکر اور ان کو آزادی کے ساتھ ویسا ہی حاکم بنا کر مصر واپس آگیا۔ اسی طرح کئی سال تک جنگ وغیرہ کرنے کے بعد جب سلطان نے دمشق اور مصر کے اطراف و اکناف میں امن و امان قائم کردیا اور نصرانیوں کے تصرف سے اپنے ملکوں کو بچا لیا۔ تو وہ اسی جہاد کی طرف متوجہ ہوا جس سے کئی سال سے مسلمانان عالم خون کے آنسو رو رہے تھے اور اپنی ناگفتہ بہ حالت اور سوئے قسمت پر آنسو بہا رہے تھے یعنی بیت المقدس کے آزاد کرانے کی فکر میں مشغول ہوگیا۔

بیت المقدس کی مختصر تاریخ۔ یہی وہ متبرک مقام ہے جسکو خداوند قدوس نے اپنی رحمت و نعمت کیلئے چن لیا تھا یہی وہ مقام ہے جس کے اطراف و اکناف سے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم نے آکر اپنا قبلہ بنایا تھا اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی انہی کی پیروی کرتے ہوئے اس کو قبلہ بنا کر مشرف کیا تھا۔ ایک زمانہ تک یہ متبرک مقام توحید کا گہوارہ بنارہا

مگر افسوس زمانہ کے رد و بدل نے اس میں بھی اپنا برا اثر ڈالا اور بجائے توحید کے تثلیث اور شرک کا مقام بنکر رہ گیا۔ بجائے خدا پرستی کے عیسیٰؑ و عزیرؑ کی پرستش ہونے لگی۔

آہ! وہی نصاریٰ جو لوگوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال میں طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے سامنے کردو اور لوگوں کے سامنے رحمت و شفقت کا نمونہ بنکر آئے تھے مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اس متبرک مقام حرم کو جنگ وجدل کا میدان بنالیا۔ لوگوں کو ظلماً قتل کردینا ثواب کا کام سمجھا جانے لگا اور خدا و رسولؐ کی نافرمانی عین دین سمجھا گیا۔ اسلام آیا جس طرح اس نے اور عالم کو اپنی نور ہدایت سے منور کیا بیت المقدس کو بھی شرک و کفر سے پاک کیا۔ توحید کا علم پھر اس کے بلند میناروں پر لہرانے لگا۔ لیکن کون جانتا تھا کہ برسوں توحید کا علم لہرانے کے بعد پھر اس کے بلند میناروں پر تثلیث و کفر کا جھنڈا لہرائے گا اور اس کے متبرک مقاموں کو ظلم کا گہوارہ بناکر موحدوں (مسلمانوں) کو بے دریغ ذبح کرکے اس کی صاف و شفاف زمین کو خونِ ناحق سے لالہ زار بنا دیا جائے گا۔ اور اس کے بلند میناروں والی مساجد مظلوموں کے خونوں سے گھٹنے تک بھر دیا جائیگا۔ چنانچہ وہ وقت آگیا۔ آہ! وہی نصاریٰ جو کبھی مسلمانوں کے ناموں سے کانپ رہے تھے کسی مسلمان کا سامنے آجانا ان کے لئے موت کا سبب ہوتا تھا لیکن اب وہ وہی تھے جو کہ مسلمانوں کی سستی و غفلت سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور اس تاک میں تھے کہ کب مسلمانوں سے ایک متبرک مقام کو عیسائیت کا مرکز بناکر تثلیث کا گہوارہ بنا دیا جائے۔

چنانچہ تمام دنیا کے عیسائیوں نے ایک پارلیمنٹ مقرر کیا اور جس میں بڑے بڑے لیڈر اور اہل دماغ جمع ہوئے اور جس میں یہ رائے پاس ہوئی کہ سب متفق ہوکر جلد از جلد بیت المقدس کو مسلمانوں سے لے لیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد عیسائیوں کی خفیہ تیاریاں ہونے لگیں اور بڑے بڑے نامی بادشاہوں نے زبردست امدادیں کیں اور بیت المقدس کے لینے کیلئے قسمیں کھائیں۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے بہت سے عیسائی بیت المقدس کے گرد جمع ہوگئے۔ مسلمان پہلے ہی سے بزدل اور سست ہوگئے تھے اس سیلاب عظیم کو کس طرح روکتے چنانچہ عیسائیوں نے ایک ہی حملہ کے بعد فصیل توڑ دیا اور اندر داخل ہوگئے۔ آہ یہ کیا دردناک سانحہ تھا مسلمانوں کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جس سے خود مدبرین نصاریٰ آجتک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ مسلمان کبھی اس قسم کے ظلم و ستم کو وہم میں بھی نہ لائے تھے وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح وہ کبھی ہماری محکومی میں تھے ہم بھی اسی طرح ان کی محکومی میں رہیں گے۔ لیکن ان کا یہ زعم و وہم غلط نکلا چار پانچ دن تک بیت المقدس کو مباح کردیا گیا۔ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مسلمان قتل کئے جاتے تھے۔ جو مسلمان مسجد اقصیٰ و مسجد عمرؓ میں پناہ گزیں تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہم بچ جائیں گے اور وہ اس کو عبادت خانہ سمجھکر کچھ تعارض نہ کریں گے۔ مگر آہ ان تہذیب و رحم کے علمبرداروں نے ان عبادتخانوں کو بھی نہ چھوڑا۔ اور بے دریغ مسلمانوں کو تلواروں سے ذبح کردیا۔ وہ معصوم بچے جنھوں نے اپنی زندگی کی بہاریں بھی اچھی طرح نہ دیکھی تھیں۔ ان کو دیواروں اور فصیلوں پر بے جگری سے پٹخا گیا اور حاملہ عورتوں کے پیٹوں کو پھاڑ پھاڑ کر بچوں کو ذبح کیا گیا۔ علماء اور مولویوں کو دھکتے ہوئے شعلوں میں جھونک دیا گیا۔ آہ وہ درو دیوار جس پر کبھی نور الٰہی سایہ فگن تھا۔ مظلوم مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن گئی۔ اور مسجد بیت المقدس میں برابر آٹھ دن

تک خون کا بازار گرم رکھا گیا۔ مورخین سب متفق ہیں کہ مسلمان شہداء کی تعداد ستر ہزار سے کچھ کم نہ تھی۔ ان کے علاوہ جو مسلمان بچ گئے اور نصاریٰ قتل کرنے سے تھک گئے ان کو حکم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو چھت پر سے گرا کر ہلاک کر ڈالیں کیونکہ اب ان کو اس دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ اللہ اکبر ان تہذیب کے علمبرداروں اور رحمت و شفقت کے پیغامبروں کو جن کا دعویٰ ہی یہ تھا کہ مذہب عیسائیت سراسر رحمت و شفقت کا مدعی ہے ان کا اور ان مسلمان فاتحین کا مقابلہ کیجئے کہ جن کا نصب العین ہی یہ تھا کہ عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کو مت چھیڑو جو مقابلہ کرے اس کا مقابلہ کرو اور جو ہتھیار ڈالدے اس کو امان دیدو۔ کیا اب بھی ان لوگوں کی آنکھ نہ کھلیگی جو سراسر مسلمان فاتحین پر جور و ظلم کا اتہام لگاتے ہیں۔

جو مسلمان ادھر ادھر سے چھپ کر بچ گئے تھے وہ واویلا کرتے ہوئے اسلامی ممالک میں پہنچے۔ سب سے پہلے بغداد میں اس سے واویلا اور شور مچا۔ شعراء نے دل ہلا دینے والے مرثیے لکھے۔ مسلمانوں نے موجودہ خلیفہ ابوالعباس کو ان مظلومین مسلمانوں کا بدلہ لینے پر زبردستی تیار کیا۔ اور لوگوں کے دلوں میں پھر جوش حمیت اور اخوت پیدا ہوا ابوالعباس نے ایک فوج مرتب کرکے قدس شریف کو روانہ کیا۔ مگر افسوس سوئے قسمت سے وہ بھی راستہ ہی میں ان تہذیب کے علمبرداروں اور پیغامبروں کے ہاتھوں سے فنا کر دیا گیا۔

سلطان کا عزم جہاد۔ یہ خونی واقعہ اور مظالم عیسائیہ کچھ ایسا واقعہ نہ تھا کہ جسکو مسلمان فراموش کر سکتے۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے جبکہ اندرونی بغاوتوں کو رفع کرکے مامون اور مطمئن ہوگیا اور برسر اقتدار آگیا تو آہستہ آہستہ اس جہاد عظیم کی تیاری میں مشغول ہوگیا۔ لیکن یہ مرحلہ کوئی معمولی مرحلہ نہ تھا کہ آسانی سے طے کر دیا جاتا۔ نصرانیوں نے اس کی حفاظت کیلئے زبردست قوت پیدا کر لی تھی۔ دمشق اور بیت المقدس کے درمیان میں بہت سے مضبوط فوجی مراکز قائم کر دیئے تھے کہ جن کا سر کر لینا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ لیکن صلاح الدین ہی وہ بہادر شخص تھا جس کے ہاتھوں پھر بیت المقدس کے بلند میناروں پر پرچم ہلالی لہرانے والا تھا۔ خدا نے اس کو اسی لئے پیدا کیا تھا۔ چنانچہ سلطان سب سے پہلے ان مقامات کی طرف متوجہ ہوا جو کہ اس کی فاتحانہ یلغار کے روکنے کیلئے مضبوط کئے گئے تھے۔ چنانچہ سلطان ایک معمولی فوج کو لیکر بتوکل علی اللہ اس مقصد کے پورا کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں بمقام بصرہ عیسائی لشکروں سے مقابلہ ہوا۔ اسلامی جانبازوں نے نہایت شجاعت اور بہادری سے ان کا مقابلہ کرکے بہت جلد ہی ان کو مغلوب کر لیا اور آگے جانے کا راستہ صاف کر لیا۔ شکست خوردہ عیسائیوں نے یہاں سے بھاگ کر قلعہ کرک میں پڑاؤ کیا۔ اور نہایت تندہی سے آئندہ جنگ کیلئے تیاری میں مشغول ہوگئے اور کئی لاکھ عیسائی مسلح ان خدائی خدمتگاروں کو فنا کرنے کیلئے ہر لحہ مستعد اور منتظر نظر آنے لگے۔ لیکن جب ہمارا نوجوان سلطان وہاں پہنچا اور اگرچہ اس کی قوت بہت کمزور تھی اور عیسائی کئی گنا زیادہ تھے۔ لیکن چونکہ عیسائیوں نے اس جانباز کا حیرت انگیز کارنامہ دیکھ لیا تھا اور گذشتہ واقعات ان کے سامنے تھے۔ سلطان کو دیکھتے ہی وہ گھبرا گئے اور ایک معمولی ہی جھڑپ میں ان کی ساری طاقت زائل ہوگئی اور ہتھیار ڈالدیئے۔ سلطان شاداں و فرحاں خدا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف نہایت

تیزی سے روانہ ہوا۔

واقعہ حطین اور جذبہ ایمانی کا حیرت انگیز نظارہ۔ ان پے در پے شکستوں سے عیسائیوں میں ایک تہلکہ مچ گیا شکست خوردہ عیسائی اپنے بڑے بڑے ممالک میں پہنچے اور شور و واویلا کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ اگر کچھ اور دن یوں ہی مسلمانوں کو نہ روکا گیا تو ضرور عنقریب ہم کو بری طرح سے پیس ڈالیں گے اور اپنے قدموں سے ہمارے متبرک قدس کو خراب کر ڈالیں گے۔ پادریوں نے ہاتھوں میں صلیب کو اٹھا اٹھا کر لوگوں کو جوش دلایا اور مسیح کے نام پر قربان ہو جانے کی دعوت دی۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس امدادی خطوط روانہ کئے۔ چنانچہ ان کے مردہ جسموں میں پھر جوش موجزن ہوا۔ اور انھوں نے اب کی مرتبہ ایک دم مسلمانوں کے کچل ڈالنے کا تہیہ کر لیا۔ پرنس ارناطا اور ملک جعفری جیسے عظیم الشان بادشاہوں کی زیر قیادت نصاریٰ مقام حطین میں جمع ہوئے اور نہایت مستعدی سے آنے والے مسلمانوں کا انتظار کرنے لگے۔ اللہ اکبر کتنا زبردست مقابلہ تھا غزوہ تبوک کا نقشہ سامنے تھا مسلمان ان کے سامنے بکری و بھیڑ سے کچھ زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ لیکن خدا کا کلام کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ حق تھا۔ (یعنی بہت سی تھوڑی جماعتوں نے بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے فتح پائی ہے۔) اور اہل حق کے ساتھ اس کی امداد ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے نہایت ہمت سے اللہ کا نام لیکر زبردست حملہ کیا۔ انھوں نے بھی سمجھ لیا تھا کہ یا تو آج ہم ناموس حق پر قربان ہو کر آئندہ نسلوں کیلئے مثال قائم کر دینگے یا ان کافروں کو واصل جہنم کر کے ان گھروں کو کفر و شرک سے پاک کر کے توحید کا گہوارہ بنا دینگے۔ چنانچہ ایک ہی حملہ میں کفار کے دانت کھٹے ہو گئے ان کے سامنے موت کا نقشہ آگیا لیکن نصاریٰ بھی مرنے اور کٹنے پر تیار تھے وہ بھی سمجھتے تھے کہ اگر ہم مر گئے تو خدا و مسیح ہم سے خوش ہوگا اور اگر زندہ رہے تو ان مسلمانوں کو مار مار کر دنیا سے ختم کر دینگے۔ اور پھر یہ یروشلم میں داخل نہ ہونے پائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے بھی اس حملے کو نہایت ہمت اور استقلال سے روکا اور اس کے بعد ایسا زبردست جوابی حملہ کیا کہ مسلمانوں کو پیچھے بہت دور تک ہٹا دیا۔ لیکن سلطان ان کو ہر دم جوش دلا رہا تھا اور صحابہ کرام کے واقعات سنا سنا کر ان کے دل کو بڑھا رہا تھا۔ انھوں نے بھی اس حملہ کو اپنے سینہ پر لیا اور ایسا منہ توڑ اور جگر سوز فلک شگن نعرہ کے ساتھ جوابی حملہ کیا کہ ان کو بھی پیچھے ہٹا دیا اور کچھ جماعت نے حطین پہاڑ پر چڑھ کر پھرتی سے ان کے لہراتے ہوئے صلیبی جھنڈے کو سرنگوں کر دیا اور محافظ صلیب کو قتل کر دیا یہ دیکھ کر عیسائی اس طرح گھبرائے کہ ان کے قدم نہ سنبھل سکے اور وہ شکست کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے بہت دور تک انکا تعاقب کیا اور لاکھوں آدمیوں کو قتل کر دیا اور کئی ہزار فوجوں کو گرفتار کر لیا۔ آجتک کوئی مورخ ان مقتولین عیسائیوں کی صحیح تعداد نہ بتلا سکا۔ لیکن اتنا کہا جاتا ہے کہ نصاریٰ اس قدر قتل کئے گئے تھے کہ سالہا سال تک حطین کی زمین ان کے خون سے رنگی ہوئی تھی۔ اور ایک عرصہ دراز تک ان کی ہڈیوں کا ایک انبوہ کثیر لگا ہوا تھا۔ اور مسلمانوں کے قبضے میں اسقدر قیدی تھے کہ ایک ایک تنہا سپاہی تین تین اور چار چار سو قیدیوں کی حفاظت کر رہا تھا اور مسلمان صرف ڈیڑھ یا دو سو شہید ہوئے جن کو سنت کے مطابق دفنا کر اللہ کے سپرد کر دیا گیا۔

صبح ہوتے ہی تمام قیدی سلطان کے سامنے پیش کئے گئے جن میں اکثر بڑے بڑے متمرد اور سرکشوں کو واصل

جہنم کردیا گیا۔ اس کے بعد سلطان کیلئے پیشقدمی کرنے کا راستہ صاف ہوگیا۔ اور اس طرح اب عیسائیوں سے زیادہ خوف نہ رہا۔

اب جبکہ ہمارا نوجوان سلطان ان تمام مہموں سے فارغ ہوگیا اور بیت المقدس کے اطراف واکناف کے قلعوں پر قابض اور متصرف ہوگیا اور مصر سے کچھ امدادی جنگی بیڑہ بھی منگالیا تو بسم اللہ کرکے جانب قدس روانہ ہوا۔ اور نہایت اطمینان وسکون سے بیت المقدس پہنچکر مغربی جانب خیمہ زن ہوا۔ اور آئندہ آنے والی صلیبی جنگ کے لئے نہایت استقلال سے تیار ہوگیا۔

صلیبی جنگ۔ جب سلطان بیت المقدس پہنچا تو اس وقت بیت المقدس میں عیسائی فوج کم وبیش ایک لاکھ مسلح موجود تھی اور ان کا مذہبی پیشوائے اعظم بطرس اور نامی گرامی سردار بالیان ابن بیرزان بھی موجود تھا اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر ابھار رہا تھا۔ جب ان کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اس بات پر کہ پھر قدس شریف پر مسلمانوں کا قبضہ ہوجائے مرجانے کو پسند کیا چنانچہ انھوں نے مال اور اولاد سے بے پرواہ ہوکر اس سختی سے تیاری شروع کی کہ اس سے پہلے اس طرح انھوں نے تیاری نہ کی تھی اور بہت جلد قلعہ کو کامل طور پر مضبوط کرلیا جس سے مسلمانوں کا کامیاب ہوجانا محال نہیں تو ناممکن ضرور نظر آرہا تھا۔ کئی دن تک مسلمان محاصرہ کئے ہوئے تھے لیکن کسی طرف سے قلعہ پر یورش کرنے کا موقعہ نہ ملتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز مسلمانوں کی ایک عیسائی دستے سے مڈبھیڑ ہوگئی جس میں اسلامی مقدمۃ الجیش کا افسر شہید ہوگیا اس خبر سے تمام مسلمانوں میں زبردست ہیجان پیدا ہوگیا اور وہ نہایت جوش وخروش سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کو تیار ہوگئے چنانچہ نہایت غور وخوض کرنے کے بعد انھوں نے قلعہ کے شمالی جانب مورچہ قائم کیا اور رات ہی رات منجنیقیں وغیرہ نصب کردی گئیں تاکہ صبح ہوتے ہی عام حملہ بولدیا جائے۔ چنانچہ علی الصبح ہی نماز کے بعد جنگ کا بازار گرم ہوگیا۔ اور تیروں پتھروں کی بارش شدت سے شروع ہوگئی۔ ہر شخص دین کی حمایت میں جی توڑ کوشش سے لڑ رہا تھا۔ تین دن تک مسلسل جنگ کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہ ہوسکا اور نہ فصیل میں کچھ نقص ہی آیا۔ آخر کار چوتھے دن زبردست معرکہ ہوا جس میں عزیز الدین عیسیٰ بن مالک کی شہادت نے مسلمانوں کے دلوں میں اور بھی غضب پیدا کردیا اور مسلمان اس بے جگری سے لڑے کہ عیسائیوں کو مارمار قلعہ کے اندر تک پہنچا دیا۔ اگر نصاریٰ عجلت سے کام نہ لیتے اور فوراً دروازہ نہ بند کرلیتے تو آج ہی معاملہ ختم تھا۔

فتح قدس شریف۔ اس کامیاب حملہ کے بعد مسلمانوں کے حوصلے بہت بلند ہوگئے اور عیسائیوں پر خوف ودہشت کے آثار نمایاں ہونے لگے اب انھوں نے سمجھ لیا کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنا ہلاکت اور موت کی دعوت دینی ہے اس لئے اکثر سرداروں نے مشورہ دیا کہ بجائے جنگ کے مسلمانوں کو شہر حوالہ کرکے قسمت کا فیصلہ دیکھنا چاہئے۔ اگرچہ اکثر لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور اس پر موت کو ترجیح دی۔ بالآخر کثرت آراء سے صلح کرنے پر تیار ہوگئے چنانچہ ان کا سردار بالیان ابن بیرزان سلطان کے پاس آیا اور صلح کی درخواست پیش کی۔ لیکن سلطان کے سامنے گذشتہ واقعات کا نقشہ کھنچا ہوا تھا اس لئے فوراً کہدیا لا افعل بکم الا کما فعلتم باھلہ من ملکتموہ ..

یعنی جس طرح سے تم نے جبکہ اس پر قابض ہوئے تھے مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کیا تھا ہم بھی تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کرینگے کیونکہ اسلام نے فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (یعنی جو تم پر زیادتی اور ظلم کرے تم بھی ان سے اسی قسم کا بدلہ لے سکتے ہو) کی اجازت دی ہے۔ یہ سنکر بالیان بہت پیچ وتاب کھانے لگا اس نے کہا کہ اے امیر تو بیچ جان مسیح کی قسم اگر تو لڑائی سے باز نہ آئے گا تو ہم اپنے تمام مال واولاد کو اور شہر کو جلا ڈالیں گے اور جو مسلمان ہماری قید میں ہیں ان کو بھی بری طرح سے تلواروں سے ذبح کر ڈالیں گے اور تمہاری متبرک مسجدوں کو تباہ وبرباد کر ڈالیں گے پھر ہم تیار اور سینہ سپر ہو کر تم سے لڑینگے۔ پھر یا تو خود ہی فنا ہو جائیں گے اور یا تم کو شکست دیدینگے۔ فتح کی حالت میں تم کو سوائے خاک اور راکھ کے کچھ نہ ملیگا۔ چنانچہ سلطان نے نہایت غور وفکر کے بعد صلح کو اس شرط پر قبول کیا کہ دس دینار فی مرد اور پانچ دینار فی عورت اور دو دینار بچے فدیہ ادا کریں۔ چنانچہ یہ شرط بھی قبول کر لی گئی اور اس کے بعد مسلمان شاداں وفرحاں بیت المقدس میں داخل ہوگئے اور اس کے درودیوار سے پھر ویسی ہی توحید کی صدا بلند ہونے لگی۔ اور دور فاروقی کا سماں نظر آنے لگا۔

اللہ اکبر ایک زمانہ تھا کہ عیسائیوں نے فتح کے وقت مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے وہ بھی اہل دنیا کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوا ہے لیکن جب ہمارے رحدل بادشاہ نے اس پر قبضہ کیا تو جو رواداری اس نے عیسائیوں کے ساتھ کی ہے وہ بھی اسلام کی چمکتی ہوئی تعلیم کا ایک خاص اثر ہے۔ جس سے اسلام کی خصوصیت اور فضیلت اور زیادہ ظاہر ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ میں کہونگا کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا واقعہ نہیں کہ جس میں انھوں نے مفتوحین کے ساتھ ظلم اور جور سے کام لیا ہو۔

عیسائی دنیا کی سلطان کیخلاف متفقہ جنگ۔ مسلمانوں کا بیت المقدس کو فتح کر لینا ایسا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا کہ عیسائی اس کو بھول جاتے۔ نصرانیوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو دنیا میں عجیب نظارہ پیدا ہوگیا۔ پادریوں نے ماتمی لباس پہنکر واویلا مچانا شروع کر دیا اور منگھڑت قصے سنا سنا کر ایک عجیب کشمکش پیدا کر دی۔ حضرت عیسیٰ کی ایسی ایسی تصویریں بنائی گئیں کہ جس کو عربی اسلامی گھوڑے روندر ہے تھے۔ پادری انجیل کو ہاتھوں میں اٹھا کر اور مسیح کا نام لیکر لوگوں میں غصہ اور جوش کے جذبے پیدا کر رہے تھے لوگوں کو اس بہادر سلطان کے خلاف کرنے پر آمادہ کر رہے تھے چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ تمام دنیا کے عیسائی مسلمانوں کو نیست ونابود کر دینے پر تیار ہو گئے اور مسیح کی قسمیں کھالیں اور تمام گذشتہ صدمات وواقعات کو بھول کر ایک متفقہ محاذ قائم کرنے پر متفق ہوگئے۔ لیکن اس جنگ کے لئے بہت روپیوں اور ہتھیاروں کی ضرورت تھی۔ اسلئے ہر شخص پر بلا امتیاز ٹیکس لگایا گیا اور ہر مال کا دسواں حصہ وصول کیا گیا اور اس کو صلاح الدین ٹیکس کے نام سے مشہور کیا گیا۔ ولیم آرچ بشپ نے اس مقصد کے لئے انگلستان اور فرانس کو صلیب کے اٹھانے پر باہم ملا دیا اور جرمن وایطالیہ وغیرہ کو بھی دعوت جنگ دیکر اسلامی دنیا کو فنا کرنے کیلئے ایک زبردست محاذ جنگ قائم کر لیا چنانچہ سب سے پہلے جرمن نے سلطان کو خط لکھا اور بیت المقدس کے چھوڑ دینے پر اصرار کیا اور بصورت

عدم تعمیل آئندہ ہیبتناک جنگ سے ڈرایا۔ اور اسی مضمون کا اطالیہ اور فرانس سے بھی دھمکی کا خط آیا۔ لیکن سلطان پر اس دھمکی کا کچھ اثر نہ ہوا اور اس نے اللہ پر بھروسہ کرکے ویسا ہی منہ توڑ جواب دیا اور آئندہ آنے والی جنگ کیلئے سینہ سپر ہو کر تیار ہو گیا۔ شاہ جرمن یہ خط پاتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور ایک لاکھ لشکر جرار لیکر اسٹریا اور ہنگری کو ملاتا ہوا سلطان سے جنگ کرنیکے لئے روانہ ہوا۔ اسی طرح جب یہ خبر انگلستان و فرانس وغیرہ میں بھی پہنچی تو انھوں نے بھی اپنی اپنی فوج کو لیکر اٹلی وجنیوا وغیرہ کو ملاتے ہوئے جرمنی کی امداد کیلئے روانہ ہوئے اور مقام عکا پر پہنچکر مسلمانان عکا کا محاصرہ کر لیا۔ اور سلطان کو لڑنے پر مجبور کر دیا۔

مگر اللہ اکبر اس شیر مرد سلطان کے استقلال میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا اور نہ اس کی پیشانی پر دہشت اور خوف کے آثار نمایاں ہوئے لیکن جبکہ بیت المقدس اور عکا کی فوجوں کا حال معلوم ہوا کہ وہ ابھی سے لڑائی سے بزدل ہو رہی ہیں اور لڑنے سے دل چرا رہی ہیں تو البتہ وہ کسی قدر مغموم نظر آنے لگا۔ رات بھر اس کو نیند نہ آتی تھی اور ہر وقت خدا کے دربار میں عجز و انکساری سے سر جھکائے ہوئے گڑگڑا رہا تھا کہ اے میرے منعم حقیقی کیا تو اپنی اس نعمت عظمیٰ کے عطا کرنے کے بعد پھر اس ارض مقدس کو ان لوگوں کو دیدیگا جو پھر اس متبرک دیار کو مظلوموں کے خون سے رنگین کرینگے اور اس کے بلند میناروں پر ابراہیمی پھریرا لہرانے کے بعد تثلیث کا پھریرا اڑائیں گے اور اس کی فصیلوں پر پاک خوبصورت صورتوں کے بجائے منحوس صورتیں متحرک نظر آئیں گی۔ اور کیا پھر ان مسجدوں میں تیری اذان کے بجائے ناقوس اور گھنٹوں کی آوازیں سنائی دیں گی۔ نہیں نہیں مولا تیری ذات کی قسم جب تک میرے قدموں میں استقلال ہے اور بازو میں قوت ہے میں ان کافروں کا مقابلہ کرکے تیری اس ارض مقدس کو بچاؤں گا خواہ میرا لشکر میرا ساتھ چھوڑ دے لیکن میں تن تنہا ان کا مقابلہ کروں گا۔ اور تیری راہ میں قربان ہو جاؤں گا۔ پس میرے قدموں میں قوت اور استقلال دے آمین۔

چنانچہ صبح ہوتے ہی نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا نام لیکر اپنے جان نثاروں اور جانبازوں کے ہمراہ روانہ ہو جاتا ہے۔ جب اسکی اطلاع اور اسلامی سرداروں کو ہوئی تو وہ بھی اپنی اپنی فوجوں کو لیکر سلطان کی امداد کیلئے نکل پڑتے ہیں۔ سلطان ان سب کو لیکر عکا پہنچ جاتا ہے۔ پہنچتے ہی عیسائی فوجوں کا محاصرہ کر لیا اور عام حلہ بولدیا ادھر سے سلطان کی فوج اور ادھر سے محصور مسلمانوں کی بے جگری سے عیسائیوں پر پے در پے حملے . . . . . کئی دن تک یوں ہی بلا فیصل معرکہ رہا اور کچھ فائدہ نہ ہوا لیکن جمعہ کے بعد مسلمانوں نے فیصلہ کن حملہ کیا جس سے کفار گھبرا گئے اور پیچھے ہٹے مسلمانوں نے اس کو غنیمت سمجھا اور پے در پے اس زور سے حملہ کیا کہ وہ بالکل پست ہو گئے۔ اور اپنے خیموں میں گھس کر سوائے مدافعت کے اور حملہ کرنے کے بالکل قوت باقی نہ رہی۔ اس غیر مترقبہ فتح سے مسلمان اس طرح خوش ہوئے کہ ان کا سارا جوش ختم ہو گیا اور عیسائیوں کی طرف سے غافل اور بے توجہ ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر اچانک ایسا زبردست حملہ کیا کہ جس سے اسلامی قلب کی فوج گھبرا گئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلی۔ سلطان نے جب یہ ماجرہ دیکھا اور یوں فتح کو شکست میں تبدیل ہوتے ہوئے

دیکھکر گھبرایا نہیں بلکہ نہایت عجلت اور ہوشیاری سے بقیہ فوج کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور جسوقت عیسائی مسلمانوں کو شکست زدہ سمجھکر لوٹ مار میں مشغول ہوئے سلطان نے اچانک ان پر عقب سے حملہ کر دیا جس سے عیسائی اس اچانک حملہ سے گھبرا گئے اور اس طرح فوری رنگ بدلتے دیکھکر اس طرح حواس باختہ ہوئے کہ انھیں اپنی خبر نہ رہی اور سر پر پاؤں رکھکر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان کو اس طرح مارا کہ عکا کا سارا میدان مقتولین سے بھر گیا اور جو بچے یا تو سامنے دریا میں غرق ہوگئے اور اکثروں کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔ سبحان اللہ یہی واقعہ ایسا تھا کہ جس سے تمام ممالک عیسائیہ کی قوت کمزور ہوگئی پھر ان میں اتنی ہمت نہ رہی کہ مسلمانوں سے جنگ کریں۔

اللہ اکبر یہ سلطان ہی کا کارنامہ تھا کہ اس طرح سے شکست خوردہ فوجوں کو نہایت عجلت سے جمع کر کے قبضہ میں کر لیا اور فتحمند عیسائیوں کو بہت جلد شکست میں تبدیل کر دیا۔ جس سے سلطان کی دھاک تمام دنیا میں پھر اسی طرح بیٹھ گئی جو اس سے پہلے تھی عیسائیوں کو سلطان کی اولوالعزمی اور ہمت معلوم ہوگئی۔ اور انھوں نے سمجھ لیا کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنا کچھ آسان نہیں ہے تو انھوں نے سلطان سے معافی مانگی اور تاوان جنگ بھی دینے پر راضی ہوگئے اور باہم صلح کر لی اس کے بعد سلطان نے تمام ملک میں منادی کرادی کہ آج سے ہر شخص آزادی کے ساتھ ہر ملک میں بے خطر آجا سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صلاح الدین ہی کی وہ شخصیت تھی کہ جس نے عالم اسلامی کو ایک بہت بڑے حادثہ عظیم سے بچا لیا اور دوبارہ بیت المقدس میں ظلم و جور مٹا کر عہد فاروقی جیسا سماں پیدا کر دیا۔ میں کہونگا کہ جس طرح حضرت فاروق اعظمؓ کا نام مبارک تا قیامت زندہ رہیگا اسی طرح اس نامور سلطان کا نام مبارک بھی تا قیامت لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہ ہوگا۔

ناظرین اس مجاہد کبیر کی زندگی کا یہ مختصر سا نقشہ پیش کر کے " پدرم سلطان بود " کا اظہار مقصود نہیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اطلاع۔ پچھلے پرچے میں نکاح محمدی کو ار کے ٹکٹ میں مفت بھیجنے کا اعلان کیا گیا تھا جس پر بکثرت درخواستیں آئیں۔ بعض لوگوں نے کئی کئی کتابوں کیلئے ٹکٹ یا منی آرڈر بھیجے۔ جن کے پاس ایک کتاب اور اسی کتاب میں ان کے بقیہ ٹکٹ واپس کر دیئے گئے ہیں اطلاعاً لکھا جاتا ہے۔ ہاں اب

حزب المقبول مترجم کی جن اصحاب کو ضرورت ہو چھ پیسے کے ٹکٹ محصول ڈاک کے بھیجکر مفت طلب فرمالیں۔ محترم مہتمم صاحب نے اسے سہ بارہ بطور وقف تقسیم کرنے کیلئے چھپوالیا ہے ایک سے زیادہ نہ منگوائیں ورنہ ٹکٹ واپس کر دیئے جائیں گے۔ ہاں قیمتاً جو صاحب منگوانا چاہیں وہ ہر کی قیمت پہ اس پتہ سے طلب کریں دفتر اخبار محمدی دہلی۔ مفت منگوانے کا پتہ یہ ہے۔

مہتمم صاحب مدرسہ رحمانیہ۔ صدر دہلی

"مدارس عربیہ کی اصلاح"

جریدہ اہلحدیث کو جواب

مکرم محترم جناب ایڈیٹر صاحب اہلحدیث زیدمجدہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اہلحدیث مجریہ ۱۲ اگست ۱۹۳۸ء کا مضمون پڑھا جواباً گذارش ہے کہ جس طرح جناب کی دوربین نگاہیں مدرسہ رحمانیہ دہلی پر رحم وکرم کے ساتھ اٹھیں اور اٹھ رہی ہیں اسی طرح والد صاحب مرحوم بھی اس کی ترقی کے کسی پہلو کو چھوڑتے نہ تھے بھلا جو شخص اپنا کاروبار اور کل اشغال چھوڑ کر اسی کا ہو رہا ہو - جو ہزارہا کی رقم ہر سال اس پر خرچ کرتا ہو - جو سارا دن اسی میں گذارتا ہو - بلکہ جسے دن رات یہی ایک دھن لگی رہتی ہو وہ کس طرح اس سے اور اس کی ترقی کی کسی شاخ سے غافل رہ سکتا تھا؟ رحمہ اللہ تعالیٰ -

مگر جب کبھی جناب نے یہ سکیم پیش کی غفران مآب والد ماجد صاحب مرحوم نے اسے منظور نہ فرمایا بلکہ ان کے دل پر ایک چوٹ لگی - بس میں بھی باادب عرض کروں گا کہ آپ مدرسہ رحمانیہ کو تو سردست اسکی حالت پر چھوڑ دیجئے اور دوسرے مدارس پر یہ تجربہ کیجیے - اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے بلند ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے -

عبدالوہاب (مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

جمعیۃ الخطابۃ کا سالانہ اجلاس

(از مدیر)

قارئین محدث اس سے ناآشنا نہیں کہ مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں تعلیم کے ساتھ ساتھ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے بہترین مبلغین پیدا کرنے کیلئے تقریر وخطابت کا بھی بہترین انتظام ہے - چنانچہ اساتذہ کی زیر نگرانی اس مقصد کی تکمیل کیلئے ایک مستقل انجمن "جمعیۃ الخطابۃ" کے نام سے قائم ہے جس میں ہر پنجشنبہ کو لڑکے مجوزہ پروگرام کے مطابق عربی اور اردو میں مختلف عنوانات پر تقریریں کرتے ہیں اور پھر عمدہ اور کامیاب مقررین کو ہر ہفتہ حوصلہ افزا انعامات دیے جاتے ہیں - یہ سلسلہ سال بھر قائم رہتا ہے اور تعلیم ختم ہونے پر جب سالانہ امتحان کی تیاری میں لڑکے منہمک ہونا چاہتے ہیں تو اس انجمن کا ایک نہایت بارونق اور مہتمم بالشان آخری اجلاس منعقد ہوتا ہے - سال رواں کے اس آخری اجلاس کے بعد تقریباً چار مہینے کیلئے یہ دلچسپ علمی مشغلہ ملتوی کر دیا جاتا ہے اور پھر تعطیل کلاں کے بعد جب مدرسہ کا نیا سال شروع ہوتا ہے تو ساتھ ہی اس مجلس کی بھی تجدید ہوتی ہے - نئے نئے بادہ خواران اور تازہ دم ممبران کی کوشش سے اس کی نشاط انگیزیاں پھر عود کر آتی ہیں - ہر ہفتہ بادہ نوشانِ علم وحکمت کی محفل گرم ہوتی ہے اور پھر جام پر جام لنڈھائے جاتے ہیں - اور "رندان مشرب" جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں ؎

تا حشر یہ گردش میں ترا پیمانہ رہے

لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اس سال وابستگان "رحمانیہ" پر خصوصیت کے ساتھ رنج والم کا جتنا بڑا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے اور غم

واندوہ کا جیسا گہرا زخم لگا ہے واللہ اگر موجودہ مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی دلنوازیاں، شفقت ومحبت کے ساتھ پُر امید حوصلہ افزائیاں ہماری یاوری نہ کرتیں تو خدا جانے ہمارا کیا حال ہوتا۔ خصوصاً اس قسم کے مواقع پر تو مرحوم میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی یاد کچھ اس طرح دل کو ستاتی ہے کہ ہم تڑپ کر رہ جاتے ہیں۔ مگر آفریں صد آفریں ہو مرحوم کے اس جوان ہمت فرزند کو جو اتنے عظیم المرتبہ شفیق باپ کی جدائی سے انتہائی غمگین ہونے کے باوجود بھی محض ہمیں خوش دیکھنے اور ہمارا غم غلط کرنے کے خیال سے اپنے قلب وجگر پر پتھر باندھکر ہمارے سامنے ہنستا ہوا آتا اور مسکراتے ہوئے ہونٹوں سے ہماری مزاج پرسی کرتا ہے۔ ہر ہر طالبعلم کے رنج وراحت کا وہ شریک ہے۔ ابھی ابھی صوبہ اڑیسہ کا ایک غریب طالب علم بیمار ہوگیا۔ اس کی علالت کی اطلاع آپ کو رات میں ملی۔ اسی وقت بے چین ہوگئے اور فوراً اپنی کوٹھی سے (باوجود میلوں دور ہونے کے بھی) اپنی خاص کار پر تشریف لائے اور اس کے سرہانے کھڑے ہوکر نبض دیکھی حال پوچھا اور دوا کا انتظام کر گئے۔ صبح حکیم کو دکھایا اور تیمارداری میں اتنی تندہی کی کہ الحمد للہ وہ طالب علم بالکل صحتیاب ہوگیا۔ واللہ العظیم! یہ منظر عجیب اثر انگیز ہوتا تھا کہ یہ کروڑھا کا مالک بندۂ خدا، محض اللہ کے لئے ایک غریب پردیسی کی چارپائی کے پاس کھڑا ہوکر اس کی خیریت پوچھتا، اور پوری ہمدردی کے ساتھ اس کو تسکین دیتا تھا۔

جن طالب علموں کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ ان کے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ فوراً ان کو درزی کے یہاں بھجوا کر ان کے لئے کپڑے تیار کرا دیئے۔ قرآن مجید کے ترجمے اور حدیث کی کتابوں کے ختم ہونے پر لڑکوں نے خوشی کرنی چاہی کچھ خود آپس میں چندہ کرکے اکٹھا کیا اور پھر مہتمم صاحب سے بھی اس میں شرکت کی درخواست کی، تو انھوں نے ہر ہر جماعت سے پوچھ پوچھکر جتنا انھوں نے مانگا، ان کی منہ مانگی مراد پوری کی اور کامل حوصلہ مندی کے ساتھ انکی ہمت افزائی کی۔

الغرض مرحوم میاں صاحب کی جاری کردہ ایک ایک چیز کو پوری دلچسپی کے ساتھ باقی رکھا ہے۔ اور ان میں کسی قسم کی کمی تو کجا، اور ترقی وزیادتی کے خواہشمند ہیں۔ چنانچہ قدیم دستور کے مطابق جب اس سال بھی جمعیۃ الخطابہ کے آخری یا سالانہ اجلاس کا موقع آیا، تو آپ نے کمال شوق سے اس کے انعقاد کا مشورہ دیا۔ آپ ہی کی ہمت کو دیکھکر لڑکوں نے بھی اپنی ہمت دکھائی۔ نہایت محنت وکاوش سے ایک پروگرام تیار کیا گیا، جو اپنی صوری ومعنوی دونوں حیثیتوں سے نہایت شاندار تھا مورخہ ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۸ء یوم پنجشنبہ کو صبح ۷ بجے سے حضرت العلام جناب مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی کی صدارت میں یہ اجلاس شروع ہوا۔ اور درمیان میں کھانے اور نماز ظہر کے وقفہ کے علاوہ مسلسل ۳ بجے تک یہ علمی مجلس جاری رہی۔ ہر مقرر نے اپنی عربی یا اردو تقریریں اتنی خوبی سے بیان کیں کہ سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ بعض تقریریں ایسی موثر تھیں کہ آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ جناب صدر نے ان تقریروں کا بے حد اثر لیا چنانچہ اخیر میں فرمایا ہر مقرر نے اپنی اپنی تقریر نہایت خوش اسلوبی سے بیان کی ہے۔ میں اساتذہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے محنت سے کام کیا، اور الحمد للہ کہ ان کی محنتیں اپنا پھل دکھا رہی ہیں، نیز مہتمم صاحب بھی مستحق تبریک ہیں کہ وہ اپنے پیسوں کو جس نیک مصرف میں بہا رہے ہیں۔ بفضل اللہ وہ اپنے بہترین محل میں صرف ہو رہے ہیں دعائے خیر وبرکت کے بعد یہ جلسہ ختم ہوا۔ مہتمم صاحب بھی اختتام جلسہ سے کچھ پہلے تشریف لائے تھے۔ ان کے ساتھ

میاں صاحب مرحوم کے بڑے بھائی جناب شیخ حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے صاحبزادے میاں محمد صاحب بھی تھے۔

اس تقریب کے موقع پر مہتمم صاحب نے ایک شاندار اعزازی دعوت کا بھی انتظام فرمایا تھا جس میں زردہ بریانی سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ اور نقد انعامات تو اپنے والد مرحوم کی طرح اتنی فراخ حوصلگی سے دیئے کہ بے ساختہ دل سے دعا نکلتی ہے کہ الٰہی! دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے مرحوم مہتمم پر اپنی بے شمار رحمتیں اور بے حساب برکتیں نازل فرما اور ان کے جاری کردہ فیض کو تا قیامت دائم و قائم رکھ۔ اور اس کے موجودہ مہتمم صاحب کے نیک ارادوں میں بلندی اور بلند حوصلوں میں پختگی عطا فرما۔ ان کے جذبۂ خدمت دینی کو بیش از بیش ترقی دے اور ہمیشہ اپنی توفیق ان کے شامل حال رکھ انھیں دونوں جہان کی سربلندیوں اور کامرانیوں سے نواز۔ اَللّٰھُمَّ آمین الملحق آمین۔

انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) عبدالرحیم پنجابی متعلم جماعت ہفتم (تقریر و تحریر اردو) للعہ
(۲) محمد اکبر پرتاب گڈھی " " پنجم (" " ") للعہ
(۳) اقبال احمد گونڈوی " " ششم (" " عربی) سے
(۴) عبدالغنی امرتسری " " " (" " ") سے
(۵) عبدالعزیز لکھوہری " " پنجم (تقریر عربی و نظم اردو) سے
(۶) عبدالحمید بستوی " " " (تقریر عربی) سے
(۷) محب اللہ پوربی " " اولی (" اردو) سے
(۸) محمد ادریس امام اعظمی " " ہفتم (تقریر و تحریر اردو) عہ
(۹) الطاف الرحمٰن بستوی " " ششم (تقریر عربی) عاں
(۱۰) جلال الدین بنگالی " " " (" ") عاں
(۱۱) عبدالشکور لکھوہری " " ہفتم (" ") عاں
(۱۲) ضیاء الدین الہ آبادی " " پنجم (تقریر و تحریر اردو) عاں
(۱۳) مقبول احمد اعظمی " " اولی (تقریر اردو) عاں
(۱۴) شمس الدین گیاوی " " دوم (تقریر و نظم اردو) عاں
(۱۵) محمد امین مبارکپوری " " ہفتم (تقریر و تحریر اردو) عہ
(۱۶) حافظ عبدالخالق متعلم جماعت پنجم (تقریر و تحریر اردو) عہ
(۱۷) عبداللہ اعظمی " " چہارم (تقریر اردو) عہ
(۱۸) عبدالعزیز پنجابی " " " (تقریر و تحریر اردو) عہ
(۱۹) بشیر احمد " " سوم (تقریر اردو) عہ
(۲۰) ابوالکلام ارٹلیہ " " اولی (" ") عہ
(۲۱) عبدالشکور گیاوی " " چہارم (" ") عہ
(۲۲) غلام احمد پنجابی " " سوم (" ") عہ
(۲۳) میزان الرحمٰن بنگالی " " دوم (" ") عہ
(۲۴) حبیب اللہ پنجابی " " " (" ") عہ
(۲۵) حافظ یوسف کیرلوی " " اولی (" ") عہ
(۲۶) عبدالعفو بہاری " " ہشتم (نظم اردو) عہ
(۲۷) امام الدین مظفرنگری " " ششم (" ") عہ
(۲۸) عبدالقیوم بستوی " " پنجم (" ") عہ
(۲۹) پروگرام میں گو نہ تھا لیکن ایک صاحب نے مجمع میں سے ایک وقتیہ نظم پڑھکر سنائی جس پر انھیں انعام ملا . . . ۸ ہے

میزان کل
۵۸

RGD. بیادگار فدائے علم و دین جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مرحوم و مغفور L.No.3204

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۴ر بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی علمی اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کئے جائینگے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائینگے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۶ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۸ء مطابق رجب المرجب ۱۳۵۷ھ | نمبر ۵

روزے یا آتشبازی

شعبان کا مہینہ آچکا ہے جو درحقیقت پیغام ہے رمضان مبارک کی آمد کا۔ یہی وہ ماہ معظم ہے جسکی بابت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ذَاكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبَ وَرَمَضَانَ وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ (نسائی وغیرہ) یعنی رجب اور رمضان کے درمیان میں ایک ایسا مہینہ بھی آتا ہے جس کی برکتوں سے لوگ غفلت برتتے ہیں۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں رب کی طرف لوگوں کے عمل پیش کئے جاتے ہیں۔ یہی وہ مہینہ ہے جس کی بابت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضورؐ کی زندگی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِي شَعْبَانَ (بخاری مسلم) یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) کسی مہینے میں بھی شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، گویا یوں سمجھو کہ پورا مہینہ روزوں ہی میں گذار دیتے تھے۔ پس یہ مہینہ روزوں کا مہینہ ہے۔ اس میں جسقدر بھی ہوسکے زیادہ سے زیادہ تعداد میں روزے رکھے جائیں۔ اپنے رب کو خوش کرنے کا طریقہ اس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا، جس کو حضورؐ نے بتایا، نہ صرف بتایا بلکہ خود کر کے دکھایا ہو۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مسلمان شریعت کے تمام احکام میں اسکی اصلی روح کو فنا کر کے محض من گھڑت رسم ورواج کے پابند ہوکر رہ جاتے ہیں۔ یہ حقیقت بارہا مشاہدہ میں آچکی ہے کہ عموماً مسلمانوں کا رجحان ان امور کی طرف بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ ان اعمال کی بجا آوری میں بے حد مستعد نظر آتے ہیں، جو شرعی اصول کے لحاظ سے بے ثبوت ہوتے ہیں۔ اسی شعبان ہی کے مہینہ کو لیجئے۔ اور اندازہ لگائیے کہ نبی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذَاكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ (یہ وہ مہینہ ہے جس کی برکتوں سے لوگ غفلت برتتے ہیں) کتنا صحیح ثابت ہورہا ہے۔ غفلت ہی نہیں ہے کہ لوگوں کو

اس مہینہ کے آنے نہ آنے کا احساس ہی نہ ہو۔ بلکہ حقیقی غفلت تو یہ ہے کہ احساس ہو، لیکن غلط ہو۔ یعنی جو کام کرنے کے ہیں وہ نہ کئے جائیں۔ اس کے بجائے دوسری چیزیں ثواب اور فضیلت کا ذریعہ سمجھ لیجائیں۔ چنانچہ شعبان کے متعلق یہی ہو رہا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کی فضیلتیں بیان فرمائیں۔ ان فضیلتوں کے حاصل کرنے کیلئے روزے رکھے اور اس طرح کہ ایک دو نہیں، دس پانچ نہیں بلکہ پے درپے رکھے۔ اتنے رکھے کہ دیکھنے والے حیران ہو کر سوال کر بیٹھتے ہیں کہ حضورؐ اس مہینے میں آپ اتنے زیادہ روزے کیوں رکھتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں۔ اور امت کو تعلیم دینے کیلئے فرماتے ہیں۔ "اسلئے کہ اس مہینہ میں خدا کے سامنے عمل پیش ہوتے ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل دربار الٰہی میں پیش ہوں تو میں روزے کی حالت میں ہوں" دیکھا آپ نے یہ ہے وہ اسوۂ حسنہ جس پر عمل کرنے کی امت کو تعلیم دی گئی۔ یہ ہے وہ طریق نبوی جس کو رسول اکرم شفیع امم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے میں اپنا دستور العمل بنایا۔ یہ ہے وہ فضیلت اور ثواب کا کام جو اس مہینے کی روح ہے، ان دنوں کی جان ہے۔

لیکن یہاں کیا ہے صرف اس مہینے کی پندرہویں تاریخ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے کیا جاتا ہے۔ نہ اس سے پہلے کچھ ہوتا ہے اور نہ اس کے بعد۔ اس رات میں گھر کے طاق طاق میں چراغ روشن کیا جائے گا۔ کونہ کونہ لوبان اور خوشبو سے بسایا جائیگا۔ مُردوں کے نام سے خاص طریقے پر کھانے دیئے جائیں گے۔ قسم قسم کے حلوے پکائے جائیں گے۔ یار لوگ خوب مزے لے لیکر کھائیں گے اور کھلائیں گے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں بالکل بے اصل، بے ثبوت، اور قطعی من گھڑت ہیں۔ لیکن مسلمان ہیں کہ اصل سنت کو چھوڑ کر انھیں شیطانی وسوسوں پر مرے جاتے ہیں۔ ہاں کچھ نیک لوگ ایسے بھی ہوں گے جو صرف پندرہویں تاریخ کو ایک روزہ بھی رکھ لیں گے۔ حالانکہ اس ایک روزے کے متعلق صحیح طور پر کوئی حدیث ثابت نہیں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف اور ناقابل احتجاج ہیں۔ خاتم المحدثین قدوۃ السلف حضرت شیخنا مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری نور اللہ مرقدہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی کی جلد ثانی ص ۵۳ میں خاص طور پر "تنبیہ" فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لَمْ اَجِدْ فِیْ صَوْمِ یَوْمِ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ حَدِیْثًا مَرْفُوْعًا صَحِیْحًا یعنی شعبان کی (صرف) پندرہویں تاریخ کے روزے کے متعلق مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جو صحیح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو" پس کیا یہ غفلت اور بے راہ روی نہیں کہ اس پورے مہینے کی اصل سنت (روزوں کی کثرت) کو چھوڑ کر، صرف ایک دن کو اپنی طرف سے خاص کر لیا جائے؟ ہاں، مجھے اس سے انکار نہیں کہ شب برات کی فضیلت بہ نسبت اور راتوں کے حدیثوں سے کسی قدر ثابت ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ . . . . . . جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ ہم اُسے چھوڑ کر ان چیزوں کے پیچھے پڑجائیں جن کا ثبوت نہ اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب میں ہو نہ رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقے میں۔

ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ خیر یہ سب کچھ تو مسلمان اپنے عقیدے میں، گو وہ غلط ہی سہی، ثواب اور دین کا کام سمجھکر کرتے ہیں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جس چیز کو وہ خود، ان کے حلوے مانڈے والے پیر اور مولوی بھی گناہ اور سخت ترین گناہ حرام اور قطعی حرام سمجھتے ہیں آخر اس میں لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے جلا کر خاک کیوں کر دیتے ہیں۔ کون مسلمان ہے

جس کا یہ ایمان نہ ہو کہ آتشبازی یقیناً حرام ہے۔ پھر وہ خود یا اس کے بچے اس کے پیسوں سے یہ حرام کام کریں اور وہ خوش ہو اس سے زیادہ شرمناک گناہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مسلمانو! خدارا ہوش میں آؤ۔ اپنی انھیں فضول خرچیوں اور بے جا رسموں کے باعث تم بہت ذلیل ہو چکے، بے انتہا رسوا ہو چکے، لٹ چکے، پٹ چکے، اب جو کچھ بچا کھچا سرمایہ رہ گیا ہے للّٰہ اسے سنبھالکر خرچ کرو۔ ناسمجھ بچوں کی چند منٹ کی خوشی کیلئے اللہ کو ناراض مت کرو۔ اس کی دی ہوئی دولت کو یوں فضول اور شیطانی رسموں میں ضائع نہ کرو۔ اپنی ان نازیبا حرکتوں سے دنیا کی بدنصیبی اور آخرت کا عذاب اپنے اوپر لازم مت کرو۔

یہ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ ہم شب برات کو عید سمجھکر خوشیاں منائیں اور دوسری طرف ہمارے ہی بھائی سسک سسک کر دم توڑ رہے ہوں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ابھی ماہ اگست و ستمبر کے ہولناک سیلاب نے بنگال، بہار اور خصوصاً یو۔پی کے صوبے میں کیا کیا غضب ڈھائے ہیں؟ یو پی کے متعلق وہاں کے وزیر رسل و رسائل حافظ محمد ابراہیم صاحب نے صوبے کے مختلف ضلعوں کے دورے کے بعد کہا ہے کہ اس سیلاب کی وجہ سے آٹھ ہزار دیہات تباہ اور دس لاکھ انسان مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اسی صوبہ کے مشہور ضلع (اعظم گڈھ) کے متعلق پنڈت الگورائے شاستری ممبر اسمبلی نے اپنے مشاہدہ کی بنا پر لکھا ہے کہ اس ضلع کا شمالی مشرقی حصہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ منہدم مکانات۔ برباد شدہ کھیت اور گرے ہوئے درخت دل ہلا دینے والے منظر پیش کر رہے ہیں۔ مولوی محمد اسمعیل صاحب اصلاحی ضلع گورکھپور کے ایک مشہور قصبہ لار کے اطراف کا حال بیان کرتے ہیں کہ گورکھپور کا جنوبی مشرقی علاقہ بالکل تہ آب ہے۔ اس اطراف میں لار ایک بہت ہی مشہور اور ممتاز قصبہ ہے۔ لار کے اردگرد ۲۶۸ گاؤں آباد ہیں جن میں سے دو سو گاؤں سیلاب میں بہہ گئے۔ ان گاؤں کے ہزارہا باشندے فقر و فاقہ کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اور بہت سے مرد، عورتیں، بچے لقمۂ سیلاب ہو گئے" ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ بلتھرا روڈ ضلع بلیا میں دریائے گھاگرا کے اندر طغیانی آجانے کی وجہ سے ابتک جو کچھ تحقیقات سے معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ تین ہزار مکانات منہدم ہو گئے پچیس مواضع قطعی طور پر بہہ گئے۔ اور ایک سو بارہ گاؤں غرقاب ہیں۔ بیس ہزار آدمی بھوکوں مر رہے ہیں اسٹیشن بلتھرا روڈ پر ایک ہزار پناہ گزینوں کو دونوں وقت کھانا دیا جا رہا ہے۔ بقیہ انیس ہزار انسان ابتک مشکل سے ایک وقت کا غلہ بذریعہ کشتی وغیرہ پا رہے ہیں جو بالکل ناکافی ہے"۔

یہ صرف یوپی کے ان ضلعوں کے حالات ہیں جہانتک لوگ پہنچ سکے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی ان بے شمار دیہاتوں کی تباہیوں کا بھی تصور کرو جن کی خبریں ہم تک نہیں پہنچیں، تو منظر کتنا ہولناک ہو جاتا ہے۔ نیز یوپی کے ساتھ بنگال اور بہار کی لرزہ خیز تباہکاریوں کا تخیل بھی اپنے سامنے رکھو تو سخت سے سخت دل رکھنے والا انسان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ اللہ! آج اونچی اونچی سر بفلک کوٹھیاں بھی تہ آب ہیں اور گھانس پھونس کی معمولی جھونپڑیاں بھی نذر سیلاب ہیں۔ کل تک جو اونچے اونچے محلوں اور نرم نرم گدّوں میں بیٹھکر اکڑتے تھے۔ جاؤ یوپی اور بہار میں دیکھو کہ آج وہ کس طرح دانے دانے کو ترس رہے ہیں۔ ابھی ابھی چند منٹ پہلے جو پر تکلف بستروں پر خراٹے لے رہے تھے۔ سیلاب کے ایک ریلے میں سطح آب پر تنکے کی طرح بہتے چلے جا رہے ہیں

لیکن کسی کا بس نہیں چلتا جو ان کو روک سکے۔ جن کو گرمیوں کی شدت اور دھوپ کی تمازت میں شملہ اور نینی تال کی پہاڑیوں کے سوا کہیں چین نہیں ملتا تھا۔ آج جھلستی ہوئی دھوپ اور تپتی ہوئی زمین پہ بے کس و بے بس پڑے ہوئے دوسروں کے دست نگر ہیں۔ ہاں ہاں! ان مصیبت زدوں میں ایسے لاکھوں غریب بھی ہیں جن کی زندگی کا کل سرمایہ صرف ان کی مٹی کی ایک ٹوٹی تھی، لیکن آہ! آج وہ بھی اس طرح بے نشان ہو گئی کہ اس کی مٹی بھی نہیں باقی رہی۔ ان میں ایسے کمزور و بے کس بوڑھے بھی ہیں جن کے جوان بیٹے جدائی کا داغ دیکر ان کی کمر توڑ گئے۔ ان میں ایسی بیشمار عورتیں بھی ہیں جن کی زندگی کا سہاگ لٹ گیا۔ ان میں ایسے معصوم بچے بھی ہیں، جو اپنے باپ کی شفقت اور ماں کی محبت بھری گود سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ مسلمانو! اللہ ذرا سوچو تو سہی کہ شب برات میں جب تم قسم قسم کے حلوے پکا کر و ہزاروں اور لاکھوں کی آتشبازیاں چھوڑ کر خوش ہو رہے ہو گے کیا اس وقت ان مصیبت کے مارے ننگوں اور بھوکوں۔ بیواؤں اور یتیموں کی آہیں خدا کا عرش پکڑ کر یہ فریاد نہ کر رہی ہوں گی کہ خدایا! کیا تو نے ان ظالموں کو دولت اس لئے دی ہے کہ یہ تیری نافرمانیوں میں خرچ کریں، اور ہم اور ہمارے بے گناہ بچے بھوک سے تڑپ تڑپ کر، بلک بلک کر جان دیدیں۔ الٰہی! کیا ان کے نونہال اتنے لاڈلے ہیں کہ یہ ان کو ایک حرام کام سے بھی نہیں روک سکتے، اور ہمارے بچے اتنے بدنصیب ہیں کہ ہم ان کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو تھامنے کیلئے ان کے منہ میں غلے کا ایک دانہ بھی نہیں ڈال سکتے۔ اے عدل و انصاف کے مالک ارحم و کرم کے مولا! مانا کہ ہم گنہگار ہیں، خطا کار ہیں۔ لیکن یہ برکت والی رات میں آتشبازیاں چھوڑ والے، یا اپنے بچوں سے چھوڑوانے والے بھی تو تیرے فرمانبردار نہیں۔ پھر اتنی ڈھیل کیوں ہے۔ الٰہی انھیں ہدایت دے، ان غافل انسانوں تک ہمارے بچوں کی یہ مضطربانہ چیخ و پکار پہنچا دے کہ مسلمانو! تم نے آتشبازیاں خرید کر اپنی دولت جرمن و انگلینڈ، امریکہ و جاپان کے بے رحم کافروں کے یہاں تو بھیجدی۔ تم نے اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمنوں کے خزانوں کو اپنی گاڑھی کمائیوں سے بھرپور تو کر دیا۔ لیکن یہ نہ سوچا کہ تمہاری انھیں رقموں سے گولے اور بارود بنا کر تمہارے ہی سینے چھلنی کئے جاتے ہیں، مسجدیں مسمار کی جاتی ہیں، ممالک اسلامیہ پر دھاوے بولے جاتے ہیں۔ کاش تم نے حلووں اور آتشبازی کی کل رقموں کو اکٹھا کر کے ہم آفت زدوں کی امداد کی ہوتی جو کبھی ہزاروں کے مالک تھے، لیکن آج بے خانماں برباد ہیں، جن کے پاس نہ کھانے کیلئے دانہ ہے نہ تن ڈھانکنے کیلئے چیتھڑا۔ سر پر جاڑا آ گیا، لیکن منہ چھپانے کیلئے ان کے پاس جھونپڑا تک نہیں۔ کیا غضب ہے کہ ہم تمہارے بھائی درد و کرب کی ٹیس سے چیخیں مار رہے ہیں، اور تم شب برات کی خوشیاں منا رہے ہو۔ ہم سوکھی روٹی کے ایک ٹکڑے اور بھنے ہوئے چنے کی ایک مٹھی کے لئے بھی ترس رہے ہیں۔ لیکن تم حلوے کی پلیٹوں پر پلیٹیں چڑھلئے جا رہے ہو۔ لوگو سن لو ہم پھر کہتے ہیں، اور درد بھری آواز میں کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہارے ہی بھائی ہیں، پڑوسی ہیں، شاید کل اللہ ہمیں بھی اس لائق کر دے کہ ہم بھی تمہاری کسی مصیبت میں کام آ سکیں۔ پس آج ہم پر رحم کرو۔ کل میدان حشر میں رب ذو الجلال تم پر رحم کرے گا ؎

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر + خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

کیا میں امید کروں کہ ان فاقہ کش انسانوں کی درد بھری کہانی سننے کے بعد، اپنی ناجائز اور مسرفانہ رسموں کو چھوڑ کر

آپ انھیں پیسوں سے ان کی امداد و ہمدردی کی طرف توجہ کریں گے؟ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر تمام مردوں کو چھوڑ کر صرف شب برات کے حلوے اور آتشبازی ہی کی رقم کو ہر شہر اور ہر گاؤں کے مسلمان جمع کرکے سیلاب زدہ علاقوں کی امداد کیلئے بھیجدیں، تو ایک بہت بڑی رقم ان کے پاس پہنچ جائیگی۔ پس میں تمام رہبران قوم، رہنمایان ملک، عمائدین ملت سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس اہم کام کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول فرمائیں۔ خصوصاً مسلم لیگ اگر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیکر مسلمانوں کا کروڑوں روپیہ آگ اور بارود کی نذر ہوجانے سے بچالے تو یہ ایک بہت بڑا تعمیری کارنامہ ہوگا، جو اس کے ہاتھوں انجام پائے گا۔ اور اس کے بعد اس کا اثر ورسوخ بھی ملک میں بہت کافی بڑھ جائیگا۔

میری اس ساری تحریر کے اصل مقصد کو آپ بھول نہ جائیں۔ اس لئے میں اپنے الفاظ کو پھر دہرائے دیتا ہوں کہ مسلمانو! یہ مہینہ درحقیقت روزوں کا مہینہ ہے۔ اس میں جہانتک آپ کی طاقت[ف۱] اور ہمت اجازت دے زیادہ سے زیادہ تعداد میں روزے رکھیئے۔ شب برات میں مُردوں کی روحوں کا گھروں میں آنے کا عقیدہ قطعاً باطل ہے[ف۲]۔ اس دن حلوے پکانے اور کھانے کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ آتشبازی صرف چھوڑنا ہی نہیں بلکہ اس کا خریدنا اور بیچنا بھی حرام ہے۔ جو لوگ اپنے بچوں کو اس کھیل کیلئے پیسے دیتے ہیں، یا خود خرید کر ان کے واسطے لادیتے ہیں، یہ سب شیطان کے بھائی ہیں۔ ہوائے نفس کے تابع ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے خدا نے ڈانٹ کر فرمایا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ یعنی جو لوگ اللہ کے رسول کی مخالفت (اور نافرمانیاں) کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیئے کہ کہیں ان پر (دنیا ہی میں) کوئی آفت یا (آخرت میں) انتہائی دکھ دینے والا عذاب نہ پہونچے۔ پس اللہ سے ڈرو، اور آؤ ہم سب ملکر اللہ سے دعا کریں۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔ اے اللہ ہم کو اپنے غضب اور غصہ سے تباہ نہ کر۔ الٰہی! ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر بلکہ اس سے پہلے ہی ہمیں بچاکر (اپنی حفاظت اور رحمت میں لے لے آمین۔
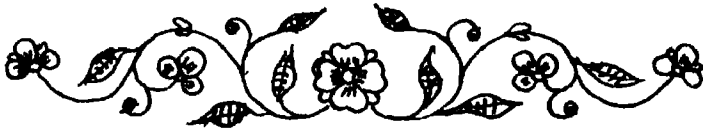
ف۱ یعنی اگر کسی کو اپنی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے یہ ڈر ہو کہ وہ ان روزوں کی کثرت کے بعد رمضان کے روزوں کو ادا نہ کرسکے گا یا ان میں خلل پڑجائیگا تو ایسا کمزور آدمی آدھے شعبان کے بعد روزے نہ رکھے یہی مطلب ہے اس حدیث کا۔ اذا انتصف شعبان فلا تصوموا۔ ۱۲

ف۲ اس کا ثبوت بالتفصیل معلوم کرنا چاہتے ہوں تو کسی کے پاس محدث بابت ماہ نومبر ۱۹۳۵ء لیکر ملاحظہ کیجئے ۔۱۲

لیلۃ القدر یا لیلۂ مبارکہ

(از مولانا ابوالبشار امیر احمد صاحب صدیقی سہوانی نزیل جبلپور)

یہ مضمون بہت عرصے سے آیا ہوا ہے۔ مگر افسوس کہ بعض ناگزیر حالات کی بنا پر اب تک شائع نہ ہو سکا۔ اب ہم اپنے محترم دوست جناب مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مدرسہ رحمانیہ کے ایک مفید نوٹ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں اور مولانا امیر احمد صاحب سے اس تاخیر کی معافی چاہتے ہیں۔ (مدیر)

(۱) آیۃ کریمہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (۲) سورہ دخان آیۃ کریمہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (۳) آیۃ کریمہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (۱) ان تینوں آیتوں میں قرآن مجید کی ابتدا تنزیل کے تین مواقع و اوقات بتائے گئے ہیں؟ (۲) یا تینوں میں ایک ہی وقت کا ذکر و اشارہ ہے (۳) کیا ان تینوں آیتوں میں تعارض و تناقض ہے (۴) کیا لیلۂ مبارکہ کا لیلہ نصف شعبان میں ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے (۵) کیا لیلۂ مبارکہ اور لیلۃ القدر دونوں ایک ہیں یا دو علیحدہ علیحدہ۔ احادیث صحیحہ اور مفسرین محققین و شراح حدیث کی تحقیق سے ان سوالات کا حل ہونا چاہیے۔

از روئے تحقیق محدثین ربانی و مفسرین حقانی انصافاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ تینوں آیتوں میں ایک ہی وقت مراد ہے۔ اور ان میں کسی قسم کا تعارض تناقض نہیں۔ اور نہ تین وقت مراد ہیں۔ اور نہ لیلۂ مبارکہ کا لیلہ نصف شعبان میں ہونا کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔

(۱) دیکھئے تفسیر لباب التاویل فی معالم التنزیل المعروف بہ خازن جلد اول ص۱۳۱ مطبوعہ مصر میں ہے قال ابن عباس انزل القرآن جملۃ واحدۃ من اللوح المحفوظ فی لیلۃ القدر من شہر رمضان فوضع فی بیت العزۃ فی سماء الدنیا ثم نزل بہ جبریل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نجوما فی ثلاث وعشرین سنۃ فذلک قولہ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ وروی ابوداؤد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انزلت صحف ابراھیم فی ثلاث لیال مضین من رمضان وفی روایۃ فی اول لیلۃ من رمضان وانزلت التوراۃ موسی فی ست لیال مضین من رمضان انزل انجیل عیسی فی ثلاث عشرۃ لیلۃ مضت من رمضان وانزل زبور داؤد فی ثمان عشرۃ لیلۃ مضت من رمضان وانزل الفرقان علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الرابعۃ والعشرین لست بقین بعدھا فعلی ھذا یکون ابتداء نزول القرآن علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان وھو قول ابن اسحق و ابی سلیمان الدمشقی انتھی۔

اور دیکھئے تفسیر معالم التنزیل للبغوی ج۱ ص۱۳۱ میں ہے عن ابن عباس انہ سئل عن قولہ عز وجل شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن وقولہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وقولہ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ وقد نزل فی سائر الشہور وقال عز وجل وقرآنا فرقناہ فقال انزل القرآن جملۃ واحدۃ من اللوح المحفوظ فی لیلۃ القدر من شہر رمضان الی بیت العزۃ فی السماء الدنیا ثم نزل بہ جبریل علیہ السلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجوما فی ثلاث وعشرین سنۃ فذلک قولہ تعالی فلا اقسم بمواقع النجوم قال داؤد بن ابی ھند قلت للشعبی شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن اما کان ینزل فی سائر الشہور

قال بلٰی ولکن کان جبریل کان یعارض محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ما انزل اللہ الیہ فیحکم اللہ مایشاء ویثبت ما یشاء وینسیہ مایشاء وروی عن ابی ذرعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انزل صحف ابراھیم فی ثلاث لیال مضین من رمضان ویروی فی اول لیلۃ من رمضان وانزلت توراۃ موسی فی ست لیال مضین من رمضان وانزل الانجیل علی عیسٰی فی ثلاث عشرۃ مضت من رمضان وانزل الزبور علی داؤد فی ثمان عشرۃ لیلۃ مضت من رمضان وانزل الفرقان علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الرابعۃ والعشرین من شھر رمضان لست بقین بعدھا انتھٰی

اور دیکھیے تفسیر ترجمان القرآن مولفہ نواب صدیق الحسن خاںؒ ص۳۶۳ جلد ۱۳۔ لیلۂ مبارکہ میں اختلاف ہے قول اول یہ ہے کہ مراد لیلۃ القدر ہے۔ قتادہ وابن زید اور اکثر مفسرین اسی کے قائل ہیں دلیلیں اس قول کی یہ ہیں اول اللہ پاک نے فرمایا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ پس انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ واجب ہے کہ یہ وہی رات ہو جو کہ مسمی بلیلۃ القدر ہے تاکہ تناقض لازم نہ آئے۔ دوسری اللہ پاک نے فرمایا ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن پس اسجگہ جو یہ فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ سو واجب ہے کہ یہ لیلہ مبارکہ رمضان میں ہو۔ تو اب ثابت ہوا کہ وہ لیلۃ القدر ہے۔ تیسری اللہ پاک نے لیلۃ القدر کی صفت میں فرمایا ہے تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر۔ اور یہاں (سورہ دخان میں) یوں فرمایا فیھا یفرق کل امر حکیم۔ اور اس جگہ فرمایا رحمۃ من ربک اور لیلۃ القدر میں فرمایا سلام ہے۔ جب اوصاف باہم متقارب ہوئے تو اس بات کا قائل ہونا واجب ہوا کہ ان دونوں میں ایک رات وہی دوسری ہے۔ چوتھی محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی اول رات میں نازل ہوئے اور توریت رمضان کی چھٹی رات میں۔ اور زبور اس کی بارہویں میں۔ اور قرآن شریف اسکی چوبیسویں رات میں نازل ہوا اور لیلہ مبارکہ لیلۃ القدر ہے۔ پانچویں لیلۃ القدر کا جو یہ نام رکھا گیا سو اسی لئے کہ اس کی قدر و بزرگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ اس کی قدر و بزرگی نفس زمان کے سبب سے نہیں ہے اسلئے کہ زمانہ تو ذات وصفات میں ایک شئے ہے۔ پس یہ ممتنع ہے کہ لذاتہ بعض زمانہ بعض سے اشرف ہو۔ تو اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زمانہ کی تشریف وقدر اس سبب سے ہے کہ اس میں کچھ ایسے شریف امور حاصل ہوئے کہ انکی بڑی قدر ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ دین کا منصب دنیا کے منصب سے عظیم تر ہے اور دین میں سب چیزوں سے بڑھکر عظیم وشریف از راہ شرف کے قرآن شریف ہے۔ اسلئے کہ اسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوئی اور اسی سے حق وباطل میں فرق ظاہر ہوا جسطرح کہ اللہ پاک نے اس کی صفت میں فرمایا ہے ومھیمنا علیہ۔ اور اسی سے سعادت والوں کے درجے اور شقاوت والوں کے درکے ہوئے۔ پس اس تقریر کی بناپر کوئی شئے نہیں ہے مگر قرآن شریف اس سے اعظم ہے قدر میں اور اعلیٰ ہے ذکر میں اور بزرگتر ہے منصب میں۔ اور جب اس پر اتفاق کیا ہے کہ لیلۃ القدر وہی ہے جو رمضان میں واقع ہوئی تو ہم نے جان لیا کہ قرآن شریف اسی رات میں نازل کیا گیا۔ یہ دلائل واضح وظاہر ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لیلۂ مبارکہ شب برات ہے یعنی شب نصف شعبان عکرمہ اور ایک گروہ اسی کا قائل ہے۔ اس قول والوں کے یہ دلائل ہیں اول یہ ہے کہ اس رات کے چار نام ہیں لیلۂ مبارکہ لیلۃ البراۃ لیلۃ الصک[51] لیلۃ الرحمۃ۔ دوسری یہ کہ پانچ خصلتوں کے ساتھ مختص ہے پہلی صفت تو یہ آیت ہے فیھا یفرق کل امر حکیم۔ دوسری یہ ہے کہ اس میں عبادت کی فضیلت ہے زمخشری[52] نے روایت کیا ہے کہ

[51] صک معرب ہے چک کا۔ چک بمعنی رقعہ چونکہ اس شب میں روزی واجل وغیرہ کی چٹھیاں تقسیم ہوتی ہیں اسلئے اس کا نام لیلہ صک رکھا ۱۲ منہ

[52] زمخشری معتزلی صاحب تفسیر کشاف کی اس روایت کا موضوع ہونا رسالہ محدث دہلی بابت ماہ اکتوبر ۳۶ء ملاحظہ میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے یہاں اسکے اعادہ کی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی پڑھے اس رات میں سو رکعتیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سو فرشتے بھیجے۔ تیس تو اسکو جنت کی بشارت دیں، اور تیس عذاب نار سے اسکو امن دیں۔ اور تیس اس سے دنیا کے آفات دفع کریں۔ تیسری نزول رحمت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ رحم کرتا ہے میری امت پر اس رات میں بعدد بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے چوتھی یہ کہ اس میں مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ مغفرت فرماتا ہے سارے مسلمانوں کی اس رات میں مگر کاہن وساحر اور ہمیشہ پینے والا شراب کا اور نافرمان ماں باپ کا۔ اور اصرار کرنے والا زنا پر۔ پانچویں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام شفاعت عطا فرمائی ہے آپ کی امت میں۔ زمخشری نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ آپ نے شعبان کی تیرہویں رات میں اپنی امت کے حق میں سوال کیا تو اس میں سے آپ کو تہائی دی گئی۔ پھر آپ نے چودہویں رات سوال کیا تو دو تہائی عطا کی گئی۔ پھر پندرہویں رات سوال کیا تو ساری دیدی گئی الا من شرد عن اللہ شرد البعیر یعنی وہ شخص جو اللہ سے بد کا مثل بدکنے اونٹ کے کذا ذکرہ الخطیب علی ما نقلہ الجمل بالجملہ۔ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم کے باب صوم التطوع میں کہا ہے کہ قول نصف شعبان کا خطا ہے۔ صواب یہ ہے کہ لیلہ مبارکہ لیلۃ القدر ہے اور اسی کے علما قائل ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ و قال تعالیٰ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر پس دوسری آیت بیان ہے پہلی آیت کا۔ لیلۃ القدر اس لئے نام رکھا ہے کہ اللہ پاک اس میں مقدر کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اپنے امر سے اس کی مثل تک سال آئندہ سے یعنی امر موت واجل ورزق یہانتک کہ بیت اللہ کے حاجی لکھے جاتے ہیں مع اپنے ناموں کے اور باپ دادوں کے ناموں کے اور یہ ان فرشتوں کو سپرد کیا جاتا ہے جو کہ امور کی تدبیر کرتے ہیں یعنی حضرت اسرافیل وحضرت میکائیل وحضرت عزرائیل وحضرت جبرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ یہ قول سعید بن جبیر کا ہے انتہی۔

اور دیکھئے تفسیر مذکور جلد ۱۳ صفحہ ۳۶۵ و ۱۳۷ فتح البیان (مولف نواب) میں ہے کہ حق وہی ہے جسطرف جمہور گئے ہیں کہ لیلہ مبارکہ وہی لیلۃ القدر ہے شب نصف شعبان نہیں۔ اس واسطے کہ اللہ پاک نے یہاں تو اسکو مجمل رکھا ہے۔ اور سورہ بقرہ میں اسکو بایں قول بیان فرمایا ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن اور سورۂ قدر میں بایں قول انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ پس اب بعد اس بیان واضح کے وہ شئے باقی نہ رہی جو کہ موجب خلاف ہو اور نہ وہ جو مقتضی اشتباہ کی ہو۔ رہی یہ حدیث جو ابن زنجویہ و دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقطع الاٰجال من شعبان الی شعبان الحدیث کما تقدم واخرجہ ابن ابی الدنیا وابن جریر عن عثمان بن محمد سو یہ مرسل ہے۔ اسکے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی ہے اور نہ ایسی حدیث کے ساتھ صرائح قرآن شریف کا معارضہ کیا جاتا ہے۔ اور اس باب میں جو مروی ہے سو وہ یا تو مرسل ہے یا غیر صحیح صاحب درمنثور نے اسکو وارد کیا ہے اور جو شب نصف شعبان کی فضیلت میں وارد ہوا ہے اسکو بھی لائے ہیں۔ سو یہ سب اسکو متلازم نہیں ہے کہ وہ لیلہ مبارکہ میں مراد ہے یعنی اسکی فضیلت بجائے خود ثابت ہی ہوا کرے اس سے کیا ہوتا ہے۔ یہ لازم نہیں آتا ہے کہ لیلہ مبارکہ سے وہی مراد ٹھیری واللہ اعلم غرضکہ اللہ پاک نے قرآن شریف کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ سارا قرآن لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا۔ ام الکتاب یعنی لوح محفوظ سے طرف بیت العزت کے سما دنیا میں پھر اللہ پاک نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا راتوں میں اور دنوں میں اندر تیئیس برس کے انواع واقسام وقائع وحوادث میں جیسا کہ اس کی تحقیق بعدہ بقرہ میں زیر تفسیر

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن گذر چکی ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ لوح محفوظ سے ہر لیلۃ القدر میں وحی سے اسی مقدار پر نازل ہوتا تھا جسکو لیکر جبرئیل علیہ السلام سال بھر میں نازل ہوتے اس کے مثل سال آئندہ تک۔ کسی نے کہا کہ ابتدائے نزول قرآن لیلۃ القدر میں تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن شریف لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا۔ اور جبرئیل علیہ السلام اس کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتے ٹکڑے ٹکڑے کر کے واسطے جواب لوگوں کے بالجملہ اللہ پاک نے اس رات کا یہ وصف کیا کہ وہ مبارکہ ہے کہ اس لئے کہ اس میں قرآن نازل ہوا اور وہ دین و دنیا کے مصالح پر مشتمل ہے۔ اور اس میں ملائکہ و روح نازل ہوتے ہیں جس طرح کہ انشاء اللہ سورۂ قدر میں آجائیگا انتہی۔

مذکورہ بالا تفاسیر سے تینوں آیتوں کی تطبیق اور لیلہ مبارکہ اور لیلۃ القدر کا ایک چیز ہونا۔ اور اس کا ماہ رمضان میں ہونا۔ اور لیلہ مبارکہ کا شب نصف شعبان میں نہ ہونا حدیثوں اور اقوال صحابہ سے اچھی طرح واضح ہوگیا۔

۲۔ اب ان حدیثوں کا حال سنئے جن کے رو سے لیلہ مبارکہ شب نصف شعبان میں قرار دیجاتی ہے۔ کئی حدیثوں کا حال تو نواب صاحب کی تفسیر سے اوپر گذر چکا باقی اور حدیثیں ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

حدیث (۱) حضرت علیؓ والی جس کا موضوع ہونا رسالہ محدث دہلی بابت ماہ اکتوبر ۳۶ء ص۱۲ میں اچھی طرح مدلل طریق سے ثابت ہو چکا ہے لہذا اس حدیث کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔ اور اسی حدیث کو امام منذری نے الترغیب والترہیب بر حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مطبع نظامی دہلی باب فی صوم شعبان ص۱۵۸ میں بلفظ روی عن علی روایت[۵] کیا ہے۔ اور امام موصوف نے مقدمہ کتاب میں اصطلاحات کا ذکر کرتے ہوئے روی کا لفظ روایات موضوعہ و مناکیر کیلئے مقرر کیا ہے۔

حدیث ۲۔ الترغیب والترہیب ص۱۵۸ باب فی صوم شعبان عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اللیل فصلی فاطال السجود حتی ظننت انہ قد قبض فلما رایت ذلک قمت حتی حرکت ابہامہ فتحرک فرجعت فسمعتہ یقول فی سجودہ اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک الیک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک فلما رفع راسہ من السجود وفرغ من صلاتہ قال یا عائشۃ او یا حمیراء اظننت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد خاس بک قلت لا واللہ یا رسول اللہ ولکنی ظننت انک قبضت لطول سجودک فقال اتدری ای لیلۃ ھذہ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال ھذہ لیلۃ النصف من شعبان ان اللہ عزوجل یطلع علی عبادہ فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر للمستغفرین ویرحم المسترحمین ویؤخر اھل الحقد کما ھم رواہ البیھقی من طریق العلاء بن الحرث وقال ھذا مرسل جید یعنی ان العلاء لم یسمع من عائشۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت مرسل ہے کیونکہ علاء بن الحرث نے حضرت عائشہؓ سے نہیں سنا۔ لہذا یہ حدیث مرسل ضعیف لائق احتجاج نہیں۔

اور اسی حدیث ۲۔ کو امام منذری نے کتاب مذکور الترہیب من التہاجر ص۴۲۵ میں اسطرح روایت[۵] کیا ہے وروی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دخل علی رسول اللہ علیہ وسلم فوضع عنہ ثوبیہ ثم لم یستتم ان قام فلبسھما فاخذتنی غیرۃ شدیدۃ

---

[۵] حافظ منذری نے ترغیب ترہیب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے بلکہ ذکر اور نقل کیا ہے اور نقل اور روایت کے درمیان فرق عظیم ہے روایت تخریج اور اخراج کا ہم معنی ہے حافظ منذری محض ناقل ہیں مخرج اور راوی نہیں ہیں۔ عبید اللہ رحمانی

ظننت انہ اتی بعض صواحباتی فخرجت اتبعہ فادرکتہ بالبقیع بقیع الغرقد یستغفر للمومنین والمومنات والشہداء
فقلت بابی وامی انت فی حاجۃ ربک وانا فی حاجۃ الدنیا فانصرفت فدخلت حجرتی ولی نفس عال ولحقنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ھذا النفس یا عائشۃ فقلت بابی وامی اتیتنی فوضعت عنک ثوبیک ثم لم یستتم ان قمت فلبستہا
فاخذتنی غیرۃ شدیدۃ ظننت انک تاتی بعض صواحباتی حتی رایتک بالبقیع تصنع ما تصنع فقال یا عائشۃ اکنت تخافین
ان یحیف اللہ علیک ورسولہ اتانی جبرئیل علیہ السلام فقال ھذہ لیلۃ النصف من شعبان وللہ فیہا عتقاء من النار
بعدد شعور غنم بنی کلب لا ینظر اللہ فیہا الی مشرک ولا الی مشاحن ولا الی قاطع رحم ولا الی مسبل ولا الی عاق
لوالدیہ ولا الی مدمن خمر قال ثم وضع عنہ ثوبیہ فقال لی یا عائشۃ تاذنین لی فی قیام ھذہ اللیلۃ قلت نعم بابی وامی
فقام فسجد لیلا طویلا حتی ظننت انہ قد قبض فقمت التمسہ ووضعت یدی علی باطن قدمیہ فتحرک ففرحت و
سمعتہ یقول فی سجودہ اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجہک لا احصی
ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک فلما اصبح ذکرتھن لہ فقال یا عائشۃ تعلمیھن فقلت نعم فقال تعلمیھن وعلمیھن
فان جبرئیل علیہ السلام علمنیھن وامرنی ان اردد ھن فی السجود رواہ البیہقی ۔ امام منذری کا اس کو روی کے لفظ سے روایت
کرنے سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث موضوع ومناکیر میں سے ہے ۔

حدیث ۳ ۔ جامع ترمذی میں ہے ۔ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان حدثنا احمد بن منیع نا یزید بن ھارون نا الحجاج
بن ارطاۃ عن یحیی بن ابی کثیر عن عروۃ عن عائشۃؓ قالت فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فخرجت فاذا ھو بالبقیع
فقال کنت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قلت یا رسول اللہ ظننت انک اتیت بعض نسائک فقال ان اللہ تبارک
وتعالی ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی سماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب وفی الباب عن ابی بکر الصدیق قال
ابو عیسی حدیث عائشۃ لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ من حدیث الحجاج وسمعت محمدا یقول یضعف ھذا الحدیث وقال
یحیی بن ابی کثیر لم یسمع من عروۃ قال محمد والحجاج لم یسمع من یحیی بن ابی کثیر انتھی ۔ اس حدیث کو لکھ کر امام ترمذیؒ
فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی یہ روایت حجاج کے طریق سے ہی ہمکو پہنچی ہے اور میں نے سنا ہے محمد (امام بخاری) سے وہ اس حدیث کو
ضعیف کہتے تھے اور کہا (بخاری نے) یحیی بن ابی کثیر نے عروہ سے نہیں سنا۔ کہا محمد (بخاری) نے اور حجاج (راوی) نے بھی یحیی بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔

جبکہ ان چاروں حدیثوں کی حقیقت ائمہ حدیث کے فیصلہ کے بموجب واضح ہوچکی کہ یہ موضوع ومناکیر میں سے ہیں تو ایسی روایتوں سے
لیلۂ نصف شعبان کو لیلۂ مبارکہ قرار دیکر اس سے نصوص قرآنی کا معارضہ کرنا طریق محدثین کے خلاف ہے نظر انصاف سے دیکھئے
فضائل اعمال میں چند ضعیف حدیثوں کو بیان کرنا اگرچہ بعض محدثین نے جائز رکھا ہے مگر یہاں تو دو ہی صورت پیدا ہوجاتی ہیں۔ اول
یہ کہ اس سے نص قرآنی کا معارضہ۔ دوسری یہ کہ نصف شعبان کی شب میں رکعتیں پڑھوانا۔ اور جب یہ ثابت کرلیا تو بہت سی بدعات
کا اس سے ظہور ہوگا۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دع ما یریبک الی ما لا یریبک جبکہ کسی چیز کے سنت اور بدعت ہونے میں
احتمال ہو تو ایسی صورت میں اس سنت کا چھوڑ دینا اسی میں احتیاط ہے۔ اور یہاں ضعیف حدیثوں سے ایک حکم ثابت کرنا لازم آتا ہے ۔
تو ایسی صورت میں ان روایتوں کو حسن لغیرہ قرار دینا بے مناسب ہے اور علمائے ربانی کی شان سے بعید ہے۔ فتدبروا یا اولی الالباب ۔

اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کی روزمرہ نت نئی ضرورتوں اور غموں پر نظر فرماتے ہوئے بندوں کو ایکسال تک کا منتظر نہیں رکھا بلکہ نہایت کرم سے ہر روز ایک خاص وقت پر اپنی رحمت سے بندوں کو مستفید فرمانے کے لئے ہر روز نصف شب کے بعد نزول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر روز نزول اجلال فرمانا۔ دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح باب التحریض علی قیام اللیل عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسالنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفر لہ متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم ثم یبسط یدیہ ویقول من یقرض غیر عدوم ولا ظلوم حتی ینفجر الفجر۔ یعنی بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے جبکہ تہائی رات آخر کی باقی رہتی ہے فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کی دعا قبول فرماؤں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اسکا سوال پورا کروں، کون ہے جو مجھ سے معافی مانگے میں اسکے قصور معاف فرماؤں۔ اور صحیح مسلم میں ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنے دست مبارک کو پھیلا کر فرماتا ہے کون ہے جو ایسی ذات کو قرض دے جسکو زوال نہیں اور وہ ظالم بھی نہیں یہانتک کہ صبح صادق نمودار ہو جاتی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ اللہ رب العزت روزانہ نصف شب کے بعد نزول اجلال فرماتا ہے تو اس سے ہر روز وہ وقت بندوں کیلئے شب برات ہے۔ نہ سال بھر تک کا انتظار کرنا۔ اور نہ نصف شعبان والی روایتوں کو حسن اخیرہ قرار دینے کی زحمت گوارا کرنا۔

۴۔ اب آیئے ہم آپکو حضرت عائشہؓ والی روایت سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبرستان تشریف لیجانے کا اصلی واقعہ سنائیں کہ یہ شب نصف شعبان میں تھا یا کب۔ غور سے پڑھیے صحیح مسلم ص۳۱۳ عن عائشۃ انھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ماتوعدون غدا مؤجلون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اللہم اغفر لاھل بقیع الغرقد یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو میرے گھر قیام فرماتے تھے تو ہر روز آخر شب کو بقیع (غرقد) تشریف لیجانا کرتے تھے۔ پس فرماتے تھے سلام ہو تم پر اے ایمان والوں کے گھر والو اور وقت مقرر تمہارے لئے کل آئیگا اور بیشک ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اے اللہ بقیع غرقد والوں کو بخشدے۔

اس حدیث میں لفظ کلما اور یخرج قابل غور ہے۔ ان دونوں لفظوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روزانہ بقیع غرقد تشریف لیجانا واضح الفاظ سے ثابت ہو گیا جسمیں کسی مہینہ کی تخصیص نہیں۔ اور جناب کے اس طریقہ مستمرہ کو ایک خاص واقعہ کے ساتھ ذکر فرماتی ہیں پھر پڑھیے صحیح مسلم اسی صفحہ پر حدیث مذکورہ کے بعد دوسری حدیث جو دو سندوں سے مذکور ہے عن محمد بن قیس قال قالت عائشۃ الا احدثکم عنی وعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا بلی قال قالت لما کانت لیلتی التی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیھا عندی انقلب فوضع رداءہ وخلع نعلیہ فوضعھما عند رجلیہ وبسط طرف ازارہ علی فراشہ فاضطجع فلم یلبث الا ریث ما ظن ان قد رقدت فاخذ رداءہ رویدا وانتعل رویدا وفتح الباب رویدا فخرج ثم اجافہ رویدا فجعلت درعی فی راسی و اختمرت وتقنعت ازاری ثم انطلقت علی اثرہ حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات ثم انحرف

فاعرفت فاسرع فاسرعت فهرول فهرولت فاحضر فاحضرت فسبقته فدخلت فليس الا ان اضطجعت فدخل فقال مالك يا عائش حشيا رابية قالت قلت لا شئ قال لتخبريني او ليخبرني اللطيف الخبير قالت قلت يا رسول الله بابي وامي فاخبرته قال فانت السواد الذي رايت امامي قلت نعم فلهدني في صدري لهدة اوجعتني ثم قال اظننت ان يحيف الله عليك ورسوله قالت مهما يكتم الناس يعلمه الله نعم قال فان جبرئيل عليه السلام اتاني حين رايت فناداني فاخفاه منك فاجبته فاخفيته منك ولم يكن يدخل عليك وقد وضعت ثيابك وظننت ان قد رقدت فكرهت ان اوقظك وخشيت ان تستوحشي فقال ان ربك يامرك ان تاتي اهل البقيع فتستغفر لهم قالت قلت كيف اقول لهم يا رسول الله قال قولي السلام على اهل الديار من المومنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستاخرين وانا انشاء الله بكم للاحقون

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری وہ رات ہوئی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تھے۔ آپ پھرے۔ پھر آپنے اپنی چادر رکھی۔ اور اپنی جوتیاں اتاریں۔ پھر آپنے ان دونوں کو اپنے پاؤں کے پاس رکھا اور اپنے تہبند کا کنارہ اپنے بستر پر پھیلایا۔ پھر لیٹ گئے تھوڑی دیر ہی لیٹے تھے سمجھا یہ کہ میں سو گئی ہوں پھر آپ نے اپنی چادر آہستہ سے لی، اور آہستہ سے جوتیاں پہنیں۔ اور دروازہ آہستہ سے کھولا پھر آپ نکلے۔ پھر آپ نے اسکو آہستہ سے بند کر دیا۔ پھر میں نے اپنے دوپٹہ کو اپنے سر پر اوڑھا اور اپنا تہبند پہنا۔ پھر میں آپ کے پیچھے چلی یہانتک کہ آپ بقیع پہنچے۔ پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر آپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ اٹھائے۔ پھر آپ واپس ہوئے۔ پھر جلدی جلدی چلے۔ میں بھی جلدی جلدی چلی۔ آپ تیزی سے چلے میں بھی تیزی سے چلی، آپ قریب آگئے میں بھی (گھر سے) قریب آگئی۔ پھر میں گھر میں داخل ہوگئی۔ بس اسی قدر ہوا کہ میں لیٹ گئی کہ آپ داخل ہوئے فرمایا اے عائشہ تجھکو کیا ہوگیا یہ کیسی سانس چڑھی ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ نہیں فرمایا تو مجھکو بتا یا مجھکو لطیف خبیر (اللہ تعالیٰ) خبر دیگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں نے وہ سب واقعہ عرض کیا۔ فرمایا تو ہی تھی وہ سیاہی جسکو میں نے اپنے آگے دیکھا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر آپنے میرے سینے میں مکا مارا کہ اس سے میرے درد ہوگیا۔ پھر فرمایا تونے یہ سمجھا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کریگا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے جب بھی آپ سے کچھ چھپایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے جبکہ تونے مجھکو دیکھا تھا انھوں نے مجھکو آواز دی اور تجھسے اسکو چھپایا میں نے انکو جواب دیا اور میں نے بھی تجھسے اسکو چھپایا۔ اور تونے اپنے کپڑے اتار ڈالے تھے اسوجہ سے وہ تیرے گھر میں داخل نہ ہوئے۔ اور میں نے سمجھا کہ تو سوگئی۔ میں نے تجھکو جگانا اچھا نہ سمجھا۔ مجھکو خیال ہوا کہ تو گھبرا جائیگی۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ بقیع والوں کے پاس آؤ اور ان کے واسطے استغفار کرو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ان (قبرستان والوں) کیلئے کسطرح کہوں۔ فرمایا کہو سلام ہو تمہارے گھر والو مومنین و مسلمین سے اور اللہ رحم کرے ہم میں سے جو پہلے پہنچ چکے ہیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں اور ہم بھی انشاء اللہ تمہارے ساتھ ضرور ملنے والے ہیں۔

اس حدیث میں ماہ شعبان یا کسی اور مہینہ کا ذکر نہیں اور ان دونوں حدیثوں میں تناقض بھی نہیں۔ حدیث اول میں جناب رسالتمآب کے روزمرہ معمول کا ذکر ہے۔ جو کلما اور یخرج صیغہ مضارع سے ظاہر ہے۔ اور دوسری میں خاص واقعہ طرز عجیب سے مذکور ہے کہ اسکو حضرت عائشہ سے مصلحتاً پوشیدہ رکھنا تھا تاکہ گھبرائیں نہیں۔

ان صحیح حدیثوں کے ہوتے ہوئے ضعاف و مناکیر روایتوں کو حسن وغیرہ قرار دیکر اور فضائل اعمال کیلئے ان کو جائز رکھنا اور انسے

نصوص قرآنی کا معارضہ کرتے ہوئے لیلۂ مبارکہ نصف شعبان میں قرار دینا اور اس شب میں نمازیں پڑھنا اور قبرستان جانا سخت زیادتی اور بے انصافی ہے۔

علمائے کرام بالخصوص علمائے محدثین کی خدمات میں التماس ہے کہ اس تحقیق میں بغور ملاحظہ کرکے اس رسم قبیحہ شب برات کو مٹانے کی کوشش کرکے بندگان خدا کی اصلاح فرمائینگے۔ وما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم علیہ توکلت والیہ انیب۔

نوٹ

وہ مسائل جنہیں راہ مستقیم اور جادۂ اعتدال سے ہٹکر افراط وتفریط سے کام لیا گیا ہے شب نصف شعبان یعنی شب برات کا مسئلہ بھی ہے۔ ایک فریق اسکو مسلمانوں کا ایک مقدس تہوار اور شب قدر سے زیادہ بابرکت اور باعظمت خیال کرتا ہے اس موقعہ پر گھروں کی صفائی کرنی اور اس رات میں بکثرت چراغ جلانا فقراور مساکین کو کھانا تقسیم کرنا حلوا پکانا مردوں کی روحوں کے گھروں میں آنے کا عقیدہ رکھنا قبرستان جانا مخصوص طریقہ پر معین تعداد میں خاص سورتوں کے ساتھ نمازیں پڑھنی دن میں روزہ رکھنا دین وسنت سمجھتا ہے۔ دوسرا فریق سرے سے شب برات کا منکر ہے وہ کہتا ہے شب برات کوئی چیز نہیں ہے یعنی اس رات کو کوئی خاص فضیلت وبرکت عظمت وشرف حاصل نہیں ہے بلکہ وہ عام راتوں کی طرح ایک رات ہے۔ ظاہر ہے کہ فریق اول راہ حق سے دور نکل گیا ہے اس نے بہت سی بے ثبوت اور بے اصل چیزوں کو سنت اور دین بنا لیا ہے اور دوسرا فریق بھی ہمارے نزدیک جادۂ اعتدال سے ہٹ گیا ہے۔ شب برات کی فضیلت اور بزرگی ایک ثابت شدہ امر ہے اس کا انکار کسی طرح جائز اور درست نہیں ہے۔ مضمون نگار مولانا امیر احمد صاحب صدیقی فریق ثانی کے ہمخیال ہیں جیسا کہ ان کے مضمون سے ظاہر ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ قارئین کرام کی آسانی کیلئے ان کے مضمون کا خلاصہ نمبروار پیش کرکے ساتھ ہی اپنے خیالات بھی ظاہر کردیں۔

(۱) "لیلہ مبارکہ شب نصف شعبان نہیں ہے بلکہ ماہ رمضان میں ہے یعنی لیلہ مبارکہ اور لیلۃ القدر (شب قدر) ایک ہے۔" ہم اس تحقیق سے متفق ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے کسی اہل علم کو اختلاف نہیں ہوگا قرآن کریم کھلے لفظوں میں ان لوگوں کی تردید کرتا ہے جو لیلہ مبارکہ سے شب برات مراد لیکر قرآن پاک سے شب برات کی فضیلت ثابت کرنی چاہتے ہیں۔

(۲) "لیلہ نصف شعبان کو لیلۂ مبارکہ قرار دیکر اس سے نص قرآنی کا معارضہ کرنا طریق محدثین کے خلاف ہے۔" بیشک ایسا کرنا عقل ودیانت اور اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔

(۳) "حافظ منذری نے مقدمہ کتاب میں اصطلاحات کا ذکر کرتے ہوئے روایات موضوعہ ومناکیر کیلئے لفظ روی مقرر کیا ہے۔" معلوم ہوتا ہے مولانا نے مقدمہ ترغیب کے الفاظ پر غور نہیں فرمایا ہے جن احادیث کے موضوع ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے وہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ متحققۃ الوضع۔ غیر متحققۃ الوضع یعنی مقطوعۃ الوضع اور غیر مقطوعۃ الوضع حافظ منذری نے پہلی نوع کی حدیثوں سے قطعاً اجتناب فرمایا ہے اسی لئے بعض علماء نے لکھا ہے التزم المنذری ان لا یخرج (لا یذکرہ لا یورد) فی ترغیبہ ما قیل فیما انہ من الاحادیث المتحققۃ الوضع کما صرح بہ فی مقدمتہ حیث قال واضربت عن ذکر ما قیل فیہ من الاحادیث المتحققۃ الوضع انتھی فیجوز ذکر احادیثھما المسکوت عنھا والمحکوم علیھا بالضعف علی سبیل الاعتضاد میں احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ

مولانا بجائے " روایات موضوعہ ومناکیر کے روایات ضعیفہ ومناکیر لکھتے۔

(۴) حضرت عائشہؓ کی مختصر حدیث جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے مرسل ہے اور حدیث مرسل ضعیف لائق احتجاج نہیں " بیشک یہ روایت مرسل ہے اور یہ صحیح ہے کہ حدیث مرسل لائق استدلال واحتجاج نہیں ہوتی مگر یہاں اس حدیث سے حکم کون سا ثابت ہو رہا ہے اس حدیث سے تو محض شب برات کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ فضائل کے بیان میں حدیث مرسل پر اعتماد کیا جاتا ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ کسی دوسری مسند یا مرسل حدیث سے اسکو تقویت حاصل ہو جائے اور یہاں تو اس حدیث کو مسند اور مرسل دونوں سے قوت اور تائید حاصل ہے کما سیاتی۔

(۵) بلفظ روی ذکر کرنے سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہؓ کی مطول حدیث جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے موضوع ومناکیر میں سے ہے "۔ ہمارے خیال میں بیہقی کی مطول حدیث کو موضوع کہنا صحیح نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اس حدیث کو سخت ضعیف یا منکر کہا جائیگا۔ حافظ منذری نے روی کا لفظ صرف انہی احادیث کیلئے استعمال نہیں کیا ہے جنکی سندوں میں کوئی ایسا راوی ہو جسکو دجال کذاب متہم بالکذب والوضع کہا گیا ہو یہی وجہ ہے کہ وہ خود اس تیسرے درجہ کی احادیث پر موضوع کے بجائے ضعیف کا لفظ اطلاق کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں فیکون للاسناد الضعیف دلالتان تصدیرہ بلفظۃ روی واھمال الکلام علیہ فی آخرہ۔ پس ممکن ہے اس حدیث کی سند میں ایسا راوی ہو جسکو فقط ضعیف یا ضعیف جداً کہا گیا ہو۔ اور جب ہم علامہ سیوطیؒ کی اس تصریح کو سامنے رکھتے ہیں تو اس طول حدیث کا غیر موضوع ہونا قطعی ہو جاتا ہے۔ حافظ سیوطیؒ فرماتے ہیں التزم البیھقی ان لا یخرج فی تصانیفہ حدیثا یعلمہ موضوعا تدریب الراوی ص۱۰۰ اور لآلی مصنوعہ ج۲ ص۱۴ میں ایک حدیث سے متعلق ابن جوزی کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں واذا علمت ان المذکور فی الاسناد ھو (ابراھیم بن زکریا) العجلی الذی ذکرہ ابن حبان فی الثقات لا الواسطی الذی ذکرہ فی الضعفاء واتھم جرح الحدیث بہ علمت خروج الحدیث من حیز الوضع وعرفت جلالۃ البیھقی فی کونہ لا یخرج فی کتبہ شیئا من الموضوع کما التزمہ انتھی۔

(۶) حدیث عائشہؓ مختصر مذکور فی باب صوم شعبان اور حدیث عائشہؓ مطول مذکور فی باب التہاجر ایک ہے " مطلب یہ ہوا کہ مطول حدیث چونکہ بلفظ روی مذکور ہے اور وہ (بخیال مولانا) موضوع ہے لہذا یہ مختصر حدیث بھی موضوع ہوگی۔ ہمارے نزدیک دونوں روایتیں دو... حدیث ہیں ایک نہیں ہیں۔ مختصر بلفظ عن مذکور ہے اور جو کچھ اس کی سند میں کلام ہے حافظ منذری نے ذکر کر دیا ہے بخلاف مطول حدیث کے کہ وہ بلفظ روی مذکور ہے اور مصنف نے اسکی سند میں کلام کرنے سے سکوت اختیار فرمایا ہے معلوم ہوا دونوں حدیثیں دو سندوں سے مروی ہیں پہلی مرسل جید دوسری ضعیف ومنکر۔

(۷) احادیث فضیلت شب برات موضوع ومنکر ہیں " فضیلت شب برات کی تمام احادیث کو موضوع کہدینا سخت بے باکی اور انتہائی جرأت ودلیری ہے۔ کیا معاذ بن جبلؓ۔ ابو موسیٰ اشعریؓ۔ ابو بکر صدیقؓ۔ عبداللہ بن عمروؓ۔ مکحول عن کثیر بن مرۃ۔ مکحول عن ابی ثعلبۃ کی حدیثیں بھی موضوع ہیں؟ درانحالیکہ حافظ منذری نے ان میں سے اکثر صحابیوں کی حدیثوں کو بلفظ عن ذکر کیا ہے جو ان کے غیر موضوع ہونے کی کھلی ہوئی علامت ہے ونیز معاذ بن جبل کی حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ والبیھقی اور حدیث ابو بکر صدیق کے متعلق فرماتے ہیں وروی البیھقی والبزار من حدیث ابی بکر الصدیق باسناد لا باس بہ اور حدیث عبداللہ بن

عمرو کی تخریج میں لکھتے ہیں رواہ احمد باسنادلین۔ اور حدیث مکحول عن کثیر بن مرۃ وعن ابی ثعلبہ کے متعلق بیہقی کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔ ہذا مرسل جید۔ ابوموسیٰ اشعری کی حدیث کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ ہیں اور وہ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کی روایت اعتباراً واعتضاداً قبول کی جاتی ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں قد اکتب حدیث الرجل للاعتبار بہ مثل ابن لھیعۃ۔ شیخ الاسلام امام۔ ابن تیمیہؒ ابن لہیعہ کو اکابر علمائے اسلام اور کثیر الحدیث بتلانے کے بعد لکھتے ہیں ان کی کتابیں جل گئیں اس وقت سے یہ اپنی یادداشت سے حدیثیں بیان کرتے تھے اسلئے انکی حدیثوں میں غلطیاں بکثرت واقع ہوئیں لیکن پھر بھی ان کی حدیثوں میں صحت وصواب غالب ہے پس انکی روایت بطور اعتبار واعتضاد قبول کی جائیگی معلوم ہوا کہ ابوموسیٰ اشعری کی یہ حدیث موضوع نہیں ہے بلکہ لائق اعتبار ہے علامہ زرقانی شرح مواہب میں ابن حبان سے حدیث یطلع اللہ لیلۃ النصف من شعبان کی تصحیح نقل کرکے فرماتے ہیں فیہ رد علی قول ابن دحیۃ لم یصح فی لیلۃ نصف شعبان شیء الا ان یرید نفی الصحۃ الاصطلاحیۃ فان حدیث معاذ ھذا حسن لاصحیح۔ انتہی۔ پس ہمارے نزدیک حضرت معاذؓ کی حدیث شب برات کی فضیلت میں اصل ہے اور بقیہ حدیثیں اس کی مؤید ہیں۔ ان حدیثوں کے ہوتے ہوئے شب برات کو عام راتوں کی طرح قرار دینا اور اس کے لئے کوئی خاص شرف و عظمت فضیلت اور بزرگی نہ تسلیم کرنا سخت زیادتی اور بے انصافی ہے۔

(۸) ان روایتوں کو حسن لغیرہ قرار دینا علمائے ربانی کی شان سے بعید اور بے مناسب ہے" ہم ابھی ثابت کرچکے ہیں کہ یہ حدیثیں حسن اور قابل احتجاج واستناد ہیں پس ان حدیثوں کے حسن بتلانے کو نامناسب کہنا انتہائی ظلم ہے۔ افراط وتفریط سے بچکر انصاف اور حق پرستی اختیار کرنی چاہیئے۔

(۹) ان ضعیف حدیثوں سے ایک حکم ثابت کرنا لازم آتا ہے حالانکہ ضعیف حدیث مثبت للحکم نہیں ہوتی" اولاً تو یہ سب حدیثیں ایسی ضعیف نہیں ہیں جن سے حکم ثابت نہ ہوسکے اور ثانیاً اگر بالفرض ضعیف ہوں بھی تو ان سے یہاں کونسا حکم ثابت کیا جارہا ہے صرف شب برات کی فضیلت ثابت ہورہی ہے اور بس باقی حدیث علیؓ قوموا لیلھا وصوموا نھارھا تو ہم بھی اسکو قابل التفات نہیں سمجھتے۔

(۱۰) فضائل اعمال میں چند ضعیف حدیثوں کو بیان کرنا بعض محدثین نے جائز رکھا ہے" ضعیف حدیث کے اختیار اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں علما کے تین قول ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف چند شرطوں کے ساتھ قبول کی جائے گی اور اسپر عمل کرنا جائز ہوگا وھذا ھو المعتمد عند الائمۃ (قواعد التحدیث ص۹۴) کما صرح بہ ابن عبدالبر وابوزکریا العنبری فیما نقلہ الحاکم وعبدالرحمن بن مھدی واحمد وابن المبارک (تدریب الراوی ص۱۰۰ قواعد التحدیث ص۱۰۹) وقال الحافظ فی ترجمۃ محمد بن عبدالرحمن الطفاوی قال ابوزرعۃ منکر الحدیث واورد لہ ابن عدی ثلاثۃ احادیث۔ قال لہ فی البخاری ثلاثۃ احادیث لیس فیھا شیء مما استنکرہ ابن عدی ثالثھا فی الرقاق کن فی الدنیا کانک غریب فھذا قد تفرد بہ الطفاوی وھو من غرائب الصحیح وکان البخاری لم یشدد فیہ لکونہ من احادیث الترغیب والترھیب انتھی وفیہ تقویۃ لما اشتھر من تساھل المحدثین فی احادیث الفضائل۔

شرائط قبول حدیث ضعیف۔ لم یذکر ابن الصلاح والنووی لقبول الضعیف سوی ھذا الشرط وھو کونہ فی الفضائل ونحوھا وذکر شیخ الاسلام (الحافظ ابن حجر) لہ ثلثۃ شروط احدھا ان یکون الضعف غیر شدید بل

فیخرج من الفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ نقل العلائی الاتفاق علیہ الثانی ان یندرج تحت اصل معمول بہ الثالث ان لا یعتقد عند العمل بہ ثبوتہ بل یعتقد الاحتیاط وقال ھذان ذکرھا ابن عبد السلام وابن دقیق العید وقال الزرکشی الضعیف مردود مالم یقتض ترغیبا او ترھیبا او تتعدد طرقہ ولم یکن المتابع منحطا عنہ وقال السیوطی ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط۔ (تدریب الراوی قواعد التحدیث رد المحتار)

(۱۱) شبرات میں رکعتیں پڑھوانے سے بدعات کا ظہور ہوگا ونیز اس رات نمازیں پڑھنی اور قبرستان جانا سخت زیادتی اور بے انصافی ہے۔" اس میں شک نہیں کہ کسی صحیح یا حسن یا خفیف الضعیف حدیث سے فقط شب برات میں مخصوص رکعتیں مخصوص سورتوں کے ساتھ مخصوص ثواب سمجھکر پڑھنے اور محض اسی رات میں قبرستان جانے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس رات میں قبرستان جانے کا ذکر حضرت عائشہؓ کی دو روایتوں میں ہے ایک ترمذی کی جو منقطع ہے اور دوسری اس سے سخت ضعیف بیہقی کی روایت کردہ مطول حدیث جس کو حافظ منذری نے بلفظ ردی ذکر کیا ہے اور با ایں ہمہ ان دونوں روایتوں میں خصوصیت کے ساتھ فقط شب برات ہی میں قبرستان جانے کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ اور نہ فقط اسی رات میں خصوصیت کے ساتھ مخصوص رکعتیں بطور نفل پڑھنے کا ثبوت ہے بلکہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب حضرت عائشہؓ کی باری میں ہمیشہ قبرستان تشریف لیجاتے اور احادیث صحیحہ سے یہ بھی ثابت ہے آپ بلاناغہ تہجد پڑھا کرتے تھے پس . . . . صرف اسی رات میں قبرستان جانا جیسا کہ عوام کرتے ہیں سخت زیادتی اور بے انصافی ہے لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ سرے سے اس رات کی فضیلت کا انکار کر دیا جائے۔

(۱۲) کسی چیز کے سنت اور بدعت ہونے میں احتمال ہو تو ایسی صورت میں اس سنت کا چھوڑ دینا اسی میں احتیاط ہے۔" ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ فقط اسی رات میں قبرستان جانے اور مخصوص صورت میں نفلیں پڑھنے اور دن میں روزہ رکھنے کا ثبوت کسی معتبر روایت سے نہیں ملتا اس کے بعد آپ اور کیا چھوڑ دانا چاہتے ہیں۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ ہر شب میں نزول اجلال فرماتا ہے ایک سال تک کا منتظر نہیں رکھا۔ مطلب یہ ہے کہ شب برات والی حدیث صحیحین کی حدیث کے معارض ہے اسلئے قبول نہیں کی جائیگی۔" احادیث شب برات میں صرف ترمذی کی حدیث میں نزول کا ذکر ہے اور وہ منقطع ہے جسے ہم نے بھی چھوڑ دیا ہے اس کے علاوہ دوسرے صحابیوں کی حدیثیں اور خود حضرت عائشہؓ کی مرسل روایت نزول کے ذکر سے خالی ہے پس وجہ تعارض مفقود ہے۔ علاوہ بریں دونوں نزول میں فرق ہے شب برات والا نزول ہر شب کے نزول سے اہم اور ذیشان ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

(۱۴) مسلم کی روایت میں لفظ کلما اور یخرج روزانہ بلا تخصیص ماہ قبرستان بقیع غرقد میں آپ کے تشریف لیجانے پر دلالت کرتے ہیں پس شب برات کی خصوصیت نہیں رہی۔" مسلم کی یہ روایت روزانہ تو نہیں ہاں حضرت عائشہؓ کی باری میں برابر قبرستان جانے پر دلالت کرتی ہے بہرحال پھر بھی یہ صحیح ہے کہ فقط اسی رات میں قبرستان جانے کی تخصیص نادرست ہے۔

(۱۵) صحیح حدیثوں کے ہوتے ہوئے ضعاف ومناکیر روایتوں کو حسن لغیرہ قرار دینا اور فضائل اعمال کیلئے جائز رکھنا اور نصوص قرآنی کا معارضہ کرتے ہوئے لیلہ مبارکہ کو شب برات قرار دینا سخت زیادتی اور بے انصافی ہے۔"

یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ لیلہ مبارکہ شب برات نہیں ہے۔ شب برات فضیلت اور شرف والی رات ہے لیکن اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ لیلہ مبارکہ سے وہی مراد بھی ہو کما حققہ النواب صدیق الحسن ۔ پس اب نص قرآنی سے معارضہ نہیں رہا اور صحیح حدیثوں سے تعارض اور تخالف کی توجیہ بھی عرض کی جا چکی ہے ۔ باقی شب برات کی فضیلت کی تمام احادیث کو ضعاف اور منکر کہدینا اور فضائل اعمال کے لئے خفیف الضعف حدیثوں کو جائز کہنا سخت بے انصافی اور اہل علم کی شان سے بعید ہے پس شب براءت کے مسئلہ میں صحیح یہ ہے کہ وہ عام راتوں کی طرح نہیں ہے بلکہ شرف و بزرگی والی رات ہے اس شب میں اللہ کی رحمت اور مغفرت کا زیادہ سے زیادہ فیضان ہوتا ہے اور فقط اسی رات میں قبرستان جانا اور دن میں روزہ رکھنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ۔ اور اس موقعہ پر گھروں کی صفائی کرنی بکثرت چراغ جلانا حلوا پکانا اور مردوں کی روحوں کے گھروں میں آنے کا عقیدہ رکھنا اور فقراء و مساکین کو اس رات میں کھانا تقسیم کرنیکا مخصوص ثواب سمجھنا بالکل بے اصل اور بدعت و ضلالت ہے ۔ پس شب برات سے متعلق جسقدر بے ثبوت اور بے اصل چیزیں اور بدعتیں رائج اور جاری ہو گئی ہیں ان کو مٹانے کی کوشش کرنی چاہئے اور سرے سے شب برات کا انکار نہیں کرنا چاہئے کہ یہ روش حق و انصاف کے خلاف اور راہ مستقیم اور جادۂ اعتدال سے دور ہے ۔

عبیداللہ رحمانی مبارکپوری

مستحق حضرات مفت فائدہ اٹھائیں

محترم عالی جناب مہتمم صاحب مدظلہ نے کتاب "نور محمدی" مصنفہ مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی کے تین سو نسخے غرباء میں مفت تقسیم کرنے کیلئے خرید فرمائے ہیں ۔ اس کتاب میں گانے باجے کی تردید ہے موجودہ قوالیوں کی حرمت قرآن حدیث فقہ اور اقوال بزرگان و صوفیائے کرام سے درج ہے اور ان حضرات کے تین رسالوں کا جو قوالی کی اباحت میں لکھے گئے تھے جواب ہے پورے ایک سو صفحات کی کتاب ہے جو مصنف صاحب سے بارہ آنے قیمت پر ملتی ہے لیکن محترم مہتمم صاحب اسے مفت تقسیم فرما رہے ہیں صرف ایک آنہ محصول ڈاک بھیجکر آپ ایک عدد طلب فرماسکتے ہیں ایک سے زیادہ ہرگز نہ بھیجی جائیگی اس پتہ سے طلب فرمائیں ۔

میاں صاحب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ صدر دہلی

شب براءت کی پھلجھڑی

ہندوستان میں رہتی تھی بیوہ کوئی غریب
سایہ تھا سر سے باپ کا پہلے ہی اُٹھ چکا
امید کا تھا ماں کی سہارا فقط وہی
قسمت سے مل گئے اُسے پیسے پڑے ہوئے
لیکر چلا جو گھر کو پٹاخوں کی اک لڑی
تقدیر کی لڑی سے لڑی ایسی لڑ گئی
آتش کا ایک پھول جو دامن پہ جا پڑا
یہ شب برات اس کی قیامت کی رات تھی
دیکھا تماشہ آپ نے آتش کے کھیل کا

حق نے اسے کیا تھا جگر بند اک نصیب
کوئی نہ تھا معین و مددگار دوسرا
گھر کا چراغ دیدۂ مادر کی روشنی
آتش کے جز سے کھیل کھلونے ہی لے لئے
قسمت کھلا چکی تھی نئے گل کی پھلجھڑی
چکر سے اس کی زیست ہی چکر میں پڑ گئی ۔
اس نے جلا کے اس کو وہیں خاک کر دیا
بیوہ کی ہائے لٹ گئی جو کائنات تھی
دم بھر میں جس سے خاک سے بدتر وہ ہو گیا

یہ کھیل خوفناک بھی ہے اور پھر زبوں
داموں کا بھی خسارہ ہے اور انسان کا بھی خوں

(از منشی محمد صدیق حسن صاحب صدیقی پھیکی)

بچوں کی پرورش کسطرح ہونی چاہئے

آج ہم آپ کے روبرو کچھ ایسی باتیں پیش کرنا چاہتے ہیں کہ جن سے آپ یہ سمجھ سکیں کہ بچوں کو اچھے طریقے سے پرورش کرنے میں ہمیں کس کس بات کا زیادہ تر دھیان رکھنا چاہئے جس سے بچے ہر مرض سے بچ سکیں اور تندرست و طاقتور ہوکر بڑی عمر حاصل کریں تاکہ ہماری زندگی بھی آرام سے بسر ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ اِس مضمون کو پڑھکر سمجھکر ناتجربکار عورتیں اپنا اور اپنی گود کے چلتے پھرتے کھلونے یعنی پیارے بچوں کی بہت کچھ بھلائی کرسکیں گی۔ زندگی کے شروع کے بارہ ماہ میں بچہ پر دنیا کے نئے حالات کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ اتنے دنوں میں بچہ کی دماغی اور جسمانی حالت میں بڑی تبدیلی پیدا ہوتی ہے سب سے بڑی راز کی بات یہ ہے کہ اسی عرصہ میں بچہ کی آئندہ عادات درست ہونے کی شروعات ہونے لگتی ہے اسلئے بچہ کی آئندہ ترقی کے واسطے اسی وقت سے اسکی اچھے طریقہ سے غور و پرداخت کا بندوبست رکھنا نہایت ضروری بات ہے۔

پیدائش کے وقت معمولی طور پر بچہ کا وزن ۷ پونڈ ہوتا ہے لیکن بعض بچے تین سیر اور کوئی پانچ چھ سیر تک کے ہوتے ہیں پیدائش کے بعد پہلے دس دن میں بچہ کا وزن کچھ کم ہوتا ہے لیکن دس روز کے بعد ہی وہ کمی پوری ہونے لگتی ہے اور پہلے تین ماہ تک یہ وزن ڈھائی چھٹانک ہر ہفتہ کے حساب سے بڑھتا ہے اس طرح تین ماہ کے بچہ میں چھ سیر تک وزن ہو تو بچہ کو تندرست سمجھنا چاہئے اس کے بعد چھ ماہ پورے ہونے تک بچہ کے وزن میں ۱½ چھٹانک ہر ہفتہ ترقی ہونی چاہئے۔ یہانتک کہ اگر بچہ کسی مرض سے مبرا ہے تو چھ ماہ میں اس کا وزن وقت پیدائش سے دوگنا اور سال بھر میں تین گنا ہو جانا چاہئے۔ یعنی پہلے برس گانٹھ کے بچہ کا وزن ساڑھے دس سیر ہونا چاہئے۔ اسلئے بچہ کی تندرستی میں ترقی معلوم کرنے کے واسطے یہ نہایت ضروری ہے کہ شروع میں سال بھر تک ہر ماہ بچہ کا وزن کرتے رہنا چاہئے۔ اسی طرح بچہ کی لمبائی پیدائش کے وقت ۲۱۔انچ ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ سال بھر میں ۳۰۔انچ ہو جاتی ہے۔ اسی پہلے سال میں ہی بچہ کی جسمانی بناوٹ میں حیرت انگیز تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ تکلیف پہنچانیوالی تبدیلی دانت نکلنے کی ہے۔ پہلے تو نیچے کی طرف بیچ کے دو دانت دکھلائی دیتے ہیں پھر ان کے نکلنے کے ایک ماہ کے اندر ہی انھیں دانتوں کے ٹھیک مقابلہ میں اوپر کے دو دانت چمکتے ہیں۔ دانت نکلنے کا یہی وقت اکثر دیکھا جاتا ہے لیکن بعض بچوں کے تیسرے ہی مہینے بلکہ بعض کا پیدائش کے وقت ہی دانت نکلا ہوا رہتا ہے لیکن ایسا کم ہوتا ہے اور بعض کے سال بھر تک دانت نہیں نکلتے لیکن دانتوں کا جلدی اور دیر سے نکلنا کسی مرض کے باعث ہوتا ہے۔

سوکھا کی بیماری خاص طور پر ہے اور دانت تو کیڑا لگ کر خراب ہی ہو جاتے ہیں دانتوں کے نکلنے کے وقت بچہ کی ماں کی تھوڑی سی ہی لاپرواہی سے بچہ کو تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ دانت نکلنا جسم کا قدرتی مادہ ہے اور اس لئے اس میں جہانتک ہوسکے کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرنی چاہئے یہ ضروری بات ہے کہ ان ایام میں بچہ پر زور بہت پڑتا ہے جسکی تکان اسقدر ہوتی ہے کہ اگر بچہ پورا طاقتور نہیں ہے تو اس کو کئی قسم کے امراض اس حالت میں پیدا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن یہ بڑی غلطی کی بات ہے کہ دانت نکلنے کے ایام میں کوئی بھی مرض ہو تو اس کو دانتوں کا سبب خیال کرکے اس کا علاج ہی نہ کرایا جاوے۔

معمولی طور پر بچوں کو دانت نکلنے کے وقت میں یا تو بدہضمی ہوکر دست آنے لگتے ہیں یا قبض رہنے لگتا ہے۔ کان میں درد ہوکر

اندر سے مواد آنے لگتا ہے اور یہ تکلیف کبھی کبھی اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ بچے کو بے چین بنائے رکھتی ہے۔ کمزور بچے جنکو سوکھا کی بیماری ہو تو کبھی کبھی بیہوش ہوکر ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں۔ ان ایام میں بچوں کے سر اور سینہ کو سردی لگ جانے سے خاص طور پر بچانا چاہئے نہیں تو نمونیہ ہو جانے کا اندیشہ ہے اور جو یہ مرض ہو ہی جائے تو بڑی حفاظت سے اس کا علاج کرانا چاہئے۔ اس وقت والدین اگر تھوڑی نگہبانی رکھیں تو بچوں کو بڑی تکلیف سے بچا سکتے ہیں۔ کوئی صاف لکڑی کا ٹکڑا یا ربڑ کی نلی بچہ کو پکڑا دینے سے وہ اس کو منہ میں رکھکر کاٹتا ہے اس سے دانتوں کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ہر وقت بچہ کو کھلی ہوا میں رکھنا چاہئے۔ اور اگر قبض ہو تو روزانہ رات کو تھوڑا لکوڈ پیرافین (Liquid Paraffin) دست صاف لانیوالی انگریزی دوا) یا صاف کیا ہوا ارنڈی کا تیل یا انجیر کا شربت دیدینا چاہئے۔

اگر بچہ کی ماں کا دودھ نہ دیکر بوتل کا دودھ دیا جاتا ہو تو ایک سیر پانی ملا کر دینا چاہئے اور جو ماں کا ہی دودھ بچہ پیتا ہو تو اسکو دانت نکلنے کے ایام میں ہرگز نہیں چھوڑانا چاہئے۔ پیدائش کے بعد بچہ زیادہ ہلنا جلنا پسند نہیں کرتا۔ نہ وہ تیز روشنی کو دیکھنا پسند کرتا ہے اسی لئے آنکھیں بند کئے پڑا رہتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ باتیں کم ہونے لگتی ہیں۔ قوت سامعت بھی بچہ میں پیدائش کے دو ایک گھڑی بعد سے ہی آجاتی ہے کیونکہ اگر اس کے پاس کوئی زور سے بات کی جائے تو وہ چونکتا ہے۔ تیسرے مہینے اس کا اپنے نزدیک کی چیزوں کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ پانچویں مہینے بچہ اپنی ماں کو پہچاننے لگتا ہے کبھی کبھی کلکاری مارتا اور ہنستا ہے۔ ساتویں مہینے وہ کھلونوں کو پکڑتا ہے اور منہ سے پہلا لفظ "با" بولتا ہے۔ اس "با" کو وہ کسی مطلب سے نہیں کہتا بلکہ آسانی کی وجہ سے خود بخود اس کے منہ سے نکلنے لگتا ہے اور اس کے کچھ ہفتہ بعد وہ کسی چیز کے سہارے سے کھڑا ہونے لگتا ہے یا دو ایک قدم چلنے کی ہمت کرنے لگتا ہے۔

بچہ سب سے پہلے اپنی انگلیاں اور انگوٹھے تعجب سے دیکھتا ہے پھر اپنی چارپائی اور رہنے کے کمرے اور اسکی چیزوں کو۔ اسلئے جسقدر چیزیں ایک بچہ کے نزدیک زیادہ ہونگی اسی قدر اس کو اپنے دماغ سے زیادہ کام لینا پڑیگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچے کے سر میں درد پیدا ہو جائیگا اور نیند کم آنے لگیگی۔ یہ غلطی ہے کہ تین چار ماہ کے بچہ کو میلہ یا تماشہ دکھانے لیجاتے ہیں جس سے اس کو تکلیف اور اپنے لطف میں رخنہ اندازی ہوتی ہے اسی سے وہ اکثر روتے ہیں۔

جہانتک ہوسکے نو مہینے تک بچہ کو ماں کا دودھ ہی پلانا چاہئے کیونکہ ماں کا دودھ ایک تو ہضم جلدی ہوتا ہے دوسرے اسمیں کسی طرح کے کیڑے یا جرمس نہیں ہوتے۔ اور اسی وجہ سے بچہ کو کبھی کوئی مرض بھی پیدا نہیں ہوتا۔ بچہ پیدا ہونے کے دو دن بعد تک تو کبھی کبھی عورت کی چھاتی سے دودھ نہیں اترتا اور بچہ کو ان دو دن میں بھوک بھی زیادہ نہیں ستاتی۔ اسلئے دن میں دو تین مرتبہ اوبالا ہوا پانی تھوڑا ٹھنڈا کرکے دو چار بوندیں بچہ کو دیدینا کافی ہوتا ہے۔ تیسرے دن بچہ کی ماں کی چھاتیوں میں دودھ ٹھیک طور سے اُتر آتا ہے۔ اس حالت میں بھی بچہ کو مقررہ وقت پر تین تین گھنٹے بعد دودھ پلانا چاہئے اور رات کے چھ گھنٹے میں پلانا چاہئے۔ بچے کے دودھ پلانے کا وقت علی الصباح ۴ بجے پھر صبح سات بجے و دس بجے دوپہر کو ایک بجے۔ تیسرے پہر چار بجے۔ شام کو سات بجے اور رات کو دس بجے مقرر کردینا چاہئے۔ ہر وقت اور بے طریقہ پر دودھ پلانا بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ چار ماہ پورے ہونے پر دودھ پلانے کا وقفہ تین گھنٹہ کے بجائے چار گھنٹے کا کردینا چاہئے۔ ماں کو اپنی ایک چھاتی ایک دفعہ میں بچہ کو پلانا چاہئے۔ اگر ایک چھاتی کو پیکر بچہ کی سیرگی نہ ہو تو دوسری دینی چاہئے۔ لیکن پہلی دی ہوئی چھاتی کو بالکل خالی ہو جانے پر دوسری بچہ کو دینا چاہئے۔ چھاتی کو بچہ کو دینے سے پہلے خوب گرم پانی سے دھوکر صاف کپڑے سے خشک کرکے بونڈی پر گلسرین آف بورکیس یا سہاگہ کو گھس کر گھی

یا مکھن ملا کر چھوڑ دینا چاہیئے۔ بچے کے پیٹ کی قوت کس حالت میں کسقدر وزن برداشت کرنے کی ہوتی ہے ذیل کے نقشے سے سمجھو۔

(۱) تین گھنٹے کے بچہ کے پیٹ میں آدھی چھٹانک | (۴) ۱۲ ہفتے کے بچے کے پیٹ میں آدھ پاؤ
(۲) ۴ ہفتے " " " " " سوا چھٹانک | (۵) ۱۶ " " " " " " سوا دو چھٹانک
(۳) ۸ ہفتے " " " " " ڈیڑھ چھٹانک | (۶) ۲۰ " " " " " " ڈھائی چھٹانک

دودھ ہضم ہو سکتا ہے۔ جہاں ماں کا دودھ بچہ کو کافی تعداد میں نہیں ملتا وہاں بچہ بھوکا رہتا ہے ایسی صورت میں وہ وقت مقررہ سے پہلے ہی بھوک کی وجہ سے رونے لگتا ہے اور پندرہ بیس منٹ تک چھاتی سے لگا رہ کر بھی تسلی نہیں ہوتی۔ وہ دودھ پیتے پیتے درمیان میں کچھ خاموش سا ہو جاتا ہے گویا سو گیا ہو۔ لیکن چونک کر تھوڑی دیر میں وہ پھر دودھ پینے لگتا ہے۔ ان باتوں سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بچہ بھوکا ہے اور اسکو شکم سیری کے واسطے دوسری چیز کی ضرورت ہے۔ اوپر کا دودھ اگر دینے کی ضرورت ہو تو سب سے اچھا گائے کا دودھ ہونا چاہیئے اور اپنی ماں کی ایک چھاتی پوری پی لینے کے بعد جو کمی بچہ کی بھوک میں رہے وہ اس سے پوری کرنی چاہیئے اور وہ چمچے میں پلانا چاہیئے کیونکہ بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جو ایک دفعہ بوتل سے پینے کے بعد ماں کی چھاتی سے منہ نہیں لگاتے ہیں۔ بچہ کے لئے سب سے بہتر ماں کا دودھ ہوتا ہے کسی مجبوری کے باعث گاؤ کا دودھ جس میں تھوڑا اُبلا ہوا پانی شامل کر دیا جائے یعنی پتلا کر کے دینا چاہیئے۔ ڈبوں وغیرہ کے دودھ سے گائے کا پتلا دودھ بہتر ہوتا ہے۔

بچہ کے پینے کے دودھ میں کاڈلیور آئل ملا دینا چاہیئے۔ حال کے بچے کے دودھ میں دوگنا پانی ملانا چاہیئے۔ دو مہینے کے بچہ کو برابر کا پانی اور اسی طرح پانی کو برابر گھٹاتے جانا چاہیئے جس سے کہ دس مہینے کے بچہ کو خالص دودھ ہضم کرنے کی قوت پیدا ہو جائے اور اسی دودھ میں پاک اور صاف کاڈلیور آئل تین مہینے تک کے بچہ کیلئے پانچ بوند اور اس سے زیادہ عمر والے کیلئے اسی مقدار سے آہستہ آہستہ بڑھاتے رہنا چاہیئے۔ گائے کے دودھ میں بہت سی خرابیاں بھی ہیں پیٹ میں جا کر اندر کھٹائی سے جو اس کا دہی بنتا ہے وہ ماں کے دودھ سے بنے ہوئے دہی کی بہ نسبت ثقیل ہوتا ہے اسلئے بچے کے پینے کو بناتے ہوئے آدھی چھٹانک دودھ میں ایک گرین سائٹریٹ آف سوڈا کی ٹکیاں Citrate of Soda Tablets جو انگریزی دوا بیچنے والوں کے یہاں ملتی ہیں ملا دی جائے تو یہ خرابی دودھ کی جاتی رہتی ہے۔ لیکن گائے کا کچا دودھ کبھی نہیں دینا چاہیئے۔ اسکو اُبال ضرور لینا چاہیئے اور کسی برتن میں اتار کر اوپر سے صاف ململ کا ٹکڑا ڈھک دینا چاہیئے۔ جس میں مکھی یا دھول نہ پڑے مگر ہوا ضرور لگتی رہے۔ بدرجہ مجبوری دودھ بشکل پاؤڈر Drink milk کا استعمال گرمیوں کے ایام میں کرنا چاہیئے یا اسوقت جبکہ گائے کا تازہ دودھ نہ ملے۔ یا ایک چمچہ پاؤڈر دوگنے پانی میں ملانا چاہیئے۔ (Condenced milk) گاڑھے دودھ کو بڑی ہوشیاری سے کام میں لانا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں چکنائی کا انش کسی کسی میں بہت ہی کم ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ان کے ڈبوں کو کھولتے ہی ایک دم خالی کر کے سارا دودھ کسی چینی کے برتن میں ململ کے صاف ٹکڑے سے ڈھک کر رکھنا چاہیئے۔ اسی ٹین میں دودھ کا ڈھکن بند کر کے رکھنے سے اس میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایام بارش میں قوت ہاضمہ بڑوں کی بھی موسم کے لحاظ سے کم ہو جاتی ہے پھر بچوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ان دنوں میں بچوں کو جن کی عمر سال دو سال تک ہوتی ہے دستوں کا مرض زیادہ تر ہو جاتا ہے۔ اسلئے موسم برسات میں زیادہ احتیاط رکھنی چاہیئے۔ اور بوقت ضرورت کسی حکیم یا ڈاکٹر کے مشورے سے دوا دینی چاہیئے۔

(ماخوذ)

میکدۂ خطابت

(از آزاد دہلوی اعظمی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

یہ نظم انجمن "جمعیۃ الخطابۃ" منعقدہ ۱۰ اگست ۳۸ء کے سالانہ جلسہ کے موقع پر لکھی گئی۔

جام ہاتھوں میں، زباں پر نعرۂ مستانہ ہے — آج یہ بزمِ خطابت محفلِ رندانہ ہے
معنی و الفاظ کے رندو یہ وہ میخانہ ہے — کہ جہاں صہبائے ملت سے بھرا پیمانہ ہے

آؤ آؤ پی لیں ہم اس بزم میں ملت کا جام
مست ہو کر تا مٹا ڈالیں جہاں سے کفرِ عام

شغل میخواری بھی ہے صہبا بھی پیمانہ بھی ہے — لب پہ میخواروں کے نا و نوشِ رندانہ بھی ہے
آج صدر رشکِ ارم اپنا یہ میخانہ بھی ہے — عقل سے ہر رند پی کے آج بیگانہ بھی ہے

ساقیِ دیرینہ[1] کو آنکھیں ترستی ہیں مگر
اُف کہیں محفل میں اپنی وہ نہیں آتا نظر

خون کے قطرے ٹپکتے ہیں لہو روتا ہوں میں — اللہ اللہ خونِ دل سے آج منہ دھوتا ہوں میں
یہ نشاط انگیز منظر اور جاں کھوتا ہوں میں — دوستو! کچھ تو کہو جگتا ہوں یا سوتا ہوں میں

ٹیس سی پہلو میں، دل میں درد، سینہ میں کسک
آہ میں شعلہ، فغاں میں آگ کی سی ہے لپک

اے چمن والو یہاں بھی گلشن آرائی نہیں — پھول تو ہنستے ہیں لیکن ان میں رعنائی نہیں
فصلِ گل میں بھی مسرت قلب پر چھائی نہیں — اے "عطا" تیرے نہ ہونے سے بہار آئی نہیں

درد جب حد سے گذرتا ہے تو کہتا ہے جگر
دیکھ وہ اُٹھا ہے کوئی صاحبِ[2] علم و ہنر

پھر نسیم سحر کے جھونکے چمن میں آئیں گے — پھول اب ہنس ہنس کے دلکو آج پھر گرمائینگے
مرغ خوش الحان چمن میں پھر ترانے گائینگے — پھر فضا میں برق آسا زمزمے تھرائیں گے

دیدوا ذنِ بادہ پیمائی قدح خواروں کو پھر
ملتِ دینِ حنیفی کے پرستاروں کو پھر

پھر مئے ملت سے بھر جائے خطابت کا سبو — ہے یہی ساقیٔ میخانہ کے دل کی آرزو
ہو مئے انگور کی پھر نہ کسیکو جستجو — مست کر دے سب کو ملت کی شراب مشکبو

ہے خطابت کی یہی آزاد اصلی آن بان — جب بڑھیگی شانِ ملت سے بڑھیگی اسکی شان

[1] میاں صاحب مرحوم کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲

[2] جناب شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

نومبر ۳۸

REGD. NO. L. 3204.

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم بذریعہ منی آرڈر [illegible] خرچ کیلئے دفتر میں بھیجینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہونگے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کئے جائینگے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط وکتابت کا پتہ

مینجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۶ | ماہ نومبر ۱۹۳۸ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ | نمبر ۷

الصِّیَامُ جُنَّۃٌ ❖ روزہ ڈھال ہےؑ

(ازجناب مولوی حکیم محمد بشیر صاحب مبارکپوری رحمانی)

یہ رسول خدا فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک حدیث کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ ہے لیکن تقریباً روزہ کے تمام شعبوں کو حاوی ہے جسکی تفصیل نیچے درج کئے ہوئے بیانات سے واضح ہوگی۔ مناسب ہے کہ پہلے روزہ کی حقیقت اور فضیلت کا ذکر کردوں پھر ترتیب وار اُن امور اور احکام کا جو روزے سے متعلق ہیں +

روزہ کی حقیقت | روزہ کی حقیقت کو قرآن مجید نے بایں الفاظ بیان فرمایا ہے فَالْآنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ یعنی صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانا پینا اور ہمبستری کا چھوڑ دینا روزہ ہے۔ تمام عبادات میں نیت کرنا چونکہ ضروری شرط ہے اسلئے روزہ بھی اگر فرضی ہے تو صبح صادق سے پہلے فرضی روزہ کی نیت کرنی چاہیئے اور اگر نفلی ہے تب بھی صبح صادق سے پہلے یا کم از کم دوپہر سے پہلے پہلے نفلی روزہ کی نیت کرلینی چاہیئے۔ ورنہ روزہ باطل اور لغو ہوگا۔ ہاں نیت کیلئے صرف دل میں ارادہ کرلینا کافی ہے۔ زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔

روزہ کی فضیلت | کل عمل ابن ادم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ (متفق علیہ) یعنی بھلے کاموں کا ثواب حسب اخلاص وتقوی دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک زیادہ کیا جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیحد روزہ کے ماسوا ہیں ہے کیونکہ روزہ کا ثواب (کامل اخلاص کی وجہ سے) لامحدود ہے۔ فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب منہا باب یسمی الریان لا یدخلہ الا الصائمون (متفق علیہ) یعنی جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ریّان نامی دروازہ صرف اور محض روزہ داروں کے داخل ہونیکے لئے ہے۔ بھائیو! جب عام روزوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اسقدر بے حساب اور

ؑ جسطرح ڈھال بیرونی دشمنوں کے حملوں کو روکتی ہے اسیطرح روزہ اندرونی جسمانی وروحانی دشمنوں کے حملوں کو روکتا ہے ۱۲ منہ

لامحدود ہیں تو پھر اُن روزوں کا کیا کہنا ہے جو اُسکے خود مقرر کئے ہوئے ہوں اور اسکے بیان کردہ دنوں میں ہوں۔

رمضان کے فضائل | شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ یعنی رمضان وہ برکت والا مہینہ ہے جس میں اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک سراپا رحمت کو نازل فرمایا۔ کیوں نہ ہو برکت اور عظمت و شان والا ہو وہ مہینہ جسکی مبارک رات میں خلاق عالم کا کلام رشد و ہدایت کا پیام رحمت حق کا اکمل ترین انعام فخر انام حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا ہے جسکی یادگار میں ملک الملوک نے اس متبرک رات کو ہمیشہ کیلئے ہزار مہینہ (۸۳ سال ۴ مہینہ) سے افضل و اشرف بنا فرمایا اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی ہمنے قرآن حکیم کو فضیلت اور بزرگیوں والی رات میں نازل کیا۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ رات کتنی متبرک ہے، ہزار مہینے سے بڑھکر ہے۔ احادیث شریفہ میں ہے کہ ماہِ رمضان میں رحمت اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ شیطانوں کو جکڑ بند کردیا جاتا ہے۔ روزانہ مہینہ بھر تک اللہ تعالیٰ جہنمیوں کو ایک بہت بڑی تعداد میں قید سے آزاد کرتا رہتا ہے۔ مومن بندوں کی روزیاں بڑھادی جاتی ہیں۔ جو شخص اس بابرکت مہینہ میں کوئی سی ایک نفل بجالاتا ہے تو اسے فرض کا ثواب دیا جاتا ہے اور جو شخص کسی ایک فرض کو ادا کرتا ہے تو اُسے ستر فرضوں کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے۔ رمضان کا پہلا دہا اللہ کی رحمتوں کے فیضان کا ہے درمیانی مغفرت اور عفو کا اور آخری عشرہ جہنم سے چھٹکارے کا ہے۔ روزانہ ایک فرشتہ ندا کرتا رہتا ہے کہ اے ثواب اور رحمت کے طلبگار و اچھے کاموں پر لگ جاؤ اور اے برے اور گناہ کے کام کرنیوالو گناہ کے کاموں سے رک جاؤ۔

مسلم دوستو! ہمیں چاہیے کہ ان متبرک دنوں میں کثرت سے تلاوت قرآن کریم ذکر اللہ، خیرات و صدقات و زکوٰۃ، وعظ و نصیحت، توبہ و استغفار، مسلمانوں کی خیر خواہی وغیرہ کرتے رہیں اللھم وفقنا۔ انھیں گوناگوں ابدی مسرتوں اور رحمتوں کے حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ جیسی بہترین چیز کو اپنی مہربانیوں سے ہم پر فرض کیا اور قیام اللیل (تراویح) اور اعتکاف وغیرہ امور مسنونہ کو باعث خیر و برکت بنایا فللہ الحمد۔

رمضان شریف کے روزوں کے فضائل | من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (متفق علیہ) یعنی جو مومن رمضان کا روزہ ثواب کیلئے رکھیگا تو علاوہ ثواب مذکورہ بالا کے اسکے سارے پہلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص رمضان میں کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا پانی سے افطار کرائیگا اللہ تعالیٰ اس کے کل گناہوں کو معاف فرمائیگا اور اس کو جہنم سے آزاد کریگا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب بھی عطا فرمائیگا۔ اور جو شخص کسی روزہ دار کو بھر پیٹ کھانا کھلائیگا اللہ تعالیٰ اُسے (افطار کے ثواب کے علاوہ) حوض کوثر سے سیراب کریگا کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا یہانتک کہ جنت میں داخل ہوجائے۔ وغیر ذلک۔

روزہ کو فاسد اور نکما کرنیوالے امور | فحش گندی اور بیہودہ باتیں بکنا چغلی کھانا غیبت کرنا۔ لڑائی جھگڑا کرنا۔ گالی وغیرہ بکنا۔ جھوٹ بولنا وغیرہ روزوں کو نکما اور بے ثواب کردیتے ہیں۔ اللھم احفظنا۔

روزوں کو باطل کرنیوالی چیزیں | دانستہ کھانا پینا۔ قصداً قے کرنا۔ حقہ بیڑی وغیرہ پینا۔ تمباکو پان وغیرہ کھانا۔ مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی یا دوا چڑھانا کہ حلق سے نیچے اُتر جائے۔ کھانا پینا یا جماع کرنا رات سمجھکر حالانکہ صبح ہوچکی تھی یا یہ خیال کرکے کہ سورج ڈوب چکا ہے حالانکہ غروب نہیں ہوا ہے۔ مشت زنی (جلق) یا دانستہ جماع کرنا۔ یہ تمام چیزیں روزہ کو توڑنیوالی اور باطل کرنیوالی ہیں

اور بجز اس آخری صورت (دانستہ جماع کرنا) کے کہ اس میں قضا کے ساتھ کفارہ دینا (دو مہینے پے درپے روزے رکھنا اگر اسکی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا) بھی ضروری ہے باقی اور تمام صورتوں میں وِنیز بیماری، حمل، حیض، نفاس، رضاعت، سفر وغیرہ جائز عذروں کی بنا پر روزہ نہ رکھنے کی صورت میں صرف قضا ہے۔ یعنی جتنے روزے چھوٹ جائیں۔ اتنے ہی روزے رمضان کے بعد پھر رکھ لے۔ بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ یاد آتے ہی فوراً چھوڑ دے۔

بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو ہر ایک روزہ کے بدلے میں فدیہ دیں یعنی ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلا دیا کریں۔

مُردوں کی طرف سے روزہ کی قضا مردوں پر بحالت حیات اگر روزہ یا فدیہ تھا اور بدون ادا کئے مرگئے تو انکے اولیا یعنی قریبی رشتہ داروں کو انکی طرف سے قضا کرنی چاہیئے یعنی ہر ایک روزہ کی جگہ پر روزہ رکھنا چاہیئے۔

سحری اور افطار سحری کھانا مسنون اور باعث خیر و برکت ہے۔ نیز مسلمانوں اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزوں کے درمیان فرق کرنیوالی چیز ہے۔ سحری کیلئے مسنون اور بہتر وقت وہ ہے کہ سحری کھا پی کر فارغ ہوں تو کچھ دیر بعد صبح صادق طلوع ہو جائے اسی طرح افطار کیلئے مسنون اور افضل وقت آفتاب ڈوبتے ہی ہے دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ روزہ افطار کرنیکی دعا اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ پڑھکر کھجوروں سے اگر میسر ہوں ورنہ پانی یا دودھ سے روزہ افطار کرنا مسنون ہے۔

قیام اللیل یا تراویح من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (متفق علیہ) یعنی جو مومن طلب ثواب کیلئے تراویح پڑھیگا اللہ تعالیٰ اسکے سارے گناہ معاف فرمائیگا۔ صحیح حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے تراویح صرف آٹھ رکعت اور مع وتر گیارہ رکعت ثابت ہے بیس رکعت تراویح کسی مرفوع صحیح حدیث یا صحیح اثر سے ثابت نہیں۔ لہذا سنت پر عمل کرنا چاہیئے۔

اعتکاف ھو (المعتکف) یعتکف الذنوب ویجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا (ابن ماجہ) یعنی اعتکاف کرنیوالا ہر قسم کے گناہوں سے باز رہتا ہے اسلئے اُسے ثواب بھی اس بزرگ کے ثواب کے برابر دیا جائیگا جو ہر قسم کی نیکیوں کو کرنیوالا ہے۔ معتکف کیلئے اپنی بیوی سے بوس و کنار اور صحبت وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور مسجد سے باہر جانا بھی جائز نہیں۔ البتہ مجبوری کی صورت میں ضروریات جیسے پیشاب پاخانہ کیلئے باہر جانا جائز ہے۔

صدقہ فطر اگرچہ روزہ دار نیکیوں کا مجسمہ ہوتا ہے مگر پھر بھی معصوم نہیں۔ اُس سے غلطی اور لغزش ہو سکتی ہے بلکہ ہو جایا کرتی ہے لہذا روزوں کو اس سے پاک کرنیکے لئے صدقہ فطر فرض کیا گیا۔ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طھر الصیام من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین الحدیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا ہے تاکہ روزوں کو فحش اور لغویات سے پاک کر دیا جائے اور مسکینوں کیلئے خوراک بھی ہو جائے۔ صدقہ فطر ہر شخص پر فرض ہے جسکے پاس عید کے روز اپنی اور اپنے بال بچوں کی ۴۴ باپ کو اولاد کیطرف سے شوہر کو دینا ہوگا۔ صدقہ فطر ان چیزوں سے جو وہاں عام طور پر کھائی جاتی ہیں ایک صاع حجازی ہر ایک کی طرف سے دینا چاہیئے۔ صدقہ فطر عید کے دن صبح صادق کے بعد اور عیدگاہ جانے سے پہلے مسکینوں پر تقسیم کر دینا چاہیئے +

۴۴ خوراک سے زائد اسقدر موجود ہے کہ اپنے ہر ایک متعلقین مذکورین کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر سکے۔ صدقہ فطر ہر ایک بالغ نابالغ [illegible]

مستحبات عید | عید کے دن نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہننا خوشبو ملنا طاق کھجوریں اگر میسر ہوں ورنہ کوئی میٹھی چیز کھا کر تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ) پکارتے ہوئے پیدل عیدگاہ جانا چاہئے اور بعد فراغت راستہ بدل کر واپس آنا چاہئے۔

عید کی نماز | عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ عید کی نماز کا وقت آفتاب کی روشنی پھیلجانے سے لیکر دوپہر سے پہلے تک ہے لیکن اول وقت پہ ادا کرنا مسنون ہے۔ عید کی نماز بغیر اذان واقامت کے صرف دو رکعت ہے جسکی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہی جائیں گی۔ اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے علاوہ قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔ ان تکبیرات (زوائد) کے ساتھ رفع الیدین کسی مرفوع صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ بعد نماز عید خطبہ اور وعظ کہنا اور سننا مسنون ہے۔ خطبہ سامعین کی زبان میں ہونا چاہئے۔

شش عیدی روزے | حدیث شریف میں ہے کہ بعد عید عید ہی کے مہینہ میں پے درپے یا ناغہ کرکے چھ روزے رکھنے سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

معدنِ علم وحکمت، کاشانۂ امن وراحت دارالحدیث رحمانیہ دہلی

کے متعلق

طلبہ کا حقیقت افروز بیان

مدرسہ کا تعلیمی سال ختم ہوچکا ہے اور اب تقریباً دو مہینے کی مدرسہ میں تعطیل رہیگی۔ اسلئے ہم بھی اب اپنے اس علمی گہوارہ کو الوداع کہتے ہوئے اپنے اپنے وطن کو جارہے ہیں۔ ہم میں اکثر تو ایسے ہیں جن کیلئے یہ ایام تعطیل "وقفہ راحت" ہیں۔ انھیں پھر اپنے گوہر مقصود کی طلب میں اس بحر عمیق کی تہ تک پہنچنے کیلئے "سفینۂ رحمانیہ" ہی کیطرف رجوع کرنا ہوگا۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو اس منزل کو طے کر چکے، اور اب نئی ذمہ داریوں کے ساتھ ایک دوسری راہ پر لگ گئے ہیں۔ پس ہم مدرسہ کی اس (ظاہری) عارضی یا قطعی مفارقت کے باوجود، اس کی محبت وعقیدت کے جو جذبات اپنے قلوب کی گہرائیوں میں موجزن پاتے ہیں ان کا اظہار آپ کے سامنے بھی کرنے کو جی چاہتا ہے۔ گو الفاظ ان کی پوری ترجمانی نہیں کرسکتے، لیکن تاہم ہم کوشش کرینگے کہ انکا کچھ دھندلا سا ہی عکس آپ کی نظروں کے سامنے آجائے۔

مدرسہ کے مرحوم مہتمم حضرت میاں صاحب برد اللہ مضجعہ ونور مرقدہٗ مدرسہ کے مہتمم ہی نہیں، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ مدرسہ کی جان مدرسہ ہی کی نہیں، بلکہ ہم سب کی روح تھے۔ ان کی غیر متوقع وفات سے مدرسہ کی در ودیوار پر مُردنی چھاگئی، اور ہم سب بے حس وحرکت ہوگئے۔ لیکن اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور بے شمار احسان ہے کہ یہ خطرناک کیفیت تھوڑی ہی دیر کے بعد زائل ہوگئی۔ خدائے وہّاب کے ایک باہمت بندے کی معجز نما مسیحائی نے پھر روحوں میں تازگی، دلوں میں ولولے پیدا کردیئے۔ پھر گلشن "رحمانیہ" کی کلیوں میں وہی شگفتگی ورعنائی، اور پھولوں میں وہی عطر بیزی ودلربائی پیدا ہوگئی۔ رب حکیم وخبیر نے اگر بخشش و

"عطا" کا ایک دروازہ بند کیا، تو اسی مسبب الاسباب مالک وقدیر نے اپنے دین کی خدمت کیلئے ہمیں فضل وانعام کا ایک دوسرا سرچشمہ "ھبہ" کردیا۔ یعنی مرحوم کے بعد بھی ان کا جاری کردہ کوثر علم، ان کے لائق فرزند، جواں سال وجواں ہمت صاحبزادے جناب شیخ حاجی **عبد الوہاب** صاحب مدظلہ العالی کی فیاضیوں کی بدولت آج بھی دنیا کو ویسے ہی شاد کام کررہا ہے جیسے خود مرحوم کی زندگی میں ـــــ واقعی یہ درسگاہ علم وحکمت کا معدن، اور امن وراحت کا کاشانہ ہے۔ علم دین کے حقیقی طالب کیلئے ایسے بہترین اسباب اور ایسا مناسب ماحول ہمیں نظر نہیں آتا۔ ایک طرف اگر لائق، جیّد، فاضل، اور محقق اساتذہ ہیں تو دوسری طرف ایک نہایت عظیم الشان جامع کتب خانہ ہے، جس میں ہر قسم کی مذہبی سیاسی، ادبی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی کتابیں موجود ہیں، جو ہمارے معلومات کی ترقی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ایک طرف اگر اساتذہ کی نگرانی میں ہمیں عربی واردو تقریروں اور مناظروں کی مشق کرائی جاتی ہے تو دوسری طرف دینی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہمیں مضمون نگاری سکھانے کیلئے ایک ماہوار علمی وتبلیغی رسالہ بھی جاری کردیا گیا ہے۔ ایک طرف اگر ہمیں مذہبی مسائل ودلائل سے روشناس کیا جاتا ہے، تو دوسری طرف ملک کے حالات اور زمانے کی رفتار سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے بیسیوں اخبارات ورسائل بھی منگائے جاتے ہیں۔

جہاں ہماری روحانی واخلاقی تربیت کے انتظامات اتنے ہیں، وہاں ہماری جسمانی راحت کے بھی سینکڑوں اسباب ہیں۔ دونوں وقت باقاعدہ پکی پکائی اچھی غذا، پینے کا ٹھنڈا پانی، درسگاہوں اور مسجد میں بجلی کے پنکھے اور روشنی، ضرورتمندوں کو کپڑے۔ جوتے۔ جاڑوں میں لحاف، کمبل، اونی قمیصیں، روئی دار بنڈیاں وغیرہ۔ ہماری صحت کی نگرانی کیلئے ایک ڈاکٹر کا تقرر، حجامتیں درست کرنے کیلئے ایک حجام کی مستقل ملازمت، لالٹین، تیل، صابون، چارپائی، یہانتک کہ کتابیں بھی پڑھنے کیلئے عاریۃً مدرسہ ہی سے دی جاتی ہیں۔ الغرض ضرورت کے تمام سامان خود مدرسہ کی جانب سے مہیا ہیں، اسلئے ایک علم کے جویا کیلئے اتنی فارغ البالی اور قلبی اطمینان کے ساتھ تحصیل علم کا موقع کہیں نہیں مل سکتا پس بے ساختہ دل سے دعا نکلتی ہے کہ الٰہی! اس مدرسہ کے مرحوم مہتمم پر اپنی بے شمار رحمتیں اور بے حساب برکتیں نازل فرما اور ان کے جاری کردہ چشمۂ فیض کو تا قیامت رواں ودواں رکھ۔ اور اس کے موجودہ مہتمم صاحب کے نیک ارادوں میں بلندی اور بلند حوصلوں میں خلوص وپختگی عطا فرما۔ انھیں ہر قسم کی پریشانیوں اور کلفتوں سے مامون ومحفوظ رکھ اور دونوں جہان کی کامرانیوں وسربلندیوں سے نواز۔ آمین اللہم آمین۔

ہم انھیں ذاتی تجربات وعینی مشاہدات کی بنا پر اپنے طالبانِ علم بھائیوں سے بھی سفارش کرتے ہیں کہ اگر واقعی وہ علم دین کا صحیح شوق رکھتے ہیں، اور ہر طرح کی دلجمعی ویکسوئی کے ساتھ اس میں کمال پیدا کرنا چاہتے ہیں تو انھیں بجز دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے ہرگز کسی دوسری درسگاہ کا رُخ نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلئے کہ بقول ناظم مرحوم ؎

ایسی راحت ایسی شفقت اور پھر علمی کمال ✤ واقعی "رحمانیہ" ہے درسگاہِ بے مثال

جلال الدین مرشد آبادی۔ عبد العفو فلسفی عظیم آبادی۔ الطاف الرحمن بستوی۔ محمد امین شوق مبارکپوری۔ عبد الشکور مولوی عالم۔ عبد الرحیم مدبر پنجابی۔ شاہ محمد حمید الحق گیلانی۔ محمد ادریس آزاد اعظمی۔ محمد حسن احسن گونڈوی۔ عبد الغنی حامد

امرتسری۔ محمد اقبال الیمن گونڈوی بقلم خود۔ ابو سعید امام الدین امام مظفر نگری۔ عبدالعزیز عزیز ہوشیارپوری۔ حبیب الرحمٰن خانپوری
عبدالباری شمیم دربھنگوی۔ عبدالشکور اختر گیاوی۔ محمد اکبر عفی عنہ۔ محب اللہ خان۔ عبدالغفور محمد بن محی الدین مالاباری غلام شم
فاروق پنجابی۔ عبداللہ مصنطر اعظمی۔ بشیر احمد رنگوی۔ محمد وکیل الدین۔ محمد یوسف کمیرپوری۔ عبدالقادر۔ عبدالرحمٰن۔ ابوالبرکات
بستوی۔ فضل الرحمٰن۔ ابوالکلام اڑیسوی۔ محمد طہٰ۔ عبداللہ لاہوری۔ محمد رمضان نسیم اڑیسوی۔ محمد نجدی۔ محمد اکرم شاہ۔ محمد
اسمعیل پنجابی۔ محمد ٹونکی۔ محمد سیف الرحمٰن مدنی۔ ابوالمکارم عبدالقیوم۔ محمد محمود۔ محمد احمد۔ عبدالرحمٰن جاوی۔ محمد حامد۔ محمد اکبر پنجابی
محمد عبدالسلام گیاوی۔ عبدالستار ٹونکی۔ محمد عتیق ٹونکی۔ عبدالحمید بستوی۔ محمد شمس الدین شمس گیاوی۔ عبیداللہ سردول گڈھی۔
ضیاء الدین ضیا الہ آبادی۔ محمد عبدالخالق خالدی جیپوری۔ عبدالحنان عباس جاوی۔ ریاض الدین بنگالی۔ میزان الرحمٰن
بنگالی۔ محمد عثمان پنجابی بقلم خود۔ عبدالعزیز لبکوہری۔ عبیدالرحمٰن بہاری۔ سید عتیق الرحمٰن۔ محمد یوسف۔ حبیب اللہ بقلم خود
محمد یعقوب رنگونی بقلم خود۔ مقبول احمد بقلم خود۔ عبدالوہاب سندھی بقلم خود۔ عبیداللہ تبتی۔ محمد علی تبتی۔ عبدالغنی علی جاوی۔
محمد رملی جاوی۔ عبدالوہاب بُردان اِنڈونیسیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمد اللہ ونشکره علی نعمه التی لا تحصی کما اننا نحمده علی توفیقه لهذه المدرسة المنشئة لوجهه تعالی بالخلفاء الصالحین لها القائمین باحسن نظام واعدل حال واکمل ترتیب فقد قام الشیخ عبدالوهاب خلیفة ابیه باتم الاحوال من کل جهة وقد زاد علی ابیه فی بعض الشئون کشدید ه علی الطلبة عند الصلوة یعنی تشدیده علی حضور الجماعة ولم یترك لهم وقت الامتحان وبعض التعمیرات لراحة الطلبة ورأینا منه تفقد احوال الطلبة الذین یحتاجون الی ثوب او ما ینبههم واما لوازم الطلبة والمعلمین من اکل وشرب وغیر ذلك فقد اهتم بها اشد الاهتمام وحسنها، الله یوفقه ویساعده ویهدیه ویغفر للمرحوم ویسکنه جنته ولا یحرمنا فی مصیبتنا ویخلفنا خیرا منها وصلی الله علی محمد وآله وسلم۔ عبداللہ بن محمد القرعاوی النجدی

تائیدات حضرات اساتذہ کرام

منبع علم وحکمت مدرسہ رحمانیہ سے متعلق طلبہ رحمانیہ کے ذاتی تجربات اور عینی مشاہدات جو انھوں نے تحریر بالا میں ظاہر کئے ہیں بالکل صحیح اور درست ہیں حضرت میانصاحب نور اللہ ضریحہ کی زندگی میں مدرسہ جس شان کے ساتھ قائم تھا اور اپنے فیض سے دنیائے اسلام کو مستفیض کر رہا تھا انکے ارتحال کے بعد بھی ان کے بلند ہمت صاحبزادے جناب شیخ عبدالوہاب صاحب دام مجدہم کے اہتمام میں انھیں سابقہ روایات کے ساتھ قائم رہ کر علم ودین کی خدمت کر رہا ہے۔ میں یقین کے ساتھ لکھتا ہوں کہ مدرسہ رحمانیہ جن بہترین خصوصیات کا جامع ہے ہندوستان کی دوسری درسگاہیں ان سے خالی ہیں۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اللہ تعالیٰ علم ودین کے اس سرچشمہ کو ہمیشہ باقی رکھے اور مہتمم صاحب کے عمل میں زیادہ سے زیادہ خلوص عطا فرما کر انکی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور انکو اپنی برکتوں اور نوازشوں سے ہمیشہ نوازتا رہے اور حضرت میانصاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے آمین۔

عبیداللہ رحمانی مبارکپوری مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی ۲۸ رجب ۵۷ھ

بلاریب طلبہ کا مذکورہ بالا بیان بالکل صحیح ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ اپنی نعمتوں سے نوازتا رہے اور ان کے خلف الرشید جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ زید مجدہ کی عمر دراز کرے اور مال و دولت میں بے پایاں برکتیں عطا فرمائے اور ان کو اپنی دینی خدمات کی بیش از بیش توفیق بخشے۔ آمین۔ حکیم محمد بشیر رحمانی مبارکپوری مدرس

محدث کے آئندہ صفحات پر "تاریخ رحمانیہ بابت ۱۳۵۷ھ" کے عنوان سے جو میرا مضمون شائع ہو رہا ہے وہ دراصل طلبہ کے اسی بیان کی مفصل اور مدلل تائید ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد مدرسہ کے ساتھ اس کی دینی و علمی خدمات کی بنا پر میری عقیدت و محبت کے بے پناہ جذبات کا آپ کو کسی قدر اندازہ ہو سکیگا کہ جسے کاغذ پر رکھدیا ہے کلیجہ نکالکر۔

نذیر احمد املوی رحمانی مدرس و مدیر رسالہ محدث دہلی

خزینۃ العلوم والفنون مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے متعلق طلبا رحمانیہ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں انکی تصدیق و تائید کرتا ہوں یہ مدرسہ طلبا کو نہ صرف مذہبی تعلیمات سے روشناس کراتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رفتار زمانہ اور دنیاوی ضروریات و وقتی مسائل سے بھی خبردار کرتا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحب مرحوم کی قبر کو منور کرے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت کرے اور ان کے صاحبزادے محترم جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب مدظلہ العالی کو اپنی برکتوں سے نوازتا رہے اور علم و ملت کی خدمت کی بیش از بیش توفیق ارزانی کرے آمین۔ عبدالرحمن رحمانی طالب اعظمی مدرس

میں میاں صاحب مرحوم جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب روح اللہ روحہ اور ان کے بعد انکے خلف الرشید جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب زاد اللہ شرفہ و مجدہ کے دینی خدمات۔ اشاعت علوم۔ طلبہ کے آرام و راحت۔ علمی اخلاقی ہر قسم کی بہبودی میں جانی و مالی نثار۔ کمال جد و جہد۔ غایت درجہ کی فیاضی۔ بچشم خود معائنہ کر کے صدق دل سے طلبہ رحمانیہ دہلی کے مذکورہ بالا بیان کیساتھ عقیدت رکھنے اور اسکی تصدیق کرنے پر مجبور ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کی مذہبی قربانیاں۔ مدرسہ مذکورہ کا حسن سلسلہ نظام و اہتمام نہ صرف قابل داد و تعریف ہے بلکہ اولی الابصار کے اقتدار و اعتبار کیلئے عملی نمونہ ہے۔ خداوند قدوس مرحوم کو ابدالآباد اپنے غیر معمولی نعماء میں شاد و خرم رکھے۔ اور ان کے پسماندگان کے عز و مجد کو بڑھا کر دینی خدمات کے انجام دہی کیلئے اس سے زیادہ توفیق عطا فرماوے۔ آمین　　عبدالحلیم عفی عنہ مدرس مدرسہ مذکورہ

حامداً و مصلیاً۔ حضرات طلبا نے جو دارالعلوم رحمانیہ کے حسن انتظام کی بابت تحریر کئے ہیں وہ سب واقعی اور یقینی ہے۔ مزید براں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بفحوائے (الولد سر لابیہ) جتنے محاسن اور خوبیاں ذات گرامی جناب عالی میاں عطاء الرحمن صاحب مرحوم و مغفور قدس سرہ میں تھے وہ تمام کے تمام آپکے خلف الرشید میاں عبدالوہاب صاحب میں موجود ہیں۔ والد ماجد کی طرح روزانہ حضرات علماء و طلبا مدرسہ کی دیکھ بھال کی غرض سے تشریف لاتے ہیں اور خندہ پیشانی سے سب کے ساتھ پیش آتے ہیں کل طلباء اور علماء کی ضرورتوں کو نہایت فراخدلی کے ساتھ حسبۃً لوجہ اللہ پورا کر دیتے ہیں خداوند تعالےٰ اس محسن اور محب العلماء والطلبا جانثار دین و ملت کو تا زمانہ دراز آفات و بلیات زمانہ سے محفوظ رکھے اور دارالعلوم رحمانیہ پر ہمیشہ کیلئے ان کے سایۂ عطوفت کو برقرار رکھے ؎ تا فلک گردندہ باشد سایۂ فیض پائندہ باد ۔ آفتاب دولتش بر بندگان تابندہ باد ۔ اللہم آمین۔ احقر محمد شریف اللہ غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم جناب شیخ صاحب مرحوم یگانہ روزگار ربانی مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ وسابق مہتمم صاحب کے دینی خدمات وکرم وسخا کا بیان اس ناچیز سے نہیں ہو سکتا ثروۃ و محاسن و کمالات کا مجمع تھے خداوند کریم آن جہانی کو اپنے جوار رحمت اور اعلیٰ طبقہ جنت میں جگہ دیوے اور مرحوم کے فرزندان ارجمندان کے مال وجان میں برکتیں عنایت کریں۔ خصوصاً میاں عبد الوہاب صاحب مہتمم مدرسہ جو کہ دینی امور وانتظام مدرسہ میں مرحوم کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ نے مدرسہ کے انتظام کے حق میں جو کچھ لکھا ہے میں اسکی تصدیق کرتا ہوں۔ نیز اگر میں یہ ظاہر کروں تو بیجا نہ ہوگا کہ مدرسہ رحمانیہ کی طرح پابندی اوقات سے تعلیم و عدم ناغہ و اوقات صلوٰۃ و رہائش طلبہ و سامان راحت برائے اساتذہ وطلبہ کی نظیر کسی دوسری درسگاہ میں نہیں ملیگی جسکو شک ہو خود آکر دیکھے ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ آخر میں نیازمندی کی دعا ہے کہ یہ چشمہ فیض تاقیامت جاری رہے اور اس کے بانیان و مددگاروں کو جنت فردوس عنایت فرماویں اور اپنی مرضیات کی توفیق دیویں آمین ثم آمین

کمترین اصحاب الدین کان اللہ لہ کیمبلپوری مدرس دار الحدیث رحمانیہ دہلی

تمنائے عاجز

(از جناب عبد الرحمن صاحب عاجز مالیرکوٹلہ)

مست و مخمور رہوں بے خود و سرشار رہوں
یا خدا تیرا سدا طالب دیدار رہوں

ساقیا بخش وہ جام مئے توحید مجھے
جس کو پی کر کسی شئے کا نہ طلبگار رہوں

راہ الفت میں کچھ اس طور سے کھو یا جاؤں
اپنی ہستی سے بھی ہرگز نہ خبردار رہوں

چین ہو دل کو مرے ذکر ہو اللہ احد
پس رحلت بھی اسی نشہ میں سرشار رہوں

خلق ہو جس گھڑی محو شب خواب راحت
میں تری یاد میں تب دیدۂ بیدار رہوں

امن و آرام جہاں تیری رضا کے صدقے
تو جو راضی ہو تو اپنوں سے بھی بیزار رہوں

پرزے پرزے ہوں مرے جسم پہ سارے کپڑے
ایک اشکوں کا فقط پہنے ہوئے ہار رہوں

کہکے دیوانہ مجھے مارتے پتھر ہوں بشر
سہتا فرحت سے ہر ایک کلفت و آزار رہوں

صورت شمع فروزاں ہو جو ظاہر تو کبھی
بن کے پروانہ میں جاں دینے کو تیار رہوں

سامنے تو ہو یہ عاجز ہو ترا سر بسجود
بس اسی حال میں اے کاش گرفتار رہوں

تاریخ رحمانیہ بابت ۱۳۵۷ھ

(از نذیر احمد املوی رحمانی مدرس مدرسہ رحمانیہ و ایڈیٹر رسالہ محدث دہلی)

رسالہ محدث کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہم دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے کوائف کی ترجمانی کرتے ہوئے، ہمیشہ اس کے ضروری اور قابل ذکر حالات وواقعات سے اپنے ناظرین کو مطلع کرتے رہتے ہیں اور پھر جب اسکا تعلیمی سال ختم ہوجاتا ہے تو اخیر میں انھیں حالات کو "تاریخ رحمانیہ" کے عنوان سے ہم اکٹھا کردیتے ہیں، تاکہ اس علمی درسگاہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کے منتشر علمی وتفریحی تذکروں کو یکجا پاکر "قند مکرر" کا لطف حاصل کریں۔ اسلئے کہ ؎

هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

چنانچہ اس سال کے ضروری کوائف سے بھی ہم آپ کو مہینوں کی ترتیب سے مطلع کرنا چاہتے ہیں

ماہ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق دسمبر ۳۷ء وجنوری ۳۸ء

آغاز تعلیم | تاریخ افتتاح کے اعتبار سے مدرسہ کا یہ اٹھارہواں سال ختم ہوا ہے۔ اس سال کا آغاز اور مدرسہ کی تعلیم کی ابتدا اکی مرتبہ ایک نئی شان کے ساتھ یوں ہوئی کہ ۴ ر شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۸ ر دسمبر ۱۹۳۷ء یوم شنبہ (ہفتہ) کو علی الصباح مدرسہ کے وسیع ہال میں ہر ہر مدرس کیلئے الگ الگ قالینیں اور دریاں بچھادی گئیں۔ استاد اور شاگرد دونوں کے سامنے (کتابیں رکھنے کیلئے) تپائیاں رکھدی گئیں۔ بجلی کے قمقمے روشن کردیئے گئے۔ کتابوں کے شروع ہونے کا جو پروگرام پہلے سے شائع کردیا گیا تھا، اس کے مطابق ہر جماعت کے لڑکے اپنی اپنی کتابوں کو لیکر تیار تھے۔ اطلاعی گھنٹہ بجتے ہی تمام اساتذہ اور طلبہ اس کمرے میں داخل ہوئے اور اپنی اپنی معینہ جگہوں پر بیٹھ گئے۔ ابھی درس نہیں شروع ہوا تھا کہ حضرت میاں صاحب (آہ! جو اس محفل کی رونق، اور گلشن کی بہار تھے، لیکن آج مرحوم ہیں رَحِمَهُ اللهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ) مولانا محمد صاحب کی معیت میں نہایت متواضعانہ اور متشکرانہ انداز میں ہمارے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ اسوقت ان کے نورانی چہرے کی جگمگاہٹ اور غیر معمولی بشاشت، ان کے اس قلبی تاثر اور دلی مسرت کی پوری ترجمانی کر رہی تھی، جو دین اور علم دین کی ٹھوس خدمت کے اس روح پرور نظارے سے ان کی رگ رگ میں دریا کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ہم محسوس کر رہے تھے کہ دل کی گہرائیوں میں کوئی بے پناہ جذبہ ہے جو پیغام مسرت بنکر منہ سے نکلنا چاہتا ہے چنانچہ سب کے سب ہمہ تن گوش بنکر آپ کی طرف متوجہ ہوگئے۔

خطبۂ ناصحانہ | آپ نے اساتذہ اور طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بلیغ خطبہ دیا۔ جس میں علما اور طلبہ دونوں کیلئے مفید ہدایتیں اور نصیحتیں ہیں۔ یہ مرحوم کا آخری خطبہ ہے جو طالبان علم دین کیلئے نصیحت وہدایت کا ایک بہترین مجموعہ ہونے کے علاوہ خود ان کے حقیقی جذبات کا بھی پورا ترجمان ہے۔ اسلئے ہم اُسے پھر آپ کے سامنے دہرانا چاہتے ہیں۔ آپنے فرمایا

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

؎ یعنی وہ مشک ہے اسکو جتنا ہی رگڑو گے اسکی خوشبو پھیلتی ہی جائیگی ۱۲

اما بعد: میں اپنے مدرسہ کے طلبہ کو مثل اپنی اولاد کے سمجھتا ہوں۔ میں ان کی علم دین کی مبارک طلب کا خیر مقدم کرتا ہوا ان سے عرض پرداز ہوں کہ اس مدرسہ سے میری اصلی غرض توحید وسنت قرآن وحدیث کی اشاعت ہے۔ اسی اہم غرض کی تحصیل کیلئے میں اپنے کاروبار اور اشغال کو خیرباد کہہ کر آپ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میرے لئے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کی راحت ثابت ہوں گے آپ جس پاک علم کو حاصل کرنے کیلئے یہاں آئے ہیں اس کی تحصیل پوری جدوجہد سے کریں گے ساتھ ہی اس تعلیم کا بہترین نمونہ اپنے تئیں بنانے میں کوئی کمی نہ کریں گے۔ اپنے اخلاق وعادات کو سنتِ رسولؐ کی پابندی کے رنگ میں رنگ دینگے اور مجھے کبھی شکایت کا موقع نہ دیں گے۔

نماز کی نگرانی اور اسے مسنون طریق پر ادا کرنا یہ آپ کا پہلا فریضہ ہے اذان سنتے ہی مسجد میں حاضر ہو جایا کریں آدابِ مسجد ہر وقت ملحوظِ خاطر رہیں۔ نماز کی غیر حاضری مجھ پر بہت شاق گذرتی ہے اپنے اسباق کے وقت غیر حاضر نہ رہیں اپنے اساتذہ کے ادب اور ان کے احترام میں کبھی کسی طرح کی کمی نہ کریں آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہیں کوئی جھگڑا فساد بدزبانی حسد وبغض کسی کو کسی سے نہ ہونا چاہئے۔ میں نے تمہارے لئے مطبخ کا مکمل انتظام کر رکھا ہے وہاں ادب کے ساتھ سنت کے مطابق کھانا آرام کھاؤ وہاں کی اگر کوئی شکایت ہو تو مجھ سے بے دھڑک کہو بلکہ کسی قسم کی بھی کسی کو کسی سے شکایت ہو تو یہ عاجز دن بھر یہاں موجود رہتا ہے فوراً مجھ سے آکر کہو پھر انشاء اللہ شکایت باقی نہ رہے گی۔ مدرسے کے قواعد کو ہر وقت پیش نظر رکھو اور ان کی خلاف ورزی سے مجتنب رہو۔ اپنے اپنے کمروں کی، جسم کی، کپڑوں کی صفائی کا ہر وقت خیال رکھو۔ اپنے سبق کو سمجھ کر پڑھو جو چیز جبتک صحیح طور پر سمجھ نہ لو آگے نہ پڑھو۔ اپنا پورا وقت اسی کے یاد کرنے اور سمجھنے میں صرف کر دو۔ غفلت میں اپنا وقت ہرگز نہ کھو نا بری صحبتوں سے بچتے رہنا۔ فضولیات سے پرہیز کرنا۔ جو بات تمہیں تمہارے بھلے کی کہی جاوے اس پر عامل رہنا کوئی امر تمہیں اگر پیش آئے مجھ سے مشورہ کر لیا کرنا انشاء اللہ تم مجھے اپنا خیر خواہ دردمند اور ناصح پاؤگے میں تمہاری بہی خواہی اور ترقی میں ہمیشہ کوشاں رہونگا انشاء اللہ، تمہاری جسمانی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اپنے مدرسے میں ورزش کی بہترین صورت بھی مہیا کر دی ہے تم بعد از فراغت تعلیم اسمیں شامل ہو کر اپنی طاقت بنائے رکھنے کی راہ اختیار کر سکتے ہو۔ میں نے تمہاری تندرستی کے پیش نظر ایک ڈاکٹر صاحب کا بھی انتظام اور تقرر کر رکھا ہے جو ہر شام کو مدرسے میں خود آتے ہیں۔ خدانخواستہ تم میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو تو ان سے کہکر اپنا علاج معالجہ مدرسہ کی طرف سے کرا سکتے ہو۔

میرے پیارے بچو! جہاں تم اپنا باطن تقوے سے سنوارو گے وہاں تم اپنا ظاہر بھی اتباع سنت میں رنگ لو۔ ڈاڑھی مونچھ شکل وصورت لباس۔ بول چال، کھانے پینے آنے جانے۔ بیٹھنے اٹھنے، سونے جاگنے غرض ہر کام کے طریقوں میں اتباع سنت کا نور چمکتا ہوا نظر آنا چاہئے۔ میں اپنے مدرسے کے اساتذہ اور مدرسین کرام سے بھی باادب عرض کرونگا کہ ان پردیسیوں کو مثل اپنی اولاد کے سمجھیں اور محبت وشفقت کے ساتھ ان سے پیش آئیں اور جو کچھ جناب باری نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو دے رکھا ہے آپ اس کا حصہ انھیں بھی پہنچائیں ساتھ ہی ساتھ ان کے اخلاق وعادات کی اصلاح بھی فرماتے رہیں آپ ہی میرے دست وبازو ہیں اور مدرسے کی نیکنامی کا مدار آپ ہی کی کوششوں پر ہے مجھے بفضل خدا آپ پر پورا اعتماد ہے

اور خدا کو سونپنے کے بعد میں اپنے مدرسے کے کل امور میں آپ کی مساعدت کا خواہاں ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی ان تھک دینی محنتوں کا نیک معاوضہ اور اجر جمیل عطا فرمادے۔ آمین۔

میں دوبارہ اپنے طالب علموں کو مرحبا کہتے ہوئے انھیں امید دلاتا ہوں کہ وہ انشاء اللہ یہاں اپنے گھر کی سی راحت پائیں گے اور مجھے اپنی ہر طرح کی خدمت میں منہمک دیکھیں گے تاوقتیکہ وہ علم کے حاصل کرنے میں اور اپنے اخلاق و عادات کو مطابقِ سنت درست کرنے میں اور مدرسے کے قواعد کا احترام کرنے میں پہلوتہی نہ کریں۔

آج مدرسے کے اٹھارہویں تعلیمی سال کا افتتاح ہے لو اب بسم اللہ کرو اور اپنے اسباق شروع کرو میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے اپنے دین کی راہیں آسان کرے اور بھلائی کے ساتھ تمہیں تمہارے نیک اور اہم مقاصد میں جلد تر کامیاب فرمائے آمین

میں ہوں آپ سب کا خادم

عطاء الرحمٰن (مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق فروری ۱۹۳۸ء

جشن عید اضحیٰ جس شان کے ساتھ تعلیم کا آغاز ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ اسی شان کے ساتھ اس کا سلسلہ جاری رہا۔ طلبہ اور مدرسین برابر اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ تاآنکہ خیر و خوبی کے ساتھ عید اضحیٰ کے دن آگئے۔ ابھی جاڑوں کی شدت کی وجہ سے لوگوں میں نئے نئے لحاف، اونی کمبل، روئی دار بنڈیاں وغیرہ تقسیم ہو چکی تھیں لیکن مرحوم مہتمم صاحب نے اپنی مشفقانہ عادت کے مطابق ایک مرتبہ پھر تمام لڑکوں کا جائزہ لیا، جن غریب طالب علموں کے پاس عیدی سامان نہیں تھا، اس کا بندوبست کیا۔ کسی کو ٹوپی دلوائی کسی کو جوتے پہنائے۔ کسی کیلئے جوڑے بنوائے۔ عشرۂ ذی الحجہ میں روزے رکھنے والوں کیلئے باقاعدہ سحری اور افطار کا انتظام کر دیا۔ ۹ سے لیکر ۱۳ ذی الحجہ تک (۵ روز) کی مدرسہ میں تعطیل رہی۔ عید کے دن علی الصباح مدرسہ کا پورا اسٹاف اور تمام طلبہ حسب استطاعت اچھے اچھے لباس پہنکر، نمونہ سلف حضرت مولانا نواب محمد ضمیر الدین صاحب کے پیچھے، سنت کے مطابق اول وقت پر نماز ادا کرنے کے خیال سے، عیدگاہ کی طرف بلند آواز سے تکبیریں پکارتے ہوئے جوق در جوق روانہ ہوگئے۔ نماز سے فارغ ہوکر سب لوگ میاں صاحب مرحوم کے دولت خانہ پر چلے گئے۔ جہاں اُن کیلئے ایک بالاخانہ مخصوص کر دیا گیا۔ سب سے پہلے چینی کی تشتریوں میں بہترین قسم کی مٹھائیاں اور قسم قسم کے فروٹ (میوے) چنکر پیش کئے گئے۔ اس نفیس اور لذیذ ناشتے سے فارغ ہوکر طلبہ اپنی تفریحات (شعر و شاعری وغیرہ) میں مصروف ہوگئے۔ اور خود حضرت میاں صاحب مرحوم ان پردیسیوں کیلئے جلدی کھانا تیار کرانے کے خیال سے قیمتی دنبوں کی قربانی میں مشغول ہوگئے۔ شہر کا ممتاز باورچی اس گوشت کے پکانے کیلئے پہلے سے موجود تھا۔ ذبح کرنے کے بعد فوراً ان کی بوٹیاں بنواکر باورچی کے حوالہ کر دی گئیں۔ ابھی ہم اپنی دلچسپیوں ہی میں تھے کہ تقریباً ۱۱ بجے کھانے کیلئے دسترخوان چن دیا گیا لذیذ گوشت اور بہترین باقر خوانیاں کھا کر ابھی فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ مرحوم جو وقت کا سخی، زمانے کا حاتم تھا، نقد روپیوں سے بھری ہوئی جھولی لیکر غریبوں کے مجمع میں پہنچ گیا۔ اور تمام حاضرین میں اس فیاضی سے تقسیم کیا کہ آن کی آن میں ساری تھیلی خالی کر دی، اس کے بعد بھی

چار روز تک دعوتیں ہوتی رہیں۔ اور نہایت پُر لطف طریقے پر یہ دن گذرے ۔

محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق مارچ ۳۸ء

سہ ماہی امتحان ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق فروری ۳۸ء کے آخری ہفتہ میں طلبہ کو سہ ماہی امتحان کی تیاری کیلئے ایک ہفتہ کی مہلت دیکر ۲ محرم ۵۷ھ مطابق ۵ مارچ ۳۸ء یوم شنبہ (ہفتہ) سے باقاعدہ تحریری امتحان شروع ہوا۔ روزانہ تقریباً تین پرچے ہوکر ۴ محرم مطابق ۷ مارچ یوم دوشنبہ کو ختم ہوگیا۔ ۵ محرم مطابق ۸ مارچ کو مدرسہ میں تعطیل رہی۔ مدرسہ کے تمام طلبہ و مدرسین اپنی جسمانی راحت اور دماغی فرحت کیلئے اسی دن دہلی کے تاریخی باغ "روشن آرا" میں چلے گئے۔ جہاں آزادی کے ساتھ مختلف تفریحی کھیلوں میں لڑکے مشغول رہے۔ تقریباً ۱ بجے کھانا کھایا جو خاص اہتمام سے اس موقع کیلئے تیار کرایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد مہتمم صاحب مرحوم نے (جو خود بھی ایسے مواقع پر غریب اور بے وطن طالب علموں کی عزت افزائی کیلئے نہایت گرمجوشی اور محبت و شفقت کے ساتھ ہمیشہ شرکت کیا کرتے تھے) امتحان میں اپنی اپنی جماعتوں میں صرف اول آنے والوں ہی کو ان کے نتیجوں سے آگاہ کردیا۔ اور باقی لڑکوں کے نتائج مخفی ہی رکھے گئے۔ کیونکہ بعض ان میں ایسے بھی تھے، جو بد قسمتی سے ناکام ہوگئے تھے۔ اسلئے رحمدل مہتمم صاحبؒ نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس خوشی کے موقع پر ان کی دلشکنی کا کوئی سبب پیدا ہوجائے ۔

نتیجہ مجموعی حیثیت سے بحمد اللہ بہت اچھا رہا۔ جماعت میں اول آنیوالوں کو دو دو روپے نقد انعام دیئے گئے۔ جنکی مجموعی تعداد ۱۸ روپے ہے ۔

عاشوراء محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کو تقریباً تمام اساتذہ و طلبہ نے روزے رکھے۔ اسلئے ان دونوں دنوں میں چھٹیاں رہیں۔ سحری اور افطاری کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوا۔ دسویں تاریخ کو شام کے وقت مہتمم صاحب مرحوم نے سب کی دعوت کی۔ اپنے ہی دولتکدہ پر پُر تکلف افطاری کے ساتھ سب کو روزہ افطار کرایا اور پھر نماز مغرب کے بعد خود کھلانے کیلئے بیٹھ گئے۔ بہترین لال روٹیوں اور قورمے کے ساتھ نہایت لذیذ میٹھے چاول بھی تیار کرائے گئے تھے ۔

ربیع الاول ۵۷ھ مطابق مئی ۳۸ء

محدث کا نیا سال ہمیشہ مئی کے مہینے سے "محدث" کا نیا سال شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سال جب اس کی پانچویں جلد ختم ہونے والی تھی تو میاں صاحب مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ محدث کی چھٹی جلد کا پہلا نمبر ذرا اہتمام سے شائع کیجئے۔ چنانچہ انھیں کی یاد دہانی، دلچسپی اور ہمت افزائی کی بنا پر لڑکوں میں بھی ایک خاص جوش پیدا ہوگیا۔ بڑی جماعتوں کے علاوہ چھوٹی جماعتوں میں پڑھنے والوں نے بھی نہایت شوق اور محنت سے مضامین لکھکر مجھے دیئے۔ مقامی اہل قلم حضرات سے زبانی عرض کرنے کے علاوہ بیرونی علماء کو بھی خطوط لکھے گئے۔ رسالے کے اسی نمبر میں شائع کرنے کیلئے طلبہ کی درخواست پر میاں صاحب مرحوم نے مدرسہ کے بعض حصوں اور مسجد کے فوٹو بلاک تیار کرائے۔ الغرض تھوڑے ہی وقت میں مرحوم کی فیاضیوں نے محدث کے اسی نمبر میں ایک امتیازی شان پیدا کردی۔ جو محدث کی اس شش سالہ زندگی میں بالکل پہلا موقع تھا۔ لیکن آہ! کیا معلوم تھا

کہ محدث کے صفحات پر مرحوم کی یہ گلکاریاں صرف پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بھی ہیں۔ رحمہ اللہ

ایک معزز عرب کا معائنہ

دارالحدیث رحمانیہ کی شہرت صرف ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ بیرونِ ہند میں بھی اس کا غلغلہ بلند ہے چنانچہ اسوقت پنجاب، بنگال، یوپی۔ وغیرہ کے علاوہ مدرسہ میں برما، جاوا، سماٹرا، تبت، نجد (عرب) تک کے طلبہ موجود ہیں۔ اس سال ربیع الاول میں نجدی طالب علم کے والد (جو ایک مشہور تاجر ہیں، اور اپنے تجارتی سلسلے میں دور دور کے ملکوں کی سیاحت کرتے ہیں) اپنے بچے سے ملنے کیلئے مدرسہ میں تشریف لائے اور کئی روز تک قیام کرنے کے بعد انھوں نے مدرسہ کے حالات کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ اور پھر جو کچھ ان کے دل نے اثر لیا وہ انھیں کے الفاظ میں مختصراً درج ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ والصلوة والسلام علی اشرف المرسلین ۔ اما بعد فانی کنت رجلا اسافر الی مصر والشام والعراق والهند علی طریق التجارة وکل بلد احلها اذاکر اهل العلم واسأل عن احوال الطلبة ولما صار فی آخر عمری ذکر لی مدرسة الرحمانیہ فی دهلی وناظمها الشیخ عطاء الرحمن ونسمع بہ انہ قائم علی طریقة السلف لا یثنیہ ثان فارسلت ابنی الصغیر الیہ فلما وصل الی المدرسة جاءتنی منہ الاخبار احسن مما سمعت وبعد سنتین زرت المدرسة فرأیت احسن مما اخبرت ورأیت نظام المدرسة وناظمها فلم أر فی الاقطار التی حللت فیها مثل هذه المدرسة فی الاعتناء علی طریقة السلف ومما رأینا انہ یدیرها بنفسہ وقد ترک امور الدنیا بید غیره وهو الذی یوقظ الطلبة آخر اللیل لصلوة الفجر ۔ ۔ ۔ ۔ ورأینا فیها ثمانیة من المعلمین اربعة للحدیث وتوابعہ وثلاثة للفقہ وتوابعہ وواحد للریاضة الحربیة الخ

محمد بن منصور الزاملی النجدی العنیزاوی فی ۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۷ھ

اس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ "میں تجارت کی غرض سے مصر، شام، عراق، ہندوستان میں پھرا کرتا تھا۔ اور ہر جگہ کے علماء سے مذاکرہ علمیہ کے ساتھ ساتھ، طلبہ کے حالات بھی پوچھا کرتا۔ اب جبکہ میری عمر کا آخری دور آچکا ہے تو مجھے دہلی کے مدرسہ رحمانیہ اور اس کے ناظم شیخ عطاء الرحمن (مرحوم) کے متعلق خبر دی گئی۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ سلف صالحین کی روش پر قائم ہے اور (اپنی تعلیمی و انتظامی حیثیت سے) بالکل بے نظیر ہے۔ اسی لئے میں نے اپنے ایک چھوٹی عمر کے بچے کو تحصیل علم کی غرض سے یہاں بھیجدیا۔ یہاں پہنچکر میرے بچے نے جو حالات مجھے لکھے وہ اس سے بھی بہتر تھے جو میں نے سنے تھے (لیکن) دو سال کے بعد جب میں نے خود آکر اس کو دیکھا تو ان تمام خبروں سے بدرجہا بہتر پایا۔ جو اب تک میرے کانوں تک پہنچی تھیں۔ جہانتک مجھے جانے کا اتفاق ہوا ہے میں نے زمین کے کسی حصے میں بھی، ایسا مدرسہ نہیں دیکھا جہاں (سنت کی اتباع) اور سلف کی اقتداء پر اتنا زور دیا جاتا ہو۔ اس کے ناظم (رحمہ اللہ) تمام دنیاوی کاروبار چھوڑ کر اسی کے ہوگئے۔ وہ خود فجر کی نماز کے لئے (ایک ایک کے پاس جاکر ان کو) جگاتے ہیں۔ یہاں آٹھ استاد ہیں۔ سات دینیات (حدیث و فقہ وغیرہ) کی تعلیم کیلئے۔ اور ایک جسمانی کثرت (بنوٹ وغیرہ) کے لئے"

دوسرا معائنہ

مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ کے مہتمم محترم ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب کے صاحبزادے جناب سید عبدالحفیظ صاحب ایڈیٹر مجلہ سلفیہ گذشتہ سال دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے تھے۔ مدرسہ کے متعلق آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی شرکت کیلئے میں ۲۸ مارچ کو علیگڈھ پہنچا وہاں پہنچکر دارالحدیث رحمانیہ کی محبت نے مجھے مجبور کیا کہ میں دہلی سے بھی ہو آؤں۔ دارالحدیث دیکھنے کے بعد مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ یہ دارالحدیث صحیح معنوں میں دین متین کی خدمتیں انجام دے رہا ہے۔ میں پہلے طلبہ کے کمروں میں گیا۔ صفائی سے کمروں کو مزین پایا۔ طلبہ بھی مجھ سے بہت اخلاق سے ملے۔ اس کے بعد طلبہ کی کسرت دیکھی۔ اسکے لئے بھی ایک خاص استاد مقرر ہیں۔ دارالحدیث کا یہ کارنامہ قابل صد تحسین وستایش ہے کہ روحانی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی تعلیم کا بھی انتظام کیا ہے۔ دارالحدیث کے مہتمم جناب شیخ عطاءالرحمٰن صاحب سے ملا۔ ان کے اخلاق کریمانہ کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں ہوسکتا۔ ایک طالب علم نے عربی قصیدہ پڑھا۔ اور چہل حدیث مع ترجمے کے سنائی۔ اس کے بعد ایک لڑکے نے فضیلت قرآن پر مختصر اور جامع تقریر اردو زبان میں کی۔

غرضکہ دارالحدیث "قرآن وحدیث" کا ایک پھلتا پھولتا چمن ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب شیخ صاحب کو عمر خضری عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین   سید عبدالحفیظ سلفی گیاوی

ایڈیٹر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ تاریخ ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء

ربیع الآخر ۵۷ھ مطابق جون ۳۸ء

حادثۂ جانکاہ | مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۵۷ھ مطابق ۳۱ مئی ۳۸ء وکیم ربیع الآخر ۵۷ھ مطابق یکم جون ۳۸ء کی درمیانی شب میں تقریباً ۱۱½ بجے رات میں یہ جگرخراش آواز کانوں میں پہنچی کہ

رہا نہ ملتِ بیضا کا قدرداں نہ رہا   ؎   وہ اہلِ علم کا افسوس! مدح خواں نہ رہا

یعنی محب العلم والعلماء جناب شیخ عطاءالرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ المعروف بہ میاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا سانحہ ارتحال اسی مہینے میں پیش آیا۔ جس سے علماء اور طلباء کی مجلسیں ابتک سوگوار، یتیموں اور بیواؤں کی آنکھیں آج تک اشکبار ہیں۔ اب ہم مرحوم کی زندگی کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بچپن وجوانی کے سنے سنائے واقعات کو چھوڑ کر صرف ان مشاہدات اور یقینیات کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جو اٹھارہ سال تک اپنی آنکھوں نے دیکھا، یا مرحوم کی زبانی اپنے کانوں نے سنا ہے۔

عبادات بدنیہ

نماز | مومن کا ہر کام عبادت اور دین ہے بشرطیکہ نیک نیتی کے ساتھ کیا جائے۔ ان میں سے بعض کا تعلق براہ راست بدن اور جان سے ہے اور بعض کا مال ودولت سے اور بعض کا دونوں سے۔ جانی عبادات میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن جب تمام اولین وآخرین اکٹھے ہوں گے اور رب ذوالجلال لوگوں کے اعمال کی جانچ پڑتال شروع کریگا، تو (عبادات بدنیہ میں) سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا۔ یہ دین کا ستون اور ایمان کی اساس ہے۔ جس نے خلوص کے ساتھ اس کی پابندی کرلی، انشاءاللہ اس کا بیڑا پار ہے، اور جس بدنصیب نے اسے

ضائع کیا، بس اس کی خیر نہیں (اللہ ہمیں اسکا پابند رکھے اور قبول فرمائے، آمین) بس سب سے پہلے میں مرحوم کی نماز کی پابندی اور شوق کا حال سناتا ہوں۔

آپ آج کل کے مالداروں کی طرح عیش پرست اور آرام طلب نہ تھے، گو آپ کے پاس اللہ کی دی ہوئی بے حساب دولت، اور سامان تعیش کی فراوانی تھی، لیکن باوجود اس کے آپ پر اللہ کا خوف اور اس کا تقوٰی غالب تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ رات کے اخیر حصے میں (تقریباً ڈھائی تین بجے) سردی ہو یا گرمی، برسات ہو یا جاڑا، آرام کی نیند چھوڑ کر بستر سے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور اس خیال سے کہ کسی نوکر یا خادم کو اسوقت جگانے سے اس کو تکلیف ہوگی، خود ہی لوٹے میں پانی بھرتے، اور اگر ضرورت ہوتی تو خود ہی آگ جلا کر اس کو گرم بھی کر لیتے، اور وضو کے بعد گھر کے ایک گوشے میں مصلے پر کھڑے ہو کر اپنے رب سے راز و نیاز (نماز تہجد) شروع کر دیتے۔ دیر تک حلاوت ایمانی کا ہی لطف حاصل کرتے رہتے۔ یہانتک کہ جب صبح صادق قریب ہوتی تو نماز فجر مدرسہ کے علماء اور طلباء کے ساتھ ادا کرنے کیلئے اکیلے گھر سے نکل پڑتے اور تقریباً ڈیڑھ میل پیدل چلکر مدرسہ پہنچتے۔ یہاں سب کو عموماً سوتا ہوا پاتے۔ سب کی چارپائیوں کے پاس جا کر نہایت شفقت و مروت سے ایک ایک کو جگاتے۔ گرمیوں میں بہت سے لڑکے مدرسہ کی بلند اور وسیع چھت پر سونے کیلئے اپنی چارپائیاں لے آتے۔ اور رات کو دیر تک کتابوں کے مطالعہ اور اسباق کی تکرار میں جاگتے رہتے۔ اسلئے صبح کو اٹھنے میں ذرا کسلمندی ہو جاتی، تو محترم مرحوم کو نیچے اوپر کا تین تین چکر لگانا پڑتا۔ بار بار کبھی اِس کے پاس جاتے اور کبھی اُس کے پاس۔ لیکن بلندی اخلاق کا یہ عالم تھا کہ اس زحمت کی وجہ سے کبھی طبیعت پر ملال اور تکدر نہیں پیدا ہوا۔ اس درمیان میں صبح صادق طلوع ہو چکی ہوتی، اسلئے اِدھر سے فارغ ہو کر مسجد میں تشریف لیجاتے۔ اور اذان دلواتے۔ خود با وضو ہوتے تھے اسلئے اذان کے بعد فوراً ہی فجر کی سنتیں شروع کر دیتے۔ سنتوں سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق داھنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔ جب اور مصلی بھی اپنی اپنی سنتیں پڑھ چکتے تو فرض کی اقامت ہوتی اور سنت کے مطابق لمبی لمبی قرأت کے ساتھ فرض کی ادائگی میں شریک رہتے۔ نماز کے بعد تھوڑی دیر مدرسہ میں بیٹھتے، رات بھر کی خیریت معلوم کرتے اور پھر پیدل ہی گھر واپس تشریف لیجاتے۔ گیارہ بجے کے قریب پھر اپنی خاص موٹر میں مدرسہ آتے اور اب شام تک یہیں رہتے۔ ظہر اور عصر کی نماز بھی ہمیشہ جماعت سے مدرسہ ہی میں ادا کرتے۔ ہاں مغرب اور عشا کا وقت چونکہ گھر پر آتا تھا اسلئے یہ دو نمازیں وہیں کی مسجد میں پڑھتے۔ فرائض کے علاوہ سنتوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے سنن رواتب کبھی ترک نہیں کی۔ جماعت کا بہت خیال رہتا تھا۔ اسی واسطے پانچوں وقت لڑکوں کی حاضری ہوتی تھی۔ اگر کبھی کوئی جماعت سے پیچھے رہ جاتا تو اُسے ملامت کرتے آئندہ کیلئے پابندی کی تاکید کرتے۔ اگر اس پر بھی غفلت کرتا تو جرمانے کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ دین کا علم سیکھتے ہو، دنیا کے رہنما اور پیشوا بننے والے ہو۔ اگر تم ہی نمازوں میں سستی کروگے تو بھلا دوسروں کو کیا ہدایت ہوگی؟"

اکثر بڑے تاسف کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ اب ہماری جماعت (اہلحدیث) میں دینداری روز بروز گھٹتی جا رہی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس اہلحدیثوں کے یہاں سے شروع ہوا تھا، لیکن اب ان کے یہاں سے دن بدن

کم ہوتا جارہا ہے۔ اور دوسرے اس پر عمل کررہے ہیں۔ اسی طرح نمازوں کا بھی حال ہے، تعجب بلکہ سخت افسوس تو یہ ہے کہ وہ جماعت جو ایک ایک سنت پر عمل کرنا اپنی امتیازی شان سمجھتی تھی، اب وہی لوگ نمازوں کی سنتیں بھی عموماً چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ مرض اب اہلحدیثوں میں زور پکڑتا جارہا ہے۔ بہت سے لوگ خواہ مخواہ ننگے سر نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے برخلاف حنفیوں کو دیکھئے کہ وہ مسجد میں نہایت احترام سے آتے ہیں۔ کرتا بلکہ صدری بھی۔ ٹوپی یا پگڑی پہنکر ادب کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں سنتیں بلکہ نفلیں بھی خوب پڑھتے ہیں۔ میاںصاحب مرحوم تراویح گھر ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ گھر کی عورتیں اور بچے بھی تراویح میں شریک ہوتے، ایک حافظ مقرر ہوتا جو سب کو پورا قرآن سناتا۔ گذشتہ رمضان میں آپ نے دو حافظ مقرر کرلئے تھے۔ ایک عشاء کے بعد سناتا تھا اور ایک تہجد کے وقت اس طرح آپ نے اس سال کے رمضان میں گویا دو دفعہ قرآن مجید کو دہرایا۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْہُ۔

روزہ اپنی جسمانی کمزوری کی وجہ سے نفلی روزوں کی استطاعت تو نہیں رکھتے تھے، صرف فرض (رمضان کے) روزوں پر ہی کفایت کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی شش (چھ) عیدی رکھ لیتے تھے۔ ہاں روزہ رکھنے والوں کی (نفلی ہوں یا فرضی) بڑی قدر کرتے تھے۔ رمضان شریف میں تو ان کا خوانِ کرم عام ہوہی جاتا تھا۔ اس کے علاوہ نفلی روزوں کے موقع پر بھی سحری و افطاری کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ سالانہ امتحان کے بعد شعبان میں جب ہم لوگ گھروں کو جانے لگے ہیں تو مرحوم نے ڈبوں میں بند بصرہ یا مدینہ منورہ کی بہترین کھجوریں ہمکو دیں، تاکہ ہم رمضان میں روزہ انھیں تر کھجوروں سے افطار کریں۔

تعطیل کلاں کے زمانے میں جو لڑکے اپنی مرضی سے اپنے وطن نہیں جاتے تھے۔ بلکہ مدرسہ ہی میں رہنا پسند کرتے تھے تو ان کیلئے سحری کے وقت نان پاؤ، اور دودھ کا انتظام ہوتا تھا۔ شام کو کھانے کیلئے اپنے گھر سے بہترین قسم کا سالن پکواکر بھجوا کرتے تھے۔ اور افطاری کے وقت بھی روزانہ خاصہ تکلف کرتے تھے۔ گرم گرم جلیبوں پکوڑیوں، کابلی چنے، گھگھنیوں، امرود، ناشپاتی، کیلوں وغیرہ کے کچالؤوں کے ساتھ، اتباع سنت کے خیال سے کھجوریں ضرور بھیجتے تھے۔ اور وہ بھی معمولی نہیں! بلکہ خاص قسم کی کھجوریں اسی موقع کے لئے منگواتے تھے۔

آپ سمجھے بھی کہ یہ سب تکلفات کس کیلئے ہوتے تھے؟ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے شخص کی پارٹی کے لئے نہیں اپنی قوم یا برادری کے رئیسوں کیلئے نہیں، کسی حاکم یا باقتدار امیر کو خوش کرنے یا کسی دنیاوی اعزاز حاصل کرنے کیلئے نہیں، بلکہ غریب اور بے وطن طالب علموں کیلئے۔ ہاں ہاں ان غریبوں کیلئے جن کو دنیا "مسجد کے ملاتے" یا "مفت خورے" کہکر حقارت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تو کجا؟ بات کرنا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے، آہ! مرحوم کی یہی شفقتیں اور محبتیں ہیں جو یاد آتی ہیں تو خون کے آنسو رُلاتی ہیں اور بے ساختہ منہ سے نکل آتا ہے کہ آہ میاںصاحب رح ع

تم سے جہاں میں لاکھ سہی تم مگر کہاں؟

ذکر اللہ آپ بہت لمبے چوڑے وظیفوں کے تو عادی نہ تھے، ہاں یہ ہم نے دیکھا ہے کہ نمازوں کے بعد

حدیثوں میں جو دعائیں منقول ہیں ان کو پڑھتے۔ اور فرمایا کرتے کہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دو ایک وظیفے مجھے بتلائے ہیں، وہ بھی میں نمازوں کے بعد ہی پڑھ لیا کرتا ہوں۔ میاں صاحب مرحوم کی یہ عادت تھی اور اکثر ان کی زبان سے یہ کلمات بے اختیار جاری ہوتے سنے گئے۔

"الٰہی تیرا شکر ہے، تیرا احسان ہے رب کریم"!

باتیں کرتے کرتے اگر کبھی کسی ناپسندیدہ چیز کا ذکر آجاتا تو بے ساختہ بول اٹھتے "اللہ گناہوں کو معاف کرے" اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے ایسی بات کہی جو اُن کے خیال میں صحیح نہ ہوتی تو فرماتے "سبحان اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے لیکن میرا تو خیال یہ ہے"۔ جب کبھی کسی نے کسی موقع پر کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی ظاہر کی تو اس کو سمجھاتے ہوئے یہ کلمہ ضرور کہتے "اللہ میں بڑی قدرت ہے" فرمایا کرتے کہ خدانخواستہ اگر کبھی مجھکو کوئی فکر لاحق ہوجاتا ہے، اور کسی معاملہ میں مَیں الجھ جاتا ہوں تو "رب سے دعائیں کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ پر معاملہ کو کھول دیتا ہے اور کوئی نہ کوئی ایسی راہ سوجھا دیتا ہے جس سے مجھے تسکین ہوجاتی ہے"۔

کہا کرتے تھے کہ میں جب گھر سے نکلتا ہوں تو یہ دعا ضرور کرلیتا ہوں کہ "یا اللہ گناہوں سے دور رکھیو" عشرۂ ذی الحجہ میں نمازوں کے بعد تکبیریں بلند آواز سے کہنی ہم لوگ کبھی کبھی بھول جاتے تھے لیکن میاں صاحب کبھی نہ بھولتے تھے۔ جہاں انھوں نے اونچی آواز میں اَللہُ اَکْبَرُ، اَللہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ الخ پکارا۔ بس سب نے یہی کلمات کہنے شروع کردیئے اور تکبیر کے نعروں سے مسجد گونج اٹھی۔

اخلاق آپ کے اخلاق اتنے بلند اور وسیع تھے کہ دشمن بھی اس سے مسحور تھے۔ جس کسی نے ایک مرتبہ بھی آپ سے ملاقات کرلی، وہ ہمیشہ کیلئے آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ آپ کی اسی بزرگانہ اخلاقی برتری کا نتیجہ تھا کہ آپ گیارہ بجے دن سے، شام کے چار بجے تک، غریب اور مسکین طالب علموں میں ہی نہایت خوشی اور دلی مسرت کے ساتھ اپنے ایام گذارتے آپ کی شفقت و محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب تک آپ مدرسہ میں نہ پہنچتے، در و دیوار پر ایک قسم کی اداسی چھائی رہتی لیکن جہاں آپ کی موٹر کا ہارن بولا، اور سب کی طبیعتوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی۔ ایک نہایت معمولی، کھری چارپائی پر خود بیٹھ جاتے اور ادھر اُدھر دوسری چارپائیوں اور اسٹولوں وغیرہ پر مدرسہ کے طلبہ آپ کو گھیر لیتے، جو کچھ اپنی عادت کے مطابق فروٹ وغیرہ ساتھ لائے ہوتے، وہیں تقسیم کردیتے اور کھلا کر خوش ہوتے۔ ہر طالب علم کی خیریت معلوم کرتے رہتے۔ اگر خدانخواستہ کوئی بیمار ہوجاتا تو خود جاکر اس کی مزاج پرسی کرتے، ڈاکٹر و حکیم کو ہدایتیں کرتے۔ بسا اوقات اپنے ہاتھ سے دوا پکا کر اور پی چھانکر لڑکوں کو پلائی ہے۔ بہت سی ڈاکٹری اور یونانی دوائیں تو صرف مدرسہ میں موجود رکھتے تھے کہ وقت بے وقت فوراً کام آسکیں۔

مدرسہ میں لڑکوں کے لئے جو کھانا تیار ہوتا تھا اس کی نگرانی رکھتے تھے۔ کبھی کبھی خود بھی اچانک منگا کر کھالیا کرتے تاکہ یہ معلوم کرسکیں کہ کیسا پکتا ہے۔ کبھی کسی کے ساتھ تکبر اور غرور کی باتیں نہیں کیں۔ مزاج میں نہایت سادگی اور زندہ دلی تھی۔ بالکل سادہ لباس پہنتے اور سادی غذائیں کھاتے تھے ہمیشہ صبح ۷ بجے کھانا کھایا کرتے

تھے، لیکن یہ نہیں کہ اس کے لئے ماماؤں کو تکلیف دیجائے کہ وہ رات کو تین ہی بجے سے پکانا شروع کریں، تاکہ ۷ بجے تک تازہ کھانا تیار ہو جائے۔ نہیں نہیں، بلکہ رات ہی کا پکا ہوا سالن رکھدیتے تھے۔ اور صبح کو وہی باسی سالن گرم کر کے کھالیا کرتے تھے۔ لبا اوقات روٹی بھی باسی ہی ہوتی تھی۔ پھر دن بھر کچھ نہیں کھاتے تھے، دوپہر کو صرف سنتروں کا عرق ایک گلاس پی لیا کرتے تھے۔ ادھر مغرب کے بعد فوراً کھانے کیلئے بیٹھ جاتے تھے۔ علماء اور طلباء کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اپنی عزت سمجھتے۔ ہر جمعہ کو شام کے وقت مدرسہ کے اساتذہ کی جو پُر تکلف دعوت ہوتی تھی اس میں وہ خود بھی عموماً ہمارے ساتھ ہی کھاتے۔ کھاتے کیا تھے حقیقت میں وہ ہم کو کھلاتے تھے نیم کے پھول اور نیم کی پتیوں کے سالن جس میں کڑواہٹ ذرا بھی نہ ہو، مرحوم ہی نے کھلائے۔ فجر کی نماز کے لئے جب مدرسہ میں تشریف لاتے تو عموماً جمعہ کے دن نماز کے بعد میرے اور مولانا عبید اللہ صاحب کے پاس کمرے میں آکر نہایت محبت سے پوچھتے کہ "آج شام کو کیا کھاؤ گے؟" اگر ہم کو کسی چیز کی خواہش ہوتی تو عرض کر دیتے ورنہ انھیں کی مرضی پر چھوڑ دیتے۔ واللہ! جس وقت ان کے یہ بزرگانہ اور محبت آمیز کلمات یاد آجاتے ہیں، دل تڑپ جاتا، اور کلیجہ منہ کو آتا ہے

اللھم اغفر لہ وارحمہ واکرم نزلہ۔

میاں صاحب مرحوم کی تواضع اور انکساری کی ایک مثال آپ کو بتاؤں، جسے سنکر آپ کو حیرت ہوگی۔ اور بخدا! میں تو دیکھکر ندامت سے پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا۔ بارہا میں نے دیکھا کہ اگر کبھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہو سکے بلکہ کھلانے ہی میں رہ گئے تو کھانے کے بعد روٹی کے ٹکڑوں اور جھوٹے سالن کے برتنوں کو اپنے آگے رکھ لیتے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ کھانے لگتے۔ کھا کر وہی اپنا کلمہ شکر یہ دہراتے "الٰہی تیرا شکر ہے، تیرا احسان ہے ربّ کریم"

ہمیں کھلانے کے وقت ہمارے قریب ہی بیٹھتے، پانی اور گلاس اپنے پاس ہی رکھتے، اور اپنے ہاتھوں سے بھر بھر کر ہمیں پلاتے تھے۔ جب خود بھی ساتھ کھاتے ہوتے جب بھی ایسا ہی کرتے۔ بعض وقت تو اپنے منہ کا لقمہ چھوڑ کر ہمیں پانی دینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اللہ اللہ! آج کون ہے جو کروڑپتی ہونے کے باوجود ان اخلاق عالیہ سے مزین ہو، خصوصاً دلی کے بعض بداخلاق دولتمند، توبہ توبہ انکے دماغ میں تو اتنی فرعونیت ہے کہ اللہ کی پناہ!! اسی لئے ان میں سے بعض نے تو میاں صاحب مرحوم پر اعتراض بھی کیا کہ تم مولویوں اور طالب علموں سے کیوں اسقدر مانوس ہو، تم ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں اتنی دلچسپی کیوں لیتے ہو، آپ نے فرمایا کہ میں کیا کروں، ان کی مجلسوں کے سوا میرا کہیں دل ہی نہیں لگتا۔ مجھے انھیں سے نسبت اور انھیں سے محبت ہے، میں انھیں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

لیکن ان نادانوں کو نہیں معلوم کہ یہ بھی اللہ کی دین اور اس کا خاص فضل و انعام ہے، جو اس کے مخصوص بندوں ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ ؎

یہ رتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا ✤ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

میاں صاحب مرحوم کی عادت تھی کہ دونوں عید (عید الفطر و عید الاضحیٰ) کے موقع پر ایک "مبارکباد" اپنے دوست احباب کے علاوہ محدث کے تمام خریداروں کے پاس بھی بھیجا کرتے۔ جس میں عید کی آمد آمد کی مبارکباد ہوتی۔ پھر کچھ مناسب

مسائل و نصائح بھی ہوتے، اور آخر میں اپنی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی کی درخواست ضرور ہوتی۔ چنانچہ گذشتہ عید (جو آپ کی آخری عید ہے) کے موقع پر جو مبارکباد بھیجی ہے اسمیں چند نصیحت آمیز کلمات کے بعد لکھتے ہیں:-

میرے مکرم! میری طرف سے اس عید کی مبارکبادی قبول فرمائیں، نیز میری خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر فرمائیں۔ اور مجھے اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولیں خدائے تعالیٰ آپ کو، ہم کو، اور جملہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حفاظت میں برسر ترقی رکھے آمین۔

آپ مدرسہ کے طلبا و علماء کے ساتھ جو خاص عنایات برتتے، اس کے علاوہ اپنے ملنے جلنے والوں، رشتہ داروں اور کنبے والوں کے پاس بھی تحفے تحائف ضرور بھیجا کرتے۔ حضرت سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ سے آپ کو خاص عقیدت تھی۔ آپ نے ان کے پاس بھی کئی دفعہ نہایت قیمتی تحائف بھیجے۔ مدرسہ میں اگر کوئی خاص مہمان آجاتا تو اسکی روانگی کے وقت، راستے میں کھانے کیلئے بڑے تکلف کے ساتھ مختلف چیزیں تیار کراکر اسکے ساتھ کردیتے۔

ہمت و مردانگی | آپ آج کل کے مالداروں کی طرح بزدل، ڈرپوک اور کمزور طبیعت نہ تھے۔ بلکہ نہایت باہمت قوی دل اور نڈر انسان تھے۔ خود بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بڑے بھائی (جناب حاجی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم) نے اور میں نے دہلی کے اطراف میں زمینداری خریدی۔ وہاں کی رعایا سرکش تھی، اُن کو سر کرنے کیلئے مجھی کو بھیجا گیا

فجر کی نماز کے لئے رات کو جب گھر سے بالکل تنہا مدرسہ میں آتے، یہانتک کہ سخت جاڑوں بلکہ برسات اور آندھی کے دنوں میں بھی اپنے اس معمول کو نہ چھوڑتے، تو بعض اوقات جب دہلی کی فضا کسی فساد انگیزی کی وجہ سے خراب معلوم ہوتی اور آپکا اسطرح سے اس سناٹے کے وقت میں اکیلے آنا ہم لوگوں کو بظاہر خطرے سے خالی نظر نہ آتا، تو ان سے درخواست کی جاتی کہ آج کل فضا اچھی نہیں ہے۔ اسلئے کم از کم جب تک یہ ناخوشگوار فضا درست نہ ہوجائے، آپ رات میں مدرسہ آنا چھوڑ دیجئے ایسے مواقع پر اپنی حفاظت کا خیال رکھنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، تو اتنے اطمینان قلب کے ساتھ جواب دیتے کہ ہمیں ان کی ہمت و جرأت بلکہ اللہ پر کامل اعتماد کی کیفیت کا اندازہ کرکے حیرت ہوتی۔ فرماتے

ہاں اس میں شک نہیں کہ بظاہر خطرات ضرور ہیں، بعض اوقات اِدھر اُدھر چھپے چھپائے لوگ نظر بھی آتے ہیں۔ کبھی کبھی مجھے پیچھے سے پکارنے کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ بلکہ ایک دفعہ تو ایک بدمعاش میری طرف بڑے زور میں جھپٹکر پہنچا بھی تھا، پھر یکایک یہ کہکر پیچھے ہٹا کہ میاں صاحب آپ اسوقت کہاں جارہے ہیں میں نے کہا مدرسہ جارہا ہوں، کہنے لگا۔ کہئے تو میں آپ کو پہنچا دوں میں نے کہا نہیں، تم جاؤ میرا اللہ محافظ ہے" ——— تو ایسے واقعات بھی پیش آئے، مگر میرا تو ایمان ہے کہ موت کا جو وقت اور جو حیلہ اللہ نے مقرر کردیا ہے اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اور جب تک وقت نہیں آیا ہے، ہماری تدبیریں بیکار ہیں، بس وہ محافظ حقیقی خود ہماری حفاظت کریگا۔ گو اپنی حفاظت کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ لیکن میرا قول فیصلۂ الٰہی پر مطمئن ہے، اسلئے ان خطرات کی پروا نہیں کرتا بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں"

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے ایمان اور یہ ہے توکل، آج کل کے مغرور و متکبر مالداروں میں تو اس کی نظیر کیا ملیگی؟ جبکہ بہت سے "مولوی" بھی ایمان و اذعان کے اس درجے سے خالی ہیں۔ فَاللّٰہُ یَغْفِرُہٗ وَیَرْحَمُہٗ

عباداتِ مالیہ

میرے خیال میں میاں صاحب ایک خدا ترس، نیک اور عابد مومن تھے اسلئے ان کے حالات کو میں عبادات کے عنوان سے ذکر کر رہا ہوں چنانچہ ابتک ان عبادات کا بیان تھا جن کا تعلق بدن اعضار جوارح، زبان، اور نفس کے ساتھ ہے اب میں ان واقعات کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو مال سے متعلق ہیں۔ اس سلسلے میں زکوٰۃ یا انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے) کی فہرست شاید طویل ہو جائے اسلئے پہلے میاں صاحب کے حج کا حال سناتا ہوں۔

حج[1] آپ کو مدت سے دل کی کمزوری کی بیماری تھی، ریل کا سفر بالکل نہیں کر سکتے تھے، موٹر میں بھی دور تک جانا دشوار تھا۔ کار میں جاتے ہوئے اگر کہیں ذرا نیچا اونچا پڑ جاتا تو دل دھڑکنے لگتا۔ یہی وجہ تھی کہ گو آپ نے اپنی طرف سے سینکڑوں حج کرائے لیکن خود نہ جا سکے جب کبھی اس کا تذکرہ آجاتا، تڑپ اٹھتے، بیقرار ہو جاتے اور فرماتے کاش اڑنے کی طاقت ہوتی، تو اڑ کر رب کے گھر کی زیارت کر آتا۔ ایک مرتبہ نہایت حسرت سے کہنے لگے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ سفر کا عادی ہو جاؤں، تاکہ حرم کعبہ تک خود جا کر حج کی سعادت حاصل کر سکوں، لیکن افسوس کہ اس میں کامیاب نہ ہوا۔ اسی سلسلے میں آپنے خود یہ ایک واقعہ سنایا کہ اسی شوق میں ایک دفعہ میں نے اپنے بعض بے تکلف احباب کو ساتھ لیا، اور ریل میں کچھ دور سفر کا تجربہ کرنا چاہا۔ میں نے اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو لیا جو خوب ہنسی مذاق کرنے والے اور دل بہلانے والے لوگ تھے، میں نے ان لوگوں سے کہدیا کہ ریل چلتے ہی ایسی باتیں کرنا جس سے میرا دل خوش رہے اور میں اپنے مرض کی طرف توجہ کرنے کے بجائے، تمہاری باتوں میں مشغول ہو کر اُسے بھول جاؤں۔ پھر میں دیکھوں کہ اس طرح کہانتک جا سکتا ہوں، جہانتک میری طبیعت سنبھلی رہیگی، میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ریل چھوٹنے سے پہلے ہی ساتھیوں نے دل بہلانے والی باتیں شروع کر دیں، جب تک ریل کھڑی رہی میں باتوں سے خوب دلچسپی لیتا رہا، کسی قسم کا کوئی اثر طبیعت پر نہیں تھا، لیکن جوں ہی گاڑی چلی، پلیٹ فارم سے باہر ہوتے ہی دل پر گھبراہٹ محسوس ہوئی، میں نے بہترا چاہا کہ میں اس طرف متوجہ نہ ہوں۔ مگر جوں جوں گاڑی آگے بڑھتی اور تیز ہوتی جاتی میرا دل بیٹھتا جاتا۔ یہانتک کہ پنڈلیوں میں اینٹھن شروع ہو گئی، سر چکرانے لگا، سانس گھٹنے لگا، اور بالکل میری حالت دگرگوں ہو گئی، خیریت یہ ہوئی کہ اسٹیشن جلدی سے آگیا، میرے ساتھیوں نے مجھے وہیں اتار لیا۔ اتر کر جب طبیعت سنبھلی تو بصد حسرت و یاس گھر کی طرف واپس ہو گیا"

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مرحوم کو زیارت بیت اللہ کا کتنا شوق اور خیال تھا۔ اور دل میں کیسی لگن لگی ہوئی تھی، لیکن اپنی مجبوری سے معذور تھے غفر اللہ لہ و رحمہ۔ ہاں اپنی زندگی میں اپنی طرف سے ہمیشہ حج کرلتے رہے۔ بلکہ اب تو عرصہ سے مولوی محمد عثمان صاحب عظیم آبادی (پٹنہ) کو مستقل طور سے اسی لئے مقرر کر دیا ہے

[1] حج کا تعلق عبادات بدنیہ اور مالیہ دونوں سے ہے مگر بعض وجوہ کی بنا پر میاں صاحب مرحوم کے حج کا تذکرہ عبادات مالیہ کے ضمن میں زیادہ مناسب سمجھا۔ فافہم۔ منہ

مولوی صاحب موصوف اب مکہ معظمہ ہی میں مع اہل وعیال مقیم ہیں اور میانصاحب مرحوم کی طرف سے ہر سال حج وطواف کرتے رہتے ہیں۔ میانصاحبؒ اپنی زندگی بھر برابر ماہ بماہ ان کی تنخواہ بھیجتے رہے۔ اور اب ان کی وفات کے بعد بھی وہی تنخواہ ان کے صاحبزادوں جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ۔ ۔ ۔ وخانصاحب جناب شیخ حبیب الرحمٰن صاحب آنریری مجسٹریٹ کی توجہ سے بحمداللہ جاری ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ اللہ کے دین کی مضبوطی، کتاب وسنت کی اشاعت، غریبوں اور مسکینوں کی خدمت میں، اللہ کے دیئے ہوئے مال کو مرحوم جس حوصلہ اور فیاضی کے ساتھ خرچ کرتے تھے۔ اس کی پوری تفصیل تو میں کرہی نہیں سکتا۔ اس لئے آپ کے اخراجات کی فہرست اور اس کی نوعیت جو کچھ ہمارے سامنے ہے اس سے کہیں زیادہ مرحوم کی طرف سے غریبوں اور محتاجوں کی وہ خفیہ امدادیں اور خاموش اعانتیں تھیں جن کا علم ان دینے لینے والوں کے علاوہ بجز خدائے علام الغیوب کے اور کسی کو نہیں۔ لیکن جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے وہی اتنا ہے کہ جس کی بنا پر یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ حجاز ونجد، شام وعراق، مصرویمن، سندھ وسماٹرا، چین وجاوا۔ رنگون وآسام غرض مشرق ومغرب، شمال وجنوب کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جہاں اس مردِ خدا کا دستِ کرم کسی نہ کسی نوع سے نہ پہنچا ہو، اور کوئی جماعت ایسی نہیں جو اس کی بخشش وعطا سے بالکل ہی محروم رہی ہو۔ اس کی تفصیل کیلئے سب سے پہلے مدرسہ رحمانیہ کے حالات پر ایک سرسری نگاہ ڈالئے۔

دارالحدیث رحمانیہ کا قیام آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی جناب حاجی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کو جب جماعت (اہلحدیث) کے متعلق نظام تعلیم کی حیثیت سے بالکل بے سروسامانی بلکہ کس مپرسی کا احساس ہوا، تو ان دونوں کی مشترکہ کوشش اور شوق سے شوال ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں تقریباً ایک لاکھ کی لاگت سے "دارالحدیث رحمانیہ" جیسی عظیم الشان درسگاہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ بڑی بڑی تنخواہوں سے نہایت لائق اور فاضل اساتذہ رکھے گئے۔ کتاب وسنت کی تعلیم کو مقصود بالذات قرار دیکر دیگر علوم وفنون کی کتابیں بھی نصاب میں داخل کی گئیں۔ کھانے پینے اور دوسری تمام ضروریات سے طلبہ کو بے نیاز کردیا گیا۔ اسی لئے بفوائے "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات" اس کا افتتاح ہوتے ہی ہندوستان کے گوشے گوشے میں اس کی شہرت کا ڈنکا بج گیا۔ اطراف ملک سے تشنگانِ علوم دینیہ کھنچکر اس کی طرف آنے لگے اور اس چشمۂ علم وحکمت سے خود سیراب ہوکر، دوسروں کو بھی شادکام کرنے لگے۔

حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم نے تو اپنے ہاتھوں لگائے ہوئے اس پودے کی ابھی پہلی پتیاں بھی نہ دیکھیں تھیں کہ اللہ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ہم سب سے رخصت ہوگئے۔ یعنی پہلے سال کا نتیجہ بھی حاجی صاحب نے نہیں دیکھا بلکہ جب سال بھر کی تعلیم ختم ہوچکی، سالانہ امتحان کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ اور عنقریب امتحان ہونے والا تھا کہ شعبان ۱۳۴۰ھ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے حاجی صاحب مرحوم کو بھی دیکھا ہے۔ نہایت خلیق، متواضع لیکن بارعب انسان تھے۔ حکومت میں آپ کا بڑا رسوخ تھا۔ بڑے بڑے حکام آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ روزانہ شام کو مدرسہ میں آیا کرتے۔ اسوقت عموماً

لڑکے تفریح کیلئے باہر چلے جایا کرتے تھے۔ لیکن میں ذرا سیر و تفریح کا شوق شروع ہی سے بہت کم رکھتا ہوں اسلئے اکثر مدرسہ میں موجود رہتا۔ اس زمانے میں پنجاب کے ایک نابینا طالب علم حافظ نور شاہ نامی مدرسہ میں پڑھتے تھے حافظ صاحب موصوف شام کو مدرسہ کے سایہ ان ہی میں چہل قدمی کرتے رہتے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ حاجی صاحب مرحوم جب شام کو تشریف لاتے تو حافظ صاحب کی طرف خود آگے بڑھکر نہایت تپاک سے سلام اور مصافحہ کرتے اور پوری ہمدردی و شفقت سے خیریت پوچھتے۔ پھر مدرسہ میں ایک چکر لگانے کے بعد واپس تشریف لیجاتے۔ جمعہ کے دن شام کو مدرسہ کے اساتذہ کی دعوت کا سلسلہ آپ ہی نے قائم کیا۔ اور الحمد للہ کہ آج تک اپنی پوری شان کے ساتھ جاری ہے۔

میاں صاحب مرحوم فرمایا کرتے کہ میں بھائی کی بہت عزت کرتا تھا۔ اور خود بھائی بھی مجھسے بہت محبت کرتے تھے۔ کوئی کام میرے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ اپنی اپنی زندگی بھر دونوں نے ایک دوسرے کا خوب ساتھ دیا۔ اب ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے۔ اور جس طرح دنیا میں یہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے، آخرت میں بھی دونوں جنت کی نعمتوں سے ساتھ ہی بہرہ اندوز ہوں۔ اور ان دونوں کے ہاتھوں کا جاری کیا ہوا یہ چشمۂ فیض دن دونی رات چوگنی ترقیاں کرتا ہوا ہمیشہ جاری رہے، تاکہ ان کی روحیں عزت و رحمت کے جھولے میں جھولتی رہیں۔ اور قیامت تک اس کا ثواب ان کو پہنچتا رہے۔ آمین اللھم آمین۔

مدرسہ کا عروج کسی بیرونی چندہ اور امداد کے بغیر صرف دونوں بھائی جناب حاجی شیخ عبد الرحمٰن صاحب مرحوم و جناب میاں صاحب (شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم) ہی کے مشترکہ سرمایہ سے یہ مدرسہ جاری کیا گیا۔ لیکن حاجی صاحب موصوف کے انتقال کے بعد یہ بارگراں صرف میاں صاحب (جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم) ہی کے کندھوں پر رہ گیا لیکن قربان جایئے میاں صاحب مرحوم کی ہمت، استقلال اور پامردی کے کہ اس میں کسی قسم کی کمی تو کجا؟ اللہ کی توفیق و عنایت سے اس کو اتنی ترقی و بلندی، اتنا عروج و اوج حاصل ہوا کہ آج بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مدرسہ رحمانیہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے واحد علمی و دینی درسگاہ ہے۔ اعتبار نہ آئے تو ذرا انصاف کی نگاہ سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ عرب و عجم کے کونے کونے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھئے۔ اور پھر کوئی قابل ذکر اور مشہور درسگاہ ہمارے سامنے لاکر بتایئے کہ جو ایک اور صرف ایک معمولی تجارت پیشہ انسان کی ذمہ داری میں ہو۔ اور وہ اللہ کا بندہ ہر مہینے میں ایک ہزار روپیوں کو اسی کام کیلئے پانی کی طرح بہا دیا کرتا ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ہندوستان میں بھی اور ہندوستان کے باہر بھی بڑی بڑی درسگاہیں، بڑے بڑے کالج اور بڑی بڑی مشہور یونیورسٹیاں ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ اس کے چلانے والے یا تو بادشاہ اور سلاطین ہیں یا بڑی بڑی ریاستوں اور حکومتوں کے مالک راجے اور نواب ہیں۔ یا رسیدیں چھپوا چھپوا کر ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک سفراء اور سفارشی پھیلے ہوئے ہیں جو گھر گھر سے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں چندے وصول کر کرکے لاتے ہیں۔ رمضان اور عید الاضحیٰ کا مہینہ شروع ہوتے ہی زکوٰۃ اور چرم قربانی کیلئے بڑی بڑی سرخیوں سے لمبے لمبے پوسٹر اور اشتہارات شائع ہوتے ہیں۔ بھانت

بھانت کی روئدادیں چھپواکر اپنے کارناموں سے مالداروں کی جیبیں خالی کروانے کی نئی نئی ترکیبیں سوچی جاتی ہیں۔لیکن اللہ کا شکر اور ہزار ہزار شکر، اسکا احسان اور لاتعداد احسان ہے کہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی نے اپنی پیدائش کے دن ہی سے اپنا قدم جہاں رکھا تھا، آج بھی اپنے بلند حوصلہ مہتمم کی توجہ سے وہیں پہاڑ کی چٹان کی طرح جما ہوا ہے۔اور انشاء اللہ قیامت تک اس کے قدموں میں کوئی تزلزل نہ پیدا ہو۔ آمین۔

مدرسہ کا نظام جب سے جناب میانصاحب مرحوم کے ہاتھوں میں آیا، اور پھر جس طرح یومًا فیومًا ترقی کرتا رہا، گو اس کی ساری تفصیل میری نگاہوں کے سامنے ہے۔کیونکہ میں مدرسہ کے افتتاح کے شروع سال سے ہی یہاں آگیا تھا، اور مرحوم کی زندگی کے آخری لمحہ تک انھیں کے سایۂ عاطفت میں رہ کر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا لیکن اگر اس کا سلسلہ چھیڑونگا تو مضمون بہت طویل ہوجائے گا۔اسلئے صرف اسوقت کی حالت کا اجمالی نقشہ پیش کرتے ہوئے بزبان مدرسہ درخواست کرونگا کہ ؏ قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا۔

داخلہ ونصاب تعلیم وغیرہ مدرسہ کا تعلیمی سال ہمیشہ رمضان المبارک کے بعد شوال سے شروع ہوتا ہے۔ جو مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے داخل ہونا چاہتے ہیں ان کا داخلہ کا امتحان ہوتا ہے۔یہ امتحان میرے مکان سے واپس آجانے کے بعد عمومًا ۸- ۹ تاریخ سے شروع ہوجاتا ہے۔امتحان کے بعد اگر استعداد اچھی ہوئی اور وہ امتحان میں کامیاب ہوا تو عمر وغیرہ کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب جماعت میں داخل کرلیا جاتا ہے، یہاں صرف عربی کی تعلیم ہوتی ہے اور مجوزہ نصاب[1] کے مطابق تمام علوم وفنون سے مکمل طور پر نو سال میں فراغت ہوجاتی ہے۔اساتذہ ہمیشہ نہایت قابل اور کامل الفن رکھے جاتے ہیں جن کی تعداد عمومًا سات ہوتی ہے۔

کتب خانہ مدرسہ میں ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں تقریبًا سات ہزار سے زیادہ درسی وغیر درسی، مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔ اسی کتب خانے سے طلبہ کو عاریۃً کتابیں بھی پڑھنے کیلئے مدرسہ ہی سے دی جاتی ہیں۔جو اختتام سال کے بعد واپس لے لیجاتی ہیں۔اس میں بعض نہایت نادر اور نایاب قلمی نسخے بھی ہیں۔ بعض بعض قلمی کتابیں مہتمم صاحب مرحوم نے چار چار اور پانچ پانچ سو میں خریدی ہیں۔حسب ضرورت ہر سال اس میں نئی نئی کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔چنانچہ اس سال میانصاحب مرحوم نے بھی اور ان کے بعد جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ نے بھی کئی کتابیں خرید کر داخل کیں۔

لائبریری طالب علموں کو زمانہ کے حالات سے روشناس کرنے کیلئے مدرسہ میں بہت سے عربی و اردو مذہبی وملکی اخبارات ورسالے بھی آتے ہیں۔ روزانہ، سہ روزہ، ہفتہ وار ماہانہ وسہ ماہی ہر قسم کے جرائد آتے ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب پہنچتی ہے۔ اور دوسرے اخراجات کو چھوڑ کر صرف اخبارات ورسائل کا سالانہ خرچ سوا دو سو (۲۲۵) روپے سے زائد ہے۔

جمعیۃ الخطابۃ اس مدرسہ کے طلبہ کو کتابی لیاقت واستعداد کے ساتھ عملی میدان میں کام کرنے کے لائق بھی بنایا جاتا ہے۔چنانچہ اس مقصد کیلئے مدرسہ میں ایک انجمن جمعیۃ الخطابۃ کے نام سے قائم ہے۔ہر جمعرات کو دوپہر سے مدرسہ میں

[1] مدرسہ کے نصاب اور قواعد وضوابط کی کتاب ایک پیسہ کے ٹکٹ بھیجکر پتہ ذیل سے مفت منگائی جاسکتی ہے۔ مہتمم مدرسہ رحمانیہ

تعلیم بند ہوجاتی ہے۔ اور بجائے اسکے لڑکے تقریروں اور مناظروں کی مشق کرتے ہیں۔ اساتذہ اس کے نگراں ہوتے ہیں۔ پانچ روز پہلے ایک پروگرام شائع کردیا جاتا ہے۔ جس میں عربی اور اردو عنوانات مقرر کردیے جاتے ہیں اور پھر ہر طالبعلم اپنے مولہ مضمون پر تیار ہوکر آتا ہے۔ کبھی کبھی برجستہ عنوانات پر بھی تقریریں کرائی جاتی ہیں۔ ان ہفتہ واری اجلاسوں میں جو بہترین تقریر کرتا ہے اس کو مدرسہ کی طرف سے نہایت حوصلہ افزا انعامات دیے جاتے ہیں۔ خصوصاً عربی زبان کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے۔ اور پھر اخیر سال میں ایک سالانہ اجلاس ہوتا ہے، جو اُس سال کا آخری اجلاس ہوتا ہے اور نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد ہوتا ہے اس میں مدرسہ کی طرف سے خوب انعامات دیے جاتے ہیں، چنانچہ اس سال کے آخری اجلاس کی کارروائی ماہ جمادی الاخریٰ کی کارگذاریوں کے سلسلے میں ملاحظہ کیجیے۔

الغرض ان معمولی اجلاسوں میں بھی جو انعامات طلبہ کو دیے جاتے ہیں ان کا سالانہ خرچ بھی سینکڑوں روپے سے کم نہیں

امتحانات اور انعامات | مدرسہ میں تین امتحان ہوتے ہیں، سہ ماہی، ششماہی، سالانہ، ہر امتحان میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہونے والوں کو نقد انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سال کے سہ ماہی کا حال تو میں ذکر کرہی چکا .. ششماہی کا تذکرہ آگے آئیگا۔ سالانہ امتحان اور جلسہ کے موقع پر تو میاں صاحب مرحوم کی سخاوت کا سوتا سے بھی زیادہ تیز ہوجاتی تھی۔ انعام کے مختلف شعبے قائم کردیئے تھے۔ قرآن میں اول آنے کا انعام، حدیث میں اول آنے کا انعام، جماعت میں اول آنے کا انعام، مدرسہ میں اول آنے کا انعام، خوشخطی کا انعام، نماز میں غیر حاضریاں نہ کرنے کا انعام۔ اچھی تقریر کا انعام وغیرہ۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے بعد جب لڑکے اپنے اپنے وطن واپس جانے کیلئے کرایہ کی درخواست کرتے تو میاں صاحب مرحوم کی فیاضی قابل دید ہوتی۔ چنانچہ پچھلے سال امتحان کے انعامات اور کرایہ وغیرہ میں قریب سات سو روپے کے خرچ ہوگئے۔

طلبہ کی غذا | اللہ کا شکر ہے کہ مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ دیگر مدارس عربیہ کی طرح ایک ایک دو دو روٹیوں کیلئے گھر گھر مانگتے نہیں پھرتے۔ اور نہ دہلی کے دوسرے مدرسوں کی طرح مسجد کے موذن کے رحم و کرم پر ہیں۔ اور نہ ان کو روپیہ، دو روپیہ وظیفہ ملتا ہے کہ وہ پڑھنا لکھنا چھوڑ کر رات دن آٹا خریدنے اور پکوانے، سالن تیار کرنے اور اس کے انتظام ہی میں مصروف رہتے ہوں۔ بلکہ یہاں باقاعدہ ایک مستقل مطبخ (باورچی خانہ) ہے۔ جس میں روٹی سالن وغیرہ پکانے اور ان کی نگرانی کیلئے مستقل ملازم ہیں، ان کو معقول تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ دونوں وقت پکا پکایا بہترین کھانا سب کو اکٹھا ایک دسترخوان پر بٹھا کر کھلایا جاتا ہے۔ روزانہ بکری کا گوشت اور چپاتی ہوتی ہے۔ بحمداللہ گھر کی طرح سے بآرام دونوں وقت کھاتے ہیں۔ انھیں کچھ خبر نہیں ہوتی کہ بازار میں آٹے کا کیا بھاؤ ہے اور گوشت کا کیا؟ ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ دن رات اپنے علمی شغلوں میں لگے رہیں، اور اپنی علمی و ذہنی ترقی کے مدارج طے کرتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ بہ نسبت دوسرے مدارس کے بحمداللہ نہایت محنتی، لائق اور جید عالم ہوتے ہیں، ان میں خودداری اور عزت نفس بھی بہت ہوتی ہے۔

طلبہ کی اس خودداری کو محفوظ رکھنے، اور ان کو آئندہ خوددارانہ زندگی گذارنے کی تعلیم کیلئے میاں صاحب مرحوم

شہر کی عام دعوتوں میں شرکت کی کبھی اجازت نہیں دیتے تھے۔ بلکہ ایسی دعوتوں کو رد کر دیا کرتے تھے۔ اگر اپنے کسی خاص عزیز کے یہاں کوئی تقریب ہوئی تو اس کو قبول کر لیا ورنہ انکار کر دیا۔ ہاں خود ہی دعوتیں کر دیا کرتے تھے یعنی مدرسہ میں دونوں وقت کھلانے کے علاوہ ایک آدھ مہینے کے بعد برابر اپنے دولتکدہ پر تمام مدرسین و طلبہ کو بلاتے، اور نہایت عزت اور تکلف کے ساتھ خود کھلاتے تھے۔ ہر موسم میں مختلف فصل چیزیں کھلایا کرتے۔ آموں کے دنوں میں آم، اور گرمیوں میں تربوز بکثرت لاتے برف کا پانی تو دن رات میں چار مرتبہ ٹب میں بھر بھر کر رکھا جاتا ہے۔ اور لوگ خوب مزے لیکر پیتے ہیں۔

جسمانی کسرت دن رات مسلسل دماغی محنت و کاوش کی وجہ سے صحت پر برا اثر پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے مدرسہ میں جسمانی کسرت کا بھی انتظام ہے، فٹ بال وغیرہ مغربی کھیلوں کے بجائے، ہندوستانی محنت کرائی جاتی ہے۔ یعنی ایک ماہر فن استاد رکھے گئے ہیں جو لڑکوں کو بنوٹ، کسرت، ڈنٹر وغیرہ سکھاتے ہیں۔ عصر کے بعد سے دو ڈھائی گھنٹہ یہی مشغلہ رہتا ہے۔ محنت کے بعد گرم گرم جلیبیوں سے ان کو ناشتہ کرایا جاتا ہے۔ زمانہ شناس حضرات جانتے ہیں کہ آج مسلمانوں کو اس کھیل کی کتنی ضرورت ہے۔ اور رحمانیہ روحانی اور جسمانی دونوں حیثیتوں سے وقت کی کتنی اہم ضرورتوں کو پوری کر رہا ہے۔ اللہ اس گلشن علم کو ہر قسم کی آفتوں سے محفوظ رکھے آمین۔

تفریحات اسی سلسلے میں طلبہ کا تفریحی مشغلہ بھی ہے۔ یعنی کبھی کبھی ان کو شہر کی گنجان آبادی سے باہر کسی وسیع سبزہ زار میں بیجا کر کھیلنے کودنے کا موقع دیا جاتا ہے، تاکہ ان کے دماغ کو سکون حاصل ہو۔ اس موقع پر بھی مہتمم صاحب مرحوم سینکڑوں روپے خرچ کر دیا کرتے تھے۔ سہ ماہی اور ششماہی تفریحوں کے علاوہ ایک سالانہ تفریح ہوتی ہے۔ جو موسم برسات میں خاص اہتمام سے منائی جاتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ سال میاں صاحب نے اس سالانہ تفریح پر تقریباً دو سو روپے خرچ کر دیئے تھے۔ اور اس سال کے متعلق آئندہ صفحات میں انشاءاللہ اسکا ذکر آئیگا۔

طلبہ کی صحت اور آرام کا خیال ان تمام جذبوں اور ولولوں کے ساتھ جو میاں صاحب مرحوم کو علم کی خدمت اور دین کی تبلیغ کیلئے حاصل تھے۔ آپ کو یہ حقیقت بھی اچھی طرح معلوم تھی کہ جب تک انسان اپنے دماغ کو فرحت اور راحت نہ پہنچائیگا۔ اور اپنی صحت کو برقرار نہ رکھیگا، اسوقت تک اس کا علم نہ صحیح ہوگا اور نہ مفید، اسی لئے آپ طلبہ کی صحت کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ اور ان کو تندرست رکھنے اور آرام پہنچانے کی ہر ممکن صورت سوچتے رہتے۔ کبھی ان سے اتنی محنت و مشقت کے روادار نہیں ہوتے جس سے ان کی صحت پر برا اثر پڑے۔ یہانتک کہ امتحان کے زمانے میں بھی تاکید کیا کرتے کہ رات کو دس بجے سے زیادہ مت جاگو ورنہ بیمار ہو جاؤگے۔ صحت خراب ہو جائیگی تو اس محنت سے کیا فائدہ اسی لئے آپ نے طلبہ کی دیکھ بھال کیلئے ایک مستقل ڈاکٹر مقرر کر دیا ہے۔ درسگاہوں میں بجلی کے پنکھے لگے ہوتے ہیں۔ گرمیوں میں صرف صبح کے وقت تعلیم ہوتی ہے۔ جاڑے میں کمبل، لحاف، کوٹ، روئی دار بنڈیاں وغیرہ طلبہ کو دیجاتی ہیں۔ وضو اور غسل کیلئے گرم پانی تیار رہتا ہے۔ مدرسہ ہی کی طرف سے سب کو چارپائیاں، لالٹین اور تیل، کپڑے دھونے کیلئے صابون ملتا ہے۔ ایک حجام ملازم ہے جو ہر جمعرات کو آکر سب کی حجامتیں درست کرتا ہے۔ دو اور خادم ہیں جو مدرسہ کے دوسرے کام انجام دیتے ہیں۔

فیضانِ عام | میاں صاحب مرحوم کی عبادات مالیہ یا انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلے میں ابتک میں نے جو کچھ ذکر کیا ہے۔ اس کا تعلق مدرسہ اور وابستگان مدرسہ سے ہے۔ جس سے آپ پر یہ بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ مدرسہ رحمانیہ کتنی خوبی اور فیاضی کے ساتھ علم دین کی ٹھوس خدمتیں انجام دے رہا ہے۔ طالب علم کو تمام ضروریات سے مستغنی کر کے اس کو پورا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اندر اپنی محنت شوق اور دلچسپی سے بہترین لیاقت پیدا کرے۔ ایک علم کے شوقین طالب علم کیلئے اس سے بہتر اطمینان کی درسگاہ ہرگز نہیں ملسکتی جہاں تمام علوم و فنون کی جامعیت کے ساتھ تعلیم ہوتی ہو۔ اب میں مرحوم کے اس فیضان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق صرف مدرسہ ہی سے نہیں، بلکہ دوسرے مسلمانوں اور عام مخلوق خدا سے ہے۔ محترم مرحوم کے دردمند دل میں اسلام اور دین کی خدمت اور تبلیغ کا اتنا زبردست جذبہ تھا کہ وہ رات دن اپنی دولت اسی نیک راہ میں لٹا رہے تھے اتنا بڑا عظیم الشان مدرسہ قائم کرنے اور اس کے تمام اخراجات کا بار تنہا اپنے کندھے پر رکھنے کے باوجود بھی آپ کو تسکین نہیں ہوتی تھی، اور عام مسلمانوں کی مذہب سے ناواقفیت کا آپ کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس تعلیمی سلسلہ کے علاوہ مبلغین کا بھی انتظام آپ نے کیا۔ مدرسہ میں ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ ہر جمعرات

مبلغین | کو مدرسہ کے کچھ طلبہ دہلی کے دیہاتوں میں بھیج دیئے جاتے کہ وہ جمعہ کی نماز کسی دیہات میں جاکر پڑھیں، اور پھر خطبہ میں یا نماز کے بعد ان کو نہایت صفائی کے ساتھ آسان الفاظ میں اسلام کی صحیح تعلیمات بتائیں۔ ان کو حکم تھا کہ کسی جگہ نہ کھانا کھائیں اور نہ کسی سے کسی اور قسم کی امداد لیں، ان کو مدرسہ ہی سے کھانا دیدیا جاتا تھا، آمدورفت کا کرایہ بھی میاں صاحب ہی دیتے تھے۔ اس کا دیہاتوں میں بہت اچھا اثر ہوا۔ لوگ ان طلبہ کو بے غرض دیکھکر بڑی دلچسپی سے ان کی باتیں سنتے اور توجہ کرتے۔ اب بھی سندھ جیسے پیر پرست علاقے میں ایک پرجوش، باہمت نجدی عالم دورہ کررہے ہیں، اور برابر ان کو مدرسہ سے امداد پہنچ رہی ہے۔ انھوں نے سندھ میں بہت اچھا کام کیا ہے۔ ایک اچھی خاصی جماعت موحدین کی پیدا کرلی ہے اللہ ان کی مدد کرے اور میاں صاحب مرحوم کو اسکا ثواب پہنچاتا رہے۔ آمین

محدث | ہندوستان میں جہاں ہر قسم کے سیاسی اور ملکی، ادبی اور علمی اخبارات و رسالے جاری ہیں، وہاں مذہبی اور دینی پرچوں کی بھی کمی نہیں ہے، لیکن یہ سب کے سب قیمتی ہیں، اور ہندوستان جیسے غریب ملک میں عام طور پر لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، یا بعض ایسے دقیق علمی مسائل سے بحث کرتے ہیں کہ عوام کے حق میں وہ کچھ بھی مفید نہیں اس لئے ضرورت تھی کہ ایک ایسا دینی رسالہ شائع کیا جائے جو ایک طرف تو بالکل مفت ہو، اور دوسری طرف اس کے مضامین نہایت آسان اور عام فہم ہوں، تاکہ معمولی لیاقت کے پڑھے لکھے مسلمان بھی اس سے فائدہ حاصل کرکے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرسکیں۔ ظاہر ہے کہ دوسری صورت یعنی آسان مضامین کا شائع کرنا تو کوئی مشکل چیز نہیں ہاں پہلی چیز یعنی مفت شائع کرنا بے شک دشوار امر ہے۔ اس کیلئے بجز اس مرد خدا کے کون ہمت کرسکتا تھا، جس نے اپنی دولت ہی نہیں بلکہ اپنی زندگی بھی اللہ کے دین کی خدمت کیلئے وقف کر رکھی تھی، چنانچہ میاں صاحب نے اس بار کو بھی اپنے ذمے لے لیا۔ اور مئی ۱۹۳۳ء مطابق محرم الحرام ۱۳۵۲ھ سے ایک خالص مذہبی ماہوار رسالہ جاری کردیا۔ اور اس کا چندہ صرف چار آنے محصول ڈاک کیلئے مقرر کیا۔ پانچ سال ہوچکے کہ یہ رسالہ برابر ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو مدرسہ سے شائع ہورہا ہے

اس میں فرقہ وارانہ مذہبی اختلافات کا ذکر نہیں ہوتا۔ اور نہ کبھی کسی فرد یا جماعت کی دل آزاری کی جاتی ہے بلکہ عام اسلامی مسائل اور خالص اسلامی تعلیمات پر مضامین شائع ہوتے ہیں، تاریخ کے عبرت انگیز واقعات بھی ہوتے ہیں عام اصلاحی اور اقتصادی پہلو پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کو بہت سے دینی و دنیاوی خطرات سے آگاہ بھی کیا جاتا ہے ہندوستان کے علاوہ بیرون ہند میں بھی اس کی آواز پہنچ رہی ہے۔ اور الحمدللہ کہ دن بدن اس کی مقبولیت بڑھتی جارہی ہے۔

یہ بھی مرحوم کی ایک دینی وعلمی یادگار ہے جو خدا کرے روزافزوں ترقی کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے، آمین

دینی کتابوں کی اشاعت اس ماہوار رسالے کے علاوہ مذہبی، اخلاقی، اصلاحی چالیس حدیثوں کا ایک مجموعہ ترجمے کے ساتھ "الربعین رحمانی" کے نام سے تین حصے شائع کرائے۔ اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ جو شخص ان حدیثوں کو مع ترجمے کے اسی کے مطابق یاد کرکے، مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں سنا دیگا اس کو مناسب انعام سے خوش کیا جائیگا۔ چنانچہ دہلی اور بیرونِ دہلی کے بہت سے لوگوں نے سنا سنا کر انعامات حاصل کئے۔ رفع الیدین (متنازع فیہ) کے متعلق ایک محققانہ کتاب جناب مولانا حافظ محمد صاحب گوندلانوالہ (پنجاب) نے "التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ" کے نام سے لکھی لیکن طباعت کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے خطرہ تھا کہ کہیں گوشۂ گمنامی میں نہ رہ جائے، اسلئے میاں صاحب مرحوم نے اس دو سو صفحے کی لمبی کتاب کو بھی بذاتِ خود چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا مجموعہ الحزب المقبول نامی، اور تقویۃ الایمان تو بارہا چھپی اور ہزارہا کی تعداد میں ملک میں تقسیم ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ مطرق الحدید، میلاد مروجہ وغیرہ کتابیں بھی تقسیم کیں، قرآن مجید مترجم اور غیر مترجم تو ہزاروں اللہ کی راہ میں بانٹ دیئے۔

مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی کو "دین محمدی" اور "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات" کی اشاعت کے موقع پر تین تین سو روپے نقد مرحمت فرمائے +

تحفۃ الاحوذی کی تالیف میں اعانت صحاح ستہ کی مشہور اور معرکۃ الآرا کتاب "جامع ترمذی" کی شرح کا کام جو مدت سے افضل المتاخرین محقق عصر محدث زماں حضرت العلامہ شیخنا و مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ بطور خود انجام دے رہے تھے۔ جب اخیر میں آپ مکفوف البصر ہوگئے تو حضرت میاں صاحب مرحوم کو بہت تشویش ہوئی چنانچہ آپ نے اس اہم دینی خدمت کو انجام تک پہنچانے اور مولانا کا ہاتھ بٹانے کیلئے اپنے مدرسہ کے فاضل مدرس اور جید عالم جناب مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری (شیخ الحدیث) کو مولانا کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ مولانا کی خدمت میں دو سال رہے۔ اور آنجناب کو تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی کی تالیف میں بہت آرام پہنچایا۔ آپ کو جو تنخواہ مدرسہ میں درس و تدریس کے سلسلہ میں ملتی تھی وہی تنخواہ میاں صاحب مرحوم آپ کو اس (دو سال کی) مدت میں ہر مہینے گھر پر بھیج دیا کرتے۔ اس طرح میاں صاحب مرحوم نے اس بلند پایہ کتاب کی اشاعت میں بھی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، اور اس کے بدلے میں ان کی روح پُرفتوح کو اپنی گوناگوں رحمتوں سے نوازتا رہے۔ آمین

برف خانہ | دہلی میں کئی ایک بڑے بڑے برف خانے ہیں لیکن وہ سب ہندوؤں کے ہیں ان کی عادت تھی کہ آپس میں اتفاق کر کے جس بھاؤ چاہتے بیچتے۔ خصوصاً جب رمضان مبارک گرمیوں میں پڑتا اسوقت تو یہ خوب ہی لوٹتے۔ رمضان کے دنوں میں بارہ بارہ آنے سیر تک ان ظالموں نے برف بیچی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ غریب تو بیچارے دہلی کی جھلسا دینے والی تپش میں بھی ٹھنڈے پانی کیلئے ترستے ہی رہتے۔ گو رمضان مبارک میں افطاری کے وقت میاں صاحب مرحوم سلّیاں کی سلّیاں خرید کر مسجدوں میں بھجوا دیا کرتے، لیکن پھر بھی عام طور پر مسلمانوں کو تکلیف ہی تھی۔ بھلا میاں صاحب مرحوم جیسا درد مند دل رکھنے والا باحوصلہ انسان غریبوں کی اس بے چینی کو کب برداشت کر سکتا تھا۔ آخر مدرسے کی عمارت کے سامنے ہی ایک لمبے چوڑے احاطے میں ایک زبردست مشین ولایت سے منگوا کر گڑوا ہی دی۔ سو ءِ اتفاق سے وہ انجن خراب نکلا اسکی جگہ دوسرا انجن منگوایا۔ اِدھر ہندو برف خانہ والوں نے در پردہ پوری سازش کی کہ یہ برف خانہ نہ چلنے پائے۔ الغرض آپ کو عمارت کی تعمیر، مشینوں کی ادلا بدلی، مخالفین کی حوصلہ شکنی وغیرہ میں لاکھوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن اس شیر دل مردِ خدا کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا۔ نہایت ہمت، حوصلہ اور استقلال کے ساتھ آخر اس مہم کو سر کر ہی لیا۔ اور جس سال مدرسہ کا افتتاح ہوا اسی سال سے برف خانہ بھی بحمداللہ چل پڑا، اور برابر چل رہا ہے۔

آج مرحوم ہی کی اس اولوالعزمی اور فیاضی کا نتیجہ ہے کہ دہلی میں پیسے کی سوا سیر اور ڈیڑھ سیر برف بک رہی ہے غریب سے غریب انسان بھی ایسا نہیں جسے گرم پانی پینا پڑتا ہو۔ شروع میں آپ کو اس ارزاں فروخت کی وجہ سے ہمیشہ ہزاروں روپے سالانہ کا نقصان بھی ہوتا رہا، مگر محض غریبوں کی خاطر آپ اس کو بھی برابر برداشت کرتے رہے۔ ہندو انگارو ں پر لوٹ رہے ہیں لیکن اس مردِ میدان کے سامنے کیا پیش چلتی ہے۔ اب بھی اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے مرحوم کی مشین بند ہو جاتی ہے تو فوراً یہ ظالم بھاؤ گراں کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جس دن غریبوں کا یہ سرتاج، بیواؤں کا ہمدرد، یتیموں کا دوست اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے اور آپ کا برف خانہ اس ماتم میں بند ہو جاتا ہے، ۴۴ دنیا نے ایک بار پھر محسوس کیا کہ واقعی میاں صاحبؒ خدائے رحمان کی ایک عطیہ تھے جس کو ربّ ذوالجلال نے جاہلوں کیلئے علم، گم کردہ راہوں کیلئے ہدایت، محتاجوں اور غریبوں کیلئے دولت، کمزوروں اور بیکسوں کیلئے سہارا، یتیموں اور بیواؤں کیلئے سرپرست، ننگوں کیلئے کپڑا، بھوکوں کیلئے کھانا، پیاسوں کیلئے صرف پانی ہی نہیں، بلکہ ٹھنڈا پانی بنا کر بھیجا تھا۔

الٰہی جسطرح مرحوم نے تیری دی ہوئی دولت سے دنیا کو سیراب کیا، تو بھی ان کو اپنی بھرپور رحمتوں سے مالا مال کر دے آمین

نقدی اور پیسوں کی تقسیم | میں نے عرض کر دیا کہ مرحوم کی بے مثل فیاضی، علو ہمتی اور اولوالعزمی کی تفصیل دشوار امر ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ ایک طرف تو ہزار روپے ماہوار مستقل خرچ کا ایک عظیم الشان مدرسہ چلا رہے ہیں۔ رسالہ محدث اور دوسری دینی کتابوں کی اشاعت میں کافی رقمیں خرچ ہو رہی ہیں۔ جاڑوں میں کئی کئی سو لحاف اور کمبل وغیرہ لوگوں میں تقسیم ہو رہے ہیں، مبلغین اور بہت سے حاجتمندوں کو تنخواہیں جا رہی ہیں۔ دوسرے مدرسوں میں بھی چندے دیتے ہیں ان تمام مصارف کے ساتھ دوسری طرف یہ حال ہے کہ رومال میں روزانہ صبح کو گھر سے نکلتے ہوئے، کافی رقم باندھ لیتے اور دن بھر میں تقسیم کر کے شام تک رومال خالی کر دیتے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ مدرسہ میں بیٹھے ہوتے اور بہت سی

۴۴ [illegible]

غریب اور بے کس عورتیں، میلے کچیلے برقعوں میں آتیں، دروازے سے باہر اوٹ میں ایک طرف کھڑی ہو جاتیں، ساتھ میں چھوٹا سا بچہ ہوتا، اس کو میاں صاحب کے پاس بھیجدیتیں، میاں صاحب چپکے سے رومال کھولکر بچے کی مٹھی میں روپے دباکر واپس کردیتے۔ جامع مسجد پر جب شام کو ٹہلنے کیلئے جاتے تو بہت سے سفید پوش آکر سلام کرتے، ہم بظاہر ان کو کھاتا پیتا آدمی سمجھتے لیکن ایسا معلوم ہوتا کہ میاں صاحب ان کی حقیقت سے واقف ہیں، فوراً نہایت رازداری کے ساتھ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے اور نہ معلوم کیا کچھ دیدیتے۔ مدتوں یہ دستور رہا کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ شہر کے غریب بچوں میں پیسے تقسیم کرتے تھے۔ جب یہ دن آتا تو بچوں کا ایک جم غفیر مدرسہ کے سامنے آکر جمع ہو جاتا۔ اور تقریباً گیارہ بجے مرحوم کے آنے کے وقت ان کی موٹر کا ہارن سنکر ایک شور برپا ہو جاتا بچے خوشی کے مارے اچھلے پڑتے۔ موٹر سے اترکر پیسوں کی تھیلی ہاتھ میں لیکر خود آگے بڑھتے، اور ایک طرف سے سب کو بانٹنا شروع کردیتے۔ انتہا یہ ہے کہ وہ بچے جو کسی اسکول یا مدرسہ میں پڑھنے چلے جاتے اور عام تقسیم کے وقت نہ پہنچ سکتے تھے، ان کا حصہ الگ محفوظ رکھ دیتے اور جب شام کو چار بجے وہ تختیاں اور بستے بغل میں دبائے ہوئے مرحوم کے پاس آتے تو فوراً ان کے حصے کے پیسے ان کو دلوا دیتے۔

عام دعوتیں اپنے مدرسہ کے طلبہ کی تقریباً ہر مہینے میں ایک مرتبہ ایک پر تکلف دعوت تو کرتے ہی تھے۔ اس کے علاوہ سال میں دو دعوتیں عام بھی کرتے۔ جامع مسجد دہلی کے قریب ایک محلہ "چتلی قبر" نامی ہے۔ وہاں دہلی کے پرانے باشندے آباد ہیں۔ اور یہ ان کی اولاد ہیں جن کے باپ دادانے اسلامی بادشاہی کا زمانہ دیکھا تھا۔ اور بڑی شان سے زندگی گذارے تھے۔ مگر اب بہت خستہ حال اور غریب ہیں۔ محترم مرحوم سال میں ان کی ایک مرتبہ بہت بڑی دعوت کرتے صبح کو دیگیں کھلتیں اور دوپہر تک برابر سلسلہ جاری رہتا۔ کئی ہزار آدمی اس روز خوب آسودہ ہو کر کھاتے اور مرحوم کو دعائیں دیتے ہوئے جاتے۔ اسی طرح باڑہ ہندوراؤ (جس محلہ میں مدرسہ ہے) کے غریبوں کی بھی ایک عام دعوت کرتے۔ اس میں بھی صبح سے دوپہر تک ہزاروں بندگان خدا کو شکم سیر کیا جاتا۔

خدایا جس طرح اس مرد سخی نے تیرے بندوں پر بے حساب دولت خرچ کی، تو بھی ان کو جنت میں بے حساب ہی داخل کردے اللّٰہم آمین

وفات یا حیات آہ! آخر قدرت کا یہ اٹل قانون کہ کائنات کا ذرہ ذرہ فانی ہے، یہاں بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہا۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۳۸ء کو آپ پر ہیضہ کا شدید حملہ ہوا۔ اور زندگی و موت کی کشمکش میں تقریباً آٹھ روز تک مبتلا رہ کر ۳۱ مئی و یکم جون ۱۹۳۸ء کی درمیانی شب میں طلبا اور علماء سے محبت کرنیوالا، غریبوں اور بے کسوں سے ہمدردی کرنیوالا، بیواؤں اور یتیموں کی خدمتیں کرنیوالا، اللہ کا یہ نیک بندہ، اپنے رب کی طرف لوٹ گیا۔ اور یکم جون کو ہزاروں روتی ہوئی آنکھوں اور تڑپتے ہوئے دلوں نے مرحوم کے خاندانی قبرستان میں آپ کی نعش کو سپرد خاک کرتے ہوئے، اللہ کی یہ امانت اس کے حوالہ کردی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ مرحوم نے اللہ کے دین کی جو جو خدمتیں انجام دی ہیں اور آج مرنے کے بعد بھی رہتی دنیا تک کیلئے جو جو اپنی اہم یادگاریں چھوڑ گئے ہیں، وہ کبھی بھی مٹنے والی نہیں، پس ایسی موت درحقیقت موت نہیں بلکہ حیات، اور ابدی حیات ہے ؎

تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کے زندہ ہو ✽ تمہاری خوبیاں زندہ تمہاری نیکیاں باقی

تاریخہائے
وفات حسرت آیات جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مرحوم و مغفور

مہتمم دار الحدیث رحمانیہ دھلی

(از جناب مولوی حافظ عبید اللہ صاحب بصیر ٹونکی۔)

"عطا را عطا باغِ فردوس کرد"

۱۹۳۸ء

چوں شنیدم خبرِ فوت عطاء الرحمان | جانم افسرد و دلم مرد ز رنج و آلام
کوچ فرمودہ سوئے ملکِ بقا زیں عالم | نزد رب یافتہ مرحوم بفردوس مقام
فکرِ تاریخ مرا بود کہ ہاتف فرمود | ہر دو سن ہجری و انگریزی زروئے الہام

"شد ز دنیا بارم شیخ عطاء الرحمن

۱۹۳۸ء

جاوداں باد بر اں رحمتِ رحمان مدام

۱۳۵۷ھ

آہ! الشیخ عطاء الرحمٰن

۱۳۵۷ھ

(از مولوی محمد ادریس صاحب اعظمی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

کہوں فسانۂ رنج و الم تو کس سے کہوں
سہوں زمانے کے جور و ستم تو کیسے سہوں

جگر کے خون سے آنکھیں بنی ہیں لالہ فروش
تڑپتے دل میں ہے طوفانِ غم کا جوش و خروش

الٰہی لالہ و گل آج کس کو روتے ہیں
چمن میں نالے یہ پیدا کہاں سے ہوتے ہیں

رباب و چنگ کے نغموں میں سوز و ساز نہیں
الٰہی دہر میں کیا کوئی نے نواز نہیں

نہیں ہے میکدۂ علم و فن میں "شیخ عطا"
اسی سے "رندوں" میں شاید ہے آج حشر بپا

زباں پہ نالۂ غم، چشم خوں فشاں ہے آج
ہر ایک رندِ ازل پیکرِ فغاں ہے آج

رہا نہ ملتِ بیضا کا قدرداں نہ رہا
وہ اہلِ علم کا افسوس مدح خواں نہ رہا

رہا نہ میکدۂ علم و فن کا وہ ساقی
مگر ہے اس کا کوئی ہمنوا ابھی باقی

جگر میں جوش لئے دل میں جذبۂ ملت
اٹھا ہے کرنے محمد کے دین کی خدمت

بہار گلشنِ علم و ادب میں آئے گی
چمن میں آج کلی پھر سے مسکرائیگی

الٰہی دے اسے ملت کا اپنی سوز و گداز
وہ عمر بھر رہے تا تیرے دیں کا نغمہ نواز

وہ آج جس کو زمانہ تمام روتا ہے
وہ جس کے غم میں ہر اک شخص جان کھوتا ہے

رہے الٰہی تری خلد میں مقام اس کا
کہ تھا زمانہ میں ہر سمت فیض عام اسکا

بہشت میں تری یا رب وہ شاد کام رہے
اور اس پہ فضل، الٰہی ترا مدام رہے

ـــہ مرحوم کے لائق فرزند جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی کی طرف اشارہ ہے۔

مدرسہ کی نئی زندگی

مرحوم کی وفات کے بعد دین اور علم دین سے محبت کرنے والوں، حدیث اور اہل حدیث کا درد رکھنے والوں کو سب سے بڑا خطرہ مدرسہ کے متعلق پیدا ہو گیا تھا، اور سخت تشویش تھی کہ آیا اس شجر بارآور کا کیا ہوگا؟ جس کے پھلوں کی شیرینی سے دنیا لذت آشنا ہو چکی، اور دن بدن اس کی حلاوت کی لطف اندوزیاں بڑھتی ہی جارہی ہیں۔ لیکن اللہ کا شکر اور صد ہزار شکر اس کا احسان اور ان گنت احسان ہے کہ حاسدوں اور دشمنوں کے علی الرغم یہ تشویش بہت ہی جلد دفع ہو گئی۔ اور مرحوم کے لائق فرزند، جواں سال و جواں ہمت بیٹے، عالی ہمت باپ کے اولوالعزم صاحبزادے محترم جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب مدظلہ العالی کی حوصلہ مندیوں نے اس میں پھر سے ایک نئی روح پھونکدی۔ اس کی پژمردہ کلیوں اور مرجھائی ہوئی پتیوں میں پھر وہی شگفتگی و رعنائی، سرسبزی و دلفریبی پیدا ہو گئی۔ پھر وہی موسم بہار کی دلنوازیاں ہیں اور بلبلانِ چمن کی نغمہ سنجیاں ہے

رہا نہ میکدۂ علم وفن کا وہ ساقی — مگر ہے اس کا کوئی ہمنوا ابھی باقی
جگر میں جوش لئے دل میں جذبۂ ملت — اٹھا ہے کرنے محمد کے دین کی خدمت

بہار گلشنِ علم و ادب میں آئے گی
چمن میں آج کلی پھر سے مُسکرائیگی

مرحوم نے آپکی صلاحیت، ہمت اور ذاتی قابلیت کو دیکھتے ہوئے، آج سے دو سال پیشتر ہی سے مدرسہ کی تولیت اور اہتمام کا وصیت نامہ آپ کے نام لکھدیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے عالی حوصلہ باپ کی منشا کے مطابق پوری دلچسپی اور فیاضی کے ساتھ اس اہم ذمہ داری کو سنبھال لیا ہے۔ مرحوم کے جاری کردہ کسی کام میں بھی کوئی فرق نہیں آنے دیا بلکہ اور ترقی و عروج کے خواہشمند ہیں۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی جو جو صورتیں ہم میانصاحب مرحوم کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں، ان میں سے مدرسہ کے متعلق جتنی چیزیں ہیں وہ تو بحمداللہ جوں کی توں، بلکہ زیادتی پر ہیں۔ اس کے علاوہ جو دوسری صورتیں ہیں ان میں بھی اکثر چیزیں اللہ کے فضل سے ابتک ویسے ہی جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے، دن بدن دینی کاموں میں دلچسپی بڑھتا رہے۔ اور ہر قسم کی پریشانیوں سے امن میں رکھکر اس کوثرِ علم کو قائم و دائم رکھے۔ آمین

ششماہی امتحان | عالی قدر محترم جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ نے مدرسہ کے اہتمام و انتظام کی باگ ڈور اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھامتے ہی، اپنی توجہ میانصاحب مرحوم کے طرز عمل اور ان کے جاری کردہ کاموں کی طرف مبذول فرمائی۔ چنانچہ مرحوم کی وفات کے چند ہی دنوں کے بعد آپ کو خیال آیا کہ ششماہی امتحان کا زمانہ آگیا ہے، لہذا حسب دستور اس سال بھی امتحان ہونا چاہیے۔ گو طلبہ میانصاحب مرحوم کی جدائی کے صدمے سے نڈھال ہو رہے تھے، لیکن ہمارے اس جواں ہمت سرپرست کی حوصلہ افزا باتوں نے ان پردیسیوں کی غمگساری کی اور ان کی ہمت بندھائی۔

۲ ربیع الآخر ۵۷ھ سے ۱۱ر تک امتحان کی تیاری کیلئے مدرسہ میں تعطیل رہی۔ اور ۱۲ر سے باقاعدہ تحریری امتحان شروع ہوا
تین روز امتحان ہوتا رہا۔ اور پھر ۱۶ر اور ۱۷ر کو طلبہ نے آرام کیا۔ اور ۱۸ر کو عالیجناب مہتمم صاحب نے خود ہی سب کو نتیجہ سنا دیا
جیسی پریشانی اور ذہنی و دماغی انتشار کی حالت میں یہ امتحان ہوا تھا۔ اس کے لحاظ سے اللہ کا شکر ہے کہ نتیجہ بہت
اچھا رہا۔ عالی حوصلہ مہتمم صاحب کے عہد میں یہ پہلا امتحان ہوا تھا۔ اسلئے آپ نے جماعت میں اول آنیوالوں کو اتنی
فیاضی سے انعام دیا کہ جو "رحمانیہ" کی تاریخ میں بالکل نئی چیز تھی یعنی آج تک ششماہی امتحان میں اول نمبر پر کامیاب
ہونے والوں کو اس مقدار میں کبھی انعام نہیں ملا۔ آپ نے ایک حوصلہ افزا جدت یہ بھی کی کہ ایک مرتبہ آٹھویں جماعت
میں اول آنے والوں کو اور جماعتوں کے اعتبار سے انعام میں ممتاز رکھا۔ چنانچہ سب کو پانچ پانچ روپے دئیے اور اس کو
دس مرحمت فرمائے۔ اس طرح پورے پچاس روپے اس ششماہی امتحان کے موقع پر انعامات میں تقسیم ہوگئے۔ فجزاہ اللہ
احسن الجزاء ویوفقہ لما یحبہ ویرضاہ۔

سالانہ تفریح میاں صاحب مرحوم کے حالات میں میں ذکر کر چکا ہوں کہ آپ طلبہ کو تفریح بھی کرایا کرتے تھے۔ اور ایک
سالانہ تفریح برسات کے زمانے میں دہلی کے مشہور تاریخی مقام "قطب" میں ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اس سال بھی یہ تقریب
اپنی پوری شان سے ادا ہوئی۔ ۲۹ ربیع الآخر ۵۷ھ مطابق ۲۹ جون ۳۸ء کو بدھ کے دن شام کے وقت چار لاریاں
اکٹھا آئیں اور سب مدرسین و طلبہ اُن میں بیٹھکر نہایت آرام سے قطب پہنچے۔ ہم ابھی "بھول بھلیاں" میں جاکر ٹھہرے
ہی تھے کہ خود بھی مہتمم صاحب بذریعہ کار تھوڑی ہی دیر کے بعد تشریف لائے۔ مسکراتے ہوئے اترے اور طلبہ کے مجمع میں آکر
کھڑے ہوگئے۔ پھر وہیں ایک طرف فرش بچھوا کر سب کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ دیر تک باتیں کرتے
رہے۔ سورج ڈوبنے کو ہوا تو گھر واپس چلے آئے۔ اور رات کے کھانے کیلئے دہلی کے مشہور باورچیوں کو بھیجکر بہترین
انتظام کر گئے۔ آپ کے جانے کے بعد مغرب کی نماز پڑھکر دستر خوان بچھ گیا۔ پہلے طلبہ نے کھانا کھایا پھر اساتذہ اور دوسرے
شرکاء بزم نے۔ دوسرے روز علی الصباح وہاں کے مختلف مناظر کی سیر و تفریح کیلئے طلبہ و مدرسین ادھر اُدھر پھیل گئے۔
دس بجے تک پھر پھرا کر سب اپنی منزل پر واپس آگئے۔ دوسرے روز بھی مہتمم صاحب سویرے ہی پہنچے اسوقت اپنے ساتھ
آموں کی بہت سی ٹوکریاں لائے تھے، جس میں بہترین قسم کے آم تھے۔ کھانا کھانے کے بعد لوگوں نے خوب سیر ہوکر آم بھی
کھائے۔ اب کی دفعہ اس تفریح میں مہتمم صاحب نے ایک نیا اکرام یہ کیا کہ تمام لڑکوں کو آٹھ آٹھ آنے پیسے نقد دئیے کہ جس
کا جو دل چاہے آزادی کے ساتھ کھائے پئے۔ پیسوں کی تنگی کی وجہ سے کوئی کسی قسم کی حسرت لیکر نہ جائے۔ یکم جمادی الاولیٰ
۵۷ھ مطابق ۳۰ جون ۳۸ء کو شام کے وقت پھر لاریوں میں بیٹھکر ہمایوں، پرانا قلعہ، نظام الدینؒ وغیرہ کی سیر کرتے
ہوئے مدرسہ واپس آگئے۔ الغرض اس سال بھی بحمد اللہ کھانے پینے کے ہر قسم کے سامان کی فراوانی تھی، دہی پراٹھے، قیمہ، قورما
اور فیرنی وغیرہ بافراط موجود تھے۔ موجودہ مہتمم صاحب مدظلہ نے پوری دریا دلی کے ساتھ ہماری دلنوازیاں کیں۔ اگر کمی تھی تو صرف
اس قدیم محسن اور دیرینہ مشفق کی جسکی تلاش میں نگاہیں بار بار ادھر اُدھر اٹھتیں اور پھر مایوس ہوکر واپس آجاتیں ؎

جمادی الاخری مطابق اگست ۳۸ء

جمعیۃ الخطابہ کا سالانہ اجلاس

جمعیۃ الخطابہ کا تذکرہ بھی گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ قدیم دستور کے مطابق اس سال بھی اس کا سالانہ اجلاس نہایت شان کے ساتھ منعقد ہوا۔ مورخہ ۱۱ر جمادی الاخری ۱۳۵۷ھ مطابق ۸ر اگست ۱۹۳۸ء یوم پنجشنبہ کو صبح ۸ بجے سے حضرت العلامہ جناب مولانا محمد صاحب کی صدارت میں یہ اجلاس شروع ہوا۔ اور درمیان میں کھانے اور نماز کے وقفے کے علاوہ مسلسل ۳ بجے تک یہ علمی مجلس جاری رہی۔ ۲۰ مقررین نے اپنی عربی یا اردو تقریر اتنی خوبی سے بیان کی کہ سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ درمیان میں طلبہ کی طبعزاد قومی یا دینی نظمیں اور کیف افزا تھیں۔ مہتمم صاحب نے بھی اجلاس کے آخری حصے میں شرکت کی اور ایک نہایت مختصر مگر موثر تقریر بھی کی۔ اچھے مقررین کو حسب حیثیت انعامات بھی مہتمم صاحب نے خوب حوصلے سے دیئے جس کی کل مجموعی میزان روپے ۱۵ ہیں۔

رجب المرجب مطابق ستمبر ۳۸ء

جشن بخاری شریف

اس سال طلبہ نے موجودہ مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی فیاضیوں اور حوصلہ افزائیوں کو دیکھکر کتابوں کے ختم کرنے کے جشن بھی خوب خوب منائے ادنیٰ جماعت سے لیکر اعلیٰ تک سب نے بڑے شوق اور بڑی رونق کے ساتھ اپنی اپنی کتابیں ختم کیں۔ جمادی الاخری میں کتابیں ختم ہونی شروع ہوگئیں، اور یکے بعد دیگرے جشن بھی ہوتے رہے۔ پہلے ہر جماعت کے شرکاء اپنی استطاعت کے مطابق آپس میں چندہ کرتے۔ پھر اساتذہ سے کچھ وصول کرتے، اس کے بعد جناب مہتمم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور شرکت کی درخواست کرتے۔ آپ نہایت شفقت سے پوچھتے کہ کتنا چاہیے؟ ہر شخص نے اپنی ہمت و حوصلے کے مطابق جتنا مانگا، دیدیا۔ یہ سلسلہ جمادی الثانیہ کے اخیر تک جاری رہا۔ یہانتک کہ رجب میں بھی بعض کتابیں اسی شان سے ختم ہوئیں۔ آخر اصح الکتاب بعد کتاب اللہ (یعنی قرآن مجید کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا سب سے صحیح ترین مجموعہ) کے ختم کی باری آئی۔ یعنی فخر المحدثین، راس المجتہدین، امام المحققین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور بین الخلائق کتاب "الجامع الصحیح" کے ختم کے موقع پر تو مہتمم صاحب نے غیر معمولی اہتمام کیا۔ رجب کی ابتدائی تاریخوں میں یہ جشن منعقد ہوا۔ شہر کے . . . معززین بھی مدعو تھے۔ صبح ۷ بجے جناب مہتمم صاحب مولانا محمد صاحب کی معیت میں تشریف لائے۔ تمام طلبہ و مدرسین مجتمع ہوگئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری رحمانی نے پہلے ترمذی شریف ختم کرائی، اور اس کے بعد بخاری شریف کے آخری باب، اور پھر آخری حدیث کے متعلق ایک نہایت عالمانہ محققانہ اور محدثانہ تقریر کی، حاضرین بے حد محظوظ ہوئے، پھر مولانا محمد صاحب نے حاضرین کی پرخلوص آمین کے ساتھ موثر انداز میں دعائیں کیں۔ اخیر میں کھوئے کے نہایت بہترین پیڑے ایک ایک پاؤ کے قریب سب حاضرین میں تقسیم ہوئے۔ اور یہ مبارک مجلس بخاری شریف کے ان آخری الفاظ پر ختم ہوئی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

شعبان المعظم مطابق اکتوبر ۱۹۳۸ء

سالانہ امتحان وجلسۂ تقسیم اسناد کم وبیش ایک مہینہ کی تیاری کے بعد ۲؍شعبان ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۷؍ستمبر ۱۹۳۸ء بروز منگل صبح آٹھ بجے سے سالانہ امتحان شروع ہوا۔ اور ۶؍شعبان (۵ روز) تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ممتحن صاحب اپنے عملہ کے خود تشریف لائے چھپے ہوئے پرچے آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ہی کے آدمیوں نے پوری نگرانی اور دیکھ بھال کے ساتھ ان کو تقسیم کیا اور جوابات حاصل کئے۔ ممتحن صاحب محنت وکوشش کے ساتھ برابر پرچے دیکھتے بھی جارہے تھے اسلئے امتحان سے فراغت کے بعد ہی جلسہ کے انعقاد کا بھی اعلان کر دیا گیا۔ چنانچہ مورخہ ۷؍شعبان ۱۳۵۷ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۳۸ء اتوار کے دن اپنی پوری شان اور سابقہ روایات کے ماتحت شہر کے ممتاز علماء ومعزز عمائدین کی موجودگی میں یہ مبارک اجتماع منعقد ہوا۔ ہماری اور نیز تمام اہل جلسہ کی خوش قسمتی سے اس موقع پر حضرت الاستاذ ادیب فاضل، رکن مجمع علمی دمشق، وصدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ جناب مولانا عبدالعزیز صاحب میمن بھی تشریف فرما تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد سب سے پہلے طلبہ نے مختلف عنوانوں پر عربی وارد و تقریریں کیں اور حسب حال طبعزاد نظمیں سنائیں۔ عبداللہ بن محمد صاحب نجدی نے (جو دو سال سے مدرسہ میں حدیث کی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ اور اس سال مدرسے سے دورۂ حدیث سے فراغت کی سند لیکر حجاز واپس جا رہے ہیں) بھی ایک مفید تقریر کی۔ عرب صاحب ہی کی تقریر سے (جو نصائح اور پر مایہ) مولانا میمن صاحب بھی متاثر ہوئے اور پھر ان کے بعد آپ نے اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا۔ طلبہ و علما کی خواہش کے مطابق میمن صاحب مدظلہ العالی نے پہلے تو دیر تک نہایت فصیح عربی میں خطبہ دیا۔ پھر دوسرے حاضرین کو جو اب تک آپ کے مقصود کو نہ سمجھ سکے تھے۔ خود ہی ہندوستانی میں سمجھایا۔ آپ نے جماعتی انتشار وافتراق پر بے حد تأسف کا اظہار فرمایا۔ اور ان کو علمی رشتہ میں منسلک ہونے کیلئے ایک عظیم الشان مرکزی کتب خانہ قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ اور اس کی ضرورت پر ہندوستان اور بیرون ہند کے بعض ایسے واقعات اور مشاہدات پیش کئے جو حساس دلوں کیلئے بہت مؤثر ثابت ہوئے۔ اس سلسلے میں آپ نے احادیث کی بعض ان نادر بلکہ نایاب کتابوں کے نام بھی بتائے جو آپ نے اپنی سیاحت ممالک اسلامیہ کے دوران میں دیکھا ہے۔ اور وہ ابتک دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ آپ کی اس پُر از معلومات تاریخی وادبی جواہر ریزیوں کے بعد مدرسہ کے طلبہ نے بنوٹ کے فن کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد پانچویں جماعت کے ایک طالب علم عبدالقیوم بستوی نے ترمذی شریف کی حدیثیں زبانی سنائیں۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ ممتحن صاحب نے کتاب (ترمذی شریف) منگوا کر اپنے سامنے رکھی۔ اور جس باب کے متعلق فرماتے فوراً اس کی حدیثیں فرفر یہ طالب علم سنانا شروع کر دیتا۔ ان سب کارگذاریوں کے بعد جناب ممتحن صاحب نے نتیجۂ امتحان نہایت حوصلہ افزا الفاظ میں سنایا۔ چنانچہ حاضرین کے علاوہ خود ممتحن صاحب پر اس بہترین کامیابی کا جو اثر ہوا ہے وہ خود انھیں کے الفاظ میں درج ذیل ہے:-

"گذشتہ سالوں کی طرح مدرسہ رحمانیہ کا بدستور امتحان ہوا۔ خطرہ تھا کہ میاں صاحب مرحوم ناظم مدرسہ ہذا (شیخ عطاء الرحمٰن صاحبؒ) کی وفات سے مدرسہ کے نظم ونسق میں یا تعلیم میں فرق پڑ جائے جس سے سالانہ نتیجہ

کامیاب نہ رہے۔ مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ نتیجہ نہایت امید افزا رہا۔ لڑکوں کی تعداد امسال ساٹھ ستر کے درمیان تھی صرف تین لڑکے فیل ہوئے باقی سب پاس ہیں۔ ایسی نمایاں کامیابی سابقہ سالوں میں بہت کم ہوئی ہے۔ گذشتہ کی طرح انعامات بھی تقسیم ہوئے۔ یہ سب کچھ حاجی عبد الوہاب صاحب اور ان کے بعض دیگر برادروں کی حسن سعی کا نتیجہ ہے جنھوں نے اپنے والد مرحوم کی جانشینی کا پورا حق ادا کرتے ہوئے اس مدرسہ کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی آبپاشی شروع کر دی۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ کے عم زاد برادر میاں محمد صاحب بھی ان کے دست وبازو ہو گئے ہیں۔ خدا ان نوجوانوں کی عمر میں برکت دے، کاروبار میں ترقی دے۔ اس سے زیادہ دینی خدمت کا شغف بخشے اور اسی پر خاتمہ کرے۔ آمین"

عبد اللہ امرتسری ممتحن رحمانیہ مدیر تنظیم روپڑ انبالہ

مورخہ ۷ رشعبان ۱۳۵۷ھ مطابق ۲ راکتوبر ۱۹۳۸ء

نتیجہ امتحان سننے کے بعد دعاء خیر وبرکت کے ساتھ جلسہ برخاست ہوا اور پھر تمام مدعوین حضرات جو پچاس سے زیادہ تھے کھانے کیلئے بٹھائے گئے۔ زردہ بریانی سے جو خاص اہتمام کے ساتھ تیار کرائی گئی تھی، حاضرین کی تواضع کی گئی۔ محترم جناب حاجی شیخ عبد الوہاب صاحب مہتمم مدرسہ اور ان کے چچا زاد بھائی محترم جناب شیخ محمد صاحب بھی اجلاس میں موجود تھے۔ مہتمم صاحب مدظلہ نے تمام انعامات کی رقمیں اپنے انھیں چھوٹے بھائی (میاں محمد صاحب) کے ہاتھوں تقسیم کرائیں۔ انعامات اسی حوصلے اور فیاضی کے ساتھ تقسیم کئے گئے جس طرح میاں صاحب مرحوم کے زمانے میں ہوتے تھے۔ بلکہ مزید اکرام یہ ہوا کہ جس طرح طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔ اسی طرح مدرسین کی حوصلہ افزائی بھی یوں کی گئی کہ مہتمم صاحب زید لطفہٗ نے تمام مدرسین کی تنخواہوں میں ترقی کر دی جو دسمبر ۱۹۳۸ء سے شروع ہوگی۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم اور دین کے اس سرچشمہ کو ہمیشہ جاری رکھے اور مہتمم صاحب کو ہر قسم کی پریشانیوں سے امن وعافیت میں رکھکر ان سے اپنے دین کی بیش از بیش خدمتیں لے" اور ان کے بھائیوں کو بھی ان کی ہمنوائی کی توفیق بخشے۔ آمین اللہم آمین۔

اعلان داخلہ اب تقریباً دو مہینے کیلئے مدرسہ میں تعطیل ہو چکی ہے۔ رمضان المبارک کے بعد شوال کے مہینہ سے پھر از سر نو سلسلہ تعلیم جاری ہوگا۔ ۸ شوال سے ان شاء اللہ داخلہ شروع ہو جائیگا اور اسی مہینے کے اخیر تک رہیگا۔ اسلئے نئے داخل ہونیوالے طلبہ کو اسی درمیان میں مدرسہ پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ امتحان داخلہ کے بعد استعداد ولیاقت کا صحیح اندازہ کر کے مناسب جماعتوں میں داخلہ ہوگا۔

سالانہ جلسہ کے موقع پر جو انعامات تقسیم ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے

نام جماعۃ	نام طالب علم	تفصیل انعامات	مجموعہ انعام
آٹھویں جماعۃ	مولوی لطاف الرحمٰن بستوی	سند فراغت کے ساتھ عربی چوغہ و بخاری رومال وعقال کے علاوہ اپنی جماعت میں اول آنیکی وجہ سے دس روپے۔	۱۰
"	مولوی عبد العفو پٹنوی	سند فراغت کے ساتھ عربی چوغہ بخاری رومال وعقال کے علاوہ ایک طبعزاد عربی قصیدہ سنانے پر دو روپے۔	عـ۲

نام جماعت	نام طالب علم	تفصیل انعامات	مجموعہ انعام
آٹھویں جماعت	مولوی جلال الدین شیر آبادی	سند فراغت عربی چوغہ و نجدی رومال	
ساتویں "	عبدالرحیم پنجابی	اپنی جماعت میں اول رہا اس لئے پانچ روپے	صہ ر
" "	عبدالشکور سکوہری	عربی تقریر پر دو روپے	عا ر
" "	محمد امین مبارکپوری	نظم اردو پر دو روپے	عا ر
" "	محمد ادریس اعظمی	" " "	"
چھٹی "	اقبال احمد گونڈوی	اپنی جماعت میں اول آنے پر پانچ روپے	صہ ر
" "	امام الدین مظفر نگری	ہمیشہ نماز باجماعت کی پابندی پر دس روپے	عـہ
پانچویں "	عبدالحمید بستوی	اپنی جماعت میں اول رہا اس لئے پانچ روپے	صہ ر
" "	عبدالقیوم "	ترمذی شریف کی حدیثیں زبانی سنانے پر پانچ روپے	صہ ر
" "	محمد اکبر پرتاپ گڈہی	تقریر اردو پر	عا ر
چوتھی "	عبداللہ مبارکپوری	جماعت میں اول رہا اسلئے پانچ روپے اور اردو تقریر کے دو روپے	معہ ر
" "	عبدالباری بہاری	حدیث کے پرچے میں اول رہا اسلئے سات روپے	معہ
" "	عبدالشکور گیاوی	پرچے خوشخط لکھے اس لئے تین روپے	سے ر
" "	محمد اکرم پنجابی	نماز باجماعت کی پابندی پر دس روپے	عـہ ر
تیسری "	عبداللہ لاہوری	اپنی جماعت میں اول رہا اسلئے پانچ روپے	صہ ر
"	سیف الرحمٰن	عربی خط اچھا ہے اسلئے دو روپے	عا ر
دوسری "	میزان الرحمٰن بنگالی	اپنی جماعت میں اول رہا اسلئے پانچ روپے اور حدیث کے پرچے میں اول آنے پر پانچ روپے	عـہ ر
" "	یعقوب رنگونی	ہمیشہ نماز باجماعت کی پابندی کرتا رہا لیکن فیل ہونے کی وجہ سے پورا انعام نہیں دیا گیا بلکہ پانچ روپے دیئے گئے	صہ ر
" "	شمس الدین گیاوی	اردو نظم پر دو روپے	عا ر
پہلی "	محمد یوسف پنجابی	اپنی جماعت میں اول آنے پر صہ اور مدرسہ میں اول آنے پر صہ ترجمہ قرآن مجید کے پرچہ میں اول آنے پر دو روپے	عـــہ ر
" "	محبت اللہ بستوی	اردو تقریر پر دو روپے	عا ر
ادنیٰ "	محمد اکبر پنجابی	جماعت میں اول آنے پر صہ اور نماز باجماعت کی پابندی پر دس روپے	صـعـہ
فن ہنوٹ کا مظاہرہ کرنیوالے طلبہ کو دس روپے۔ مولوی عبداللہ صاحب نجدی کو تقریر پر دس روپے			عـہ
راقم الحروف کو کتب خانہ کی نگرانی اور رسالہ محدث کی خدمات کے صلہ میں مبلغ اکیس روپے ملے			مار

میزان کل مبلغ دو سو اڑتالیس روپے　۲۴۸ ر

روح اخبار

—— امام یحییٰ والیٔ یمن نے فوجی افسروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ملک کی مدافعت وحفاظت کیلئے تیار رہیں۔ اور سرحدی مقامات کی قلعہ بندی کے لئے بہت جلد پروگرام بنائیں۔ یمن کی جو بیاڑیاں غیر محفوظ ہیں ان پر قلعہ بندی کیلئے ترکی افسروں نے ایک اسکیم تیار کی تھی جس کو حکومت یمن نے منظور کرلیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں پانچ ترکی افسر استنبول سے حدیدہ پہنچ گئے ہیں۔ عام خیال ہے کہ جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کی ہدایات اور مشورہ سے حکومت یمن نے فوجی اقدامات کی طرف توجہ دی ہے یہ بھی خبر ہے کہ یمن کا فوجی نظام کلیۃً ترکوں کے حوالہ کردیا جائیگا۔ (زمیندار)

—— اعلیحضرت حضور نظام نے وائسرائے ہند کو حسب ذیل پیغام وفاشعاری ارسال فرمایا ہے:-

یورپ کی موجودہ سیاسی صورت حالات کے پیش نظر جس سے عالمگیر جنگ کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ میں اپنی ریاست کے تمام وسائل وذرائع ملک معظم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جیسا کہ میں زمانۂ گزشتہ میں اسی نوعیت کے موقع پر پیش کرچکا ہوں۔ اور ضرورت پیش آنے پر میری ریاست کی خدمات سلطنت برطانیہ کے لئے حاضر ہونگی۔ (زمیندار)

—— مرکزی اسمبلی کا جو خاص اجلاس ۱؍نومبر سے دہلی میں شروع ہونے والا ہے اس میں سرکاری کاروبار کیلئے ۲۱ دن مخصوص کئے گئے ہیں۔ آخری سرکاری دن ۹؍دسمبر مقرر کیا گیا ہے۔ اس اجلاس میں کوئی غیر سرکاری کاروبار انجام نہیں دیا جائیگا۔ (زمیندار)

—— محمد محمود پاشا وزیراعظم مصر نے اعلان کیا ہے کہ مصر اپنے حلیف اعظم برطانیہ کے ساتھ خلوص دل سے اتحاد عمل کیلئے تیار ہے۔ اور وقت آنے پر ہر ایک مصیبت سے عہدہ برا ہونے پر آمادہ ہے۔ (زمیندار)

—— ریاست جے پور کے پبلسٹی افسر نے ایک اعلان کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ریاست میں بارش کی قلت کی وجہ سے قحط نمودار ہو رہا ہے۔ مویشیوں کیلئے چارہ بھی نہیں ملتا جس کا کم ازکم ریاست کے ۳۲ لاکھ مویشیوں پر برا اثر پڑرہا ہے۔ اس تمام صورت حالات کے پیش نظر حکومت جے پور نے قحط زدہ رعایا کی امداد کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے چنانچہ قحط زدہ علاقوں کے سرکاری جنگلوں میں رعایا کو مویشی چرانے کی عام اجازت دی جاتی ہے اور کنوؤں کا ٹیکس بھی وصول نہیں کیا جائیگا۔ اگر ۳۰؍اکتوبر سے پہلے پہلے کوئی کسان چارے کا بیج بوئیگا تو پانچ کچے بیگھوں کے رقبے کیلئے کوئی مالیہ وصول نہیں کیا جائیگا۔ چارہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کی خاطر ریلوے پہلے کی بہ نسبت اس کا کرایہ کم وصول کریگی جن دیہاتوں میں چارے کی فصل بالکل نہیں ہوئی ان سے چارے کی فصل کا مالیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ (احسان)

—— حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سال سے شراب نوشی کو روکنے کی کوشش کی جائے اس کام کیلئے حکومت نے دو لاکھ روپیہ خرچ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

—— کلکتہ پولیس نے آٹھ آدمیوں کو گرفتار کیا ہے جو عرصے سے نقلی ٹکٹ اور لفافے بنا کر بیچ رہے تھے۔

[illegible] دفتر رسالہ محدث [illegible] رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

دسمبر ۲۸

REGD. NO. L. 3204.

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۱۲ بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہوتے ہیں۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنے پر واپس کئے جائینگے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

خط وکتابت کا پتہ

مینجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۶ | ماہ دسمبر ۱۹۳۸ء مطابق ماہ شوال المکرم ۱۳۵۷ ہجری | نمبر ۴۸

اسلامی سیاست کا ایک مختصر خاکہ

(از مولوی ابوالخیر صاحب بلّ ڈ پریوائی پرتاب گڈھی)

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عالمگیر مذہب صرف اسلام ہی کو کہا جا سکتا ہے اور واقعی میں اسلام ہی صرف خدائی اور فطری دین ہے چنانچہ ارشاد باری ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی دین حق اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ پس جبکہ اس کا بذات خود یہ دعوی ہے کہ یہ ربانی مذہب ہے تو پھر بھلا اس کے قوانین کیونکر عالمگیر نہ ہونگے، مذہب اسلام جب دنیا میں آیا تو جہاں داعی اسلام نے لوگوں کو اس بات کی تعلیم دی کہ آخرت کو حاصل کرو وہی اصل چیز ہے۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ دنیا سے بالکل تعلقات منقطع کر لینا بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ بلکہ اخروی کمالات کی تکمیل ہی اسوقت ہوگی جب دنیا سے تعلقات وابستہ رکھکر بھی خدا کو نہ بھولے۔

پس اب یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا مذہب اسلام نے ایسے آئین وقوانین جو ان دونوں شقوں پر حاوی ہوں پیش کئے ہیں یا نہیں؟ لیکن چونکہ مجھے اسوقت انھیں قوانین سے بحث کرنی ہے جو دنیاوی امور سے متعلق ہیں اس لئے شق اول کو نظر انداز کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ وہ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام حوادث کے لئے ایک مکمل قانون ہے۔ مذہب اسلام نے جہاں دیگر تمام امور میں اصلاحات کیں اور ہر ایک چیز کیلئے ایک نرالا اور اٹل قانون پیش کیا وہاں اس نے سیاست کی بھی تعلیم دی کیونکہ جبکہ اسلام نے کہا کہ حکومت اور سلطنت صرف قوم مسلم کیلئے ہے کافر کو مسلم پر قبضہ وتسلط کی کوئی گنجائش نہیں۔ چنانچہ فرمایا لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا یعنی اللہ نے کافروں کو مومنوں پر تصرف وحکومت کا کوئی حق نہیں دیا (بشرطیکہ وہ مومن ہوں)

پس جب یہ بات ہے تو اسلام کیلئے ضروری تھا کہ وہ حکومت و سلطنت کے ایسے طریقے اور اصول بھی پیش کرتا جو ہر زمانہ میں ہر دور میں ہر قوم اور ہر جماعت کیلئے برابر مفید اور مستعمل ہو سکتے ہیں بس یہی ہمارا مدعا ہے اور آج کی صحبت میں یہی دکھانا ہے یعنی قوانین اسلام کو سیاست کی روشنی میں پیش کرنا ہے سب سے پہلے ضروری ہے کہ سیاست کے معنی بتا دیئے جائیں سیاست کے معنی ہیں رعیت کی نگہبانی کرنا اور ان کو مناسب طریقوں سے فتنہ و فساد اور ہر قسم کی برائیوں سے روکنا یہ ظاہر بات ہے کہ قوانین اسلام میں سیاست کی جھلک اسوقت تک نہیں نظر آسکتی ہے جبتک کہ مذاہب کے قوانین سیاسیہ کو منصۂ شہود پر نہ لایا جائے کیونکہ مشہور بات ہے کہ ہر ایک چیز اپنے ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ بدیں وجہ اثنائے تحریر میں اس چیز کا بھی کہیں کہیں تذکرہ کیا جائے گا۔ اگلی امتوں نے جب کبھی تمرد و سرکشی کو اپنا لائحہ عمل بنا لیا تو ان کیلئے ہر زمانہ میں ایک ہادی ایک قانون لیکر آتا رہا لیکن کچھ دنوں بعد چند وجوہات کی بنا پر وہ قانون درہم برہم ہو جاتا تھا۔ لیکن چونکہ اسلام اس سلسلے کی آخری کڑی تھی اور یہ ہدایت کا ایک آخری قانون تھا اسلئے اس کے قوانین ویسے ہی اٹل اور عالمگیر ثابت ہوئے جیسا کہ ہونا چاہیے تھا۔

مذہب اسلام نے سب سے پہلے تمام بنی نوع انسانی کے احترام کو مختلف وجوہ سے برقرار رکھا۔ اور انسانی حیثیت سے سب کو ایک سطح پر لا کھڑا کیا۔ نہ گورے کالے کا امتیاز نہ عربی عجمی کا فرق۔ ہاں ہر شخص اپنے اعمال سے اپنا وقار گھٹا یا بڑھا سکتا ہے۔ اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے جس نے موروثی اور خاندانی سلطنت کو تباہ و برباد کر کے جمہوریت قائم کی اور اس بات کی تعلیم دی کہ تمام لوگ ملکر اس شخص کا انتخاب کریں جس میں امور سلطنت سنبھالنے کی قابلیت اور اہلیت ہو۔ پس جس شخص کو قوم چن لیوے اسی کے سر پر تاج امارت رکھا جائیگا اور وہی شخص امیر اور خلیفہ کہلائیگا۔ لیکن وہ امور سلطنت میں خود مختار خود رائے اور مستبد نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے خلاف شریعت کام پر ایک ادنی شخص بھی اعتراض کر سکتا ہے اور اگر وہ اپنے بُرے افعال پر مصر رہے تو اس کو معزول کر دیا جائے گا۔ بیت المال کا وہ محافظ سمجھا جائیگا۔ اس میں سے وہ بلا ضرورت اپنے مصرف میں کچھ بھی نہیں لا سکتا۔ اس کے ذمہ تمام ان امور کی دیکھ بھال ہوگی جو رعایا کیلئے مفید اور کارگر ہو سکتے ہوں چنانچہ اوائل اسلام میں دیکھئے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے کوچ کر جاتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ اور امیر المومنین بنایا جاتا ہے چونکہ ان کے اندر امارت کی اہلیت بطریق احسن پائی جاتی تھی اسلئے صحابہؓ نے انہی کا انتخاب کیا چنانچہ انہوں نے وہی کیا جو ایک اسلامی خلیفہ کو کرنا چاہیئے ان کے انتقال کے بعد تخت خلافت پر حضرت عمر فاروقؓ جلوہ آرا ہوتے ہیں اب یہاں خیال کیجیے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لڑکے موجود ہیں حضرت عمرؓ ان کے کوئی قریبی رشتہ دار بھی نہیں ہیں لیکن پھر بھی انہی کا انتخاب عمل میں آتا ہے وجہ اس کی یہ تھی کہ یہی اس امر مہم کے لائق تھے پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنیؓ تخت امارت پر جلوہ گر ہوتے ہیں یہاں بھی دیکھیے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نہایت ہی لائق اور فائق عالم موجود ہیں لیکن قوم حضرت عثمانؓ کو اپنا امیر مقرر کرتی ہے۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ بنائے جاتے ہیں۔ الغرض مذہب اسلام نے عملی طور پر موروثی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کی۔ گو بعد میں یہ چیز باقی نہ رہی لیکن یہ مسلمانوں کی غفلت ہے۔ جمہوری سلطنت

قائم کرنا یہ اسلام ہی کی تعلیم تھی کیونکہ ایسی صورت میں کسی خاندان میں سلطنت نہیں باقی رہ سکتی ہے اور نہ کسی کو ولیعہد بنایا جاسکتا ہے اسی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آج امریکہ اور فرانس میں بھی جمہوری حکومت قائم ہوگئی۔ اس کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی یہی طریق مروج ہوچکا ہے لیکن شخصی حکومت کے حامیوں نے جو جو عیوب و نقائص اس طریق میں بتلائے ہیں وہ عیوب اسلامی تعلیم میں کلیۃً مفقود اور مسلوب ہیں کیونکہ موجودہ جمہوری سلطنت اور اسلامی جمہوری سلطنت میں آسمان زمین کا فرق ہے کیونکہ قوانین اسلامیہ تمام پہلوؤں کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب اور مدون کئے گئے ہیں روس کا مشہور مدبر طالسطائی شخص آج جمہوری سلطنت پر اعتراض کرتا ہے لیکن وہ قوانین اسلامیہ پر چون وچرا بھی نہیں کرسکتا کیونکہ مذہب اسلام نے خلاف فطرت قانون منضبط ہی نہیں کئے بلکہ اسلامی قوانین ایسے ہیں جن کے ذریعے سے تمام مفاسد اور مظالم کا سدباب کیا جاسکتا ہے۔

مذہب اسلام نے غلامی کو فنا کے گھاٹ اتارنے کی سعی کی اور اس میں کامیابی بھی ہوئی۔

اسلام نے عدل کے متعلق زور دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی یعنی انصاف کرو اسلئے کہ یہ تقوی کے قریب تر ہے دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے اِعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی یعنی انصاف کرو اگرچہ کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے ان اللہ یأمر کم بالعدل والاحسان الایہ یعنی فرمان باری ہے کہ وہ تم کو عدل کیلئے حکم کرتا ہے یہ تو ارشاد قدوسی ہے آئیے اب دیکھئے کہ سیاست کے معلم اول نے اس کے متعلق کیا تعلیم دی ہے چنانچہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میدان محشر میں جبکہ بڑی پریشانی اور دقت کا سامنا ہوگا اسوقت دھوپ کی سخت شدت ہوگی اور حال یہ ہوگا کہیں سایہ نہ ملیگا کہ لوگ پناہ گزیں ہوسکیں لیکن صرف چند اوصاف کے لوگ ایسے ہونگے جن کو اللہ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا ان میں سے امام عادل بھی ہے دوسرا قول نبوی یہ ہے کہ چند لوگ ایسے ہیں جن کی دعا دربار ربانی میں بہت جلد مقبول ہوتی ہے ان میں امام عادل کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ وہ امام میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک ہوگا جو عادل ہوگا اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ قرآن وحدیث میں اس کے متعلق ذکر کیا گیا ہے اور امام عادل کو خوب اچھی طرح سراہا گیا جس کے احاطہ کا یہ موقع نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اسمیں سیاست کیا ہے سو معلوم ہونا چاہئے کہ عدل ہی تو ہے جس کے ذریعہ سے بہت سے مفاسد اور مظالم کو زیروزبر کیا جاسکتا ہے یہی وہ قانون ہے جس کی وجہ سے رعایا خوش ہوسکتی ہے یہی وہ قانون ہے جس کی وجہ سے اعداء دوست ہوجاتے ہیں اغیار ثناخواں اور رطب اللسان نظر آتے ہیں غرض یہ ہے کہ یہ سیاست کا جزو اعظم ہے اسی لئے بانی سیاست نے اس پر خوب زور دیا ہے۔ بلکہ آپ نے اس پر عمل کرکے بھی دکھا دیا چنانچہ زمانہ نبوی میں ایک عورت چوری کرتی ہے اس کی سفارش کی جاتی ہے کیونکہ اس کا تعلق جماعت امراء سے تھا لیکن آپ اس سفارش سے سخت ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ تم سے پہلی امتیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ انھوں نے اللہ کے حدود میں امیر وغریب کا امتیاز قائم کیا۔

دوستو! اسلامی سلطنت میں اس قسم کے ایک دو واقعات نہیں ہیں بلکہ اس کی عدل گستری کی ایسی سینکڑوں شہادتیں تاریخ کے صفحات میں نہیں مل سکتی ہیں۔ سیاست اسلامیہ کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ جب خلیفہ امور مہمہ کو انجام دینا چاہیے تو اس کو چاہیے کہ وہ ایک مجلس مشاورت قائم کرے اور متفقہ آراء سے جو طے پائے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے چنانچہ اسلامی سیاست کے قانون کی کتاب میں مرقوم ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یعنی اے نبی معاملات میں مسلمانوں سے مشورہ کر لیا کرو۔ اور دوسری جگہ فرمایا أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ یعنی مسلمانوں کے کام شورے سے طے ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں دیکھیے جب کبھی ایسا موقع پیش آتا تھا تو ایک شخص گلی وکوچہ میں پھرتا ہوا اعلان کرتا کہ الصلوۃ جامعۃ۔ چنانچہ تمام لوگ سیاست اسلامیہ کی کونسل یا کچہری یعنی مسجد میں جمع ہوجاتے اور وہیں پر تمام امور انجام پاتے۔ ایک دفعہ ابوبکرؓ صدیق کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک کہ میں خلافت کو دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے انجام دوں اس وقت تک تم لوگ میری مدد کرو اور جب میں خلاف کروں تو تم لوگ مجھکو سیدھا کردو۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ فاروق مجلس مشاورت میں کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو میں کہوں اس کو تم لوگ مان لو بلکہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے پیش کرو اور میری رائے پر نکتہ چینی بھی کرسکتے ہو۔

سیاست اسلامیہ نے ایک قانون جو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ اجراء حدود ہے یعنی اگر کوئی شخص افعال بد کا مرتکب ہوجائے تو اس کو کیسی اور کس قدر سزا دینی چاہیے یہ وہ قانون ہے جو کہ بجز اسلامی سیاست کے اور دیگر مذاہب میں ناپید ہے مثلاً اگر کوئی شخص زنا کرے تو اس کے متعلق شریعت اسلامی کہتی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو کوڑے لگائے جائیں گے اگر بغیر شادی شدہ ہیں۔ اور اگر شادی شدہ ہیں تو ان کو رجم یعنی پتھراؤ کیا جائے گا۔ کیونکہ ایک شریف انسان کیلئے جان سے زیادہ اپنی عزت وعصمت پیاری ہوا کرتی ہے چنانچہ آج اکناف عالم میں دیکھیے کہ کتنے لوگ ایسے ملیں گے جو کہ اپنی عزت اور عفت کے ناموس پر اپنی عزیز جان کو قربان کردیتے ہیں ان کو یہ تو گوارہ ہے کہ اپنی جان کو عزت کے نام پر نچھاور کردیں لیکن یہ برداشت نہیں کہ ان کی عزت وحرمت پر ناجائز حملہ کردیا جائے۔ ایک جگہ فرمایا لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ اسلئے کہ یہ بے حیائی اور بہت برا راستہ ہے۔ خدا کی قسم اگر آج وہی حدود جو شریعت اسلامیہ نے جرائم کے انسداد کیلئے بتائی ہیں جاری کی جائیں تو روحانیت کا دور دورہ ہوتا اور آئے دن جو جنگ وقتال کا ہولناک منظر سامنے آتا رہتا ہے ایک دم معدوم ہوجاتا۔

سیاست اسلامیہ نے شراب کو ناجائز اور ام الخبائث قرار دیا ہے اور شراب پینے والے کی دُرّے سے خبر لی جائیگی کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ابواب جرائم وعصیاں ایک دم مفتوح نظر آتے ہیں یہی تو وجہ تھی کہ اسلام نے اس کو تمام گناہوں کی اصل ٹھیرایا۔ لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ قانون دیگر ادیان میں بھی ہے بلکہ آج جبکہ تہذیب وتمدن کا عروج ہے اور ہر قوم بام تہذیب پر گامزن ہونے کی مدعی ہے حال یہ ہے کہ شراب کے متعلق کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے۔ لیکن معلم سیاست صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ تعلیم ہے کہ ہر نشہ کی چیز حرام ہے۔ اسی طریقہ سے اسلامی سیاست جوا اور قمار بازی کی بھی کسی صورت میں اجازت نہیں دیتی ہے کیونکہ ان چیزوں سے فتنہ وفساد

پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسلامی سیاست نے سود خواری کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے خرید و فروخت تو جائز کر دیا ہے مگر سود حرام گردانا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اقتصادیات اور دیگر معاملات کو سخت ترین نقصان پہنچتا ہے اس کی وجہ سے محبت و مودت معدوم ہو جاتی ہے۔ سود خواروں کے متعلق بہت سخت وعیدیں آئی ہیں کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مال و دولت ہر چہار جانب سے سمٹ کر ایک جگہ محدود ہو جاتی ہے۔ جس کے نتائج دنیا کے حق میں نہایت ہی مہلک اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں اسلامی سیاست نے رشوت کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ بغیر محنت کے ایک شخص کے مال پر گویا غاصبانہ اور ظالمانہ تصرف ہوتا ہے۔ اور اسلام اس قسم کی غیر ہمدردانہ روش کا سخت مخالف ہے بلکہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کمانے کا حکم دیتا ہے چنانچہ تجارت کی ترغیب میں ارشاد باری ہوتا ہے وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ یعنی تجارت کو فضل اللہ قرار دیکر حکم ہوا کہ اس میں کوشش کرو شارع اسلام نے کہا کہ نیک تجار یوم محشر شہداء و صالحین کی معیت میں ہوں گے تجارت ہی تو ہے جس کے ذریعہ سے دیگر ممالک کی کیفیات کو معلوم کیا جا سکتا ہے تجارت ہی تو ہے جس کے ذریعہ سے اغیار کی حقیقت سے واقفیت ہو سکتی ہے۔ تجارت ہی تو ہے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے زرخیز ممالک فتح کئے جا سکتے ہیں۔ ہاں ہاں تجارت ہی کے بدولت آج ہم پر یورپین حکومت کر رہے ہیں اور ہم غلامانہ اور محکومانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

سیاست اسلامیہ نے غیر مسلموں کے متعلق یہ قانون پیش کیا ہے کہ جن سے معاہدہ ہو چکا ہو اُن کی حفاظت ان کے معابد کی حفاظت مسلمانوں پر ویسے ہی ہے جیسے کہ قوم مسلم کی حفاظت ان کے اوپر ضروری اور لازمی ہے اور جن لوگوں سے معاہدہ نہیں ہے اور وہ ہماری ضرر رسانی کے درپے ہوں تو ان سے جنگ کی جا سکتی ہے ان کے متعلق حکم ہے جبتک وہ خود چھیڑ چھاڑ نہ کریں تم بھی خاموش رہو۔ ہاں اگر وہ ہمارے مذہبی معاملات یا دیگر امور میں رخنہ اندازی کریں تو اس وقت خاموش رہنا یہ یقیناً اصول کے خلاف ہے اور اگر کوئی قوم صلح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اس کو اسلام نہایت مستحسن نظر سے دیکھتا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا یعنی اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی تیار ہو جاؤ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے اَلصُّلْحُ خَیْرٌ یعنی صلح بہتر چیز ہے۔

سیاست اسلامیہ نے فتنہ و فساد کی اجازت کسی صورت میں نہیں دی ہے بلکہ انسانی جان کی بڑی قدر کی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا یعنی اصلاح کے بعد زمین میں فساد نہ پھیلاؤ ہاں مذہب اسلام نے جنگ کی اجازت دی ہے مگر یہ اسوقت جبکہ امن امان کی چادر پھٹ چکی ہو، بدی نیکی پر غالب آچکی ہو لاچاروں اور بے کسوں پر دردناک مظالم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہوں امن عامہ میں رخنہ اندازی ہو رہی ہے ایسی صورت میں سیاست اسلامیہ جنگ کی اجازت دیتی ہے اجازت ہی نہیں بلکہ ایسے نازک وقت میں لازم اور فرض قرار دیتی ہے کیونکہ سیاست اسلامیہ کا تو یہی مقصود ہے کہ ان ساری چیزوں کو صفحۂ عالم سے نیست و نابود کر دے اگرچہ آج اس قانون پر معاندین اسلام نکتہ چینی کرتے ہیں لیکن یہ محض ان کے تعصب کا نتیجہ ہے ورنہ یہ بات لفظ "اسلام" ہی سے ٹپک رہی ہے کہ وہ صلح کا مذہب ہے اس کا مقصد امن و سلامتی قائم کرنا۔ چنانچہ صاف فرمایا

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا یعنی مسلمانوں کو جہاد کی اجازت اسلئے دی گئی کہ وہ مظلوم تھے۔ اہل اسلام سے جب کسی قوم کا مقابلہ ہو جائے اور اہل اسلام غالب آجاویں تو سیاست اسلامیہ کی تعلیم ہے کہ ان کی عورتوں ان کے بچوں کو نہ قتل کیا جائے ان کے معابد کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچایا جائے جو لوگ گرفتار ہو کر آویں ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ بلکہ اہل اسلام نے تو یہاں تک کیا کہ خود بھوکے رہتے تھے اور جنگ کے قیدیوں کو عمدہ غذائیں کھلاتے تھے یہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا تھا۔ کیا کوئی مذہب اس کی نظیر پیش کر سکتا ہے ؟ دربار نبوی میں مشہور حاتم طائی کی صاحبزادی گرفتار ہو کر آتی ہے داعی اسلام اس کو نہایت ہی اچھی طرح اس کے وطن مالوف تک پہنچا دیتے ہیں۔

سیاست اسلامیہ ہی ہے جس نے قاصد کو قتل کرنے سے روک دیا مسیلمہ کذاب کے قاصد دربار نبوی میں آتے ہیں نہایت ہی گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ آپ درگذر کر جاتے ہیں۔ سیاست اسلامیہ نے چور کے متعلق یہ حکم صادر اور نافذ کیا ہے اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا یعنی چور خواہ مرد ہوں یا عورت ان کا ہاتھ کاٹ دو۔ سیاست اسلامیہ میں ایک بہت بڑا اور نہایت ہی اہم قانون قصاص کا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو اس کے عوض میں اس کو بھی قتل کیا جائے گا ہاں اگر ورثا مقتول چاہیں تو اپنے اس حق کو دیت لیکر معاف کر سکتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ یعنی قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ اے عقل والو! کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنا چاہے اور پھر اس کو معاً خیال آئے کہ میں بھی اس کے عوض میں قتل کیا جاؤں گا تو وہ اپنے اس خیال سے باز آجائے گا اور پھر اسی طرح نفوس انسانیہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچیگا۔

سیاست اسلامیہ عورت کو سلطنت کے امور کا حاکم و متولی بنانے کی مخالف ہے کیونکہ یہ ظاہر بات ہے کہ ان کی فطری کمزوریاں ایسے اہم امور کی انجام دہی میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ پس ایسی صورت میں اگر ان کو حاکم بنا دیا جائیگا تو کام بالکل درہم برہم ہو جائے گا اور یہی چیز فتنۂ عظیم کی باعث ہوگی چنانچہ سیاست اسلامیہ کے معلم کا یہ قول ہے کہ وہ قوم کیونکر فلاحیاب ہو سکتی ہے جس نے عورت کو اپنا حاکم بنایا ہو۔ بعض نادرو شاد صورتیں اس کی معارض نہیں ہو سکتیں۔ مذہب اسلام نے اگرچہ عورتوں کو بہت کچھ حقوق دیئے ہیں مگر افراط تفریط سے کام نہیں لیا ہے۔ لیکن ذرا دیگر ادیان کے قوانین کو ملاحظہ کیجئے کہ کسی مذہب نے تو افراط سے کام لیا ہے اور ان کو اسقدر آزادی دی ہے جن کے نتائج مہلکہ روزانہ سننے میں آتے رہتے ہیں اور کسی مذہب نے تفریط سے کام لیا ہے اور عورتوں کے تمام حقوق سلب کر لئے۔ سیاست اسلامیہ نے تعدد ازدواج کے متعلق قانون پیش کیا ہے اگرچہ اس قانون پر دشمنان اسلام اعتراض کرتے ہیں لیکن درحقیقت انھوں نے قوانین اسلامیہ کو بنظر عمیق نہیں دیکھا جنگ عظیم میں جب کہ بہت سے مرد کام آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئیں اور در بدر پھرنے لگیں۔ آج اگر اس قوم کے اندر بھی یہ قانون ہوتا تو یہ مصیبت جو صنف نازک پر آئی۔ کاہے کو آتی۔ یہی وجہ ہے کہ سیاست اسلامیہ کا وہ قانون ہے کہ ہر زمانے کے تمام واقعات پر حاوی ہے۔ آج ساڑھے تیرہ سو برس ہو گئے لیکن ایک قانون کی بھی تبدیلی کی ضرورت نہیں پیش آئی کیونکہ

تمام قوانین مطابق فطرت وعقل ہیں۔

زن وشوئی کے تعلقات کے متعلق بھی سیاست اسلامیہ کے نرالے قوانین وآئین ہیں۔ مثلاً مسئلہ طلاق ہے اس کو کس طرح سے سلجھایا گیا لیکن آج چونکہ یہی چیز دیگر ادیان میں نہیں ہے اسی وجہ سے روزانہ جھگڑا وفساد ہوتا رہتا ہے سیاست اسلامیہ نے کہا کہ جس طرح مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی رفیقۂ حیات کو بذریعہ طلاق علیحدہ کرسکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ بحالات مخصوصہ بذریعہ خلع شوہر سے علیحدہ ہوسکتی ہے۔

سیاست اسلامیہ نے یہ قانون پیش کیا کہ قصر اسلام میں داخلہ کا ٹکٹ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اب اس کلمہ کے اندر دیکھئے کہ کیا کچھ اس میں سیاسی رموز ونکات مضمر و پوشیدہ ہیں جو شخص اس کلمہ کو صدق دل سے پڑھ لیگا۔ اس کے قصر قلب میں خدا کی وہ عظمت وشوکت بیٹھ جائے گی کہ اس کے سامنے انسانوں کی حقیقت کچھ بھی متصور نہیں ہوسکتی ہے سلاطین جابرہ وفراعنہ کو وہ مٹی کی ایک ٹھیکری خیال کرے گا۔ شیاطین اور دجاجلہ صفت انسانوں کے سامنے بھی وہ حق گوئی سے باز نہ رہیگا۔ نمرودیت اور ہامانیت کو اپنے پائے استحقار سے کچل دیگا اور اعلائے کلمۂ حق میں برابر سرگرم کار رہیگا۔ چنانچہ اوائل اسلام میں دیکھئے کہ صحابہ کرام کے سامنے بڑی سے بڑی قوت کی کوئی حقیقت نہ تھی عساکر شیطانیہ کا ادنی رعب بھی ان کے قلوب میں نہ آتا تھا اسی کلمہ کی یہ برکتیں ہیں کہ انھوں نے قیصر اور کسریٰ کے معمورات کو اپنے قبضہ وقدرت میں کرلیا اسی کلمہ کا اثر تھا کہ وہ بڑے بڑے لشکر جرّار سے بھی شکست نہ کھاتے تھے۔ اسی کلمہ کا اثر تھا کہ غیرمسلم سلاطین ہر وقت لرزاں وترساں رہا کرتے تھے اور یہی تو وجہ تھی کہ سلطنت اسلامیہ کے امیرالمومنین میں کسی قسم کی کوئی خرابی نظر آتی تھی فوراً ادنی شخص بھی ان کو ٹوک دیتا تھا مسجد میں امام خطبہ دے رہا ہے لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ لوگو! سنو اور طاعت کرو ایک شخص اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نہیں سنتے اور نہ طاعت کرتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کیوں؟ جواب دیا جاتا ہے کہ آپ کے اوپر جو کپڑا ہے یہ آپ کا حصہ نہیں ہے صاحبزادے کی جانب سے شہادت دی جاتی ہے کہ یہ میرا حصہ کپڑا تھا میں نے دیدیا۔ دور اول کے حق گوئی کا یہ نتیجہ تھا کہ دارالخلافت کی ایک بڑھیا خلیفہ وقت سے برسرعام کہتی ہے کہ اگر تم انصاف نہ کروگے تو سیدھے کردیئے جاؤگے ایسے وقت میں خلیفہ وقت خدا کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ ابھی حق گو زبانیں باقی ہیں۔ بادشاہ وقت سامنے ہے ہاتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ پیر میں بیڑی ہے جسم پر کوڑے پڑ رہے ہیں ایک ناحق بات کا اقرار کرایا جاتا ہے لیکن یہ ناممکن تھا۔ سلطنت وحکومت کی لالچ دلائی جاتی ہے لیکن پھر بھی کچھ نہیں ہوتا ہے کہتے وہی ہیں جو کہ حق ہے کیونکہ حق کو کسی صورت میں مٹایا نہیں جاسکتا ہے۔

سیاست اسلامیہ نے نماز کو ایک لازمی چیز قرار دیا ہے اور رکن اسلام بتایا ہے کیونکہ اس سے مقاصد سیاسیہ کی تکمیل بخوبی ہوتی ہے جبکہ تمام لوگ پنجوقتہ نمازیں حاضر ہوں گے اور ایک صدر (امام) کی ماتحتی میں نماز ادا کریں گے تو گویا ان کو اتفاق اور اتحاد کی تعلیم دی جارہی ہے کیونکہ اتفاق ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے سیاست میں کامیابی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے سیاست اسلامیہ نے اس پر بڑا زور دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا یعنی اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی سست ہو کر غمگین نہ رہو کیونکہ سربلندی تمہارے ہی لئے ہے بشرطیکہ سچے ایماندار رہو۔ ایک جگہ اور ارشاد ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ یعنی اگر تم آپس میں لڑو گے تو تمہارا رعب دشمن سے جاتا رہیگا۔ اسی طرح اسلام نے تنظیم جماعت پر بڑا زور دیا ہے چنانچہ داعی اسلام نے کہا ہے کہ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی جو مسلمانوں کی جمعیت سے الگ ہو جائیگا وہ جہنم میں جائیگا۔ نیز آپ فرماتے ہیں جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوگا اس نے گویا اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے جدا کر دیا۔ ساتھ ہی یہ کہا جاتا ہے ید اللہ علی الجماعت۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے داعی اسلام فرماتے ہیں تم اپنے سردار کی اطاعت کرو اگرچہ وہ نہایت ہی حقیر ہو اس پر اسقدر کیوں زور دیا گیا؟ اسلئے سیاست کو اس سے بہت بڑی تقویت پہنچتی ہے اور وہ قوم سیاسی حیثیت یا دیگر حیثیات سے کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی ہے جس میں ہم آہنگی اور اتفاق نہ ہو۔

اس کے بعد ہر ہفتہ (جمعہ) میں ایک اجلاس منعقد ہوتا ہے اور اس میں صدر جلسہ یعنی خطیب لیکچر دیتا ہے اور تمام لوگوں کو مناسب حال سے آگاہ کرتا ہے اسی طرح دو اجلاس (عیدین) سالانہ منعقد کئے جاتے ہیں۔ جس میں تمام لوگوں کی شرکت ہوتی ہے یہ سب کا ہے کو ہوتا ہے اسلئے کہ اس سے قوانین سیاسیہ کو انجام دینا مقصود ہوتا ہے اس کے بعد تمام عمر کا ایک بہت بڑا اور نہایت ہی اہم اجلاس (حج) ملک عرب میں ہوتا ہے کہ مخزن اسلام ہے اور وہاں پر تمام اکناف عالم کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اس کے حقائق اور رموز و غوامض پر جب غور کیا جاتا ہے تو تمام سیاسی حجابات بے نقاب ہو جاتے ہیں اور یہ امر بخوبی واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ اسلام نے سیاست کی وہ تعلیم دی ہے جو کسی مذہب نے نہیں دی۔

سیاست اسلامیہ نے علم کو ہر ایک شخص پر فرض قرار دیا ہے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔ سیاست اسلامیہ نے مساوات کے قانون کو پیش کیا گورے اور کالے پر کوئی تمیز نہیں بلکہ فرمایا کلکم بنو آدم وآدم من تراب یعنی تم سب آدم کی اولاد ہو۔ آدم مٹی جیسی حقیر چیز سے پیدا ہوئے۔

سیاست اسلامیہ ہی ہے جس نے پردہ کے قانون کو ضروری قرار دیا کیونکہ عدم پردہ کی وجہ سے فساد عظیم کا خطرہ رہتا ہے اور اس کی مثالیں آج آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آج اغوا کی کثرت بے پردگی ہی کا نتیجہ ہے۔ سیاست اسلامیہ نے وراثت کا قانون پیش کیا تاکہ مال ایک فرد کے اندر محدود نہ رہے آج دیگر مذاہب میں وراثت کا قانون سرے سے مفقود ہے دیگر مذاہب میں عورتوں کو وراثت سے محروم کیا گیا ہے۔ اسلام نے حق بات کی تبلیغ اور برائیوں سے منع کرنے کی تعلیم دی ہے کیونکہ اس سے بہت بڑی اصلاح ہو سکتی ہے۔ مذہب اسلام نے دینی معاملات میں جبر و تشدد کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ اسلام ببانگ دہل اعلان کرتا ہے لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ یعنی دین کیلئے کسی پر جبر نہیں۔ بلکہ فرمایا کہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

یعنی لوگوں کو دین حق کی طرف حکمت اور دانائی کے اچھی نصیحتوں کے ذریعہ دعوت دو۔ آج گاندھی جن کو امن کا دیوتا کہا جارہا ہے وہ عدم تشدد کا پرچار کر رہے ہیں اور بڑے زوروں سے اس پر عمل کرنے کیلئے کہہ رہے ہیں۔ لیکن آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے سیاست کے معلم اول اس کی تعلیم دے چکے ہیں اسلامی خلیفہ کو جب کبھی اعداء سے لڑنے کی ضرورت پڑے گی تو مسلمانوں کو فوج میں بھرتی کیا جائے گا۔ غیر مسلم کو مجبور نہیں کیا جائے گا ہاں اگر وہ اپنے آپ کو پیش کریں تو ان سے جزیہ معاف کر دیا جائے گا۔ اگر روپیہ کی ضرورت پڑیگی تو مسلمانوں سے چندہ وصول کیا جائے گا لیکن غیر مسلم سے کچھ نہ لیا جائے گا۔ ان سے صرف جزیہ (حق حفاظت) لیا جائے گا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہوگا تو مسلمانوں کے اوپر لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ قوانین جہاد کو ملحوظ خاطر رکھیں اگر دشمن پناہ گزیں ہونا چاہیں تو ان کو پناہ دیدو۔ اگر وہ معاہدہ کریں تو منظور کر لو۔ بچوں اور عورتوں کا قتل نہ کیا جائے گا۔ ان کے سامنے تین چیزیں پیش کی جائیں گی اگر وہ ان کو قبول کر لیں گے تو ان سے اعراض کر لیا جائے گا اور مسلمان ان کی حفاظت کریں گے اسلام نے کہا کہ جو لوگ غیر مسلم ہیں ان کے معبودان باطل کو برا بھلا نہ کہو۔ جو لوگ غیر مسلم ہیں اور مسلمانوں سے چھیڑ خانی نہیں کرتے ہیں۔ ان کے متعلق کہا گیا ہے لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین یعنی اللہ تم کو منع نہیں کرتا کہ تم ان کافروں سے حسن سلوک اور اچھا معاملہ رکھو جنہوں نے تم سے جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ بلکہ اللہ تو ایسے لوگوں کو محبوب رکھتا ہے۔

یہ تھی سیاست اسلامیہ جس پر ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہے اسی کے ساتھ دیگر مذاہب کے قوانین سیاست کو ملاحظہ کیجئے تو آپ پر اسلامی قوانین کی حقانیت روشن ہو جائیگی۔ اور معلوم ہو جائیگا کہ اسلام نے مفاد عامہ کا کسقدر لحاظ رکھا ہے۔ اور آپ کو یقین ہو جائیگا کہ بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ اسلام دنیاوی ترقی سے مانع ہے سراسر حقیقت کے خلاف ہے ۔

گو عید کو گذرے ہوئے کچھ دن ہو گئے لیکن اس کی یاد ابھی تازہ ہے اسلئے میں اپنی طرف سے ناظرین محدث کو مبارکباد پیش کرتا ہوا۔ اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں کی معافی کا طالب ہوں۔ نیز متمنی ہوں کہ میرے والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ اپنی دعائے مغفرت سے نہ بھولیں۔ اور میرے لئے بھی دعائے خیر کرتے رہیں۔ ودمتم فی امان اللہ۔

عبدالوہاب (مہتمم مدرسہ رحمانیہ و مالک رسالہ محدث دہلی)

اعجازِ قرآن

(از مولوی محمد عظیم الدین صاحب نسیم مئو بازید پوری متعلم دار العلوم احمدیہ سلفیہ (دربھنگہ)

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ ترجمہ اگر اتارتا میں اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو تو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

برادران اسلام! ابتدائے آفرینش سے ایک دو نہیں۔ سو دو سو نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ضلالت وگمراہی جہالت ونادانی کی تاریکیاں دور کرنے کیلئے اس صفحہ ہستی پر تشریف لائے اور ہر ایک کو کوئی نہ کوئی معجزہ بارگاہ ایزدی سے ضرور عطا کیا گیا۔ کسی کو عصا کا معجزہ دیا گیا تو کسی کو معجزۂ ید بیضا سونپا گیا۔ مگر چونکہ وہ لوگ کسی خاص قوم کسی خاص گروہ کسی خاص قبیلہ کسی خاص جماعت کے ہادی بنکر آئے۔ اسوجہ سے انکا معجزہ بھی ایک خاص وقت کیلئے اور فوری تھا۔ جب ان لوگوں نے دار فانی سے دار البقا کو سدھارا تو ان کا معجزہ بھی ان کے ساتھ ملک عدم کو جا چلا۔ مگر ہمارے سید کونین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کے ہادی تمام عالم کے راہبر سارے جہان کے ریفارمر بنکر آئے اس وجہ سے انھیں ایک ایسا معجزہ دیا جانا چاہیئے تھا جو کہ ابدی اور سرمدی ہو۔ پس یہی وہ قرآن ہے جو کہ آپ کو بطور معجزہ بارگاہ ایزدی سے عنایت کیا گیا۔

چنانچہ جسوقت سے یہ قرآن اترا اس وقت سے آج تک اس کا ہر ہر سطر، ہر ہر حرف اپنی جگہ لوہے کی لکیر کی مانند قائم اور باقی ہے اور رہیگا۔ کیوں نہ ہو جبکہ خود اس معجزہ کا عطا فرمانے والا یہ چیلنج دیتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ یعنی ہم نے قرآن اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ جسوقت قرآن آیا اور اس کو کفار پر بیان کیا جانے لگا تو وہ کہنے لگے۔ هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ بھائی یہ تو جادو ہے ہرگز نہیں مانیں گے۔ جب کفار کا یہ دعویٰ ہوا تو اللہ نے یہ اعلان کیا بلکہ تعدی کی فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے تو تمہارے ملک میں بھی بڑے بڑے جادوگر، بڑے بڑے ساحر، بڑے بڑے شعرا موجود ہیں۔ اس کے مثل دس سورتیں بنا کر لاؤ۔ اس اعلان پر سارے عرب کی گردنیں خم ہوگئیں اور اس کے لانے سے عاجز اور قاصر رہے۔ تو اللہ نے پھر اس سے کم کرکے یہ اعلان کیا۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کہ لاؤ اس کے مانند ایک سورہ بھی جب میں سمجھوں کہ تم اپنے قول میں سچے ہو۔ اس چیلنج پر بھی عرب کی تمام قومیں عاجز وناکام رہیں۔ تو پھر اللہ نے اس سے بھی کم کر دیا اور یہ تعدی کی کہ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ جب تم ایک سورہ کے لانے سے بھی مجبور رہے تو کم از کم ایک بات بھی اس کے مانند لاؤ۔ مگر پھر بھی اسکا جواب دینے سے بھی مجبور رہے تو کم از کم ایک بات بھی اس کے دیا۔ بھائی۔ وہ لا کس طرح سکتے ہیں جبکہ یہ پیشینگوئی کردی گئی۔ اور ببانگ دہل یہ اعلان کردیا گیا

یہ چیلنج دیدیا گیا کہ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۝ کہ اے رسول اللہ آپ ڈنکے کی چوٹ یہ کہدیجئے کہ اگر تمام جن وانس مل جُل کر بھی اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو بھی ہرگز ہرگز نہیں لاسکتے ہیں۔ جب کفار نے دیکھا کہ یہ تو اپنے دعوے میں سچا اور پکا نکلا۔ اور یہ دیکھتے ہیں کہ جو اس کی باتیں سنتا ہے اسی کی گیت گانے لگتا ہے کوئی ایسی صورت نکالو تاکہ اسکے دام میں نہ پھنسیں۔ اور یہ صورت تجویز کی لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۝ کہ جب یہ قرآن وہاں پر پڑھا جائے تو وہاں پر شور وغوغا مچانا شروع کردو تاکہ نہ سنیں اور نہ اسکا اثر ہمارے دلوں پر ہو۔ بس یہی آخری صورت اس سے بچنے کی ہے۔ باوجودیکہ ان کفار کا یہ شور کرنا قرآن نہ سننے کی تجویز تھی مگر اس قرآن نے اپنا اثر کرکے ہی چھوڑا۔ چنانچہ وہ طفیل دوسی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو نہ سننے کی غرض سے کانوں میں روئی کی ڈاٹ ڈالکر چلتا تھا تاکہ اس کے دام میں پھنسنے سے بچے رہیں مگر بالآخر قرآن نے اپنا کام کرہی لیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ معروف ومشہور ہے جو وقت کہ وہ عزم مصمم کرکے گھر سے نکلتے ہیں کہ آج شارع اسلام کا خاتمہ کردوں اس کی زندگی کو موت سے بدلدوں۔ اس ارادہ بد اور خیال فاسدہ کو دلمیں جگہ دیکر جارہے تھے کہ راستے میں ان سے کسی نے کہا تم کہاں جارہے ہو۔ جس کے ناپید کرنے کے ارادے سے تم جارہے ہو خود تمہاری بہن اس کے دائرے میں جا پہنچی ہے۔ یہ سنکر عمرؓ بہت طیش میں آتا ہے اور اپنے عزم بالجزم سے منحرف ہوکر بہن کے پاس پہنچتے ہیں پھر اس غریب کو بے طرح مارتے ہیں۔ آخر ان کی ہمشیرہ محترمہ نے کہا۔ بھائی جان! میں جس بھید کو جس کُنہ وباریکی کو جانکر ایمان لائی ہوں اس سے آپ ناواقف ہیں ذرا آپ بھی سنئے کہ آخر یہ ہے کیا آیا جادو ہے یا شعر یا اور کوئی دوسری چیز۔ یہ کہہ کر انھوں نے سورہ طٰہٰ کی چند آیتیں سنادیں۔ جن کو سنکر کل کا عمر آج فاروق بنجاتا ہے اور بے اختیار کہہ اٹھتا ہے ما ھذا قول البشر۔ یہ تو انسان کا کلام نہیں۔

یہی نہیں بلکہ اس قسم کی بے نظیر مثالیں آپ کو ملینگی۔ جو وقت کفار قریش نے دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے کام سے باز نہیں آتا بلکہ اور زیادتی ہی پیدا کرتا جاتا ہے تو اپنے سردار عتبہ بن ربیعہ کو صرف اس غرض سے بھیجا کہ اسکو اپنے کام سے رکنے کیلئے کہو عتبہ بن ربیعہ نے رسول اللہ سے کہا کہ اے محمد تم ہمارے ان معبودوں کو جن کی ہم عبادت کرتے ہیں کیوں برا بھلا کہتے ہو؟ ہمارے ان بتوں کو جنکی ہم پرستش کرتے ہیں کیوں مذمت کرتے ہو؟ ہمارے اس فعل کو جو کہ آبا واجداد کے زمانے سے کرتے آرہے ہیں کیوں روکتے ہو؟ سنو اگر تمہیں مال کی خواہش ہے تو ہم تمہارے سامنے سونے اور چاندی کے ڈھیر لگادیں اگر تمہیں سرداری کی خواہش ہے تو کہو ہم تمہیں اپنا سردار ماننے کو تیار رہیں اگر تمہاری نظر کسی حسین دوشیزہ پر پڑگئی ہو تو کہو ہم اسکو تمہارے حوالہ کردینگے۔ آپ نے ان تمام سوالوں کا صرف ایک جواب دیا کہ نہیں، مجھے ان میں کسی چیز کی بھی خواہش نہیں۔ میں جو کچھ چاہتا ہوں وہ یہ ہے یہ کہکر سورہ کی چند آیتیں سنائیں۔ یہ آیتیں سحر کا کام کرتی ہیں وہ مسحور ہوجاتا ہے اور بے تحاشا بول اٹھتا ہے ما ھذا قول البشر چنانچہ جب وہ اپنے قبیلہ میں جاتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ بھائی میں نے تو فصحا کی فصاحت بھی دیکھی۔ بلغا کی بلاغت کا بھی معاینہ کیا۔ حکما کی حکمت کو بھی جانچا مگر محمد کا کلام تو ایک نرالا کلام ہے اس میں ان سب کا ایک جداگانہ حیثیت دکھائی دیتی ہے۔ دیکھا آپنے یہ ہے قرآنی معجزہ۔

روحانیت اور اسلام

(از مولوی ابو سعید امام الدین صاحب امام مظفر نگری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

غیر منصفانہ طریق اور تنگ نظری یہ دو چیزیں ایسی مہلک ہیں کہ جہاں کسی انسان کے دل و دماغ پر انکا تسلط ہوا وہ کسی حالت میں بھی حقانیت اور صداقت کو اس کی اصلی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش نہیں کر سکتا بلکہ وہ ایک سچی اور حق بات کو ایک ایسے عجیب و غریب رنگ میں لاکر لوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہے جس سے کم فہم انسان ایک غیر معمولی کشمکش میں مبتلا ہوکر رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر معاندین اسلام کو دیکھیے جن کے دل و دماغ انھیں دو چیزوں سے متاثر ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے آئے دن مذہب اسلام پر ناشائستہ حملے اور طرح طرح کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں ان لوگوں نے جہاں اور بہت سے اعتراض اسلام پر کئے ان میں سے ایک نہایت عجیب تر اور مضحکہ خیز اعتراض یہ ہے کہ اسلام جس کو اپنے رحمۃ للعالمین ہونے کا دعویٰ ہے اس نے اپنے ماننے والوں کو روحانی تعلیم سے بالکل خالی رکھا ہے۔ آج کی صحبت میں میں اس کی تردید کرنا چاہتا ہوں اور دکھانا چاہتا ہوں کہ مذہب اسلام روحانی تعلیم سے خالی نہیں ہے بلکہ اپنے ماننے والوں پر روحانی تعلیم حاصل کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔

قدرت نے انسان کے اندر فطرۃً دو قوتیں ودیعت کی ہیں ایک حیوانیت اور دوسری روحانیت۔ پہلی قوت کے لحاظ سے وہ حیوان بشکل انسان ہے اور دوسری قوت کے اعتبار سے فرشتہ بصورت انسان ہے۔ پس اب ضروری تھا کہ ہر ایک کے تحفظ اور ترقی کیلئے ایسے اسباب مہیا کئے جائیں جس سے انسان کی ظاہری اور باطنی حالت درست رہ سکے حالت ظاہری کو درست رکھنے کیلئے ورزش اور باطنی حالت کی مضبوطی کیلئے مذہب مقرر ہوا۔ جس طرح ورزش کی غرض و غایت یہ ہے کہ جسمانی اعضا رطاقتور اور مضبوط رہیں نیز تعلیم کا منشا یہ ہے کہ دماغی قوت میں اضافہ ہو۔ اسی طرح مذہب کا اصلی مقصد صرف یہ ہے کہ وہ ہماری اخلاقی اور روحانی ترقی کیلئے معاون و مددگار ثابت ہو۔ مذہبی عبادات اور اعمال صرف یہی چاہتے ہیں کہ ہم کو دنیاوی معاملات سے برطرف رکھتے ہوئے ہمارے قوائے باطنی کو بیدار کریں تاکہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربت کیلئے ایک صحیح راستہ ملجائے جو مذہب ان چیزوں سے خالی ہو جن سے روحانی ترقی میں اضافہ نہ ہو حقیقت میں وہ مذہب اپنے فرائض کو صحیح معنوں میں ادا نہیں کر سکتا جس طرح نیک کام کا عمل میں لانا کسی خاص طبقہ کے ساتھ مختص نہیں ہے اسی طرح روحانی ترقی کسی خاص مذہب کیلئے معین نہیں ہے بلکہ کم و بیش ہر مذہب کے اندر اس کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

روح اور جسم کا آپس میں ایسا تعلق ہے کہ ظاہر میں ہم کو اسکی مثال نہیں ملسکتی قرآن مجید نے صرف اتنا کہدیا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی روح میرے پروردگار کا حکم ہے مذہب اسلام کے علاوہ اگرچہ دیگر مذاہب میں بھی روحانی تعلیم دی گئی ہے لیکن ہر انسان اس تعلیم پر عمل نہیں کر سکتا تھا بلکہ اس تعلیم کو ایک خاص طبقہ تک محدود

رکھا گیا تھا چنانچہ ہندوؤں میں جو لوگ اور عیسائیوں میں رہبانیت اسی غرض سے ہے کہ وہ روحانی قوت حاصل کریں اس نعمت کے حصول کیلئے اسقدر محنت اور مشقت سے کام لیا گیا کہ کسی اور کام میں اسقدر کوشش نہیں کی گئی کسی نے گھر بار کو ترک کیا اور جنگل کی راہ لی کسی نے کھانا پینا ترک کیا کسی نے سانس بند کیا کسی نے ہاتھ پاؤں کو شل کیا جس جانب بیٹھے پہلو نہیں بدلا۔ اگرچہ اس قسم کی چیزیں نسل انسانی میں ایک زبردست رخنہ ڈالنے والی تھیں مگر پھر بھی لوگوں نے اسے اختیار کیا۔ گو بعد میں رفتہ رفتہ اس قسم کی عبادات کا وجود ختم ہو گیا۔ عیسائیوں کے اندر بعض طبقوں نے رہبانیت کو اختیار کیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ الآیہ یعنی دنیا کا ترک کردینا جو انھوں نے خود بخود خدا کو خوش کرنے کیلئے ایجاد کر لیا تھا ہم نے ان پر یہ فرض نہیں کیا تھا انھوں نے اس کو کافی طور پر ادا نہیں کیا۔ جو ان میں سے ایمان لایا اس کو ہم نے بہترین صلہ دیا لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔ عیسائیوں میں اس سے روحانی تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب روم کے ایک تالاب کو صاف کیا گیا تو اس سے چھ ہزار نوزائیدہ بچوں کی کھوپریاں برآمد ہوئیں جو خفیہ بدکاری کا نتیجہ تھیں۔

الغرض اس قسم کی ریاضتیں دیر تک قائم نہ رہ سکیں اور رفتہ رفتہ تنزلی کی طرف مائل ہو گئیں ان مذاہب میں ایک زبردست خرابی یہ بھی تھی کہ ایک طرف جہاں پر روحانی ترقی کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنے کیلئے تعلیم دی تھی۔ دوسری طرف عوام الناس کو اس سے بالکل محروم کر دیا گیا تھا۔ بانیان مذاہب نے مذہبی تعلیم کے دو حصے کر دیئے تھے ایک خواص کیلئے اور ایک عوام کیلئے۔ مذہب کا باطنی حصہ مخصوص حضرات کیلئے تھا اس کے اندر جسکو چاہتے داخل کرتے اور جسکو چاہتے علیحدہ رکھتے۔ ہندوؤں میں برہمنوں کے اندر اس روحانی تعلیم کا اس شخص کو مستحق سمجھا جاتا تھا جو چالیس سال تک بلا کسی عذر و معذرت ان کی فرمانبرداری کرتا اس کے بعد بھی ستر برس تک روحانی تعلیم کے اعلیٰ درجہ میں شامل نہیں کیا جاتا تھا روحانی تعلیم کا حاصل کرنا صرف برہمنوں کا کام تھا۔ اگر حقیقت بیں نگاہوں سے دیکھا جائے تو یہ خود غرض لوگوں کا ایک حیلہ تھا جسکو انھوں نے عوام اور خواص میں منقسم کر دیا تھا۔ الغرض اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ دوسرے مذاہب نے بھی روحانی تعلیم پھیلانے کی کوشش کی ہے لیکن وہ اس عملی دنیا میں کسقدر بے کار اور مہمل ثابت ہو کر رہ گئے۔

آیئے اب میں آپ کو بتاؤں کہ اسلام نے روحانی تعلیم کا کیا طریقہ اختیار کیا آیا مذہب اسلام نے بھی روحانی تعلیم کو ایک خاص طبقہ تک محدود رکھا یا ہر طالب حق کو اس میں حصہ لینے کا موقع دیا ہے۔ اسلام اپنے اس دعوے میں بالکل حق بجانب کہ میں رحمۃ للعالمین ہوں۔ مذہب اسلام کی تعلیم خواہ روحانی ہو خواہ جسمانی تمام خاص و عام پر برابر نور افشاں۔ اسلام نے ایسی صورت اختیار نہیں کی جس سے کسی قسم کی تفریق پیدا ہو اور اس قسم کا کوئی طبقہ پیدا ہی نہیں ہونے دیا جس کے ساتھ روحانی تعلیم مختص ہو۔ ہاں البتہ جس طرح دماغی اور اخلاقی ترقی انسانی کوشش پر منحصر ہے اسی طرح روحانی ترقی بھی صرف ذاتی سعی و کوشش پر موقوف ہے اور دوسری چیز یہ بھی مذہب اسلام میں ہے کہ عبادات کچھ اسقدر تکلیف دہ مقرر نہیں کیں جن سے عوام عاجز آکر چھوڑ دیں اور ان کی طاقت سے باہر ہو اور امور دنیاوی میں خلل پیدا کریں۔

اسلام نے جسقدر عبادتیں فرض کی ہیں سب کا مقصد صرف یہ ہے کہ روحانی قوت کے اندر ترقی ہو۔ روحانی ترقی کا کوئی خاص معیار مقرر کرنا بہت مشکل ہے لیکن جب جملہ مذاہب کی روحانی تعلیم پر ایک غائر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہمارا ضمیر اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ روحانیت کیلئے دل کا پاک صاف رہنا۔ طہارت نیز راستگوئی کی اشد ترین ضرورت ہے۔ اب دیکھا جائے کہ عبادات اسلامی میں ان اشیاء کا وجود کسقدر ہے چنانچہ جب ہم عبادات اسلامی کے عظیم الشان رکن نماز کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کیلئے طہارت کا ہونا ضروری ہے یعنی نماز کے لئے وضو کرنا۔ خشوع خضوع کے ساتھ ارکان صلوٰۃ کو ادا کرنا چلہ کشی کا لطف صیام رمضان میں حاصل ہونا۔ عاجزی اور انکساری کے لئے حج، یہ چیزیں روحانی ترقی کے لئے کافی ہیں۔ اور اگر کوئی انسان ان تمام امور کو بجا لاکر مزید ترقی کرنا چاہے تو اس کو اجازت ہے کہ فرائض کے ساتھ جس قدر چاہے نوافل ادا کرے۔ مذہب اسلام میں بھی ایسے ایسے لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے شب بیداری کی مدتوں تک روزے رکھے اور دنیا کی کوئی نعمت استعمال نہیں مگر پھر بھی ان میں زبردست خوبی یہ تھی کہ اسقدر ریاضت کے باوجود دنیا سے علیحدہ نہیں ہوئے اور جو فرائض دنیوی ان کے ذمہ عائد ہوتے تھے ان کو بخوبی ادا کیا۔ ساتھ ہی روحانی ترقی میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ روحانی ترقی کا کوئی زینہ ایسا نہیں چھوڑا جو انھوں نے حاصل نہ کیا ہو جو بھی کچھ انھوں نے روحانی ترقی حاصل کی وہ سب ان عبادات اسلامی کی تعمیل کا نتیجہ تھی۔

روحانی طاقت کے متعلق اہل یورپ میں جو انقلاب پیدا ہوا وہ نہایت ہی عجیب ہے۔ ایک زمانہ اہل یورپ پر وہ گذرا جبکہ مذہبی اعتبار سے۔ بھوت۔ پریت اور جادو کا اعتقاد ان کے یہاں مسلم تھا اسی بنا پر بہت سی ایسی بے گناہ عورتیں ہیں جن کو لوگوں نے چڑیل اور ڈائن سمجھکر نذر آتش کر دیا تھا۔ اس کی تصدیق اس سے بخوبی ہوسکتی ہے کہ ۱۵۸۰ء سے ۱۵۹۵ء تک صوبہ لورین میں تقریباً ایک ہزار عورتیں جادوگری کے الزام میں زندہ جلادی گئیں تھیں پھر ایک زمانہ ایسا بھی آیا اور ان کے خیالات میں تغیر پیدا ہوا اور یہانتک ان لوگوں نے اپنے خیالات کو بدلا کہ ان اوہام کے ساتھ ساتھ روح اور خدا کے وجود کا بھی انکار کر دیا لیکن کچھ مدت گذرنے پر اب ان کے خیالات کی رو پھر بدلی اور مسمریزم کی تحقیق میں اسقدر انہماک سے کام لیا کہ اہل مغرب کے فلاسفر روحانیت جدید تک جا پہنچے۔ چنانچہ سائنس اور فلسفہ کے بڑے بڑے اساتذہ نے یہ بھی تسلیم کرلیا کہ روحیں اپنے جسم کے فنا ہونے کے بعد بھی مادی اشیا میں اپنا اثر ڈالکر اپنا اظہار کرسکتی ہیں۔

ان واقعات سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوجاتی ہے جو روحانیت کے قائل نہیں ہیں۔ نیز ان لوگوں کے خیالات بھی باطل ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ مذہب اسلام روحانی تعلیم سے خالی ہے۔

ایثار و قربانی کی خوبیاں

(از مولوی غلام اللہ صاحب پنجابی متعلم جماعت سوم)

برادران اسلام کسی قوم یا ملت کو قعر مذلت سے نکالکر اوج اور بلندی تک پہنچانے والی۔ غلامی اور محکومی کے طوق کو گلے سے نکال کر آزادی اور حریت کے سرسبز و شاداب باغ کی سیر کرانے والی۔ برباد اور خراب شدہ مملکت کے ستارۂ اقبال کو ازسرِ نو جہاں میں درخشاں کرنے والی سب سے بڑی چیز ایثار اور قربانی ہے۔ دنیا کے جس طبقہ کے دل میں سرفروشی کا جذبہ موجزن ہوگا وہ کبھی بھی جہان کی نظروں میں ذلیل اور خوار نہ ہوگا۔ اور جس قوم اور ملت کے دل میں ایثار اور قربانی کی لہریں ٹھاٹھیں مارتی ہوں گی تو کسی بھی بڑی سے بڑی حکومت اور مملکت میں اتنی طاقت نہیں ہو کہ وہ اس قوم کو اپنے ظلم اور استبداد کا شکار بنائے یا اس کی بیش بہا آزادی جیسی نعمت کو اپنے اقتدار کے نشے میں کچل ڈالے بلکہ اس قوم کے جذبہ ایثار کو دنیا کی بڑی سے بڑی حکومتیں اور سلطنتیں لرزہ براندام رہینگی اور اس قوم کی سرفروشی کے واقعات اور کارہائے نمایاں دنیا کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ اور ان کی بہادری اور شجاعت کی داستانیں آپ دنیا کے ہر فرد بشر کی زبان سے سنیں گے۔ بحر و بر، دشت و جبل بھی زبان حال سے ان کو داد دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ہمارے حضور پرنور سید یوم النشور اور مٹھی بھر جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات کا بنظر غور مطالعہ کیجئے کہ جنھوں نے بے سروسامانی کی حالت میں دنیا کے چاروں کونوں میں وحدت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ شمع توحید سے جہاں کا ذرہ ذرہ روشن اور منور کر دیا۔ جنھوں نے اپنی بے کسی اور بے بسی کے باوجود بھی کفار کے بڑے بڑے جرار لشکروں کی صفیں کی صفیں مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیں۔ وہ جماعت کہ جسکا صرف نام ہی سنکر بڑے بڑے قوی اور ذی اقتدار بادشاہوں اور ناموروں کے پتے پانی ہوجایا کرتے تھے اور جن کی آمد کی خبر سن کر ایران کے آتشکدے بھی برف کے تودے بن گئے تھے وہ کہ جن کے اس دنیا میں جلوہ افروز ہونے سے قیصر و کسریٰ جیسی حکومتوں کے ایوانوں میں ایک تزلزل سا پیدا ہوگیا۔ یہ کیا حقیقت تھی اور اس بات میں کیا راز مخفی تھا کہ جس طرف کا بھی انھوں نے رخ کیا خدائے قدوس کی نصرت و اعانت سے سینکڑوں بادشاہوں کو بے تخت و تاج کرتے ہوئے دنیا کے ذرہ ذرہ میں آزادی و حریت کی روح پھونک دی اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کے دلوں میں ایثار و قربانی کا جذبہ موجزن تھا وہ ہر وقت اور ہر گھڑی سرفروشی کے لئے تیار اور منتظر نظر آتے تھے۔ انھوں نے بنی نوع انسان کی آزادی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنے خون کے آخری قطرہ کو بھی بہا دینے سے دریغ نہ کیا۔ اسی لئے وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوگئے۔ چنانچہ آج دنیا کے چاروں طرف انھیں کی سعی و کوشش سے اللہ کی وحدت کے گیت گائے جا رہے ہیں

آپ تاریخ کے اوراق کو الٹئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ۶۵۶ھ ہجری میں جبکہ ایک لاکھ وحشی تاتاریوں کی فوج بسرکردگی ہلاکو خاں سرزمین بغداد پر حملہ آور ہوئی تو اسوقت جو انھوں نے اپنی وحشت و بربریت کا مظاہرہ دنیا کے

سامنے پیش کیا۔ وہ قیامت کے بھیانک اور ہولناک منظر سے کسی قدر بھی کم نہ تھا۔ ان وحشی درندوں کی تلواریں میان سے نکلیں اور خون کا دریا لہریں مارنے لگا سرزمین بغداد کا ذرہ ذرہ خون سے لالہ زار بن گیا۔ متواتر چالیس روز تک ان کی زہر آلود تلواروں نے بیچارے مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی۔ سینکڑوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوگئے۔ جو لوگ کنویں یا کسی نامعلوم جگہ میں چھپ گئے تھے وہ تو بچ سکے۔ ورنہ تمام کے تمام تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ بیچارہ مصیبت زدہ خلیفہ مستعصم ٹھوکریں اور لاتیں کھاتا کھاتا مرگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ کیا وجہ تھی کہ بیچارے مسلمانوں کو ان تکالیف اور مصائب سے دوچار ہونا پڑا حالانکہ خلیفہ کے خزانے زر و جواہرات سے پُر تھے۔ علما اور صلحا کی بھی کمی نہیں تھی۔ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ایسے شخص موجود تھے جو کہ تمام رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود رہتے تھے۔ الغرض سب چیزیں موجود تھیں جو کہ ایک بہت بڑے بادشاہ کے پاس ہونی چاہئیں۔ لیکن ہاں ایک ایسی چیز ان کے پاس نہ تھی جس کی عدم موجودگی میں بڑی بڑی حکومتوں کا یہی حشر ہوتا ہے اور وہ یہی کہ ان میں ایثار اور قربانی کی اسپرٹ باقی نہیں رہی تھی۔ مال و دولت کے نشے سے مخمور ہوکر وہ اس چیز کو بھلا بیٹھے تھے جس کی وجہ سے ان کو یہ ایام بد دیکھنے پڑے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ جاپان ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ اہل جاپان کو پیٹ بھر کر بھی کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ مفلسی اور تنگدستی کی وجہ سے ان کی حالت بہت ابتر ہو رہی تھی جو کہ ناگفتہ بہ ہے۔ مگر آج دنیا میں جاپان تہذیب تمدن کا گہوارہ بنا ہوا نظر آتا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی بڑی طاقتور حکومتوں میں اسکا نام شمار کیا جاتا ہے اور اس کی بڑھتی ہوئی فتوحات نے مخالف ممالک کے دل میں وہ رعب اور دبدبہ ڈال دیا ہے کہ اس کا نام سنکر بڑی بڑی حکومتوں کا جگر بھی منہ کو آتا ہے اور آج وہ ایک چھوٹے سے جزیرہ کے بجائے دنیا کے ایک بہت بڑے خطے کا مالک بنا بیٹھا ہے یہ سب ایثار اور قربانی ہی کا شیریں ثمرہ ہے کیونکہ نوجوانان جاپان نے اپنے وطن مالوف کی محبت میں اپنے خون کی ندیاں بہا دیں۔ افسوس کہ آج ہمارا غریب ہندوستان جن جن مصائب آلام کا شکار بنا ہوا ہے ان کا بیان کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے بالخصوص مسلمانوں کی حالت پر جتنے بھی غم کے آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔ وہ دن بدن تنزل اور تسفل کی طرف زیادہ بڑھتے جارہے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کے دل سے جذبۂ ایثار و قربانی بالکل معدوم ہوچکا ہے وہ پہلا سا جوش و خروش اور وہ پہلی سی شان و شوکت سے میدان جنگ میں کفار کے لشکروں پر بھوکے شیر کی طرح ٹوٹ پڑنا جاتا رہا بلکہ ایسی باتوں کا ان کے دماغ میں تصور تک بھی نہیں پایا جاتا۔

خدائے قدوس سے میری دلی دعا ہے کہ مسلمانوں میں پھر وہ پہلا سا جذبہ سرفروشی عطا فرمائے کہ جس کی وجہ سے وہ باد سموم سے مرجھائے ہوئے شجر آزادی کو اپنے خون سے سیراب کرکے پھر ایک مرتبہ اس میں موسم بہار پیدا کریں اور آزادی کے گیت گاتے ہوئے اس دنیائے فانی سے دار بقا کی طرف رخصت ہوں۔

شش عید کے روزے مسلمانوں کا تمام اختلاف اٹھا دیتے ہیں

(از حضرت العلامہ مولانا مولوی محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی)

اس عنوان کو پڑھکر بہت ممکن ہے کہ آپ کو تعجب ہوا ہو لیکن جب اس پورے مضمون کو آپ پڑھ لیں گے تو آپ کا تعجب دور ہو جائیگا اور آپ قطعاً اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے جس پر پہنچکر میں نے اس عنوان کو قائم کیا ہے۔

مسائل کا اختلاف اور چیز ہے اور گروہ بندی اور چیز ہے آپ سلف صالحین کے زمانے پر نظر ڈالئے گو ان میں مسائل کا جزوی اختلاف آپ کو نظر آئے گا لیکن فرقہ بندی کی مکروہ صورت آپ کو ڈھونڈے سے بھی نہ ملیگی۔ سلف صالحین کے زمانے گذر جانے کے بعد چوتھی صدی میں مسلمانوں میں فرقہ بندی قائم ہوئی۔ جدا جدا گروہ قائم ہوگئے اور ہر ایک نے دوسرے کے خلاف اپنا ایک پورا مسلک بنا لیا۔ بلکہ اپنے نام اور نسبت بھی الگ الگ قائم کرکے بالکل ہی ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔ چار مذہب بالکل جداگانہ اور ایک دوسرے سے محض بیگانہ قائم ہوگئے۔ ہر ایک مذہب کی کتابیں بھی الگ الگ لکھ لی گئیں اور انہی کے اصول و فروع کی علیحدہ علیحدہ جامد تقلید شروع ہوگئی۔

بلکہ ان مذاہب نے اتنی ترقی کی کہ جس طرح دین اسلام کو چھوڑکر کفر اختیار کرنے پر دینی سزا ہوتی ہے اسی طرح ایک مذہب کو چھوڑکر دوسرے کے اختیار کرنے پر بھی سزا مقرر کردی گئی چنانچہ حنفی مذہب کی کتاب درمختار باب التعزیر میں ہے اِرْتَحَلَ اِلٰی مَذْھَبِ الشَّافِعِیِّ یُعَزَّرُ یعنی جو حنفی شافعی بن جائے اسے سزا کی جائے تعزیر لگائی جائے حنفی مذہب کی فقہ کی کتاب قنیہ میں ہے لَیْسَ لِلْعَامِیِّ اَنْ یَّتَحَوَّلَ مِنْ مَذْھَبٍ اِلٰی مَذْھَبٍ وَّیَسْتَوِیْ فِیْہِ الْحَنَفِیُّ وَالشَّافِعِیُّ یعنی عام آدمیوں کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف گھومنا نہ چاہیئے۔ اس میں حنفی شافعی برابر ہیں۔ الغرض جس طرح اسلام کے بعد یہودی نصرانی بننے پر سزا ہوتی ہے اسی طرح حنفی کو شافعی بننے پر اور شافعی کو حنفی بننے پر سزا کا فتویٰ دیدیا گیا۔

شدہ شدہ نوبت یہانتک پہنچی کہ ۸۰۱ھ میں سلطان ناصر فرج بن برقوق کے زمانے میں کعبۃ اللہ کو بھی چار حصوں میں تقسیم کردیا گیا اور حنفی شافعی مالکی حنبلی کے نام سے چار جداگانہ مصلے چار جہتوں میں قائم ہوگئے۔ اور مسلمانوں میں۔ ہاں ہاں ان مسلمانوں میں جنھیں آج سے آٹھ سو برس پہلے ایک مرکز پر جمع کیا گیا تھا چار مورچے قائم ہوگئے بلکہ انھوں نے اپنے ہاتھوں ایک مرکز کے بھی چار ٹکڑے کرکے اسلامی وحدت کو کثرت سے اتفاق کو اختلاف سے یگانگت کو بیگانگت سے یکجہتی کو چار جہتی سے ایک دین کو چار مذہبوں سے بدل دیا اور خوشی خوشی اس پر جم گئے۔ ہر ایک دل میں یہ جذبہ اٹھنے لگا۔ ایک ایک کان میں یہ صور پھونکا جانے لگا کہ ہمارا مذہب یہ ہے اور اس کا یہ ہے۔ اب دنیا کی نگاہوں میں سب سے بڑا جرم یہ ہوگیا کہ کوئی شخص اپنی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرکے اپنے تئیں محمدی کہلوائے اور مسئلے مسائل کو براہ راست حدیث و قرآن سے لے۔ ع
فَلْیَبْكِ عَلَی الْاِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِیًا۔ اے آنکھ تجھ میں جتنے آنسو ہیں وہ سب اسلام کے نام لیواؤں پر بہا دے تو بھی میرے دل کا رنج نہ کم نہ ہوگا۔

یہ مسلّم بات ہے کہ انسانی اصول جگہ جگہ ٹوٹتے ہیں۔ عقلی گھوڑے بڑی بڑی ٹھوکریں کھاتے ہیں بدعتوں کے پاؤں نہیں ہوتے۔ دین میں نئی بات ایسی ہی ہوتی ہے جیسے ریشمی کپڑے میں ٹاٹ کا پیوند یا سونے کی تھالی میں لوہے کی میخ یہ چیز نبھ نہ سکی ٹوٹ گئی اور زور سے ٹوٹی کہ اس کے ٹوٹنے کی آواز ایک ایک کان میں پہنچ گئی اور اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑے ایک ایک گھر میں گرے یہ ٹوٹی اور ایسی ٹوٹی کہ پھر نہ جڑ سکی اور نہ جڑ سکے۔

سنئے! الگ الگ ایک ایک امام کی یا تو سب کی سب باتوں کا ماننا تقلید ہے یا کچھ باتوں کا ماننا اور کچھ باتوں کا چھوڑ دینا تقلید ہے۔ اگر آنکھیں بند کر کے بلا دلیل ایک امام کی تمام باتوں کے تسلیم کر لینے کا نام تقلید ہے تو تو آپ یقین مانئے کہ روئے زمین پر مقلد کوئی نہیں اور اگر بعض باتوں کا ماننا و بعض کو نہ ماننے کے تقلید ہے تو پھر باور کر لیجئے کہ تمام زمین پر غیر مقلد کوئی نہیں پھر یہ افتری کیوں مچی ہوئی ہے؟ روزمرہ مقلدی غیر مقلدی کے ناخوشگوار قصے کیوں چل رہے ہیں؟ تیر میر دنیا میں کیوں پھیلی ہوئی ہے؟ ہندوستان کے فلاکت زدہ شکست خوردہ مسلمان کیوں آپس میں سر پھٹول کر رہے ہیں؟ اگر مقلد ہیں تو سب اور اگر غیر مقلد ہیں تو سب پس اتفاق و اتحاد سے رہو سہو۔ صحابہ تابعین کی روش پر قائم ہو جاؤ اور مل جلکر اسلام کی ترقی کی کوشش میں لگ جاؤ تفرقہ اندازوں کی ایک نہ سنو۔ خدا کی عبادت اور رسولؐ کی اطاعت میں مشغول ہو جاؤ۔

سنو! اگر کسی حنفی کو یہ اختیار ہے کہ وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی بات کو نہ مانے اسکے خلاف عمل عقیدہ رکھکر پھر بھی وہ حنفی ہی رہے تو کیا وجہ کہ یہ اختیار دوسروں سے سلب کر لیا جائے؟ انھیں آزادی نہ دی جائے؟ وہ اگر امام صاحبؒ کے کسی مسئلے کو چھوڑ دیں تو ان کے خلاف قیامت قائم کر دی جائے؟ اور غیر مقلد غیر مقلد کہہ کہہ کر سر پھٹول جوتم پیزار اور عدالت کچہری تک کی نوبت پہنچے۔ دلوں میں بغض و بیر پیدا کر کے نفرت و حقارت کے جذبات ابھار دیئے جائیں اور ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکا کر طرفین کی طاقت آپس میں خرچ کر دی جائے کفر کے گولے برسائے جائیں اور اس سے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا جائے اور بجائے اسکے کہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ایک دوسرے پر آپس میں سختی کی جائے۔ میل جول توڑے جائیں رشتے ناتے بگاڑے جائیں اور خدا کے بندوں پر زمین تنگ کر دی جائے۔

اب سنئے! حنفی مذہب کی بہت ہی معتبر کتاب فتاوی عالمگیری میں ہے وَیُکْرَہُ صَوْمُ سِتَّۃٍ مِّنْ شَوَّالٍ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مُتَفَرِّقًا کَانَ اَوْ مُتَتَابِعًا۔ وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ کَرَاھَتُہٗ مُتَتَابِعًا لَا مُتَفَرِّقًا۔ لٰکِنْ عَامَّۃُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ لَمْ یَرَوْا بِہٖ بَاْسًا۔ ھٰکَذَا فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ۔ وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ لَا بَاْسَ بِہٖ۔ کَذَا فِی مُحِیْطِ السَّرَخْسِیِّ وَتُسْتَحَبُّ السِّتَّۃُ مُتَفَرِّقَۃً کُلُّ اُسْبُوْعٍ یَوْمَانِ۔ کَذَا فِی الظَّھِیْرِیَّۃِ۔ فِیْ فَصْلِ الْاَوْقَاتِ الَّتِیْ یُکْرَہُ فِیْھَا الصَّوْمُ وَیُسْتَحَبُّ۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں۔ خواہ وہ پے درپے ہوں خواہ الگ الگ ہوں اور امام ابو یوسف کے نزدیک پے درپے ہوں تو تو مکروہ ہیں۔ ہاں الگ الگ ہوں تو مکروہ نہیں لیکن عام متاخرین اسمیں کوئی حرج نہیں دیکھتے۔ بحر الرائق میں اسی طرح ہے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے کہ اسمیں کوئی ڈر خوف نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔ یہ چھ روزے جداگانہ مستحب ہیں ہر ہفتے میں دو دن کر کے اسی طرح ہے ظہیریہ کی اُس فصل میں جسمیں ان وقتوں کا ذکر ہے جن میں روزہ رکھنا مکروہ ہے اور مستحب ہے۔

برادران! اصلی عبارت مع صحیح ترجمے کے آپ کے سامنے ہے۔ کسی مزید حاشیے کی ضرورت نہیں اس سے صاف ثابت ہے کہ

(۱) امام صاحبؒ کے نزدیک شش عید کے روزے رکھنے مکروہ ہیں (۲) اسکی تقلید نہ کرکے امام صاحبؒ کے چوٹی کے شاگرد امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ لگاتار نہ رکھے بلکہ متفرق طور پر مہینہ بھر میں چھ روزے پورے کردے یعنی ان کے نزدیک جائز ہیں (۳) پچھلے فقہا عام طور پر اس طرف ہیں کہ ان روزوں کے رکھنے میں کوئی ڈر خوف نہیں (۴) صاحب کتاب کے نزدیک بھی زیادہ صحیح یہی قول ہے (۵) پھر ایک صورت یہ ہے کہ ہر ہفتے میں دو روزے رکھے یوں شوال کے تین ہفتوں میں یہ چھ روزے رکھلے (۶) ساتھ ہی فقہی کتابوں کا اختلاف بھی ظاہر ہے۔ بحر الرائق میں کچھ ہے محیط سرخسی میں کچھ ہے اور ظہیریہ میں کچھ ہے۔ الغرض اگلے پچھلے سب حنفیوں نے ملکر امام صاحبؒ کے قول کو اس مسئلے میں نہیں مانا اور اسکے خلاف فتوی دیا۔ آجکل حنفیوں کا عمل بھی امام صاحبؒ کے اس فتوے کے بالکل خلاف ہے وہ سب شش عید کے روزوں کو جائز اور کار ثواب جانتے ہیں اور اکثر لوگ رکھتے بھی ہیں حالانکہ امام صاحبؒ اسے مکروہ بتلاتے ہیں اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب مکروہ کو مطلق کہا جائے تو مراد حرمت ہوتی ہے پس شش عید کے روزے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرام اور مقلدین حنفی مذہب کے نزدیک کار ثواب۔

بیشک حدیثوں میں بھی یہی ہے یہ روزے ثابت ہیں اور کار ثواب ہیں چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے رمضان کے روزوں کے بعد چھ روزے شوال کے بھی رکھ لئے تو گویا اس نے سارا زمانہ روزے میں گذارا۔ طبرانی میں ہے کہ یہ سنکر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا ہر دن کے روزے کے بدلے دس روزوں کا ثواب؟ آپنے فرمایا ہاں۔ نسائی وغیرہ میں ہے کہ رمضان کا ثواب دس مہینے کے روزوں کا اور ان چھ روزوں کا ثواب دو مہینے کے روزوں کا۔ اوسط طبرانی کی روایت میں پے درپے لگاتار ان روزوں کے رکھنے پر یہ ثواب ہے اسی کتاب میں ہے کہ ان روزوں کا رکھنے والا اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہوجاتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا۔ پس جس طرح یہاں امام صاحبؒ کے فرمان کو خلاف حدیث پاکر چھوڑ دیا گیا ہے اسی طرح جہاں کہیں قول امام حدیث رسولؐ کے خلاف پایا جائے ترک کردیا جائے تو آج یہ سب جھگڑے رگڑے دور ہوجائیں اور مسلمان پھر مل بیٹھیں اور پھر وہی اگلا اتفاق و اتحاد پیدا ہوجائے اور پھر وہی ترقی کی سوچ پر ور ہوائیں چلنے لگیں اور ہماری دین دنیا سنور جائے۔ مسلمانو! یہی فرمان حضرت امام صاحبؒ کا ہے یہی وصیت ان کی ہے فرماتے ہیں اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ میری بات کو حدیث کے مقابلے پر چھوڑ دو۔ فرماتے ہیں اِنْ تَوَجَّہَ لَکُمْ دَلِیْلٌ فَقُوْلُوْا بِہٖ (درمختار) مطلب یہ ہے کہ تمہیں جب میرے قول کے خلاف کوئی دلیل ملجائے تو تم وہی کہو جو دلیل سے ثابت ہو یہی وجہ تھی کہ خود امام صاحبؒ کے شاگردوں نے آپ کی مخالفت کی آپ کی باتوں کو نہ مانا جس بات کو خلاف دلیل یعنی خلاف قرآن وحدیث دیکھا اُسے علی الاعلان ترک کیا چنانچہ تہائی مذہب میں انھوں نے امام صاحب کی مخالفت کی جیسے کہ شامی میں ہے۔ فَحَصَلَ الْمُخَالَفَۃُ مِنَ الصَّاحِبَیْنِ فِیْ نَحْوِ ثُلُثِ الْمَذْھَبِ یعنی حضرت ابو یوسفؒ اور محمدؒ جو امام صاحبؒ کے چوٹی کے شاگرد ہیں انھوں نے بھی ایک تہائی مذہب میں حضرت امام صاحبؒ کا خلاف کیا۔ الغرض امام صاحبؒ کے مسائل کو جبکہ وہ خلاف حدیث و قرآن ہوں چھوڑ دینا اگر غیر مقلد ہوجانا اور امام صاحبؒ کے دشمن بنجانا ہے تو یہ وہ جرم ہے جس میں حنفی اہلحدیث دونوں برابر کے شریک ہیں اگر اسی کا نام امام صاحبؒ کی محبت اور ان کی تقلید ہے کہ انکے کل مسائل کو آنکھیں بند کرکے تسلیم کرلیا جائے ان کے ایک ایک فرمان کو شریعت کے مسائل کا درجہ دیا جائے تو اس معنی میں نہ حنفیوں میں کوئی حنفی ہے نہ اہلحدیثوں میں کوئی حنفی ہے۔ ہم سب ایک ہی

کشتی میں سوار ہیں اور کشتی کا رخ ایک طرف ہے پس للہ جھگڑے بکھیڑے چھوڑ دو اور ایک ہو کر بیٹھو۔

ہاں اگر کسی نے آپ کے کانوں میں یہ افسوں پڑھکر پھونکدیا ہو کہ اہلحدیث اماموں کے دشمن ہیں وہ اماموں اور مجتہدوں کو گالیاں دیتے ہیں ان کی توہین و حقارت کرتے ہیں اُن سے بغض و بیر رکھتے ہیں تو سنو اور کان کھولکر سنو۔ خود سنو اور دوسروں کو بھی سنا دو کہ اہلحدیث اس شخص کو ملعون و مطرود خدا کی رحمت سے دور اور شیطان کا ساتھی سمجھتے ہیں جو ائمہ دین و محدثین سے بغض و بیر رکھے ان کے حق میں بُرے الفاظ کہے انھیں حقارت اور توہین سے یاد کرے اور انکا دشمن ہو۔

آؤ اے اہلحدیثو! اور اے حنفیو! مل جل کر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر کاربند ہو جاؤ جو خود حنفی مذہب کی معتبر کتاب شامی میں موجود ہے کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ یعنی صحیح حدیث شریف میں جو ہو وہی میرا مذہب ہے۔ فقط۔

کیا دہلی اور پنجاب وغیرہ کے لوگوں کو ایک روزہ قضا کرنا چاہیئے؟

اس دفعہ رمضان المبارک کا چاند کہیں پیر کو نظر آیا کہیں منگل کو اسلئے بمبئی کے علاقہ میں پہلا روزہ منگل کا ہوا اور دہلی کے گرد و نواح میں بدھ کا روزہ ہوا۔ ازاں بعد چرچا ہوا اور مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ جہاں جہاں کے باشندوں نے بدھ کا روزہ رکھا ہے وہ ایک روزے کی قضا کریں۔ ہمیں حیرت ہے کہ یہ خلاف حدیث فتوی اس زور شور اور تاکید کے ساتھ کیوں دیا جا رہا ہے حالانکہ حدیث سے ثابت شدہ فیصلہ یہ ہے کہ ہر جگہ کیلئے وہیں کی رویت کا اعتبار ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فیض بنیاد ہے صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّۃَ شَعْبَانَ ثَلٰثِیْنَ (متفق علیہ) یعنی چاند کے دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند ہو جانے پر عید مناؤ۔ اگر ابر وغیرہ کی وجہ سے مطلع غبار آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کر لیا کرو۔ دہلی میں پیر کے دن مطلع صاف تھا۔ ہزاروں نگاہیں چاند کی جستجو میں تھیں لیکن نظر نہ آیا۔ . . . . . منگل کو چاند دکھائی دے گیا اہل دہلی نے بالاتفاق روزہ رکھا۔ اس درمیان میں دہلی کے آس پاس سے کہیں سے کوئی شہادت بھی نہ آئی پھر ان پہ دوسری جگہ چاند ہو جانے سے فتوی لگانا یہ تو درست نہیں۔ اب دوسری جگہ کی چاند کی رویت یہاں نامعتبر ہونے کی روایت بھی سن لیجئے۔ حضرت ام الفضل رض حضرت کریبؒ کو اپنے ایک کام کیلئے حضرت معاویہؓ کے پاس شام میں بھیجتی ہیں حضرت کریب فرماتے ہیں کہ وہاں ہم نے رمضان شریف کا چاند جمعہ کی رات کو دیکھا میں اپنا کام کر کے واپس لوٹا۔ یہاں میری باتیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہو رہی تھیں آپنے مجھ سے ملک شام کے چاند کے بارے میں دریافت فرمایا تو میں نے کہا کہ وہاں چاند جمعہ کی رات کو دیکھا گیا ہے آپنے فرمایا تم نے خود دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں میں نے بھی دیکھا اور سب لوگوں نے دیکھا۔ سب نے بالاتفاق روزہ رکھا۔ خود جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا ہے اور ہفتہ سے روزہ شروع کیا ہے۔ اب چاند ہو جانے تک ہم تو تیس روزے پورے کریں گے یا یہ کہ چاند نظر آ جائے میں نے کہا سبحان اللہ! امیر معاویہؓ اور اہل شام کا چاند دیکھنا کیا آپ کو کافی نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد وغیرہ) شام اور حجاز کی سرحد ملی ہوئی ہے لیکن شام کے چاند کا اعتبار حجاز میں نہیں کیا جاتا۔ اسی کو فرمانِ رسول اور شریعت کا مسئلہ بتلایا جاتا ہے۔ صحابہ کی بڑی جماعت مدینہ شریف میں موجود ہے بالاتفاق یہاں ہفتہ کا روزہ ہوا ہے سچی خبر بلا تردید

پہنچتی ہے کہ ملک شام میں ایک روز پہلے چاند دیکھا گیا وہاں بالاتفاق روزہ ایک دن پہلے کا ہوا لیکن مدینے کے صحابہ کے اجماع سے وہاں کے چاند کی رویت کا اعتبار یہاں کیلئے نہیں کیا جاتا۔ یا تو عمل اہلِ مدینہ کو حجت بتلایا جاتا ہے یا آج اُس کی اس مسئلہ میں کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ الغرض اجماع صحابہ اور حکم نبیؐ سے یہ ثابت ہے کہ دور دراز جگہ کی رویتِ ہلال دور دراز جگہ والوں کیلئے معتبر نہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ جب اختلافِ مطالع کا کوئی اثر ہی نہیں تو سنئے۔ سارے ملک حجاز میں امسال پہلا روزہ پیر کے دن کا ہوا ہے ہمارے سامنے اسوقت مکہ شریف کا اخبار ام القریٰ رکھا ہوا ہے جسمیں تحریر ہے قد ثبتت رویۃ الهلال فی هذه المملکۃ لیلۃ الاثنین الماضی آگے تحریر ہے ان الصیام فی مصر وفلسطین کان ابتداء من یوم الاثنین یعنی مملکت حجاز و نجد میں اتوار کے دن چاند نظر آیا اور بالاتفاق پیر کے دن کا پہلا روزہ ہوا۔ اسی طرح فلسطین اور مصر میں بھی پہلا روزہ پیر کے دن کا ہوا۔ دہلی اور پنجاب والوں کا پہلا روزہ ہوا ہے۔ بدھ کا اہل بمبئی وغیرہ کا پہلا روزہ ہوا ہے تو چاہئے کہ یہ ایک روزہ قضا کریں اور اہل پنجاب دو روزے قضا کریں۔ فلاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب دہلی وغیرہ کے علما بتلائیں کہ اس صورت میں وہ دو روزوں کی قضا کا حکم کیوں نہ دیں؟ یاد رکھو اگر مطلع کے اختلاف کو نظر انداز کر دیا گیا تو کبھی اٹھائیں اور کبھی اکتیس روزے ہوں گے جو نہ صرف شریعت کے بلکہ عقل کے بھی خلاف ہونگے۔ مطلع کے اختلاف کو مدنظر نہ رکھنے والے بتلائیں تو سہی کہ کیا بمبئی اور کلکتہ اور کابل میں سورج کا غروب اور زوال دہلی والوں کیلئے مغرب اور ظہر کی نماز پڑھ لینے کیلئے معتبر مانا جائیگا کیا وہاں کے زوال پر ہم یہاں ظہر پڑھ سکتے ہیں؟ اگر ہاں کہو تو سورج دیکھتے ہوئے غروب میں آدھ گھنٹے کے قریب باقی رہتے ہوئے تمہیں یہاں نماز مغرب پڑھنی پڑیگی۔ اور اگر انکار کرو تو فرق مطلع معتبر مانا گیا پھر تمہیں موجودہ صورت میں ایک روزے کی قضا کا حکم کیوں دیا جاتا ہے؟ وہی صحیح ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس حضرت قاسم بن محمد حضرت سالم بن عبداللہ حضرت عکرمہ حضرت اسحٰق بن راہویہ وغیرہ کا مذہب ہے کہ لِکُلِّ اَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ ہر شہر والوں کیلئے وہیں کی رویت کا اعتبار ہے ہاں آس پاس کا رقبہ اسی میں داخل ہے بلکہ امام ترمذیؒ تو اہل علم کا یہی مذہب نقل کرتے ہیں اور کوئی بیان ہی نہیں فرماتے۔ امام ابن عبدالبرؒ تو فرماتے ہیں۔ اَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّهٗ لَا تُرَاعَی الرُّؤْيَةُ فِيْمَا بَعُدَ مِنَ الْبِلَادِ كَخُرَاسَانَ وَالْاَنْدُلُسِ یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ دور دراز کے شہروں میں چاند دیکھا جانا یہاں کیلئے معتبر نہیں جیسے خراساں اور اندلس وغیرہ۔ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی تبویب کی ہے لِکُلِّ اَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ ہر شہر والوں کیلئے وہیں کی رویت معتبر ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَالصَّحِيْحُ عِنْدَ اَصْحَابِنَا اَنَّ الرُّؤْيَةَ لَا تَعُمُّ النَّاسَ ایک جگہ چاند نظر آجانا سب کیلئے معتبر نہیں بَلْ تَخْتَصُّ لِمَنْ قَرُبَ عَلٰی مَسَافَةٍ لَا تُقْصَرُ فِيْهَا الصَّلٰوةُ بلکہ صرف وہیں تک اس کا اعتبار ہوگا جہاں تک جانے سے نماز کو قصر کرنا نہیں آتا۔ الغرض اس مسئلہ میں صحیح فیصلہ صحابہؓ کا اور حدیث کا یہی ہے کہ مطلع کا اختلاف معتبر ہے۔ ہر جگہ کیلئے وہیں کے چاند دیکھنے کا اعتبار ہے۔ اس کا خلاف دلیل کا خلاف ہے۔ پس جہاں چاند نہیں ہوا ان پر روزے کی قضا محض اس وجہ سے کہ کسی دور دراز جگہ چاند ہو گیا بالکل غلط اور خلافِ حدیث ہے واللہ اعلم۔

(مولانا) محمد (صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی)

(باڑہ ہندو راؤ)

فروغ اخبار

سرزمین مشرق کا آفتاب درخشاں غروب ہوگیا۔ آہ مصطفےٰ کمال اتاترک بھی اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہوگئے۔ بقا صرف اللہ کی ذات کو ہے۔ اس روز مسرت و ماتم کا خطرہ کئی دن سے لگا ہوا تھا۔ لیکن درمیان میں بعض خبریں ایسی موصول ہوئی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ خدا کے فضل سے صحت بحال ہو رہی ہے اور ترکی جمہوریت کی پندرھویں سالگرہ بھی اسی بنا پر جوش و خروش کے ساتھ منائی گئی کہ ترکی کے نجات دہندہ کی صحت خدا کے فضل سے بہتر ہوگئی تھی لیکن کل دفعۃً پھر خطرناک علالت کی خبر ملی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بیماری اچانک عود کر آئی اور ۱۰ نومبر ۱۲ بجکر ۵ منٹ پر اس قائد اعظم نجات دہندہ ترک نے انتقال فرمایا۔

اسوقت دل میں ہمت نہیں کہ عالم اسلام بلکہ سرزمین مشرق کے اس حادثۂ عظیمہ کے متعلق کچھ سوچ سکے۔ دنیا کی کارگاہ بڑی بڑی ہستیوں سے کسی دور میں بھی خالی نہیں رہی۔ لیکن کمال اتاترک اس قسم کے بڑے آدمی نہ تھے۔ جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے ہیں ان مخصوص و چیدہ بندگان خدا میں سے تھے جنھیں قدرت صدیوں کے بعد قوموں اور ملکوں کی حالتیں پلٹنے کیلئے پیدا کیا کرتی ہے۔ اسوقت دل بھرا ہوا ہے۔ دماغ معطل ہے۔ لہٰذا فی الحال اس کے سوا کچھ نہیں سوجھتا کہ مرحوم کیلئے بارگاہ ایزدی میں خلوص قلب سے دعائے مغفرت کریں۔ خدا کرے کہ ترکی اور ترک قوم کی قیادت کیلئے اب پھر کوئی ایسی شخصیت نکل آئے جو کمال اتاترک کی جانشین بن سکے اور ترکوں کی دین دنیا کی رہبری باتحتی سنت کر سکے۔ آمین

کانگریس کا طرز عمل حد ہوگئی کہ غازی موصوف کے اتنے بڑے حادثہ میں کانگریس نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا۔ دہلی میں مسلمانوں کی مکمل ہڑتال رہی یہانتک کہ سبزی منڈی بھی بند رہی لیکن ہندو اور کانگریس نے اس ہڑتال میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کا اعلان۔ ذی شان نجد کے مقتدر عربوں نے سلطان ابن سعود کی خدمت میں اپنے دستخطوں سے ایک عرضداشت پیش کی ہے جس میں انھوں نے جلالۃ الملک سے استدعا کی تھی کہ وہ قضیہ فلسطین میں فوراً مداخلت کریں اور اس بے دردانہ کشت و خون کو ختم کرانے کی کوشش کریں ورنہ وہ خود ہتھیار باندھکر اپنے فلسطینی بھائیوں کے جہاد حریت میں شریک ہونے کیلئے جائیں گے۔ اس عرضداشت کے ملتے ہی جلالۃ الملک نے ان لوگوں کو اور دیگر مقتدر عربوں کو طلب کیا اور ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "ہم نے اپنی ہمسایہ اور دوست حکومت عراق سے اپنے وزیر کو بلایا ہے۔ تاکہ اسے فلسطین کے متعلق اپنی حکومت کا رویہ اچھی طرح سمجھادیں۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ اس مسئلہ پر عراق اور ہماری حکومت متحد اور متفق ہو جائے۔ ہم انتدابی حکومت کو خوب اچھی طرح سے واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے دوستانہ مشوروں پر پوری طرح غور کرے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تم کو اپنے فرض سے جو اسلام نے تم پر عائد کیا ہے ہرگز نہیں روکونگا۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ جو لوگ جہاد حریت کیلئے فلسطین جائیں گے میں ان میں شامل ہونگا۔

جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

جنوری ۳۹

REGD. NO. L. 3204.
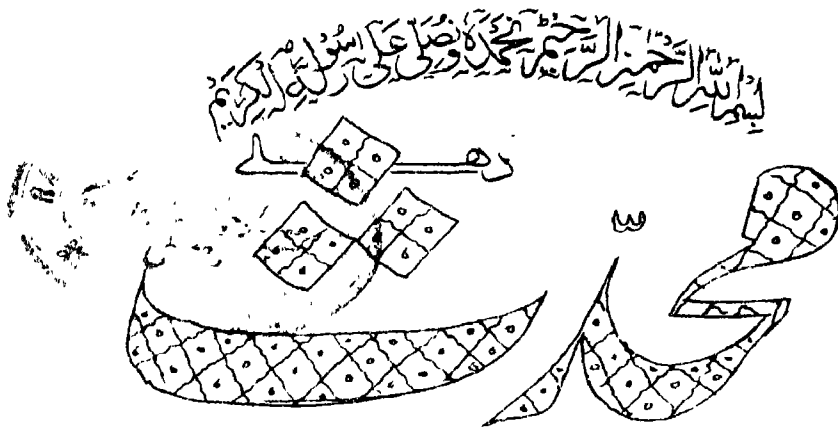
جلد ۶ | ماہ جنوری ۱۹۳۹ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ ہجری | نمبر ۹

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے انیسویں تعلیمی سال کا شاندار افتتاح

اور
حجۃ الاسلام شیر پنجاب حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی شرکت

صد ہزار شکر واحسان ہے اس رب منان کا جس کے الطاف وعنایات کا خاص فیضان "رحمانیہ" اور وابستگان رحمانیہ پر مدت سے جاری ہے۔ یہ اسی رب ذوالمنن کی مہربانیوں ہی کا نتیجہ ہے کہ "رحمانیہ" اپنے دونوں بانیان جناب حاجی شیخ عبدالرحمان صاحب وجناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب رحمہا اللہ تعالیٰ کے ظاہری وجود سے محروم ہوجانے کے باوجود بھی اپنی پوری شان وعظمت، فیض وبرکت کے ساتھ بحمداللہ جاری ہے اور خدا کرے قیامت تک یوں ہی جاری رہے۔ آمین۔

یقیناً ہمارے نیک دل قارئین یہ سنکر بے حد خوش ہونگے کہ کتاب وسنت کی صحیح اور ٹھوس تعلیمی خدمتیں انجام دینے والی واحد دینی وعلمی درسگاہ، دارالحدیث رحمانیہ دہلی اپنی زندگی کی اٹھارہ بہاریں دیکھنے کے بعد اب انیسویں میں قدم رکھ چکی ہے گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی پنجابی، بنگالی، ہندوستانی وغیرہ ہر صنف کے طلبہ ایک کثیر تعداد میں داخل ہوئے ہیں۔ اور سب کے کھانے پینے رہنے سہنے، اور کتابوں وغیرہ کا کفیل مدرسہ ہی ہے۔ اس سال کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ ۱۱ر شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۴ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو حضرت مولانا امرتسری مدظلہ العالی اپنے پوتے رضاء اللہ سلمہ اللہ کو مدرسہ میں داخل کرنے کی غرض سے اپنے ساتھ لیکر بہ نفس نفیس رونق افروز ہوئے حسب قاعدہ امتحان داخلہ کے بعد ان کو چوتھی جماعت میں داخل کرلیا گیا اور اعلان کے مطابق ۱۲ر شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۹۳۸ء بروز دوشنبہ کو تعلیم شروع ہوگئی۔ تعلیم کا آغاز یوں ہوا کہ مدرسہ کے وسیع ہال میں تمام مدرسین کیلئے الگ الگ غالیچے بچھادیئے گئے۔ ان کے سامنے تپائیوں پر کتابیں رکھدی

گئیں۔ اور شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری رحمانی کی جائے درس سے قریب حضرت مولانا امرتسری کی معیت میں علماء اور عمائدین شہر کی ایک جماعت بیٹھ گئی۔ جناب حاجی شیخ عبدالرحمن صاحب مرحوم کے صاحبزادے جناب شیخ محمد صاحب بھی موجود تھے۔ اطلاعی گھنٹہ بجتے ہی تمام اساتذہ و طلبہ اپنی اپنی جگہوں پر آگئے اور درس شروع ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک اساتذہ کی پرزور تقریروں سے ہال گونجتا رہا اور حاضرین محظوظ ہوتے رہے اس کے بعد محترم جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ کا تحریری خطبہ حضرت مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی نے پڑھکر سنایا۔

خطبہ ختم ہو جانے پر حضرت مولانا امرتسری نے ایک پرمغز تقریر کی۔ تقریر کیا تھی؟ طلبہ اور علماء کیلئے سبق آموز اور عبرت انگیز واقعات کا مرقع۔ ۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد سب سے پہلے آپ نے فرمایا کہ "مجھے مہتمم صاحب کے اس فقرے نے چونکا دیا کہ یہ مدرسہ کا انیسواں سال شروع ہو رہا ہے۔ مجھے یاد ہے جبکہ مدرسہ کے سب سے پہلے افتتاحی جلسہ کے لئے حاجی عبدالرحمن صاحب مرحوم نے مجھے بلایا تھا۔ اور اسی ہال میں کھڑے ہوکر میں نے تقریر کی تھی۔ الله الله زمانہ کتنی تیزی کے ساتھ گذر رہا ہے کہ اس سال کا پیدا شدہ لڑکا آج اٹھارہ سال کا جوان نظر آرہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر فرمایا ہاں شرعی طور پر یہ صحیح ہے کہ آج اس کے دونوں بانیان یکے بعد دیگرے ہم سے جدا ہو گئے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ وہ خوش قسمت وہاں مرکر نام نکو گذاشت۔ انکا یہ صدقۂ جاریہ جاری ہے اور خدا کرے اس سے بھی زیادہ ترقیوں کے ساتھ قیامت تک جاری رہے (آمین)

طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا عزیزو! آپ طالب علم نہیں ہیں بلکہ رئیس ہیں۔ کہ گھر سے بھی زیادہ آسائش آپ کو یہاں حاصل ہے۔ شاید آپ لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جس کا گھر ایسا پختہ اور وسیع ہو۔ اسمیں بجلی کے پنکھے اور روشنی ہو بیچ میں پھولوں اور خوبصورت بیلوں کا باغیچہ ہو۔ طالب علمی کا زمانہ ہم پر گذرا ہے کہ نہ کھانے کا انتظام تھا نہ رہنے سہنے کا بندوبست نہ پہننے اوڑھنے کی سبیل۔ میں آپ کو اپنا ایک واقعہ اسی دلی کا سناؤں کہ جب میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تعلیم کیلئے حاضر ہوا تو اسٹیشن پر اترتے ہوئے ایک پاؤں کی جوتی کہیں کھوگئی۔ اب صرف ایک جوتی رہ گئی اسلئے خیال ہوا کہ اسے بھی پھینکدوں لیکن ایک بنئے نے کہا کہ "میاں لڑکے اس جوتی کو کیوں پھینکتے ہو۔ اپنے پاس رکھ لو اور ایک پرانی جوتی دو چار پیسوں کی خرید لینا کام چل جائیگا" میں نے اسکے کہنے کے مطابق اس کو رکھ تو لیا لیکن اسی ایک جوتی کو پہنتا رہا اور عرصہ تک دوسرا پاؤں خالی ہی رہا۔ دوسری جوتی کا بندوبست ہی نہ ہو سکا۔ پھر فرمایا آپ لوگوں کیلئے تو اس مدرسہ میں ایک مستقل ڈاکٹر مقرر ہے جو روزانہ آپ کی دیکھ بھال کرتا ہے لیکن ہمارے طالب علمی کے زمانہ میں یہ چیزیں کہاں تھیں۔ میں جب وزیرآباد میں حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا تو ایک مرتبہ میرے سر میں ایک پھوڑا نکل آیا، جس کی تکلیف سے بے حد پریشان تھا۔ حافظ صاحب نابینا تھے اسلئے انھیں کچھ خبر نہ تھی۔ اور نہ کوئی دوسرا پرسان حال تھا۔ آخر مجبور ہوکر خود لکڑی ٹیک کر مدرسہ سے بہت فاصلہ پر روزانہ ایک ڈاکٹر کے پاس جانا آنا پڑتا تھا۔ یہ اللہ کی نعمتیں آپ کو میسر ہیں ان کی قدر کیجئے اور بانیاں مرحومین کیلئے دعاء خیر کرتے رہیئے"

پھر اساتذوں سے فرمایا کہ آپ حضرات اپنے شاگردوں کو یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کرادیں، اور ان کے دل و دماغ تک بار بار یہ پہنچاتے رہیں کہ ان کا مقصد اس تعلیم سے بجز دین کی خدمت کے اور کچھ نہ ہونا چاہیئے۔ اسلئے کہ یہ حقیقت کسی طرح بھی فراموش کرنے کے لائق نہیں کہ کسی قسم کا سرکاری اعزاز یا عہدہ حکومت میں ان کے لئے ہرگز نہیں ہے۔ خواہ حکومت انگریزی کی ہو یا کانگریس

ی۔ پس اگر یہ دین بھی نہ سنبھال سکے تو پھر کسی طرف کے نہ ہونگے"۔ الغرض مولانا کی اسی قسم کی قابل عمل رہنمائیوں کے بعد دعا رخیر و برکت کے ساتھ یہ اجلاس برخاست ہوگیا۔

ابکی دفعہ حضرت مولانا امرتسری دہلی میں کئی روز ٹھہرے۔ اس اثناء میں عالیجناب مہتمم صاحب کی کوٹھی پر ایک روز خاص اہتمام کے ساتھ آپ کی دعوت بھی ہوئی۔ نیز مہتمم صاحب نے اپنی خاص کار آپ کو دہلی کے تاریخی مقامات کی سیر و تفریح کیلئے دیدی تھی۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، اور حاسدین و معاندین کے علی الرغم دونوں جہاں میں ان کو سربلندیاں عطا فرمائے۔ اور ان کی ہر قسم کی فتنہ انگیزیوں سے آپ کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین اللہم آمین۔

اب ہم ذیل میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کا وہ خطبہ درج کر رہے ہیں۔ جو اس سال کے افتتاحی جلسہ میں پڑھکر سنایا گیا۔ اور اپنے مدرسہ کے تمام اساتذہ و طلبہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان ہدایات و فرامین کو اپنا دستور العمل بناکر حضرت مہتمم صاحب کیلئے تسکین قلب کا باعث بنیں اور خود سعادت دارین حاصل کریں۔

بِسْمِ اللّٰہِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

سب سے پہلے میں اپنے پروردگار کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے فضل و کرم ہم پر بیشمار ہیں۔ اور تاہم ہم اسکے فضل و کرم کے محتاج اور طلبگار ہیں۔ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہوں جو ساری مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ اور بلند و بالا ہیں۔ اما بعد۔

اس میں شک نہیں کہ اسوقت مجھے اپنے مدرسہ رحمانیہ کے انیسویں تعلیمی سال کے افتتاح کی خوشی ہے۔ لیکن اس خوشی کے موقعہ پر بھی میرے دردمند دل میں ٹیس اٹھ رہی ہے کہ آہ! ان دلچسپیوں کے باعث ان مسرتوں کے بانی اور دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف اسی سے خوش ہونے والے اس مدرسے کے دونوں مؤسس یعنی میرے محترم تایا حضرت شیخ حاجی عبدالرحمان صاحب اور میرے بزرگ والد شیخ عطاء الرحمن صاحب نہ رہے خدا ان کی روح پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور انھیں بہترین درجات عطا فرمائے۔

اس غم نے کہ گذشتہ سال کے اس مبارک موقعہ پر خود والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں موجود تھے مجھے اس قابل نہیں رکھا کہ میں آپکے سامنے کھڑا ہو کر کچھ کہہ سکوں۔ لیکن تاہم میں مختصر الفاظ میں اپنے

جذبات کی ترجمانی کردیتا ہوں۔ میرے اس مدرسے کے موجودہ معزز اساتذہ کرام نے والد صاحب مرحوم مغفور کے انتقال کے بعد جس حسن و خوبی سے مدرسے کا کام چلایا ہیں اسکا بہ دل معترف ہوں جزاہم اللہ۔ نیز طلبہ نے جس محنت اور نیکی سے گذشتہ سال گذارا اس کا بھی میرے دل پر بہت گہرا اور اچھا اثر ہوا ہے۔ اسی طرح مجھے امید ہے کہ میں اپنے ہاں کے بزرگ اساتذۂ کرام اور طلبہ سے امسال بھی راحت و خوشی کے مناظر ہی دیکھونگا۔ انشاء اللہ

میں نے اپنے مدرسے کے وہ تمام انتظامات بدستور باقی رکھے ہیں جو طلبہ کی راحت رسانی کیلئے اس سے پہلے تھے تاہم میں معترف ہوں کہ ان حضرات کی دلدہی میں اتنی نہیں کرسکتا جتنی والد صاحب مرحوم مغفور کیا کرتے تھے۔ میرے بھائیو! مدرسے کی اس وسیع اور دل کشا عمارت میں علم کے بہتے ہوئے چشموں سے آپ پوری سیرابی حاصل کرسکتے ہیں۔ جو آسانیاں مجھ سے فراہم ہوسکتی تھیں ان کے جمع کرنے میں میں نے بخل سے کام نہیں لیا۔ بہترین ذی علم حضرات پڑھانے والے۔ عمدہ رہائش اچھی خوراک اور تقریباً دنیا کے کل جھنجھٹ سے علیحدگی پروردگار عالم کے فضل و کرم سے یہاں آپکو میسر ہے۔ اب یہ آپکا کام ہے کہ طلب کامل اور محنت و شوق سے علم و عمل حاصل کریں۔

سنئے میرے لئے یہ چیز سخت رنج دہ ہوگی کہ آپ شریعت کا ذرا سا بھی خلاف کریں احکام شرعی کی تعمیل میں سستی کریں۔ مدرسے کے قوانین کا احترام نہ کریں۔ اساتذہ کی بدل عزت نہ کریں۔ نمازوں میں بلاوجہ شرعی غیر حاضری کریں۔ آپسمیں کوئی ناچاقی یا اختلاف کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ بھائیوں کی طرح متفق و متحد ہوکر رہیں اور طلب علم دین کے سوا کسی چیز کی طرف التفات بھی نہ کریں آپ کے بڑوں نے جس اعتماد پر آپ کو اس مدرسے میں بھیجا ہے وہ مجھے مجبور کررہا ہے کہ آپ کی تعلیمی حالت کے ساتھ ہی ساتھ میں آپ کی اخلاقی حالت کی بھی نگرانی رکھوں۔ اسلئے میں کھلے الفاظ میں آپکو

سُنا دیتا ہوں کہ اگر کسی نے کوئی خلافِ دین و دیانت حرکت کی تو میں سختی سے باز پرس کرونگا اور قصور کے مطابق سزا دینے سے میں ہرگز غفلت نہ کرونگا۔ میں ٹھوس تعلیم مع تعمیل پسند کرتا ہوں اور اسکا خلاف میرے لئے حوصلہ شکن ہے۔ میں اپنے ہاں کے مدرسین سے بھی درخواست کرونگا کہ وہ جہاں ایک طرف تعلیم میں انہماک فرمائیں وہاں دوسری جانب طلبہ کی اخلاقی نگرانی سے بھی غفلت نہ برتیں۔

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس مدرسہ کی انیسویں بہار دکھائی میں اسپر بھی اپنی خوشی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آج اس مبارک تقریب پر ہمارے کرم فرما حضرت مولٰنا ثناء اللہ صاحب بھی یہاں تشریف فرما ہیں فَاَھلاً وَسَھلاً۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمتیں ہم سے لے اور قبول فرمائے اور ہمیں دونوں جہان کی پریشانیوں سے بچائے۔ اور بانیانِ مدرسہ کی روح کو اپنے ہاں کی بہترین مہمانی نصیب فرمائے۔ والسلام۔

عبدالوہاب (مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

صفاتِ باری تعالیٰ

(از جناب مولوی زین العابدین بن محمد موسیٰ صاحب مینی انصاری مقیم بھوپال)

بجز اس کے کہ صفات باری تعالیٰ کے ذریعہ ہستی باری تعالیٰ کا اقرار کریں ذات باری تعالیٰ کی حقیقت وماہیت کے متعلق ہماری کیا حقیقت اور کیا مجال ہے کہ دم مار سکیں۔ ہم نے خدائے تعالیٰ کو اس کی صفات سے جانا پہچانا اور اپنا معبود حقیقی مانا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ہم کو صفات پر ہی غور کرنا چاہیئے۔ جسقدر نقائص۔ جتنی مجبوریاں۔ جتنی کمزوریاں اور جسقدر عیوب فرض اور تجویز کئے جاسکتے ہیں خدائے تعالیٰ یقیناً ان سے مبرّا اور بالکل پاک ہے۔ جسقدر خوبیاں۔ کمالات اور فضائل تجویز کئے جاسکتے ہیں خدائے تعالیٰ یقیناً ان کا مالک اور ان سے موصوف ہے۔ عیب اور کمی جس ذات کو لاحق ہوسکتی ہے وہ کم ازکم انسانوں کا معبود اور کل کارخانہ عالم کا مالک و متصرف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ محدود حواس۔ محدود علم۔ اور مجبور ہستی کے ہوتے ہوئے انسان جس کمی اور جس عیب کو فرض کرسکتا ہے وہ نقص اور وہ عیب خدائے تعالیٰ میں تجویز نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ ہمارے حواس

ہمارے اعضاء و جوارح ہمارا علم۔ ہماری عقل۔ ہمارا تصور سب کچھ خدائے تعالیٰ کا ہی عطا کردہ ہے۔ تو یہ کیسے ممکن تھا کہ یہی عطیاتِ الہی جوہر آنہی کے انکشاف و اظہار کا ذریعہ بن سکیں۔ انسان کا مخلوق مملوک اور عبد ہونا ہی ایک زبردست دلیل اس بات کی ہے کہ انسان اپنے خالق اپنے مالک اور اپنے معبود کے اندر کوئی عیب کوئی نقص اور کوئی مجبوری فرض نہیں کرسکیگا اور جو ہستی کسی عیب کسی سقم کسی نقص کسی مجبوری کسی کمزوری سے متصف ہوسکتی ہے اُسکو ہرگز خدا نہیں کہا جاسکتا۔

پس صفات باری تعالیٰ پر غور کرنیسے پیشتر اس اصول کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا از بس ضروری ہے کہ خدائے تعالیٰ میں کوئی عیب اور نقص ہرگز فرض نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بے عیب اور تمام صفاتِ حسنہ کاملہ سے موصوف ہستی ہے جو شخص یا جو مذہب صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق عیب و نقص بھی تجویز کرتا ہے وہ یقیناً گمراہ اور لوگوں کو جادۂ مستقیم سے دور کرنا چاہتا ہے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سبحٰن ربك رب العزۃ عما یصفون جیسی جیسی باتیں یہ لوگ تیرے پروردگار کے بارے میں بتاتے ہیں ان سے تیرا پروردگار پاک اور عزت والا ہے۔ (سورہ صافات۔ رکوع ۵) ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ (سورہ حشر رکوع ۳) وہی اللہ ہر چیز کا خالق ہر چیز کا موجب ہے مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا ہے اس کی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور اسی لئے اسکے اچھے اچھے نام ہیں۔ اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ۔ (سورہ طہٰ رکوع ۱) اسکے سوا کوئی معبود نہیں سب اچھے نام اسی کے ہیں۔ انما الٰھکم الٰہ واحد (سورہ کہف رکوع ۱۲) واحد ازلی و ابدی ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔

جس طرح ہم ذات باری تعالیٰ کو مانتے مگر اس کی ماہیت نہیں جانتے۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ کی صفات حسنہ کاملہ کا اقرار کرتے ہیں مگر اُن صفات کی ماہیت سے واقف نہیں ہوسکتے ہیں۔ یعنی ہم اس کی صفتوں کو اپنی صفتوں پر قیاس نہیں کرسکتے۔ جس ذات کی ماہیت ہمارے علم و فہم و تصور سے وراء الوراء ہے۔ اس کی صفات کی ماہیت بھلا کیسے ہمارے علم میں آسکتی اور فہم میں سماسکتی ہے۔ مثلاً ہم خدائے تعالیٰ کو حیّ یعنی زندہ کہتے ہیں مگر اس کی حقیقت و ماہیت مخلوقات کی حیات جیسی نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری زبان میں زندہ اس کو کہتے ہیں جو پیدا ہوتا اور مرتا ہے۔ سوتا جاگتا ہے۔ کھاتا پیتا ہے وغیرہ وغیرہ مگر خدائے تعالےٰ ایسی زندگی سے پاک و برتر ہے یا مثلاً ہم خدا کو سمیع۔ یعنی سننے والا کہتے ہیں۔ مگر اس کی صفت سمع ہماری یا کسی مخلوق کی طرح نہیں اسلئے کہ ہم سماعت اس کیفیت کو کہتے ہیں جو کان کے پردے میں ہوا کے ٹکرانے اور آواز کے منتقل ہونے سے پیدا ہوتی ہے اور خدائے تعالیٰ اس سے پاک اور برتر ہے۔ یا مثلاً ہم خدائے تعالیٰ کو علیم کہتے ہیں۔ مگر اس کی صفت علم کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح ہم خدائے تعالیٰ کو متکلم کہتے ہیں۔ مگر اس کی صفت کلام کی حقیقت ہمارے کلام جیسی نہیں کیونکہ ہم جس کو کلام کہتے ہیں وہ تو ایک پارہ گوشت یعنی زبان کی حرکت سے تعلق رکھتا ہے۔ باری تعالیٰ اس سے پاک اور برتر ہے یا مثلاً خدا کو ہم قادر کہتے ہیں لیکن مخلوق میں کسی کے اندر بھی ایسی قدرت نہیں کہ ہر حیثیت اور ہر حالت میں کبھی اسکو ناکامی کا سامنا ہی نہ ہوسکے۔ صفاتِ باری تعالیٰ کا تصور کرتے ہوئے ہم اُس کی کسی صفت میں کوئی ایسا پہلو بھی تجویز نہیں کرسکتے جو اُسکی کسی دوسری صفتِ حسنہ کے منافی یا کسی عیب و نقص سے مُلتبس ہوسکے۔ مثلاً ہم خدائے تعالیٰ کی ذات میں عرض و طول اور جگہ کے گھیرنے کو فرض نہیں کرسکتے۔ کیونکہ یہ صفات جسم اور مادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور مادہ خداوند تعالیٰ

کا پیدا کردہ ہے۔

رب العالمین کی ہستی ہم پر ہر طرح ثابت ہے لیکن اُس کے وجود کی ماہیت کا ہم کو کوئی علم نہیں۔ پس جس چیز کی ماہیت سے ہم بے خبر ہیں اس میں کسی ایسے کو فرض نہیں کیا جا سکتا جس کا فرض کرنا اس چیز کی ماہیت جاننے پر موقوف و منحصر ہو۔ یا مثلاً ہم خدائے تعالیٰ کو جاہل بہرا گونگا فرض نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ صفات حسنہ نہیں ہیں۔ اور اس کی صفات حسنہ علم سمع کلام کے منافی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہم خداوند تعالیٰ کے صفاتِ حسنہ کاملہ کے آثار موجوداتِ عالم میں دیکھکر اُن صفات کو اُن ہی لفظوں اور ان ہی ناموں سے تعبیر کرتے ہیں جن کو ہم اپنی زبان میں بولتے اور سمجھتے ہیں۔ لیکن ان لفظوں اور ناموں کا مفہوم وہ ناقص مفہوم نہیں ہوتا جو مخلوقات کیلئے استعمال کرتے ہوئے مراد لیا جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علوا کبیرا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵) جیسی جیسی نالائق باتیں لوگ خدا کی نسبت کہتے ہیں وہ اسے پاک اور برتر ہے ✢

ماہ ذی الحجہ کے فضائل اور مسائل

(از مولوی محمد امین صاحب مبارکپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

یہ مضمون آئندہ نمبر کے مناسب تھا، لیکن چونکہ وہ پرچہ غالباً ۱۰ ذی الحجہ بلکہ بعض مقام پر اور بھی دیر میں پہنچے گا اسلئے مجبوراً ہم اس کو اسی مہینے میں شائع کر رہے ہیں۔ ناظرین اس کو محفوظ رکھیں۔ اور آنیوالے مبارک مہینہ میں اس مفید مضمون سے فائدہ اٹھائیں۔ (ایڈیٹر)

ماہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے لیکر دس تاریخ تک کو عشرہ ذی الحجہ کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس عشرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَامِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْهِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ الْعَشْرِ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ....صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَیْءٍ (ترمذی) یعنی نہیں ہے کوئی دن کہ جن میں عمل کرنا اللہ پاک کے نزدیک زیادہ پیارا ہو عشرہ ذی الحجہ کے دنوں سے یعنی ان دس دنوں میں نیک عمل کا بڑا مرتبہ ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے؟ فرمایا کہ ہاں جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے مگر جو شخص جان اور مال و متاع لیکر جہاد میں گیا اور اسمیں سے کوئی چیز پھر کر واپس نہ آئی بلکہ جان اور مال سب وہیں خرچ ہو گیا (البتہ اسکے مرتبے سے تو زیادہ نہیں ہے باقی سب عملوں سے اس عشرہ کے عملوں کا مرتبہ زیادہ ہے) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَامِنْ اَیَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا الْعَمَلُ فِیْهِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ من هٰذِهِ الْاَیَّام یعنی مِنَ الْعَشْرِ (ترغیب ترہیب) یعنی نہیں ہے کوئی دن افضل اللہ عزوجل کے نزدیک اور نہ کوئی عمل زیادہ پیارا ہے اللہ کے نزدیک ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں سے

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سبحانہ کے نزدیک ان دس دنوں سے بڑھکر محبوب اور عمل کے لائق کوئی دن نہیں ہے پس ان دنوں میں کثرت سے تہلیل و تکبیر و تحمید میں مشغول و مصروف رہنا چاہیے (منتقی) تکبیر کے کلمات یہ ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد اور اوقات کے علاوہ نویں تاریخ کی نماز فجر سے تیرہویں تاریخ کی نماز عصر تک۔ فرض نماز کے بعد خاص طور پر ان تکبیروں کا خیال رکھنا چاہیے۔ ان ایام عشرہ میں یوم النحر بھی ہے یعنی جس دن قربانی کی جاتی ہے اس دن قربانی کرنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اور بڑی قبولیت کا عمل ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا (مشکوٰۃ) مطلب یہ ہے کہ یوم النحر یعنی عید الضحیٰ کے دن کوئی عمل انسان کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پیارا نہیں ہے اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں سمیت آئیگا یعنی قربانی کرنے والے کی نیکیوں کے ساتھ وزن کیا جائیگا تاکہ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے اور خون قربانی کا زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ھذہ الاضاحی سنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام قالوا فما لنا فیھا یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ (احمد و ابن ماجہ) یعنی قربانی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے صحابہ نے عرض کیا اس میں ہمارے واسطے کیا اجر ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی ہے پھر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر قربانی کا جانور ایسا ہو جس پر بال نہیں ہوتے بلکہ اون ہوتی ہے تو اسکا کیا حکم ہے؟ آپنے فرمایا اسکی اون کا جسقدر رواں ہے ہر روئیں کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاویگی۔ بھائیو! یہ بھی واضح ہو کہ کسی جانور کی قربانی عند اللہ مقبول اور باعث اجر و ثواب ہوگی جسکا پاؤں کان و آنکھ صحیح و سالم اور درست ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَشْرِفَ الْعَیْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَّا نُضَحِّیَ بِمُقَابَلَۃٍ وَّلَا مُدَابَرَۃٍ وَّلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ (یعنی حکم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ کہ خیال کر لیا کریں ہم قربانی والے جانور کی آنکھ و کان کا اور نہ قربانی کریں اسکی جسکا کان کٹا ہو خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے یا بیچ میں چرا ہو یا سوراخ دار ہو۔

اور براء ابن عازب سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قربانی میں کن جانوروں سے پرہیز کیا جائے تو آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ کرکے بتایا چار سے ایک تو لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔ اور دوسرا کانا جسکا کانا پن ظاہر ہو۔ تیسرا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو۔ چوتھا بہت ہی دبلا جانور۔ غرضکہ قربانی کا جانور ہر طرح صحیح سالم اور تندرست ہونا چاہیے و نیز صحیح و سالم ہونے کے علاوہ دانت کی بھی شرط ہے چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان (رواہ مسلم) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی میں دانت والا[1] جانور ذبح کیا کرو۔ ہاں اگر وہ تم کو دستیاب نہ ہو تو خیر بھیڑ کا چھ مہینے کا بچہ ہی ذبح کر دیا کرو۔ بھیڑ کے علاوہ بکری وغیرہ کا بچہ بغیر دانتا ہوا جائز نہیں ہے۔

[1] یعنی دودھ کا دانت گر چکا ہو فتح الباری میں ہے قال اہل اللغۃ المسن الثنی الذی یلقی سنہ ۱۲ منہ

(فائدہ) قربانی ان جانوروں کی ہے اونٹ ۔ گائے ۔ بھیڑ ۔ دنبہ ۔ بکری ۔ اونٹ میں دس آدمی اور گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اور بکری کی قربانی تنہا ایک آدمی اپنی طرف سے کرے یا اپنے گھر بھر کی طرف سے دونوں جائز ہے ۔ قربانی کرتے وقت یہ دعا پڑھے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ[1] ۔ ۔ ۔ بسم اللہ اللہ اکبر کہکر جانور ذبح کردینا چاہیئے ۔ قربانی نماز عید کے بعد کرنی چاہیئے ورنہ مقبول نہ ہوگی ۔ چرم قربانی اپنے فائدہ کیلئے فروخت کرنا جائز نہیں ہے ۔ ہاں قربانی کرنیوالا چمڑے کو خود استعمال کرلے تو جائز ہے مثلاً اس کی مشک و مصلی وغیرہ بنائے یا غرباء و مساکین میں اسکی قیمت یا چمڑہ ہی تقسیم کردے ۔

اہل مقدور و مستطیع کیلئے قربانی کرنے کی بڑی تاکید ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا (ابن ماجہ) یعنی جسکو قربانی کرنیکی وسعت ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو ہرگز ہماری عیدگاہ میں نہ آئے ۔ پس استطاعت اور مقدور ہوتے ہوئے ایسے بڑے اجر و ثواب سے محروم نہیں رہنا چاہیئے ۔ (فائدہ) جس شخص کو قربانی کرنیکی استطاعت نہ ہو تو وہ بعد نماز عید کے اپنے سر کے بال اور ناخن وغیرہ کٹوالے تو اسکو بھی قربانی کا ثواب ملیگا ۔ اور جو شخص قربانی کرنیکا ارادہ رکھتا ہو تو اسکو چاہیئے کہ ذی الحجہ کا چاند ہوجانے کے بعد سے اخیر عشرہ تک اپنے بال اور ناخن وغیرہ نہ کٹائے ۔ عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ وبشرہ شیئا وفی روایۃ فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا (مشکوٰۃ) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذی الحجہ کا عشرہ شروع ہو اور تم میں جو کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو پس وہ شخص دسویں تاریخ تک اپنے بال نہ بنوائے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نہ بال کٹوائے اور نہ ناخن ترشوائے ۔

(فائدہ) عرفہ کے دن یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا بہت بڑا ثواب ہے ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صوم یوم عرفۃ یکفر سنتین ماضیۃ و مستقبلۃ (منتقی) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن (نویں تاریخ کو) روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ سال گذشتہ اور سال آئندہ دو سال کے گناہ معاف کردیتا ہے ۔

نکاح محمدی

نکاح محمدی وغیرہ جن کتابوں کو مفت تقسیم کرنے کا اعلان رسالہ محدث کے دفتر سے کیا گیا تھا عرصہ ہوا کہ وہ کتابیں ہمارے دفتر سے ختم ہوچکی ہیں اسلئے اب کوئی صاحب ان کیلئے ٹکٹ وغیرہ ہمارے دفتر میں نہ بھیجیں ۔

(منیجر رسالہ محدث دہلی)

[1] یہاں ان لوگوں کا نام ذکر کرے جن کی طرف سے قربانی کرنیکا ارادہ ہو ۱۲

نماز کے فوائد

(از میزان الرحمن صاحب بنگالی متعلم جماعت سوم مدرسہ رحمانیہ)

اپنے مالک حقیقی اور خدائے دو جہاں کو راضی اور خوش رکھنے کے بہت سے ذرائع ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، صدقہ، خیرات وغیرہ وغیرہ ان تمام اسباب اور ذرائع میں سے اعلیٰ اور افضل نماز ہے۔ اسلئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس کے فائدے سنا دوں تاکہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنے قیمتی وقتوں کی حفاظت کریں۔ اور سونا چاندی چھوڑ کر ٹھیکری جمع کرنے میں مصروف اور مشغول نہ رہیں۔ نماز کے فائدے اور نقصان دو طرح سے ہیں۔ ایک دینی دوسرا دنیاوی۔ دونوں پہلوؤں کو میں آپ کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے بصیغہ امر حکم فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تم لوگ دنیا و آخرت کی ذلت سے بچنا چاہتے ہو۔ تو اللہ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اسکے بعد جمیعًا کیساتھ اور تاکید فرماتا ہے کہ وَلَا تَفَرَّقُوْا۔ خبردار خبردار جدا جدا گروہ گروہ نہ ہونا۔ اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کو اتفاق سے زندگی بسر کرنا فرض ہے۔

اب غور فرمائیے کہ اس اتفاق کا واحد مرکز اور خزانہ کیا ہے؟ وہ نماز ہی ہے جو اتفاق کہ مسلمانوں کی اور اسلام کی روح ہے وہ اگر دنیا میں موجود ہے تو نماز ہی میں ہے کیونکہ حدیثوں کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب اور لازم ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال من سمع النداء فلم یات فلا صلوٰۃ لہ الا من عذر (رواہ ابن ماجہ والدارقطنی وابن حبان والحاکم) یعنی جو شخص بلا عذر باوجود اذان سننے کے بھی جماعت میں حاضر نہ ہوا اسکی نماز شرعًا مقبول نہیں۔ اب اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب اور لازم ہے اب غور کیجئے کہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ **پہلا فائدہ** ۔ مسلمانوں کو زبردست اجتماع کے ساتھ جب کفار اور مشرکین جماعت کے ساتھ دیکھیں گے تو ڈر جائیں گے کانپ اٹھیں گے اور ان کو یہ جرأت نہیں ہوگی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ **دوسرا فائدہ**۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بادشاہ یا راجہ کے پاس اس کی رعایا جمع ہو کر درخواست کرتی ہے تو اس کے دل میں رحم آجاتا ہے پس وہ خدا جو ارحم الراحمین ہے وہ تو بطریق اولیٰ اپنے بندوں پر رحم کریگا اور ان کی درخواست قبول فرمائیگا۔ **تیسرا فائدہ** ۔ جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں یہ ہے کہ اس سے سبق حاصل کیا جاتا ہے کہ اتباع کے ساتھ کام کرنا یعنی ایک دوسرے کا فرمانبردار رہنا لازم و ضروری ہے جس طرح کہ مقتدی اپنے امام کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ **چوتھا فائدہ** یہ ہے کہ ہر دن و رات میں پانچ وقت ایک جگہ جمع ہو کر آپس میں ایک دوسرے کے حالات معلوم کرتے کراتے رہو تاکہ آپس میں الفت بڑھ جائے اور ایک دوسرے سے محبت پیدا ہو۔ **پانچواں فائدہ** یہ ہے کہ جب تمام مسلمان ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان دنیا میں کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو حقیقت میں عند اللہ کوئی فرق نہیں سب کے سب برابر ہیں۔ ایک ہی مالک کے غلام ہیں

ایک ہی آقا کے نوکر ہیں۔ کسی کو بحیثیت انسان ہونے کے ایک دوسرے پر فضیلت نہیں۔ انہی سب فائدوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ تم دن و رات میں پانچ مرتبہ اکٹھے ہو کر اور ہفتہ میں بروز جمعہ جمع ہو کر اور عیدین میں دور دور سے مسلمان ایک جگہ میں اکٹھا ہو کر تندرست مریض کی اور امیر غریب کی حالتوں سے واقفیت حاصل کر کے حتی الا قدور ایک دوسرے کی حاجتوں کو پورا کرتے رہو۔

چھٹا فائدہ یہ ہے کہ غیر مسلم جس طرح اپنے آپ کو تندرست رکھنے کیلئے ورزش کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کو اللہ کی جانب سے ارشاد ہوتا ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ۔ اے مسلمانو! تم نماز کو قائم کرو۔ نماز میں غور کرو کہ کیسی عمدہ اور بہترین ورزش ہے اور کیسے استاد کی سکھلائی ہوئی ہے جو کہ مسلمانوں کیلئے فرض قرار دی گئی ہے۔ اسی نماز سے آج غیر مسلم ورزش کا سبق لے رہا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مسلمان اپنی نعمت غیر مترقبہ کو چھوڑ کر خواب غفلت میں دن گذار رہے ہیں۔ ساتواں فائدہ یہ کہ نماز کے لئے وضو شرط قرار دیا گیا ہے۔ وضو میں یہ فائدہ ہے کہ انسان کا تمام بدن کپڑوں سے ڈھکا ہوا رہتا ہے لیکن ہاتھ پیر منہ وغیرہ کھلا ہوا رہتا ہے۔ وضو میں وہ سب کھلے ہوئے اعضاء سے میل دور ہو جاتا ہے۔ اسی وضو میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی شخص کو غصہ آئے اسکو اگر وضو کرا دیا جائے تو اسکا غصہ اسوقت رفع اور دور ہو جائیگا۔ اور اسی وضو میں جو کہ مسواک کی تاکید ہے وہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ جیسا کہ مسواک کرنے سے دانت مضبوط رہتا ہے منہ بدبو سے پاک رہتا ہے۔ جو شخص مسواک نہیں کرتا ہے اس سے کوئی شخص نزدیک ہو کر بات نہیں کر سکتا ہے۔ اور زرد اور میلے رنگ والا دانت دیکھکر سب کو گھن آتی ہے۔ اب ذرا مختصر طور پر اخروی فائدوں پر غور کیجئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے چند فرشتے ہیں۔ وہ ہر نماز کے وقت پکارتے ہیں کہ یا بنی آدم قوموا الی نیرانکم التی اوقدتموھا۔ فاطفئوھا۔ یعنی اے بیٹے آدم علیہ السلام کے تم اس آگ کو بجھانے کے واسطے کھڑے ہو جاؤ جو اپنے گناہوں کی وجہ سے تم نے بھڑکائی ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے سے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں۔ دوسری حدیث میں یوں آیا ہے کہ بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری دو ان لوگوں کو جو کہ اندھیری رات میں مسجدوں کی طرف (نماز پڑھنے) جاتے ہیں کہ ان کو قیامت کے دن پوری روشنی ملیگی۔ اسی طرح نماز کے فضائل اور فائدے کے متعلق ہزاروں حدیثیں موجود ہیں۔ کیا آپ نے نہیں سنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب نابینا ہو گئے تو ان سے حکیموں نے کہا کہ آپ چند وقتوں کی نماز چھوڑ دیں تو ہم آپ کا علاج کریں۔ اسکے جواب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا اگر میں اندھا سے بھی اندھا ہو جاؤں تب بھی نماز نہیں چھوڑونگا۔ اے میرے پیارے بھائیو! آج ہمارے ذرا ذرا سے عذروں کو بھی دیکھو اور عبداللہ بن عباسؓ کے اس زبردست عذر کو دیکھو انہوں نے تو اتنا بڑا عذر ہونے کے باوجود بھی نماز نہیں چھوڑی اور ہم ذرا ذرا سے حیلے بہانے کی بنا پر نماز کو ہضم کر جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ذرا غور فرمائیے اور دل سے اندھے پن کی پٹی کو ہٹائیے اور متوجہ ہو کر سنئے کہ جسوقت ارشاد باری ہوتا ہے کہ واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ ابٰی واستکبر وکان من الکٰفرین۔ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم کیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ اسی وقت حکم خداوندی بجالانے کیلئے سب فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن سرکش ابلیس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ انکار کیا اور تکبر کیا پس وہ مردود

اور ملعون ہوگیا۔ آیت مذکورہ میں جیسا کہ امر کے ساتھ حکم ہوا تھا یہاں بھی اسی طرح امر کے ساتھ حکم ہوتا ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ۔ یعنی تم نماز کو قائم کرو۔ کیا شیطان انکار کرکے کافر ہوا۔ ہم اگر انکار کریں تو کیا نافرمانوں میں شمار نہ ہونگے۔ شیطان تو ایک سجدہ نہ کرنے سے جنت سے نکالا گیا اور بے نمازی ہر رات و دن میں چونتیس سجدہ ترک کر رہا ہے کیا وہ قابل غضب و عقاب نہیں ہے؟ الغرض نماز کی تاکید کے متعلق ہزارہا حدیثیں موجود ہیں جو کہ آپ لوگوں پر مخفی نہیں لیکن افسوس کی بات تو یہی ہے کہ مسلمان اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ دنیائے فانی کے عیش و عشرت کو دیکھکر خدائے وحدہٗ لاشریک کے پاس جو نعمت باقی رہنے والی ہے اسکو بھول بیٹھے ہیں۔ کیا ہم لوگوں کو ایک روز خدائے تعالیٰ کے دربار میں حاضری دینا نہیں پڑیگی۔ کیا یہ اونچی اونچی عمارتوں کو چھوڑ کر اندھیری کوٹھری میں مٹی کے بستر پر سونا نہیں پڑیگا۔ کیوں نہیں ضرور ضرور یہ سب باتیں سچ ہیں سب کو قبر میں اپنے اپنے ڈیرے لگانے ہونگے۔ مٹی کو اپنا فرش بنانا ہوگا کل نفس ذائقۃ الموت کے بموجب سب کو موت کا منہ دیکھنا پڑیگا۔ پس کیوں خواب غفلت کو چھوڑ کر فلاح دارین کی کوشش نہیں کرتے۔ سنو! غور سے سنو! نماز کو مت چھوڑو انشاء اللہ تمہارے لئے جنت موجود ہے۔ اللہ ہم سب بھائیوں کو جنت نصیب کرے آمین ثم آمین۔

ہادی اسلام کی صداقت

(از جناب سید ضیاء احمد صاحب انور سہسوانی)

معزز حضرات جس طرح ہر چھوٹے بڑے بچے جوان کو سورج کی روشنی اور بدر کی ضیا پر کامل یقین اور واثق اعتقاد ہے۔ ٹھیک اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت دنیا والوں پر مسلم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت آپ کے سامنے بتانا سورج کو چراغ دکھانا ہے لیکن تاہم . . . . میں آج آپ کے سامنے چند واقعات پیش کرونگا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دال ہونگے۔ اس سے قطعاً میرا یہ مقصد نہیں کہ یہ واقعات صداقت نبوی میں کسی قسم کے اضافہ کا باعث ہوں بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی گواہی کیلئے تو صرف خدائے پاک ہی کافی ہے وہ مقدس رسول جس کی صداقت کا شاہد خود خدا ہو اس کیلئے پھر کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں۔ لیکن صرف یہ دکھانے کیلئے کہ آفتاب رسالت کی طلعت غیر مذہب والوں سے بھی خراج تحسین حاصل کئے بغیر نہ رہ سکی ذیل میں چند واقعات میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہوجائیگا کہ جو لوگ آپ کے جانی دشمن تھے وہ بھی آپ کی صداقت کے قائل تھے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیغمبر کی حیثیت سے روشناس ہوئے تو جو کفار و مشرکین آنحضرتؐ کی صداقت و امانت کے قائل تھے اور آپ کے حالات و واقعات سے بخوبی واقف تھے انھوں نے اگرچہ آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کی مگر آپ کو کبھی کاذب اور دروغگو نہیں کہا اور آپ کی دروغگوئی کی طرف ان کا وہم و گمان بھی نہیں گیا۔ بلکہ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ (نعوذ باللہ) آپ کا دماغ خراب اور حواس درست نہیں ہیں جس کی وجہ سے آنحضورؐ نے

نبوت کا دعویٰ کیا۔ یا آپ کے یہ شاعرانہ تخیل ہیں۔ اسی بنا پر آنحضور کو مجنوں و مسحور کہا مگر کاذب نہیں کہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قریش کے بڑے بڑے زعما اور سربرآوردہ حضرات جمع تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھڑا ہوا تھا۔ نضر بن حارث نے جو قریش میں بڑا تجربہ کار اور جہاندیدہ تھا کہا کہ اے قریش تم جس مصیبت و ابتلا میں گرفتار ہوگئے ہو آخر تم نے اس کی کوئی تدبیر بھی کی۔ محمدؐ نے تمہارے سامنے اپنے بچپن کا زمانہ گذارا اور تمہارے ہی سامنے جوان ہوا وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور صادق القول اور امین تھا۔ اب جبکہ اس کے بڑھے ہونے کا زمانہ آیا اور اس نے تمہارے سامنے یہ باتیں پیش کیں یعنی دعوت اسلام تو تم اس کو مجنوں اور ساحر و شاعر کہتے ہو واللہ میں نے اس کی باتیں سنی ہیں نہ تو محمدؐ شاعر ہے اور نہ ہی کاہن و ساحر ہے تم پر کوئی یہ نئی مصیبت ہی آئی ہے۔ ابو جہل جو قریش میں بہت بڑا مانا جاتا تھا اور آنحضورؐ کا جانی دشمن تھا وہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا قائل تھا اور اس کو آنحضرتؐ کی صداقت پر یقین کامل تھا وہ کہتا تھا اے محمدؐ میں تم کو جھوٹا نہیں سمجھتا مگر جو کچھ تم کہتے ہو وہ میں صحیح نہیں سمجھتا قرآن شریف کی یہ آیت قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظّٰلمین بِاٰیٰت اللہ یجحدون اسی موقعہ پر نازل ہوئی۔

حضرت ابوسفیانؓ سے قیصر روم نے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے وہ کبھی جھوٹ بھی بولا ہے حضرت ابوسفیان نے اسکا جواب نفی میں دیا (یعنی کبھی دروغگو نہیں پایا) آخر میں قیصر نے جو تقریر کی اسمیں اس نے کہا کہ میں نے تم سے پوچھا کہ اس مدعی نبوت نے کبھی جھوٹ بھی بولا ہے تو تم نے نفی میں جواب دیا تو مجھے یقین کامل ہے کہ جب وہ تم لوگوں کے ساتھ جھوٹ کا مرتکب نہیں ہوتا تو یہ کب ممکن ہے کہ وہ خدا پر جھوٹ اور افترا پردازی کرے اور اگر تم سے جھوٹ بولا کرتا تو ممکن تھا کہ خدا پر بھی افترا پردازی کرے اس کے بعد قیصر نے کہا کہ جو کچھ ابوسفیان نے کہا ہے وہ سچ ہے تو ایک دن میرے پیروں کے نیچے کی مٹی اسی شخص کے قبضہ میں ہوگی اگر ممکن ہوتا تو میں خود اس کے پاس حاضر ہوتا اور اگر میں اس مقدس و برگزیدہ ہستی کے نزدیک ہوتا تو میں اس کے پیر دھوتا اللہ اللہ اتنے دبدبہ و ہیبت والا بادشاہ قیصر کو آخر کس چیز نے آنحضورؐ کے اقرار پر مجبور کیا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اسلام کی نشر و اشاعت شمشیر کے ذریعہ ہوئی کیا قیصر روم پر اسوقت کسی نے لشکر کشی کی تھی یا مسلمان لوگ اس سے نبرد آزما ہوچکے تھے یا آنحضورؐ نے اس کو کسی قسم کی دھمکی دی یا دباؤ ڈالا۔ غلط آنحضورؐ یا کسی مسلمان نے نہ تو لشکر کشی ہی کی اور نہ ہی کچھ دھمکی دی بلکہ یہ سب کرشمہ آنحضورؐ کی صداقت کا تھا جو قیصر روم کو اقرار پہ مجبور کر دیتا ہے اور وہ تمنا ظاہر کرتا ہے کہ کاش میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو دھوتا۔

اسی طرح شاہ حبش آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی وجہ سے اسلام لائے حضرت ابوسفیان جو مسلمان ہونے کے قبل آنحضورؐ کے جانی دشمن اور اسلام کی بیخ کنی میں مصروف تھے مگر آنحضورؐ کی صداقت کے وہ بھی قائل تھے۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی پیشین گوئیاں کی ہیں سب لفظ بلفظ صادق آئیں اور ابتک صادق آرہی ہیں آپکی پیشین گوئی سے بھی اچھی طرح واضح ہوجائیگا کہ وہ کفار جو آپ کے اور دین اسلام کے پکے دشمن تھے وہ بھی کامل اعتقاد رکھتے تھے چنانچہ بدر کی تفصیلات مظہر ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں پہنچے تو آپ نے چند خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہاں شیبہ اور یہاں عتبہ گرے گا اور ابو جہل قتل کیا جائیگا چنانچہ جب جنگ ختم ہونے کے بعد نعشوں کا معائنہ کیا گیا تو جس جگہ آپنے نشانات کئے تھے

بالکل اسی جگہ ابوجہل اور عتبہ اور شیبہ پڑے ہوئے تڑپ رہے تھے۔ اس میں تو بالکل شک نہیں کہ مسلمان تو آنحضورؐ کی ہر بات کو سچ سمجھتے تھے اور اس پر یقین کامل رکھتے انھیں آپ کی بات پر کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر کفار اور مشرکین بھی آپ کی ہر بات پر اعتقاد رکھتے تھے چنانچہ جنگ بدر قبل ایک صحابی جو کہ میں عمرہ ادا کرنے کیلئے گئے ہوئے تھے انھوں نے کفار قریش کے سردار امیہ سے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو قتل ہوگا اس پیشین گوئی کا اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ لرز گیا جسوقت وہ بدر میں جنگ کرنے کیلئے نکل رہا تھا تو اسوقت اس کی بیوی نے اس کی عبا کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ کیا تمہیں اس مدینے والے کی پیشین گوئی یاد نہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا ان لوگوں پر کتنا اثر اور اعتراف ہوتا ہے اسی طرح آپ کے تمام معجزات اور پیشین گوئیاں آپکی صداقت پر دال ہیں جو مضمون کے طویل ہوجانے کے سبب یہاں بیان نہیں کرسکتا۔ یہود جسوقت عربوں سے لڑا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ ایک رسول معبوث ہوگا تو اس وقت ہم کو تم پر کامل فتح حاصل ہوگی۔ اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دنیا میں خلعت نبوت سے مشرف نہیں ہوئے تھے مگر آپ کی سچائی کا ڈنکا آپ کی بعثت سے بہت ہی پہلے بجنے لگا تھا اور دشمن بھی آپ کی صداقت کے قائل تھے۔ صداقت محمدی یہ ایک ایسا بین معجزہ ہے کہ کوئی شخص اس کے جھٹلانے کی جرات نہیں کرسکتا ؎

مشہور ہے جہاں میں صداقت رسول کی ✦ جو کہدیا زبان سے کرکے دکھا دیا

اسلام کے متعلق غیر مسلموں کی رائیں

(از مولوی عبدالعزیز صاحب بنگوہی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

برادران ملت! اگر کوئی شخص اپنے مذہب۔ پیغمبر یا آسمانی کتاب کی تعریف و توصیف کرے تو اس کی طرفداری خود مطلبی اور خوش اعتقادی پر محمول کیا جاتا ہے اور دوسرا شخص یہ کہکر کہ ہیچ کس نگوید کہ دروغ من ترش است۔ اسکے معقول اور واضح دلائل و براہین کو کمزور اور بے اثر کرنیکی کوشش کرتا ہے اور طرفین کی طرف سے جو ثبوت اپنی صداقت میں پیش کئے جاتے ہیں وہ تعصب اور ہٹ دہرمی کی نذر ہوجاتے ہیں اور کوئی قابل قبول فیصلہ نہیں ہونے پاتا۔ اسی لئے عموماً مباحثے اور مناظرے ناکامیاب ہوتے ہیں بہت سی اخلاقی کمزوریاں ایسی ہیں جو انسان کو سچی اور سیدھی راہ اختیار کرنے سے روکتی ہیں۔ جنمیں مذہبی تعصب۔ ذات۔ برادری کا تعلق وغیرہ ہے۔ کسی متلاشی حق کو اگر مذہبی تعصب سے نجات مل بھی تو ذات برادری کی بندش سے چھوٹنا مشکل ہوتا ہے اور بعض اسلام کی طرف رجوع ہونے والے ان دونوں رکاوٹوں سے آزاد بھی ہوگئے تو پھر ان کے سامنے موجودہ مسلمانوں کی اخلاقی کمزوری اور مذہبی بے اعتدالی کی نفرت انگیز تصویر ہوتی ہے۔ جسکو دیکھکر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں کی یہ حالت زار اسلامی تعلیم کی وجہ سے ہے یا اسکے کچھ اور اسباب ہیں۔ قرآن و حدیث اور تاریخ کے صفحات الٹ کر دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگلے مسلمانوں کو اشاعت و تبلیغ اسلام میں اپنے نیک اخلاق و اعمال اسلامی کے ذریعے سے ہی کامیابی ہوئی تھی۔ آج ہم میں

اشاعت وتبلیغی میدان کے سورما مل سکتے ہیں مگر اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ سے مزین ہستیاں جو اسوۂ رسول کی کسوٹی پر کھری ثابت ہوں۔ اللہ ہی کو علم ہے کتنی نکل سکتی ہیں۔ انہی کے فقدان سے باوجود تبلیغ واشاعت کے ہنوز روز اول کا سماں نظر آتا ہے۔

ہندوستان میں سینکڑوں بڑے بڑے پنڈت۔ پرچارک اور ہندو علماء مسلمان ہوگئے اور اسی طرح سینکڑوں یورپ کے علماء و فضلاء نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی۔ ذیل میں اسلام کے حق ہونے کے بارے میں بڑی بڑی ہستیوں کی رائیں پیش کی جاتی ہیں اور یہ محض ان کی سرسری رائیں نہیں ہیں کہ ان میں شک وشبہ کیا جاسکے بلکہ یہ ان راست گو حق شناس غیر مسلموں کی رائیں ہیں جو ہنوز اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ (الفضل ما شهدت به الاعداء کمال وہ ہے جسکا دشمن بھی معترف ہو)۔

مذہب اسلام سے محبت (از شیر پنجاب آنجہانی لالہ لاجپت رائے) آنجہانی لالہ لاجپت رائے اپنی دلی کیفیت سے بیان کرتے ہیں کہ میں مذہب اسلام سے محبت رکھتا ہوں اور اسکی تعلیم کے بعض حصوں کو قدر اور عظمت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور اسلامی پیغمبرؐ کو دنیا کے بڑے بڑے مہاشوں میں سمجھتا ہوں آپ کی سوشل اور پولیٹکل تعلیم کا مداح ہوں اور اسلام کا بہترین رنگ وہ ہے جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں تھا۔ شیر بنگال آنجہانی بابو بپن چندر پال نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے ہندوستان میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ عربوں کی اجتماعی جمہوریت میں اسلام نے وہ روح آزادی پیدا کردی جس سے اس عہد کا کوئی مذہب آشنا نہ تھا اور اسوقت کی دنیا جس سے قطعی بیگانہ تھی۔

اسلام نے اخوت اور برادرانہ روابط پر جس قدر زور دیا ہے اور جس شدت سے وہ اس پر عمل پیرا ہوا ہے اسکی مثال دنیا کا اور کوئی مذہب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسمیں مساوات کی تعلیم ہے جس کے سبب سے غلام اور آقا سب برابر ہیں۔ یہ مسلمانوں کی انتہائی ہمدردی اور خدا ترسی کا جذبہ ہی تھا کہ جس نے ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کی مذہبی زندگی اور خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا اور فاتح کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوکر ہزارہا نفوس کی معاشرت و قلوب کو متاثر کیا۔ اسلام کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اسلام نے ٹیکس محدود کردیا قانوناً سب انسانوں کو ایک دوسرے کے مساوی بنادیا ــ حکومت خود اختیاری کے اصول کی ترویج کی بادشاہوں کے اختیارات پر پابندیاں عائد کیں۔

مہاتما گاندھی کی پیشگوئی ـ مہاتما گاندھی نے اپنے دلی جذبات کو ظاہر کیا ہے کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا ہے۔ اسلام آنحضرتؐ کے اخلاق اور عادات و انتہائی سادگی و انتہائی بے نفسی عہد و مواثیق کا بے حد احترام وغیرہ کی بناء پر پھیلا ہے ہندوؤں کو چاہیے کہ وہ نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کریں انھیں بھی اسلام کے ساتھ ویسی ہی محبت ہوجائے گی جیسی مجھکو پیدا ہوگئی ہے۔

مہاتما ہنسراج جی اپنے دلی کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اسلام نے جو پرچار کیا ہے اسمیں ایک خصوصیت پائی جاتی ہے۔ حضرت محمدؐ صاحب نے پرچار کرتے ہوئے لوگوں کے دلوں میں ایک اٹل وشواش ڈالا۔ سب اہل اسلام کے اندر یہ خصوصیت ہوگئی ہے کہ ان کا وشواش زبردست اور نہ ڈگمگانے والا ہے۔

وحدانیت کے متعلق مسٹر سی۔ الیف اینڈریوز لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت وحدانیت ہے اسلام کے علاوہ اور کوئی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جسمیں خدا کے ساتھ کسی اور کو بھی نہ شریک کیا جارہا ہو۔

شری راج ویدپنڈت گدادھر پرشاد صاحب رئیس اعظم الہ آباد لکھتے ہیں کہ میں ایک راسخ العقیدہ ہندو ہوں۔ میں بہت غور ومطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے اور ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ میری رائے میں جس مذہب کو اخوت۔ باہمی اخلاق وتہذیب اور اتحاد ومساوات کا زیور عطا کیا گیا ہے وہ تمام مذاہب کا سردار مذہب اسلام ہی ہے۔ اسلام کی فیاضی اور کشادہ پیشانی اسکا امتیازی نشان ہے۔

اڈیٹر صاحب اخبار چندر لکھتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے فی الحقیقت اس زمانہ کے تاریک عرب میں ہدایت کا ایک لیمپ روشن کرکے رکھدیا بلاشبہ حضرت محمدؐ نے وحدت کی تعلیم دی۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ نے اخوت کی ایک حیرت انگیز لہر چلادی۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اپنے خیالات کی اشاعت کیلئے سخت تکالیف اور مصائب اٹھائے۔

ملک الشعراء رابندرناتھ ٹیگور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام اپنی ناقابل انکار صداقت اور روحانیت کے ذریعہ سب کو اپنے میں جذب کرلیگا۔ وہ زمانہ عنقریب آنیوالا ہے جبکہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائیگا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا۔

مسٹر ایبن کلیسا ناسندارام اپنے دلی جذبات سے لکھتے ہیں کہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ آج اگر دنیا کے اندر کوئی مذہب ہے تو وہ مذہب اسلام ہے۔ اسلام بذات خود دوسرے مذاہب کی اصلیت کا تعارف کراتا ہے اور ان سب پیغمبروں کو جو اسلام سے پہلے آئے قابل عزت وقبول تسلیم کرتا ہے خواہ انکے نام قرآن مجید میں ہوں یا نہ ہوں۔ علاوہ ازیں اسلام بانی تہذیب وتمدن ہے اسلام مساوات کا سبق سکھاتا ہے۔ یہ شرف کسی اور مذہب کو حاصل نہیں۔ اسلئے ہم بار بار کہیں گے کہ اگر آج دنیا کے اندر کوئی سچا مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔

مشہور پارسی لیڈر مسٹر سی اے سورما جو کہ ایک بہت بڑے لیڈر ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے بہت غور سے ہر مذہب کی تعلیمات کو دیکھا ہے لیکن جو تعلیمات مذہب اسلام کے اندر میں نے پائی ہیں وہ تعلیمات اور کسی مذہب میں میں نے نہیں پائیں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ مذہب اسلام نے جو حقوق عورتوں کو دیا ہے وہ اور کسی مذہب میں نہیں ہے اور جو احسانات اسلام نے عورتوں اور بچوں پر کئے ہیں۔ یہ شرف اور کسی مذہب کو حاصل نہیں۔ اس بنا پر ہم اسلام کو افضل المذاہب کہہ سکتے ہیں۔

مصر کے پادری لیفارا صاحب لکھتے ہیں کہ میں اسلام کا ایک ہمدرد ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اسلام کی سربلندی میں قوم کی رفعت وعظمت ہے اور اسکی پستی میں قوم کی ذلت ورسوائی ہے۔ کبھی بلکہ جب کبھی مجھے کسی مسلمان شخص یا مسلمان جماعت کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا اور بالقصد یا بلاقصد آدم سے لیکر محمدؐ (صلعم) تک کے تمام انبیاء میں سے کسی کا ذکر آگیا تو میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی استہزائی یا معترضانہ جملہ کسی کے منہ سے نکلا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اپنے متبعین کو تمام انبیاء کے احترام کی تعلیم دیتا ہے اور یہ کہ مسلمان بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ دینی تعلیمات اور رسولؐ کے حکموں کے پرستار ہیں۔ اس عمل میں بوڑھے جوان اور جاہل وعالم سب برابر ہیں۔

سیاستِ فاروقی پر ایک نظر

(از مولوی عبدالوالی صاحب آروی)

برادران ملت۔ آج میں اس فرمانروا کی سیاست کے احوال آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جو اسلام کا قوت بازو تھا جس حشمت و عظمت سے دنیا لرزتی تھی رعب و دبدبہ سے بڑے بڑے جنگجو سپاہی کانپتے تھے جسکو فاروق اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آج میں آپ کی تمام صفات کو چھوڑ کر آپ کی سیاست کو آپ کے سامنے پیش کرونگا۔ سنئے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر کوئی حکمراں حکومت کرنا چاہتا ہے تو اسکے لئے امن وامان کا قائم کرنا لابدی چیز ہے اگر اس کی حکومت میں امن و امان کی جگہ فتنہ وفساد ہو تو وہ ایکدم بھی چین سے زندگی نہیں گذار سکتا۔

فاروق اعظم کی حکومت مصر کے انتہائے حدود سے لیکر خراسان وسیستان تک پھیلی ہوئی تھی جسمیں ہر قوم اور ہر ملت کے لوگ آباد تھے ایران وروم کا ہر ہر فرد مسلمانوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا مگر ان تمام چیزوں کے باوجود لفظ امن کا ایک واقعہ بھی تاریخ میں نہیں ملتا۔ عرب جو فتنہ وفساد کا مسکن قتل وغارت کا ملجا بدامنی وہیجان کا ماوا تھا وہ فاروق اعظم کے زمانہ میں ونیائے سکون معمورہ امن بن گیا تھا اور وہ حالت ہوگئی تھی جسکی پیشین گوئی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ عدی ابن حاتم فرماتے ہیں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا اے عدی تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں مگر وہاں کے حالات سے واقف ہوں فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت تن تنہا حیرہ سے چلکر طواف بیت اللہ کریگی اور اسکو سوا خدا کے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اسوقت عدی کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ قبیلہ طے کے راہزن کیا ہوجائیں گے جنھوں نے ہر طرف فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے مگر وہ زمانہ دور نہ تھا کہ عہد فاروقی میں جب حیرہ فتح ہوا تو اس سوال کا جواب عدی کو مل گیا وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ مقام حیرہ سے ایک عورت چلتی ہے اور بیت اللہ کا طواف کرتی ہے خدا کے سوا اسکو کسی کا خوف نہ تھا ایسا امن وامان قائم کرنا کسی دوسرے کا کام نہ تھا یہ فاروق اعظم کی سیاست کا ادنیٰ کرشمہ ہے اس امن عامہ کا ضامن آپ کا وہ طرز سیاست تھا جسکو آپ نے عرب وعجم کے لئے اختیار کیا تھا آپ کی رعایا میں وہ پارسی عیسائی بھی تھے جو مدت تک شہنشاہیت کے لقب سے ممتاز رہے تھے ان کو رعایا بننا ایک دم بھی گوارا نہ تھا بہت سے لوگ ایسے تھے جو خلافت کو بنوامیہ اور بنوہاشم کا حق سمجھتے تھے بلکہ بعض بنوہاشم خلافت فاروقی کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ایسی حالت میں بڑے بڑے مدبرین بلکہ مصلحین اخلاق تک کو اس حکمت عملی سے کام لینا پڑتا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں مکر وفریب خدع وحیل ظاہر داری ونفاق کہا جاتا مگر فاروق اعظم کے کارنامے ان تمام "حکمت عملیوں" سے پاک تھے آپ جو کام کرتے تھے علی رؤس الاشہاد کرتے تھے اور عوام الناس کو اس کی مصلحت سے آگاہ کر دیتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جب عہدہ کمانڈری سے معزول کیا تو یہ کہدیا انی لم اعزل خالدا عن سخطۃ ولا خیانۃ ولکن الناس فتنوا بہ فخفت ان یوکلوا الیہ یعنی میں نے خالد کو کسی غصہ اور ناراضی کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے

بلکہ لوگوں نے اُن کے متعلق فتنہ پیدا کر دیا۔ اسلئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ اسی پر مستعد نہ کر دئے جائیں۔ مثنیٰ کی معزولی کے وقت بھی اسی قسم کا کلمہ کہا۔ یہود کو سرزمین حجاز سے جب جلاوطن کیا تو مجمع عام میں سردار دو عالم کے معاہدہ کو یاد دلایا اور یہود کی بددیانتی ظلم و تعدی کو بیان فرمایا جسمیں یہ جملہ بھی تھا ولیس لنا ھناک عدو غیرھم و ھم عدو فنا بعنی اُن (یہود) کے سوا ہمارا وہاں کوئی دشمن نہیں۔ اور یہ تو دشمن ہیں ہی۔ جس رعایا کا یہ حال ہو اس کے جلاوطن کرنے کو کون غیر منصفانہ کہہ سکتا ہے۔ آپ کی سیاست میں ایک اہم ترین خصوصیت یہ تھی کہ شاہ و گدا امیر و غریب سب کا ایک رتبہ تھا ایک بار مدینہ کی عورتوں کو اپنے چادر عطا فرمائی ایک عمدہ چادر بچ گئی تو بعض نے کہا کہ حضرت اپنی بیٹی کو دیدیجئے آپ نے فرمایا ام سلیط احق فانھا کانت تزفر لنا القرب یوم احد۔ ترجمہ ام سلیط (ایک قدیم الاسلام انصاریہ صحابیہ تھیں) زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ غزوہ اُحد میں ہماری مشکیں سیتی تھیں۔ اس انصاف کی وقعت ہمارے دل میں اور بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ فاروق اعظم کا وظیفہ اصحاب بدر سے زائد نہ تھا کیونکہ آپ بھی اس مقدس گروہ کے ایک فرد تھے۔ آپ کی حکومت اور سیاست نے جو شہرت عامہ حاصل کی تھی اس کی ایک وجہ عدل فاروقی تھا جو کہ رو رعایت سے بالکل معرا تھا دوست و دشمن میں کوئی فرق نہ تھا آپ کسی کو بغض و عناد کی وجہ سے سزا نہیں دیتے تھے آپکا سینہ ان تمام چیزوں سے پاک و صاف تھا آپ کا بیٹا ابو شحمہ مے نوشی کے جرم میں گرفتار ہو کر دربار فاروقی میں لایا جاتا ہے۔ آپ اسکو اپنے ہاتھوں سے ۸۰ درہ لگاتے ہیں اور اسی میں ان کا انتقال ہو جاتا ہے۔

قدامہ بن مظعون جو کہ آپ کے سالے تھے مے نوشی کے جرم میں گرفتار ہو کر آتے ہیں سر بازار اسی کوڑے لگائے جاتے ہیں آپ اپنے خاندان اور بنو ہاشم کو ملکی عہدہ نہ دیتے تھے کیونکہ آپ کو ان کے زور پکڑ جانے کا خوف تھا آپ کی سیاست کا بڑا قانون یہ تھا کہ ملک کا کوئی واقعہ آپ سے مخفی نہ رہنے پائے۔ آپ کو معلوم ہو چکا کہ آپ کی سلطنت کتنی وسیع تھی باوجود اسکے جب دور دراز ممالک سے کوئی وفد آتا تو نام بنام پکارتے اسکو دیکھکر حاضرین متحیر و متعجب ہو جاتے تھے۔

سیاست کا اہم ترین اصول فطرت شناسی ہے آپ ہر شخص اور ہر قوم کی فطرت سے واقف ہونا چاہتے تھے اور اس وصف میں وہ کمال بہم پہونچایا تھا کہ تمام صحابہ اسکو تسلیم کرتے تھے۔ شام کے سفر میں جب ایک خاص مشورہ کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے عملاً اپنی فطرت شناسی کا ثبوت دیا پہلے عبد اللہ ابن عباس کو بھیجکر مہاجرین کو بلوایا جب انمیں اختلاف رائے ہوا تو فرمایا سب لوگ اٹھ جائیں انصار کو بلایا جب انھوں نے بھی وہی مسلک اختیار کیا تو آپ نے فرمایا فتح مکہ کے ان مہاجرین کو جو قریش ہیں اُن کو بلاؤ۔ وہ آئے اور انمیں سے ایک نے بھی مخالفت نہ کی۔ آپ کی خلافت کا اہم ترین سبب یہ تھا کہ ہر کام کے لئے اسکے ماہر کو مقرر فرماتے سیاست میں یہ چار ہستیاں ممتاز تھیں۔ امیر معاویہ۔ عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن سمیہ ان چاروں کو ملک کی اہم خدمات سپرد کیں۔ جنگی مہمات کیلئے عیاض بن غنم سعد بن وقاص، خالد بن ولید۔ نعمان بن مقرن کو چنا۔ انشا پردازی کے لئے عبد اللہ بن ارقم۔ زید بن ثابت کو انتخاب فرمایا جنکی ہستی اس فن کے لئے مایہ ناز تھی۔ قاضی شریح۔ کعب بن ثور۔ سلمان بن ربیعہ۔ عبد اللہ بن مسعود جو فیصلہ میں جو امتیازی شان رکھتے تھے انکو قاضی مقرر فرمایا حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کو جس کام پر مامور کیا گویا وہ اسی لئے پیدا کیا گیا تھا۔

عورتوں اور مردوں کا ملاپ مغرب کی کورانہ تقلید کا شرمناک نتیجہ ہے

تہذیب مغرب موت کے کنارے پہنچ چکی ہے سلطان نجد وحجاز کا بصیرت افروز پیغام

جلالۃ الملک سلطان ابن سعود والئی حجاز نے موجودہ مغربی تہذیب کے تباہ کن اثرات اور عورتوں ومردوں کے اختلاط ومشارکت پر ایک زبردست بیان ام القریٰ میں شائع فرمایا ہے بیان کی تمہید میں جلالۃ الملک نے پہلے اپنے عقائد کی توضیح کی ہے۔ اور مسلمانوں کو سلف صالحین کے اتباع اور کتاب وسنت کی اطاعت کی طرف دعوت دی ہے۔ اس کے بعد آپ نے موجودہ مغربی تہذیب کو بے نقاب کرتے ہوئے مسلمانوں اور عربوں کو اسلامی اخلاق اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے بیان میں جو حصہ مغربی تہذیب اور عورتوں اور مردوں کے اختلاط کے متعلق ہے ہم اسکا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

عورتوں اور مردوں کا اختلاط

جلالۃ الملک نے فرمایا: عقیدہ میں اس سے بڑھکر کوئی چیز خطرناک نہیں ہوسکتی کہ کوئی شخص خدا کے سوا کسی سے امید رکھے اور اخلاق میں اُس سے بڑھکر اور کوئی چیز تباہ کن اور مخرب نہیں ہوسکتی کہ تہذیب وترقی کے زعم میں عورتوں اور مردوں کے اختلاط کو جائز قرار دیا جائے۔ اور عورتوں کے لئے کاروبار کے ایسے دروازے کھولے جائیں جس کے لئے وہ سرے سے پیدا ہی نہیں کیگئیں اور جن کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ عورتیں تدبیر منزل اور ترتیب اولاد کے فرائض سے غافل ہو جائیں گی اور ان کے دلوں سے مذہب وطن اور مکارم اخلاق کی عظمت نکل جائے گی۔

یہ نہ تہذیب ہے نہ تمدن

تہذیب وتمدن کا نام لیکر یہ فساد پھیلایا جارہا ہے۔ اور اخلاق کی عمارتوں کو ترقی کے نام سے منہدم کیا جارہا ہے۔

خدا کی قسم! ہماری شریعت ہمارے عقائد اور ہمارے عادات واطوار میں یہ نہ تہذیب ہے نہ تمدن اور جس شخص کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی اسلام اور ایمان ہوگا وہ کبھی اسکو پسند نہ کرے گا۔ کہ وہ اپنی عورت کو یا اپنے خاندان کی ہی خاتون کو اس ذلیل حالت میں دیکھے یہی وہ تہذیب ہے۔ جو امتوں کو تباہی کے غار میں دھکیل رہی ہے اور اِس کو وہی قبول کرسکتا ہے جس کو دین اور عقل سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ قوموں کے فقر میں خواتین بطور ستون کے ہیں اور وہی مردوں کے لئے محفوظ قلعے ہیں۔ اس لئے ہر غیر تمند انسان کو ان کی طرف سے مدافعت کے لئے کھڑا ہو جانا چاہیئے۔

اسلام اور عورتوں کے حقوق

عورتوں کے باب میں میرا یہ خیال افراط وتفریط پر مبنی نہیں ہے۔ اور نہ میری مراد یہ ہے کہ عورتوں کو ان کے فطری حقوق سے محروم کردیا جائے۔ اسلام نے عورتوں کو جو حقوق عطا کئے ہیں وہ آج بھی ترقی یافتہ اور متمدن ممالک میں نظر آسکتے ہیں۔ اگر عورتوں کو بحیثیت عورت کے حقوق عطا کئے جائیں تو کوئی قوم نظام حیات اور میدان ترقی میں پیچھے نہیں رہ سکتی۔

مغربی تہذیب سے مغرب کی بیزاری

مجھے بارہا مغرب کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے وہ لوگ مغربی اخلاق سے بالکل بیزار نظر آتے تھے اور اُن کا قول ہے کہ عورتوں اور مردوں کے فسادنے مغرب کے نظام حیات کو زیر و زبر کر رکھا ہے ۔ یہ لوگ اسلامی تعلیم و احکام کی صداقت کے معترف تھے اور کہتے تھے کہ اسلام کی تعلیم افراط و تفریط سے مبرا ہے ۔

اِس کے بعد جلالۃ الملک نے ان متنورین (روشن خیالوں) کی سخت مذمت کی ہے ۔ جو مغرب کی تہذیب کے دلدادہ اور یورپی خیالات کے پیرو ہیں ۔ آپ نے ان کے متعلق فرمایا " مغرب کے یہ اندھے مقلد نہ صرف اسلام کے لئے بلکہ اپنی نفسی شرافت کے لئے بھی ننگ ہیں کیونکہ جو شخص اندھا بن کر ایک کی پیروی کر سکتا ہے وہ اس کو ترک کر کے کسی اور کی بھی نقل اتار سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تہذیب نہیں ہے بلکہ اپنے اخلاق کو رسوا کرنا اور اپنے موقف کا مذاق اڑانا ہے

کانگریسی وزراء کے اخراجات

کانگریس کا دعویٰ یہ ہے کہ غریبوں کے مصائب اور فاقہ زدوں کی مشکلات نے اسے مجبور کیا ہے کہ وہ ایک ایسا نظام حکومت قائم کرے جس کی رو سے ملک کا افلاس دور ہو جائے چنانچہ اس مقصد عظمیٰ کی پہلی کڑی یہ تھی کہ کانگریسی وزرا کی تنخواہ پانصد روپیہ ماہوار تک محدود کر دی گئی لیکن یوپی کونسل کے اجلاس میں بعض سوالات کے جواب میں بڑی دلچسپ حقیقتوں کا انکشاف ہوا ہے ۔ وہاں بتایا گیا کہ کانگریسی وزیر مسز پنڈت کی تنخواہ تو پانچ ہی سو روپیہ ہے لیکن ان کے خانگی ملازموں کا بل ان کی تنخواہ سے بھی زیادہ ہوتا ہے ۔ اور ان کے مکان کا کرایہ ۱۸۰ روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا کیا گیا ہے (انقلاب مورخہ ۹ ۸/۳۸) ان تین موٹی موٹی شقوں کی میزان قریب ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار ہو گئی اور ابھی موٹر کا سفر خرچ اور نہ معلوم کن کن مدات کے خرچ خزانہ عامرہ سے ادا ہوتے ہیں یہ ہے نمونہ "غریبوں کی حکومت" کا اور پھر اس وزیر کا جو ایک سوشلسٹ گھرانے کی چشم و چراغ ہیں ۔

اِس کے برعکس جب دنیا میں " خدا کی حکومت " قائم تھی ، اُس خدا کی جس کا تصور سوشلسٹوں کے (نعوذ باللہ) اسلئے پیدا کیا گیا ہے کہ اُس سے سرمایہ داری کی حفاظت ہو سکے ۔ اسمیں وزیر سلطنت نہیں بلکہ صدر حکومت خلیفۃ المسلمین کے اخراجات کیا تھے ۔ ان کی تفصیل خود حضرت عمر رض کے الفاظ میں سنئے فرمایا اخبرکم بما یستحل لی منه حلتان حلة فی الشتاء وحلة فی القیظ ۔ وما احج علیه واعتمر من الظهر وقوتی وقوت اهلی کقوت رجل من قریش باخفاهم ولا بافرهم ، ثم انا بعد رجل من المسلمین ، یصیبنی ما اصابهم (ابن سعد جلد ۳ ص ۱۹۸)

میں خود بتاتا ہوں کہ بیت المال سے مجھے کتنا لینا جائز ہے ۹ دو جوڑے کپڑے ایک جاڑے کا ایک گرمی کا ایک سواری جس پر حج اور عمرہ ادا کروں اور قریش کے ایک متوسط الحال آدمی کے اخراجات طعام کے برابر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے اخراجات طعام۔ اس کے بعد میں ایک ادنیٰ مسلمان ہوں، جو اُن کا حال ہے وہی میرا حال ہے۔

یہ نوتھی بار مصارف کی تفصیل اب احساس ذمہ داری ملاحظہ ہو کہ اپنے آخری وقت میں بیٹے کو بلایا اور کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے جسقدر مسلمانوں کے بیت المال سے اپنے اخراجات کیلئے لیا ہے اس کے بدلے ان کی اتنی خدمت بھی کر سکا ہوں یا نہیں! چھوٹا سا مکان ذاتی ملکیت کا ہے، اسے فروخت کر کے زرِ ثمن سے بیت المال کا حساب ادا کردو تاکہ خدا کے حضور میں کم ازکم اس بار سے تو سبکدوش ہو جاؤں!!

یہ بھی خدا کی حکومت، حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان اپنے بنائے ہوئے قوانین و نظریات کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتا ہے مزدور کی حکومت ہو یا سرمایہ داری کی، نوعِ انسانی کیلئے نتیجہ ایک ہے۔ تھوڑے سے وقت کیلئے ایک دھوکا ہوتا ہے جس میں کبھی انسان اپنے آپ کو مبتلا رکھتا ہے۔ کبھی دوسروں کو۔ لیکن اس کی فطرت جس زندگی کی تلاش میں بے قرار ہوتی ہے وہ اسے کبھی نہیں مل سکتی۔ یہ صرف اسوقت مل سکے گی جب مزدور ہو یا سرمایہ دار، سب اپنے آپ کو خدا کے احکام کے تابع کر دیںگے۔ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن۔ اور برضا و رغبت، بخلوص نیت اس کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیں گے یہ وہ نظام زندگی ہوگا جس میں انسان صحیح معنوں میں آزادی کا سانس لے سکیگا۔ اور یاد رکھئے قرار وثبات صرف اسی ایک نظام کے لئے ہے۔ انسان کے وضع کردہ نظام کبھی دیرپا نہیں ہو سکتے۔

طلوع اسلام دہلی۔

غازی مصطفیٰ کمال علیہ الرحمۃ

(اسد ملتانی)

آہی گیا وقوع میں آخر وہ حادثہ
اسلامیوں کے حق میں قیامت ہے یہ وفات
وہ مصطفیٰ کمال کہ جس کے وجود میں
وقت جہاد غازی باطل شکن بھی تھا
ثابت کیا یہ قوم کو دے کر حیات نو
اے غم رسیدہ ملت اسلامیہ بتا
مرنے سے اسکے دل سے سرنا کا بھی وہم
منحوس تھا ہمارے لئے کسقدر یہ سال
تکیہ جو چاہئے تو اسی ذات پر اسد

سوہان روح و قلب تھا جسکا خیال بھی
اسوقت جبکہ امیں ہے قحط الرجال بھی
تھی ہیبت جلال تو شان جمال بھی
امن واماں میں قائد صاحب کمال بھی
ہمت کرے کوئی تو ہے ممکن محال بھی
اب تیرے پاس ہے کوئی اسکی مثال بھی
ہے دیدہ پرآب درہ دانیال بھی
اقبال بھی ہمارا گیا اور کمال بھی
جو منبع کمال ہے اور لایزال بھی

روح اخبار
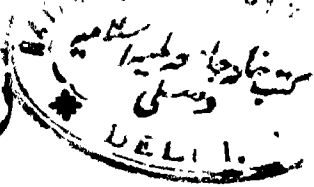
آہ! ابھی علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات سے دلوں میں جو ناسور پیدا ہوئے تھے... مندمل نہ ہوئے تھے کہ پھر ایک گہرا زخم کمال اتاترک کی موت سے لگا اور ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ ضیغم اسلام فدائے ملک و ملت مولانا شوکت علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال پر ملال کی خبر کانوں نے سنی اور معلوم ہوا کہ آپ ۲۶ نومبر ۱۹۳۸ء کی صبح کو دہلی میں اپنی جگہ خالی چھوڑ کر دار فانی سے عالم بقا کی طرف سدھار گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے اپنی زندگی قوم اور اسلام کے لئے وقف کر دی تھی اور اس راہ میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کر چکے تھے۔ موت کا یہ اٹل قانون تو ہمیشہ سے جاری ہے اور رہیگا لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مرنیوالے نے اپنا کوئی سچا جانشین نہیں چھوڑا۔ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ آپ کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کا کوئی حقیقی نائب پیدا کرے اور پسماندگان کو صبر و ضبط کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حکومت حجاز نے ملک کے اندرونی نظام میں زبردست انقلاب پیدا کر دیا ہے پہلے شہروں اور قصبوں کی صفائی کیلئے باضابطہ میونسپلٹی کا انتظام نہیں تھا لیکن اس سال حکومت نے ملک کے اندرونی نظام کو درست کرنے کیلئے باضابطہ میونسپلٹی کے قیام کا اعلان کیا ہے چنانچہ اس سال کی رپورٹ جو حکومت کی طرف سے شائع ہوئی ہے اس میں اس امر کی تشریح کی گئی ہے آیندہ اندرونی نظام کو درست کرنے کے لئے پبلک کی رائے سے منتخب ممبروں کی ایک کمیٹی ہر شہر میں ہوگی جسکو (المجلس البلدی) سے تعبیر کیا جائیگا۔ پھر ان تمام مجلسوں پر ایک بڑی مجلس ہوگی جو (امانۃ العاصمہ) سے تعبیر کی جائیگی۔

سعودی عرب کے بعض علاقوں میں اور بازاروں میں نقلی عربی ریال (سکہ) چلتے ہوئے پکڑے گئے ہیں حکومت نے نقلی سکہ چلانے والوں کے خلاف سخت کاروائی کرنیکا فیصلہ کیا ہے لہذا حاجیوں کو چاہئے کہ وہ عربی ریال اپنے ساتھ نہ لیجائیں ورنہ خوف ہے کہ کہیں ان کے قبضہ میں نقلی سکہ آجائیں اور ضبط ہو جائیں یا انہیں حراست یا بازپرس کی پریشانی میں مبتلا ہونا پڑے

حکومت یوپی نے فیصلہ کیا ہے کہ تحریک سول نافرمانی کے دوران میں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک جو منقولہ وغیر منقولہ جائدادیں ضبط کیگئی ہیں انھیں ان کے اصل مالکان کو واپس کر دیا جائیگا اگر منقولہ جائیداد فروخت کر دی گئی ہو تو اسکا روپیہ واپس کر دیا جائیگا

معلوم ہوا ہے کہ قحط زدہ علاقوں کی امداد کیلئے ریلیف فنڈ سے مختلف صوبوں میں ایک لاکھ ۶۵ ہزار روپیہ تقسیم کیا جائیگا جس میں سے صرف پنجاب کو چالیس ہزار روپیہ ملیگا۔

یہ امر موجب مسرت ہے کہ حکومت ہند نے مشہور جلاوطن مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کو مراجعت فرمائے وطن ہونیکی اجازت دیدی ہے اور عام خیال ہے کہ آپ موسم حج سے پہلے ہی ہندوستان روانہ ہو جائیں گے۔ آپ کو آنے کے لئے پاسپورٹ مل گیا ہے۔

۱۴ نومبر کو لکھنؤ میں بہار اور یوپی کے متحدہ شکر سنڈیکیٹ کا ایک جلسہ ہوا جس میں گنے کی قیمت یہ مقرر ہوئی ہے کہ ملوں کے پھاٹک پر ۶۔ ساڑھے چھ آنے فی من۔ دوسری جگہوں پر ۶ فی من (ایمن گونڈوی)

خواجہ حاجی ۔۔۔ منیجر ... برقی پریس دہلی میں چھپواکر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا

فروری ۳۹

REGD. NO. L. 3204.

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۴/ بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہوتے ہیں۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنیپر واپس کئے جائینگے۔

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائینگے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

پتہ

مینیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۶ | ماہ فروری ۱۹۳۹ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ | نمبر ۱۰

حج بیت اللہ کا مبارک سفر

بسفر رفتنت مبارکباد ؛ بسلامت روی و باز آئی

ہم دلی مسرت وشادمانی کے ساتھ اپنے ناظرین کو یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ محترم جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور کی اہلیہ محترمہ باوجود اس کے کہ مرحوم کے زمانے میں ایک مرتبہ فریضہ حج ادا کر چکی ہیں اب پھر دوبارہ مورخہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۴ ا جنوری ۱۹۳۹ء کو اس مبارک مقصد کی تحصیل کے لئے تشریف لے گئیں ہیں۔

ہم اپنے تمام ناظرین اور نیز جمیع متعلقین مدرسہ کی طرف سے آپ کی اس ہمت پر جو آپ نے نفلی حج ادا کرنے کیلئے اس پیرانہ سالی اور ضعف کی حالت میں کی ہے، انتہائی عقیدت وخلوص کے ساتھ ہدیۂ **مبارکباد** پیش کرتے ہیں۔ اور صمیم قلب سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پوری عافیت وراحت، سلامتی وچین کے ساتھ اپنے گھر کی زیارت کرائے۔ اور آپ کے اس سفر کو سعیِ مشکور ومقبول بنا کر ہر طرح کی کلفتوں اور زحمتوں، پریشانیوں اور الجھنوں سے محفوظ رکھکر اہل وعیال میں جلد واپس لائے۔ اور تا دیر آپ کا بزرگانہ سایہ ہم نیازمندوں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین الٰہ الحق آمین۔

(ایڈیٹر)

صحیح بخاری اور احادیث متواترہ

(مضمون نگار کی رائے سے اڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ فافہم (مدیر))

(از مولوی عبدالرحیم صاحب متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

مسلم بھائیو اس وقت جس درددل کا اظہار کرتا ہے۔ اگر اس کو خون کے آنسو کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ واللہ جگر پاش پاش ہوجاتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاجاتا ہے۔ ہوش وحواس بے قرار ہوجاتے ہیں۔ جب کبھی کانوں میں آواز پڑتی ہے۔ کہ احادیث رسول اللہ سوائے چند ایک حدیثوں کے جن کو اصول کی کتابوں میں قلیلۃ جدًا (بہت تھوڑی) سے تعبیر کیا گیا۔ بس یہی متواتر ہیں۔ باقی تمام اخبار آحاد ہیں۔ جوکہ ظنی الثبوت ہونے کے علاوہ یقین کی مفید نہیں ہوتیں۔ اور جب ان سے یقین حاصل نہ ہوا۔ تو اس پر عمل کرنا بھی واجب نہیں ہوگا۔ دراصل یہ تمام مقلدین کی اختراعات ہیں۔ کیونکہ جب تک وہ کتاب اللہ اور سنتِ نبوی پر ہاتھ صاف نہ کرلیں۔ اسوقت تک ائمہ کے اقوال پر عمل پیرا ہونے میں باقی مسلمانوں کے اعتراضوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ اسواسطے پہلے احادیث پر کلام کرکے اور اسنادیں اضطراب وعلل پیدا کرکے اور بعض احادیث کو بعض سے متعارض قرار دے کر تمام کا قلع قمع کردیا۔ بس پھر تو میدان ہی صاف ہوگیا۔ اور اقوال الرجال جن کا نہ سر ہے نہ پاؤں یقینیات مان کر ان کو اپنا لائحہ عمل بنالیا۔

دوستو فقہ کی کتابیں منیۃ المصلی سے لیکر ہدایہ اور عالمگیری اور شامی تک تمام کی تمام اول سے آخر تک دیکھ جاؤ۔ واللہ آپ کو امام صاحب کا ایک قول مسند نہ ملیگا۔ صرف چند ایک اقوال کو امام کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔ اور شاید وہ خود مصنفین کے ہی ہیں۔ یا کسی غیر کے بس ایسی حالتیں دیکھکر دل سے ایک دردبھری آہ نکلتی ہے کہ اس ضلالت وجہالت کے زمانہ میں نبیؐ بیچارہ اتنا یتیم اور معصوم ہوگیا ہے۔ کہ اس کے اقوال مبارکہ جو مسند ہیں پس پشت ڈال کر ائمہ کے بے سند اقوال کو شریعت قرار دیدیا گیا ہے۔ بس اس غم کو پہلو میں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اور اپنی ناچیز آواز کو ان اصحاب کے کانوں تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ جن کا مطالعہ مسلم الثبوت نور الانوار توضیح تلویح تک محدود ہے۔ اور انھیں کتابوں کو علمی کمال کی انتہائی منزل قرار دیکر اپنے آپ کو وحید الدھر اور جامع معقول منقول سمجھتے ہیں۔ اور ان کے سامنے اعلانیہ طور میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی جملہ احادیث متواتر اور علم ضروری کی مفید ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا سے دست بدعا ہوں کہ میری اس ناچیز صدا سے عوام الناس کو فائدہ پہنچادے۔ اور خاص کر خواندہ حضرات کیلئے رشد وہدایت کا سبب بنادے۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ۔ قبل ازیں اسی مسئلے پر جب کسی طالب علم سے میرا مکالمہ ہوتا تو مجھے جواباً کہتے کہ یہ تمہاری محض امام بخاری کے ساتھ حسن ظنی ہے تو ان کے جواب میں میں یہ شعر پڑھتا ؎

کاج کانا کہ عیب من گفتند۔ رویت اے دلستاں بدیدندے + تابجائے ترنج درنظرت۔ بےخبر دستہا بریدندے۔

کاش کہ جو لوگ محبت کی وجہ سے مجھے معیوب بتاتے ہیں۔ اے میرے محبوب کبھی تیرا منہ بھی دیکھ لیتے۔ تو تیرے جلوہ سے متاثر ہوکر بےساختہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالتے۔

اور اگر سچ بات پوچھتے ہو تو جہانتک میرے علم نے میری ہدایت کی ہے۔ اور جس چیز نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے وہ
ی ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی تلاوت سے قاری خدا کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری کے پڑھنے سے ایسا
علوم ہوتا ہے کہ گویا رسول اللہ سے گفتگو ہو رہی ہے۔ اور ایسا لطف حاصل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے تمام بدن نور ایمانی سے
لگا اٹھتا ہے۔ اور دل میں یہی لو ہوتی ہے کہ ہمیشہ اس کو پڑھتے رہیں ع کیا جانے تجھ میں کیا ہے کہ لوٹے ہے تجھ پہ جی۔

اب میں اصل مضمون کی طرف مراجعت کرتا ہوا۔ متواتر کی تعریف اور اقسام بیان کرتا ہوں۔ تاکہ مدعا کے سمجھنے میں
سی قسم کی رکاوٹ حائل نہ ہو۔ عام طور پر متواتر کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ متواتر بالتعامل۔ یعنی سلف و خلف کا عمل کسی
یز پر دائم ہے۔ دوسرے تواتر بالمعنی۔ ایک مضمون کی مختلف حدیثیں متعدد طرق سے مختلف راویوں سے مروی ہوں۔ اور تمام
ں تمام ایک معنی پر دال ہوں۔ تیسرے تواتر بالروایۃ ایک ہی حدیث اکثر راویوں سے منقول ہو۔ پہلی اور دوسری قسم میں کسی کا
ختلاف نہیں۔ تمام محدثین اور فقہا اور اصولی ان دونوں معنوں کے لحاظ سے جمیع احادیث بخاری کو متواتر مانتے ہیں۔ صرف
گر اختلاف ہے تو قسم ثالث میں۔ اور اسی کی تحقیق اسوقت مقصود ہے۔ متواتر کی تعریف اصولی لوگ اس طرح کرتے ہیں :۔
ا یرویہ قوم لا یحصیٰ عددھم ولا یتوھم تواطئھم علی الکذب لکثرتھم۔

وہ حدیث جس کو اتنے راویوں نے بیان کیا ہے جو شمار نہ ہو سکتے ہیں۔ اور جن کا کثرت کی وجہ سے کذب پر متفق ہونے
ا وہم تک بھی نہ ہو۔ اس جملہ پر تمام کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد شروط میں اختلاف ہے۔ محدثین کے نزدیک چار شرطیں ہیں —
ول نفس کثرت، دوسرے ایسی کثرت ہو کہ جن کا کذب پر متفق ہونا محال ہو۔ اور دوسری شرط کے زائد کرنے کی ضرورت اسواسطے
ہی کہ حدیث کے ناقلین اور رواۃ کی بھی چار قسمیں ہیں۔ اول اسلام دوسرے عدالۃ پس روافض و خوارج کی وہ روایت منظور
ہیں۔ جس سے انکے مذہب کی تائید و ترویج ہوتی ہو - - - - ۔ اور اسی طرح ہر فرقہ غالیہ اس قید سے خارج کیا گیا
ہے۔ تیسرے عقل کامل ہو۔ پس مجنوں یا بچہ کی روایت قابل قبول نہیں۔ اگرچہ بچہ کا تحمل حدیث سن صغر میں جائز ہے۔ چوتھے
نبط اور حفظ بہت اچھا ہو۔ چونکہ رواۃ میں ان شروط کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اسواسطے نفس کثرت مفید یقین نہیں ہو سکتی۔
یسری شرط تمام طبقوں میں ایک جیسے اور ہم پلہ اور مساوی آدمی ہوں۔ چوتھی اگر روایت محسوسات سے تعلق رکھتی ہے تو
لفاظ روایت بھی ایسے ہوں۔ جو امور حسیہ میں سے ہوں۔ چوتھی۔ اس کے بعد فقہا تعدد مکان کی شرط بھی زیادہ کرتے ہیں
جنی رواۃ مختلف مقامات کے ہوں۔ ان شروط کی تحقیق کے بعد پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حدیث بمع شروط خود
قین کی مستلزم ہے یا نہیں۔

یہ تعریف تو ایک قوم کے نزدیک ہے۔ اور بعض محدثین رواۃ کی تعیین بھی کرتے ہیں۔ اب اس میں دس قول ہیں
بونکہ ہماری شریعت نے بعض امور شرعیہ میں اذعان حاصل کرنے کیلئے خاص خاص عدد کو مقرر کر دیا ہے چنانچہ بعض جگہ
بار کا اعتبار کیا ہے اور بعض جگہ پانچ علیٰ ھذا القیاس سات اور دس اور بارہ اور بیس اور چالیس اور ستر وغیرھم کے عدد
رآن مجید میں مذکور ہیں۔ جو اذعان کا سبب بنتے ہیں لیکن صحیح مذہب یہی ہے کہ کسی عدد کو معین کرنا درست نہیں اسواسطے

اور خود قرآن مجید میں مختلف اعداد بیان کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ اور ہر مسئلے میں اذعان کے حاصل کرنے کا طریقہ جداگانہ ہے
مذکور ہونا اس امر کا بین ثبوت ہے۔ یہ تو میں نے مختصر طور پر تعریف کو بیان کیا۔ اب صحیح بخاری کی احادیث کو متواتر کہنا اسوقت
صحیح ہوگا جب یہ تعریف ان پر منطبق ہوجائے۔ اس بات پر تو تمام کا اتفاق ہے کہ احادیث کی جملہ کتابیں عموماً اور صحیحین خصوصاً اپنے
مصنفین تک متواتر ہیں۔ اسواسطے کہ ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں صحیح بخاری کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور اس کی تعلیم و تعلم ہمیشہ سے
جاری ساری ہے یہانتک کہ مشہور ہے۔ کہ رسول اللہ کے اصحاب اور بخاری کے دونوں برابر تھے۔ اب رہا یہ کہ مصنفین سے لیکر رسول اللہ
تک تمام حدیثیں متواتر ہیں یا نہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ بخاری شریف میں چندایک حدیثیں ہی ایسی ہیں جنکو امام صاحب صرف ایک
سند سے لائے ہیں باقی تمام احادیث کو چار چار یا پانچ پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ متعدد اسناد سے بیان کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ
ان احادیث باقی ائمہ حدیث اپنی کتابوں میں دوسری سندوں سے لائے ہیں۔ اب جناب من خود ہی فیصلہ کیجئے۔ جو حدیث اتنی
متعدد اسناد سے مذکور ہو اس کے متواتر ہونے میں کیا شک ہے ؎

پیش کہ برآرم از دستت فریاد ٭ ہم از تو از دست تو مے خواہم داد

اب رہیں وہ احادیث جو صرف ایک ہی سند سے مروی ہیں تو اس کے بہت سے جواب ہیں۔

اول یہ کہ ہر متواتر کیلئے تعداد اسناد کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ کبھی رواۃ کے احوال وصفات کو مدنظر رکھکر حدیث کو متواتر
کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شرح نخبہ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ پس اب امام بخاریؒ کے شروط کو لحاظ کرتے ہوئے۔ انکی احادیث مخرجہ
کے رواۃ کے متعلق آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ عدل وضبط ورع وزہد وتدین میں کس قسم کے ہوں گے اور ان اوصاف کے
ہوتے ہوئے۔ ان کی مرویات کا درجہ کیا ہوگا۔

دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو۔ وہ بھی متواتر ہوتی ہے۔ خبر واحد محتف بالقرائن کی تین
قسمیں ہیں جن میں سے ایک صرف امام بخاریؒ ومسلم کا اپنی کتاب میں ذکر کرنا ہی اس کے متواتر ہونے کیلئے کافی ہے۔ جیسا کہ اصول
کی کتابیں شاہد ہیں۔

تیسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر خبر واحد مفید ظن نہیں ہوتی۔ اس دعویٰ کے استشہاد میں میرے پاس سینکڑوں دلیلیں
ہیں۔ مثلاً ایک زمانہ میں ایک نبیؑ ہونا۔ پھر اس کے بعد ایک خلیفہ ہونا۔ اور خلیفۃ المسلمین کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور اسکا
قتل کا مستوجب ہوتا ہے اور وجوب ظن سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ خلیفۃ المسلمین کا قول مفید یقین ہوگا۔ یہانتک
کہ دوسرا مدعی خلافت ہو تو اس کو قتل کردینے کا حکم ہے۔ اور تحویل کعبہ کے وقت قبا والوں کو صرف ایک آدمی نے خبر دی تھی
جسکی وجہ سے وہ نماز میں ہی پھر گئے تھے۔ اگر خبر واحد مفید ظن ہوتی تو قبا والے بیت المقدس سے جسکا قبلہ ہونا یقینی تھا اس ظن کی
وجہ سے نہ بدلتے۔ اسی طرح ضمام بن ثعلبہ اپنی قوم کا نمائندہ ہوکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور تعلیم نبوی حاصل کرنے
کے بعد اپنی قوم کا مبلغ بن کر گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ ایک دست بستہ عرض ہے کہ مقلدین حضرات کا امام ایک ہوتا ہے
جس امام مجتہد کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کیجئے۔ اگر گویم زباں سوزد۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے
کہ مقلدین کا لائحہ عمل ظنیات کے علاوہ کچھ اور نہیں، یا تو اپنا اصول بخوشی واپس لیجئے۔ ورنہ شکل اول سے نتیجہ صاف ظاہر ہے۔

اس کے علاوہ اگر بالفرض میں تسلیم بھی کرلیتا ہوں کہ مفید ظن ہے۔ تو میری عرض یہ ہے کہ مسلم الثبوت ص میں ہے اما المقلد فمستندہ قول مجتہدہ لاظنہ ولاظنہ یعنی مقلد کیلئے صرف امام کا قول حجت ہے (قرآن و حدیث نہیں) ظن مجتہد اور ظن مقلد یہ دونوں حجت نہیں بن سکتے تھے۔ اب اس کے نیچے بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں کہ مقلد کا ظن لاشیٔ ہے اور مجتہد کا ظن مقلد کے حق میں یقین سے بدلجاتا ہے۔ اور اسی طرح امام و مقلد کے ظنوں کا فرق کیا کرتے ہیں جیسا کہ اصول فقہ کی کتب شہادت کیلئے کافی ہیں۔ پس اب عرض یہ ہے کہ امام کا ظن تو یقین سے بدل گیا۔ اور رسول کا ظن (قول و فعل) ان کی امت کیلئے مفید یقین نہ ہوا۔؟ آہ ع یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

اب رہی یہ بات کہ مقدمہ ابن صلاح میں صحیحین کی دو سو دس حدیثوں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ جن میں اسی حدیثیں تو صرف بخاری شریف میں ہیں باقی مشترکہ ہیں اور اسی طرح قریباً چھ سو راویوں پر اعتراض کیا ہے۔ اور عدالۃ وضبط میں طعن سے کام لیا گیا ہے۔ اور دار قطنی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ تو اس کے بہت سے جواب ہیں۔ اول تو معارضہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو جو فریقین کا مسلمہ ہے اس پر ہزاروں اعتراض کیے گئے۔ چنانچہ فی زمانہ بھی قرآن مجید کو نعوذ باللہ اللہ کی کتاب نہیں مانا جارہاہے۔ تو کیا آپ ان کی جرح کو تسلیم کرلینگے۔ اور نعوذ باللہ قرآن مجید کو غلط کہیں گے۔ اسی طرح بخاری پر اعتراض کئے گئے جن کی تفصیل کے ساتھ امام نووی نے صحیح بخاری کی شرح میں جوابات دیئے ہیں۔ اور حافظ عراقی نے مستقل کتاب اس کے رد میں لکھی ہے۔

اور امام رشید عطائی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں ایک ایک اعتراض کے بیسیوں جواب دیئے گئے ہیں۔ غرضیکہ ہر ایک اعتراض باطل ہے۔ نیز کوئی راوی بھی ایسا نہیں جس پر کسی نہ کسی نے کچھ جرح نہ کی ہو۔ تو کیا تمام حدیثیں چھوڑ دی جائینگی۔ اسواسطے ہر ایک جرح کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ خاص خاص ائمہ کی جرح و تعدیل معتبر ہوگی۔ اور تعدیل کے لئے صرف ایک ہی شہادت (بشرطیکہ اس کے لائق ہو) کافی ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے کتاب الشہادات میں باب مرتب کرکے ثابت کیا ہے۔ کہ صرف ایک ہی تعدیل کافی ہے۔ اور بہت سی احادیث درج کی ہیں من شاء فلیرجع الیھا۔ الغرض جس امام نے اپنی صحیح کو سولہ سال تک درست کیا ہو۔ اور تصنیف کے وقت بھی ایسی شروط سے کتاب لکھی ہو جو کہ اپنی نظیر آپ ہوں۔ اور چھ لاکھ حدیث سے چند منتخب کی ہوں۔ کیا ہوسکتا ہے کہ اس کی کتاب کو ظنیات کا دفتر بنا دیا جائے۔ بلکہ وہ تمام کی تمام متواتر ہیں جیسا کہ دلائل سابقہ سے صاف ظاہر ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کفار مکہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

از محمد شمس الدین شمس گیاوی متعلم جماعت ثالثہ مدرسہ رحمانیہ دہلی

عرب کی سرزمیں میں ناگہاں اک انقلاب آیا
حقیقت میں جو بنکر ملت و دیں کا شباب آیا

وہاں کے ہوگئے تھے خشک سب چشمے ہدایت کے
انھیں باران رحمت سے بہانیکو سحاب آیا

حقیقت کفر کی جب آشکارا کی محمدؐ نے
تو سنگربت پرستوں کو بہت ہی پیچ و تاب آیا

دیا کرتے تھے گالی حضرت خیر الوریٰ کو وہ
مگر حق بات کا ان کو نہ کوئی بھی جواب آیا

فنا ہوکر اکے دیں سے ہوگئے اسطرح وہ جیسے
فنا ہونے مقابل موج کے کوئی حباب آیا

بالآخر دین پھیلا ہر طرف اے شمس دنیا میں
اسی ملت کے سایہ میں جہاں میں انقلاب آیا

اسلامی جہاد کی حقیقت

(از مولوی عبد الجلیل صاحب بستوی رحمانی مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی)

جہاد جس کی حقیقت پر آج ایک مختصر تبصرہ کرنا ہے ایسا پرتاثیر لفظ ہے جس کے سنتے ہی عالم کفر میں ایک تہلکہ مچ جاتا ہے - یہی نہیں بلکہ بعض مدعیان اسلام پرستاران مغرب تہذیب یورپ کے شیدائیوں نے بھی اس بات کی کوشش کی کہ مذہب اسلام لفظ جہاد کو بھلا دے حالانکہ جہاد کی پوری حقیقت اور تمام ماہیت محض قتل وقتال جنگ وجدال نہیں جو اس قدر قابل توحش ہو بلکہ اس کے جملہ معانی میں سے ایک معنی "قتال" بھی ہے۔ بطل حریت مجاہد اعظم حافظ ابن تیمیہ کا مقولہ جو اقناع میں ہے اس کے معانی کی پوری تشریح کر دیتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں الامر بالجہاد منہ مایکون بالقلب کالعزم علیہ ومنہ مایکون باللسان کالدعوۃ الی الاسلام والحجۃ والبیان والرای والتدبیر فی ما فیہ نفع المسلمین وبالبدن ای القتال بنفسہ فیجب الجہاد بغایۃ ما یمکنہ من ھذہ الامور یعنی افعال قلب ولسان دعوت الی التوحید اور بدنی جنگ وغیرہ سب پر جہاد کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح خواہشات نفسانیہ وساوس شیطانیہ کے مقابلہ کرنے کو بھی جہاد کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا المجاھد من جاھد نفسہ فی ذات اللہ - یعنی مجاہد وہ شخص ہے جو لوجہ اللہ اپنے نفس سے جہاد کرے۔

مکی زندگی میں جن صعوبتوں اور شدائد کا رہبر اسلام نے مردانہ وار مقابلہ کیا - اسے بھی جہاد کہا گیا - سورۂ فرقان جو باتفاق ائمہ مکی ہے اس میں لفظ جہاد کا اطلاق اسی پوری استقامت - کمال عزم، کامل ثبات پر ہوا ہے - چنانچہ فرمایا گیا فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا (فرقان) یعنی کفار کی اطاعت سے بچئے اور ان کا خوب مقابلہ کیجئے۔ دامن صبر و استقلال ہاتھ سے ہرگز نہ چھوٹے - نیز دعوت الی الحق اظہار حقیقت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو بھی جہاد کہا گیا ہے - جیسا کہ ارشاد ہے افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر - جابر وظالم قہرمان بادشاہ کے سامنے اظہار حق ہی جہاد ہے چونکہ اس لفظ کے جمیع استعمالات کا استقصار مقصود نہیں اسلئے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاد ایک مشترک لفظ ہے جس کے متعدد معانی ہیں - انہی میں سے قتال بھی ہے جو دو قسموں پر منقسم ہے، جارحانہ - یعنی کسی پر بلا وجہ حملہ کرنا اور خود جنگ کی ابتدا کرنا اور دوسری مدافعانہ یعنی کسی ظالم کے ظلم اور حملے سے اپنے آپ کو بچانے کی -

ہمیں آج صرف یہ دکھلانا ہے کہ مذہب اسلام کی ساری جنگیں مدافعانہ تھیں علمبرداران اسلام کا کوئی جنگی مظاہرہ جارحانہ ہرگز نہ تھا بلکہ اغیار اسلام کی طرف سے جب خفیہ ریشہ دوانیاں شروع ہوئیں تو استیصال فتنہ کی غرض سے اسلام نے بھی مجاہدانہ قدم بڑھایا - اباحتہ جنگ اور حکم جہاد کی حقیقی علت حتی تضع[1] الحرب اوزارھا بتلاتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ اسلامی جنگ کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ امن عامہ اور صلح و آشتی سے دنیا معمور ہو جائے۔ بدر - احد - فتح مکہ حنین - خیبر - طائف یہ تمام اسلامی جنگیں محض دفاعی یا مسلمہ قوانین جنگ کے مطابق انتظام پر مبنی ہیں - اولین سازشیں

[1] تاکہ جنگی فتنہ انگیزیاں ختم ہو جائیں ۱۲ منہ

کفار کی طرف سے کی گئیں۔ آخرش مسلمانوں کو جنگی کارروائی کرنی پڑی مسئلہ توحید جس کا تعلق فطرۃ ونیچر سے ہے۔ اس اعتقادی مسئلہ میں بھی جب مسلمانوں کی حریت کا خون کیا گیا۔ تو اس کا نتیجہ ترک وطن اخراج یا ہجرۃ کی صورت میں نمودار ہوا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ دعوت الی الحق کے راستے میں ہمیشہ روڑے اٹکاتے رہے۔ اور غریب الوطن مسلمانوں کو اسقدر تنگ کر رکھا تھا کہ مدینے میں بھی چین وآرام کی زندگی گذارنی دشوار ہوگئی۔ چنانچہ انھیں شورشوں کے ماتحت جنگ بدر جو مسلمانوں کی پہلی فاتحانہ جنگ ہے .... واقع ہوئی۔ جس میں رؤسا رکفار خاک وخون میں لتھڑے لشکر کفار کا جرنیل ابوجہل بھی قتل کیا گیا اس معرکہ کے متعلق اسلامی شاعر نے کہا تھا ؎

نسیتم ضربنا بقلیب بدر + غداة اتاکم الموت العجیل

غداة ثوی ابوجهل صریعا + علیه الطیر حائمة یجول

وعتبة وابنه خیرا جمیعا + وشیبة عضه السیف الصقیل

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے محض مدافعت کے لئے میدان جنگ کی طرف قدم بڑھایا۔ میدان مومنوں کے ہاتھ رہا۔ نہتے مسلمانوں کو دست قدرت نے ایسا غلبہ بخشا کہ ستر کافر مقتول اور ستر اسیر ہوئے چونکہ اسلامی جنگیں بجبر اسلام منوانے کیلئے نہ تھیں اسلئے نہایت خفیف فدیوں پر سارے قیدی چھوڑ دیئے گئے۔ یہ ملت بیضا رہی کی نمایاں خصوصیت اور لازم ماہیت ہے کہ بے وجہ دشمنوں کا بھی خون اسلام کی گردن پر نہیں اسی لئے تو کہتا ہوں ؎

بس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا + یا چلکے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

اگر جہاد قتل وقتال کشت وخون ہی کا نام ہوتا تو بدری قیدیوں کے خون سے مسلمانوں کی تلواریں رنگیں نظر آتیں اگر اسلامی جنگ مدنی جنگ ہوتی یعنی محض ممالک کی تسخیر کیلئے تو پھر ہر کافر خواہ میدان جنگ میں مقابلہ کیلئے آئے یا نہ آئے یوں ہی مجرم اور قابل قتل وغارت سمجھا جائے گا جس طرح . . . طرابلس کی مدنی جنگ میں جنرل کینوا نے سمجھا تھا مسلمانوں کے خطی نیزے اور ہندی تلواریں ہر مسیحی بڈھے اور ضعیف زن وفرزند کو ہرگز قابل عفو نہ جانیں گی جس طرح اٹلی کے مدعیان تہذیب وتمدن نے طرابلس میں کیا تھا۔ اگر مدنی جنگ ہو تو مسیحی مقتولین کے ساتھ ویسا ہی وحشیانہ برتاؤ کیا جائیگا ان کی بوٹیاں اسی طرح اڑائی جائینگی جس طرح معرکہ روم و روس میں ترکوں کی اڑائی گئیں اسلئے ہمارا قول ہے کہ ہماری جنگ ایک دینی جنگ ہے جو قوانین شرع کے ماتحت ہے جس کی وجہ سے ظلم وتعدی عدوان وسرکشی کو چھوڑ کر لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ جیسے سنہرے اصول کے ماتحت عمل پیرا ہونا پڑتا ہے اسلام جیسے صلح جو امن پسند مذہب کا وجود یقیناً دعوت وحدت کا پیغام ہے۔ اسلام نے میدان کارزار میں بھی صلح وآشتی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور یہ اصول مقرر کیا کہ فریق کو اولاً اسلام کی دعوت دیجائے اور اپنا اسلامی بھائی بنانے کی کوشش کی جائے اگر اسے منظور نہ کرے تو کہا جائے اپنے مذہب پر رہ کر ہماری حکومت تسلیم کرلے۔ اگر دونوں شقوں میں کوئی شق اختیار کرلی گئی تو پھر تمام جنگوں اور خونریز لڑائیوں کا خاتمہ ہوجائیگا۔ تواریخ اسلام میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں دشمن سے دشمن مدمقابل نے جب اسلام یا حکومت قبول کرلیا تو میدان کارزار میں اتفاق واتحاد کی لہر دوڑ گئی۔

خیر القرون میں ایرانیوں سے جب صحابۂ کرام کی جنگ چھڑی تو غازیانِ اسلام نے متواتر تین یوم تک تلوار نہیں اٹھائی۔ سلمان فارسیؓ برابر سمجھاتے رہے کہ اسلام یا تحتی قبول کرلو نہیں دیکھتے میں بھی ایک فارسی النسل ہوں مجھے اتنے حقوق حاصل ہیں کہ عرب کی ایک بڑی جمعیت میرے زیر اثر ہے تمہیں بھی یہی حقوق حاصل ہوں گے۔

ہم فیصلہ قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں آیا یہ جنگیں جارحانہ تھیں یا مدافعانہ۔ البتہ یہ چیز ہمارے دماغ میں نہیں آتی قوۃ مدرکہ کام نہیں دیتی کہ اگر جہاد محض قتل و قتال ہی کا نام ہوتا خونریزی ہی مقصود ہوتی تو پھر مجاہدین اسلام نے بدر کے ستر قیدی کو تنعیم کے اسی جنگجو غزوۂ حنین کے چھ ہزار آدمیوں غزوہ بنی المطلق کے سو سپاہیوں کے خون سے اپنی تلواروں کو کیوں نہیں رنگین کیا اور اس جہاد جیسے دینی فریضہ سے کیوں غافل رہے۔ قرن اول اور عہد رسالت ہی میں یہ دینی تساہل و تکاہل؟ ہر منصف مزاج یہ کہہ اٹھیگا نہیں نہیں جہاد اسلامی کی پوری حقیقت اور تمام ماہیت یہ نہیں جو یورپ نے سمجھا بلکہ یہ جنگ ایسی جنگ ہے جس کا اصلی مقصد موجودہ قانون جنگ کے مطابق بدلہ لینا یا مدافعت ہے۔

بدر جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اس میں کفار قریش کے ساتھ مختلف قبائل تخریب اسلام کے لئے شریک فوج ہو کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے۔ سراقہ بن مالک المدلجی الکنانی بنو المصطلق اور الاحابیش نے عملی طور پر شرکت جنگ سے کفار مکہ کو زبردست تقویت پہنچائی الاحابیش اور بنو المصطلق جس کے ماتحت بہت سے قبائل ہیں اگر عساکر اسلامیہ نے ان کے مختلف بطون کے سرحدی علاقوں پر جنگی مظاہرہ کیا تو کیا یہ جارحانہ جنگ ہوگی۔

بدر کے بعد غزوۂ احد جس میں مسلمانوں کا بیشمار جانی نقصان ہوا اس معرکہ میں بھی کفار قریش محض ایکہزار تھے بقیہ دو ہزار انہی قبائل سے تھے جو الیاس بن مضر کی نسل سے ہیں۔ چنانچہ امام علی بن برہان الدین حلبی نے بنی المصطلق اور بنی ہون بن خزیمہ کو غزوۂ احد میں شریک بتلایا ہے۔ نیز دیگر کتب میں احابیش اور ثقیف کی شرکت کی بھی تصریح ہے۔ اس تشریح کے بعد ہر مورخ یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ اہل اسلام کا ان بطون و قبائل کے ساتھ جنگی برتاؤ کرنا مسلمہ قوانین عرب کی اقتدار میں تھا جسے قطعاً جنگ جارحانہ نہیں کہا جا سکتا۔ غزوۂ احد کے بعد کفار کا عظیم الشان اجتماع اور قریش مکہ کی زبردست یورش غزوۂ خندق یا احزاب کی صورت میں نمودار ہوئی۔ مسلمانوں کیلئے وقت کا نہایت روح فرسا منظر تھا یہودیوں کی اندرونی سازش سے مسلمان تنگ تھے لشکر کفار کی گھنگھور گھٹا افق یثرب کو ڈھانکے ہوئے تھے۔ مندرجہ ذیل قبائل اس جنگ میں عملی طور پر شامل تھے۔ قریش بنو سلیم بنو اسد بنو اشجع بنو مرہ بنو غطفان بنو عبیس۔ بنو ذبیان بنو العشرار بنو سعد بنو حشرار بنو شجع بنو جحاش بنو فزارہ قبیلہ ہوازن یہود خیبر وغیرہ اس تحقیق کے بعد روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ بعض قبائل سے شریر افراد کی گرفتاری یا ان مختلف قبائل کے سرحدی علاقوں پر جنگی مظاہرے کے کیا اسباب و علل تھے۔

نیز طائف معرکۂ حنین فتح مکہ جنگ احد و خیبر . . . . کے بھی اسباب واضح ہو جاتے ہیں یعنی یہ وہی لوگ تھے جو خندق و بدر میں جمع ہو کر متحدہ قوۃ کے ساتھ آئے تھے۔ لہذا ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی کوئی لڑائی جارحانہ نہ تھی بلکہ دشمنوں کے بار بار حملہ سے تنگ آکر مسلمانوں نے مقابلہ کرنا شروع کیا۔

علماء کرام نے قائد اسلام اور فدا کاران اسلام کی جمیع نقل و حرکت سرایا اور غزوات پر تقسیم کیا ہے جو تقریباً باسی ۸۲

کی تعداد میں تھیں یہ ہشت سالہ واقعات ہیں جو عہدِ رسالت میں واقع ہوئے۔ فلسفہ تاریخ کا خون کرنا ہو گا اگر ان تمام واقعات کو خونی ڈرامہ سمجھا جائے۔ سریہ رجیع جس میں دس مبلغین میں سے آٹھ کو قتل اور دو کو بیچ ڈالا گیا۔ سریہ ذی القصہ جس میں دس واعظین میں سے نو شہید اور ایک کو زخم کاری لگا۔ سریہ بیر معونہ جس میں ستر اسلام کے شیدائی ہدف تیر و تفنگ بنے یہ سب ایسے واقعات ہیں جو محض دعوت الی التوحید کے جرم میں واقع ہوئے ؎

مکش بتیغ ستم واہان ملت را ✤ نہ کردہ اند بجز پاس حق گناہ دگر

نیز غزوۂ حدیبیہ ودان۔ بواط۔ سریہ دومۃ الجندل۔ سریہ ابو قتادہ۔ سیف البحر۔ سریہ نخلہ۔ غزوہ ذی امر غزوہ بنو لحیان۔ ذو العشیرہ یہ تمام ایسے واقعات ہیں جن کے بنا پر ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا ہر سفران کی تمام نقل و حرکت قتل و قتال کشت و خون ہی پر مبنی نہیں ارخا رعنان کے طور پر اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مسلمانوں کے بیاسی غزوات و سرایا سب جارحانہ اور آغاز جنگ یا تعدی و عدوان سب کچھ مسلمانوں ہی کی طرف سے تھا جب بھی نقصانات جنگ کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقین کے تمام قیدی صرف چھ ہزار پانچ سو پینسٹھ ۶۵۶۵ ہیں۔ جن میں سے مسلمان صرف ایک ہے اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ قیدیوں میں سے ۶۳۴۷ قیدی سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست شفقت سے رہا کر دیئے گئے۔ طرفین کا جانی نقصان بھی صرف ۱۰۱۸ ہے جزیرۃ العرب کی وسعت مقتولین اور اسیروں کی تعداد ہمیں صاف بتلاتی ہیں کہ یہ جنگ ایسی عالمگیر جنگ نہیں جس میں مسلمانوں کے سر پر جنگی بھوت سوار ہو رہا ہو برخلاف اس کے متمدن دنیا کو دیکھو ان کی مہذبانہ جنگوں پر نظر غائر ڈالو۔ انگلستان کی حرب عظیم کو سامنے رکھو لاکھوں یتیم بچے بلکتے سسکتے اور لاکھوں بیوائیں سوگوار نظر آرہی ہیں یہ وہ جنگ عظیم ہے جس میں جنگ کا آتشیں مادہ پھٹ کر دنیا کے لئے خطرہ بے امان بنا ہوا تھا۔

مہابھارت کی لڑائیاں دیکھو کروڑوں فرزندان آدم بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ تین لاکھ چالیس ہزار مسیحیوں کو صرف دولت سپین نے قتل کیا۔ ان میں سے ۳۲ ہزار نفوس کو زندہ نذرِ آتش کر دیا تھا ایک کروڑ بیس لاکھ مسیحی خود عیسائیوں کے ہاتھ سے محکمہ دینی میں قتل کئے گئے جنگ عظیم کے جانی نقصانات کی تعداد از ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء مندرجہ ذیل بتلائی گئی ہے۔ روس ۱۷ لاکھ۔ جرمنی ۱۶ لاکھ فرانس ۱۳ لاکھ ستر ہزار اٹلی چار لاکھ ساٹھ ہزار آسٹریا ۸ لاکھ برطانیہ ۷ لاکھ ۶ ہزار ٹرکی دو لاکھ پچاس ہزار بلجیم ایک لاکھ دو ہزار بلغاریہ ایک لاکھ رومانیہ ایک لاکھ سرویا رمانٹی نیگرو ایک لاکھ امریکہ پچاس ہزار

ان خونی افسانوں کو سنکر ہمیں سخت حیرت ہوتی ہے کہ آج اغیار اسلام ان واقعات کو دیدہ دانستہ چھوڑ کر اسلام کے دینی جہاد پر کیوں اعتراض کرتے ہیں ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

✤

؎ رحمۃ للعالمین ج ۲ ص حاشیہ ۱۲ منہ

یادگارِ خلیلؑ

(از مولوی عبدالمبین صاحب راغب مظفر پوری)

ناظرین! ہر زمانہ میں عظیم الشان واقعات کی یادگاریں منانے کا دستور و رواج چلا آرہا ہے۔ آئے دن کے مشاہدات بتا رہے ہیں کہ غیر اقوام کی کتنی عیدیں ہیں اور وہ ہمیشہ کتنی خوشیاں منایا کرتی ہیں۔ اسی طرح اسلام میں بھی چند یادگاریں اور خوشی کے دن ہیں منجملہ ان کے ایک "عید قربان" بھی ہے، جسے سنت ابراہیمی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، کتنا ولولہ انگیز ہوتا ہے وہ مبارک دن جبکہ مسلمانوں کی زبانوں سے "اللہ اکبر اللہ اکبر" کی پیہم آوازیں دشمنوں کے دلوں کو چیرتی ہوئی آسمانوں سے ٹکراتی ہیں۔ آئیے میں آپکو اسکی اصلیت بتاؤں۔ تاکہ "ذبح حیوانات" کی اس رسم کی ادائیگی کے بعد جس سے آپ ابھی ابھی فارغ ہوئے ہیں، قربانی کے اس حقیقی مقصد کو نظر انداز نہ کردیں جس کیلئے اسلام نے اس مبارک رسم کو مشروع کیا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی برس کی ہوچکی۔ اور آپ کو ابتک کوئی اولاد نہ ہوئی، تو آپ خدائے عزیز و حکیم کی بارگاہ عالی میں دست بدعا ہوتے ہیں اور بہایت آرزو و تمنا کے ساتھ اولاد صالح کی درخواست ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ "خدایا مجھے صالح اور نیک لڑکا عنایت فرما! دعا مقبول ہوتی ہے اور بشارت دی جاتی ہے فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ. ہم (اللہ) نے ابراہیم کو ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دی۔

اس بُردبار لڑکے کی پیدائش ہوئی اور "اسمٰعیل" نام رکھا گیا۔ مفسرین کا بیان ہے کہ جب حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو اللہ جل شانہٗ اپنے خلیل کی آزمائش کرتا اور امتحان لیتا ہے چنانچہ وارد ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ۔ یعنی جب حضرت اسمٰعیلؑ کا بچپن ختم ہوا اور وہ اپنے باپ ابراہیمؑ کے ساتھ دوڑنے پھرنے کے لائق ہوگئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، مفسرین لکھتے ہیں کہ متواتر تین دن تک یہی بات خواب میں دکھائی گئی۔ تیسرے روز اس امر عظیم کو اپنے سعادتمند بیٹے پر ظاہر کرتے ہوئے خود انھیں سے رائے لیتے ہیں کہ عزیز من! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ تو بیٹے! اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟

قربان جائیے اس نوعمر کی سعادتمندی اور اطاعت گذاری پر جس نے پوری ہمت اور دلیری سے جواب دیا يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ۔ ابا جان! جس چیز کا رب کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے اس کی تعمیل میں کچھ پس و پیش نہ کیجئے۔ میری گردن ہر طرح حاضر ہے مجھے آپ انشاء اللہ صابر ہی پائیں گے۔" جب اللہ کے دونوں فرمانبردار بندے تکمیل حکم کیلئے آمادہ اور تیار ہوئے تو اسوقت یہ صبر آزما نظارہ دیکھکر تمام عالم کی چیزیں لرزہ براندام ہوگئیں ایک طرف یہ آزمائش ہو رہی تھی دوسری طرف دشمن بنی آدم (شیطان) بھی اپنے داؤگھات میں لگا ہوا تھا۔

مفسرین رقمطراز ہیں کہ جب دونوں مقرب بندے تعمیل حکم پر آمادہ ہوگئے اور ابراہیم علیہ السلام رسی اور چھری

لیکر میدانِ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو شیطان ملعون حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ماں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بہکانے کیلئے ان کے پاس آکر کہتا ہے کہ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) تمہارے بیٹے کو ذبح کرنے کی غرض سے لئے جا رہے ہیں" وہ فرماتی ہیں ارے کم بخت کہیں باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ لیکن ابراہیم (علیہ السلام) کا خیال تو یہ ہے کہ ان کو خدا کا حکم ہوا ہے۔ اس پر وہ جواب دیتی ہیں" کہ اگر خدا کے حکم کی بنا پر ذبح کرنا چاہتے ہیں تو میں بھی خوشی سے راضی ہوں"۔ شیطان اپنا سا منہ لیکر وہاں سے بھاگا اور ان دونوں باپ بیٹوں کے پاس آکر اپنے مکر و فریب کا جال پوری طرح پھیلایا۔ لیکن بھلا یہاں کہاں اس مردود کی دال گل سکتی تھی۔ دونوں نے بری طرح اس کو دھتکار اور حضرت ابراہیمؑ نے تو کنکریاں پھینک کر اس کو مارا بھی۔

آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لاڈلے بیٹے کو منحر میں لے گئے اور قربانی کیلئے بالکل کمربستہ ہوگئے تو اس وقت (بروایت مفسرین) چند کلمات اس حلیم لڑکے (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) کے منہ سے وصیت کے طور پر نکلے، جو بے حد عبرت انگیز اور نصیحت خیز ہیں۔ ان کا ترجمہ یہاں مختصراً درج کر رہا ہوں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ" ابا جان! پہلے رسی سے مجھکو ذرا مضبوط طریقے سے باندھ لیجئے تاکہ آپ مجھے مرغ نیم جاں کی طرح تڑپتا ہوا نہ دیکھیں۔ آپؑ اپنے کپڑوں کو بھی سمیٹکر درست کرلیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے خون کی چھینٹیں آپ کے کپڑوں پر پڑیں اور میرے اجر و ثواب میں کمی آجائے، نیز جب اماں جان کی نظر خون آلودہ کپڑے پر پڑے گی تو شاید وہ دیکھکر رنجیدہ خاطر ہوں، اور آپؑ چھری کو تیز کرلیں۔ اور میری گردن پر پھیرتے وقت جلدی کریں اس لئے کہ موت کی شدت نہایت جانکاہ ہوتی ہے، مکانؑ پہنچنے کے بعد والدہ محترمہ سے میرا الوداعی سلام عرض کردیں نیز اگر آپ مصلحت سمجھیں تو میرا کرتا بطور یادگار ان کی خدمت میں پیش کردیں۔ شاید تسلی و تشفی کا باعث بن سکے نیز آخری وصیت یہ تھی کہ مجھے ذبح کرتے وقت پیشانی کے بل لٹائیے گا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سامنے چہرہ دیکھکر پدری محبت جوش میں آجائے اور اللہ کے اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی ہوجائے۔

بوڑھا باپ جب اپنے نوعمر بچے کی ان دانشمندانہ مگر سرفروشانہ باتوں کو سننے کے بعد اس کو اپنے ہی ہاتھوں سے ذبح کرنے کیلئے زمین پر لٹا دیتا ہے تو فرش سے عرش تک ایک تہلکہ مچ جاتا ہے۔ اور چھری گردن تک پہنچتے پہنچتے تو خود رحمت غیبی بھی پکار اٹھی یَا اِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ" بس بس ابراہیم! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم اپنے نیک بندوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے معاوضہ اور بدلہ میں ایک موٹا تازہ بکرا یا دنبہ جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ مرحمت فرماتا ہے اور وہ قربانی کیا جاتا ہے اور آنیوالی امتوں کیلئے سنت اور یادگار ہو جاتی ہے اس امتحان کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کے لقب سے نوازا جاتا ہے اور ان کے بیٹے اسمٰعیلؑ کو ذبیح اللہ کا خطاب دیا جاتا ہے۔ دوستو یہ ہے قربانی کی حقیقت اور اصلیت اسے سامنے رکھکر ذرا غور کرو کہ اسلام ہم سے صرف جانوروں ہی کی قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ یا اس سنت کو ہر سال دہرانے اور یاد دلانے سے کسی اور اہم چیز کا طلبگار ہے۔ اگر اس رمز کو سمجھ گئے تو پھر یقین مانو کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں سرنگوں نہیں کرسکتی ؎

ہر کہ حق باشد چوں جان اندر تنش
خم نہ گردد پیش باطل گردنش

ماہِ محرم اور شہادت حسین رض

مناسب تو یہ تھا کہ یہ مضمون آئندہ نمبر میں شائع کیا جاتا، لیکن افسوس یہ ہے کہ یکم مارچ ۱۹۳۹ء
(جو رسالہ کی تاریخ اشاعت ہے) عشرۂ محرم گذر جانے کے بعد پڑے گی، اور ڈاکخانے کے قواعد کی پابندی
کی وجہ سے ہم اس سے پہلے رسالہ شائع نہیں کر سکتے اس لئے مجبوراً اسی نمبر میں شائع کرنا پڑا۔ ناظرین
اسے بغور ملاحظہ فرمائیں اور فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں واللہ الموفق۔ (مدیر)

(از مولوی امام الدین صاحب مظفر نگری کرمالوی متعلم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی)

ہر وہ قوم جو دنیا میں عزت کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی ہے اور اپنے آپ کو ترقی کے اعلیٰ مدارج پر دیکھنا پسند کرتی ہے۔ اس کا ہمیشہ سے یہ طریقہ اور دستور چلا آرہا ہے کہ وہ اپنے ہمعصروں سے سبقت لیجانے اور ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش چلنے میں مختلف قسم کے ذرائع کو اپنے لئے لائحہ عمل بناتی ہے۔ اگر ایک طرف اپنی مالی حالت کو درست کرنے کے لئے تجارت کو ترقی دی تو دوسری طرف اپنی ہمسایہ قوم کو علم وفضل کے ذریعہ مرعوب کیا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسلاف کے کارہائے نمایاں کو دنیا کے سامنے ایک ایسی صورت میں پیش کرتی ہے۔ جس سے مخالفین کے سامنے اپنی زندہ دلی کا ثبوت پیش کرنا ہوتا ہے۔ یہ چیزیں ایسی نہیں ہیں جو کسی خاص جماعت یا خاص قوم سے تعلق رکھتی ہوں بلکہ دنیا کی تمام قوموں میں ان چیزوں کا اثر پایا جاتا ہے۔ انھیں میں مسلمان بھی ہیں۔ ہاں وہ مسلمان قوم جو دنیا کو قعر مذلت سے نکالکر راہ راست پر لانے اور ترقی کے انتہائی مدارج پر پہنچانے کی غرض سے پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ اس پر ایک ایسا وقت بھی گذرا ہے جبکہ اس نے اپنے اصلی مقصد میں نمایاں ترقی حاصل کی اور تمام دنیا کو اپنے سامنے جھکا دیا تھا۔

مگر افسوس اب یہی مسلمان ہے جس کیلئے ترقی کے تمام راستے بند ہیں نہ تجارت ان کے ہاتھ میں نہ علم وفضل میں کچھ مہارت، سوائے اس بات کے کہ اپنے اسلاف کے زرین واقعات بطور افسانہ پڑھکر دل خوش کر لیں اور بس۔ اسقدر بے پروائی سے کام کر جاتے ہیں جس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا مثلاً جب ہم اپنے اسلاف کے واقعات کو بیان کرتے ہیں تو کہیں پر افراط اور تفریط سے کام لیتے ہیں اور کہیں پر سکوت۔

اسی ماہ محرم ہی کو لے لیجئے جو تقریباً پندرہ روز کے بعد شروع ہونے والا ہے۔ غور کیجئے مسلمان اس کی پہلی دس تاریخوں میں حضرت امام حسین رض کی شہادت کی یاد تازہ کرنے میں کسقدر غلط رسومات کو رواج دیتے ہیں جن کا ثبوت نہ قرآن وحدیث میں ہے اور نہ کسی امام نے اس کی اجازت دی۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے افسوسناک اور جگر سوز حادثہ نے انسانوں کے دلوں پر بہت گہرا اثر کیا۔ لیکن اگر شہدائے اسلام کی یاد ہی تازہ کرنی ہے۔ اور ان کی موت کو یاد کر کے رونا ہی ہے تو پھر یہ کسقدر بے انصافی کی بات ہے کہ مسلمان ہر سال صرف اسی ایک حادثہ کی یاد تازہ کریں حالانکہ اسلام کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے بعض واقعات تو ایسے ہیں کہ

ان کو اگر تعصب کی پٹی آنکھوں سے دور کر کے دیکھا جائے تو ایک حقیقت بین اور دردمند انسان کی نظر میں واقعہ کربلا سے زیادہ حسرتناک معلوم ہوں گے۔ اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

مسلمانو! انصاف کی نظر سے دیکھو۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالکر سوچو اور بتلاؤ آیا وہ شخص زیادہ مظلوم ہے جس نے نہ فوج کو لڑائی کیلئے تیار کیا ہو اور نہ میدان جنگ کی طرف چلا ہو بلکہ اپنے گھر میں خاموش بیٹھا ہوا اللہ کی یاد کرتا ہو۔ پھر ایسی حالت میں دشمنوں نے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہو۔ اور باہر نکلنا بھی اس کے لئے دشوار ہو اسی پر اکتفا نہیں بلکہ باہر سے کھانے پینے کا سامان بھی بند کر دیا اب اس سے پوچھیے جس کے پاس نہ پانی نہ اور کوئی ضرورت کی چیز۔ لیکن پھر بھی صبر و سکون کے ساتھ یاد الٰہی میں مشغول ہو اور پھر اچانک اس بیچارگی کی حالت میں زہر آلود تلوار سے اس پر حملہ کر کے اس کو دنیا سے ہمیشہ کیلئے رخصت کر دیا جائے یا وہ شخص اس سے زیادہ مظلوم ہے جو میدانِ کارزار میں معہ اپنے اہل و عیال کے برسرپیکار ہو اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتا ہوا دفعتاً دشمنوں کے نرغہ میں آ کر شہید کر دیا جائے۔

غالباً آپ کی عقل سلیم اس شخص کی مظلومیت کو زیادہ اہم خیال کرے گی جو پہلی حالت میں مقتول ہو۔ اور دوسری صورت کی مظلومیت بمقابلہ اس کے کم ہوگی پس آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت دوسری صورت میں ہوئی ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پہلی صورت سے متعلق ہے آپ کو بلوائیوں نے بہت سخت صدمات پہنچائے مکان کا محاصرہ کیا باہر سے پانی کا جانا موقوف کر دیا پھر اچانک ایک دشمن نے آکر ایسی حالت میں جبکہ آپ قرآن پاک جیسی مقدس کتاب کی تلاوت فرما رہے تھے بے رحمانہ انداز میں آپ کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جبوقت صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ عین نماز کی حالت میں دفعتاً ابو لؤلؤ نے زہر بجھے سے حملہ کر کے آپ کو زخمی کر دیا جس کی وجہ سے آخر آپ کی روح ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز ہی کر گئی۔

کیا آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ نہیں سنا کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کی نعش کی کیسی بے حرمتی کی گئی۔ آپ کا سینہ چیر کر کلیجہ نکالکر چبایا گیا۔ آپ کے کان اور ناک کاٹ کر چہرہ بگاڑ دیا گیا۔ جسے دیکھکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دل بھر آیا۔ لیکن نوحہ نہیں کیا اور نہ اس طرح واویلا کیا جس طرح آجکل لوگ حضرت امام حسین رض کی شہادت پر ہر سال محرم میں کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ حضورؐ کے ساتھ نسبی رشتہ سے قطع نظر کرتے ہوئے حق کی حمایت میں مظلومانہ طور پر مقتول ہونے کی حیثیت سے حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں وہ کونسی ندرت اور انوکھی خصوصیت ہے جس کیلئے مسلمان اس قدر خلاف شرع اودھم مچاتے ہیں۔ اور جس پر مرثیہ پڑھنے کے لئے سال بھر تک مشق کی جاتی ہے۔

میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی طرح دیگر شہداء پر بھی نوحہ خوانی کی جائے۔ یا ان جاں نثارانِ اسلام اور فدایانِ حق و صداقت کو بالکل ہی بھلا دیا جائے۔ حاشا و کلاّ۔ بلکہ میرا یہ مقصد ہے کہ اس طرح بزدلانہ

اور نامشروع طریقہ پر رونے چلانے کے بجائے ان کے جیسی ہمت، جرأت، جانبازی اور جان نثاری کا جذبہ پیدا کریں۔ باطل کو مٹانے اور حق کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی جان کو قربان کردینا اپنی سعادت سمجھیں۔ کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہوجانے پر مسلمان عورتیں بھی اس قسم کی لغو حرکتیں نہیں کرتی تھیں۔ چہ جائیکہ مرد اور وہ بھی جماعت کی جماعت ملکر گلی گلی چلاتے پھریں۔ مسلمانو! میں سچ عرض کرتا ہوں کہ حضرت امام حسینؓ جیسا بہادر اور مرد حق تمہاری اس نامردانہ حرکت سے کبھی بھی خوش نہیں ہوگا۔ اگر خدا کے سامنے ان سے اس معاملہ میں پوچھا گیا تو وہ صاف فرما دینگے کہ خدایا میں ان سب سے بیزار ہوں۔ شیعوں کے یہاں جو کچھ ہوتا ہے اس کو تو چھوڑیئے۔ حسرت تو ان سُنّیوں پر ہے جو اپنے کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد اور مذہب حنفی کا پابند کہتے ہیں وہ بھی اس رسم میں پوری پوری شرکت کرتے ہیں اور ثواب دارین کا کام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس کا ثبوت خود ان کی کتابوں میں بھی کچھ نہیں ہے۔ تعزیہ بنانے اور اس کو گلی گلی گھمانے کی رسم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریبًا ایک ہزار سال کے بعد تیمور لنگ بادشاہ کے زمانے میں پیدا کی گئی۔ تمام ائمہ اس کے خلاف ہیں۔

پس حنفی بھائیو اللہ کا خوف کرو اور اس تعزیہ داری کی رسم کو چھوڑ دو ورنہ اللہ کے یہاں سخت پکڑ ہوگی۔ جو مولوی تمہیں مالیدہ اور کھچڑا کھانے کیلئے اس کو جائز بتاتے ہیں وہ خدا کے یہاں کچھ کام نہ آئیں گے۔

مسلمانو! یاد رکھو کہ نوحہ کرنا، غم میں سیاہ لباس پہننا، امام حسینؓ کی نذریں ماننا۔ مالیدہ چڑھانا۔ اللہ کے سوا کسی کے نام کی سبیلیں کھولنا، یا حسینؓ کے نعرے لگانا شرعًا ممنوع ہیں۔ پس مسلمان بھائیو سوچ لو کہ اب ہمارے سامنے ایک طریقہ تیمور لنگ کا ایجاد کردہ ہے اور دوسرا راستہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا ہے۔ ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ جس سے ہم کو زیادہ محبت ہو اسی کا راستہ اختیار کریں۔ چاہے تیمور لنگ کی جاری کردہ رسم کو رواج دے کر عذاب اخروی کے مستحق بنیں اور چاہے پیغمبرؐ کی راہ اختیار کر کے فلاح دارین حاصل کریں۔ ان دونوں میں جو پسند ہو اختیار کیجئے۔ من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔

ہاں یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ محرم کے مہینہ میں رسول خدا کے اس فرمان کے سوا کچھ ثابت نہیں کہ محرم کی نویں، دسویں تاریخ کو روزہ رکھا جائے۔ رسول خدا نے دسویں محرم کو روزہ رکھا اور فرمایا اگر میں آئندہ زندہ رہا تو نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھونگا۔ ان روزوں کی فضیلت میں ایک حدیث ہے کہ جو شخص عاشورہ (۱۰ محرم) کو روزہ رکھیگا اس کے ایک سال گذشتہ کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ ممکن ہے کہ بعض جاہل اور ناواقف مسلمان یہ خیال کریں کہ چونکہ امام حسینؓ کی شہادت ۱۰ محرم کو ہوئی ہے اسواسطے روزہ کا حکم ہے ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب رسول خدا مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ جب ان سے روزہ رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے کہا کہ اس دن رب العالمین نے ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی اس خوشی میں ہم یہ روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تب تو ہم زیادہ حقدار ہیں لیکن یہودیوں کی مخالفت کے خیال سے فرمایا آئندہ سال دو روزے رکھونگا۔

پھر یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بہت دنوں بعد کا قصہ ہے۔ بھلا اس کے متعلق آنحضورؐ کیسے کسی قسم کا غم و رنج منانے کی ہدایت فرمائیں گے۔ پس یہ سمجھنا کہ روزے کی تعلیم حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے دی گئی محض جہالت اور شیطانی وسوسہ ہے۔ ہرگز اس دھوکے میں نہ آنا چاہیئے۔ ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ۔

ماہِ محرم اور امام حسینؓ کا ماتم

(از جناب ابو نصر بشیر احمد صاحب تاثیر بڈنوی)

ہجومِ غم سے دل میں ضبط کا یارا نہیں ہوتا
رواں ہوتا ہے دریا اشک کا قطرہ نہیں ہوتا

فلک پر چاند جب ماہِ محرم کا نکلتا ہے
مسلمانوں تمہیں کہدو کہ پھر کیا کیا نہیں ہوتا

تماشا جا بجا ہوتا ہے مستورات آتی ہیں
تو مہ پاروں کے رخ پر دیکھئے پردا نہیں ہوتا

نظر آتے ہیں حسن و عشق کے دلسوز نظارے
بجز اسکے جہاں میں اب کوئی میلا نہیں ہوتا

نگاہیں غیر محرم سے وہاں دوچار ہوتی ہیں
تو اسکا دیکھئے انجام کچھ اچھا نہیں ہوتا

مرادیں، منتیں، نذر و نیازیں غیر کے سجدے
تعجب ہے مسلمانوں کا یہ شیوا نہیں ہوتا

معاذ اللہ سارے شرک و بدعت اسمیں ہوتے ہیں
حرام اس ماہ میں کیوں غیر کا سجدہ نہیں ہوتا؟

شہیدِ کربلا کو کوفیوں نے تشنہ لب مارا
"مُحِبّو" اتفق ہے کوئی ان دنوں پیاسا نہیں ہوتا

حسینؓ ابن علیؓ سے ہمکو کیوں اتنی عداوت ہے
کہ ماتم میں بھی انکے ملتوی باجا نہیں ہوتا

نصیحت حضرتِ تاثیر کی بارانِ رحمت ہے
مگر ان پتھروں میں کچھ اثر پیدا نہیں ہوتا

دعوتِ اسلام سلاطین جبابرہ کے نام

(از مولوی ضیاء الدین صاحب ضیاء الہ آبادی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

طلوعِ آفتاب نبوت

اپنے قومی و مذہبی مستقبل کے روشن ستارہ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو برس ربع مسکوں کا گوشہ گوشہ آفتاب ہدایت کی تابانیوں، شراب معرفت کی شیرینیوں وحیِ الٰہی کی حلاوتوں سے محروم رہ کر مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد (حضرت عیسیٰ نے بشارت دی کہ میرے بعد ایک رسول آئیگا جن کا نام احمدؐ ہے) کے صحیح مصداق خاتم کی آمد اور سراجاً منیرا کی بعثت سے سارا عالم بقعۂ نور بنکر ہر قسم کی تشنہ کامی کو سیرابی سے بدل لیتا ہے۔

مکہ اور اطراف مکہ و اقربا کو دعوتِ حق

مگر اس آفتاب رسالت کا فیضان یکایک تمام عالم کیلئے نہیں ہوتا بلکہ وحیِ الٰہی کے حکیمانہ ارشاد وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ) کی حد معینہ سے ابتدا ہوتی ہے۔ کیونکہ فطرت کا تقاضا ہے کہ اگر اہل خاندان، اقربا دائرہ کے سامنے مصلح کی اصلاح اور ہادی کی ہدایت برسر کار آتی ہے تو اس کے قبول وانکار کا اثر خود بخود بیگانوں پہ پڑجاتا ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ اس کی جلوت وخلوت اجتماعی وانفرادی زندگی سے باخبر اور واقف ہوتے ہیں۔ اسی مفہوم کی طرف قرآن کریم نے اپنے معجز نما طرز ادا سے اس طرح اشارہ کیا ہے۔ لقد لبثت فیکم عمرا من قبل (میں نے تمہیں میں مدتوں اپنی زندگی گذاری ہے) علاوہ ازیں صبر آزما تکالیف پر چیں بجبیں تک نہ ہونا ایسے امور نہ تھے جو موثر نہ ہوتے آخرکار عزیزوں، اہل خاندان کو حق کی آواز کے سامنے سرنگوں ہونا ہی پڑا۔ اور کلمہ توحید کی سربلندیوں نے خود بخود ان کے دلوں میں راہ پیدا کرلی۔

اب رسول خدا تنہا نہیں بلکہ حضرت عمر وعثمان، حمزہ وعلی، جعفر وعقیل جیسے ہمنواؤں کے ساتھ موجود ہیں۔ جذبۂ حق کا متلاطم سمندر ہزاروں بند لگانے کے باوجود بھی نہ رک سکا۔ قریش مکہ کے پھونکوں سے حق وصداقت کی شمع نہ بجھ سکی۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا نے مکہ اور اطراف مکہ میں عشق الٰہی کی بنیادیں ایسی استوار کردیں کہ بلال حبشی اور صہیب رومی نے شعلہائے آتش پر لوٹ کر نعرہائے احد احد (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے) سے مشرکین کے خرمن شرک کو سوختہ کرکے شمع توحید کو روشن کردیا۔ اب وحی الٰہی کذٰلک اوحینا الیک قرآناً عربیا لتنذر ام القریٰ ومن حولھا نے دعوت اسلام کی ایک اور کروٹ بدلی ہے یعنی حکم ہو رہا ہے کہ خاندان، قبیلہ، عزیزوں کی تبلیغ کے علاوہ مشعل ہدایت کی روشنی کو مکہ اور اطراف مکہ میں بھی پھیلاؤ۔ تاکہ دعوت حق کی ہمہ گیری کے لئے راہ ہاتھ آئے۔ اس کلام ربانی کے ناطق فیصلہ اور نبی آخر الزماں کی انتہائی قوت عمل کے باعث وہ سب کچھ ہوا جسے عقل سنکر حیران، اور پرواز خیال پریشان ہے۔ یہاں نہ وسائل کی ضرورت ہے نہ نتائج کی تمنا۔ ایک لگن ہے جو کبھی عکاظ کے بازار

میں لیجارہی ہے تو کبھی ذوالمجاز کے مجمع میں، ہر محفل و مجلس کوچہ و بازار، جلوت خلوت میں اعلان حق کی یہ پہلی منزل تھی جس نے ام القریٰ (مکہ والوں) کو خود بخود ذات اقدس کا گرویدہ بنادیا اور صرف چہرۂ مبارک پر نظر پڑتے ہی کہدیتے واللہ ھذا الوجہ لیس بوجہ کذاب - (خدا کی قسم یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہے)۔

دعوت عامہ

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مکہ والوں کے علاوہ کائنات کا ذرہ ذرہ تو اس طرح گمراہی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو۔ ایران کے زیر سایہ مظالم کی کوئی داستان فرد کے لئے نہ چھوڑی گئی ہو۔ رومتہ الکبریٰ میں تثلیث کا زور ہو۔ ہندوستان عناصر پرستی کا آماجگاہ بنا ہوا ہو۔ مگر باران رحمت صرف ام القریٰ اور اس کے اطراف وجوانب ہی کو سیراب کرے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ غور سے سنو! اعلان عام ہے قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے رسولؐ تو دنیا کے ہر متنفس کو سنادے کہ میں تم سب کی طرف خدا کا ایلچی اور پیغامبر بنکر آیا ہوں۔ اسی ارشاد کے مطابق اسوقت جبکہ ہجرت کا چھٹا سال ختم ہو رہا ہے۔ پیغمبر خدا صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہیں اور فدا کاران اسلام سے فرمارہے ہیں مجھے خدا نے تمام عالم کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اسلئے ارادہ ہے کہ خدا کا پیغام امراؤ سلاطین تک بھی پہنچادوں تاکہ خدائی حجت تمام ہو جائے اور دعوت ربانی و پیغام الٰہی سے دنیا کی کوئی جماعت محروم نہ رہے یہ سنکر دربار کا ایک معزز خادم سلمان فارسیؓ جو شاہان عجم کے دستور سے واقف ہے مشورہ دیتا ہے اور عرض پرداز انہ طریقہ سے یوں گویا ہوتا ہے کہ حضور شاہان عجم کسی بلا مہر شدہ تحریر کو دیکھنا تو کجا ہاتھ تک نہیں لگاتے اور قاصد خواہ کچھ کہے کوئی شنوائی نہیں ہوتی ہے۔ یہ سنکر فوراً ارشاد ہوا کہ ایک انگوٹھی کندہ کرائی جائے جس پر محمدؐ رسول اللہ نقش ہو۔ حسب ارشاد انگوٹھی جبشکے ساخت کی تیار کرلی گئی۔

اب چھٹا سال ختم ہوگیا اور ساتویں سن ہجری کی ابتدا ہے۔ حسب معمول آنحضورؐ نے صبح کے وقت صحابہؓ سے حالات دریافت کرنے کے بعد فرمایا بس اب وقت آگیا ہے کہ میں تم کو تبلیغ اسلام کیلئے اکاسرہ وقیاصرہ ودیگر کجکلاہوں کے درباروں میں بھیج دوں۔ دیکھو تمہاری ہستی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے وقف ہونی چاہئے۔ جاؤ خدا کی نصرت و مدد تمہارے ساتھ ہے ملائکۂ مسومین تمہاری معاونت کرینگے دنیاوی شوکت وجلال سے بے خوف ہو کر بے باکانہ بادشاہوں کو پیغام حق سنادو! اس راہ کی تکالیف تمہارے فوز و نجاح کا پیش خیمہ اور اس راہ کے کانٹے تمہارے واسطے گل بداماں کا پیام ہیں تساہل و تعیش پسندی اس مقام پر سخت مضر ہے اس لئے تم اس کے قریب بھی نہ جانا دیکھو حواری عیسیٰ ابن مریم اپنی راحت طلبی کی بدولت کچھ نہ کرسکے اور شریعت عیسوی سوائے چند افراد کے اور کسی کو پیرو نہ بنا سکی یہ فرماکر اسی سال علی الترتیب مندرجہ ذیل سفراء کو سلاطین کے پاس روانہ کیا:۔

سفراء	بجانب	سلاطین
عمرو بن امیہ ضمری	”	نجاشی شاہ حبش
دحیہ کلبی	”	ہرقل قیصر روم

عبداللہ ابن حذافہ سہمی	بجانب	خسرو پرویز کجکلاہ ایران و ہرمزان
حاطب ابن ابی بلتعہ	"	مقوقس عزیز مصر
شجاع ابن دھب الاسدی	"	حارث غسانی گورنر شام
سلیط بن عمر بن عبد سلمی	"	ہوذہ بن علی

ان قاصدان صداقت کے پاس تحریری پیغام حق ہے جس پر مکتوب الیہ کا نام پہلے آداب والقاب کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ نہایت ہی شان سے بسم اللہ لکھکر من محمد عبداللہ ورسولہ الی عظیم ھرقل یا کسریٰ (اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمدؐ کی طرف سے عظیم ہرقل یا کسریٰ کے نام) وغیرہ لکھا ہوا ہے اور پھر سلام ہے قوت وزور سے ڈر کر نہیں بلکہ بشرط اتباع ھدایت پھر آگے چلکر خوشامدانہ مضامین کی ابتدا نہیں کی جاتی۔ بلکہ صاف صاف لکھ دیا جاتا ہے اَسْلِمْ تَسْلَمْ (اسلام قبول کرلو سلامتی سے رہوگے) اسکے علاوہ بھی مقتضائے حال کے مطابق سلاطین کے عقائد و مذاہب کو ملحوظ رکھکر بعض مخصوص جملوں کا اضافہ بھی فرمایا جس میں سے چند مندرج ہیں۔ اور میں آگے چلکر انھیں جملوں پر ایک مفید اور دلچسپ بحث بھی کرونگا۔

یوتك الله الاجر مرتین۔ فان تولیت فعلیك اثم القبط۔ فان تولیت فعلیك اثم المجوس۔ فان ابیت فعلیك اثم الیریسیین۔ یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم۔ اس بحث کو چھوڑیے کہ پرویز تیرہ بخت نے نامہ کو پڑھتے ہی چاک کردیا اور قاصد کی توہین کی۔ بعض سلاطین نے صداقت معلوم کرنے کے بعد بھی اسلام قبول نہ کیا اور دوسروں کے کہنے پر دشمنی کے لئے آمادہ ہوگئے۔ بعض نے قاصد کی تعظیم کی اور نامۂ مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور اس کے ہیبت و رعب سے تخت پر بیٹھنا بھی پسند نہیں کیا ان حالات کا بتانا بہت تفصیل طلب ہے۔

آنحضورؐ کی بے نیازی اور صحابہؓ کی بے باکی

اسوقت میں آپ کی عقل کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ وہ ہستی جس کے پاس نہ مال و متاع ہے نہ حکومت و دولت نہ اُس کے پاس شاہی حشم و خدم ہے نہ دنیوی شوکت و حشمت جو بے سروسامانی کو سامان سمجھکر حکومت دولت کے نشہ سے متنفر ہوکر بے یاری و مددگاری کو صد ہزار یاری و مددگاری تصور کرکے فقط ایک خدا کے بھروسہ پر سلاطین عالم کو دعوت اسلام دیتا اور اُن بادشاہوں کے پاس نعرۂ حق بلند کرتا ہے جس کے پاس روم و فارس جیسی باجبروت طاقتیں ہیں جن کے تمدن پر مشرق مغرب شیفتہ ہے۔ جن کی شان و شکوہ اور درباری رعب و دبدبہ سے حکومتیں اور سلطنتیں بھی ترساں و لرزاں ہیں جن کے درباروں میں بیباکانہ اعلان حق تو کجا نیازمندانہ عرض والتجا کے لئے بھی زبانیں گنگ ہوجایا کرتی ہیں۔ مگر نظر کرو اس مقدس ہستی کے ان سفیروں کی فداکارانہ بے جگری پر اور اعلان حق کے لئے بے باکانہ جرأت و پامردی پر کہ قیصر و کسریٰ کے جن درباروں میں شاہوں کے سفرا حکومتوں کے قاصد ہی نہیں بلکہ خود چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کی زبانیں بھی اظہار مقصد میں خاموش ہوجایا کرتی ہوں انھوں نے کس صداقت مآب دلیری اور حق آفریں

جرأت سے اپنے فریضہ کو انجام دیا نہ قیصر کی شوکت ان کے آڑے آسکی اور نہ کسریٰ کا جاہ وجلال ان کو اس پاک مقصد سے باز رکھ سکا۔ ونیز خدا کا رسول نامہائے مبارک میں عرضمندانہ نیازمندی سے کام نہیں لیتا ہر ہر حرف سے شان استغنا مترشح ہے افتتاحی القاب عجمی دستور خودساختہ قوانین سے خالی ہیں۔ ہاں صاحب عزت کی عزت اور اس کی حرمت کا پاس ضرور ہے۔

یاد کرو اس واقعہ کو جبکہ خسرو پرویز اور اس کے بھائی نیاق کے ناصیہ حکومت پر اسلئے شکنیں پڑجاتی ہیں کہ اس "معمولی" عربی نژاد کو یہ جرأت کیوں پیدا ہوئی کہ اس نے شاہوں کے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہو میں بھی اس کے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہوں اور ایسا ہی کیا لیکن اس کا اثر کیا ہوا؟ اس کے اس غرور ونخوت اور نامۂ مبارک سے نفرت وحقارت نے کیا کیا؟ اس کے لئے زبان وحی ترجمان کے الفاظ جواب دہ ہیں۔ اذا ھلك کسری فلا کسری بعدہٗ یعنی خسرو پرویز کے بعد اس کی حکومت کا یہ کسروانی دبدبہ اور اس کی وہ صولت ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائیگی۔ جس کے غرور میں اس نے یہ گستاخی کی اور فرمایا اے خدا جس طرح اس نے پیغام حق کو چاک کردیا اسی طرح اس کی حکومت کو بھی پارہ پارہ کردے چنانچہ مستقبل نے اس کا جواب دیا اور وہی جواب جو ایک پیغمبر کی پیشگوئی یا دعا کا اثر ہونا چاہیئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ پرویز کی ہلاکت کے بعد کسروانی سطوت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس مقدس ہستی کا پیغمبرانہ شان سے ان امور کے متعلق ارشاد فرمانا اور خدائے قدوس کی طرف سے اس کی تصدیق میں حرف حرف کا پورا ہونا اس کی معجزانہ صداقت اور پیغمبرانہ رفعت پر زندہ شہادت ہے۔

اَسْلِمْ تَسْلَمْ کا مطلب

نامہ ہائے مبارک میں ہر ایک بادشاہ کو آپ نے اَسْلِمْ تَسْلَمْ کی طرف توجہ دلائی کاش وہ یہ سمجھتے کہ دولت اسلام وہ بہترین دولت ہے کہ اگر ہمارے دامن اس سے پُر ہوگئے تو اخروی شادمانی ہی نہیں بلکہ دنیاوی کامرانی بھی ہر وقت استقبال کریگی۔ اس لئے کہ یہ قول کسی فقیر وجوگی کا قول نہ تھا جو بیچارگی ومجبوری کی راہ سے خوشامدانہ لہجہ میں کہا گیا ہو۔ اور نہ یہ ارشاد کسی دنیوی بادشاہ کا تہدیدی حکم تھا کہ بصورت انکار توپ وتفنگ کے نذر کردیا جائیگا بلکہ ان دونوں سے الگ ایک پیغمبر کا ارشاد تھا جو اپنے فیصلہ میں اٹل اور نتیجہ میں نہ مٹنے والا تھا خسرو پرویز کی گستاخی کا جواب کسی مسلمان نے نہیں دیا بلکہ قدرت نے اس کے بیٹے شیرویہ سے قتل کرایا اور خود شیرویہ اپنے کردار کی بدولت عرق مقوی کے شوق میں زہر ہلاہل کی شیشی پی کر جاہ وحشمت کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہہ گیا۔

ہرقل قیصر روم، شاہ یمن سے کسی نے کہا تھا کہ یہ سمجھ لینے کے باوجود کہ آنحضورؐ خدا کے سچے رسولؐ اور پیغمبر ہیں پھر بھی مسلمانوں کی تباہی وبربادی کیلئے گھوڑوں کی نعلبندی اور اپنی قوت کے مظاہرے کریں۔ اور ایک بے پناہ لشکر کو لیکر کلمۂ حق کے مٹانے کی کوشش کی جائے۔ آخر کار زبان وحی ترجمان نے اس کے لئے بھی کہدیا اذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہٗ۔ (جب قیصر ہلاک ہوجائیگا تو پھر کوئی قیصر نہیں ہوگا) کیا نہیں خیال ہے کہ اس وحی الٰہی کا کچھ اثر نہ ہوا ہوگا۔ اور آپ کا یہ قول بیکار ولغو ثابت ہوا۔ نہیں نہیں بلکہ خدا کی جباری وقہاری نے اس سے انتقام لیا اور انتہائی ذلت و

رسوائی کے ساتھ حکومت وسلطنت کا خاتمہ کردیا۔ عزیز مصر نے اسلم تسلم کا پیغام پہنچ جانے کے بعد قیصر روم کے حکم سے ھل من مبارز کی دعوت دی اور مقابلہ کیلئے چڑھ آیا۔ بایں ہمہ چونکہ جنگ وپیکار کی یہ زندگی خود اس کی طبعی خواہش کا نتیجہ نہ تھی بلکہ قیصر کے حکم کی تعمیل تھی اس لئے انجام کار سوچکر مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی تو مسلمانوں کی کریمانہ سخاوت اور منتقمانہ جذبات سے بالاتر ترحم نے سامنے آکر اس کی چند روزہ حیات کو عزت سے گذارنے کا موقعہ دیا۔ تاہم پیغمبرانہ پیشگوئی بَادَ مُلکہ (اس کی حکومت تباہ ہوگی) اپنا اثر کئے بغیر نہ رہ سکی اور وہ اور اسکا خاندان ہمیشہ کیلئے حکومت مصر سے محروم کردیا گیا۔ اب بھی ذرا سوچو کہ آپ کا جامع ارشاد اسلم تسلم پیغمبرانہ پیشگوئی اور معجزانہ پیغام تھا یا کسی نجومی وکاہن کی بکواس' یا کسی بادشاہ کی تہدید جنگ نیز اس مقدس جملہ میں اس حقیقت کا بھی اظہار تھا کہ اسلام دین فطرت ہے اس کی بنیادیں سلامتی وآشتی پر قائم ہیں۔ گویا اسلام امن وسلامتی کا بہترین وثیقہ اور آخری سند ہے اسی لئے اس مذہب وملت کا نام اسلام رکھا گیا ہے۔ پس اے سلاطین! اگر تم نے ایسے مذہب کو قبول کیا تو عالم زیر وبالا کی تمام شانتی تمہارے حصہ میں آجائیگی اور فتنہ وشر کی تمام بنیادیں متزلزل ہوکر مسمار ہوجائینگی۔

نامہائے مبارک میں نبی کریم صلعم کا کسریٰ کو یہ تحریر فرمانا فان تولیت فعلیك اثم المجوس (اگر تم نے اسلام سے اعراض کیا تو تمام مجوسیوں کے اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ بھی تمہارے ذمہ ہوگا) اور قیصر کو تحریر فرمانا فان ابیت فعلیك اثم الیریسیین (اگر تم نے نہ مانا تو تمہارے ماتحتوں کا بوجھ بھی تم پر ہوگا) اور عزیز مصر کو یہ تحریر فرمانا فان ابیت فعلیك اثم القبط (اگر منہ پھیرا تو قبطیوں کی ذمہ داری بھی تمہارے سر ہے) یہ تمام جملے احساس عمل پیدا کرنے والے تھے۔ قانون الٰہی کی اس اہم دفعہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (تم میں کا ہر شخص اپنے ماتحتوں کا نگہبان ہے اس لئے اس سے اُس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا) پر۔ کیونکہ سردار حاکم پیشوا بادشاہ کی زندگی اس کی انفرادی زندگی نہیں اور اس کے عادات واطوار کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود نہیں بلکہ رعایا پر بھی اثر انداز ہوتا ہے جیسا کہ اس حقیقت کو شیخ سعدی نے اس شعر میں واضح فرمایا ہے ؎

بہ نیم بیضہ کہ گر سلطاں ستم روا دارد　+　زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

کسی راعی کا کردار اس کی گفتار اور اس کا نظم ونسق اس کا عدل وانصاف تمام عملہ کیلئے خود بخود احساس عمل کا داعی بنجاتا ہے شاید اسی لئے زبان رسالت نے کلکم راع الخ کہکر تنبیہ کردی ہے۔ مذہبی زندگی میں اسکی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ ایک مقتدر عالم مذہبی رہنما اگر اپنی ذمہ داری کو صحیح طور پر محسوس کرکے اس پر عامل ہوجاتا ہے تو پھر معتقدین کیلئے کسی واعظ وہادی کی ضرورت نہیں ہوتی خود اس کا عمل ہادی اور واعظ بنجاتا ہے اور اگر عمل نہیں تو لاکھوں وعظ کروروں نصائح بھی ان کیلئے مشعل ہدایت نہیں بن سکتے پس یقین کرو کہ خسرو پرویز اور قیصر روم عزیز مصر ہی اپنے طرز عمل سے رعایا کیلئے مشرف باسلام ہونے سے مانع ہوئے اس کے برخلاف نجاشی شاہ حبشہ شاہ یمن کے قبول اسلام کا یہ اثر ہوا کہ تمام رعایا بطیب خاطر یدخلون فی دین اللہ افواجا (اللہ کے دین میں جماعت جماعت داخل ہورہے ہیں۔ مصداق بن گئی۔

پیغامات میں سلاطین اہل کتاب ہی کیلئے یہ امتیاز رکھا گیا تھا اسلم تسلم کے بعد یوتک اللہ الاجرمرتین لکھا گیا۔ جو اہل کتاب کیلئے اس بات کی بشارت ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول کرلیا تو دوہرا اجر ملیگا۔ اس میں شک نہیں کہ انسان جسوقت اپنی گردن میں مذہبی قلاوہ ڈال لیتا ہے اور پھر اس میں راسخ ہوجاتا ہے تو اس سے آزادی اور گلو خلاصی کے برخلاف ہروقت برسرپیکار رہتا ہے جان و مال قربان کرسکتا ہے لیکن کیا مجال کہ مذہب چھوڑ کر اس کی خود اختراعی متخیلہ حلاوتوں سے محروم ہوجائے۔ اسی لئے آنحضورؐ نے اسلام کی دعوت کے وقت اس فطری قانون کا بھی لحاظ رکھا ہے اور واضح کردیا کہ اے اہل کتاب یہ خیال نہ کرنا کہ اگر ہم اس دین پر ایمان لائے تو عیسوی و موسوی دین سے متعلق تمام زندگی بالکل رائیگاں چلی جائے گی جس کے ضائع کرنے کیلئے تم ایک لمحہ بھی تیار نہیں۔ سنو! جسطرح وہ خدا کے سچے رسول اور پیشوا تھے۔ اسی طرح میں ہوں فرق صرف اسقدر ہے کہ میں خدا کا آخری پیغام لیکر آیا ہوں۔ میرا دین ناسخ ادیان ہے پس تم حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے ساتھ ہی مجھکو خدا کا پیغمبر اور آخری رسول مان لو تو تمہارے لئے اس کا دوہرا اجر ہے اور خدا کی بے نہایت و لامحدود رحمت کی آغوش میں آجاؤ گے۔

رسول خدا نے آیۃ کریمہ قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم کو بھی سلاطین اہل کتاب کے خطوط میں لکھوایا اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے تھا اس لئے کہ خدا کی تمام سچی کتابیں شرک سے بیزاری توحید سے محبت و اعتقاد صحیحہ کی معلم تھیں تو ان جماعتوں کو جو کہ ان کتب سماوی پر ایمان رکھتی تھیں اس کلمہ توحید کی یاددہانی ضروری اور سواء بیننا و بینکم کہکر ان کو ملزم قرار دینا بجا اور درست تھا تاکہ وہ سمجھ لیں کہ مسئلہ تثلیث کتب سماوی کی تعلیم نہیں بلکہ رہبان و بطاریق کا مخترع و نوپیدا مسئلہ ہے اس آیۃ کی ضرورت شاہان مجوس کیلئے بالکل نہ تھی کیونکہ جب ابتدائی بنیاد اور پہلی اینٹ ارباب متفرقون پر قائم ہے تو ان کیلئے اسی قدر کافی تھا کہ اسلم تسلم کہکر سلامتی و شانتی کا پیغام سنایا جائے اور کچھ نہیں۔

پس اے مبلغ اسلام! داعی حق و صداقت اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آواز دلنشین ہو اور سویدائے قلب میں اتر جائے تو عرضمندانہ طریق کو چھوڑ کر بے باکی و بے نیازی پیدا کر اور دنیاوی جباری و قہاری کو پیروں سے ٹھوکر لگاتا ہوا حل اور فطرت کے قوانین کو نبی اکرمؐ کی طرح نہایت حکمت اور دانائی کے ساتھ پہنچا۔ اقبال مرحوم نے مرد مسلمان کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ہمسایۂ جبریل امیں بندۂ خاکی — ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

روح اخبار

—— حکومت یوپی کے گشتی ہسپتال کی اسکیم کو تین سرمایہ داروں سے امداد پہنچی ہے جنھوں نے ایک ایک مولا ٹر لاری حکومت کو دی ہے حکومت کا منشاء یہ ہے کہ صوبے کے تمام ۴۸ ضلعوں کے دیہاتی علاقوں میں گشتی ہسپتال قائم کئے جائیں لیکن اس اسکیم کا فوری تجربہ ۱۲ ضلعوں میں کیا جائیگا۔ ایک موٹر لاری تو دیہاتی علاقوں میں کام کرنے لگی ہے۔ حکومت جلدہی دو موٹر لاریاں خریدیگی۔ ایک موٹر کمپنی نے یہ وعدہ کیا ہے کہ اس سے اگر ایک موٹر لاری خریدی جائے تو وہ دوسری موٹر لاری مفت دیگی۔ (تیج)۔

—— مصر کی آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ امسال مصری پارلیمنٹ کے ارکان اور وزراء وامراء کثیر تعداد میں فریضہ حج کی ادائیگی سے مشرف ہوں گے۔ خیال ہے کہ امسال مصر سے حج کو جانیوالوں کی تعداد جن کی اطلاع حکومت مصر تک پہنچائی گئی ہے بارہ ہزار سے بھی متجاوز ہوجائے گی (زمیندار)

—— مین پوری اور ایٹہ کے ضلعوں میں نشہ بندی کی اسکیم کو جو کامیابی ہوئی اس سے حکومت یوپی کا حوصلہ بڑھ گیا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ آئندہ مالی سال سے جو اپریل کے مہینے سے شروع ہوتا ہے بجنور اور بدایوں کے ضلعوں میں بھی نشہ بندی کی اسکیم جاری کی جائیگی۔ (تیج)

—— پشاور۔ ار جنوری بنگال کا ایک نوجوان ڈیڑھ ہزار میل سائیکل پر سفر کرنے کے بعد یہاں پہنچا ہے۔ وہ گذشتہ ستمبر میں کلکتہ سے روانہ ہوا تھا۔ اور اب تک بہار۔ یوپی۔ اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کو دیکھ چکا ہے۔ ابھی وہ بیس ماہ اور سیاحت کریگا۔ اور اسوقت تک دس ہزار میل سفر طے کر چکا ہوگا۔ کل صبح وہ کراچی روانہ ہوگا اور وہاں سے بمبئی میں کشمیر روانہ ہوجائیگا (احسان)

—— نئے سال کے آغاز پر جبکہ لندن میں باحیثیت لوگ خوشی خوشی بازاروں میں سامان خریدتے پھر رہے تھے یہ ایک عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا کہ تقریباً ایک سو بیکار سڑک پر صف باندھکر لیٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں کام دو یا روٹی دو، ہمیں جاڑے کے موسم کی امداد دو۔ پولیس والوں نے ان لوگوں کو اٹھا اٹھا کر سڑک کے کنارے کرنا شروع کردیا۔ لیکن جب ایک جتھا اٹھایا جاتا تو دوسرا جتھا لیٹ جاتا تھا۔ (تیج)

—— اعلیحضرت تاجدار دکن نے بنارس ہندو یونیورسٹی کیلئے ایک لاکھ روپیہ کا عطیہ منظور فرمایا ہے (زمیندار)

—— جمہوریہ ترکیہ نے ایک قانون منظور کیا ہے جس کی رو سے کمال پاشا مرحوم کا نام ہمیشہ ایوان کی حاضری کے رجسٹر میں موجود رہیگا۔ اور جب رجسٹر سے ان کا نام پکارا جائیگا تو جواب میں عصمت پاشا "حاضر ہوں" بولا کرینگے (زمیندار)

—— ہندو مہاسبھا کے صدر مسٹر ساورکر نے پندرہ ارکان کی ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو حیدر آباد میں تحریک سول نافرمانی چلانے کی تدابیر سوچے گی۔ (احسان)

—— سندھ میں عرصہ سے جو مصنوعی حج کا زبردست میلہ ہوتا تھا اسکو اب حکومت نے قانوناً ممنوع قرار دیدیا ہے۔ (تیج)

جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

مارچ ۳۹

REGD. NO. L. 3204.

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم بذریعہ منی آڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے وی پی نہیں بھیجا جائیگا

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہوتے ہیں۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنیپر واپس کئے جائینگے۔

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائینگے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۶	ماہ مارچ ۱۹۳۹ء مطابق ماہ محرم ۱۳۵۸ھ	نمبر ۱۱

خوش قسمت طلبائے رحمانیہ کی عید قرباں

(ایک فرزند رحمانیہ کے قلم سے)

مدارس عربیہ کے عام دستور کے مطابق "دارالحدیث رحمانیہ دہلی" میں بھی سالانہ امتحان کے بعد تقریباً دو مہینے (شعبان ورمضان) کی تعطیل ہوجاتی ہے۔ اور ہم اپنے اپنے وطن چلے جاتے ہیں۔ اسلئے ہم میں سے اکثر کی پہلی عید (عید الفطر) تو قدرتاً اپنے ہی اہل وعیال، اعزہ واحباب کے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن ایام تعطیل ختم ہونے کے بعد جب ہم پھر اپنے علمی وطن (دہلی) اور روحانی گہوارہ (رحمانیہ) میں واپس آجاتے ہیں۔ اور کم وبیش مسلسل دو مہینے تک دماغی محنت (تعلیم وتعلم) میں مشغول رہنے کے باعث جب فطرتاً طبیعت کچھ اکتا سی جاتی ہے، اور دل وہ پھر وہی فرصت کے رات دن ڈھونڈنے لگتا ہے، تو دوسری عید (عید الضحیٰ) کی مسرت انگیزیاں ہمارا استقبال کرتی ہیں۔ گو ہلال عید دیکھکر وطن سے دوری، اور احباب کی مہجوری کا خیال آتے ہی یکبار زبان سے یہ نکل ہی جاتا ہے ع ہم مسافر ہیں ہماری عید کیا۔

لیکن اللہ کا شکر اور صد ہزار شکر کہ "رفقائے رحمانیہ" کی زندہ دلی، اور مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی کرم گسترانہ دلنوازیاں ان خیالات کو یکسر محو کردیا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی جب عید قرباں کی آمد آمد ہوئی تو اراکین انجمن کے دلوں میں "جمعیۃ الخطابہ" کا ایک اہم بالشان خصوصی اجلاس منعقد کرنے کا ولولہ پیدا ہوا۔ زور وشور کے ساتھ تیاریاں شروع ہوئیں۔ مضامین منتخب ہوئے، اور پھر گلہائے رنگا رنگ سے مُنقّش ومُصوّر، نہایت دلفریب ودیدہ زیب پروگرام پر جلوہ آرا ہوکر منصّہ شہود پر آئے۔ عربی واردو مقررین کے اسماء گرامی کے علاوہ "شعرائے کرام" کی بھی ایک طویل فہرست تھی۔ مورخہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۳۹ء بروز جمعرات کو صبح ۷ ½ بجے سے یہ شاندار اجلاس شروع ہوا اور تقریباً ۱۲ بجے تک جاری رہا۔ حضرت خلیل وذبیح علیہما السلام کی سنت وسیرت کے مختلف بصیرت افروز پہلوؤں پر عبرت خیز اور ولولہ انگیز تقریریں ہوئیں اور نظمیں پڑھی گئیں۔ اخیر میں جناب صدر نے تمام کامیاب مقررین اور شعراء مدرسہ

کی ہمت افزائی کرتے ہوئے مدرسہ کی طرف سے مختلف قسم کے انعامات تقسیم کئے اور دعائے خیر و برکت کے ساتھ یہ اجلاس برخاست ہوا۔

ادھر طلبہ و مدرسین اپنی اپنی فکر و ہمت، وسعت و ذوق کے مطابق عید کا استقبال کر رہے تھے، اور اُدھر عالیجناب محترم جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ کی طرف سے بھی ان کی عزت افزائی اور قدر شناسی کے مظاہرے شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے آپ نے مدرسہ کے جمیع اساتذہ کرام کیلئے ان کی پسند کے مطابق بیش قیمت اونی کپڑوں کی شیروانیاں سلوائیں۔ اور پھر طالب علموں میں سے جن جن کے پاس عید کے مناسب کپڑے نہیں تھے ان کیلئے بھی نئے نئے جوڑے بنوائے۔ ظاہری ساز و سامان سے مطمئن ہو کر ہم سب دسویں تاریخ کا خوشی خوشی انتظار کر رہے تھے، کہ مہتمم صاحب نے ایک روز پہلے ہی نماز عید کے بعد اپنی کوٹھی پر آنے کی دعوت دیکر غریب پردیسیوں کی رگوں میں مسرت و شادمانی کی ایک لہر دوڑا دی۔ علی الصباح سب نہا دھو کر فارغ ہوئے، اور تمام مدرسین و طلبہ اکٹھے ہو کر دو دو آدمیوں کی صف بندی کے ساتھ ایک لمبی قطار میں بلند آواز سے تکبیریں پکارتے ہوئے میدان عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے طلبہ کی یہ صف بندی مسلمانوں کی حسین مجاہدانہ زندگی کا ایک دھندلا سا نقش پیش کر رہی تھی اُسے سوچکر ایک آہ سرد کے ساتھ زبان سے نکلا

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام

تقریباً آٹھ بجے اس سبزہ زار میں پہنچے جہاں دہلی کے تمام اہلحدیثوں کا نماز عید کیلئے اجتماع تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد یادگار سلف جناب مولانا نواب ضمیر الدین احمد صاحب زید مجدہ کو امامت کیلئے مصلے پر لایا گیا۔ نماز کے بعد آپ نے ایک مختصر مگر مؤثر وعظ بیان فرمایا، جو مناسب حال نصائح و ہدایات پر مشتمل تھا۔ یہاں سے فراغت کے بعد ہم سب پھر اُسی صف بندی کے ساتھ مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی اس عالیشان کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے، جو شہر سے بہت دور ایک پر فضا میدان میں، نہایت خوبصورت باغیچہ کے درمیان بنی ہوئی ہے وہاں پہنچے تو عالی قدر محترم جناب مہتمم صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی محترم جناب شیخ حبیب الرحمن صاحب میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ پہلے سے موجود تھے۔ دونوں نے ہمارا پُر جوش استقبال کیا۔ کوٹھی کے احاطے ہی میں پھولوں کی حسین کیاریوں کے درمیان، سبز مخملی گھاسوں کے نرم و نازک قدرتی گدّوں پر دریاں اور چاندنیاں بچھوا دی گئیں، اور قریب ہی ایک طرف استادوں کیلئے چند کرسیاں بھی لگوا دی گئی تھیں۔ سب لوگ حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ ملازمین طشت کے طشت مٹھائیوں اور کھجوریوں سے بھرے ہوئے لئے چلے آرہے ہیں۔ سب نے خوب سیر ہو کر ناشتہ کیا۔ اُدھر دنبے ذبح ہو چکے تھے اور کھانا تیار ہو رہا تھا۔ ادھر لڑکوں نے شعر و شاعری کا تفریحی مشغلہ شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں مہتمم صاحب نقد روپیوں سے بھری ہوئی جھولی لیکر مجمع میں تشریف لائے، اور تمام طلبہ و ملازمین مدرسہ کو ایک ایک روپیہ "عیدی" سے نوازا۔ سردی کی وجہ سے ابتک سب لوگ دھوپ ہی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن جب ذرا دھوپ تیز ہوئی تو آپ نے باہر چھتریاں لگوا دیں۔ اور کوٹھی کا ایک خاص کمرہ بھی کھلوا دیا۔ کچھ لڑکے اٹھکر کمرے میں چلے گئے۔ وہاں کا ساز و سامان، بیش قیمت غالیچے، مرصع اور مزین مخملی گدّوں کی آرام کرسیاں وغیرہ آنکھوں میں ایسی چکا چوند پیدا کر رہی تھیں کہ دیکھنے والے حیرت میں تھے۔ اور کیوں نہ ہوں؟ جبکہ ہم میں بہت سے تو ایسے تھے کہ جن کو ایسے غالیچوں اور کرسیوں پر بیٹھنا تو کجا، دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔

لیکن مدرسہ رحمانیہ کے عالی حوصلہ مہتمم کی عزت افزائیوں کی بدولت وہ آج ان کرسیوں پر اس طرح ڈٹے ہوئے تھے کہ گویا انھیں کی ملکیت ہیں۔

۱۲ بجے کے قریب کھانے کیلئے بیٹھے، قیمتی دنبوں کے گوشت، باقرخانیاں اور کھیر کھا کر لڑکے تو وہیں بیٹھ گئے اسلئے کہ وہاں کی دلچسپیاں چھوڑ کر کہیں جانے کا ان کا دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اساتذہ کی خواہش پر مہتمم صاحب نے ان کو نہایت احترام کے ساتھ اپنی خاص کار کے ذریعہ مدرسہ پہنچوا دیا۔

الغرض متعلقین رحمانیہ نے اس پانچ روز کی تعطیل کو بڑی لطف اندوزیوں اور تفریحوں میں گذارا ہے، اسلئے یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں کہ ان آسائشوں کے ماحول میں ہمیں وطن کی یاد ہرگز نہیں ستاتی۔ اور یہ سب کچھ اُس مرحوم مہتمم نور اللہ مرقدہٗ کے خلوص کا نتیجہ ہے جو گو آج ہم میں نہیں، لیکن ان کے لائق فرزندوں کی بدولت آج بھی ان کا روحانی فیض یوں ہی جاری ہے جیسا وہ چھوڑ کر گئے تھے ؎

اگرچہ میکدہ سے اُٹھ کے چل دیا ساقی ÷ وہ مے، وہ خم، وہ صراحی، وہ جام باقی ہے

حالتِ قوم

الٰہی قوم مسلم کی نہایت خستہ حالت ہے　　کہ محوِ رنج وغم ہے مبتلائے درد و آفت ہے
نہ وہ اگلی محبت ہے نہ وہ اگلی مروّت ہے　　حسد ہے دشمنی ہے رشک ہے بغض وعداوت ہے
نہ وہ اگلی دلیری ہے نہ وہ اگلی شجاعت ہے　　نہ ہمت ہے نہ جرأت ہے نہ طاقت ہے نہ قوت ہے
جو ہیں دو بھائی تو ہے ایک کا اک دشمنِ جانی　　نہ آپس میں محبت ہے نہ باہم رابطِ الفت ہے
شریکِ درد و غم کوئی نہیں ہے اپنا دنیا میں　　الٰہی بے کسوں پر کس قدر رنج ومصیبت ہے
سنائیں کس کو افسانہ غم و آلام کا اپنے　　طبیعت میں مسلمانوں کی کب جوشِ حمیت ہے
بری حالت کا اپنی قوم کی یا رو ہمیں ہر دم　　الم ہے رنج ہے اندوہ ہے غم ہے مصیبت ہے
مسلمانو! تواریخ سلف تو غور سے دیکھو　　نہ اگلا دبدبہ اپنا نہ اگلی شان وشوکت ہے
ترقی کر رہی ہیں اور قومیں علم وحکمت میں　　ہماری قوم لیکن مبتلائے خواب غفلت ہے
الٰہی خواب غفلت سے جگادے قوم مسلم کو　　نہ مصروف عبادت ہے نہ پابندِ شریعت ہے
پہنچ جائے الٰہی قوم معراج ترقی پر　　تنزل ہی تنزل ہے کہاں وہ اوج ورفعت ہے

الٰہی قوم کا اپنی جہاں میں بول بالا ہو
یہی دلشاد کا ارماں یہی بس اس کی حسرت ہے

(از دلشاد صاحب بلہاری)

یتیم کی جیت

(از جناب مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی ایڈیٹر صدق لکھنو)

جو زور والے تھے ان کا زور توڑنے کیلئے، جو گھمنڈ والے تھے، انھیں نیچا دکھانے کے لئے، جو حکمت اور حکومت والے تھے ان میں عبدیت کی شکستگی پیدا کرنے کیلئے، اور سب سے بڑھکر اپنی بے مثالی کا نمونہ دکھانے کیلئے، انتخاب اُس کا کیا جاتا ہے، جو نہ زر رکھتا ہے نہ زور۔ نہ اسکے جلو میں سوار اور پیادے ہیں، اور نہ اس کی بغل میں علوم و فنون کی پوتھیاں! ایک بے یار و مددگار یتیم بچہ جس کی ولادت سے قبل ہی اس کے باپ کو اٹھا لیا جاتا ہے، عرب کی سرزمین پر نمودار ہوتا ہے، اور اسے حکم ملتا ہے کہ اپنے خاندان اور اپنے قبیلہ ہی کی نہیں، سارے ملک کی بھی نہیں، سارے عالم کی اصلاح پر کمربستہ ہو جائے! عقلیں حیران، دماغ متحیر! جنھیں اپنی تہذیب و شایستگی پر ناز تھا، انھوں نے قہقہے لگائے، جنھیں خطابت و سحر بیانی کا دعوی تھا، انھوں نے تالیاں بجائیں جنھیں آجکل کی برہنہ تصویروں اور نیم برہنہ صورتوں کی طرح اپنی برہنہ شاعری پر فخر تھا، انھوں نے آوازے کسے، مال اور جتھے والوں کے تیور پر بل پڑے، اور جو زور و قوت والے تھے وہ تن تن کر، اور اکڑ اکڑ کر میدان میں نکل آئے۔

مقابلہ زور اور ضعف کے درمیان تھا ——— جسے دنیا زور اور قوت سے تعبیر کرتی ہے۔ اور جسے دنیا ضعف و ناتوانی کہکر پکارتی ہے ——— ایک طرف سامان کی فراوانی، دوسری طرف بے سروسامانی۔ ادھر معاہدہ اور سازشیں اُدھر تنہائی کی عبادتیں، یہاں ریاست و سرداری وہاں فاقہ و ناداری، اس طرف جاہ و تجمل، اس طرف فقر و توکل۔ جو اکیلا اور دنیا کی نظروں میں بے یار و یاور تھا، اُس پر خوب جی بھر کے ٹھٹھے لگائے گئے، اور جو شان کے اونچے اور جتھے والے تھے، انھوں نے پکار پکار کر کہا، کہ ذرا سننا اور دیکھنا، اس تخیل کو دیکھنا، کہ جسے جھونپڑا بھی نصیب نہیں، وہ محلوں کے خواب دیکھ رہا ہے، اور جو اپنی بے بسی اور بیکسی کے دور کرنے پر قادر نہیں، وہ دنیا کو راہِ ہدایت دکھانے کا دعوی، اور خلق کو جادۂ اصلاح پر لانے کا حوصلہ کر رہا ہے! ——— یہ سب کرشمے وہ دکھاتا رہا، جس نے نمرود کا بھیجا ایک مچھر کے ذریعہ سے پاش پاش کر دیا تھا، جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی خوراک بنا دیا تھا اور جو آج بھی لارڈ کچنر اور لارڈ ٹامسن[۱] کو دم کے دم میں ڈبوتا اور جلاتا اور زار روس اور زارینہ کو آن کی آن میں مارتا اور ہلاک کرتا رہتا ہے!

قدرت اور حکمت کا تازہ ظہور یوں ہوتا ہے، کہ خدائے واحد کے اس اکیلے پرستار کا اکلوتا اور لاڈلا بچہ اس کی آنکھوں کے سامنے جان دیتا ہے۔ اور جو دشمن کی بھی تکلیف دیکھ کر تڑپ جاتا تھا، اسکا ننھا اور معصوم لخت جگر اُسی کے آغوش میں دم توڑ کر رہتا ہے۔ اللہ اللہ! کیا شانِ بے نیازی اور جلوۂ حکمت آرائی ہے کہ باغیوں اور سرکشوں کی اولاد، اور اولاد در اولاد پھل پھول رہی ہے، اور جو اپنے رب کا نام جپنے والا ہے، اُسے اس نعمت سے بھی محروم کیا جا رہا ہے! اس کے پاس نہ دولت تھی نہ حکومت نہ اس کی کوئی بڑی پارٹی تھی، نہ اس کے معتقدین کا کوئی وسیع حلقہ[۲]۔ ہر طرف سے مخالفت کا ہجوم ہر سعی و اصلاح میں ناکامی، ہر دعوتِ حق میں بے اثری، غرض ہر دنیوی نعمت سے محرومی چشم ظاہر کو پہلے ہی سے نظر آ رہی تھی،

۱؎ برطانیہ کے مشہور فضائی ... ۱۹۳۱ء ... [illegible]

لے دیکھے یہ جو آخری نعمت تھی، اب یہ بھی چھن کر رہ گئی! دنیا ایسے مواقع پر کیا رائے قائم کرتی؟ اس نے وہی رائے قائم کی، جو اندھوں اور بے صبروں نے ہمیشہ قائم کی ہے۔ وہ ہنسی، وہ مسکرائی، وہ خوشی سے اُچھلی اور کودی۔ عاص بن وائل[1] منکروں کا ایک سردار اور ناہنجاروں کا ایک پیشوا تھا، اس نے چمک چمک کر اور مٹک مٹک کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "لو چلو چھٹی ہوگئی محمد کی نسل ختم ہوگئی۔ اور آگے نہ اس کے کام کو چلانے والا کوئی باقی رہا نہ اس کے نام کا لینے والا۔ دیکھا، ہمارے دیوتاؤں سے بے ادبی کرنے کا انجام"

غیرتِ حق نے اِس طعن کو سُنا، اور اب اُس میں حرکت ہوئی۔ آواز آتی ہے کہ یہ بے خبر اور بے بصر، یہ غافل اور جاہل تیرے اوپر طعنہ زن ہیں۔ ان بدبختوں کو کیا خبر کہ ہم نے تجھے خیر کثیر دے رکھی ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بھلائیوں کے خزانے کے خزانے تجھے عطا کر رکھے ہیں۔ ساری اچھائیوں، ساری خوبیوں، ساری محبوبیوں کا مالک تجھے بنا رکھا ہے۔ تیرے لئے کس چیز کی کمی ہوسکتی ہے، دنیا میں بھی اور عقبیٰ میں بھی؟ جسے دینے والے ہم ہوں اُسکی دولتمندی کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔ جسے بخشنے والے ہم ہوں اس کی نعمت اندوزیاں کس کے شمار میں آسکتی ہیں؟ جس پر ہم مہربان —— ہوں اُسکے جاہ و جلال، اس کے عز و کمال، اس کے حُسن و جمال، اس کے مال و منال اور اس کے اوج و اقبال کا احاطہ کرنا، کس کے بس کی بات ہے؟

دینے والا تو یہ ہوا، اور دیا کیا گیا؟ بہت اور بہت ہی بہت "کوثر" اس —— کی تشریح کون کرے، اور کن الفاظ سے کرے؟ اربابِ شرح و تفسیر میں سے سب نے اپنے اپنے مذاق کی پیروی کی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کوثر سے مراد، جنت کی نہر کوثر اور محشر کا حوض کوثر ہے۔ اور کسی نے لکھا ہے کہ دوسرے انبیاء پر جو فضیلت و سربلندی دی گئی ہے، وہ اس سے مراد ہے۔ بیشک یہ سب کچھ مراد ہوگا، لیکن لفظ مفہوم کی وسعت کو محدود کیوں کیجئے، اور کیوں نہ اُسے انھیں فراخیوں اور پہنائیوں کا حامل رہنے دیجئے جو بخشنے والے اور عطا کرنیوالے کی شان یکتائی کے شایاں ہیں! اللہ اکبر! جن نعمتوں اور جن بخششوں کو وہ بے کران اور بے اندازہ بخشنے والا، خود "بہت" اور "بہت ہی بہت" فرمائے۔ ان کے رقبے کی پیمائش کیلئے انسان بیچارہ کوئی پیمانہ کہاں سے لائے؟ اہل لغت نے بہت ہاتھ پیر مارے، کوثر کی شرح مختلف عنوان اور متعدد پیرایوں سے کی، بالآخر یہی کہتے بنا کہ . . . . وَمَا لَا يُحْصٰى مِنَ الْخَيْرِ[2]۔ وہ ان سب بھلائیوں پر شامل ہے جو شمار میں بھی نہیں آسکتیں۔ اب مرادِ کلام واضح اور مفہوم متکلم ظاہر ہے یہ خبیث طعنہ زن ہیں کہ تیری نسل ختم ہورہی ہے اور تیرا سلسلہ منقطع ہورہا ہے! تیری نسل بھلا کبھی ختم ہونیوالی اور تیرا سلسلہ کبھی بھی قطع ہونے والا ہے؟ یہ بدباطن دیکھنے کو زندہ نہ رہیں گے، لیکن ان کے جانشین دیکھیں گے کہ تیری نسل قائم اور تیرا سلسلہ دائم ہے! بادشاہتیں بنیں گی اور بگڑینگی۔ حکومتیں قائم ہوں گی اور مٹیں گی، شہر بسیں گے اور اجڑیں گے قومیں اُبھریں گی اور فنا ہونگی۔ لیکن تیرا نام زندہ اور تیرا کام پائندہ۔ قیامت تک قائم، اور قیامت کے بعد بھی قائم۔ دنیا میں تیرے نام کی وہ عزت ہوگی، جو نہ آج تک کسی بندہ کی ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔ اونچے اونچے میناروں سے تیرا نام، ہمارے نام کے ساتھ

---

[1] قال ابن عباس و مجاهد و سعید بن جبیر و قتادہ نزلت فی العاص بن وائل (ابن کثیر) منہ

[2] صاحب لسان العرب نے بہت سے معانی دیکر آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے اور مفرط الکثرۃ تو [illegible] نے لکھا ہے۔ منہ

پکارا جائیگا! دشت وجبل، صحرا ودریا، بحرو بر، شہروں اور دیہاتوں، آبادیوں اور ویرانوں، سمندروں اور پہاڑوں، وادیوں اور گھاٹیوں میں تیرے نام کی منادی ہوگی، حجاز وعراق، یمن وشام، حبش ومصر، ایران وطہران، بخارا وہندوستان، چین وجاپان، روس وافغانستان، جرمنی وانگلستان، فرانس وامریکہ دنیا کا گوشہ گوشہ، اور ساری وسیع زمین کا چپہ چپہ تیرے نام کی پکار سے گونجے گا، ذرہ ذرہ تیرے کام کی عظمت کی گواہی دیگا، اور تیرا نام اُن اُن کانوں تک پہنچے گا جو تیرے سوا، دوسرے ہادی کے نام سے ناآشنا ہوں گے! آج تو ان کور بصروں کی نگاہ میں حقیر ہے، کل تو ہی بلند کیا جائیگا، کل تیری ہی عزت ہوگی، اور اسوقت ہوگی جب سب کی عزتیں پامال اور سب کی شہرتیں خاک میں مل چکی ہوں گی۔ جو اپنی شامت سے تجھے مانیں گے نہیں وہ بھی کم ازکم تجھے جان ضرور لیں گے۔ اور تیری صلبی اولاد کے بدلے ہم تیری معنوی اولاد کروڑوں اور اربوں کی تعداد میں اور اس سے بھی کہیں بڑھکر انسان کے شمار واعداد میں نہ سما سکنے والی تعداد میں قیامت تک ایسی پیدا کردیں گے جو تجھے اپنے والدین سے کہیں بڑھکر عزیز ومحبوب مکرم ومحترم رکھے گی، جو اپنی نجات تیری رضا جوئی پر موقوف سمجھے گی، جسکے ورد زبان اٹھتے بیٹھتے تیرا ہی نام اور تیرا ہی کلمہ رہے گا۔ تیرے نام پر بے گنتی اور بے شمار درود پڑھا جائیگا اور تیرے نام کی تسبیحیں صبح وشام دوپہر اور سہ پہر، آدھی رات کو اور پچھلے پہر، دن اور رات کے ہر حصہ میں پڑھی جاتی رہیں گی! تیرے نام کا وہ ادب اور وہ احترام[1] ہوگا جو کسی لڑکے نے اپنے باپ کا نہ آج تک کیا، نہ آئندہ کریگا۔ ہم نے بہتوں کو عزتیں بخشیں ہیں، بہتوں کے مرتبے بلند کئے ہیں، بہتوں کو سرداریاں عطا کی ہیں لیکن جو مرتبہ تجھے عطا ہوا ہے وہ بس تیرے ہی لئے مخصوص ہے۔

تیرے منہ سے نکلے ہوئے بول ایک ایک کرکے جمع کئے جائیں گے، اور اس شغف واہتمام، تحقیق واستناد کے ساتھ جمع کئے جائیں گے کہ ان کی نظیر دنیا کی کوئی تاریخ، کوئی تذکرہ، کوئی ملفوظ، کوئی سوانحعمری نہ پیش کرسکیگی۔ تیری سیرت اور تیری تاریخ اس تفصیل وجامعیت کے ساتھ دنیا کے حافظہ میں محفوظ رکھی جائے گی، جس کی مثال نہ کسی بادشاہ کشورکشا کی سیرت میں ملیگی، نہ کسی نبی وولی کے تذکرے میں۔ تیرے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے ہنسنے، سونے جاگنے، کھانے پینے، سب کا ایک ایک جزئیہ محفوظ رکھا جائے گا۔ کروڑہا کروڑ، اور اربہا ارب، بندے اپنی نجات تیرے ہی نقش قدم پر چلنے سے وابستہ سمجھیں گے۔ بیسیوں اور سینکڑوں کتابیں تیرے ملفوظات اور تیرے معمولات پر تالیف کی جائینگی، اور ہزارہا ہزار ان کی شرحیں تیار ہونگی اور خود تیری ذات تو بڑی چیز ہے، جنھوں نے تجھے کبھی دیکھا، بلکہ جنھوں نے تیرے دیکھنے والوں کو دیکھا انھیں بھی زندہ رکھا جائیگا، انھیں بھی ممتاز وسربلند کیا جائیگا۔ ان کی سیرتیں بھی تاریخ کے نگارخانے میں من وعن محفوظ رکھی جائیں گی۔ دنیا بڑے سے بڑے فلسفیوں کو، بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھول جائیگی، لیکن نہ بھول سکے گی تو اُس ان پڑھ اور فاقہ مست بدوی کو جس کی خصوصیت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ تیرے دیدار جمال سے مشرف ہوا ہے! دارا وسکندر، چنگیز وجولیس سیزر، نپولین ومسولینی، جالینوس وبقراط، فیثا غورث وسقراط، ارسطو وافلاطون۔ نیوٹن واسپنسر اپنے علم وعمل کے بڑے بڑے کارنامے اپنی دانش پژوہیوں اور اپنی فتحمندیوں کی بڑی بڑی یادگاریں اپنے نزدیک دنیا کے لئے چھوڑ کر جائیں گے، ان سب کی یاد رفتہ رفتہ بھلادی جائے گی، یہ سارے نقش دیکھتے دیکھتے ماند پڑجائیں گے اور لوح دہر پر نقش قائم رکھا جائیگا تو تیرا اور تیرے غلاموں کا، اور تیرے غلاموں کے غلاموں کا!

[1] ادب احترام وہی ہے جو ممدوح کے شایان شان ہو۔ مثلاً یہ کہ رسول کو رسول کہکر پکارا جائے [illegible]

تو اَن پڑھ ہے اور حروف و کتاب سے نا آشنا، لیکن تیری عظمت کی گواہی دینے والے وہ ہونگے جنھیں ناز اپنے علم و فضل پر اور دعویٰ اپنے کمال فن کا ہوگا، کچھ لوگ تیرے اقوال و ملفوظات کی جمع و تحقیق اور ان کی شرح و تفسیر میں اپنی اپنی عمر بسر کردینگے اور بخاریؒ و مسلمؒ ابن حجرؒ و ابن جوزیؒ کی طرح محدثین کے گروہ میں محشور ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھیں گے ایک گروہ تیرے بتائے ہوئے احکام کی جانچ پڑتال، اور ان سے استنباطِ جزئیات کی خاطر اپنی زندگی وقف کردیگا اور ابوحنیفہؒ و شافعیؒ، مالکؒ و ابویوسفؒ، نخعیؒ و مزنیؒ کے مثل افتار و تفقہ کو اپنے لئے باعثِ سعادت خیال کریگا، ایک جماعت، تیری باطنی تعلیمات کی دلدادہ ہوکر راہ سلوک و مجاہدہ میں پڑجائیگی، اور کتنے ہی جنیدؒ و شبلیؒ جیلانیؒ و اجمیریؒ تیرے ہی مشعل سے اپنے اپنے چراغ نسلاً بعد نسلٍ جلاتے رہیں گے۔ رومیؒ و سعدیؒ، حافظؒ و سنائیؒ اکبرؔ و اقبالؔ اپنے شاعرانہ کمالات کو تیری غلامی پر نثار کردینگے۔ ابوحامد غزالیؒ اور ولی اللہ دہلویؒ اپنی سربلندی تیرے ہی بتلائے ہوئے حقائق و اسرار کی تشریح و ترجمانی میں سمجھیں گے۔ اور رازیؒ و طوسیؒ، فارابی و ابن سینا کو عقل و دلیل کے طوفان میں اگر پناہ کہیں ملیگی تو تیرے ہی دامن کے سایہ میں حدیث، اصول، فقہ، سلوک، تصوف، کلام، کتنے ہی فن، مخصوص تیرے ہی سلسلہ کی خدمت کیلئے عالم وجود میں آئینگے اور علوم و فنون کے کتنے ہی علمبردار، ہر ملک اور ہر قوم اور ہر زمانہ میں اپنی تحقیق و کاوش کو تیری خدمت کیلئے وقف رکھیں گے برلن اور پیرس، اور لندن، تیرے اور تیرے دین کے دشمنوں کے پایہ تخت ہونگے، لیکن تیرا نام، ہمارے نام کے ساتھ ان شہروں میں بھی ہر روز پانچ پانچ وقت بلند ہوتا رہیگا، اور ہمارے عطائے کوثر کی شہادت بہم پہنچاتا رہیگا۔

یہ سب کچھ آب و گل والی دنیا میں ہوگا، اور ہوتا رہیگا اور اسے ناسوت والے اپنی مادی آنکھوں سے برابر دیکھتے رہیں گے، باقی جو کچھ اس عالم کے خاتمہ کے بعد، ہماری طرف مراجعت کے بعد ہوگا اُسکے فہم و درک کیلئے تو ان شامت زدوں نے اپنے پاس کوئی ادنیٰ سا ذریعہ بھی باقی نہیں رکھا ہے۔ قرآن و نبوت کے اندر جو گہری اور حقیقی نعمتیں جھلک رہی ہیں، اور شفاعت کبریٰ دلوائے حمد حوض محشر و نہر جنت کی نعمتوں کی قدر و قیمت کا اندازہ تو اُسی وقت ہوگا جب یہ حقیقتیں پردۂ غیب سے نکل کر شہود میں آچکیں گی، اور افسوس ہے کہ اسوقت کی حسرتیں اور ندامتیں، پشیمانیاں اور پریشانیاں، کچھ ان کے کام نہ آئیں گی، لیکن اس مادی دنیا میں، جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کے ظہور کیلئے تو زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں، جلد اور بہت جلد، پردہ آنکھوں سے ہٹنے کو ہے اور سب کو نظر آجانے کو ہے کہ ایک اولاد صلبی کے عوض میں بیشمار و بیحساب اولاد معنوی تجھے دیکر، تیرے نام کو چمکا کر، تیرے کام کو پھیلا کر، "عطا کوثر" کا مشاہدہ اسی دنیا میں کیونکر کرا دیا جاتا ہے۔

غرض دینے والا وہ، جسکا نہ کوئی ثانی نہ شریک، نہ کوئی مثال، نہ کوئی عدیل۔ اور دیا گیا وہ، جو نہ پہلے کسی پانیوالے کو ملا تھا اور نہ آئندہ کسی خوش نصیب کے نصیب میں آئیگا۔ لیکن لینے والا بھی کون تھا وہ وہ نہیں جو اس لطف و کرم، جود و عطا، فضل و بخشش سے بھول میں آکر غفلت میں پڑجائے اور اپنے تعلق باللہ کو ذرا بھی ماند پڑنے دے، اس کی طبع سلیم کا یہ فطری تقاضا ہے اور عین اسی کے مطابق اُسے حکم بھی ملتا ہے کہ وہ برابر اپنے پروردگار کی یاد میں لگا رہے، اس کے لئے نمازیں پڑھتا رہے اور قربانی کرتا رہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ | الفاظ میں تصریح صرف دو عبادتوں کی آتی ہیں، ایک نماز دوسری قربانی۔ لیکن یہی دو عبادتیں

خلاصہ ہیں ساری عبادات کا، حقوق اللہ کی ادائی کی ساری صورتوں کی جامع، نماز ہے، اور حقوق العباد کا لب لباب قربانی میں آگیا اور رسولؐ کو ہدایت کرکے، امت کیلئے بھی یہ اشارہ کردیا گیا کہ جب فضل وکرم کی بارش ہونے لگے تو ادائے شکر کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ادائے حقوق الٰہی واداے حقوق عباد میں اور زیادہ توجہ والتفات شروع کردیا جائے نہ یہ کہ انکی طرف سے غفلت برتی جانے لگے۔

سرچشمہ حق وصداقت کی پیشگوئی کے ایک حصہ کو پورا ہوتے دوست ودشمن، سب ساڑھے تیرہ سو سال سے دیکھتے چلے آرہے ہیں لیکن دوسرا جزو بھی اپنی سچائی میں کچھکم اثر انداز نہیں ارشاد ہوتا ہے اور عین اسوقت کہ جوش مخالفت اور مخالفین کے اقتدار وقوت کا شباب ہے، بے دھڑک اور بلا جھجک ارشاد ہوتا ہے کہ "بے نام ونشان رہ جانے والے تیرے دشمن ہی ہیں" إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ آج ان کور باطنوں کو اپنی کثرت آل واولاد پر غرہ ہے، اپنی اقبالمندی اور کامرانی کا دعویٰ ہے۔ اپنے پھلنے پھولنے پر ناز ہے۔ تیری اولاد کی وفات پر طعنہ زن ہیں کہ تو بے نام ونشان رہ گیا، بے نام ونشان ہو جانے والا تو نہیں، بلکہ یہ خود ہیں، بے سلسلہ رہ جانے والا تیرا کام نہیں، خود انکا کام ہے، مٹ جانیوالا نام تیرا نہیں انکا نام ہے۔ بجھ جانے والی روشنی تیری نہیں، ان کی ہے، اور جن کی اولاد صلبی ومعنوی نیست ونابود ہوکر رہیگی وہ تو نہیں یہ خود ہیں یہ مٹ جائیں گے، ان کی نسلیں خاک میں ملادی جائیں گی، ان کی اولاد برباد کردی جائیں گی۔ ان کے گلشن تاراج کرکے رکھ دیئے جائیں گے۔ یہ ناموری کے بھوکے ہیں، انھیں گمنام وبے نشان کردیا جائیگا۔ تاریخ ان کے نام پر لعنت بھیجے گی، انسانیت اپنا شجرۂ نسب ان سے جوڑتی شرمائیگی۔ نہ کوئی انکا نام لینے والا رہیگا نہ اُن پر فاتحہ پڑھنے والا۔

دنیا نے چندہی روز کے بعد کیا نظارہ کیا؟ اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں کیا دیکھتی چلی آرہی ہے؟ ابوجہل کی قبر کا نشان ہے؟ ابولہب کا مزار کوئی آجتک تلاش کرسکا ہے؟ عاص بن وائل کی اولاد آج دنیا کے کسی خطہ میں آباد ہے؟ امیہ بن خلف کے کارناموں کی داد آج تاریخ کے کون سے طبلدے رہے ہیں؟ ولید بن مغیرہ کے فضائل ومناقب کا چرچا آج کسی کی زبان پر ہے؟ عقبہ کی اولاد آج دنیا کے کسی گوشہ میں آباد ہے؟ رؤسائے قریش کی ریاست اور سرداران مکہ کی سرداری کی کہیں گرد تک بھی باقی ہے؟ روئے زمین کے کسی خاندان کو آپ نے پایا ہے، جو اپنا شجرۂ نسب ان باغیوں اور طاغیوں سے جوڑ رہا ہو؟ انھیں بھی چھوڑیئے انکے بعد سے اسوقت تک صدیوں کے طویل وعریض زمانہ کا جائزہ لے ڈالئے، ہر ملک اور ہر دور کی تاریخ کو دیکھ ڈالئے۔ نبیؐ سے جسنے دشمنی کی، اسکا کیا انجام ہوا؟ کسی کی قسمت میں عزت وناموری آئی؟ جس کی مدح اللہ نے کی جسے اللہ نے مدح کیا گیا، کہکر پکارا، اسکی ہجو کو جو بھی اٹھا، خود لڑکھڑا کر گرا، جو اس سے ٹکرایا، پاش پاش کردیا گیا جس نے اس سے گستاخی کی جرأت کی اُسے پامال کردیا گیا۔ جسے لاولدی لاولدی کی بنا پر گمنامی اور بے نشانی کا طعنہ دیا گیا تھا، دنیا دیکھ رہی ہے اور ہزار ڈیڑھ ہزار سال سے دیکھتی چلی آرہی ہے کہ وہی سب سے زیادہ وسیع العیال اور کثیر الاولاد ہے۔ جس کی بیکسی وگمنامی پر ہنسی اُڑائی گئی تھی، وہی ناموری کا سردار، شہرت والوں کا سرتاج ہے۔ جسکے نام کو مردہ سمجھ لیا گیا تھا، اسی کے نام پر درود وسلام ہیں، اُسی کا توسل باعثِ نجات اور اسی کا نام اللہ کے نام کے ساتھ بلند وممتاز۔ ٹوری اور ہارگولیس، دلہاوسن اور لاڈول مغرب میں، اور ان جیسے ہزاروں اور لاکھوں بدبخت مشرق میں ملکر اور اکٹھے ہوکر بھی اس عزت وناموری کو حاصل کرسکتے ہیں؟ اور اپنے نام کو، اور اپنے کام کو مردہ ہونے سے بچاسکتے ہیں؟

درسِ عبرت وموعظت

(از مولوی عبد الجلیل صاحب رحمانی بستوی مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی)

(۱)

بزرگانِ ملت! اور اے فرزندانِ اسلام خدارا تم اپنی میگساری، ومخموریت، بدمستگی اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ دیکھو دیکھو چشم بصیرت سے دیکھو یہ زمانہ پھولوں کی سیج پر لیٹ کر واقعات دہری اور حادثات زمانہ سے غفلت برتنے کا نہیں۔ تمہارے خرمنِ ایمان اور متاعِ اسلام کی طرف کفر وشرک۔ الحاد و دہریت کے شعلے بڑھتے چلے آ رہے ہیں مگر آہ تم آہ تم نے کوئی دفاعی صورت اختیار نہیں کی۔ شاید تمہیں میری ان باتوں کا یقین نہ ہو اس لئے میری رائے ہے جاؤ تم کرۂ ارضی کی کسی بلند سطح پر چڑھ جاؤ۔ دنیا کے کسی بلندترین پہاڑ کی چوٹی پر چڑھکر بذات خود مشاہدہ کرو پھر دیکھو میرے قول کی تصدیق پر مجبور ہوتے ہو یا نہیں۔ چونکہ بذریعہ مشاہدۂ عینی اور رویت بصری حق الیقین اور عین الیقین کا ہونا اغلب ہے اسلئے میں تو پورے جزم واذعان کے ساتھ کہہ رہا ہوں اگر تمہاری قوۃ نظریہ پر مبدء فیاض کی طرف سے کشف وظہور کی ایک ہلکی سی بھی روشنی پڑی ہوگی، تمہاری چشم بصیرت اور دیدۂ بصارت پر اگر مرض النوم کا غلبہ نہ ہوگا تو تم اُنھیں آنکھوں سے دیکھو گے جن سے میں دیکھتا ہوں اور انھیں کانوں سے سنو گے جن سے میں سنتا ہوں اور انھیں دلوں سے سمجھو گے جس سے میں سمجھتا ہوں۔

پس آؤ ہم تم سب ملکر مغرب کی طرف نظر اٹھائیں اور دیکھیں سفینۂ اسلام کیلئے بحرِ دہریت میں کوئی تلاطم خیزی تو نہیں؟ زندقہ اور الحاد کے سیلاب میں گھر جانے کا خطرۂ عظیم تو نہیں؟ کفر وشرک عصیان ومعاصی، نیچریت ولامذہبیت کے بادِ صرصر سے دوچار ہونیکا ڈر تو نہیں؟ اور پھر کیا تقلید یورپ کے جراثیم ہمارے دینی اور شرعی اجسام اور رگ وپے میں سرایت نہیں کر گئے؟ اور کیا کشتیِ اسلام اس طوفان مہلک کے گرداب میں ہچکولے نہیں لے رہی ہے؟ ذہنی تعطل اور ضلالت فکری کی نہایت دردناک داستان ہوگی اگر تم نے ان سوالات کا جواب بجائے اثبات کے نفی میں دیا۔ جب یہ حقائق اور نفس الامری واقعات ہیں تو پھر کیا مدہوشی ہے خطرے کی گھنٹی بجائی جاتی ہے پر بیدار نہیں ہوتے، تمہاری صبح زندگی کو شب تاریک سے بدل دینے والی فوج ضلالت تمہارے استیصال وبربادی کیلئے پورے ساز وسامان سے چلی آ رہی ہے مگر تم اپنے مشیر مخلصی اور نذیر عریاں کی باتوں پر کان تک نہیں دہرتے۔ فیالیت قومی یعلمون، کاش قوم مسلم حقیقت حال جان لے۔

افسوس کہ تم نے ان انگاروں اور شعلوں کو نشوں میں خاک وخاکستر کا ڈھیر بنا دینے کیلئے انبیاء اور رسولوں کے اسوۂ حسنہ کے فائر بریگیڈ (آگ بجھانے کی مشین) سے کام نہیں لیا اور نہ تو یاجوج طغیان اور ماجوج یورپ کیلئے کوئی سکندری دیوار ہی اٹھائی اگر ذوالقرنین نے کوہ کاکیشیا کا راستہ اور درہ کا کیشیا کو تانبے اور لوہے کی سلوں سے بند کر کے غارتگران تاتار اور قبائل منگولیہ کے خونخواران انسانیت کیلئے صدیوں کا راستہ مسدود کر دیا اور پھر چینیوں نے بھی مجبور ہو کر انہی رہزنان قافلۂ انسانیت اور انہی سارقان متاع گنج تہذیب وتمدن کے ڈر سے بارہ سو میل کی لمبی دیوار تیار کر کے اپنی پوری حفاظت کا سامان کر لیا تھا۔ اگر

سکندر ذوالقرنین اور چینیوں کیلئے مادی ساز و سامان کی فراوانی تھی جس سے یہ مادی دیواریں تیار ہوگئیں تو پھر تمہارے لئے بھی قرآن پاک جیسی آسمانی کتاب میں ایک روحانی سد اور ایمان کے حصن حصین تیار کر لینے کی روحانی تعلیم کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے پر افسوس کہ تم دولت اسلام اور تحفظ متاع ایمان کا کوئی سامان نہیں کرتے۔ اے ادعائی علمبرداران اسلام! اور اے پاسبانان ملت بیضا تم نے اپنے ڈکٹیٹر شپ کے قیام و بقا کیلئے بڑی سے بڑی جد و جہد کی۔ زور خطابت سے آسمان و زمین کو ایک کر دیا۔ مسلمانوں کی قیادت و رہبری کا علم بلند کرنے میں پیش پیش نظر آتے ہو مگر یہ کیا قیامت ہے تمہاری یہ ساری دوڑ دھوپ صرف" شاہد" وزارت کے وصال یا ایوان کی چند کرسیوں ہی تک کیوں محدود ہے۔ تمہارا توسن تیزگام شریعت مطہرہ کی سڑک پر کیوں لنگڑا ہوگیا۔ تم میدان سیاست میں انتہائی کمال و دسترس کے مدعی ہو مگر اسلام میں کیوں ٹھنڈے پڑ گئے۔ عوام الناس کو ضلالت دنیاوی سے بچانے کا دعوے کرتے ہو مگر تمہاری بہو، بیٹیاں تمہارے بچے تمہاری اولادیں ضلالت کے دینی سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہتی چلی جارہی ہیں۔ آج (بلحاظ تعداد) سب سے بڑی اسلامی جمعیت کے ڈکٹیٹر اور "قائد اعظم" کی بیٹی ایک غیر مسلم نوجوان سے شادی کرکے مرتدہ ہوجاتی ہے تو مسلمانوں کے احتجاجات کے جواب میں یہ کہکر اپنے نفس کو مطمئن کر لیا جاتا ہے کہ خاتون موصوفہ اپنی ذات اور اپنے معاملات میں خود مختار ہے۔ اسی[ع] طرح علیگڈھ کے ایک مشہور رئیس اور خان بہادر کی شادی شدہ بیٹی خورشید عبد اللہ (جو آجکل فلمی دنیا میں رینوکا دیوی کے نام سے مشہور ہے) نے اپنے خاندان سے الگ ہوکر سینما دربائسکوپ کی شرمناک زندگی ہی کو پسند کر لیا اور ایکٹرس بنکر ناچنے گانے کا کام انجام دے رہی ہے ؎

ولمثل هذا يذوب القلب فی کمد + ان کان فی القلب اسلام و ایمان[ع]

یہ ہیں ہمارے دردانگیز واقعات مگر اب بھی آنکھ نہیں کھولتے آج اس سیاسی کشمکش میں شاید ہی مسلمانوں کا کوئی دردمند طبقہ ایسا ہو جس کے سامنے یہ سوال نہ ہو کہ آخر "مسلمان کیا کریں"۔ بعض جرائد اسلامیہ میں اسی عنوان خاص کے متعلق مقالات پر مقالات لکھے جارہے ہیں مگر تشفی نہیں ہوتی۔ پس آؤ میں قرآن پاک کی روشنی میں ایک ایسے گروہ مقدس کا اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل پیش کروں جس کے نقش قدم پر چلنے سے تمہاری زندگی خوشگوار اور تمہارے کارنامے بلند ہوسکتے ہیں۔ تم اپنا روطن سے کسیقدر پیچھے نہیں رہ سکتے۔ تم اپنے تعمیری کاموں اور بلند سے بلند مقاصد میں ہمیشہ فائز المرام ہوتے رہوگے۔ مگر شرط عمل ہے یہ دنیا عمل و فعل کی دنیا ہے۔ حسب منشا نتائج کا ظہور فعالوں کیلئے ہے۔ قوالوں کیلئے خیبت و خسران کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پس انبیاء اور رسل کی زندگی سے سبق لیکر اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ ہم قرآن پاک میں جن انبیا کا ذکر ہے انھیں کے احوال زندگی پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں اسلئے کہ قرآن کہتا ہے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ط ترجمہ۔ رسولوں کے حالات زندگی میں بہت بڑی عبرت مضمر ہے۔

ابو البشر آدم علیہ السلام | قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نے کسی ایک جگہ بھی اس امر کی تصریح نہیں کی کہ سیدنا و ابونا آدم علیہ السلام کے زمین پر آباد ہونیکی کیا صحیح تحدید اور یقینی تاریخ ہے البتہ مفسرین حضرات جہاں دیگر بہت سے امور میں رطب و یابس اسرائیلیات کا شکار ہوگئے ہیں یہاں بھی کچھ نہ کچھ لکھ گئے جو بالکل قابل اعتبار نہیں۔ ہاں امۃ مسلمہ کا یہ البتہ اعتقادی مسئلہ ہے کہ سب سے پہلا

ع اخبار "دین دنیا" مجریہ ۲۹ رجنوری ۱۹۳۹ء ع یہ وہ روح فرسا واقعات ہیں کہ اگر ذرا بھی دلمیں ایمان ہو تو جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے" منہ

انسان جو اس سطح ارضی پر آباد ہوا وہ آدم علیہ السلام کی ہستی تھی اور تمام بنی نوع انسان آپ ہی کی اولاد ہے۔ شریعت اسلامیہ نے وجود انسان کی تاریخ وتعین سے تو بالکل سکوت اختیار کیا ہے لیکن مورخین نے اس کی تعیین کی ہے اگرچہ اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا تاہم کچھ نہ کچھ ظن حاصل ہو ہی جاتا ہے۔ مثلاً بعض مورخین کا قول ہے انسان کا وجود چار ہزار سال سے پایا جاتا ہے اور بعض کا قول ہے چھ ہزار سے اور بعض نے دس لاکھ سال بتلایا۔ اقوام عالم میں سے قدیم ترین مصریوں، ہندوستانیوں، چینیوں کی قوموں میں ان کا وجود حسب بیان مورخین یورپ چھ ہزار یا دس ہزار سے پایا جاتا ہے نیز مورخین کے مشہور قول کے موافق ولادت سیدنا محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ولادت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے درمیان ۵۷۱ سال کا فصل ہے۔ نیز مسیح علیہ السلام اور وفاۃ موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ۱۷۱۶ سال کا اور موسیٰ علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ۵۴۵ سال اور ابراہیم علیہ السلام اور طوفان نوح کے درمیان ۱۰۸۱ سال اور طوفان نوح اور آدم علیہ السلام کے درمیان ۲۲۴۲ سال کا فصل ہے اس حساب سے آنحضور مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آدمؑ کے درمیان ۶۱۵۵ سال کا فصل ہوتا ہے۔ اس صورت مرقومہ کے موافق ہمارے اور آدم علیہ السلام کے درمیان آج ۷۵۵۲ سال کا فصل ہوتا ہے" دروس التاریخ جلد ۱ مصنفہ شیخ محی الدین الخیاط۔

نیز بعض کتب مسیحیہ میں مرقوم ہے کہ طوفان اور مسیح علیہ السلام کے درمیان ۲۳۰۸ سال کا فصل ہے اور آدمؑ و عیسیٰؑ کے درمیان ۴۰۰۴ سال کا اس لحاظ سے ہمارے اور آدم علیہ السلام کے درمیان آج ۵۹۴۲ سال کا فصل ہوتا ہے واللہ اعلم عند اللہ" دائرۃ المعارف للعلامۃ فرید وجدی مصری جلد ۱ ص۱۲۳۔

یہ چند اختلافی اقتباسات نقل کر دیئے گئے ہیں اب اس کے بعد آدم علیہ السلام کی تخلیق پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قرآن مجید نے سات مقامات میں آدمؑ کی تخلیق اور ان کی ابتدائی زندگی پر بحث کی ہے اور نہایت مشرح طور پر انکا حال بیان کیا گیا ہے اولا سورۃ بقرہ میں بایں الفاظ فرمایا گیا وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً الخ ترجمہ اے پیغمبر اسلام آپ ابوالبشر آدم کی تخلیق کا واقعہ یاد کیجئے جب میں نے فرشتوں سے کہا میں زمین پر اپنا خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ الغرض آپ حضرات مکمل ایک رکوع پڑھ جائیے جس میں فرشتوں کا جواب اور پھر مسجود ملائکہ کا پورا بیان آپ کو مل جائیگا۔ البتہ یہاں پر آدمؑ کے خاکی و نوری اور خمیر تخلیق سے بالکل سکوت ہے لیکن اس کی تشریح دیگر آیات سے ہو جاتی ہے کما سیاتی۔ دوسری جگہ سورہ اعراف میں بایں الفاظ اس حقیقت کو واضح کیا گیا۔ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ الخ یہاں بھی پورا رکوع پڑھ جائیے شجرہ ممنوعہ کا ذکر شیطان لعین کے اخراج اور مرحوم درگاہ ہونیکا بیان بھی مفصل طور پر مذکور ہے یہاں پر زبان وحی نے شیطان کے اعتراض اور حجود کا ذکر کرتے ہوئے خمیر آدمؑ کی طرف بھی بایں الفاظ اشارہ کر دیا خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ ترجمہ شیطان نے عرض کیا کہ خدایا تو نے مجھے روشن آگ سے پیدا کیا اور آدمؑ کو مٹی سے بھلا ایک مشت خاک مسجود نار کیونکر بن جائے۔ تیسری جگہ سورہ حجر میں یوں ارشاد ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ اے پیغمبر اسلام تم جانتے ہو میں نے فرشتوں سے جب کہا کہ میں خمیر بنے ہوئے گارے سے جو خشک ہو کر بجنے لگتا ہے اس سے ایک انسان پیدا کروں گا اس پر فرشتوں نے کیا کہا اور کیا کچھ ہوا۔ وغیر ذلک۔

یہاں پر ایک حقیقت اور واضح ہوگئی کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام مٹی کے جوہر اور ست سے پیدا ہوئے جسکا بیان آیات سابقہ

ہیں نہ تھا۔ چوتھی جگہ سورہ اسراء میں یوں فرمایا گیا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ ؕ یہاں بھی چند آیات پڑھ جایئے شیطان کے فتنہ عظیمہ اور اللہ کے مخلص اتقیاء بندوں کا شیطانی فتنہ سے مصئون و محفوظ ہونیکا بیان موجود ہے پانچویں جگہ سورہ کہف میں بھی یوں ارشاد ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ یہاں بھی مکمل ایک رکوع تلاوت کرجایئے تاکہ حقیقت بے نقاب ہوکر سامنے آجائے۔ ہاں البتہ یاد رہے یہاں ایک زائد امر یہ موجود ہے کہ شیطان کی تعیین جنی کا علم کَانَ مِنَ الْجِنِّ سے ہوگیا۔ چھٹی جگہ سورہ طٰہٰ میں یوں فرمایا گیا وَلَقَدْ عَھِدْنَاۤ اِلٰۤی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا یہاں نیز آدم علیہ السلام کی لغزش بشری کا بیان نیز دخول جنت اور وہاں سے اخراج وغیرہ امور کا تذکرہ ہے۔ ساتویں جگہ سورہ صٓ میں بایں طریق فرمایا۔ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ؕ یہاں پر بھی تخلیق آدمؑ کے بعد نفخ روح، حکم سجود، جحود شیطان اور پھر اس کا ملعون درگاہ ہونا اور قیامت تک بے روک ٹوک مخلوق کو گمراہ کرتے رہنا نیز اللہ کے مخلص بندوں کا شیطان کے شر سے بچ رہنے وغیرہ کا ذکر ہے۔

یہ چند آیات ہیں جن میں آدمؑ ابوالبشر کا واقعہ زبان وحی نے . . ہم تک بالتواتر پہنچایا ہے۔ اگرچہ قرآن پاک نے آدمؑ کے قد و قامت اور روز ایام و شہور جن میں آپ کی تخلیق ہوئی بالکل نہیں بیان کیا مگر احادیث سے اس کا علم ہوتا ہے جیسا کہ مروی ہے عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان طول آدم ستین ذراعا فی سبع اذرع عرضا رواہ احمد۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضور علیہ السلام نے فرمایا آدم علیہ السلام ساٹھ ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ چوڑے تھے نیز یوم تخلیق کی بھی تعیین صحیح حدیثوں سے ہوتی ہے جیسا کہ منقول ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل وخلق آدم بعد العصر من یوم الجمعۃ فی آخر الخلق واخر ساعۃ من النھار فیما بین العصر واللیل رواہ مسلم۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضورؐ نے فرمایا اللہ نے آدمؑ کو بروز جمعہ بعد عصر پیدا کیا۔ چونکہ چند تمہیدی باتیں آج کی صحبت میں تحریر میں آگئیں اسلئے مضمون طویل ہوگیا انشاء اللہ آئندہ محدث کے صفحات پر ابوالبشر آدم علیہ السلام کی زندگی میں جو بصائر و حکم قرآن کریم نے ان سات مقامات میں مضمر کردیا ہے انھیں پیش کرونگا۔ انشاء اللہ (باقی آئندہ)

مسلم سے

از آزاد اعظمی

اٹھ کے دکھلا دے زمانے کو جلال حیدری	قوتِ بازو سے کردنیا پہ پھر اب سروری
قسمتِ عالم اشارے پر ترے رقصاں کرے	قوتِ ایماں تری دنیا کو پھر حیراں کرے
اُٹھ کے ناموس شریعت کی نگہبانی تو کر	جذبۂ ایماں سے ملت کی جو بانی تو کر
ہوگئی حالت تری پہلے سے اب زار و نزار	جامۂ ذلت کو کردے اٹھ کے اب تو تار تار
دل میں تیرے ولولہ ایمان کا ہو موجزن	تاکہ سر آتش کدہ کو تو بنا ڈالے چمن
تیری مظلومی کی آہوں میں اثر ہوگا ضرور	ہے مگر لازم کہ دل تیرا ہو پہلے رشکِ طور
ہمنوا بن جائے گا تیرا زمانہ تو اگر	اپنے بازو میں کرے پیدا عمرؓ کا سا اثر

طہارت روح

(از مولوی محمد امین صاحب شوق مبارکپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ)

رسالہ الهدی النبوی مصری نے شیخ ابو الوفا محمد درویش صاحب کا ایک مفید مضمون "وضوء الروح" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ ہم ناظرین محدث کے استفادہ کی غرض سے عربی سے اردو زبان میں منتقل کرنیکا شرف حاصل کرتے ہیں۔ مترجم

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بوقت نماز وضو کو اس لئے فرض اور واجب قرار دیا ہے کہ باری تعالیٰ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہونے کی بہتر سے بہتر صلاحیت اور استعداد پیدا ہو۔ اور گوناگوں چند در چند انعامات سے جو ہم بوجھل ہیں اس کا شکریہ ادا کر سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ درگاہ ایزدی میں حاضری کے وقت ہمارا جسم اور جملہ اعضا گندگی اور ناپاکیوں سے ملوث ہوں۔ چنانچہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ یعنی مسلمانو! جب تم نماز کیلئے آمادہ ہو، تو چاہئے کہ اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولیا کرو، اور سر کا مسح کرلو نیز اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔ اگر نہانے کی حاجت ہو تو چاہیے کہ (نہاکر) پاک وصاف ہوجاؤ۔ اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) یا سفر میں ہو (اور پانی کی جستجو دشوار ہو) یا ایسا ہو کہ تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے (ہوکر) آیا ہو، یا تم نے عورت سے جماع کیا ہو، اور پانی میسر نہ آئے تو اس حالت میں چاہیئے کہ (وضو کی جگہ) پاک مٹی سے کام لو۔ اور (طریقہ اس کا یہ ہے کہ مٹی پر ہاتھ ملکر) اپنے منہ اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی طرح کی مشقت اور تنگی میں ڈالے، بلکہ چاہتا ہے کہ اس طرح کے آداب سکھا کر تمہیں پاک وصاف رکھے۔ نیز یہ کہ (تمہیں ایک شائستہ ترین جماعت بنا کر) تم پر اپنی نعمت (ہدایت) پوری کردے تاکہ تم شکر گذار ہو (یعنی نعمت الٰہی کے قدر شناس رہو)۔

یہ تو ہمارے ظاہری جسم اور اعضاء بدنیہ کی طہارت، پاکیزگی اور ستھرائی کا حکم تھا۔ ناظرین کو اس موقع پر وہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہیئے جس کے الفاظ یہ ہیں (ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم) یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے پس جب ہم خالق عالم کے سامنے حمد و شکر کی صلاحیت اور استعداد پیدا کرنے کیلئے ظاہری اعضا کی ستھرائی اور پاکیزگی کیلئے اتنا بڑا اہتمام کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ جس چیز کی طرف خدائے برتر خاص طور پر نگاہ رکھتا ہے اور اس کا جائزہ لیتا ہے اسے گناہوں کی میل کچیل سے صاف و شفاف نہ کیا جائے؟ کیا ہماری ارواح کو خالق منعم سے سرگوشی اور ملائکہ مقربین سے ارتباط پیدا کرنے کیلئے طہارت و نظافت کی ضرورت نہیں؟ پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ وضو جو روحوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک وصاف کرتا اور انھیں اس بلند

مقام تک پہنچے کے لائق بناتا ہے، کیا ہے ؟ اور اس کی صورت و نوعیت کیسی ہے ؟

(جواب) یہ ہے کہ وضو جو روحوں کو گناہ کی گندگی سے پاک اور مقدس کرتا ہے وہ خدائے واحد کے سامنے خالص، سچی، اور صحیح توبہ ہے !

اس کی صورت یہ ہے کہ وضو کی نیت کرتے وقت یہ سوچ لینا چاہئے کہ ہم فیض الٰہی سے مستفیض ہونے اور ایک عظیم المرتبہ ہستی کے دربار میں حاضر ہونیکی تیاری کر رہے ہیں، جو وقت ہم یہ سوچیں گے اس وقت ہمیں خود بخود یہ محسوس ہوگا کہ اللہ جل شانہ کے سامنے اسوقت تک کھڑا نہیں ہونا چاہئے جب تک کہ ہمارا وہ دل جس پر خدا کی خاص نگاہ ہے مختلف برائیوں مثلاً کینہ، بغض، حسد وغیرہ سے بالکل پاک وصاف نہ ہو جائے۔ اور جب ہم کلی کرنے لگیں تو ہمیں یہ یاد کرنا چاہیئے کہ ہماری زبان بسا اوقات کذب و افترا کی مرتکب ہوتی ہے اور اس سے گالی گلوچ، چغلخوری، بیہودہ گوئی اور ایک دوسرے کی شکوہ شکایت سرزد ہوتی رہتی ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ خالص توبہ کے ذریعہ اسکو پاک وصاف کیا جائے۔

اور ہم جسوقت اپنے چہرہ کو دھونے لگیں تو یہ خیال کر لینا چاہئے کہ یہ جن اعضاء (مثلاً ناک، کان، آنکھ وغیرہ) کا حامل ہے اسے گناہوں سے آلودہ کر دیتا ہے پس ہمیں اسے استغفار و انابت کے ذریعہ پاک کرنا چاہئے۔ نیز ان مکروہات اور برائیوں سے جن کے متعلق آنکھوں کو پست رکھنے کا حکم تھا لیکن ہم خوب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے اور چند منٹ کی تفریح اور حظ لفس سے دلکو خوش کرتے رہے حالانکہ اللہ ہمیں ایسی جگہوں میں دیکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ اور نیز ہر قسم کی ترشروئی اور بدخلقی سے جو اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہم برتتے رہتے ہیں توبہ کریں۔

اور دونوں ہاتھ دھوتے وقت یہ یاد کرنا چاہئے کہ ہم انھیں گناہوں کیلئے اور مومنین کی جانب بدنیتی سے بڑھاتے ہیں اسلئے یہ ظاہری طہارت کے علاوہ روحانی طہارت (توبہ) کے بھی مستحق ہیں۔

اور سر کا مسح کرتے وقت یہ سوچنا چاہئے کہ ہم نے اسے کبھی حق کے سامنے تسلیم و انقیاد کے ساتھ جھکانے کے بجائے کبر و غرور سے پھیر لیا ہے۔ اور ایسی ہی سرکشیاں بسا اوقات اللہ کے فضل و کرم سے اس خطرناک اور ہیبتناک دن میں جبکہ آفتاب اپنی پوری تمازت کے ساتھ لوگوں کے سروں کے قریب ہوگا اور جہاں سوائے خدائے رحمان کے ظل عاطفت کے کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا، بہت سی محرومیوں کا باعث بنجائینگی۔ اور بہت ممکن ہے کہ ہم اپنی اس بدبختی کی وجہ سے ان سعادتمندوں میں نہ ہو سکیں جن کو اللہ کے عرش تلے راحت نصیب ہوگی۔ پس اگر اس نعمت عظمیٰ کے حصول کی تمنا ہے تو اپنے کئے ہوئے پر نادم ہوں اور سچی توبہ کے ساتھ احکام الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا کے ساتھ اپنی گردن جھکا دیں۔

دونوں کانوں کا مسح کرتے وقت یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ ہم ان کے ذریعہ لغو باتیں، غیبت، چغلخوری وغیرہ حرام چیزیں سنتے ہیں لہٰذا ان امور سے آئندہ کیلئے باز رہنے کا پختہ ارادہ کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ ان کے بجائے ہمارے کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا گرم گرم سیسہ پلایا جائے (العیاذ باللہ)

اور پیروں کو دھوتے وقت یہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری جملہ حرام کاریاں انھیں کے سعی بلیغ کا نتیجہ ہیں۔ انھیں کی بدولت طرح طرح کی برائیوں اور بداعمالیوں کے شکار ہوتے ہیں۔ پس ہم پر لازم ہے کہ استغفار اور سچی توبہ کے ذریعہ ظاہری پاکی کے

ساتھ حقیقی طہارت حاصل کریں۔

اگر ہم مذکور الصدر باتوں کو برت لیں تو سمجھنا چاہئے کہ ہمارا وضو صرف ظاہری اعضا ہی کا نہیں، بلکہ یہ ہماری روح کا بھی وضو ہے۔ اور یہی وہ اصل وحقیقی طہارت ہے جو خالق کے سامنے کھڑے ہونیکے لائق وقابل بناتی ہے۔ ہم توبہ واستغفار کی کثرت کو اختیار نہیں کرتے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے رات دن میں ستر مرتبہ سے بھی زائد توبہ واستغفار کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: واللہ انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ۔ یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخدا میں ستر دفعہ سے زیادہ دن بھر میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ ایسا ہی مسلم نے بھی اغر بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ (یا ایھا الناس توبوا الی اللہ واستغفروہ فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ) یعنی اے لوگو! اللہ سے مغفرت چاہا کرو کیونکہ میں اللہ سے دن بھر میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

افسوس ہے کہ ہم لوگوں سے دن بھر میں پانچ دفعہ بھی نہیں ہوتا۔ حالانکہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت روحانی پاکی کے بہت زیادہ محتاج ہیں۔ ہماری اس تفصیل وتشریح کے بعد اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کا مطلب بھی بالکل واضح ہوجاتا ہے جن میں فرمایا گیا من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من اظفارہ۔ یعنی اگر کوئی شخص آداب وضو کا لحاظ کرتے ہوئے صحیح طور پر وضو کرے تو اس کے جسم کے یہانتک کہ اسکے ناخن سے بھی گناہ جھڑ لے ہیں

اذا توضأ العبد المسلم او المومن نغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء او مع اخر قطر الماء، فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشتھا یداہ مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرجت کل خطیئۃ مشتھا رجلاہ مع الماء او مع اخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنب) یعنی مسلم یا مومن بندہ جسوقت وضو کرتا ہے تو منہ دہوتے وقت پانی کے ساتھ یا اخیر قطرہ کے ہمراہ اس کے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی اس کی آنکھیں مرتکب ہوئی تھیں۔ اور جب اپنے ہاتھوں کو دہونے لگتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے اخیر قطرہ کے ساتھ وہ تمام معصیتیں گرپڑتی ہیں جنھیں اس کا ہاتھ کئے رہتا ہے۔ اور جسوقت اپنے قدموں کو دہوتا ہے تو وہ جن جن گناہوں کے مرتکب ہوئے رہتے ہیں۔ سب پانی کے ساتھ یا اخیر قطرہ کے ساتھ گرپڑتے ہیں یہانتک کہ بندہ بالکل پاک وصاف ہوجاتا ہے"۔

مرد دوراندیش اور محتاط وہ مسلمان ہے جو اس قسم کے معاملات میں احتیاط سے کام لے اور اپنے آپ کو مراتب عالیہ تک پہنچانیکی کوشش کرے اور جب جب جسم کی طہارت کا قصد کرے تو ساتھ ہی روح کی طہارت وتزکیہ کا بھی پوری طرح خیال رکھے تاکہ حقیقی معنوں میں پیکر توابین ومتطہرین اور ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین (یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں اور طہارت حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) کا پورا پورا مصداق بن جائے۔ میں ان لوگوں کو دین کی اہانت کرنیوالا سمجھتا ہوں جو معصیت کو سہل سمجھکر رات دن اس میں منہمک رہتے ہوں اور پھر مجھ پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہیں کہ وضو تو بغیر توبہ ہی گناہوں کو مٹاتا ہے اور جن کا استدلال اس حدیث سے ہو۔ سمعت ر[illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ارایتم

لوان نهرا بباب احدکم یغتسل منہ کل یوم خمس مرات هل یبقی من درنہ شی؟ قالوا لا یبقی من درنہ شی قال فذالک مثل الصلوۃ الخمس، یمحو اللہ بھن الخطایا یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضورؐ فرماتے تھے کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ کسی کے دروازہ پر نہر یا نالاب ہو اور وہ اس میں روزانہ دن بھر میں پانچ مرتبہ غسل کر لیتا ہو تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہ سکتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں! پھر حضورؐ نے فرمایا کہ پنج وقتہ نماز کی بعینہٖ یہی مثال ہے۔ اللہ اسکے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

میں جواباً عرض کرونگا کہ جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کیا جائے بیشک وضو نماز دونوں گناہوں کو مٹانیوالے ہیں۔ لیکن برائیوں پر اصرار کرنیکی صورت میں یہ مکفر سیئات (گناہوں کو مٹانیوالے) نہیں ہیں۔ کیا گناہوں کو حقیر سمجھکر اس پر جرأت اور اصرار کرنیوالے خدا کے روبرو کھڑے ہوتے ہوئے اور اہدنا الصراط المستقیم کی درخواست کرتے ہوئے شرماتے نہیں؟ کیا یہ سوء ادبی نہیں کہ انسان رب کی نافرمانیوں اور گناہوں سے لت پت ہوتے ہوئے بھی فلاح و نجاح کی امید رکھے ہوئے ہو؟ پس ہم کو چاہیے کہ راہ ہدایت اختیار کریں۔ اللہ جل جلالہ کے شایان شان ہے کہ وہ ہمارے گناہوں کو درگذر کرتا ہوا توبہ کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں عمل صالح کی توفیق بخشے۔ چنانچہ ارشاد ہے والذین اھتدوا زادھم ھدی وآتاھم تقوٰی یعنی جن لوگوں نے ہدایت کی راہ اختیار کی اللہ نے ان کیلئے ہدایت کے اسباب بڑھا دیئے اور ان کے قلب میں تقویٰ پیدا کر دیا۔

امام مسلمؒ نے بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب فرض نماز کا وقت آ جائے اور بندہ اچھی طرح وضو کرکے خشوع، خضوع کے ساتھ نماز پڑھے تو اسکے تمام سابق گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ کبائر سے بچتا رہا ہو۔ پس واضح ہو گیا کہ گناہوں کی معافی کیلئے اجتناب کبائر (بڑے بڑے گناہوں سے بچنا) شرط ہے۔

الغرض جس طرح جسمانی نفاست و طہارت کا انتظام و اہتمام کیا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح روحانی کثافتوں سے بھی بچنے کیلئے پوری پوری سعی و جدوجہد لازم اور ضروری ہے۔ دعا ہے کہ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی ان نعمتوں کا جن کا فیضان ہم پر یا ہمارے والدین پر اس کی طرف سے ہوا ہے شکریہ ادا کر سکیں اور ایسے نیک عمل کریں جو رب کی خوشنودی کا باعث بن سکیں۔ اور خدا اپنی خاص رحمت سے ہمیں اپنے نیک بندوں میں داخل کر دے۔ آمین۔

اہلِ ایمان سے

از ظہیر الدین صاحب ظہیر حسین آبادی

دیوِ استبداد کے ظلم و ستم سے تو نہ ڈر
چاہتا ہے اس جہاں میں حشمت و عزت اگر

دیکھ پامالِ ستم ہے مسلم آشفتہ حال
اٹھ خدارا اٹھ توانِ باطل خداؤں سے نہ ڈر

جن کے دامن سے ہیں وابستہ ہزاروں بجلیاں
وہ مٹانا چاہتے ہیں تجھکو اے شوریدہ سر

دیکھ گردن ہے تری شمشیر دو دم کے تلے
اب سے پیدا کرلے تو کچھ اپنے نالوں میں اثر

اٹھ نکل میدان میں جوشِ عمل کے ساتھ ساتھ
چھید دے تیرِ نظر سے سب کے تو قلب و جگر

انقلابِ نو کی خاطر اٹھ تو اس انداز سے
چیر دے گردوں کے دل کو ترا تیرِ نظر

قابل توجہ خواجہ حسن نظامی صاحب

عالمگیری نسخہ قرآن مجید اور اسکے اغلاط کتابت

(از مولانا حاجی حامد حسن صاحب قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج)

ہندوستان میں بہت کم ایسے لوگ ہونگے، جو خواجہ حسن نظامی صاحب کو نہ جانتے ہوں۔ اور ان کی وہ افسوناک روش بھی کسی پر مخفی نہیں جو انھوں نے عوام کے جہل اور حمق سے فائدہ اٹھانے کیلئے اختیار کر رکھی ہے، لیکن قلق اس بات کا ہے کہ اب انھوں نے قرآن مجید کے متعلق بھی بعض ایسی "جراتوں" کا اظہار شروع کر دیا ہے جو ایک طرف مخلص ایمانداروں کے لئے روحانی اذیت کا باعث ہو رہا ہے، تو دوسری طرف جاہلوں کیلئے سخت گمراہی کا سبب بن رہا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں انھوں نے قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کو عثمانی (غیر الہامی) کہکر ایک فتنہ کھڑا کیا تھا اور اب کچھ دنوں سے ایک قرآن مجید اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا بتاکر شائع کر رہے ہیں جسمیں کتابت و بلاک کی ایسی خطرناک غلطیاں ہیں کہ ان کی بنا پر ایک ان پڑھ آدمی بے حد گمراہی میں پڑ جائیگا۔ ہم مولانا حامد حسن صاحب قادری کے ممنون ہیں جنھوں نے ان اغلاط کی ایک مختصر سی فہرست شائع کرکے مسلمانوں کو اس خطرے سے متنبہ کیا ہے۔ "معاصر خیام" کی وساطت سے ہم ذیل میں مولانا موصوف کا وہ مضمون نقل کر رہے ہیں۔ اور اپنے ناظرین سے پرزور الفاظ میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے حلقے میں اس مضمون کی پوری اشاعت کریں اور کوشش کریں کہ کوئی مسلمان اس قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے، جو خواجہ صاحب مذکورہ بالا نام سے فروخت کرکے شائع کر رہے ہیں۔ نیز خواجہ صاحب سے بھی پوری شدت کے ساتھ گذارش کرتے ہیں کہ خدارا وہ مسلمانوں کے حال پر رحم کریں۔ اور اپنی جدت طرازیوں کیلئے قرآن مجید کو آلۂ کار نہ بنائیں۔ اور بہتر تو یہی ہے کہ آپ اسلام کی خاطر مذکورہ بالا قرآن مجید کی اشاعت بھی روکدیں اور اگر بالفرض آپ کا تجارتی مفاد اس کی اجازت نہ دے۔ اور واقعتاً تاریخی حیثیت سے اس کی کوئی اصلیت بھی ہو تو مولانا حامد حسن صاحب کی رائے کے مطابق ضرور ایسی چٹیں چھپوا کر اس پر چسپاں کر دیں جن میں یہ صاف صاف تحریر ہو کہ کوئی غیر حافظ و عالم تلاوت کیلئے اسے نہ خریدے۔ اور اسی مضمون کا اشتہار اپنے اخبار "منادی" میں بھی ہمیشہ شائع کیجیے۔ اگر حقیقتاً آپ کی نیت میں کچھ کھوٹ نہیں تو یقیناً آپ کو ان نیک مشوروں کے قبول کرنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیئے ورنہ مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ نے محض اپنی تجارت کو فروغ دینے کیلئے یہ ایک قسم کا ڈھونگ رچایا ہے۔

(ایڈیٹر)

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی قرآن مجید نواب صاحب مانگرول (کاٹھیاواڑ) کے کتب خانہ میں تھا۔ خواجہ حسن نظامی صاحب کو اس کا علم ہوا۔ انھوں نے بڑی کوشش سے وہ مستعار لیا۔ اور صرف کثیر سے اس کا بلاک بنوا کر چھپوا دیا۔ یہ اپنی قسم کی پہلی خدمتِ اسلام تھی۔ درحقیقت میں عجیب نادر تحفہ تھا مسلمانوں نے ویسی ہی اس کی قدر کی۔ اور بقول خواجہ صاحب کے پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ لیکن اسی زمانہ میں بعض لوگوں نے اس کو پڑھ کر دیکھا اور اغلاط کتابت کی اتنی کثرت پائی کہ بغیر اعلان اغلاط اس کی اشاعت کو نامناسب سمجھا اور اخباروں میں مضمون لکھے لیکن خواجہ صاحب کی طرف سے اخبارات میں اس کا جواب شائع ہوا کہ لوگ حسد کے سبب سے ایسا کہتے ہیں۔ میں نے بھی اس زمانے میں یہ شور سنا تھا۔ لیکن اسوقت میرے پاس اس کا کوئی نسخہ نہ تھا۔

اسوقت میرے سامنے اس نسخۂ عالمگیری کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اور میں نے مختلف مقامات سے اس کو مسلسل پڑھا ہے فی الواقع ہر قسم کی چھوٹی بڑی غلطیاں نہایت کثرت سے ہیں لیکن اسی ایڈیشن کے دیباچہ میں خواجہ صاحب کا یہ جواب اعتراض بھی موجود ہے بعینہٖ نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

> یہ چیز تجارتی مقصد سے شائع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ایک مسلمان شہنشاہ کی تاریخی یادگار کو ہر گھر تک پہنچانا تھا۔ مگر افسوس ہے بعض حاسد لوگوں نے تجارتی رقابت کے خیال سے اس کی مخالفت کی اور طرح طرح کے بے سر و پا مضامین اخبارات میں شائع کرائے۔ مگر جب ان حاسد لوگوں سے ان کے الزامات کی بابت جواب طلب کیا گیا تو ایک شخص کو بھی جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمان پبلک شہر گیا اور بجنور اور دہلی کے محض تین معترض اشخاص کی نیت کو سمجھ گئی تھی۔ اسلئے ان تینوں کی حاسدانہ تحریروں کا مسلمانوں پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور قرآن مجید کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ لے لیا گیا کیونکہ مسلمان جانتے تھے کہ غازی اورنگ زیب کے زمانے میں جو رسم خط تھا۔ اس میں اور آجکل کے رسم خط میں قدرے فرق ہو گیا ہے اور جب قرآن شریف نازل ہوا تھا اور خط کوفی میں لکھا گیا تھا۔ اگر اس قدیمی رسم خط کو آجکل کے خط کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے تو مطابقت قطعاً محال ہو جائے گی۔ کیونکہ پہلے رسم خط میں نہ اعراب تھے، نہ نقطے تھے، نہ مد تھے، نہ تشدید تھی، نہ جزم تھے، نہ حروف کی آجکل کی سی کشش تھی۔ پس حاسدوں کا رسم خط کے فرق پر اعتراض کرنا ایسا ہی بے نتیجہ اور جہل تھا جیسا کوئی اس پر اعتراض کرے کہ قرآن مجید پر اعراب کیوں ہیں نقطے کیوں ہیں، جزم کیوں ہیں، مد کیوں ہیں، تشدید کیوں ہیں، یہ تو ابتدائی زمانے میں نہ تھے۔"

میں اس بیان کو پڑھکر حیران ہوں کہ کیا سمجھوں اور کیا کہوں اس نسخہ میں غلطیوں کا حدِ شمار سے بڑھکر ہونا میری نظر میں ہے اور خواجہ صاحب کی یہ تحریر نظر کے سامنے۔ خواجہ صاحب کی نیت بخیر ہونے میں شک نہیں۔ ان کو تجارت مقصود ہے نہ ہونے سے انکار کرنے کی میرے پاس کوئی وجہ نہیں۔ مسلمان شہنشاہ کی تاریخی یادگار کو ہر گھر تک پہنچانے کا شوق بالکل بجا اور مسلم ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ یہ پیچ دار تحریر اور پیچدار جواب اُن کے قلم سے کیونکر نکلا۔ مجھے اس وقت یاد نہیں کہ ان کے تجارتی رقابت رکھنے والے حاسد لوگ کون تھے اور انھوں نے کیا کیا اعتراضات کئے تھے اور خواجہ صاحب کی جواب طلبی پر کسی ایک شخص کو بھی جواب دینے کی جرأت ہوئی تھی یا نہیں۔ لیکن خواجہ صاحب سے یہ سوال ہے کہ انھوں نے ابتدائً نہ سہی اعتراضوں کی تصدیق و تکذیب ہی کیلئے اس

نسخہ کے دس پانچ صفحے پڑھ کر بھی دیکھے تھے یا نہیں۔ میرا حسن ظن یہ ہے کہ انھوں نے پڑھکر نہ دیکھا ہوگا۔ لیکن کہیں اختلاف کتابت پر نظر پڑ گئی ہوگی یا کسی نے کہہ دیا ہوگا کہ اختلاف قرأت یا اختلاف رسم خط کے علاوہ کوئی غلطی نہیں ہے وہی خواجہ صاحب نے لکھ دیا۔ لیکن اگر یہ بات ہے تو یہ جواب لکھنا نہایت خلافِ احتیاط اور قاریوں کی غلط خوانی کا گناہ اپنے سر لینا تھا۔ خواجہ صاحب کو دیکھنا چاہیئے تھا کہ اس نسخہ میں

۱ - اختلافِ قرأت ہے۔
۲ - اختلاف رسم خط ہے۔
۳ - نقطے چھوٹ گئے ہیں۔
۴ - ایک نقطے کی جگہ دو نقطے لگادیئے گئے ہیں۔
۵ - دو نقطوں کی جگہ ایک نقطہ دیدیا گیا ہے۔
۶ - حرف کچھ کا کچھ لکھ دیا گیا ہے۔
۷ - الف وصل لکھنے سے رہ گیا ہے۔
۸ - بے ضرورت الف لکھدیا گیا ہے۔
۹ - حرف کا حرف چھوٹ گیا ہے۔
۱۰ - لفظ غلط لکھدیا گیا ہے۔
۱۱ - تحریر ایسی مسخ ہوگئی ہے کہ آیت کے الفاظ کچھ کے کچھ پڑھے جاتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ خواجہ صاحب کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے تھا۔ کہ اس نسخہ کے خریداروں میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو حافظ نہیں ہیں۔ وہ لوگ بھی ہوں گے جو عربی کے عالم نہیں ہیں وہ لوگ بھی ہوں گے جو صرف یادگار عالمگیری سمجھکر نہیں بلکہ تلاوت کیلئے خریدیں گے۔ وہ لوگ بھی ہوں گے جن کے پاس تلاوت کیلئے ایک یہی نسخہ ہوگا۔

میں نے اغلاط کی جو اقسام اوپر درج کی ہیں۔ یہ مجھے تھوڑے سے حصے میں ملی ہیں۔ جتنا میں نے پڑھکر دیکھا ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت نہیں کر سکا۔

اختلاف رسم خط کی تو یہ صورت ہوتی ہے کہ مثلاً سورہ یٰسین میں ہے اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝ یہ طرز تحریر ہندوستان کے تمام جدید مطبوعہ نسخوں میں ہے۔ بالکل یہی صورت حضرت عالمگیرؒ نے اختیار کی ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ (اِنِّیْٓ) کے نون کا زیر اس طرح لگایا ہے (اِنِّیْٓ) یعنی کھڑا زیر۔ باقی اعراب و مد وغیرہ سب یکساں ہیں۔ لیکن قرآن مجید مطبوعہ مصر میں اس طرح لکھا ہوا ہے (اِنِّیٓ ءَامَنْتُ) یعنی پہلے الف کے نیچے ہمزہ لکھکر اس کے نیچے زیر ہے۔ مد بجائے نون کے اوپر لکھنے کے ی کے اوپر لکھا ہے دوسرے الف پر کھڑا زبر یا الف ممدودہ لکھنے کی جگہ الف سے پہلے ہمزہ لکھکر ممدودہ کا اظہار کیا ہے۔

دوسری مثال یہ ہے کہ جہاں الف مقصورہ ہوتا ہے وہاں صرف کھڑا زبر لگایا کرتے ہیں جیسے مٰلك۔ عُقْبٰھَا۔ خٰلِدِیْنَ۔ وغیرہ۔ ہندوستان میں یہی رسم خط ہے اور نسخۂ عالمگیری میں یہی ہے۔ لیکن مصری رسم خط میں معمولی زبر بھی لگاتے ہیں اور کھڑا زبر بھی دونوں ایک ہی حرف پر ہوتے ہیں۔ مثلاً۔ مَٰلِكَ۔ عُقْبَٰهَا۔ خَٰلِدِيْن۔ یہ اختلاف بقول خواجہ صاحب کے صرف قدرے ہے ورنہ ہر جگہ آجکل کے رسم خط کے مطابق ہے۔ اس نسخہ میں جو غلطیاں قابلِ اعتراض ہیں وہ رسم خط و قرأت کی نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے سخت غلطیاں ہیں جن کی ایک ایک دو دو مثالیں درج کرتا ہوں:-

(۱) نسخہ عالمگیری ص۳ سورہ بقر۔ وَمَا کَا دُا مُھْتَدِ یْنَ لکھا ہوا ہے۔ یعنی (کانوا) نون بلاک میں آنے اور چھپنے سے رہ گیا۔ اس کا نقطہ اور پیش موجود ہے۔

(۲) صفحہ (سورہ بقر) وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ لکھا ہوا ہے۔ یعنی نون پورا نہیں بنا۔ اس کا نقطہ بھی نہیں ہے جس سے نون پڑھ لیا جاتا۔ (ر) کی صورت بنی ہوئی ہے اور (رے) پڑھی جا سکتی ہے۔

(۳) صفحہ (سورۂ بقر) (اِنِّيْ) جاعل فی الارض لکھا ہوا ہے یعنی اِنِّیْ کے نون کا شوشہ نہ نقطہ۔

(۴) صفحہ (سورہ بقر) وَاِذْ وٰاعَدْ یَا لکھا ہوا ہے۔ یعنی نون کا نقطہ نہیں ہے

(۵) صفحہ (سورہ بقر) لعلکم تھتذون لکھا ہوا ہے یعنی دال کی ذال ہو گئی ہے۔

(۶) صفحہ ۲۵ (سورہ بقرہ) ان یذکر فیھا اسمہٗ وسعی فی خرابھا لکھا ہوا ہے یعنی (اسمہٗ) میں (ہ) نہیں بنی۔

(۷) صفحہ ۲۷ (سورہ بقرہ) نعمتی الّتِیْٓ انعمت لکھا ہوا ہے۔ یعنی (اَلّتِیْ) کا تشدید نہیں ہے۔ حالانکہ اور تشدید کے موقع پر تشدید موجود ہے۔

(۸) صفحہ ۲۷ (سورہ بقرہ) لاینال عَھْدِیَ الظّٰلمین لکھا ہوا ہے یعنی (ی) پر زبر لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ زبر رسم خط کے خلاف ہے۔ اگر اختلاف قرأت ہے تو کسی مصر و ہند کے نسخہ میں ایسا نہیں ہے۔

(۹) صفحہ ۳۰ (سورہ بقرہ) وَلَکُمْ اعمالکم لکھا ہوا ہے یعنی (لکم) کا میم نہیں بنا۔ اس کا جزم موجود ہے قلمی نسخہ میں مٹ گیا ہوگا۔ بلاک میں نہیں آیا۔

(۱۰) صفحہ ۳۰ (سورۂ یونس) اعبد اللہ الذی یَتَوَفّٰکُمْ لکھا ہوا ہے۔ یعنی (ف) پر تشدید نہیں ہے۔ اور کھڑے زبر کی جگہ پڑا زبر ہے۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں اور مقامات پر موجود ہیں۔

(۱۱) صفحہ ۳۱ (سورۂ ہود) اَلَی یوم یاتیھم لکھا ہوا ہے یعنی (اَلَا) کی جگہ (اَلَی) لکھا ہے۔ یہ کوئی رسم خط کبھی کا اور کہیں کا نہیں ہے۔

(۱۲) صفحہ ۳۲۱ (سورۂ ہود) مَنْ یَّاتیہ عَذَابُ یُخْزِیْہِ لکھا ہوا ہے۔ یعنی (ب) پر تنوین نہیں ہے۔ ایک پیش ہے اور یہ از روئے قواعد نحویہ غلط ہے اور اس کا رسم خط سے کوئی تعلق نہیں۔

(۱۳) صفحہ ۳۲۲ (سورہ ہود) کان لم یَغْنَوْا فیھا لکھا ہوا ہے یعنی (یغنوا) میں ی کے دو نقطوں کی جگہ ایک نقطہ ہے اسلئے ی کی جگہ ب پڑھی جاتی ہے۔

(۱۴) صفحہ ۳۲۳ (سورہ ہود) وَبِئْسَ الْوِرْدُ لمورود لکھا ہوا ہے یعنی (المورود) کا الف وصل نہیں ہے۔

(۱۵) صفحہ ۳۳۱ مَعَاذَ اللہ لکھا ہوا ہے یعنی ع کی جگہ غ پڑھا جاتا ہے۔

(۱۶) صفحہ ۳۴۴ سطر ۹ (سورۂ یوسف) اٰوٰی اِلَیْہِ اَبَوَیْہِ لکھا ہوا ہے۔ یعنی (ابویہ) میں ی کے نقطے نہیں ہیں حالانکہ اس سے نیچے کی سطر ۱۰ پر یہی لفظ پھر آیا ہے اور اس پر ی کے دونوں نقطے موجود ہیں۔

(۱۷) صفحہ ۳۵۱ (سورۂ رعد) ویخافون سوء الحساب لکھا ہوا ہے۔ یعنی خ کا نقطہ نہیں ہے ح پڑھی جاتی ہے۔

(۱۸) صفحہ ۳۵۲ (سورۂ رعد) جنّٰتُ عدن یدخلوا نھا لکھا ہوا ہے۔ یعنی (یدخلونھا) میں ایک الف زائد لکھ دیا ہے اس کا تعلق رسم خط سے نہیں ہے۔ یہاں الف کا کوئی کام ہی نہیں۔

(۱۹) صفحہ ۳۵۵ (سورۂ ابراہیم) وما کان لنا ان نا تیکم بسلطٰن۔ لکھا ہوا ہے یعنی (نا تیکم) ہونا چاہیے تھا۔ نون کے ایک نقطہ کی جگہ دو نقطے بنا دیے ہیں صیغۂ متکلم کی جگہ صیغۂ مخاطب ہوگیا۔ (۲۰) صفحہ ۲۲ (سورہ بقر) مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِلّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرَءِیْلَ وَمِیْکٰءِیْلَ لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ ہندوستانی ومصری قرآن شریف میں جِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ ہے یعنی دونوں جگہ ہمزہ نہیں ہے۔ قرآن شریف میں ان دونوں کے نام ہر جگہ بغیر ہمزہ کے آئے ہیں اور میکال میں ی بھی نہیں ہے۔ نسخہ عالمگیری میں اس طرح پڑھا جاتا ہے جس طرح عام طور پر بولتے ہیں۔ جبرئیل ومیکائیل۔

(۲۱) صفحہ ۶۲۶ (سورۂ یٰسین) ان یردن الرحمٰن بضر لا تغن عنی شفاعتھم لکھا ہے۔ یعنی (تغن) صحیح ہے۔ ایک نقطہ دینے کے سبب سے بجائے ت کے ن بن گیا اور صیغۂ حاضر کی جگہ صیغۂ متکلم ہوگیا۔

(۲۲) صفحہ ۶۲۵ (سورۂ یٰسین) الا وحمۃ منا ومتاعا الیٰ حین لکھا ہوا ہے یعنی رحمۃ کی (ر) کی جگہ (و) لکھنے سے لفظ ہی بدل گیا۔

(۲۳) صفحہ ۶۲۸ (سورۂ یٰسین) وما تاتیھم من ابۃ من ایٰت ربھم لکھا ہوا ہے۔ یعنی ایک نقطہ کم لگانے سے ی کی جگہ ب پڑھی جاتی ہے۔

(۲۴) صفحہ ۶۳۰ (سورۂ یٰسین) ولقد اضل منکم جبلا کثیرا ا ملم تکونوا تعقلون لکھا ہوا ہے۔ یعنی یہاں تحریر مسخ ہوگئی ہے سطرح لکھنا چاہیے تھا (کثیرا افلم) اور بادشاہ نے اسی طرح لکھا بھی ہوگا۔ لیکن اتفاق سے غالباً قلمی نسخہ ہی میں رمز مطلق کی علامت (ط) آگے کے الف سے مل گئی اور اس کا اوپر کا حصہ مٹ گیا۔ موجودہ صورت میں (کثیرا ما) پڑھا جا سکتا ہے (فلم) کی ف کا نقطہ ی رہ گیا ہے۔

(۲۵) صفحہ ۸۳۲ (سورۂ مدثر) وَیَزْدَ الَّذِیْنَ اٰمنوا ایمانا لکھا ہوا ہے، حالانکہ صحیح (یزداد) ہے (اد) لکھنے سے رہ گیا۔ گر حافظ یا عالم نہ ہو تو کون قاری اس غلطی کو پکڑ سکتا ہے یوں ہی پڑھ لے گا۔

یہ ۲۵ غلطیاں جو میں نے بطور نمونہ گنائی ہیں۔ نسخہ عالمگیری کے بیس صفحوں کی ہیں اور پورے قرآن مجید میں ۸۷۲ صفحے ہیں۔ یاس کیا جا سکتا ہے کہ باقی ۸۵۲ صفحوں میں کتنی ہو سکتی ہیں۔ قرآن مجید کی کتابت میں ایک نقطہ یا زیر زبر کی غلطی بھی بہت ہوتی ہے۔ ان لطیوں میں بعض جگہ حرف یا لفظ ناتمام بنے یا چھپے ہیں۔ ان پر تو معمولی ناظرہ خواں بھی اٹک جائیگا۔ اور سمجھ لیگا کہ لکھنے چھپنے سے رہ گیا یکن نقطوں کی کمی یا بیشی یا حرف ولفظ کا ردوبدل ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا۔ اب ناظرین غور کریں کہ غلطیوں کا یہ عالم ہے اور خواجہ حسن نظامی صاحب کا وہ جواب کہ رسم خط میں قدرے فرق ہوگیا ہے۔ گویا اس "قدرے فرق" کے علاوہ کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس موقع پر خط کوفی کے ذکر اور پہلے نقطہ واعراب نہ ہونے کے تذکرہ کی کیا ضرورت تھی۔ اور اس فقرے کا کیا محل تھا کہ "جب قرآن شریف نازل ہوا تھا اور خط کوفی میں لکھا گیا تھا اگر اس قدیم رسم خط کو آجکل کے خط سے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے تو مطابقت قطعاً محال ہو جائیگی" کیا خواجہ صاحب اس نسخہ عالمگیری کے خریداروں کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ جب قدیم وجدید رسم خط کی مطابقت محال ہے تو جو کوئی جیسا لکھ دے ٹھیک ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس نسخہ میں اول تو رسم خط کا اختلاف ہے ہی نہیں اور کہیں ہے تو وہ زیادہ قابلِ اعتراض نہیں۔ بڑی غلطیاں شہنشاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے سہو کتابت یا قلمی نسخہ میں مٹ جانے اور بلاک میں نہ چھپنے کے سبب سے ہیں لیکن وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان پر اس طرح پردہ ڈالنا جیسا خواجہ صاحب نے ڈالنے کی کوشش کی ہے بڑا ظلم ہے۔

امید ہے کہ خواجہ صاحب میری صاف گوئی کو معاف فرمائیں گے۔ میری ان کی کبھی کی دید شنید بھی نہیں ہے اور مجھے تجارتی حسد رقابت کا موقع بھی نہیں ہے۔ میرا ان کا پیشہ الگ الگ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان نسخوں پر ایک چٹ چھاپ کر لگا دی جائے اور اشتہار میں بھی لکھ دیا جائے کہ

فروغ اخبار

—— شاید جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اتنا بڑا خزانہ جو ولایت متحدہ (امریکہ) نے جمع کیا ہے کسی ملک میں جمع نہیں کیا گیا ہوگا۔ فورٹ ناکس کے مقام پر حکومت امریکہ نے اپنے جمع کئے ہوئے سونے کو رکھنے کیلئے ایسا مستحکم قلعہ تیار کیا ہے جسکے اندر کوئی دشمن داخل نہیں ہوسکتا۔ اس کی تعمیر کانکریٹ اور فولاد سے کی گئی ہے۔ سونے کی مقدار کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ اس کو رکھنے کیلئے دس ہزار مربع فٹ کا رقبہ درکار ہوا ہے اور ہر تجوری کا رقبہ ۶۲×۴۰ فٹ ہے اس خزانہ کی حفاظت کا انتظام بھی اسی قدر حیرت انگیز ہے۔ سینکڑوں مشین گنیں، گیس گنیں، مہلک برقی شعاعوں کی مشین، اور چوروں کا پتہ دینے والے نئے نئے زاویے سے سینکڑوں آئینے اس میں رکھے گئے ہیں۔ کتنا ہی طاقتور اور چالاک دشمن یا ڈاکو یا چور ہو اس خزانے پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ مائکروفون، گھنٹیاں، روشنیاں، اشاروں کے سگنل اور طرح طرح کے سامان اس طرح رکھے گئے ہیں کہ آنیوالے کو ان کے وجود کا پتہ نہ ہوگا اور سرکاری حکام کو فوراً خبر ہوجائیگی کہ کوئی آیا ہے۔ بفرض محال اگر یہ آلات کسی وقت بے کار ہوجائیں تو ریڈیو کی پوشیدہ لہریں فوراً دشمن کو ہلاک کردینگی۔ (تیج دہلی)

چلی (امریکہ) میں ایک ہلاکت خیز زلزلہ آیا جس کی وجہ سے تیس ہزار آدمی مارے گئے۔ اور پچاس ہزار شدید طور پر زخمی ہوئے۔ اس زلزلہ کا اثر ۱۵ میل کے رقبہ میں ہوا جس کی وجہ سے قریباً بیس شہر ویران ہوگئے۔ (خیام)

—— حکومت یوپی نے طب اور آیورویدک ہردو طریقہ علاج کو علاج بالضد کے ساتھ فروغ دینے کیلئے ۵ لاکھ کی رقم منظور کی ہے اس کے علاوہ حکومت کی طرف سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طبیہ کالج کو ۵ ہزار اور لکھنؤ یونانی طبی اسکول کو ۱۰ ہزار روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ (ہندوستان)

—— برا س گورنمنٹ نے طے کیا ہے کہ یکم اکتوبر سے شمالی ارکاٹ میں امتناع مسکرات کی اسکیم کو نافذ کیا جائے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اسکیم کے اجراء سے حکومت کو ۹ لاکھ روپیہ کا خسارہ ہوگا۔ (زمیندار)

—— ۶ فروری لاہور کی شاہی مسجد کی مرمت ہونیوالی ہے جس کیلئے ابتک ۲۷ ہزار ۷ سو ۲۲ روپے ۷ پائی چندہ جمع ہوچکا ہے۔ مسجد کی مرمت کیلئے ۷ لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ مرمت کا کام ۳ سال میں ختم ہوجائیگا۔ (احسان)

—— بمبئی اسمبلی میں حکومت کی طرف سے اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ پچھلے چھ مہینے میں ۶۸ اشخاص نے خودکشی کرلی ہے (احسان)

—— اعلیحضرت حضور نظام نے ہندو یونیورسٹی بنارس کیلئے ایک لاکھ کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔ اس پر ہندو ناراض ہیں اور پنڈت مالویہ سے مطالبہ کررہے ہیں کہ وہ اس کو واپس کردیں چنانچہ مسٹر نراین داس سیٹھی آف لیہ نے توبھوک ہڑتال کردی ہے۔ انھوں نے عہد کیا ہے کہ جبتک یہ عطیہ واپس نہ کیا جائیگا وہ بھوک ہڑتال جاری رکھیں گے خواہ انھیں جان ہی کیوں نہ دینی پڑے (احسان)

—— ۳ فروری مرکزی اسمبلی کے آج کے اجلاس میں حکومت کی طرف سے اس امر کا اعلان کیا گیا کہ حکومت ہند حکومت نیپال کو سالانہ دس لاکھ روپیہ ادا کررہی ہے۔ یہ روپیہ ان خدمات کے عوض ادا کیا جارہا ہے جو مہاراجہ نیپال نے جنگ کے اثناء میں سرانجام دی تھیں (احسان)

—— توقع ہے کہ اس سال گنے کے ٹیکس سے حکومت یو۔پی کو تیس لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوگی۔ (تیج)

جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب پرنٹر وپبلشر نے ... پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

اپریل ۳۹

REGD. NO. L. 3204.

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم بذریعہ منی آرڈر ٹکٹ خرچ کیلئے دفتر میں بھیجدینگے۔ وی۔ پی نہیں بھیجا جائیگا۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی تمدنی مضامین بشرط پسند شائع ہوتے ہیں۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصولڈاک آنیپر واپس کئے جائینگے

(۵) شائع شدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں۔

پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

جلد ۶ | ماہِ اپریل ۱۹۳۹ء مطابق ماہ صفر ۱۳۵۸ھ | نمبر ۱۲

مناسبات

اختتام سال

ناظرین کرام! آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے خالص دینی خادم، اور بے لوث حقیقی مصلح (محدث) کی زندگی کی چھٹی بہار پوری ہوگئی۔ یہ نمبر اس کے چھٹے سال کا آخری پرچہ ہے۔ اب آئندہ ماہ (مئی ۱۹۳۹ء) سے اس کا ساتواں سال (انشاء اللہ) شروع ہوگا۔ محدث نے اپنے اس شش سالہ دورِ حیات میں آپ کی کیا کیا خدمتیں انجام دیں اور کس کس طرح آپ کو آپ کے فرائض یاد دلائے۔ کن کن موقعوں پر اسلام کی صاف اور سیدھی تعلیمات پیش کرکے آپ کی سچی رہنمائی کی، کہاں کہاں آپ کی بے راہ روی پر آپ کو ٹوکا، ان باتوں کے صحیح فیصلے کا حق تو درحقیقت ان حضرات کو ہے جنھوں نے ازراہ ذرہ نوازی، محدث کے مطالعہ کی زحمت گوارا فرمائی ہو۔ لیکن ازراہ تعلّی وخودستائی نہیں، بلکہ رب کے انعام واحسان کی تحدیث واعتراف کے طور پر مجھے اس حقیقت کے اظہار میں قطعًا کوئی تامل نہ کرنا چاہیے کہ بحمد اللہ محدث کے قدردانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جارہی ہے، اور شاید یہ کہنا مبالغہ ہوگا کہ آج اس کے ہم عمر رسالوں اور اخباروں میں تو کجا؟ اس سے بہت پہلے کے جاری شدہ جرائد ورسائل بھی (اتنی قلیل مدت میں) کثرت اشاعت کے اعتبار سے اسکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ حالانکہ ہم نے اس کی اشاعت بڑھانے کیلئے کبھی کسی قسم کا پروپگنڈا نہیں کیا۔ نہ اخباروں اور رسالوں کے ایڈیٹروں کی خدمت میں "ہدیہ" بھیجکر تقریظیں لکھوائیں۔ نہ پرائیویٹ طور پر رفقار اور احباب سے "حلقہ اشاعت وسیع" کرنے کی درخواستیں کیں۔ نہ آمدنی بڑھانے کے لئے کبھی کوئی تجارتی اشتہار شائع کیا، حالانکہ تاجروں کی طرف سے اصرار ہوئے، بلکہ خاص خاص احباب نے اس کا مشورہ بھی دیا۔ لیکن ہمارے مقاصد کی بلندی نے ہمیں اس کی اجازت نہ دی۔ نہ کبھی کوئی حیلہ تراش کر چندے کی فہرست کھولی، نہ خریداروں کی کمی کا گلہ کرکے قوم کو نشانۂ ملامت بنایا۔ حالانکہ آج دنیائے صحافت میں

یہ تمام عیوب، ہنر، اور نقائص، کمال ہیں۔

ممکن ہے اس کثرت اشاعت میں اس کی قیمت کی کمی، بلکہ مفت ہونے کو بھی دخل ہو، لیکن مسلمانوں کی حالت آج علمی و دینی اخلاقی و مالی حیثیت سے جس درجہ گری ہوئی ہے، اس کے پیش نظر یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ان کیلئے کسی کتاب یا اخبار و رسالہ کا خریدنا یا پڑھنا (خصوصاً جبکہ وہ مذہبی ہوں) خواہ کتنے ہی ارزاں یا مفت ہوں سخت بار بلکہ بیجد شوا ہی بیکاری بے روزگاری مفلسی اور محتاجی کے شکار عموماً مسلمان ہی ہیں۔ قسمت سے اگر کسی کو دو چار پیسوں کی آمدنی ہے بھی تو وہ یا تو اپنی جہالت سے شادی اور ختنہ، عقیقہ اور بسم اللہ کی فضولیات، تیجہ، تعزیہ اور تیجہ، میلاد اور فاتحہ وغیرہ وغیرہ کی ناجائز اور بے ثبوت رسموں کو پیٹ پالنے والے ملاؤں کے بہکانے سے مذہبی چیزیں سمجھکر انہیں میں اپنی دولت ضائع کرتا رہتا ہے۔ یا اپنی اخلاقی پستی اور دناءت کے باعث عیاشیوں اور بدکرداریوں، سنیماؤں اور تھیٹروں کی نذر کرتا رہتا ہے۔ اُسے کسی دینی مشن اور مذہبی لٹریچر سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کبھی کسی کتاب یا اخبار و رسالہ کا شوق ہوا بھی تو ڈھونڈ ڈھونڈکر انہیں خریدے یا پڑھیگا جن میں فحش افسانے، عریاں تصویریں، اور ہیجانی "ادبیات" ہوں۔ پس ایسی گمراہی اور بدمزاقی کے زمانے میں اگر محدث جیسا خشک اور مذہبی رسالہ، عام مسلمانوں کے نزدیک مقبول ہوا ہے تو ہمارے خیال میں اس کا سبب صرف اس کا بلا قیمت[1] ہونا ہی نہیں ہے بلکہ دراصل اس میں اس کے مؤسس اول محترم جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مرحوم و مغفور کا خلوص بے لوث ایثار، دین و مذہب کی خدمت کا حقیقی جذبہ، مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کی سچی تڑپ، کارفرما ہے۔ اُسی مرحوم بزرگ کی نیک نیتی کا ثمرہ ہے کہ آج محدث اور کارپردازان محدث مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک محبوب ہیں۔ حالانکہ اس کے ایڈیٹر کو اپنی دوسری تعلیمی مشغولیتوں کے باعث اس میں دماغ سوزی کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ یہ مرحوم کے خلوص ہی کی برکتیں ہیں کہ خدائے مسبب الاسباب نے ان کے پسماندگان میں جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب دام ظلہٗ کو خصوصیت کے ساتھ توفیق بخشی، جنھوں نے ان کی وہ تمام یادگاریں جوں کی توں قائم رکھیں جو ان کی ذات سے وابستہ تھیں۔ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی رسالہ محدث بھی ہے جو آج پورے چھ سال تک آپ کی دینی خدمتیں انجام دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق و نصرت کے بھروسہ پر آئندہ بھی اپنی اس سعادت کو جاری رکھنے کا وعدہ کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ اس کے صلے میں اس کے مرحوم بانی اور موجودہ مربی کو اپنی مخصوص دعاؤں میں یاد رکھیں کہ یہی اس کا شکریہ ہے۔

سہ ماہی امتحان

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی تعلیم شوال میں شروع ہوکر تقریباً تین مہینے کے بعد تمام طلبہ کا باقاعدہ امتحان لیا جاتا ہے تاکہ اس درمیان میں جو کچھ وہ پڑھ چکے ہیں ان پر دوبارہ نظر ڈالکر تازہ کرلیں۔ چنانچہ اس امتحان کی تیاری کے لئے طلبہ کو از ۲۱ تا ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۲ تا ۱۷ فروری ۱۹۳۹ء چھٹی دیدی گئی۔ اس درمیان میں اساتذہ نے پرچے تیار کئے اور ۲۷ ذی الحجہ مطابق ۱۸ فروری سے باقاعدہ امتحان شروع ہوکر روزانہ تقریباً تین پرچوں کے حساب سے ۲۹ ذی الحجہ مطابق ۲۰ فروری کو ختم ہوا۔ دو روز کے بعد نتیجہ سنا دیا گیا۔ نتیجہ بحمداللہ مجموعی حیثیت سے امید

[1] چار آنے میں محدث جس حیثیت کا شائع ہوتا ہے اس کے لحاظ سے یہ اس کی قیمت نہیں کہی جاسکتی۔ منہ

افزا ہے۔ نتیجہ شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ صاحب نے سنایا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے طلبہ کے سامنے ایک مختصر سی تقریر کی۔ اور ان کو تعلیمی سلسلے میں کچھ مفید باتیں بتائیں۔ یکم محرم ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۳۹ء کو مدرسہ میں سہ ماہی تفریح کے لئے تعطیل رہی۔ تمام مدرسین وطلبہ روشن آرا باغ میں چلے گئے اور آزادی کے ساتھ کھیل کود، شعر وشاعری وغیرہ دلچسپیوں میں مصروف رہے۔ ۱۲ بجے خاص باورچیوں کا تیار کیا ہوا کھانا پہنچا۔ جو وہیں باغ کے پرکیف اور فرحت بخش سبزہ زار میں بیٹھکر کھایا گیا۔ کھانے کے بعد نہایت شیریں اور لذیذ سنترے تقسیم ہوئے۔ نماز ظہر بھی باقاعدہ اذان وجماعت کے ساتھ وہیں ادا کی گئی۔ اس کے بعد کچھ لوگ شہر کی طرف چلے گئے اور کچھ باغ ہی میں رہ گئے اور شام کو واپس آئے۔ امتحان اور اس کی تیاری میں مصروفیت کی وجہ سے جو کچھ طبیعتوں میں اضمحلال اور دماغوں میں بوجھ پیدا ہوگیا تھا الحمدللہ کہ مہتمم صاحب کی اس عزت افزائی کی بدولت وہ سب دفع ہوگیا۔ اور پھر تازہ دم ہوکر سب نے ۲ محرم ۵۸ھ بروز چہار شنبہ سے اپنا کام شروع کردیا۔ اس امتحان میں مندرجہ ذیل طلبہ اپنی اپنی جماعت میں اول آئے۔

آٹھویں جماعت میں عبدالرحیم پنجابی	ساتویں جماعت میں عبدالرحیم پنجابی
چھٹی 〃 میں حافظ عبدالخالق جیپوری	پانچویں 〃 میں عبداللہ مبارکپوری
چوتھی 〃 میں رستم احمد بنگالی	تیسری 〃 میں میزان الرحمن بنگالی
دوسری 〃 میں محب اللہ بستوی	پہلی 〃 میں مقبول احمد اعظمی

ادنیٰ جماعت میں محمد شریف پنجابی

ہمارا یوم عاشوراء

محرم کی دسویں تاریخ مسلمانوں میں ایک تاریخی حادثہ (شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے ایک خاص شہرت واہمیت کی حامل ہوگئی ہے۔ اس موقع پر مسلمانوں میں جو جو بدعتیں اور نامشروع مراسم رائج ہوگئے ہیں، ان کے متعلق تو ہم اپنا فرض ادا کرتے ہوئے ایک اصلاحی مضمون شائع کرچکے ہیں۔ اسوقت ہمیں بتانا یہ ہے کہ جہاں بہت سے لوگ ناجائز اموار کا ارتکاب کرکے اللہ کی نافرمانیاں اپنے سر لیتے ہیں۔ وہاں ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ہدایات پر عمل کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی محرم کی دسویں تاریخ کو آج ماتم حسین ؓ کے سلسلے میں جو کچھ نادان کرتے ہیں۔ وہ تو شرعاً ہرگز جائز نہیں۔ ہاں روزے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے خود بھی رکھا اور امت کو بھی رکھنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اسی حدیث کے ماتحت مدرسہ رحمانیہ کے اکثر طلبہ ومدرسین نے نویں ہی تاریخ سے روزہ رکھنا شروع کردیا۔ اور دسویں کو تو سب نے رکھا۔ یہانتک کہ چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی اس نیکی میں بڑے شوق سے حصہ لیا۔ اور شربت زمزم سے سب نے روزہ افطار کیا۔ انھیں روزہ داروں کے اعزاز میں شام کو مہتمم صاحب کی طرف سے بڑی شاندار دعوت ہوئی۔ دو دنبے نہایت فربے اسی دعوت کیلئے خریدے گئے تھے۔ اسی طرح ماہ ذی الحجہ کے عشرۂ اولیٰ خصوصاً عرفہ کے دن بھی تمام طلبہ واساتذہ نے روزہ رکھا تھا۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں علم کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی توفیق دے اور خلوص عطا فرما کر ان کو قبولیت بخشے۔ آمین اللہم آمین

آخری بدھ

ہماری کیسی بدقسمتی ہے کہ ہم باوجود ایک ایسے سچے اور پاک مذہب کے پابند ہونے کے بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ جس کے متعلق ہمارا یہ قابل فخر عقیدہ ہے کہ ہماری وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کیلئے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل فرمائی ہے، اس کا ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک نقطہ جوں کا توں محفوظ ہے اسی طرح جس مقدس رسولؐ پر یہ کتاب اتری ہے ان کی پاک زندگی کے تمام حالات اور ان کے تمام اقوال و افعال بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی گوشہ اور کوئی واقعہ ایسا نہیں جو حدیثوں اور آنحضورؐ کی سیرت کی کتابوں میں مذکور نہ ہو۔ یہ ہمارے مذہب کی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ آج دنیا میں کوئی بھی اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتا۔ کسی مذہب کے پیشوا اور بانی کے صحیح حالات، مستند طریقے پر اس طرح اکٹھے ہرگز نہیں مل سکتے۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج خود مسلمان اپنے پیغمبر کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں۔ اور اس ناواقفیت اور نادانی کی وجہ سے بعض ایسی بے سروپا باتیں کرجاتے ہیں، جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ چنانچہ اسی صفر کے مہینے میں جب آخری بدھ آتا ہے تو لوگ خوشی مناتے ہیں۔ عید کی طرح سویاں پکاتے اور کھاتے کھلاتے ہیں۔ سنت سمجھکر شکار کھیلنے کیلئے میدانوں میں جاتے ہیں۔ جب ان سے اس رسم اور دھوم دھام کا سبب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تھے، تو اسی صفر کے مہینے میں آخری بدھ کو آپ صحتیاب ہو کر سیر و شکار کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ حالانکہ یہ بالکل بناوٹی اور غلط افسانہ کسی جاہل نے مشہور کر دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور واقعات کے بیان میں کہیں بھی اس قصہ کا ذکر نہیں ہے۔ خدا کیلئے اس بیہودہ رسم کو چھوڑ دو۔

مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی کہ تم پہلے ہی مفلس اور غریب ہو، پھر ایسی بے بنیاد اور جھوٹی کہانیوں پر عقیدہ جما کر اپنے پیسوں کو کیوں برباد کرتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور فضول رسموں میں اپنے روپوں کو ضائع کر کے دین اور دنیا دونوں جہاں کی بربادیاں اپنے سر مت مول لو۔ جو کام اللہ اور اس کے رسولؐ نے تمہارے ذمے کر دیے ہیں انھیں کو پورا کر لو تو بڑی غنیمت ہے۔ چہ جائیکہ تم نے خود اپنی طرف سے اپنی تباہیوں کے سامان پیدا کر لئے۔ پس میری پر زور درخواست ہے کہ جہاں جہاں کے مسلمان آخری بدھ کی رسم مناتے ہوں۔ وہ خدا کے لئے اب اس سال سے توبہ کریں ورنہ یاد رکھیں کہ وہ جو کچھ بھی اس کے متعلق خرچ کرینگے وہ سب ضائع جائیگا۔ کوئی ثواب نہیں ملیگا۔ بلکہ اُلٹا اس فضول خرچی پر اللہ کے یہاں ان سے سوال ہوگا۔ ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ۔

میں نے اسلام کیوں قبول کیا

قاہرہ میں ڈاکٹر خالد شیلڈرک کا خطبہ

(انگریزی سے ترجمہ ماخوذ از رسالہ برہان دہلی)

مشہور نومسلم انگریز علامہ ڈاکٹر خالد شیلڈرک نے مصری نوجوانوں کی انجمن (جمعیۃ الشبان المسلمین قاہرہ) کے ایوان میں ایک اجتماع عظیم کے سامنے مقالۂ ذیل پیش کیا ہے۔ اس مقالہ سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یوروپ میں اشاعت اسلام قادیانی مبلغوں کی نام نہاد مساعی کی رہین منت نہیں ہے بلکہ تعلیم یافتہ یوروپین اپنے ذاتی مطالعہ کی بنا پر فوج در فوج حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔

میں اپنے خطبہ کا افتتاح کلمۂ طیبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سے کرنا چاہتا ہوں کہ میرے جذبات مسرت کا تقاضا یہی ہے۔ میں نے دینِ اسلام کافی غور و فکر کے بعد قبول کیا ہے اور آپ کو یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ میں نے اس دین کی تعلیمات اوّلاً اس کے موافقین کی کتابوں سے نہیں بلکہ اس کے مخالفین کی کتابوں سے حاصل کی ہیں۔

میں برطانوی۔ ن باپ کے گھر پیدا ہوا جو "پروٹسٹنٹ چرچ" سے وابستہ تھے اور میرے والد کی آرزو تھی کہ وہ مجھے اس چرچ کا ایک پادری دیکھے۔ اس لئے مجھے دینی کتب کے مطالعہ اور مذہبی موضوعات پر مباحثہ میں مصروف دیکھکر اُسے مُسرت ہوتی تھی۔

مجھے یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان اگرچہ بظاہر عیسائیت کا پیرو ہے لیکن نوّے فی صدی انگریز عیسائیت کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور میں بلند آہنگی کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ میں خود اپنی زندگی میں ایک دن بھی عیسائیت کے مزعومہ اصول کا قائل نہ ہو سکا۔ آپ جانتے ہیں کہ عیسائیت کی بنیاد اس عقیدہ پر قائم ہے کہ خدا کی ذات واحد تین شخصیتوں کا مجموعہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسے قبول کرنے سے عقل انکار کرتی ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ باپ اور بیٹا ہر زمانہ میں ساتھ ساتھ موجود ہوں جس کسی زمانہ میں باپ کا وجود فرض کیا جائے بیٹے کا وجود بھی اس کے ساتھ لازم ہو یہ ایک ناقابل فہم عقیدہ ہے جسے کوئی ذی ہوش تسلیم نہیں کر سکتا با ایں ہمہ عیسائی عقیدۂ تثلیث پر اڑے ہوئے ہیں۔ خواہ اسے سمجھتے نہ ہوں۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عیسائی ۲۵ دسمبر کو مسیح علیہ السلام کا یوم ولادت مانتے ہیں حالانکہ اس خیال کی تائید میں وہ کسی مسیح کی ہم عصر یا قریب العہد شخصیت کی سند پیش نہیں کر سکتے۔ دراصل یہ ایک پوپ کی دماغی اختراع ہے جسکی کوئی تاریخی اصلیت نہیں بلکہ صول حساب کی شہادت اسکے برخلاف ہے۔ بات یہ ہے کہ ۲۵ دسمبر قدیم بُت پرستوں کا ایک مقدس دن تھا۔ یہ لوگ سورج دیوتا کے پجاری تھے۔ چنانچہ جب الکا دیوتا سورج جسے یہ مصدر وجود اور چشمۂ حیات سمجھتے تھے زمانہ انقلاب سرمائی کو ختم کرلیتا تھا تو

اس سے اگلے دن یہ عید مناتے تھے اور اسے اپنے دیوتا کا یوم ولادت مانتے تھے۔ اسی عقیدۂ ولادت شمس کو عیسائیوں نے عقیدۂ ولادت مسیح میں تبدیل کر لیا۔ اور بُت پرستوں کے قدیم دستور کے مطابق ۲۵ دسمبر کو عید قرار دیا۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی علمی یا تاریخی سند نہیں جس سے وہ اس تاریخ کو یوم ولادت مسیح ثابت کر سکیں۔ اسی طرح قدیم بُت پرست اعتدال ربیعی سے اگلے دن بھی عید مناتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آج انکے خدا سورج دیوتا نے اس تاریکی پر فتح پائی ہے جو اسکے راستہ میں حائل ہوگئی تھی اور اب اسکی طاقت اور روشنی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ پُرانے بت پرستوں کی پیروی میں جس طرح عیسائیوں نے یوم ولادت مسیح میں تبدیل کر کے عید منانا تھا اسی طرح انھوں نے یوم اعتدال ربیعی کو جو دراصل سورج دیوتا کے طاقت پانے کا دن تھا مسیح کے طاقت پانے کا دن قرار دیکر اُسے عید القیامۃ (ایسٹر) بنا لیا۔ باپ بیٹے کا مسیحی عقیدہ بھی قطعی پرانے بت پرستوں کے عقائد سے ماخوذ ہے اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ بدھ مت کے ماننے والے بدھ کے بچپن کے زمانہ کی تصویر اس کی ماں مایا کے ساتھ جس انداز سے بناتے ہیں بعینہٖ اسی انداز کی تصویر مسیح کے زمانۂ طفولیت کی، ان کی ماں مریم کے ساتھ ہم ہر گرجا میں منقوش پاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسیح کی وہ شخصیت جس کے عیسائی دعویدار ہیں کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر کوئی ناقد علمی طریقہ سے اس موضوع پر بحث کرے تو اسے اس مبحث سے خالی ہاتھ واپس آنا پڑیگا۔ اس کا اندازہ آپ مسیح کی ان تصویروں ہی سے کیجئے جو مختلف ممالک میں آپ پاتے ہیں آسٹریا کے گرجوں میں آپ مسیح کی صورت کچھ پائیں گے اور اٹلی کے گرجوں میں کچھ۔ آپ غور و فکر کے بعد بھی مسیح کی ان فرضی تصویروں سے ان کی اصلی صورت کا اندازہ نہ کر سکیں گے۔

اسلام کے خلاف عیسائیت کا غلط پروپیگنڈا واقعہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے مختلف طبقوں میں اصول عیسائیت اور ذات مسیح کے متعلق بنیادی اختلافات ہیں۔ عیسائیت کی انہی الجھنوں نے دوسرے مذاہب کے مطالعہ پر آمادہ کیا۔ چنانچہ مذاہب عالم کے متعلق انگلستان کی لائبریریوں میں مجھے جتنی کتابیں ملیں میں نے اُن کا مطالعہ شروع کیا۔ یہاں میں نے دنیا کے ہر مذہب کے متعلق علمی کتابیں پائیں جن سے ان مذاہب کے متعلق کافی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ مگر جو کتابیں اسلام کے متعلق دیکھیں ان میں بجز طعن و تشنیع کے کچھ نہ تھا۔ ان کتابوں کا نچوڑ یہی تھا کہ اسلام کوئی مستقل مذہب نہیں ہے بلکہ وہ محض عیسائی لٹریچر سے ماخوذ چند اقوال کا مجموعہ ہے۔

قدرتاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اگر واقعی اسلام ایسا بے حقیقت مذہب ہے جیسا کہ یہ ظاہر کرتے ہیں تو پھر اس پر اس قدر اعتراضات، اسقدر طعن و تشنیع اور اس کے مقابلہ و مدافعت کیلئے اتنی طاقت آزمائی کی کیا ضرورت؟ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اگر دین اسلام سے انھیں خوف نہ ہوتا اور اس کی قوت و زندگی سے مرعوب نہ ہوتے تو اس سے مقابلہ و مجادلہ اور اس توہین و تذلیل کیلئے اتنی محنت برداشت نہ کرتے۔ چنانچہ اب میں نے طے کر لیا کہ دین اسلام کی جتنی کتابیں مجھے ملسکتی ہیں میں ان سب کو ایک ایک کرکے دیکھوں گا۔

معترضین کے اعتراضات سے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ یہ لوگ اگرچہ معاندانہ نقطۂ نظر کو پیش کرتے ہیں مگر اس سے بھی اسلام کی طاقت و قوت کا اندازہ ہوتا ہے اور اسلام کیلئے دعوت و تبلیغ کا راستہ پیدا ہوتا ہے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اب جبکہ مجھے ہدایت نصیب ہوگئی۔ اور میں نے دل کے پردوں میں سے یہ آواز سُنی کہ میں مسلمان ہوں تو میں نے باقاعدہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوجانے کا ارادہ کرلیا مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ دارالخلافہ اسلام میں ایک مشہور مسجد ہے جسکا نام مسجد آیا صوفیہ ہے (اور وہ اسلام کا سینٹر ہے) تو میں نے اس مسجد کے پتہ پر اپنے حالات لکھ بھیجے۔ جب میرا خط قسطنطنیہ پہنچا تو محکمۂ ڈاک نے اسے سلطان عبدالحمید کی خدمت میں روانہ کردیا۔ سلطان المعظم کے سکرٹری نے مجھے جواب دیا کہ آپ مشہور انگریز نو مسلم شیخ عبداللہ کوئلم بیرسٹر سے ملاقات کریں۔ آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ مجھے ایسے مسلمان انگریز سے ملاقات کرکے کسقدر خوشی ہوئی ہوگی۔ جس سے میں کھل کر اپنے دل کا راز بیان کرسکوں اور آزادی کے ساتھ اپنے عقائد و خیالات کا اظہار کرسکوں۔ یہ عبداللہ کوئلم وہ شخصیت ہے جکی تنہا کوشش سے انگلستان میں پانسو سے زیادہ انگریز مسلمان ہوچکے ہیں۔

اس دوران میں میرا ارادہ ہوا کہ اپنے قبول اسلام کی اطلاع والد کو کردوں۔ چنانچہ میں نے اطلاع کردی ہیں اس واقعہ کا اظہار مناسب سمجھتا ہوں کہ عیسائیت کو خیرباد کہنے سے تو میرے والد کو قطعاً رنج نہ ہوا۔ مگر افسوس! کہ میرے قبول اسلام کی خبر سے ان کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ اور ان کو اور ان کے ساتھ تمام خاندان کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ ان کے اس رنج کو اگر کوئی چیز کم کرسکتی تھی تو وہ یہ خیال تھا کہ شاید میں ان کے کہنے سننے سے پھر (معاذ اللہ) اسلام کو ترک کرکے داخل مسیحیت ہوجاؤں لیکن میں نہایت مسرت کیساتھ اعلان کرتا ہوں کہ مجھے اسلام کے دامن کو تھامے ہوئے پینتیس ۳۵ سال گذر گئے ہیں اور آج میں اسوقت کی نسبت کہیں زیادہ اصول اسلام کا معتقد اور اس کے محاسن و فضائل کا معترف ہوں جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے میں اس کے احکام پر عمل کرتا ہوں۔ میں ولی اللہ ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ میں فرائض اسلامی کو ادا کرنے میں کسر نہیں چھوڑتا۔

مسلمانوں کو عملی نمونہ بننا چاہئے | مجھے کامل یقین ہے کہ ایک دن تمام دنیا دین اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجائیگی۔ مگر یہ اس امر پر موقوف ہے کہ پیروان اسلام اسلام کا نمونہ بنیں اور اصول اسلام کو عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کریں مختلف ممالک اسلامی کے سفر کے دوران میں میں نے محسوس کیا ہے کہ جن ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ وہاں ان پر ضعف، پست ہمتی اور افتراق غالب ہے۔ اور جہاں وہ اقلیت میں ہیں وہاں وہ اصول دینی کی پیروی اور احکام دین پر عمل میں (جو قوت و ترقی کے اسباب ہیں) نسبتہً بڑھے ہوئے ہیں۔ اگر دنیا کے مختلف ملکوں کے مسلمان اپنے دین کی پیروی کریں اور ان کی سیرت پر اسلام کی عظمت کے آثار نمایاں ہوں تو یہ اسلام کی ایک عملی تبلیغ ہوگی جو اقوام عالم کو اسلام کے اصولوں کا گرویدہ بنا دے گی۔

یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب غیر مسلم مسلمانوں کو احکام دین کے خلاف عمل کرتے دیکھتے ہیں تو وہ ان کے اعمال کے آئینہ میں دین اسلام کی مسخ شدہ تصویر دیکھکر اس سے متنفر ہوجاتے ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر انھیں یہ بتایا بھی جائے کہ جو کچھ مسلمان کررہے ہیں اسلام کے احکام اس سے مختلف ہیں۔ تب بھی وہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر احکام اسلام میں کوئی خوبی ہوتی تو سب سے پہلے متبعین اسلام ان پر عمل کرتے۔ اور کسی صورت میں ان کی مخالفت نہ کرتے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں کی کسی تقریب میں شریک ہو اور وہاں اس کے سامنے شراب پیش کی جائے اور وہ

اسے اپنی رواداری اور وسیع النظری کے اظہار کیلئے قبول کرے تو اس کا یہ عمل غیر مسلموں کیلئے اس امر کا ثبوت ہوگا کہ یہ مسلمان خود اپنے مذہب کی تعلیمات کی ترویج و انتشار کی صلاحیت کا منکر ہے ورنہ سب سے پہلے وہ خود ان پر عمل کرتا اور اپنے عمل سے دوسروں کیلئے بہترین نمونہ بنتا۔ لہذا ہر مسلمان اپنے مذہب کا مبلغ بن سکتا ہے اگر وہ اسکے آداب و اخلاق اور آئین و قوانین کی محافظت کرے جس طرح وہ اس کیلئے مانع بن سکتا ہے۔ اگر ان امور میں مداہنت برتے۔

قرآن کریم صرف احکام دینی ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ انسان کی انفرادی و اجتماعی دنیوی زندگی کا بھی بہترین رہنما ہے اور یہ حقیقت میں نے اسی وقت محسوس کر لی تھی جب میں نے اس کا مطالعہ شروع ہی کیا تھا حالانکہ میرا مطالعہ ان تراجم کے واسطہ سے تھا جن میں اس کی پاک تعلیم کو آلودہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہیں جو ہر قسم کی عبادت کو خدا وند جل و علیٰ کیلئے مخصوص کرتا ہو۔ اور توحید خالص کے عقیدہ کا اعلان کرتا ہو۔ اور عیسائیت تو انسانوں کی پیشانیوں کو ان کے اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے معبودوں کے سامنے گراتی ہے۔ بھلا اسکے اس شرک ظاہر کا اسلام کی توحید باہرہ سے کیا مقابلہ جس کی دعوت سورۂ اخلاص میں اس طرح دی گئی ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ کہدو کہ اللہ ایک ہے۔ اور وہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قرآن نے جس خدا کی عبادت کیلئے بندوں کی رہنمائی کی ہے وہ ہر عیب سے بری اور ہر صفت کمال سے متصف ہے۔ جب انسانیت جہالت اور بچپن کے زمانہ سے گذر رہی تھی تو وہ ہاتھ اور قلم کے بنائے ہوئے خداؤں سے کھیلتی تھی۔ افسوس کہ آج ۱۹۳۸ء میں بھی یہ حماقت دیکھی جا رہی ہے۔ خدا کے تخیل کے مطابق عقل انسانی کی طفلانہ لغزشوں کے تماشے آپ گرجاؤں میں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن انسانیت کے شباب کے مناظر مسجدوں میں نظر آئیں گے جہاں نہ تصویریں ہوں گی نہ مجسمے جو عبادت کرنے والوں کے دل غیر اللہ کی طرف پھیریں۔ حالانکہ خدائے واحد ہی تمام کمالات کا مرکز ہے اور عبادت کا مستحق۔ انسانیت کو اس رفیع مرتبہ پر پہنچانے کا سہرا ہادی اعظم نبی اکرم محمد رسول اللہ و خاتم النبیین کے سر ہے۔ جنھوں نے بتوں کو توڑا اور جلی و خفی شرک کے آثار قدیمہ کو مٹا دیا اور انسانیت کو ذلت کے مقام سے نکال کر عزت کے اس مرتبہ پر فائز کیا جو ہر طرح اس کے لائق تھا۔

اسلامی برادری کی جاذب نظر خصوصیت یہ ہے کہ آپ کرۂ زمین پر کسی ملک میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو چلے جائیں آپ اجنبیت محسوس نہ کریں گے بلکہ آپ کو عزیزوں کی جگہ عزیز اور بھائیوں کی جگہ بھائی ملیں گے۔ لہذا اے حلقہ بگوشانِ اسلام! تمہیں نہ بالشویزم کی ضرورت ہے اور نہ کمیونزم کی۔

اسلامی اخوت و مساوات اساسی مذہب جن خوبیوں کے دعویدار ہیں وہ ہمارے دین میں بدرجۂ اتم موجود ہیں اور جن خرابیوں سے بھرپور ہیں اُن سے ہمارا دین پاک ہے۔ یہ ایک معتدل مذہب ہے اور ایک عملی پروگرام ہے جو ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں انسانی سوسائٹی کی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ اخوتِ اسلامی کے نام سے دنیا سب سے پہلے اسی کے ذریعہ واقف ہوئی۔ یہ ایک "جمعیۃ اقوام" ہے جو اغراض و اہواء سے بری ہے اور اس کے رکن جنسی و وطنی اختلافات سے ناواقف

ہیں۔ یہ سب اخوت کی ایسی مضبوط زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں جس کے حلقوں کو امیری وغریبی اور اس قسم کے دوسرے ناپائدار مظاہر جدا نہیں کر سکتے۔ جب مجھے دین اسلام کے یہ اصول معلوم ہوئے تو مجھے یقین ہوگیا کہ اسلام اپنی ان خوبیوں کی بنا پر تمام سماوی وارضی شریعتوں سے ممتاز ہے۔ اور میں پہلے سے زیادہ اس کا گردیدہ ہوگیا۔ دین اسلام کی ایک اور خصوصیت جس نے مجھے اپنی طرف ملتفت کیا اور جس سے اس کی قدر ومنزلت میرے دل میں زیادہ ہوئی وہ تحریم شراب ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جس سے دوسرے مذاہب کی کتابیں ہمیں خالی نظر آتی ہیں۔ بلکہ عیسائیت میں تو ہم ام الخبائث کی ترغیب پاتے ہیں۔ مثلاً "سینٹ پولس" کی اپنے شاگرد کو ہدایت کہ "وہ تھوڑی شراب اپنے معدہ کی اصلاح کیلئے پیا کرے" یا پانی سے بھرے ہوئے برتنوں کا شراب میں تبدیل ہوجانے کا واقعہ" مجھے تسلیم ہے کہ اس مذہب کے پیشوا شراب سے احتراز کرنیکی ہدایت کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن ہم کتب مقدسہ کی ان نصوص سے بھی آنکھیں نہیں بند کر سکتے جو صراحۃً شراب پینے کی ترغیب دے رہی ہیں پھر بتائیے ہم کیا مانیں اور کیا نہ مانیں؟ بعض اشخاص کی تحریر یا کتب مقدسہ کی تحریص؟۔

ابھی کچھ عرصہ ہوا امریکہ نے شراب کے خلاف جہاد شروع کیا تھا مگر باوجود تمدن جدید کے تمام وسائل کے اسے اس معرکہ میں پسپا ہونا پڑا۔ کیا امریکہ کی اس معرکہ آرائی کا رسول اکرم مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے کوئی مقابلہ کیا جاسکتا ہے کہ جوں ہی آپ نے شیدایانِ اسلام کو بتایا کہ ان کے خدا نے شراب کو حرام کر دیا ہے تو بے تامل شراب کے مٹکے اُلٹ دیئے گئے اور برتن توڑ دیئے گئے۔ اور سڑکوں پر شراب کی ندیاں بہہ گئیں۔ یورپ اور امریکہ کے فہمیدہ انسان جن کی ہدایات ونصائح کی وجہ سے امریکہ میں کچھ عرصہ شراب کی بندش رہی۔ خواہ زبان سے اعتراف نہ کریں مگر ان کے دل یقیناً انسانی سوسائٹی کی اصلاح میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن تاثیر اور آپ کی رہنمائی کی کامیابی کا اقرار کر رہے ہیں۔

ہمیں طب بتاتی ہے کہ خنزیر کا گوشت صحت کیلئے سخت مضر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک خاص قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں جن کے متعلق تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ آگ ان پر کوئی اثر نہیں کر سکتی اور ان کی مضرت کو دور نہیں کر سکتی۔ اگرچہ عیسائیوں کی کتب مقدسہ خنزیر کے گوشت کی ممانعت کرتی ہیں مگر دنیا کے ہر حصہ میں عیسائی اسے بالعموم استعمال کرتے ہیں اور اس کی طبی مضرت اور اپنے مذہب کی ممانعت کی پروا نہیں کرتے۔ برخلاف مسلمانوں کے کہ وہ اپنے پاک مذہب کے حکم کے مطابق اس سے قطعاً محترز ہیں۔ اور دنیا کے کسی حصہ میں اس کا استعمال نہیں کرتے۔

بلاشبہ چونکہ اکثر عیسائی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ جو انجیل ان کے ہاتھوں میں ہے وہ مسیح علیہ السلام سے بعد کی لکھی ہوئی ہے۔ اور چونکہ انھیں ان بنیادی اختلافات کا علم ہے جو ان کی دینی کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اسلئے اس علم وقوف نے انھیں اپنے احکام دین سے اعراض پر جری کر دیا ہے لیکن مسلمانوں کو کامل یقین ہے کہ جو قرآن آج انکے ہاتھوں میں ہے وہ وہی قرآن ہے جو صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اسمیں ایک نقطہ اور ایک شوشہ کا فرق نہیں۔

اعتقادی حقایق حقائق مذکورہ کی معرفت کے بعد جب میں نے عام معتقدات اسلامی کا جائزہ لیا تو میں نے تمام اسلامی عقائد عقل کے عین مطابق پائے، توحید خالص کا عقیدہ جو اسلام کا طغرائے امتیاز ہے صحیح ترین عقیدہ ہے جس سے انسان واقف ہو سکا ہے۔ توحید الوہیت، توحید ربوبیت، اور خالق عالم کیلئے تمام صفات کمال کے اثبات میں وہ منفرد و مکمل ہے

اور اس کے ساتھ ساتھ دینِ اسلام خدا کے تمام پیغمبروں کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ علیہم صلوات اللہ و سلامہٗ

مسلمان ایک دوسرے کو جو سلام کرتے ہیں وہ کیا خوب ہے۔ اسکے معنی کیسے دلپذیر ہیں اور وہ طریقہ جس سے سلام کیا جاتا ہے کیسا دلکش ہے! خصوصاً سر اور دل کی طرف ہاتھ سے اشارہ۔ کیونکہ جسم انسانی میں یہی دونوں اعضا بہتر و برتر ہیں۔ بھلا اس سلام کا اٹلی کے فیسٹ سلام سے یا دنیا کی دوسری قوموں اور جماعتوں کے سلام سے کیا مقابلہ؟ بعض یوروپین الزام لگاتے ہیں کہ "اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے" یہ ایک ذلیل جھوٹ ہے اور الزام لگانے والے خود جانتے ہیں کہ یہ غلط اور غیر معقول ہے۔ کیونکہ یہ اگر ایک طرف تاریخ کی تصریحات کے خلاف ہے تو دوسری طرف اصول اسلام کے۔ اگر اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہوتا تو کیا ممالک اسلامیہ میں آج ان گرجاؤں صنم خانوں اور غیر اسلامی اوضاع واطوار کا جو اسلام کے زمانۂ شباب سے اپنی اصلی حالت میں چلے آتے ہیں۔ وجود بھی باقی رہتا۔ اور پھر قرآن مجید کی آیات بینات کے سامنے انکے ان ہفوات کی کیا حیثیت رہجاتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[1] یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ[2] یعنی (اے نبیؐ) آپ ان (کافروں) پر مسلط نہیں کیے گئے۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ[3]۔ یعنی تمہیں تمہارا دین مبارک اور مجھے میرا دین۔

تلوار کی دھار سے مذہب کی تبلیغ تو خود ان کا اپنا طریقہ رہا ہے۔ مذہب کے نام پر جو مظالم اسپین کے مسلمانوں پر روا رکھے گئے ان کے ذکر سے تاریخ کی کتابیں رنگین ہیں اور عیسائیوں کی پیشانیاں داغدار۔ ان کو خود اس کا اقرار ہے کہ جب شارلمان جرمنی میں داخل ہوا تو اس نے حکم دیا کہ جو سکس عیسائیت قبول نہ کرے اُسے تلوار سے اڑا دیا جائے۔ بہرکیف اگر کوئی مذہب تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے تو وہ اسلام نہیں بلکہ کوئی اور مذہب ہے۔

برادرانِ اسلام! وقت زیادہ ہوگیا ہے میں اس موضوع پر آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ سب نہ کہہ سکا۔ میں دوبارہ آپ کے سامنے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ جسقدر اسلام کے متعلق میری معلومات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے میرے دل میں اس کا احترام و ایقان زیادہ ہوتا جاتا ہے مجھے یہ دعویٰ تو نہیں کہ میں نے مکمل مذہبی معلومات حاصل کرلی ہیں۔ لیکن بہ قدر ضرورت میں ان سے ضرور بہرہ مند ہوچکا ہوں۔ مجاہد اعظم سیف اللہ خالد بن ولیدؓ نے فتوحات اسلامیہ میں جو شریفانہ، بہادرانہ اور رحیمانہ طرز عمل اختیار کیا اور اس سے دین اسلام کی جو دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی چونکہ میرے دل میں اس کی بڑی قدر ہے اس لئے میں نے اس مجاہد کے نام پر اپنا نام رکھنا پسند کیا ہے۔

نوجوانانِ اسلام! قبل اس کے کہ میں اس منبر سے اتروں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ پر اسلام کی طرف سے بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اسکو آپ کی جان فروشی اور سخت کوشی کی ضرورت ہے۔ ہم خادمانِ اسلام اب بوڑھے ہوگئے ہیں۔ آپ لوگ اسلام کی ترقی و تبلیغ کیلئے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ لہذا اپنی امکانی کوشش میں کسر نہ چھوڑیے تاکہ اس انجمن کے اغراض کی تکمیل ہو۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی خدمت جو اسکے مقاصد ہیں ان کی تحصیل ہو۔ آپ انجمن کے عہدیداروں کے بھروسہ پر نہ رہیے۔ انھیں بہت سے دفتری کام ہیں اصل اور ٹھوس کام آپ کو کرنا ہے اگر آپ مل جل کر اسے انجام دینے کیلئے تیار رہوں تاکہ یہ شاندار ادارہ ترقی کی انتہا کو پہنچ جائے۔ اسوقت میں نے آپ سے اس طرح گفتگو کی ہے جس طرح ایک دوست اپنے دوستوں سے کرتا ہے۔ م

ترجمانی کی زحمت گوارا کی کیونکہ مجھے افسوس ہے کہ میں عربی زبان میں آپ کو مخاطب کرنے سے معذور تھا فقط۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

[1] سورہ ۳ ع ۲۶ [2] پ ۳۰ سورہ غاشیہ [3] پ ۳۰ سورہ کافرون۔

ہزاروں سال پیشتر کے لیڈر

اور

ہمارے لئے درس عبرت و موعظت

(۲)

(از مولوی عبدالجلیل صاحب رحمانی)

اس کے قبل اسی سلسلہ کی ایک تمہیدی کڑی آپ کے سامنے پیش کرچکا ہوں۔ جس میں سات آیتیں مختلف مقامات کی پیش کی تھیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر مختلف پیرایے میں کیا گیا تھا۔ آج میں ان بصیرتوں اور نصیحتوں کا جو انسانی زندگی کیلئے تذکرۂ آدمؑ کے ماتحت اللہ نے مضمر کر رکھا ہے۔ ایک اجمالی خاکہ ناظرین محدث کی خدمت میں پیش کرنیکا شرف حاصل کر رہا ہوں ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

مسلمانان عالم کے نصب العین کی صحیح تعیین اور جملہ استفہامیہ "مسلمان کیا کریں؟" کا صحیح جواب یہ ہے کہ انبیاء اور رسل داعیان حق اور پیغمبران خدا کے اسوۂ حسنہ اور احوال زندگی کو اپنے لئے نمونہ عمل بنائیں اور اسی شاہراہ عمل اور صراط مستقیم پر سرعت کیساتھ گامزن ہو جائیں جس پر انسانوں کے مقدس گروہ نے چلکر رشد و ہدایت، خیر و برکت اور اپنی رہبری، و ریفارمری اور پیغمبرانہ جاہ و جلال کا ایسا ابدی نقش ہمارے لئے پیدا کر دیا جسکو زبان وحی نے آج سے چودہ سو سال پیشتر "کتاب مبین" میں لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ[1] (ان انبیاء کے واقعات میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے) کے سنہرے عنوان سے پکار کر ہمیں ان کے واقعات اور احوال زندگی سے عبرت حاصل کرنیکی دعوت دی چونکہ نبوت آدمؑ اور رسالت ابوالبشر کے مسئلہ کی تحقیق ضروری ہے تاکہ آپ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ بن سکے کیونکہ جتنے انبیاء گذرے ہیں سب کے سب اسی حیثیت نبوت و رسالت ہی کے اعتبار سے ہمارے لئے نمونہ عمل بن سکتے ہیں، خواہ کالڈیا اور مقام اُور کا انقلابی نوجوان ہو چاہے ناصرہ کا نوجوان اسرائیلی چاہے پیر کنعان اور مصری غلام ہو یا شاطئہ ایمن، وادی مقدس اور بقعۂ مبارکہ کا مقدس چرواہا۔ سلیمانؑ اعظم کیا اور کیا نینوا کا ریفارمر۔ دنیا جہان کا کوئی نبی ہو، یہ سب کے سب من حیث النبوت ہی ہمارے لئے اسوۂ عمل ہو سکتے ہیں اور ہمارے ہر ایک مرض کا علاج ان کی زندگی میں مل سکتا ہے سہ

اولئك آبائي فجئني بمثلهم ؛ اذا جمعتنا يا جرير المجامع

ہمارے پیشوایان دین کا یہ وہ مقدس گروہ ہے جسکی نظیر نہیں۔ اسلئے نہایت اختصار کیساتھ نبوت آدمؑ کیمتعلق کچھ لکھنا ضروری ہے۔ وہو ہذا

نبوت آدم علیہ السلام ۔ اگرچہ قرآن کریم کی کسی آیت میں تصریح کیساتھ لفظ نبوت و رسالت کے ساتھ سیدنا آدم علیہ السلام کو متصف نہیں کیا گیا ہے جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا۔ أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا۔ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ۔ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا۔ وَإِلَىٰ

[1] پ ۱۳ ع ۶۔

ثمود اخاھم صٰلحًا جیسی آیات میں صریحی طور پر مختلف انبیاء کی نبوت و رسالت کا ذکر ہے اگرچہ ہمیں اس قسم کی تصریح آدم علیہ السلام کیمتعلق نہیں مل سکی جو بطریق عبارۃ النص آپ کی نبوت پر دال ہو۔ تاہم بہت سی متعدد آیات سے آپکی نبوت کیطرف اشارہ نکلتا ہے مثلاً سورہ بقر میں فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ۔ اللہ نے آدمؑ کو تمام مسمیات کے اسماء جنمیں شرائع اور احکام سب کا عموم ہے سکھلا دیا یَا اٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ۔ اے آدم تو فرشتوں کو بتلا دے۔ بصیغۂ خطاب وَقُلْنَا یَا اٰدَمُ اسْكُنْ الخ (اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو) فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ (آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات لئے پھر اللہ نے ان پر رجوع کیا) سورہ طٰہٰ میں فرمایا ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی (پھر اللہ نے ان کو برگزیدہ بنایا اور ان کی توبہ قبول کی اور ہدایت دی۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا الخ (اللہ نے چن لیا آدمؑ کو اور نوحؑ کو) مشتے نمونہ از خروارے۔ یہ چند آیات نقل کردی گئیں۔ نیز انہی جیسی دیگر آیات سے جنمیں آدم علیہ السلام کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے کہ آسمانی احکام پر تمہارے فرزندان میں سے جس نے عمل کیا اس کے لئے جنت ہے ورنہ جہنم۔ نیز اپنے فرزندوں کو احکام و شرائع کی تعلیم دینا اور اس زمانہ میں کسی غیر نبی کا ہونا بھی دلیل مبین ہے کہ آپ وحی ربانی سے اس فریضہ کو انجام دیتے تھے چنانچہ اجماع امت اور احادیث سے بھی آپ کی نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لئے کتب کلامیہ میں آپ کے منکر نبوت کی تکفیر کیگئی۔ رمضان آفندی ص۲۷۹ اس مقام کی تفصیل کیلئے عقائد نسفی کی شروح دیکھو۔ آپ کی نبوت کے بعض منکر بھی تھے (کتب کلامیہ) اس عصر میں کسی ایسے مسلم طائفہ کا مجھے علم نہیں اگر کسی کو شک ہو تو آپ کی نبوت پر جو اعتراض ہے اس کا جواب فتح الباری جز ۲۷ ص۱۹۵۔ نووی جلد ۱ ص۱۰۸ اور مسند احمد کی روایتہ کو مشکوٰۃ جلد ۲ ص۵۱۱ پر دیکھئے۔

بصائر و حکم ۔ سیدنا و ابونا آدم علیہ السلام کے واقعۂ تخلیق میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور مقامات سبعہ مذکورہ میں جو نکات و رموز۔ کنہ و حقائق مضمر ہیں۔ ان پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ سورہ بقر میں فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً الخ یعنی میں خلافت ارضی کیلئے ایک انسان پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ اے فرزندان آدمؑ اور اے وارثان خلیفۃ اللہ کبھی تم نے اس مسئلہ پر غور کیا اللہ نے تمہارے جد اعلیٰ کو منصب خلافت ارضی کا حامل اور علمبردار لوائے خلافت بنا کر کیوں مبعوث کیا۔ خاموش کیوں ہو جواب دو کہ ہمیں کتاب منیر کے بحر ناپیدا کنار کی غواصی کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ ہم تو دنیائے دنی کی جاہ طلبی اور اوکسفورڈ کیمبرج کی ڈگریوں کیلئے سرگرداں رہے۔ یورپین مدنیت اور خداوندان یورپ کی کورانہ تقلید نے خاکروبان دربار نبوت اور کفش برداران محمد عربی علیہ الوف التحیۃ۔ عبداللہ بن عباس اور ابن مسعود کی اقتدا کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ ہم کو تو الحاد و زندقہ کے خوشنما باغات کی سیر و تفریح سے ایک دم کیلئے فرصت ہی نہیں ملی کہ چلکر گلزار محمدؐ اور چمنستان اسلام اور قرآن کریم کے روضۂ ندیہ کی سیر کرتے، اگر اس مسموم فضا نے تمہارے افکار و اذہان میں افسوسناک تعطل پیدا کردیا ہے اور تمہاری قوت فکریہ سلب کرلی ہے تو آؤ میں تمہیں بتلاؤں اس میں راز کیا ہے؟ شاید تم نے خلیفہ کی اصلیت لغویہ پر غور کیا ہو۔ اسکی جمع خلفاء آتی ہے اور خلافت سے ماخوذ ہے جو امارۃ اور نیابۃ عن الغیر کیلئے مستعمل ہے۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ اور اس جیسی بہت سی ترکیبیں دیکھی سنی ہونگی۔ خالق الارض والسموات نے ابونا آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا تاکہ کرہ ارضی کو زمزمۂ توحید اور آسمان و زمین کی اس فضائے بسیط کو نعرۂ حق سے معمور دیں۔ قبل ازیں معمورۂ عالم میں جنوں کے وجود سے جو ہرج مرج، تخریب و افساد، قتل و ہنگامے۔ انتہاک محارم اللہ کا

بازار گرم تھا۔ جنکے خوفناک اور بھیانک مناظر کو دیکھکر ملا اعلیٰ کے قدوسیوں نے بھی تخلیق آدمؑ کے واقعہ پر اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ الخ (اے اللہ کیا تو زمین میں ایسی مخلوق پیدا کریگا جو اس میں فساد اور خونریزی کرینگے) سے استعجاب ظاہر کیا۔ ایسے وقت میں ابونا آدم علیہ السلام کا منجانب اللہ خلیفہ بنکر تشریف لانا اور پھر مدۃ العمر تک احکام ربانی، شرائع دینی، اور فرائض مذہبی۔ حقوق انسانی، تہذیب اخلاق اور تہذیب منزل کی پاسبانی۔ تربیت اولاد۔ کسب حلال۔ زہد و عبادت۔ تسبیح تہلیل ریاضت و انابت، وغیرہ میں سرگرم عمل رہ کر منشاء ایزدی کی تکمیل کر کے اور خلافت ارضی کا پیغمبرانہ فریضہ انجام دیکر جب ہی تشریف لیجانا یہ اسوہ حسنہ ہماری رہبری کرتا ہے کہ ہم بھی محارم اللہ کی حفاظت۔ شرائع اور احکام دین کی تبلیغ، فرائض شرعیہ کے نشر و اشاعت، قوانین ربانی کے نفاذ میں اپنے اس مورث اعلیٰ کے وارث ہیں۔ خلافت ارضی کے حقدار، حکومت و سلطنت خلافت کبریٰ اور امامت کے مستحق ہم ہی ہیں۔ آہ اے فرزندان اسلام اور اے وارثان آدمؑ کاش تم نے غور کیا ہوتا۔ تم اپنے جد اعلیٰ کی وراثت سے کیوں محروم الارث ہوگئے۔ اللہ نے تو ابونا آدمؑ کو خلیفہ پکار کر تمہاری وراثت خلافت کی طرف اشارہ کر دیا تھا مگر شومئی قسمت کی وجہ سے کون ایسا حاجب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہوگئے۔ آخری صحیفہ سماوی نے اس حاجب اور علت مانعہ کا ذکر بایں الفاظ پیش کیا ہے کاش ہم اس پر غور کر کے اپنی بدبختی کا علاج کرتے۔ ارشاد ہے وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰۤی اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَیۡهِمۡ الخ[۴] یعنی اگر ساکنان ارضی جوہر ایمان سے مزین ہو جائیں تو ہم آج بھی فضل و کرم جود و سخا۔ بخشش و عطا۔ رحمت و رافت۔ انعامات و اکرامات۔ دولت و ثروت سے انہیں نواز سکتے ہیں۔ ہمارے خزانۂ غیب میں کوئی کمی نہیں۔ دوسری جگہ یوں ارشاد ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ الخ[۵] یعنی اللہ نے ان مومنین کاملین سے خلافت ارضی عطا کرنیکا وعدہ کر رکھا ہے جنھوں نے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کئے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ[۶] (اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا) پر یقین رکھنے والو اور رحمت باری سے ناامید ہونیوالو تم نے اس آیت پر غور نہیں کیا۔ تم نے تنظیم مسلمین کا ڈھونگ رچایا ہے۔ حالانکہ تمہارے اعمال بذات خود سیاہ تر ہیں تم نے اصلاح عمل سے منہ چرایا پھر بھی اپنی آواز میں تاثیر اپنے کلام میں جاذبیت اپنے فعل میں رسوخ اپنے قدم میں ثبات اور سب سے اخیر میں خلافت عظمیٰ اور امامت کبریٰ کی یاد و تمنا میں بے خود ہو رہے ہو۔ کیا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (تمہارے ہی لئے سربلندی ہے اگر مومن ہو جاؤ) پر غور نہیں کیا۔ کاش تم ہمارے ساتھ اس عقیدہ پر اتحاد کرتے ہم میں تم میں بہت بڑا فرق ہے ؎

نزلوا بمکۃ فی قبائل ھاشم ؛ ونزلت بالبیداء ابعد منزل

یعنی مقصود یہ ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان بعد المشرقین ہے ہماری اور تمہاری روش باہم مختلف ہے یَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ الآیۃ[۷] (اللہ تم کو زمین کے خلفاء بنائے گا) کی پیشینگوئی کو دیکھو۔ کرۂ ارضی کی خلافت اور وراثت کا حظ وافر کسے ملا تھا۔ کیا بنو امیہ نے سالہا سال تک، پایۂ تخت دمشق میں انتہائی شان و شوکت، سطوت و دولت، جاہ و جلال اور کر و فر کیساتھ حکومت نہیں کی تھی؟ کیا غلامان رسول عربی ہاشمی خاندان بنی العباس نے . . . صدیوں تک عروس البلاد بغداد پر فرمانروائی نہیں کی؟ اور پھر کیا سرزمین عراق جنت نشان پر مامون اعظم کا تخت اجلال نہیں

بچھایا جاتا تھا اور ہارون الرشید کی سنہری کشتیاں دریائے دجلہ میں کیا نہیں تیرتی تھیں، مدائن وکلدان، بابل و نینوا کے مدفون خزانے ان کے سپرد نہیں کئے گئے تھے، کیا اموی ہی نہیں تھے۔ جنھوں نے غرناطہ ہسپانیہ میں صدیوں تک حکومت کی تھی اور پھر کیا وارثان آدمؑ ہی نہ تھے جنھوں نے اندلس، مصر، سسلی، جاوا، سماٹرا، چین، افریقہ، قسطنطنیہ، عراق، خراسان ترکستان، ایران، سستان، ہندوستان، کابل، الجزائر، ٹیونس، مراکش، رنجبار، سائپرس، کریٹ، اور بحرالکاہل کے مغربی کنارے سے لیکر ہوانگ ہو کے مشرقی کنارے اور اللہ کی وسیع زمین کے ایک ایک گوشہ تک اپنی حکومت وسلطنت، خلافت ونیابت کا آوازہ پہنچا دیا تھا۔ جب خلفاء بنی امیہ نے احکام دین اور شرائع اسلام میں تہاون وتکاسل سے کام لینا شروع کیا تو اللہ نے ان کی صد سالہ حکومت وسلطنت کا خاتمہ کرکے تخت خلافت پر بنی العباس کو لا بٹھایا اور فریضہ خلافت ونیابت کی ذمہ داری انہی کے سر ڈالی گئی لیکن جب انھوں نے بھی فرائض مفوضہ کی انجام دہی اور خلافتِ ارضی کی ادائیگی میں صدیوں بعد کوتاہی شروع کردی تو پھر عبداللہ بن العلقمی اور خواجہ نصیرالدین طوسی شیعی کی باہم ریشہ دوانی کے ذریعہ اور فتنۂ تاتار کے ہولناک سیلاب سے انکے بھی جاہ وجلال کا خاتمہ کرادیا اور پھر عنان خلافت تیسروں کے ہاتھ میں دیدی گئی۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا[1] یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ (سورہ محمد) اس آیت میں جہاد حریت اور اعلاء کلمۃ اللہ سے منہ چرانے والوں کو خطاب کرکے فرمایا گیا۔ اگر تم پشت پھیر بیٹھوگے تو تمہاری جگہ دوسری قوموں کو ابھاروں گا جو تم جیسی نہ ہونگی، اللہ کے قانون استخلاف کو دیکھو کس طرح غوری۔ خلجی، سوری، ترک، منولی، اور کرد نے یکے بعد دیگرے اعلاء کلمۃ اللہ کا فریضہ اور خلافت ارضی کی خدمات جلیلہ اس آیتہ کے ماتحت انجام دیا" یہ ہے وہ درس عظیم اور عبرت وموعظت جو خلافت آدمؑ سیدنا میں مضمر ومستقر ہے پر دیکھنے کیلئے بصارت وبصیرت کی روشنی چاہئے۔

عبرت ثانیہ ۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ الخ (ترجمہ) ہم نے ملاء اعلیٰ کے قدوسیوں کو آدم ابوالبشر کی تعظیم وتکریم اور اسکے آداب بجالانے کا حکم دیا" اے فرزندان مسجودِ ملائکہ کبھی تم نے اس آیت کریمہ پر غور کیا اللہ نے نظام کائنات ارضی کے اولین ہی دور میں تمہارے مرتبہ عظیمہ اور رفعت شان، درجہ رفیعہ اور بلندی قدر کیطرف کس طرح اشارہ کیا اور کیوں اشارہ کیا؟ آہ تم نے غور وفکر سے کام نہیں لیا ورنہ اس آیت نے تو ایک بہت بڑے عقیدۂ شرعی اور بنیادی مسئلہ پر ایسی روشنی ڈالی ہے کہ فلاسفۂ یونان، نیز معتزلہ، اور بعض اشاعرہ نے ارواح مجردہ ملائکہ کی تفضیل کا جو قول اختیار کیا ہے اس کی کھلی ہوئی تردید تم کو ملجاتی اور تم دیکھتے کہ آیتہ نے کس طرح انسان کی فضیلت ملائکہ پر ثابت کی ہے جیسا کہ جمہور اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے۔ ورسل البشر افضل من رسل الملائکۃ ورسل الملائکۃ افضل من عامۃ البشر وعامۃ البشر افضل من الملائکۃ۔ رمضان آفندی ص۳۱۸ یعنی انسان میں انبیاء اور رسل کا درجہ بڑھا ہوا ہے ملائکہ کے اندر جو انبیاء اور رسل ہیں اِن سے، اور فرشتوں میں جو رسل ہیں وہ عامہ مومنین سے افضل ہیں اور عامۂ مومنین عام ملائکہ سے افضل ہیں۔ اگرچہ بسط وتفصیل کے ساتھ معہ دلائل وبینات[2] اس موضوع پر یہاں بحث کی گنجائش نہیں۔ تاہم سرسری طور پر فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ[3]، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا[4]، ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ[5]، اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا الخ[6] وغیرہا آیات بالا پر نظر ڈال جائیے اور مزید تفصیل کیلئے تفسیر کبیر کی ورق گردانی کیجئے"۔ یہاں پر

[1] پارہ ۲۶ ع ۸۔ [2] ۳۲ پ ۲۳ ع ۱۴۔ [3] ۵۳ پ بقرہ ع ۴ [4] ۵۴ پ ۱۵ ع ۷ [5] ۵۵ پ ۳ ع ۱۲۔

ہم تو صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس فضیلت اور کس شرف و مزیت کی وجہ سے ابونا آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہو گئے تاکہ ہم بھی دنیا کے اس اولین ریفارمر اور اول البشر کی زندگی سے عبرت حاصل کریں۔ قرآن کی روشنی اور ملائکۃ اللہ کی باہم گفتگو سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ چونکہ سیدنا آدم علیہ السلام جواہرات علمیہ اور دولت معرفت اور حقائق اشیاء کے عرفان سے مالامال تھے اسی لئے اُس امتحان گاہ ازل میں ملائکہ مقربین اور جمیع ارواح مجردۂ ملکوتیہ علویہ کو سرنیچا کرنا پڑا اور . . . .

. . . . . . لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (ہم کو بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے سکھایا ہے) سے اپنی کم مائگی معرفت اور بیکسی علم و عرفان کا اقرار کرنا پڑا۔ مشیت ایزدی کے رمز خفی اور حکمت بلیغہ پر استعجاب اور استنکار کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔

اے اُس عارف و عالم کے فرزندو! تم نے اس مورث عرفاں و معرفت کی وراثت علمیہ سے کیا حاصل کیا۔ یہاں پر کس عائق و حاجب نے تم کو اس وراثت آبائی سے محروم کر دیا۔ کس کی شمشیر استبداد نے تم کو اس نعمت عظمیٰ اور دولت جاودانی کی تحصیل سے روک دیا۔ خدا کے لئے جواب دو اور صاف صاف کہدو ہم خود اپنی شومئی قسمت سے سب کچھ کھو بیٹھے۔ ہم کو تو اسلام کے خزانۂ علم میں کوئی جوہر آبدار نظر ہی نہیں آیا۔ ہم تو صرف خداوندان یورپ کے علوم و تحقیقات۔ اکتشافات و اختراعات کے شیدا اور نذر فرنگ ہو کر رہ گئے، اگر واقعہ نفس الامری یہی ہے تو پھر ہم تم کو مشورہ دینگے تم اپنے خیالات بند کرو اور اپنے معلومات میں مزید اضافہ کرو۔ عصبیت کی عینک آنکھ سے اور مغربی کورانہ تقلید کا قلادہ اپنی گردن سے نکالو۔ پھر دیکھو اس خزانۂ حکمت میں زید بن ثابتؓ۔ علی مرتضیٰؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ رازیؒ و ابن سینا، طوسی و ابو نصر۔ غزالیؒ و حسنؒ، بخاریؒ و مسلمؒ ابوداؤد و نسائی۔ قزوینی و ترمذی وغیرہ جیسے کتنے جواہرات اور گرانقدر ہیرے موجود ہیں۔ اسی بحر ناپیدا کنار ہی کے تو غواص ہیں جنھوں نے آسمان کے ستاروں کو سیارات و ثوابت، بروج فلک، دوائر سماء، عرض البلد، اور کرۂ ارض کے طول و عرض و سمندر و دریا کی تہ کو کھنگھال ڈالا تھا، بغداد، واندلس قرطبہ و غرناطہ کے کوثر علوم ہی تھے جن کے فیض عمیم سے اقوام عالم نے اپنے اپنے دامان مقصود پُر کر لیا تھا۔ پھر آخر بات کیا ہے؟ تم نے اس وراثت میں حصہ نہیں لیا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے آج بھی اس صفحہ ارضی پر ہزاروں در ہزار ایسے کوثر علوم قائم کر رکھے ہیں جن سے ایک طالب صادق۔ متلاشئ حق اور تشنۂ معرفت بہت کچھ سیرابی حاصل کر سکتا ہے لیکن افسوس کہ تم نے بذات خود غفلت اختیار کی تم نے اپنے ننھے بچوں کو انسانیت سوز بھٹیوں میں جھونک دیا۔ عیسائیت اور مسیحیت کی ان قربان گاہوں کی بھینٹ اور نذر دہریت کر کے اسلام سے بہت بڑی عداوت کی۔ کاش اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اپنی بگڑی بنا کر اسلام کا وقار قائم کر دو، دیکھو اپنے مورث اعلیٰ سیدنا و نبینا آدم علیہ السلام کے وارثان علوم نے علم و عرفاں کی بدولت عروج و ارتقا کی کس منزل تک اپنے آپ کو پہنچا دیا تھا، تہذیب و تمدن کا وہ کون گہوارہ تھا جس میں انھوں نے آرام نہ کیا ہو، زمین کا وہ کونسا گوشہ اور کونسا چپہ تھا جہاں ان کا نام بلند نہیں ہوا۔ کیا افریقہ کے تپتے ہوئے میدان۔ حبشہ کے ممالک میں ان کی عظمت و سطوت کا سکہ نہیں جما؟ لیکن آہ تم تو حکومت و سلطنت کیلئے روتے ہو، سونے اور چاندی ہیرے اور جواہر کا ماتم کرتے ہو۔ مگر اپنے علمی خزانوں کے لٹنے اور علمی گہواروں کے تاراج ہو جانے کا غم نہیں مناتے"۔

حالانکہ مرحوم اقبال جیسا حکیم بالغ النظر فلسفی کہتا ہے ؎

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں جا کے یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

(باقی)

تعلیمات اسلامی پر ایک نظر

(از مولوی عبد الصبور صاحب بستوی متعلم جماعت ثالثہ مدرسہ رحمانیہ دہلی)

اسلام نے دنیا میں آکر جہاں عابد و معبود خالق و مخلوق کے رشتہ کو قائم کیا۔ وہاں اس نے اپنے متبعین کو معاشرتی تعلیمات سے بھی مالامال کیا ہے۔ میں آج اسی حصہ کے متعلق اسلامی تعلیمات کے پیش نظر کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ لیکن صرف تعلیمات ہی نہیں پیش کرونگا بلکہ ساتھ ہی ان پر عمل کرنیوالوں کے سرخیل (صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین) کی زندگی کے کچھ عملی نمونے بھی سامنے لاؤنگا، تاکہ آپ کو یہ اندازہ کرنے میں آسانی ہو سکے کہ ان تعلیمات نے اپنے عمل کرنے والوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچایا تھا۔ اور جب سے مسلمانوں نے ان تعلیمات سے غفلت برتی اسی وقت سے باران رحمت الٰہی کے بادل بھی ان سے چھنٹ گئے۔

ایثار کے متعلق ارشاد ہوتا ہے[1] وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ یعنی مومن لوگ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اور غیر کے مفاد کو اپنے مفاد پر باوجود خود بھی حاجتمند ہونیکے مقدم سمجھتے ہیں۔ اس تعلیم پر صحابہ کرام و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرکے دکھلا دیا۔ اور ہر طرح سے اپنی جان و مال کو فی سبیل اللہ نثار کرکے آیت مذکورہ کی پوری تصدیق کردی ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہ کرام کو غزوہ تبوک کے واسطے چندہ جمع کرنیکا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ جاتے ہیں اور گھر کے تمام مال کا نصف اُٹھالاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ جاتے ہیں اور گھر کا سب مال و متاع اٹھالاتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے سوال کیا کہ گھر پر بیوی بچوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ حضرت ابوبکرؓ جواب دیتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ ایک بار ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا سو اتفاق سے آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اس لئے آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج کی شب کون اس مہمان کا حق ضیافت ادا کریگا۔ ایک انصاری نے کہا۔ یارسولؐ اللہ میں۔ چنانچہ اسکو ساتھ گھر لے آئے۔ بیوی سے پوچھا کہ کچھ ہے وہ بولیں کہ صرف بچوں کا کھانا ہے۔ بولے بچوں کو کسی طرح بہلادو۔ جب مہمان کو گھر میں لے آؤں تو چراغ بجھادینا۔ میں اس پر لب و دہن کی مصنوعی حرکت سے یہ ظاہر کردوں گا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا کہ رات خدا تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا اور یہ آیت نازل فرمائی وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ اسی طرح ایک غزوہ میں حضرت عکرمہؓ حضرت حارثؓ بن ہشام۔ حضرت سہیل بن عمروؓ زخم کھاکر زمین پر گر پڑے۔ نزع کا وقت تھا۔ لیکن اس حالت میں اخلاقی روح اور زیادہ تازہ ہوگئی۔ ایک شخص پانی لایا اور حضرت عکرمہؓ کو پلانا چاہا لیکن انھوں نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ بہ حسرت پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں بولے پہلے ان کو پلاؤ۔ حضرت سہیلؓ کے پاس جب پانی آیا تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت حارثؓ کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے بولے ان کو پلاؤ۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے منہ میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گیا۔ اور سب نے تشنہ کامی کی حالت میں جان دیدی۔ یہ تھا صحابہ کرام کا ایثار۔ اسی وجہ سے صحابہ خود فاقہ کرتے تھے لیکن دوسروں کو کھلا دیتے تھے ؎

بھوکے رہتے تھے پر اوروں کو کھلا دیتے تھے ۔۔۔ کیسے صابر تھے محمدؐ کے گھرانے والے

[1] پ ۲۸ س ج ع ۱۔

اطاعت والدین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ یعنی والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ اِمَّا یَبْلُغَنَّ الخ یعنی اگر ماں باپ دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں تو ان کو اُف تک نہ کہو والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ میں شامل ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ یعنی جس کے والدین یا دونوں میں سے ایک بڑھاپے کو آپہنچ جائیں اور وہ شخص ان کی خدمت کرکے جنت میں نہ داخل ہوئے تو اس سے زیادہ بدبخت کوئی نہیں ہے۔ آنحضورؐ نے ایسے شخص کے متعلق کہا ہے کہ اس کی ناک خاک آلودہ ہو۔ اور وہ ذلیل ہو۔

آیئے۔ دیکھیں اس تعلیم پر صحابہ کرام نے کسقدر عمل کیا۔ صحابہ کرامؓ والدین کی خدمت۔ اطاعت۔ اعانت اور ادب واحترام کا نہایت خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کفار نے رسول اللہ صلعم کے گردن میں اوجھ ڈالدی۔ حضرت فاطمہؓ دوڑکر آئیں۔ اور اسکو آپ کے اوپر سے اُتار کر پھینکدیا۔ اور کفار کو برا بھلا کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اگرچہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب انکے والد نے اصرار کیا تو اطاعت کے خیال سے مجبوراً شریک ہوگئے۔ ایک بار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ تو بولے کہ مجھ سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ اور اپنے والدین کی اطاعت کرو۔ تو صفین کی شرکت کیلئے میرے باپ نے مجبور کیا۔ اسلئے میں شریک ہوا لیکن نہ تلوار اٹھائی نہ تیر چلایا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص)۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ماں کافرہ تھیں وہ ان کو دعوت اسلام دیتے تھے لیکن کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک روز اسی طرح انھوں نے انکو اسلام کی ترغیب دی لیکن انھوں نے رسول اللہ کی نسبت بعض ناشایستہ کلمات کہے۔ لیکن انھوں نے اپنی ماں کو ایک حرف بھی نہ کہا۔ بلکہ روتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہا کہ دعا فرمایئے خدا میری ماں کو ہدایت دے (مسلم کتاب المناقب فضائل ابوہریرہؓ) حضرت ابوہریرہؓ کو ماں باپ کے احترام کا اسقدر خیال تھا کہ ایک بار دو آدمیوں کو دیکھا تو ایک سے پوچھا کہ یہ تمہارا کون ہے اس نے کہا میرے باپ ہیں فرمایا کہ اسکا نام لیکر نہ پکارو۔ اس کے آگے نہ چلو اور اس سے پہلے نہ بیٹھو۔ اس کے حکم کی تعمیل سے روگردانی نہ کرو۔ ان بیانات سے ناظرین پر واضح ہوگیا کہ والدین کی اطاعت ہمارے لئے واجب ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ ماں باپ کے پیر کے نیچے جنت ہے ان کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔ اور ان کی خوشی اللہ کی خوشی ہے۔ اسلام نے ہمیں اخلاق کی تعلیم دی ہے لہذا ہمارے اخلاق سے بعید بات ہے کہ ایسے ماں باپ جنھوں نے ہماری خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ ہمیں پالا اور اب ہم جوان ہوگئے تو پھر ہم انھیں برا بھلا کہیں۔

عدل کے متعلق ارشاد ہوتا ہے وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ[۱] الآیہ یعنی جب کبھی تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کرو۔ چنانچہ اسی آیت کے ذریعہ اسلام نے ببانگ دہل اعلان کرکے عدل وانصاف کا صاف علم دیدیا اور ظلم وتعدی کو ہمیشہ کے لئے نیست ونابود کردیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ[۲] یعنی اللہ تعالیٰ تم کو عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔ تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے اِعْدِلُوْا[۳] هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى یعنی عدل وانصاف سے کام کو انجام دو۔ کیونکہ عدل وانصاف تقوی کی طرف لیجاتا ہے۔ اسی طرح سے متعدد مقامات میں اسلام نے عدل وانصاف

لہ پ ع ۳ ۲ سلہ پ ۱۵ ع ۲ سلہ پ ۵ ع ۵ سلہ پ ۱۴ ع ۱۹ سلہ پ ع ۶ -

کی تعلیم دی ہے اس کے علاوہ امام عادل وسلطان عادل کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ عدل کے متعلق جسقدر شدومد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے عمل کیا وہ ظاہر ہے۔

اتفاق کے متعلق ارشاد ربانی ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ یعنی اتفاق واتحاد کے ساتھ اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوط پکڑ لو۔ اور آپس میں تفرقہ پردازی مت کرو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ تم لوگوں کا رشتہ ایک دوسرے سے ٹوٹا ہوا تھا۔ تو اللہ جل شانہ نے اپنی رحمت وشفقت سے تم سب کو ایک جگہ ملا کر جمع کردیا اور کہدیا کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ۔ یعنی سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اگر بتقاضائے بشریت ایک دوسرے سے اختلاف و نزاع واقع ہو تو صلح کرا دو۔ اللہ نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اتفاق بین القلوب ایسی نعمت ہے کہ تم ساری دنیا کا خزانہ جمع کردا تب بھی اس نعمت کو حاصل نہیں کرسکتے لیکن اللہ ہی کا فضل وکرم ہے جس نے متفرق دلوں کو اکٹھا کردیا۔ ارشاد نبوی ہے۔ لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ یعنی آپس میں حسد وبغض وغیرہ نہ رکھو اور سب ملکر آپس میں بھائی بھائی ہوجاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعریف اتفاق واتحاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے یوں فرمائی ہے۔

المومنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ۔ یعنی سب مسلمان مانند ایک جسم کے ہیں۔ اگر آنکھیں درد کرتی ہیں تو سارا جسم اس کی وجہ سے بےچین ومضطرب رہتا ہے۔ اور اگر سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اسکا اثر محسوس کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح سے مسلمانوں کو چاہیئے اگر ایک مسلمان پر مصائب وتکالیف آپڑیں تو دوسرے مسلمان کو اسکا اثر محسوس کرکے اسکے دفعیہ کی صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے اپنے متبعین کو کس طرح اتفاق واتحاد کی تعلیم دی ہے۔ لیکن مسلمان اس سے بالکل روگرداں ہوگئے ہیں اور نااتفاقی کو اختیار کرلیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انکا شیرازہ بکھرا ہوا نظر آتا ہے اور غیروں کے دلوں میں ان کی کچھ بھی قدر نہیں ہے۔ ہر بلا کہ از آسماں می آید خانۂ مسلم می تلاشد کا مقولہ علی صورت اختیار کررہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اخلاق یہ بھی اسلام کی تعلیمات میں ایک اہم تعلیم ہے داعی اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں دنیا کے اندر اس لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تعلیم اخلاق کو درجۂ تکمیل تک پہنچا دوں۔ اسلام نے اخلاق حسنہ کے اندر کسقدر حصہ لیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ یعنی عفو کو اپنا شیوہ وشعار بناؤ اور نیک کام کی طرف لوگوں کو ہدایت کرتے رہو اور جاہلین سے اعراض کرو۔ اخلاق بہت سے اوصاف کے مجموعہ کا نام ہے۔ (الف) مسکین نوازی۔ چنانچہ صحابہ کرام نہایت ہی مسکین نواز غریب پرور تھے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو مساکین کے ساتھ خاص اُنس تھا۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم ان کو ابوالمساکین کی کنیت سے پکارا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ معمولاً کسی مسکین کی شرکت کے بغیر نہیں کھاتے تھے ان کے سامنے جب دسترخوان چنا جاتا اور اتفاق سے کسی معزز شخص کا گذر ہوجاتا تو انکے اہل وعیال اس کو شریک طعام کرلیتے۔ لیکن وہ خود اس کو نہ بلاتے۔ البتہ جب کوئی مسکین سامنے سے گزرتا تو اس کو ضرور شریک طعام کرتے اور کہتے کہ یہ لوگ اسکو بلاتے ہیں جسکو کھانے کی خواہش نہیں اور اسکو چھوڑ دیتے ہیں جسکو کھانے کی خواہش ہے

سورہ پ ع ۲ سورہ ۵۲ پ ع ۱۴۔

ایک دن حضرت عائشہ روزے سے تھیں۔ اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی حالت میں ایک مسکین عورت آئی تو انھوں نے لونڈی سے کہا کہ وہ روٹی اسکو دیدو۔ لونڈی نے کہا افطار کس چیز سے کیجئے گا۔ بولیں دے تو دو۔ چنانچہ شام کا وقت جب آیا تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوادیا۔ لونڈی کو بلا کر کہا کہ لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔

(ب) استعفاف۔ یعنی سوال کرنے سے بچنا بھی اخلاق میں داخل ہے۔ صحابہ کرام اگرچہ نہایت ہی مفلس و نادار تھے لیکن کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلاتے۔ ایک مرتبہ چند صحابی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ بیعت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ لا تسئلوا الناس شیئاً۔ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی۔ کہ اگر راہ میں کوڑا بھی گر جاتا تو کسی سے یہ نہ کہتے کہ اٹھا کر دیدو۔ اصحاب صفہ اگرچہ ناداری کی وجہ سے بالکل دوسروں کے دست نگر تھے تاہم الحاح و لجاجت کے ساتھ سوال کرنا ان کی شان سے بالکل بعید تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انکے اس مخصوص وصف کی تعریف کی ہے۔ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا۔ یعنی لوگ ان کو سوال سے بچنے کی وجہ سے غنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تم ان پر ان کے چہروں سے محتاجی کے آثار معلوم کر سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے چمٹکر سوال نہیں کرتے۔

(ج) ایثار۔ صحابہ کرام جس طرح نوع انسان میں فرد کامل کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسی طرح اللہ نے ان کو ان اوصاف کے ساتھ متصف کیا تھا جو محاسن اخلاق کے تمام انواع و اصناف میں کمال کا درجہ رکھتے ہیں۔ فیاضی ایک اخلاقی وصف ہے لیکن ایثار فیاضی کی ایک اعلیٰ ترین قسم ہے اور وہ صحابہ کرام میں عموماً پائی جاتی تھی جیسا کہ بیان ہو چکا۔

(د) عیب پوشی۔ ایک شخص ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو لوگ اسکو افسانہ بزم و انجمن بنا لیتے ہیں لیکن صحابہ کرام لوگوں کے عیب کو چھپاتے تھے۔ اور نیکیوں کو ظاہر کرتے۔ آنحضور فداہ ابی و امی نے اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا ہے مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللہ فی الدنیا والاخرۃ۔ جو کسی مسلمان کے عیب کو (جو اتفاقاً ہو گیا ہو) چھپا دے (اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے اس کو شرمندہ نہ کرے) تو اس کے عیب پر بھی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں پردہ ڈالدیگا۔ ہاں جو گناہوں کا عادی ہو کر جری ہو جائے اس کو اصلاح کی نیت سے سمجھا کر شرمندہ کرنا چاہیئے۔

(ہ) انتقام نہ لینا۔ اگر دشمن کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاوے تو ہمارے لئے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے دل میں خدا اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی۔ انتقام تو بڑی چیز ہے صحابہ کرامؓ اپنے دشمنوں سے (دنیاوی معاملات میں) بغض رکھنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ ہاں دین کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔

(و) مسلمانوں کی ایذارسانی سے اجتناب۔ حدیث میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ پاؤں زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اکثر صحابہؓ کرام اس حدیث پر اس شدت کے ساتھ عمل کرتے تھے کہ حضرت نافع بن عمرؓ اپنے گھر کا پانی باہر نہیں نکلنے دیتے تھے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ مسلمانوں کے راستہ میں پانی گرانے سے مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ اپنے ہی حجرہ میں اپنے طشت کو ڈھال دوں۔

(ز) حلم۔ تربیت نبویؐ کے فیض نے صحابہ کرام کو نہایت نرم دل، حلیم بردبار بنا دیا تھا۔ ایک بار ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ برا بھلا کہا وہ خاموش رہے اس نے دوسری بار پھر کلمات ناشائستہ کہے وہ چپ رہے تیسری بار پھر ان کا اعادہ کیا،

نے اس کا جواب دیدیا۔ صحابہ کرام کے حلم کے متعلق اور بہت سے واقعات ہیں۔

اخلاق میں اور بہت سے اوصاف شامل ہیں مثلاً مہمان نوازی جو اخلاق کا عظیم الشان رکن ہے۔ تحفظ عزت، صبر و ثبات جرأت و شجاعت، اعتراف گناہ، صداقت، دیانت، تواضع و خاکساری عصبیت و حمیت قومی، شرم و حیا جانداروں پر شفقت وغیرہ وغیرہ اگر ان عنوانات پر کچھ روشنی ڈالی جائے تو مضمون بہت لمبا ہو جائیگا۔ صحیحین میں یہ حدیث موجود ہے کہ خیارکم احسنکم اخلاقاً یعنی تم میں نیک اور بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

مساوات جہاں اسلام کی خصوصیات و تعلیمات بے پایاں و بے انتہا ہیں وہاں اسلام کی تعلیمات و خصوصیات میں سے ایک اہم تعلیم اور خصوصیت مساوات بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی جملہ فرزندان توحید بھائی بھائی ہیں۔ اسلام میں نیچی یا اونچی ذات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اگر کچھ فوقیت و تفوق کسی کو حاصل ہے تو صرف تقوی کے ذریعہ سے ہے یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے انسان اپنے کو بام رفعت تک پہنچا سکتا ہے قرآن مجید نے انہی معنوں کی تشریح میں صاف فرما دیا کہ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ یعنی اے لوگو ہم نے سب کو سلسلہ انسانی کی ایک ہی کڑی (مرد و عورت) سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے تم کو مختلف قبائل میں اسلئے نہیں پیدا کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے سے رسمی و فرضی طور پر تفرقہ پیدا کرلو اور جدا ہو جاؤ۔ بلکہ ہم نے تم کو مختلف شعبوں میں اسلئے پیدا کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانکر رشتہ محبت و اخوت قائم کرلو اور عزت دار و شریف اللہ کے نزدیک وہی ہے جو تقوی میں فائق و برتر ہو۔

(پ ۲۶ ع ۱۳ - پ ۲۶ ع ۱۴)

اسلام نے جملہ اقوام عالم کیلئے اپنے دروازے کھولدیے ہیں تاکہ اسلام کے دروازہ میں داخل ہو کر مساوات کے خزینہ و فوائد سے مالامال ہوں۔ ارشاد نبوی ہے لا فضل لعربی علی عجمی الخ یعنی کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں ہے کسی گورے کو کسی کالے پر کسی یوروپین کو کسی ہندوستانی پر فضیلت نہیں ہے کیونکہ جملہ بنی نوع انسان آدمؑ کی اولاد ہیں۔ اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ مساوات کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عالم بمقابلہ جاہل اور ناشکر ا بمقابلہ ایک شکر گزار کے یکساں حیثیت رکھتے ہوں۔ نہیں یہ معنی نہیں کیونکہ اختلاف مدارج و مراتب ہے اسلام نے فرق مراتب کو نہایت اہتمام کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یعنی ہم نے بعض کو بعض پر دینی کمالات کے اعتبار سے فضیلت دی ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام اگرچہ مساوات کے پیکر مجسم تھے لیکن فرق مراتب و مدارج کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔ ایکمرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک فقیر آیا تو حضرت عائشہؓ نے اسے ایک روٹی کا ٹکڑا دیکر ٹالدیا۔ پھر ایک رئیس آدمی آیا۔ انھوں نے اسکو بٹھلاکر نہایت اہتمام کے ساتھ کھانا کھلایا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کیوں ایسا کیا گیا حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے انزلوا الناس علی منازلهم۔ ہر شخص کو اسکے درجہ ہی پر رکھو۔ ایک بار حضرت ام سلمہؓ کو اون صاف کرانیکی ضرورت ہوئی۔ تو ایک مکتب کے مدرس کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ غلاموں کو بھیجدو لیکن آزاد کو نہ بھیجنا۔ ان واقعات سے صاف واضح ہو گیا کہ صحابہ کرامؓ و آنحضورؐ فداہ ابی و امی نے فرق مراتب کا بھی لحاظ رکھا۔ بلکہ مساوات کے معنی یہ ہیں کہ ادنیٰ و اعلیٰ کو قانوناً و اخلاقاً و شرعاً مساوی طور سے حقوق یافتگی کا حق حاصل ہو۔ ناظرین مساوات کے متعلق صحابہ کرامؓ کے بہت سے واقعات ہیں جنکو بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو جملہ تعلیمات اسلامی پر عمل کرنیکی توفیق دے۔ آمین۔

اسلامی تعلیم کی اہمیت

(از جناب محمد آدم حسن صاحب انصاری کاوش جبلپوری)

اٹھ گئی کیوں دل سے الفت آج قرآں کی
بگڑتی جا رہی ہے آج کیوں قسمت مسلماں کی

دگرگوں ہو رہی ہے آج حالت بزم امکاں کی
سمٹتی آ رہی ہے باغ میں وحشت بیاباں کی

نہ غیرت ہی رہی باقی نہ کچھ احساس ہی دل میں
نہ مذہب کی کوئی پروا نہ دیں کا پاس ہی دل میں

تلاوت سے کلام اللہ کی گر ہم نے منہ موڑا
ہوئی تعلیم کیا خاک جب قرآن کو چھوڑا

جو رشتہ درس دیں سے دنیوی تعلیم نے توڑا
گیا گذرا اُسے سمجھو جو کچھ احساس تھا تھوڑا

مگر اب بھی سنبھل سکتے ہیں ہم کچھ جان باقی ہے
ابھی احساس خودداری ابھی ایمان باقی ہے

فرائض میں ہے داخل مومنوں کے درس قرآں کا
ذریعہ ہے یہی بہبودیٔ مسلم کے ایماں کا

اسی شمع ہدایت سے ہوا ہے نور دنیا میں
ضیا سے اسکی تاریکی ہوئی کافور دنیا میں

یوں ہی گر دنیوی تعلیم کا کچھ دن رہا چرچا
یقین جانو خزاں کی نذر ہے گلشن پھلا پھولا

تمہیں دشوار ہوگا حافظ قرآن کا ملنا
دم آخر سنانے کون پھر یٰسین آئے گا؟

مسلمانوں اگر کچھ دن رہی غفلت یہی طاری
نہ آئیگی نظر تم کو کسی حافظ کی صورت بھی

کہیں اوراق ملت ہی نہ اپنے آپ بکھر جائیں
نہ یہ خاموشیاں اپنی کہیں اُلٹا اثر لائیں

مبادا مسجدیں حفاظ سے خالی نظر آئیں
کلام حضرت کاوش پر غور آپ فرمائیں

فضیلت ساری دنیا کو ملی قرآں کے دم سے
جہاں کی شان قائم ہے اسی کی شان کے دم سے

روح اخبار
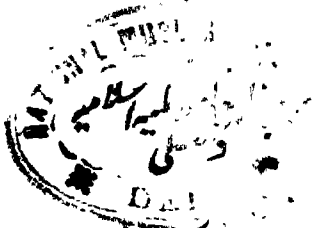
—— مولانا عبید اللہ صاحب سندھی ۳۰ برس تک جلا وطن رہنے کے بعد اب ۷ مارچ کو حکومت کی اجازت سے اپنے وطن واپس آگئے ہیں۔ ۵ ہزار کے ہجوم نے جن میں سندھ کے وزیر اعظم بھی شامل تھے کراچی بندرگاہ پر آپ کا خیر مقدم کیا۔ (زمیندار)

—— یکم مارچ۔ انکم ٹیکس کے سلسلہ میں یکم اپریل سے اہم تغیر ہوجائیگا۔ انکم ٹیکس میں اضافات ہوئے ہیں۔ لیکن تھوڑی آمدنی والوں کیلئے کوئی تشویش کی وجہ نہیں۔ آٹھ ہزار سالانہ تک کی آمدنی پر عام تدریجی محصول لیا گیا ہے۔ اور آٹھ ہزار سے بارہ ہزار تک کے درمیان چند اہم تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ (زمیندار)

—— حال ہی میں بیت المقدس سے فلسطین کی آبادی کے اعداد و شمار شائع کئے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۹ء سے لیکر اب تک یہودیوں کی تعداد میں ۶۱۷ فی صدی اضافہ ہوا ہے۔ اور عربوں کی تعداد میں جنمیں عیسائی عرب بھی شامل ہیں ۱۰۰ فیصدی اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۱۹ء میں یہودیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی لیکن آج وہ ۴ لاکھ ۳۰ ہزار کی تعداد میں موجود ہیں۔ عربوں کی آبادی ۱۹۱۹ء میں ۵ لاکھ ۵۰ ہزار تھی اور اب دس لاکھ ۷۰ ہزار ہے۔ ان اعداد و شمار کی رو سے کیا کوئی ایماندار کہہ سکتا ہے کہ عربوں کو اپنی اکثریت کے ختم ہوجانے کا خوف حق بجانب نہیں ہے؟۔ (مدینہ)

—— ۱۳ مارچ۔ کونسل آف سٹیٹ نے مرکزی اسمبلی کا پاس کردہ خلع بل پاس کر دیا۔ (قومی گزٹ)

—— ۱۳ مارچ۔ بہار پراونشل مسلم لیگ کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت بہار نے واردھا اسکیم کا نفاذ کیا تو مسلم لیگ سول نافرمانی کردیگی۔ نیز حکومت حیدرآباد کے خلاف مظاہرے بند کرادے اگر ان مظاہروں سے کوئی بدامنی پھیلی تو اس کی تمام ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ (قومی گزٹ)

—— ترکی حکومت میں ہتھیار رکھنے کیلئے جو خاص پابندیاں عائد تھیں وہ یکقلم منسوخ کردی گئیں۔ اب ترکی کے تمام باشندے بلا امتیاز ہر قسم کے ہتھیار اپنے پاس رکھ سکیں گے۔ البتہ ہتھیار رکھنے والوں کو معمولی محصول ادا کرنا ہوگا۔ مگر وہ نوجوان اس محصول سے مستثنیٰ رکھے گئے ہیں جو جنگ کے موقعہ پر بغیر درخواست کے اپنی خدمات فوج کی طرف منتقل کردیں۔ اس سلسلہ میں ایک سرکاری رپورٹ مظہر ہے کہ محصول دینے والوں کی بہ نسبت ان نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جنھوں نے جنگ کے موقعہ پر اپنی خدمات پیش کرنیکا وعدہ کیا ہے۔ (قومی گزٹ)

—— لندن ۱۰ مارچ سے تازہ تخمینہ لگایا گیا ہے اسکے مطابق آئندہ سال میں ہوائی طاقت پر ۴ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ صرف ہونگے (تیج)

۴ مارچ کو مولانا مظہر الدین صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار "الامان" و "وحدت" دہلی ۱۲ بجے دن میں جبکہ وہ اپنے پورے اسٹاف کے ساتھ دفتر میں بیٹھے ہوئے اخبار کا کام کر رہے تھے قتل کردیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سلسلے میں دو مسلمان گرفتار ہوئے ہیں۔ توقع ہے کہ اس کے متعلق بعض اہم امور کا انکشاف ہوگا۔ اصل حالات ابھی (۱۸ مارچ تک) پردۂ خفا میں ہیں۔ ہم مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے ان کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ ۵ مارچ کو عین اس وقت جبکہ مرحوم کا جنازہ ۲۵ ہزار مسلمان ادا کر رہے تھے ان کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا۔ بارک اللہ فیہ۔ (محدث)

جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب پرنٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔